



انوار البکيا

فی حیل

لغات القرآن

حصہ اول

تالیف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ رشید احمد شہیدؒ

۱۰۔ الکبریٰ مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انوار البکایا

فی حِلِّ

لغات القرآن

حصّ اول

تالیف

علی محمد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

النّاسخ

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکسیریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

الْإِنشَاءُ

میں اپنی اس تالیف کو مقصودِ کائنات تاجدارِ مدینہ
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بابرکت
نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ

مُبِينٍ ۝ اور میں اس کو اپنے لئے ذریعہ نجات و مغفرت سمجھتا
ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

نام کتاب	انوار البیان فی حل لغات القرآن
نام مؤلف	چوہدری علی محمد ریاضیڈ ایڈیشنل کمشنر
ناشر	مکتبہ سید احمد شہید، الکرم مارکیٹ اردو بازار لاہور
دوسرا ایڈیشن	۲۰۰۵ء
سرورق	حضرت سید نفیس شاہ صاحب زید مجاہد
کتابت	عبدالرشید میلسوی جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور
تعداد	ایک ہزار
مطبع	عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار روڈ لاہور
قیمت	

پیش لفظ

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ !

.....

یہ کتاب قرآن حکیم کے اُن طالب علموں کے لئے لکھی گئی ہے جو زبانِ عربی کا کم از کم ابتدائی علم رکھتے ہوں اور صرف و نحو کی مبادیات سے واقف ہوں اور اس سلسلہ میں مزید معلومات کے خواہشمند ہوں۔ یہ کتاب نہ صرف اُن کو قرآنی عبارت کے مختلف الفاظ اور جملوں کی تعلیل صرفی اور ترکیب نحوی میں مددگار ثابت ہوگی بلکہ ربط الفاظ و آیات میں بھی معاونت کرے گی۔

عام لغات (ڈکشنری) کی کتابوں میں الفاظ کے مواخذ و معنی بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان کے صرفی و نحوی پہلو کو چھوڑ دیا گیا ہے اس طرح طالب علم، نہج عبارت اور نشست الفاظ کی اصولی وجوہ سے ناواقف رہ جاتا ہے۔ بقول مولانا محمد نذیر عرشی مصنف مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمہ اللہ:

” ترکیب نحوی نہ جاننے والے لوگوں کی زبان دانی کی مثال اس کوتاہ نظر راہرو کی سی ہے جس کی نظر پکڑنڈی کے صرف اتنے ہی حصے پر ہے جو اس کے پاؤں کے سامنے ہے اور وہ اس تسلسلِ نظر کے ساتھ اپنی مسافت طے کرتا جا رہا ہے بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہے کہ یہ کلمہ فعل ہے یہ فاعل ہے یہ اسم موصول ہے یہ جملہ اس کا صلہ ہے، یہ کلمہ مقدم آنا واجب ہے اور یہ مؤخر ہونا چاہئے اس کلمہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس کا مرجع یہ ہے وغیرہ وغیرہ، اس پر عبارت کا مطلب و مدعا خود بخود آئینہ ہو جاتا ہے اور جب وہ عبارت کا ترجمہ کرتا ہے تو ایک مبصر کی حیثیت سے کرتا ہے اس کی مثال اس وسیع النظر اور دور بین راہرو کی سی ہے جس نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے نقشہ کے ذریعہ، سفرناموں کے مطالعہ سے اور واقفانِ راہ سے گفتگو کر کے تمام منازلِ سفر پر نظر ڈال لی ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس کا سفر خطر سے محفوظ ہو گا۔“

ایسی ہی وجوہات کو مد نظر رکھتے ہوئے ضروری الفاظ، جملوں اور آیات کی صرفی و نحوی لحاظ سے وضاحت کر دی گئی ہے اس طرح اصطلاحاً یہ کتاب نہ تو ایک لغات (ڈکشنری) ہے نہ تفسیر نہ ترجمہ، اس بناء پر اس کا نام **النوار البیان فی حل لغة القرآن** رکھا گیا ہے۔

سورت اور اس کی آیات کو یا آیات میں مندرجہ جملوں یا الفاظ کو اس ترتیب سے لکھا گیا ہے کہ پہلے

سورت کا نمبر دیا ہے اس کے بعد آیت کا نمبر ہے۔ ازاں بعد جملہ یا الفاظ کا حوالہ ہے۔ مثلاً ۳، ۱۱۹ میں ۳: سورة آل عمران کو ظاہر کرتا ہے اور ۱۱۹۔ سورة آل عمران کی آیت ۱۱۹ کو، اور اس آیت میں مندرج مشکل الفاظ کو اس آیت کے محاذ درج کیا ہے۔

چونکہ اس کتاب میں صرف مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے لہذا ضروری نہیں کہ ہر سورة یا ہر پارہ اس کے انہی الفاظ سے شروع ہو جو قرآن میں ہیں۔

جن کتابوں سے کتاب ہذا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست آخر میں درج کی گئی ہے۔ چونکہ کتاب ہذا کا مقصد طالب علم کو قرآن حکیم کے سمجھنے میں معاونت کرنا ہے لہذا ان کتب سے دل کھول کر مدد لی گئی ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کو اپنی کوتاہی علم کاشدات سے احساس ہے لہذا کتاب ہذا میں جو محاسن نظر آئیں ان کے لئے سراوار تحسین دہ ہستیاں ہیں جن کے گلستان تصنیف سے خوشہ چینی کی گئی ہے البتہ جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کے لئے ذمہ دار وہ خود مؤلف ہے جس کے لئے وہ بارگاہ ایزدی سے معافی کا خواستگار ہے۔

جملہ حقوق ہر قسم کی بندش سے مبرا ہیں یہ کتاب محض قرآن حکیم کی حقیر سی خدمت کے طور پر تحصیل ثواب کے لئے لکھی گئی ہے لہذا اس کو بہتر صورت میں پیش کرنے میں مؤلف کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ کتاب کا عنوان اور مؤلف کا نام بدستور باقی ہے صرف اس اسٹندھا کی یاد دہانی کے طور پر کہ جب بھی کوئی قاری اس کتاب کو پڑھے مؤلف کے حق میں خدائے ذوالجلال کے حضور میں دعائے خیر کرے۔

اعتذار

خداوند تعالیٰ کو کچھ ایسا ہی منظور تھا کہ جب تالیف کا کام آخری مراحل میں تھا تو مؤلف کو رعشہ کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جس سے مؤلف کی کارکردگی اور قوت حافظہ بری طرح متاثر ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب کا مسودہ مکمل ہونے پر اس کو دوبارہ دیکھنے اور اغلاط کو درست کرنے کی طاقت نہ رہی۔

لیکن بایں ہمہ کتاب کی اہمیت و عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے کرم فرما مولانا مبشر احمد صاحب استاذ الحدیث دارالعلوم الاسلامیہ لاہور کے سپرد کردی جنہوں نے ماشار اللہ پوری توجہ اور حسب استطاعت بشری نظر ثانی کردی ہے جس کے لئے میں ان کا بیحد مشکور و ممنون ہوں۔

مشورہ

وہ طالب علم جو قرآن حکیم کو لغات (ڈکشنری) یا امدادی کتابوں کا سہارا لے کر پڑھتے ہیں

ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نظریہ کے مطابق کسی مستند ترجمہ کو زیر نظر رکھیں
تاکہ آیات کا ربط اور مضمون کا تسلسل قائم رہے

فقط والسلام

طالب دُعا
راجی لرحمۃ اللہ علی محمد و آلہ

غفر اللہ لہ ولوالدینہ

تقریظ

یادگار سلف شیخ طریقت سلطان القلم جناب حضرت سید انور حسین شاہ
صاحب مدظلہ العالی - خلیفہ ہجاز حضرت راپوری رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللَّهِ سُبْحَانَهُ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ -
پیش نظر کتاب "النُّوَارُ الْبَيَّانُ فِي حُلِّ لُغَاتِ الْقُرْآنِ"
جو کہ چوہدری علی محمد صاحب زاد اللہ محاسنہ نے تقریباً عرصہ ۱۳ سال میں تصنیف فرمائی ہے
لاریب بڑی محنت سے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ ہمارے مخدوم مولانا مفتی مبشر احمد صاحب
زید مجدہم نے ازاوّل تا آخر اس پر نظر ثانی فرمائی ہے جو اس کتاب کے قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے
اللہ تعالیٰ مؤلف ممدوح کی سعی مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے متمتع ہونے
کی توفیق نصیب فرمائے۔

تقریظ

حضرت العلامة المفتی مَبَشِّرُ أَحْمَدُ صَاحِبُ اُسْتَاذِ الْحَدِيثِ

جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ اقبال ٹاؤن لاہور

الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ

اجمعین ؎ اما بعد

قرآن مجید کا اصلی موضوع انسان کے لئے ایسی راہنمائی فراہم کرنا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ الہی زندگی گزار سکے۔ جو بعد کی زندگی کے لئے مفید ہو۔ جیسے کہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا ہے کہ نزول قرآن کا مقصد اصلی انسانوں کی تہذیب و تربیت اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی اصلاح ہے۔

قرآن کریم کی دو شانیں ہیں ایک شانِ تعبّد اور دوسری شانِ تدبّر۔

شانِ تعبّد کا مفہوم ہے کہ اس کی تلاوت کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ذکر ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے يَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا کہ وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا، اور شانِ تدبّر کا مطلب ہے کہ اس میں غور و فکر اور نزول قرآن کے مقاصد کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا تو اس کے لئے تعلیم قرآن کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی مقاصد نبوت میں سے ایک مقصد ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ یعنی وہ انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا، حالاتِ حاضرہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کی گرمی کچھ مسلمانوں میں موجود ہے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی عمومی زندگی کا تدبّر قرآن سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہ پھر سے مسلمانوں کا تعلق قرآن انہی سے جڑ جائے ہمارے محترم بزرگ جناب چوہدری علی محمد صاحب دام اقبالہ (بی اے آنرز) پی سی ایس رٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر نے قلم اٹھایا اور رات دن محنت کر کے اختصار کے ساتھ لغات قرآن کے حل کے لئے ایک مسودہ مرتب کیا جس کا نام انوار البیان فی حل لغات القرآن تجویز کیا۔

اس تالیف سے ان کا اولین مقصد تو نجاتِ اخروی ہے اور حصولِ رضائے الہی ہے۔

اور ثانیاً یہ مقصود ہے کہ شاید میری اس حقیر سی کاوش سے مسلمان استفادہ کر کے تدبّر قرآن کی طرف راغب ہو جائیں اور اپنی آخرت بھی سنوار لیں۔

چوہدری صاحب موصوف کی اس تالیف کو بندہ نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ تالیف موجودہ دور کے اردو تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔
چوہدری صاحب موصوف نے حل لغات کے علاوہ کہیں کہیں آیات کا مفہوم بھی اس اچھوتے انداز میں واضح کیا ہے کہ پڑھ کر دل عیش عیش کراٹھتا ہے۔

خُصُوصِیَاتِ تَالِیْفِ اِسْ

۱۔ اس تالیف کی خصوصیات یہ ہیں !

- ۱۔ حل لغات و تراکیب آیات
- ۲۔ بیان نحوی و صرفی تحقیقات
- ۳۔ مختصر و آسان تشریحات
- ۴۔ عمدہ و عجیب و غریب نکات
- ۵۔ قیمتی و بہترین اشارات
- ۶۔ مسائل پر جید استدلالات
- ۷۔ مستند اور مضبوط حوالہ جات

بندہ بارگاہ الہی میں دعا گو رہے کہ یہ تالیف چوہدری صاحب موصوف کے لئے اور ان کے اولاد کے لئے ذخیرہ آخرت بنے اور عوام و خواص کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

احقر مبشر احمد غفرلہ الاحد

خادم الحدیث بجامعہ دارالعلوم الاسلامیہ

اقبال ٹاؤن لاہور

خلاصہ تقریظ از جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زیر نظر کتاب لغات القرآن الکریم صرف منہجی حضرات کے استفادہ کے لئے ہے اس سے عام قاری کی بجائے وہی استفادہ کر سکتا ہے جو عربی زبان و ادب سے بنیادی واقفیت رکھتا ہو۔ ایک شخص جس نے عربی گرامر کبھی نہیں پڑھی اس کے لئے قواعد یا حذف یا الفاظ کے باہم مقلوب ہونے یا تقدیم و تاخیر کی بحثیں چنداں مفید نہیں۔

اگر مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ بنیادی عربی قواعد و زبان سے واقفیت رکھنے والوں کے لئے مزید فہم القرآن کے لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ تو نہایت مفید ہے اور اردو زبان میں شاید یہ پہلا کام ہے جس میں پرانی جملہ تفاسیر کے محاسن کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انذاریان نہایت شستہ اور رواں ہے۔ یہ تالیف ترکیب نحوی پر مبنی ہے۔ اس میں احکام پر مشتمل آیات میں تاریخی و دیگر تفسیری روایات کی بجائے قواعد زبان کی نشاندہی پر زور دیا گیا ہے اردو میں اس نوع کی تفسیر یقیناً ایک غلام کو پڑ کرے گی!

تاہم اس قسم کی لغوی بحثیں زیادہ شرح و بسط کے ساتھ الفراء ۲، ۲۰۷ھ کی معانی القرآن میں وارد ہیں زیر نظر کتاب لغات القرآن عربی طلبہ کے استفادہ کے لئے ترتیب دینا مقصود ہے تو مذکورہ کتاب سے استفادہ اس کے حسن کو اور بڑھا دے گا۔

جناب چوہدری علی محمد صاحب نے ایک نہایت علمی کام مکمل فرمایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت شاقہ اور کار خیر پر خیر کثیر عطا فرمائے۔ واللہ الموفق

ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

يَا رَحْمَةً
(١)

سورة الفاتحة
و
البقرة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) سُورَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ (۵)

سُورَةُ: جس طرح دنیا کی دوسری کتابیں مختلف ابواب میں تقسیم ہوتی ہیں اسی طرح قرآن حکیم کو بھی مختلف حصوں یا ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک حصہ کو سورۃ کہتے ہیں اس صورت میں یہ سُورَةُ (مہموز العین) سے مشتق ہے جس کے معنی کسی شے کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ (ٹکڑہ) کے ہیں۔ اور سورۃ بھی قرآن کا ایک ٹکڑہ اور حصہ ہے۔ اس صورت میں واو کو ہمزہ سے بدلا ہوا قرار دیا جائے گا۔

۲۔ السُّورَةُ: کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں۔ جیسا کہ نالغہ کا ایک شعر ہے:

الْمَلِكُ تَرَاتُّ اللَّهُ أَعْطَاكَ سُورَةً - تَرَى حُلَّ مَلِكٍ دُرٌّ نَحَايَةً تَذَبُّبُ

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا مرتبہ بخشا ہے۔ جس کے ورے ہر بادشاہ متذبذب نظر آتا ہے
قرآن کی ہر سورت اپنی بلند مرتبہ کی وجہ سے سورۃ کہلاتی ہے۔

۳۔ یا سورۃ القرآن: سورۃ المدینہ سے مشتق ہے جس کے معنی شہر پناہ یا شہر کے گرد حفاظت کے لئے بنائے گئے
فصیل کے ہیں اور ہر سورۃ القرآن بھی فصیل کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ ۲۲ اور ۲۳ کی صورت میں یہ
سورۃ مشتق ہے اور اس کا واو اصلی ہے کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے۔

قرآن حکیم کی سورتیں طویل، درمیان، اور مختصر ہیں، مختصر سے مختصر سورۃ تین آیات کی ہے۔ مثلاً سورۃ العصر
(۱۰۳) اور سورۃ الکوتر (۱۰۸)

الْفَاتِحَةُ: اسم فاعل واحد مؤنث، فَتَحَ مادہ سے مشتق ہے۔ الْفَتْحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو
زائل کرنے کے ہیں۔ یہ ازالہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے جیسے فَتَحَ الْبَابَ (دروازہ کھولنا) مثلاً
قرآن مجید میں ہے وَ لَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ (۶۵: ۱۲) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔
دوم: جس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً فَلَمَّا نَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ الْبَابَ
كُلِّ شَيْءٍ (۴۴: ۶) جب انہوں نے اس نصیحت کو جو ان کو دی گئی تھی فراموش کر دیا۔ تو ہم نے
ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی۔

اس سورۃ کے کئی نام ہیں۔ الْفَاتِحَةُ کھولنے والی۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورہ ہونے کے باعث

باقی قرآن حکیم کے لئے مثل دروازہ کے ہے اور اس دروازہ کے کھلنے سے باقی قرآن حکیم آتا ہے (۲) ہر چیز کے مبداء کو الفاحة کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جائے اسی لئے سورۃ فاتحہ کو فاحة الکتاب کہا جاتا ہے۔ (۲) سبع مثانی لمسات دہرائی جانے والی آیتیں (کیونکہ بالاتفاق اس کی سات آیات ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ ۳) اَمُّ الْکِتَابِ وَ اُمُّ الْقُرْآنِ کہ قرآن حکیم کے جملہ مضامین کو مشتمل ہے۔ (۴) سورۃ الصلوة: کہ اس کا ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ (۵) سورۃ الحمد کہ لفظ الحمد سے شروع ہوتی ہے (۶) سورۃ الشفاء کہ یہ سورۃ ہر مرض کی شفاء ہے (۷) سورۃ الرزقہ یعنی پڑھ کر دم کرنے یا بھونک مارنے والی سورۃ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔

۸) اساس القرآن۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی جڑ ہے اور نیو ہے۔

۹) سورۃ الکثر۔ کیونکہ یہ مطالب اور معارف کا خزانہ ہے (۱۰) سورۃ الوافیہ کہ ہر قرأت میں اسے سالم ہی پڑھا جاتا ہے توڑ کر نہیں پڑھا جاتا۔ جیسا کہ بعض دیگر سورتوں کو پڑھا جاسکتا ہے (۱۱) سورۃ الکافیہ کہ نماز میں یہی سورۃ بدون کسی دوسری سورۃ کے کافی تو ہو سکتی ہے لیکن کوئی دوسری سورت بدون اس سورۃ کے کافی نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ب حرف جار ہے۔ جو مصاحبت یا استعانت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر مصاحبت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہوئے۔ اور اگر استعانت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ اللہ کے نام کے ساتھ مدد حاصل کرتے ہوئے (گویا اس کے معنی ہیں ساتھ، مدد کے ساتھ، اِسْم۔ نام۔ مادہ س۔ م۔ و سے مشتق ہے۔ سَمًا یَسْمُو (باب نصر) سُمُو، بمعنی بلند ہونا جیسے عربی میں کہتے ہیں سَمَوْتُ الْیَدَ بَصَرِی۔ میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔ جب کسی کا نام لیا جاتا ہے تو گویا اس کو بلند بالا کرتے ہیں تاکہ وہ آنکھوں میں نہج جائے۔ اِسْم کی جمع اَسْمَاء ہے بعض کے نزدیک اس کا مادہ وِسْم ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اور واؤ ہمزہ سے بدل گئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، عربی زبان کا عام ضابطہ ہے کہ کسی لفظ کے مادہ کے اصلی حروف تفسیر میں ظاہر کر دیئے جاتے ہیں اس قاعدہ کے موافق اگر اسم مادہ وِسْم سے قرار دیا جائے تو اس کا اسم تصغیر وِسْمٌ اور جمع اَدْسَام ہوگی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اسم کی تصغیر سُمِی اور جمع اَسْمَاء ہے جو قاعدہ کے موافق ہے، لہذا اِسْم سَمُو سے مشتق ہے نہ کہ وِسْم سے۔

بِسْمِ۔ میں اسم کا الف کثرت استعمال کے باعث ساقط ہو گیا ہے اور اس کے بدلے میں ب لمبی لکھی جاتی ہے بِسْمِ اللّٰهِ میں ب کا تعلق فعل سے ہے یا اسم سے جو ہر دو یہاں مخدوف ہیں۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال دونوں طرح آیا ہے۔ متعلق اسم ہونے کی صورت میں عبارت کچھ یوں ہوگی بِسْمِ اللّٰهِ اِبْتِدَآئِی (اللہ کے نام سے میری ابتداء ہے)۔ قرآن مجید میں اس کی مثال۔ وَقَالَ اذْکَبُوْا فِیْہَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَہً اَمْرًا مِّنْہَا (۱۱: ۴۱) سوار ہو جاؤ کثرتی میں اللہ کے نام سے اس کا پہلا اور اللہ کے نام سے اس کا ٹھہرنا ہے۔ متعلق فعل کی صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ اَبْدَآ بِسْمِ اللّٰهِ (میں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ (۱:۱) پڑھ اپنے رب کے نام سے اللہ - اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات آیا ہے یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا۔ باقی تمام صفات خداوندی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ نزول قرآن سے پہلے بھی اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترجمان القرآن (از مولانا آزاد)۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط۔ یہ دونوں نام رَحْمَةً سے مشتق ہیں، دونوں میں مبالغہ ہے رَحْمَتِ کے معنی میں رَحِیْم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے اس میں رَحِیْم کی نسبت ایک حرف زائد ہے اور زِيَادَةُ اللَّفْظِ تَدُلُّ عَلَى زِيَادَةِ الْمَعْنَى یعنی زائد حرف زیادہ معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ رَحْمَتِ کا لفظ اللہ کی طرح ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کی دلیل یہ آیت شریفہ ہے: قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی (۱۱:۱۷) کہہ دو تم (خدا کو) اللہ کے نام سے پکارو یا رحمن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔ بخلاف اس کے رحیم کا لفظ ماسوی اللہ کے لئے بھی مستعمل ہے مثلاً رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رُوْفٌ رَحِیْمٌ کہا گیا ہے آیت شریفہ ہے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْكُمْ مَّاعِنٌ لَّكُمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رُوْفٌ رَحِیْمٌ (۱۲۸:۶) (لوگو) تمہارے پاس تمہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں جو چیز تمہیں مفرت پہنچاتی ہے انہیں بہت گراں گذرتی ہے تمہاری (بھلائی) کے حریص ہیں ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمت اور آخرت میں رحیم ہے کہ دنیا میں مومن اور کافر سب اس کی رحمت سے متمتع ہوتے ہیں اور آخرت میں رحمت سے فائدہ اٹھانے والے صرف مومن ہوں گے۔ اس بارہ میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں گرامر کے لحاظ سے الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اللہ کی صفت ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا اللہ کے نام سے جو کہ رحمن اور رحیم ہے (۲) یہ اللہ کا بدل ہے اور ترجمہ ہے اللہ رحمن و رحیم کے نام سے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ کی تَب کا تعلق اسم (مخدوف) سے ہے یا فعل (مخدوف) سے۔ اول الذکر کی صورت میں یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور مؤخر الذکر کی صورت میں جملہ فعلیہ۔ اس کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہوگی۔

ب حرف جار
اسم مضاف
اللہ مضاف الیہ موصوف مضاف الیہ
الرَّحْمٰنِ صفت اول
الرَّحِیْمِ صفت ثانی

فعل مخدوف

ضمیر فاعل مستتر در فعل مخدوف پس فعل اپنے فاعل اور متعلق فعل سے

مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

کیا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن مجید کا حصہ ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مکہ اور کوفہ کے قاری اسے قرآن مجید کا حصہ سمجھتے ہیں۔ لیکن مدینہ، بصرہ اور شام کے قراء کا کہنا ہے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں (شوکانی زیر آیت ۱:۱) مؤخر الذکر قراء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ آیت سورۃ فاتحہ کا حصہ ہے باقی سورتوں کا نہیں۔

جو اس کو سورۃ فاتحہ کا حصہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک یہ ایک مکمل آیت ہے لہذا اس کو علیحدہ نمبر دیتے ہیں اور باقی آیات کی تعداد چھ شمار کر کے کل سات آیات (سبع مثانی) مکمل کرتے ہیں اور جو اسے سورۃ فاتحہ کا حصہ شمار نہیں کرتے وہ آیت صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ لَا غَیْرَ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ میں اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ پر وقف کر کے علیحدہ آیت نمبر ۶ شمار کرتے ہیں۔ جبکہ اول الذکر گروہ اسے ایک ہی آیت شمار کرتا ہے۔

الْحَمْدُ: حَمْدٌ یَحْمَدُ، (باب سَمْع) سے مصدر ہے۔ شاکر نا۔ تعریف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور ثناء کو حمد کہتے ہیں۔ یہ مدح سے خاص اور شکر سے عام ہے۔ کیونکہ مدح ان افعال پر بھی ہوتی ہے جو کہ انسان سے اختیاری طور پر سرزد ہوتے ہیں اور ان اوصاف پر بھی جو پیدا نشی طور پر اس میں پائے جاتے ہیں چنانچہ جس طرح مال کے خرچ کرنے اور علم و سخا پر انسان کی مدح ہوتی ہے اسی طرح اس کی درازی قد و قامت اور چہرہ کی خوبصورتی پر بھی تعریف کی جاتی ہے۔ لیکن حمد صرف افعال اختیاریہ پر ہوتی ہے نہ کہ اوصاف اضطراریہ پر۔ اور شکر تو صرف کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کو کہتے ہیں۔ لہذا ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں ہے اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں، عربی میں حمد کے معنی ثناء جمیل کے ہیں یعنی اچھی صفیوں بیان کرنے کے۔ اگر کسی کی بُری صفیوں بیان کی جائیں۔ تو یہ حمد نہ ہوگی۔

حمد۔ ہر الف لام (ال) تعریف کا ہے یہ یا تو جنس کے لئے ہے اور حمد کے اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جسے ہر شخص جانتا ہے یا یہ استغراق کے لئے ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ میں لام اختصا ص کا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَلْدَّارُ لِزَیْدٍ۔ پس الْحَمْدُ لِلّٰهِ کے معنی یہ ہوئے کہ حمد و ثناء میں جو کچھ اور جیسا کچھ بھی کہا جاسکتا ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے کیونکہ خوبیوں اور کمالوں میں سے جو کچھ بھی ہے سب اسی سے ہے اور اسی میں ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ جملہ خبریہ اسمیہ ہے اور استحقاق حمد کے استمرار پر دلالت کرتا ہے اس جملہ سے ثناء کرنا مقصود ہے اور بندوں کو حمد کی تعلیم دینی گئی ہے تقدیر جملہ یہ ہے قُولُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ (لوگو! الحمد للہ! کہا کرو) اس تقدیر کی ضرورت اس لئے ہے کہ آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ سے مناسبت پیدا ہو جائے۔

کیونکہ تعبد کے قائل بندے ہیں۔

دَبَّ الْعَالَمِينَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دَبَّ کا لفظ اصل میں مصدر ہے دَبَّ یَرُبُّ (باب نصر) سے۔ استعارۃً بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے مطلق صورت میں یعنی اصناف اور تعریف سے خالی ہونے کی صورت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اصناف کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے اور دوسروں پر بھی جیسے دَبَّ الدُّنَیَیْنَ (اللہ تعالیٰ کی صفت: تمام جہانوں کا پالنے والا۔ دَبَّ الدَّارِ (ماسوی اللہ کے لئے: گھر کا مالک) دَبَّ بمعنی کسی پر سیاست رالی کرنا مثلاً دَبَّ الْقَوَّہِ کسی کا کام درست کرنا۔ جیسے دَبَّ الْأَمْرِ کسی کو پالنا جیسے دَبَّ الْمَوْلَدَ۔

دَبَّ تَرْبِیَّتِ کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے تربیت دینا۔ یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال کو پہنچانا۔ اس پرورش میں محبت شفقت، حفاظت، نگہداشت، اور امانت کا غنیمت موجود ہوتا ہے، جیسے ماں کا بچے کو پالنا۔ یا ماں باپ کا بچے کی نشوونما میں اس کی نگہداشت کرنا اور ہر ضرورت کو بروقت اور حسبِ ذوق اس کی استعداد کے مطابق پورا کرنا۔ اس سے دَبَّ بمعنی پروردگار، پالنے والا آتا ہے۔

عَالَمِينَ۔ عَالَم کی جمع ہے (استعمال میں اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں پایا جاتا۔ یعنی قرآن مجید میں لفظ عَالَمٌ بصیغہ مفعول استعمال نہیں کیا گیا) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو عالم کہتے ہیں اس میں تمام وہ مخلوق شامل ہے خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (سب کا) مالک و پروردگار ہے عالم نام سے اس چیز کا جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم ہو پھر غلبۂ استعمال ہونے لگا ان چیزوں میں جن کے ذریعہ صانع یعنی باری تعالیٰ کا علم حاصل ہو۔

چونکہ عالم کے تحت میں اجناس مختلف موجود ہیں اس لئے عَالَمِينَ بصیغہ جمع لایا گیا ہے۔ دَبَّ الْعَالَمِينَ بدل ہے اللہ کا یا اس کی صفت ہے بدیں وجہ مجرور ہے۔

۲:۲۱، الرَّحْمٰنُ وَالرَّحِیْمُ، ہر دو کی وضاحت اور پرلسم اللہ الرحمن الرحیم کے بیان میں ہو چکی ہے اللہ کی صفت، دوم، سوم یا اللہ کا بدل ہیں۔

۳:۲۱) مَا لَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ۔ مَا لَکَ مضاف یَوْمَ الدِّیْنِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، لہذا مَا لَکَ یَوْمَ الدِّیْنِ صفت چہارم ہے اللہ کی۔ بعض کے نزدیک یہ اللہ کا بدل ہے صفت نہیں کیونکہ اللہ معروف ہے۔ اور یہ تکرر۔ اس کے نکرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل جب حال یا مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو مضاف الی المعروف بھی معرفہ نہیں بنتا۔ املاء جزاء و حساب کے دن کا مالک۔ یَوْمَ الدِّیْنِ کی قرآن مجید میں یوں وضاحت کی گئی ہے۔ وَمَا أَرْزَاکَ مَا یَوْمَ الدِّیْنِ تَعْمَا أَرْزَاکَ مَا یَوْمَ الدِّیْنِ یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ

لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالَّذِي مَرَّ يَوْمَئِذٍ بِاللَّهِ (۸۲: ۱۶۱) جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آ سکیگا اور ہم تمام تر اس روز صرف اللہ ہی کا ہرگا۔

ملاہ پانی پی رہے تھے۔ یَوْمِ الدِّينِ: قیامت کا دن ہے دین جزاء اور بدلے کو کہتے ہیں اور کَمَا تَدْرِيكَ تَدَات دین ہی سے مشتق ہے (یعنی جیسے تو فعل کرے گا ویسا ہی بدلہ ملے گا..... یا لفظ دین سے اسلام اور اطاعت مراد ہے کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ جس میں اسلام اور اطاعت کے سوا کوئی چیز نفع نہ دیگی مجاہد کہتے ہیں کہ یَوْمِ الدِّينِ بمعنی یوم الحساب ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ یعنی یہ سیدھا حساب ہے

(۴۰) اِيَّاكَ لَعَبْدُ وَاِيَّاكَ سَتَعَلِيْتُ

لَعَبْدُ... فعل
لَعَبْتُ..... (ضمیر مستقر) فاعل
اِيَّاكَ..... مفعول (جو شخص کے لئے مقدم کر دیا گیا ہے) جملہ فعلیہ ہوا
و..... حرف عطف

لَسْتُ عَابِدُ... فعل
لَعَبْتُ..... (ضمیر مستقر) فاعل
اِيَّاكَ..... مفعول (مقدم برائے شخص کے)

اِيَّاكَ - اِیَا۔ اور ک سے مرکب ہے یعنی تجھ ہی سے۔ علامہ راغب الصفہانی لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ ضمیر منصوب منفصل کے تلفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جب ضمیر منصوب اپنے عامل پر مقدم ہو یا اس پر کسی کلمہ کا عطف ڈالا جائے یا الّا کے بعد آئے تو اس کے ساتھ (یعنی اِیَا کے ساتھ) استعمال ہوتی ہے مثلاً تقدیم کی صورت میں ہے اِيَّاكَ لَعَبْدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) (۲) عطف کی صورت میں قرآن مجید میں ہے لَعَبْتُ تَزِدُّهُمْ وَاِيَّاكَ (۱۴-۲۱) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور (۳) الّا کے بعد: وَقَضَىٰ ذِكْرَكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاہُمْ۔ (۱۵) اور تیرے پروردگار نے قطعی طور پر ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو!

مفعول مقدم کی صورت میں شخص کے معنی پائے جاتے ہیں۔ گویا جب کہا جائے لَعَبْدُكَ تو اس کے معنی ہوں گے ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جب کہا جائے اِيَّاكَ لَعَبْدُ تو اس کے معنی ہوں گے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں

اَلَّا تَعْبُدُ: مضارع کا صیغہ جمع مشکم ہے۔ اِسْتَعَانَةً اسْتَفْعَال سے عَوْن۔ مادہ ہم مد

چاہتے ہیں، ہم مد مانگتے ہیں اِيَّاكَ۔ صرف تجھی سے۔

فائدہ اول: یہاں اِیَّاكَ جو کہ بطور مفعول مستعمل ہے اسے فعل سے قبل لانے اور پھر اسے دوہرانے سے مقصود اس کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے اور عبادت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنا ہے یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تیرے سوا کسی سے امداد طلب نہیں کرتے۔ اس حصر و تخصیص کے مد نظر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اس سے رد مانگنا قطعاً ممنوع اور حرام ہے۔ خواہ وہ کوئی انسان ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، حیوانات سے ہو نباتات سے ہو یا جمادات سے ہو، استعانت (مدد طلب کرنا) سے یہاں اعانت کے بنیادی معنی مراد ہیں جس میں اس کے جملہ پہلو شامل ہوں، ورنہ اس عالم اسباب میں بعض قسم امداد یا سہولت اللہ سے طلب کرنا منع نہیں ہے مثلاً آپ کمزوری کے باعث اٹھ نہیں سکتے اور کسی اور کو اٹھنے میں مدد دینے کو کہتے ہیں، آپ طالب علم ہیں اور استاد سے یا کسی عالم سے اپنے علم کی تحصیل کے لئے امداد کے طالب ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حالانکہ آپ فی الواقع اٹھنے کے قابل ہونا یا مرض سے شفا پانا یا علم کا حاصل کرنا بالآخر قبضہ قدرت میں ہے آپ صرف دنیاوی اسباب سے استفادہ چاہتے ہیں اور حقیقتاً ان اسباب کے مہیا کرنے کا مسبب وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کامل اطاعت اور پورے دین کا حاصل صرف یہی دو چیزیں ہیں (عبادت اور استعانت) بعض سلف کا قول ہے کہ سائے قرآن کا راز سورۃ الفاتحہ میں ہے۔ اور پوری سورۃ کا راز اس آیت اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں ہے۔

فائدہ دوم: خداوند تعالیٰ کی حمد ہو چکی، اس کی ربوبیت اس کی رحمانیت اور اس کی رحیمیت اس کا روز جزا و سزا کا مالک مطلق ہونا بیان ہو چکا اس کی حقیقت دل کی گہرائیوں میں اتر چکی اس کا اثر جسم کے رویں میں بس گیا۔ تو بندہ بصدع جزا و انکسار عبادت میں اس ذات وحدہ لا شریک کے آگے جھک گیا۔ اور صرف اور صرف اسی کو حامی دناصر جانتے اور مانتے ہوئے پکارا اٹھا۔ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ۔ اس یک لخت غیب کے درجہ سے مرتبہ خطاب کی جانب عدول کے متعلق تفسیر منظر ہی میں یوں تحریر ہے :-

”اگر کسی چیز کے احوال و صفات ناقابل اشتراک اور مخصوص ہوں اور وہ صفات ذکر کردہ جہاتیں تو اس چیز کی ذہن میں ایسی تعین ہو جاتی ہے کہ گویا وہ سامنے آگئی، شدت تخیل غیر محسوس کو محسوس کر کے دکھا دیتی ہے علم غائبانہ شہود سے بدل جاتا ہے، حضور ذہنی وجود خارجی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علم حصولی معائنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے پس جب ذات الوہیت کا نام ذکر کر دیا اور مخصوص صفات کو بھی بیان کر دیا تو ذات غائب شدت استحضار کی وجہ سے عارف کی نظر کے سامنے آگئی۔ اس لئے اس نے غائبانہ طرز کلام سے انتقال کرے مخاطب کا اسلوب اختیار کیا جس ذات کا وہ غائبانہ ذکر کر رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے حاضر ہو گئی اور اس نے

حاضر ذہنی سے اس طرح بات کرنی شروع کر دی جیسے حاضر مرنے خارجی سے کی جاتی ہے۔

۱: ۵ = اِهْدِنَا - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم هِدَايَةً باب ضرب، مصدر سے، تو ہم کو راہ بتلا، تو ہماری رہنمائی کر، اصل میں فعل لازم ہے اور لِ اِی کے ساتھ متعدی کے معنی دیتا ہے لیکن بغیر صلہ کے بھی بطور متعدی استعمال ہوتا ہے مثلاً هَدَى الرَّجُلُ اَدْمَى کادایت پانا، (فعل لازم) اور هَدَاكَ الطَّرِيقَ کسی کو راہ بتانا۔ بمعنی هَدَاكَ اِلَى الطَّرِيقِ وَلِلطَّرِيقِ فعل متعدی ہے۔

ہدایت کے اصلی معنی لطف و مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنے اور راستہ بتانے کے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا استعمال ہمیشہ خیر و نیکی میں ہوا کرتا ہے۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر مقصد تک پہنچانے کے معنی میں ہوتی ہے۔

الصِّرَاطُ - راہ، راستہ، سیدھے اور آسان راستے کو صِرَاط کہتے ہیں اس کی جمع صُرُوط ہے۔ الصِّرَاط یہاں موصوفہ ہے اس کی صفت الْمُسْتَقِيمُ آگے آتی ہے۔

الْمُسْتَقِيمُ اسم ناعل۔ واحد مذکر منسوب۔ اِسْتِقَامَةً (استفعال) قَوْماً مادہ بمعنی سیدھا۔ صیغ، الصِّرَاط کی صفت ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی ترکیب یوں ہوگی۔

فعل اپنے فاعل اور دو مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔	اِهْدِ فعل
	اَنْتَ - ضمیر مستتر ناعل
	نَا مفعول اول
	الصِّرَاطُ موصوفہ موصوف و صفت مل کر
	الْمُسْتَقِيمُ صفت مفعول ثانی

۱: ۶ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یہ جملہ بدل کل ہے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے۔ ترکیب یوں ہوگی۔

مضاف، مضاف الیہ مل کر بدل کل الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے	صِرَاطَ
	الَّذِينَ
	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ فعل با فاعل و ضمیر مفعول
	عَامَ اِلَى الَّذِينَ مل کر جملہ فعلیہ ہو کر
مضاف موصول و سلم مل کر مضاف الیہ سے	موصول
	موصول و سلم
	مضاف الیہ
	سند

یعنی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے مقصود وہ سیدھا راستہ ہے جس کی طرف رہنمائی کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ لوگوں کا ہے۔ یہ انعام یافتہ کون لوگ ہیں؟ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ لَطَعَ اللّٰهُ الشُّوَابَ فَاُولَٰئِكَ هُم

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا (۲۱:۴۱)
اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے
جن پر خدا نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ۔

انعام کے معنی ہیں وہ کیفیت جسے انسان لذت پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان اشیاء پر ہونے لگا جو اس
لذت کا سبب بنتی ہیں

۴۔ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ یہ الَّذِينَ الْأَنْعَمَتْ عَلَيْهِمْ سے بدل ہے (یعنی تیرے انعام یافتہ بند
وہ ہیں) جو تیرے غضب اور گمراہی سے سالم اور محفوظ ہیں یعنی جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے
فائدہ: نعتوں کی قسمیں، دنیاوی، اخروی۔

وہی۔ کسی۔

جسمانی۔ روحانی۔

وہی یعنی خدا اور۔ بیت روح۔ عقل، بینائی۔ قوت شنوائی، قوت گریائی وغیرہ۔

کسی۔ جو اپنی عزت سے حاصل ہو۔ جیسے نفس کو ردائل سے پاک کرنا، اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنا
اور بدن کو خوبصورت کپڑوں اور زیورات سے زیبائے دینا۔

اور مال و جائداد و عہدہ حاصل کرنا۔

اخری۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہیوں کو معاف کرے اور راستی ہو کر اعلیٰ علیہم ہیں عالمہ تقرب
کے ساتھ ٹھکانہ ہے۔

فائدہ: اگر مضمون کی خاطر غیر کی تکرار مطلوب ہو تو دوسری دفعہ غیر کی بجائے دلاتے ہیں جس کا مابعد
مجبور ہوگا۔ مثلاً مِنْ غَيْرِ ابٍ وَلَا أُمٍّ۔ بغیر باپ کے اور بغیر ماں کے۔ يَا وَيْلَتَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي
اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ذَٰلِكَ هَٰؤُلَاءِ ذِٰلِكَ كِتَابُ مُنِيرٍ (۲۰:۳۱) اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے بارے میں جھگڑتے
ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے، یا آیت زیر غور صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام و فضل ہوا۔ جن پر تیرا غضب نہ ہوا اور جو نہ
گمراہ ہوئے، بعض کے نزدیک وَلَا الضَّالِّينَ میں لازماً تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ بمعنی غیر صراط الذین غضبت علیہم وغیر الضالین
عن الہدیٰ بھی ہو سکتا ہے: نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ راستہ ان لوگوں کا جو ہدایت کے
راستے سے گمراہ ہو گئے۔

فائدہ: بعض کے نزدیک مغضوب علیہم سے مراد اہل یہود ہیں اور الضالین سے نصاریٰ

ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الیہود مغضوب علیہم و النصارى ضلال۔ لیکن علامہ پانی پتی رحمہ قسط ازہیں۔ میں کہتا ہوں کہ المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ایسے دو عام لفظ ہیں جس کے تحت تمام کفار اور خدا کے نافرمان اور بدعتی سب لوگ داخل ہو سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں جو کسی ممنوع القتل کو عمدتاً قتل کرے غَضِبَ اللہُ عَلَیْہِ (۹۳:۴) فرمایا ہے اور کفار اور بدعتیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ (۳۲:۱۰) اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا اور الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيْمٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا (۱۰۴:۱۸) (وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہو گئی)

الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ غَضِبَ يَغْضِبُ (باب سمع) فعل لازم ہے بمعنی غضبناک ہونا۔ علی کا صلا لگا کر مغضوب علی اسم مفعول بنایا گیا ہے وہ جس پر غضب نازل ہوا۔

الغضب کے اصل معنی ہیں انتقام کے لئے دل میں خون کا جوش مارتا۔ لیکن غضب الہی سے مراد سزا اور عذاب ہوتا ہے غَضِبَ اللہُ عَلَیْہِ (۹۳:۴) اور خدا اس پر غضبناک ہو گا، غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ میں غیر نفس کے لئے ہے جملہ کا مطلب ہے جن پر غضب نازل نہیں ہوا۔

وَلَا الضَّالِّیْنَ وہ عاطفہ ہے لا۔ غَیْرِ کی جگہ تکرار کی خاطر لایا گیا ہے وَلَا الضَّالِّیْنَ کا عطف جملہ سابقہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَیْہِمْ پر ہے۔ الضَّالِّیْنَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ضَالٌّ واحد بحالت رفع، بہتے ہوئے۔ گمراہ، راہ بھولے ہوئے۔ الضَّلَال کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانے کے ہیں اور یہ ہدایۃ بالمقابل استعمال ہوتا ہے۔

فائدہ: سورۃ فاتحہ کے ختم پر قدرے فصل کے ساتھ آمین کہنا مسنون ہے، صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (لوگو!) جب امام دلائل الضالین تک پہنچ جائے تو آمین کہا کرو۔ کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں۔ اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑ جائے گی اس کے تمام گزشتہ گناہوں پر قلم غفور کھینچ دیا جائیگا۔

آمِن کے معنی ہیں: لَا سَمْعَ وَلَا سَمِجَ، (یعنی خداوند ہمارے دعا سن اور قبول فرما) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، یا اَفْعَلْ: (یا اللہ ایسا ہی کر)

یاد رہے کہ آمین قرآن مجید کا حصہ نہیں، اور اسی لئے اسے لکھا نہیں جاتا، بعض کے نزدیک مَنْ قَالَ اٰمِنٌ مِنَ الْقُرْآنِ کَفَرَ: جس نے کہا کہ آمین قرآن کا حصہ ہے اس نے کفر کیا۔ (روح المعانی)

کوئی چیز دور ہوتی ہے تو مخاطب کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ چیز تجھ سے دور ہے اسم اشارہ ذاکے ساتھ
ذک خطاب کا اور ل تاکید کا لگا دیتے ہیں۔ پس ذلک اگرچہ عرف عام میں اشارہ بعید کے معنوں میں آتا ہے
اس کے بنیادی معنوں میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔

جس طرح بعض دفعہ ہذا کا لفظ تحقیر و تنقیص کے لئے بولتے ہیں مثلاً اَنتُمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هَذَا الَّذِي
هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبَيِّنُ ۚ (۵۲:۴۳) بے شک میں اس شخص سے بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا۔
اور نہ صاف گفتگو کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہاں ذلک کے لفظ کے استعمال سے الکُتُب کی تعظیم شان کی طرف
اشارہ کرنا مقصود ہے۔

الْكِتَابُ؛ مثلاً الیہ۔ اس سے مراد قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جو سورة البقرة سے پیشتر نازل ہو چکا تھا۔
(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ سارے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہو۔ (۳) ال عہد کا ہے وَالْكِتَابُ الْمَوْعُودُ اَنْزَالَهُ
اور الْكِتَابُ سے مراد وہ کتاب جس کے انزال کا عہد کر رکھا ہوا جیسا کہ آیت شریفہ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا
مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ (۱۲۹:۲) سے ظاہر ہے کہ انبیاء
سابقہ کو بعثت بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشگی علم تھا اور الْكِتَابُ (القرآن) کا ان پر منزل من اللہ ہونا بھی معلوم تھا
(۳) ال تخصیص کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی ایسی کامل کتاب کہ اس کا ثانی نہ ہو، جس کے سامنے اور کتاب
کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔

لَا رَيْبَ فِيهِ جُودَى لِّلْمُتَّقِينَ - لَا نَفَىٰ جَنَسَ كَ لَئِي - بَدِي وَجِب لَّا رَيْبَ مَبْنِي بَرَفَتْ هَيَ كِيُونَكُم
قاعدہ ہے کہ لا جنس کے بعد ذکر مفرد ہو تو مبنی برفتح ہوتا ہے۔ جیسے لَا دَجَلَ فِي الدَّارِ۔

رَيْبٌ: رَابٍ يُرِيْبُ: (باب ضرب کا مصدر ہے۔ اور رَيْبٌ اس شک یا گمان کو کہتے ہیں جس کی حقیقت
بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے، رَيْبٌ: ذہنی اضطراب، تہمت، اور سوء ظن کے معنوں میں بھی آتا ہے
فِيهِ: جار مجرور ہے ضمیر واحد مذکر غائب الْكِتَابُ کے لئے ہے۔ یا اس کا مرجع کلام ماسبق بھی ہو سکتا ہے
هُدًى: هَدًى يَهْدِي (باب ضَرْب) کا مصدر ہے۔ ہدایت کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی
رہنمائی کرنے کے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہدایۃ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ رہنمائی کرنے کے ہیں
تو پھر قرآن مجید میں ہے فَاهْدُوهُمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْجَحِيمِ (۲۳:۳۴) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ اور
وَيَهْدِيهِ إِلَىٰ عَذَابِ الشَّعِيرِ (۴:۲۲) اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔ کیوں استعمال ہوا ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ظنراً کافروں کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد الہی ہے کہ:

فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۚ (۲۴:۸۴) تو (اے پیغمبر) انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنا دو۔
لِّلْمُتَّقِينَ - مُتَّقِينَ: اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجرور، لِّلْمُتَّقِينَ: متقیوں کے لئے، تقویٰ کرنے والوں

کے لئے۔ شترع میں تقویٰ سے مراد ہر اس چیز سے بچنا ہے جو گناہ کی طرف لیجائے۔ وقی۔ مادہ۔

یہاں لَامَرِیْب کے بعد صلح۔ نشان وقف مندرج ہے اور فیہ کے بعد شخ کا نشان وقف، اور حاشیہ میں مع درج ہے، مع معانقہ کا مخفف ہے جس کے لغوی معنی گلے ملنے کے ہیں۔ یہاں دو جگہ قریب قریب ہیں جن پر تین نقطے لکھے ہوئے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے دوسرے کو پہلے سے وہ ارتباط ہے جو دوسرے لفظ کو اگلے لفظ کے ساتھ ہے پس خواہ پہلے لفظ پر وقف کرو۔ اور دوسرے کو اس سے اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھ لو۔ اس صورت میں دوسرے لفظ کا ربط پہلے لفظ کے ساتھ ہوگا۔ نہ کہ اگلے لفظ کے ساتھ، بہر صورت اگر ایک پر وقف کرو تو دوسرے پر ہرگز وقف نہ کرو۔

تمام قرآن مجید میں متقدمین کے نزدیک ۱۶ معانقے ہیں لیکن متاخرین کے نزدیک ان کی تعداد

۱۸ ہے۔ آیت زیر غور کی مندرجہ بالا کی روشنی میں مندرجہ ذیل دو صورتیں ہوں گی۔

۱۔ ذَلِکَ الْکِتَابَ لَا رَیْبَ فِیْهِ : یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس صورت میں هُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ سے پہلے فِیْهِ محذوف سمجھا جائے گا۔ اور عبارت یوں ہوگی، ذَلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ (فِیْهِ هُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ) یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس میں متقیوں کے لئے راہنمائی ہے۔ وقف کی یہ صورت بہتر سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس میں نسبتاً مبالغہ زیادہ ہے اس کی تائید قرآن مجید میں اور جگہ بھی ہوتی ہے مثلاً۔ تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ (۲: ۳۲) اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔

۲۔ دوسری صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ ذَلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِلْمُتَّقِیْنَ اس صورت میں لَامَرِیْب کے بعد فِیْهِ محذوف سمجھا جائیگا۔

عربی میں فِیْهِ کے حذف کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں، چنانچہ جب یہ کہنا مقصود ہو کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں تو لَا یَاْسَ فِیْهِ کی بجائے صرف لَا یَاْسَ کہہ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال قالوا لا ضیْرَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ؕ (۵۰: ۲۶) وہ بولے کچھ ڈر نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ (یعنی تمہارے ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ہمیں سولی پر لٹکانے میں کوئی ڈر نہیں۔ یہاں لَا ضیْرَ فِیْهِ کہنے کی بجائے صرف لَا ضیْرَ کہہ دیا۔

علامہ پانی پتیؒ لَامَرِیْب فِیْهِ... کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَامَرِیْب فِیْهِ یعنی اس کتاب کے دلائل ایسے واضح اور اس درجہ روشن ہیں کہ نظر صحیح کے بعد منصف آدمی اس کے وحی اور منجانب اللہ ہونے میں ذرا سا شک نہیں کر سکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں خبر انشاء کے معنی میں ہے، یعنی لوگو! اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں شک و شبہ نہ کرو۔ لَا رَیْبَ میں لَا نفی جنس کے لئے ہے رَیْبَ اسم اور فِیْهِ خبر یا یوں کہو

کہ فیہ صفت اور للمتقین خبر اور ہدیٰ بلحاظ حال منصوب، یا لہ کی خبر تو مخذوف مانو۔ جیسے لاصیر میں اور فیہ کو ہدیٰ کی خبر کہہ دو جو ہدیٰ کے نکرہ ہونے کی وجہ سے اس پر مقدم ہو گئی ہے۔ تقدیر عبارت یوں سمجھو لَا رَيْبَ فِيهِ، فِيهِ هُدًى (یہ سب تو جہیں گویا بجائے خود درست اور سچا ہیں) لیکن بہتر اور سب سے بہتر تو جہیم یہ ہے کہ یہ سب مسلسل مگر علیحدہ علیحدہ جملے قرار دیئے جائیں اور ہر جملہ لاحقہ کو سابقہ کی تاکید مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دو جملوں کے بیچ میں حرف عطف نہیں لایا گیا۔ پس ذَلِكَ الْكِتَابُ ایک ایسا جملہ ہے جو اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ یہ کتاب ایسے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جو غایت کمال کے ساتھ موصوفہ ہے اور اس حیثیت سے اس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ اسی پر قیاس کر لو ہدی للمتقین کو،

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ: متقیوں کے لئے ہادی و رہنما اس کتاب کو اس لئے کہا گیا کہ گو بمطابق ارشاد باری تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ ط (۲: ۱۸۵) تمام انسانوں کے لئے رشد و ہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ صرف متقی اور پرہیزگار ہی حاصل کر سکتے ہیں جن میں اس سے استفادہ حاصل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی مضمون میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

(۱) وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا (۸۲: ۱۷) اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہیں اور ظالموں کو اس سے اور نقصان بڑھتا ہے۔

(۲) قُلْ هُوَ الَّذِي آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ط وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط (۲۱-۲۲) کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ ان کے حق میں موجب نابینائی ہے۔

(۲-۳) الَّذِينَ ... اسم موصول جمع مذکر۔

يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ: اٰمَنَ يُوْمِنُ اِيْمَانًا (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ اٰمَنَ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ب اور ل کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی مستعمل ہے ب کے صلہ کے ساتھ بمعنی ماننا اور قبول کرنا جیسے اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ میں نے اللہ کو مانا۔ قبول کیا۔ اللہ پر ایمان لایا۔ اور اٰمَنَ کہ۔ تابعدار اور مطیع ہونا۔ شرع کی اصطلاح میں ایمان کے معنی ہیں اِقْرَأْ بِاللِّسَانِ وَكُصِّدْتُ بِالْقَلْبِ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا۔

الْغَيْبُ: یہ غائب کَعِيبُ (باب فَرْبُ يَفْرِبُ) کا مصدر ہے غِيَابٌ وَغَيْبَةٌ وَغَيْبٌ، دیگر مضارع ہیں۔ اس کے معنی کسی چیز کے نگاہوں سے پوشیدہ اور اوجھل ہونے کے ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو اس پر غیب کا لفظ بولا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ، حشر و نشر، جنت و دوزخ سب شامل ہیں

جملہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ صلہ ہے اَلَّذِينَ - اسم موصول کا۔ اور معطوف علیہ اگلے جملہ وَ یُقِيمُونَ الصَّلَاةَ کا۔
و یُقِيمُونَ الصَّلَاةَ - واو عاطفہ یُقِيمُونَ الصَّلَاةَ جملہ فعلیہ ہے اور معطوف جس کا عطف جملہ سابقہ
یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ پر ہے۔

یُقِيمُونَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِقَامَةً (باب افعال) مصدر۔ وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے
ہیں۔ اقامت بمعنی سیدھا کھڑا کرنا ہے یعنی تبدیل ارکان، نہایت خشوع و خضوع اور حضورِ قلب سے نماز ادا کرنا
و یُقِيمُونَ الصَّلَاةَ اور نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں۔

وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ - داو عاطفہ مِمَّا مرکب ہے مِنْ جَار اور ما موصولہ سے رَزَقْنَا فاعل
بافاعل هُمْ مفعول رَزَقْنَاهُمْ جملہ فعلیہ ہو کر ما موصول کا صلہ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر مِنْ حرف جار
کا مجرور ہوا۔ اور جار اپنے مجرور سے مل کر فعل یُنْفِقُونَ سے متعلق ہے، فعل و فاعل و متعلق فعل مل کر جملہ فعلیہ
ہو کر جملہ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ کا معطوف ہوا۔ یُنْفِقُونَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقُ (افعال) مصدر
وہ خرچ کرتے ہیں۔

تینوں جملے جو ایک دوسرے پر معطوف ہیں صلہ ہوئے موصول اَلَّذِينَ کے۔ اور موصول اپنے صلہ سے مل کر
مُتَّقِينَ کی صفت ہوئی۔ یعنی متقین وہ ہیں جو را، غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں اور
(۳) جو روزی ہم نے ان کو دی ہوئی ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

(۴:۲) وَالَّذِينَ - داو عاطفہ ہے۔ اَلَّذِينَ موصول ثانی۔ یُؤْمِنُونَ بِ فاعل با فاعل۔ مَا اُنْزِلَ
اِلَيْكَ۔ ما موصولہ۔ اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِلَيْكَ جار مجرور مل کر متعلق فعل اُنْزِلَ۔ فعل اپنے
نائب فاعل (مفعول مالم لیسیم فاعل) اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہوا۔ ما موصولہ کا موصول وصلہ مل کر
معطوف علیہ ہوا اگلے جملہ کا۔

وَمَا اُنْزِلَتْ قَبْلِكَ - واو عاطفہ، ما موصولہ، اُنْزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب (ضمیر مالم لیسیم فاعل)
یا نائب فاعل کی طرف راجع ہے) مِنْ حرف جار، قَبْلِكَ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار اور مجرور مل
کر متعلق فعل اُنْزِلَ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق فعل سے مل کر ما موصولہ کا صلہ ہوا۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر
معطوف ہے جملہ سابقہ پر، معطوف علیہ اور معطوف دونوں جملے مفعول ہوئے یُؤْمِنُونَ کے، یُؤْمِنُونَ اپنے فاعل
ضمیر اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ اور صلہ ہوا۔ اَلَّذِينَ کا۔ اَلَّذِينَ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہوا پہلے
اَلَّذِينَ پر یا مُتَّقِينَ پر۔

وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ - واو عاطفہ، بِالْآخِرَةِ جار مجرور مل کر متعلق فعل یُوقِنُونَ کے، یُوقِنُونَ
فعل با فاعل اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی هُمْ کی، ہو مبتدا ہے، مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ

اسمیه: ۱۰ اور یہ جملہ اسمیہ یُوقِنُونَ کا معطوف ہوا۔ معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ ہوتے اپنے موصول الذین کا الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر پہلے الذین پر معطوف ہوا۔ اور معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر صفت ہوتی۔۔۔ العتقین کی:

وَالَّذِينَ..... يُوقِنُونَ (آیت ۴) کا ترجمہ ہوا۔ (وہ کتاب ہدایت بنے پر ہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا آپ پر اور جو نازل کیا گیا آپ پہلے اور وہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ گویا متقین کی مندرجہ ذیل تین مزید صفات ہیں۔

۱۰ وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر نازل کیا گیا۔

۱۱ وہ ایمان لاتے ہیں ان کتب الہیہ اور ان صحیفوں پر جو آپ سے قبل (دوسرے پیغمبروں پر) نازل کئے گئے۔

۱۲ وہ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

الْآخِرَةِ: مندر ہے دنیا کی: دنیا مشتق ہے دُنُو سے جس کے معنی قریب ہونا کے ہیں۔ خواہ یہ قرب ذاتی۔

حکمی، مکانی، زمانی، یا بلحاظ مرتبہ کے ہو۔ چونکہ وہ حال کے بہت ہی قریب ہے اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں۔ اسی طرح آخرت کو اس کے متاخر اور پیچھے ہونے کی وجہ سے آخرت کہتے ہیں۔ اصل میں دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں اب ان پر اسمیت غالب آئی اور استعمال میں دنیا و آخرت اسم کہلائے جانے لگے۔

هُم: ضمیر حصر کے فائدہ کی غرض سے یُوقِنُونَ پر مقدم کی گئی۔ یعنی آخرت کے گھر کا یقین صرف انہی پر ہیزگاروں کو حاصل ہے جن کی چند صفتیں اوپر مذکور ہو چکیں۔

يُوقِنُونَ: مضارع جمع مذکر غائب اِيْقَانٌ (افعال) مصدر، وہ یقین کرتے ہیں۔

۲: ۵۔ اُولَٰئِكَ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ وہ سب، یعنی وہ مؤمن اور متقی لوگ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ۔ کلمہ علی متقی لوگوں کے ہدایت خداوندی پر متکمن و مستقر ہونے پر دلالت کرتا ہے

۱۱ قَائِمُونَ عَلَى الْهُدَىٰ ہدایت پر ثابت قدم رہنے والے۔ ہُدًى کو نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے اور اس

ہدایت کا مِن رَبِّهِمْ ہونا تعظیم کی مزید تاکید ہے۔

وَاُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، واؤ عطف کی ہے۔ اُولَٰئِكَ مبتدا ہُمُ مبتدا الْمُفْلِحُونَ خبر دونوں مل کر

اُولَٰئِكَ کی خبر ہوتے۔ یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جملہ سابقہ کا معطوف ہوا۔

هُمُ ضمیر مقدم برائے حصر لائی گئی ہے۔ یعنی فلاح بھی انہی کا حصہ ہے جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں

الْمُفْلِحُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع الْمُفْلِحُ واحد اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ فلاح پانے والے، مراد پانیوالے

کا میاابی حاصل کر نیوالے۔۔

كَفَرُوا، ماضی جمع مذکر غائب، كَفَرُوا و كَفَرُوا و كَفَرُوا، مصادر ہیں۔
 الْكُفْرُ: کے اسل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اسی لئے ات کو بھی کافر کہا جاتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو چھپاتی
 ہے۔ یا کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بیچ کو زمین کے انہ چھپا دیتا ہے۔ کفر زیادہ تر شریعت حقہ سے
 انکار یا دین سے انکار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سب بڑا کفر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کے فرستادہ انبیاء
 سے یا ان کی لائی ہوئی شریعت کے انکار ہے۔

كُفْرَاتٌ: زیادہ تر نعمت کے انکار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور كَفَرُوا دونوں قسموں کے انکار پر بولا
 جاتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (اے پیغمبر! جن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کیا۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ: سَوَاءٌ
 برابر، اسم مصدر ہے بمعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سَوِيٌّ مَّادَّة۔
 اَنْذَرْتَهُمْ: اے ہمزہ استفہام ہے۔ لیکن یہاں یہ ہمزہ تسوئہ کے لئے استعمال ہو ابے یعنی دونوں چیزوں
 کی برابری کرنے کے لئے۔ خواہ۔ اَنْذَرْتُ، ماضی واحد مذکر حاضر، اَنْذَرْتُ (اَفْعَالٌ) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ هُمْ
 ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، جس کا مرجع الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ہے خواہ تو ان کو ڈراسے۔ اِنْذَرْتُ: عذاب الہی سے
 خوف دلانے کو کہتے ہیں۔ اَمْ۔ خواہ۔ یا۔ کیا۔ اے ہمزہ اور اَمْ، گو دونوں استفہام کے لئے آیا کرتے ہیں۔ لیکن
 یہاں ان کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ معنی استوار کی تاکید کے لئے مستعمل ہیں۔

لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ لَمْ تُنْذِرْ مَضَارِعُ نَفْيِ جَدِّ مَلَمٌ۔ واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔
 سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ..... لَمْ تُنْذِرْهُمْ۔ ان کے لئے یکساں ہے کہ آپ ان کو عذاب الہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں
 لَا يُؤْمِنُوْنَ: مضارع نَفْيِ جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔
 اس آیت کی ترکیب بخوبی یوں ہوگی! اِنَّ حَرْفَ مُشَبِّہٍ بِالْفِعْلِ الَّذِيْنَ، اسم موصول كَفَرُوا جملہ فعلیہ ہو کر اپنے
 موصول کا صلہ، موصول اور صلہ مل کر اسم اِنَّ۔ سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ خبر اِنَّ کی۔
 لَا يُؤْمِنُوْنَ جملہ فعلیہ خبر ثانی اِنَّ کی۔

۲: ۷۔ خَتَمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَتَمٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے مہر لگائی۔ اس نے
 مہر لگا دی۔

امام راغب فرماتے ہیں۔ اَلْخَتَمُ: الطَّبْعُ کے لفظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔ کبھی تو
 خَتَمْتُ، اور طَبَعْتُ کے مصدر ہوتے ہیں اور اس کے معنی کسی چیز پر مہر کی طرح نشان لگانے کے ہیں۔ اور
 کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے۔

اور مجازاً کبھی اس سے کسی چیز کے متعلق وثوق حاصل کر لینا۔ اور اس کا محفوظ کر لینا مراد ہوتا ہے جیسا
 کہ کتابوں یا دروازوں پر مہر لگا کر انہیں محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ کوئی چیز ان کے اندر داخل نہ ہو۔

یہاں آیت نہ ایں بھی خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ کے معنی ہیں : خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے کہ نصیحت و پندار کا ان میں دخل نہیں ہوتا۔

دَعٰی سَمِعِهِمْ : داؤ عاطف ہے۔ عَلٰی سَمِعِهِمْ معطوف ہے عَلٰی قُلُوْبِهِمْ پر۔ اِنِّیْ دَخَمَ اللہُ عَلٰی سَمْعِهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی۔ سَمِعٌ اصل میں مصدر ہے اور مصادر جمع کی صورت میں نہیں لائے جاتے اس لئے یہاں لفظ سَمِعٌ مفرد لایا گیا ہے۔ اَبْصَارِهِمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی آنکھیں۔ اَبْصَارُہُمْ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ اور اس کا معنی ہے کسی چیز کا آنکھ سے ادراک کرنا۔ لیکن کبھی اس کا اطلاق قوتِ باصرہ پر بھی ہوا کرتا ہے۔ کبھی نفس آنکھ کو بھی بصر کہتے ہیں۔

غَشَادَةٌ = غَشَى یَغْشِی (باب سَمِع) کا مصدر ہے۔ غَشِیْدٌ، غَشَادَةٌ، دَغِشَاءُ اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غَشَادَةٌ (اسم) وہ پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔ وَعَلِیْ اَبْصَارِهِمْ غَشَادَةٌ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہِ غَشَادَةً (۲۳:۴۵) اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور ذَیْلِیْلٍ اِذَا یَغْشٰی (۱:۹۲) رات کی قسم جو دن کو چھپالے۔

فَانْذَرْہُمْ : علامہ پانی پتی فرماتے ہیں خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ الخ۔ یہ اس دعویٰ کی دکرہ ان پر ہدایت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ وعظ کرنا نہ کرنا برابر ہے، دلیل ہے اور یہ دلیل اس لئے بیان ہوئی ہے کہ بظاہر اس دعویٰ کا ثبوت نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے یعنی ان کی جبلت میں تاریکی ہے اور بہیمیت کی اندھیرویوں نے ان کو ہر طرف سے محیط ہو کر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا۔

(۸:۲) دَمِیْتَ النَّاسِ میں مِنْ تَبْعِیْضِہِ ہے۔ یعنی بعض ایسے بھی ہیں۔ یہ آیت عبداللہ بن ابی بن سلول اور معتب بن قیس اور عبد بن قیس اور ان کے رفقاء کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جن میں اکثر یہودی تھے۔ اور بعض منافق — نَاسِیْ اصل میں اُنَاسِیْ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض حرف تعریف یعنی الف لام لے لئے یہ جمع ہے انسان کی۔ اور بعض کے نزدیک جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے کیونکہ جمع کے اوزان میں فَعَالٌ نہیں آیا۔ یہ یَا تَوَالِیْسَ یَا نَسِیْ اَنْسِیْ مصدر باب سَمِع سے۔ بمعنی مانوس ہونا۔ یَا نَسِیْ یُوَلِّیْسَ اِنِّیْنَاسِیْ (باب افعال) سے مشتق ہے، جس کے معنی دور سے دیکھنا یا محسوس کرنے کے ہیں۔ چونکہ آدمی ایک دوسرے کو دکھائی دیتے ہیں اس لئے انہیں نَاسِیْ کہتے ہیں۔ جس طرح جنوں کو ان کے مخفی اور پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جت کہتے ہیں۔

مَنْ یَقُولُ : مَنْ اسم موصول یَقُولُ ۱ مَنَّا بِاللہِ ۲ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ صلہ ہے بِاللہِ معطوف علیہ

ہے اور بِالْيَوْمِ الْآخِرِ معطوف۔ ای ۱۲ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاٰمَنَّا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ۔

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ۔ واد حالیہ ہے اور جملہ مابعد جملہ حالیہ۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔
(۹۰۲) يُخَذُّ عُوْنَتَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُخَادَعَةٌ۔ (مفاعلة) مصدر۔ وہ فریب کرتے ہیں۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اَلْخِدَاعَ کے معنی ہیں کہ جو کچھ دل میں ہو اس کے برعکس ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ دریغ ہو

امام راغب رقمطراز ہیں : (اس میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے سے مراد اس کے رسول اور اولیاء کو فریب دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی سامعہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يَبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (۱۰۱۴۸) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔

اللّٰه۔ فعل يُخَذُّ عُوْنَتَ کا مفعول ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ واد عطف کا ہے۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ موصول و سلمہ مل کر معطوف اور اللّٰه معطوف علیہ۔ ای ۱۲ وَيُخَذُّ عُوْنَتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اور وہ دھوکہ دیتے ہیں ایمان لانے والوں کو۔

وَمَا يَخْذُ عُوْنَتَ اِلَّا اَنْفُسُهُمْ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ مَا نافیہ۔ يَخْذُ عُوْنَتَ مضارع جمع مذکر غائب۔ خَذَعَ۔ مصدر باب فتح سے اَنْفُسُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یَخْذُ عُوْنَتَ کا۔ ترجمہ: حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اَنْفُسُ جمع ہے نَفْسُ کی۔ نفس ذات شے کو کہتے ہیں خواہ جوہر ہو یا عرض۔ (جو بذات خود قائم ہو وہ جوہر ہے مثلاً ذات باری تعالیٰ کہ اس کے لئے بھی نفس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ (۵: ۱۱۶) تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے ضمیر میں ہے) عرض وہ چیز جو دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ۔ واد حالیہ، مَا يَشْعُرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ یَخْذُ عُوْنَتَ کی ضمیر سے حال ہے۔ يَشْعُرُوْنَ۔ شَعُرٌ مصدر، (باب نصر) سے ہے۔ مطلب یہ ہے وہ ہواں سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں سمجھتے۔ یہ الشَّعْرُ سے ہے جس کے معنی بال ہیں اور اس کی جمع اَشْعَارٌ ہے۔ امام راغب کہتے ہیں اَشْعُرْتُ کے معنی بالوں پر مانے کے ہیں اور اسی سے شَعْرَتٌ کذا متعارف ہے۔ جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینے کے ہیں۔ اور شاعر و بھی اس کی فطانت اور لطافت نظر کی وجہ سے ہی شاعر کہا جاتا ہے۔ تَوَلَّيْتُ شِعْرِيْ کذا کے محاورہ میں شعراصل میں علم لطیف کا

نام ہے۔ پھر عرف میں موزوں اور مقفی کلام کو شعر کہا جانے لگا۔

(۱۰:۲) مَرَضٌ - الْمَرَضُ کے معنی ہیں انسان کے مزاج خصوصی کا اعتدال اور توازن کی حد سے نکل جانا یہ دو قسم پر ہے (۱) مرض جسمانی جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَلَا عَلَى الْمَرْيُوسِ حَرَجٌ (۶۱:۲۴) اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے۔ (۲) مَرَضٌ کا لفظ اخلاق کے بگڑنے پر بھی لڑا جاتا ہے اور اس سے اخلاق رذیلہ مثلاً جہالت، شک، بزدلی، سبیل، نفاق وغیرہ مراد ہوتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ۔ وَآمَنَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَ اللَّهُ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ (۱۲۵:۹) اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خبت پر خبت زیادہ کیا۔ آیت نہ ایں یہی دوسرے معنی لئے گئے ہیں۔ کیونکہ جس طرح مرض جسمانی انسان کے بدن کو کمزور کر دیتا ہے اسی طرح یہ اخلاق رذیلہ بھی انسان کے دین کو ضعیف کر دیتے ہیں۔

فَزَادَهُمُ اللَّهُ - ف نتیجہ کے لئے ہے۔ ای یتبعہ۔ زاد۔ یزید۔ (باب ضرب) زَادَ زِيَادَةً مصدر، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے زیادہ کیا۔ اس نے بڑھایا۔ زاد۔ فعل لازم اور متعدی ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے، یہاں یہ بطور فعل متعدی استعمال ہوا ہے۔ فعل لازم کی مثال قرآن مجید میں ہے۔ وَارْسَلْنَاكَ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُ ذَاتَ (۱۴۷:۲۷) اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (أَوْ يَزِيدُ ذَاتَ - یا وہ زیادہ تھے)

هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اللَّهُ فاعل۔ مَرَضًا مفعول ثانی زاد فعل کا۔ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا خدا نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان منافقین کے دلوں میں شک و نفاق کا مرض ہے۔ انہوں نے اس مرض کو دفع کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حتیٰ کہ وہ بڑکڑ گئی اور قانون قدرت کے مطابق بڑھتی گئی۔

عَذَابٌ أَلِيمٌ - موصوف صفت، أَلِيمٌ يَأْلَمُ أَلَمًا (باب سمع) أَلَمٌ اسم فاعل فعل لازم قرآن مجید میں ہے یَا لَكُمْ كَمَا تَأْلَمُونَ (۱۰۴:۱۴) تو جس طرح تم شدید درد پاتے ہو اسی طرح وہ بھی شدید درد پاتے ہیں۔ أَلَمَ يُؤْلِمُ إِيْلَامًا (افعال) دکھ درد دینا۔ مُؤْلِمٌ اسم فاعل۔ یہاں أَلِيمٌ بمعنی مُؤْلِمٌ ہے۔ دکھ دینے والا۔ دردناک۔ (راعنب)

بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ہ سبب ہے۔ اور مَا مصدریہ۔ كَانُوا يَكْذِبُونَ ہ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ ہ سبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے۔ ہ سبب ان کے کذب کے ہر کَذَبٌ يَكْذِبُ كَذِبٌ جھوٹ بولنا

۱۱:۲ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا شَرَطْنَاهُ فَنِئْلٌ مَانِيٌ مُجْهول واحد مذکر غائب۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر، یہ کثیر المعانی لفظ ہے۔ اور قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال

ہوا ہے۔ مثلاً بولنا۔ رائے، نظریہ، کسی کو کوئی بات الہام کرنا، حکم دینا۔ روایت کرنا وغیرہ۔

قِيلَ اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن قرآن مجید میں جس جگہ حرف شرط کے بعد آیا ہے وہاں مضارع کا ترجمہ کیا جائے گا۔ کہیں حال کا کہیں مستقبل کا۔ کہا گیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہا جائے گا۔

لَا تُفْسِدُوا: فعل منہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو، فِي الْأَرْضِ جار مجرور مل کر متعلق لَا تُفْسِدُوا لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ، مقولہ نائب فاعل قِيلَ کا ہے۔ سارا جملہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ اگلا جملہ قَالُوا... مُصْلِحُونَ تک۔ اس شرط کی جزا ہے۔

إِنَّمَا۔ یہ مرکب ہے اِنَّ اور مَّا۔ بے شک۔ تحقیق۔ سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَّا کافہ ہے جو مصدر کے لئے آتی ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتی ہے۔
مُصْلِحُونَ اسم فاعل جمع مذکر، درست اعمال کرنے والے، نیک، اصلاح کرنے والے۔ بگاڑ کرنے والے۔

۱۲:۲ آلہ۔ خبردار ہو جاؤ، سُن لو، جان لو، حرف تنبیہ ہے۔

هُمُ الْمُفْسِدُونَ۔ هُمُ ضمیر جمع مذکر غائب، تاکید کے لئے ہے۔ الْمُفْسِدُونَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ الْمُفْسِدُ واحد، فساد ڈالنے والے۔ بگاڑ کرنے والے (بے شک) یہی فساد ڈالنے والے ہیں لَا يَشْعُرُونَ مَضَارِعُ منفی جمع مذکر غائب، وہ شعور نہیں رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں، نیز ملاحظہ ہو (۱۹:۲)۔ اِمْنُوا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِيْمَانًا (افعال) مصدر تم ایمان لاؤ۔

كَمَا مرکب ہے كَ اور مَّا سے ك حرف تشبیہ ہے۔ مَّا مصدر یہ ہے، اِی اِمْنُوا اِيْمَانًا مِثْلَ اِيْمَانِ النَّاسِ۔

السَّفَهَاءُ السَّفِيْهُۃُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل۔ بے سمجھ، احمق۔ السَّفِيْهُۃُ کے اصل معنی جسمانی ہلکان کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں سَفَهَتِ الرَّيْحُ الشَّيْءَ۔ اس چیز کو ہوا لے اڑی۔ پھر بسبب خفیف ہونے عقل کے اس کا اطلاق بے وقوفی اور حماقت پر ہونے لگا۔ سَفِيْهُۃٌ بَرَزَنٌ فَعِيْلٌ۔ اسم فاعل ہے بمعنی بے وقوف النَّاسُ۔ (۱) آل جنس کے لئے ہے جس سے مراد مرد کامل ہے کیونکہ جنس بول کر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ہم بولتے ہیں "فلاں انسان ہے" یعنی کامل انسان ہے اس تقدیر پر النَّاسُ سے مراد اہل ایمان ہیں جو صحیح معنی میں انسان ہیں۔ (۲) آل عہد کا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم،

۱۴:۲ لَقُوا، ماضی جمع مذکر غائب، لَقِيَ لِقَاءُ (باب سَمِعَ) مصدر، لَقُوا اصل میں لَقِيُوا۔ لَقُوا ہی پر منہ دُتوار تھا۔ ماقبل کر دیا۔ ہی بسبب اجتماع۔ اکٹین کر گئی۔ لَقُوا ہو گیا۔ جب وہ ملتے ہیں، جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوا ماضی کا صیغہ ہے۔ لیکن حرف شرط کے بعد آنے کی وجہ سے بمعنی مضارع آیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۱۱:۲)

الذین: اسم موصول۔ اَصْرًا صِدْقًا موصول اپنے صلہ سے مل کر لَقُوا کا مفعول ہے

خَلَا ۱ ماضی جمع مذکر غائب۔ (ماضی بمعنی مضارع بحوالہ (۲: ۱۱) خَلَا يَخْلُ (باب نصر) خَلَا مَصْدَر
وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ خَلَا عَمَلُوت میں ہونا یا اکیلا ہونا۔ خَلَا إِلَى کسی کے ساتھ اکیلا ہونا۔ یا غلوت میں ہونا
وَإِذَا خَلَوْا إِلَىٰ شَيَاطِينِهِمْ اور جب وہ اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔ یعنی جرب اہل
ایمان ان کے پاس نہیں ہوتے

مُسْتَهْزِئُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ (مُسْتَهْزِئُونَ) مصدر، هَزَأَ۔ مادہ۔ مذاق کرنے
والے۔ مہٹھا کرنے والے۔ مذاق بنا کر انکار کرنے والے

(۲: ۱۵) يَسْتَهْزِئُونَ مضارع واحد مذکر غائب۔ (مُسْتَهْزِئُونَ) مصدر۔ عربی زبان میں جب
وہی یا دیسا ہی فعل جواباً استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس فعل کی مرادینا یا اس کی مدافعت
کرنا۔ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِہِم کے یہ معنی نہیں کہ اللہ ان سے مذاق کرے گا۔ بلکہ اس کے معنی ہیں یہ جمع
بہال الا ستہزاء علیہم ان کے استہزاء کا بوجھ یا عذاب ان ہی پر لوٹا دے گا۔ (بیضاوی)
بعض علماء نے الفاظ پر مبنی دیگر تاویلات بھی کی ہیں۔ جو کتب تفسیر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

يَمُدُّ هُكًّا۔ يَمُدُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ مَدَّ يَمُدُّ (باب نصر) مَدَّ مصدر۔ وہ
ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ مہلت دے رہا ہے۔ هُكًّا ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع وہ لوگ
ہیں جو (۲: ۸) میں مذکور ہوئے جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے لیکن حقیقتہً وہ
ایمان نہیں رکھتے۔

اَلْمَدَّةُ کے اصل معنی (لمبائی میں کھینچنے کے ہیں۔ اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مَدَّة
کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵: ۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا
کہ تمہارا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے مَدَّ ذُنُوبِ عَيْنِي اِلٰی كَذَا۔ لپچائی ہوئی نظروں
سے دیکھنا۔ مثلاً۔ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہِ اَزْوَاجًا مِّنْہُمْ (۱۵-۸۸) اور ہم نے کفّاء
کے کئی جوڑوں کو جو فوائد دنیا سے متمتع کیا ہے۔ تم ان کی طرف لپچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا اور۔
مَدَّ ذُنُوبِي عَيْنِي بمعنی گمراہی پر مہلت دینا۔ فوراً گرفت نہ کرنا۔ باب افعال سے اَمَدًا بَمَدٍّ
معنی مدد کرنا وغیرہم۔

طُغْيَانٌ۔ مضاف مضاف الیہ ان کی سرکشی، طَغَى طَغْيًا۔ باب سَمِعَ۔ اور طَغَى طَغْيًا
(باب فتح) طُغْيَانٌ۔ اپنی حد سے بڑھ جانا۔ نافرمانی اور معصیت کو شئی میں حد سے بڑھ جانا۔ هُمُ
ضمیر جمع مذکر غائب۔ يَعْصُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَمَهُ (باب فتح۔ سَمِعَ) مصدر

بمعنی حیرانگی کی وجہ سے سرگردان و متروک پھرنا۔ يَحْمُوتُ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر هِمَّ کا حال ہے۔

عَمَلُ کے معنی لغوی یہ ہیں کہ کسی معاملہ میں سرگشتہ و حیران ہونا جیسا کہ اَعْمٰی (اندھے) کا حال ہوتا ہے ترجمہ یوں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے یعنی انہیں ٹھٹھا کرنے کی سزا دیتا ہے اور ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دیئے جاتا ہے۔ (اور ان کی حالت یہ ہے کہ) وہ حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں و متروک بہک رہے ہیں۔ (۱۶:۲) اَدِلَّتْ اِسْم اشارہ۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ، یہی وہ لوگ ہیں

اِشْتَرَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتَرَاوُ (افتعال) مصدر، بیچنے اور خریدنے ہر دو معنوں میں آتا ہے اور یہاں بمعنی خرید کرنا ہے۔ انہوں نے خرید کیا۔ انہوں نے مول لیا۔ هُشْتَرَوْا خرید کرنے والا۔ الضَّلَّة۔ گمراہی، بھٹکنا، گمراہ ہونا۔ ضَلَّ يَضِلُّ (باب ضَوْب) کا مصدر ہے بمعنی گمراہ ہونا، راہ حق سے بھٹک جانا۔ هِدَايَةِ کی ضد ہے اِشْتَرَوْا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ بِالْهُدٰى۔ بَ عوض اور بدلہ کے لئے ہے۔ هُدٰى بمعنی ہدایت، یعنی انہوں نے ہدایت دے کر اس کے بدلہ میں گمراہی مول لے لی۔

فَعَا۔ ف۔ تفرع (متنبط) مآ نافیہ۔ دَ بَحَث۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ رَجِعْ وَرَبَّاحٌ۔ (باب سَمِع) کا مصدر۔ (تجارت کا) نفع دینا (آمدی کا تجارت میں) نفع کمانا۔ تِجَارَتُهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی تجارت (پس ان کی تجارت نفع آور نہ ہوئی) مُهْتَدِيَتٍ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ ہدایت پانے والے۔ اِسْتَوْقَدَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِيقَادُ (استفعال) مصدر۔ اس نے آگ جلائی۔ اسی سے ہے دَقُوْدٌ۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ فَلَمَّا۔ فاء عطف اور ترتیب کے لئے ہے لَمَّا حرف شرط ہے اِضْآءَاتِ مَا حَوْلَهُ جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ اس کی جزاء۔ پس جب۔

اِضْآءَاتٍ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل۔ نَادَا کی طرف راجع ہے اِضْآءَةٌ (باب افعال) مصدر ضَدَّ مَادَّة۔ روشن کرنا یعنی جب اس نے آگ کو روشن کر دیا۔ مَا حَوْلَهُ۔ مآ۔ صلہ حَوْلَهُ مضاف مضاف الیہ مل کر موصول۔ حَوْل۔ ارد گرد، آس پاس۔ جو اس کے ارد گرد یا آس پاس تھا۔ كَا۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع المستوفد۔ آگ جلانے والا ہے، موصول وصلہ مل کر اِضْآءَاتٍ کا مفعول ہے

بِنُورِهِمْ۔ ب حرف جار تعدیہ کا ہے۔ نُورٌ هِمٌّ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر، مجرور، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ۔ (تو) اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گیا۔ ان کی روشنی سلب کر لی۔

وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ ۚ وَاَوْ عَلَافٍ ۚ تَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ ۚ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فی ظُلُمَاتٍ متعلق فعل تَرَكَ۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا۔

لَا يَبْصُرُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِبْصَارٌ۔ افعال، مصدر، یہ جملہ حال ہے اپنے ذوالحال ھُمْ کا۔ در آل حالیکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

فَاٰتٰىہٗمُ الْاٰیٰتِ الْکٰثِرٰتِ ۚ اٰیٰتِہٖمُ الذِّیْ بِمَعْنٰی اَلَّذِیْنَ اِسْتَعْمَال ہوا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد ذَہَبَ اللہ بِنُورِہِمْ۔ میں ھُمْ ضمیر جمع لالی گئی ہے الذی کا لفظ جمع کے معنوں میں اور نگاہ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً دَخَضْتُمْ کَالَّذِیْ خَاصَّوْا (۱۹:۹) اور تم لوگ بھی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور وَالَّذِیْ جَاۤءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الْمُتَّقُوْنَ (۳۳:۳۹) اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ بانا۔ تو یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

(۱۸:۲) صُمُّ۔ بہرے، اَصَمُّ کی جمع ہے اَفْعَلُ فَعْلًاۤءُ فَعْلٌ کے وزن پر، صُمُّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر

بُکْمٌ۔ گونگے۔ اَبْکَمٌ کی جمع جس کے معنی پیدائشی گونگے کے ہیں۔

عُمًی۔ اَعْمٰی کی جمع۔ اَعْمٰی کا استعمال آنکھوں کے اندھے اور دل کے اندھے دونوں کے لئے ہوتا ہے، صُمُّ خبر اول ہے مبتدا محذوف ھُذ کی بُکْمُ خبر دوم اور عُمًی خبر سوم، مبتدا محذوف اپنی ہر سہ اجزاء سے مل کر جملہ اسمیہ ہے اور یہ معطوف علیہ ہے اگلے جملہ کا۔

فَہُمْ۔ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ فاء حرف عطف بمعنی ترتیب کے۔ ھُمْ مبتدا۔ لَا یَرْجِعُوْنَ فعل با فاعل جو جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔

وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ پس وہ کسی طرح سیدھے راستہ کی طرف، نہیں لوٹیں گے؛ (۱۹-۲) اَوْد۔ اَوْد۔ اصل میں شک کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں دو باتوں میں شک کے طور پر برابری ہو وہاں اس کا استعمال ہوتا تھا۔ پھر مطلقاً دو چیزوں کی برابری بیان کرنے میں استعمال ہونے لگا کہ جہاں شک مقصود نہیں جیسا کہ بولتے ہیں جَالِسِ الْحَسَنِ اَوْ ابْنِ سَدِیْتِ۔ کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے، دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے۔ اس مقام پر (آیت ہذا) بھی یہ کلمہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے کہ منافقوں کو خواہ آگ جلانے والوں سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والوں سے دونوں برابر ہیں (تفسیر حقانی) اَو کے معنی یا ہیں یہ حرف عطف ہے۔

کَصِیْبٍ۔ کَ تشبیہ کا ہے۔ صِیْبٌ۔ صَوْبٌ مصدر (باب نصر) سے مشتق ہے اور فِیْعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی بارش یا مینہ برسانے والا بادل ہیں۔

صَيِّب سے پہلے مضاف محذوف ہے ای اصْحَابِ صَيِّب۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: اَوْ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ اصْحَابِ صَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ یا پھر ان کی مثال آسمانی بارش والوں کی سی ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ وہ منافقوں کو دونوں قصوں سے تشبیہ دینا برابر ہے)

السَّمَاءُ (سمو مادہ) ہر شے کے بالائی حصہ کو سَمَاءُ کہا جاتا ہے جس طرح اَرْض بول کر کسی چیز کا نیچے کا حصہ مراد لے لیتے ہیں۔ جیسے شاعر نے گھوڑے کی صفت میں کہا ہے: د

وَاحْمَرُ كَالِدِي نَاجِحٌ أَمَّا سَمَاءُكَ - فَرَبَّاءُ أَمَّا أَرْضُكَ فَمَحُولُ

(وہ دیا کی طرح سُرخ ہے اس کا بالائی حصہ موٹا اور گداز ہے۔ اور اس کا زیریں حصہ (یعنی ٹانگیں) لاغر اور سخت ہے)

بعض نے کہا ہے کہ یہ اسمائے نسبیہ سے ہے کہ ہر سمار اپنے ماتحت کے لحاظ سے سَمَاءُ ہے لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے اَرْض ہے۔ بجز سمار علیا (فلک الافلاک) کے کہ وہ ہر لحاظ سے سَمَاءُ ہی ہے اور کسی کے لئے اَرْض نہیں بنتا۔

نیز بارش کو بھی سَمَاءُ کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اوپر سے آتی ہے۔ بادل اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے آیت ہذا میں مراد بادل ہے۔

فِتْنَةٍ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع صَيِّب ہے یا سَمَاءُ کیونکہ لفظ سمار مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے: وَالسَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ بِهِ (۳: ۱۸) اور جس سے آسمان پھٹ جائیگا (مذکر) (۲: ۱۹) إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ (۸۲: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (مؤنث) ظَلُمْتُ - جمع ہے ظُلُمَةٌ کی تاریکیاں۔ اندھیرے۔

رَعْدٌ - گرج کو کہتے ہیں۔ مثلاً بولا جاتا ہے رَعَدَتِ السَّمَاءُ وَبَرَقَتْ - بادل گرجا اور چمکا۔

بَرْقٌ - بادلوں میں پیدا ہونے والی چمک۔ ملاحظہ ہو رَعْدٌ - متذکرہ بالا۔

يَجْعَلُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ جَعَلَ (باب فتح) مصدر

جَعَلَ - یہ لفظ ہر کام کرنے کے لئے بولا جاسکتا ہے اور فَعَلَ - صَنَعَ کی نسبت عام ہے، یہ پانچ طرح پر استعمل ہوتا ہے۔

۱۱) بمعنی صَادَ وَطِفِقَ - اس صورت میں یہ متعدی نہیں ہوتا۔ مثلاً جَعَلَ زَيْدٌ يَقُولُ كَذَا - زید یوں کہنے لگا۔

۱۲) بمعنی اَوْجَدَ - (یعنی ایجاد کرنا۔ پیدا کرنا) جیسے وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ (۱: ۶) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔

(۳) ایک سے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا (۲۲: ۱۱) اسے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔ اور وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْجِبَالِ أَكْنَانًا (۸۱: ۱۶) اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

(۴) بمعنی تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے قرآن میں ہے الذی جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ فِرَاشًا (۲۲: ۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

(۵) کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا۔ نام اس سے کہ وہ حکم حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال إِنْ تَرَادَوْهُ الْبَلَدِ جَعَلُوهُ مِنَ الْمَوْسِلِينَ (۴: ۲۸) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور پھر اسے ہمیر بنارہے گے باطل کی مثال۔ وَيَجْعَلُونَ لِلَّهِ الْبَنَاتِ (۵۴: ۱۶) اور یہ لوگ خدا کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔
أَسْمَاءُ بِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کی انگلیاں اصْبَعُ کی جمع۔

اِذْ أَنْهَمُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے کان۔ اُذُنُّ کی جمع۔

مِنَ الصَّوَاعِقِ۔ جار مجرر مل کر اپنے فعل یَجْعَلُونَ کے متعلق ہے۔ الصَّوَاعِقُ جمع الصَّاعِقَةُ کی۔ کرکڑ کی صاعِقَةُ یا تو صَحِيقٌ یَصْعَقُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنی بے ہوش ہونے کے ہیں۔ یا صَعِيقٌ سے بمعنی نہ کو اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اور آواز رعد کی صفت ہے یا نود رعد کی صفت ہے اخیر صورت میں تہ اس میں مبالغہ کے لئے ہوگی۔

حَذَرَ الْمَوْتِ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر اپنے فعل یَجْعَلُونَ کا مفعول لہ ہیں۔ موت کا ڈر۔ موت کے ڈر سے بمعنی بجلی کی کرکڑ کے باعث موت کے خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈے لیتے ہیں۔ مُحِيطٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر قیاسی احاطة۔ مصدر (باب افعال) حوط۔ مادہ۔ ہر طرف احاطہ کر لینے والا ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ۔ جملہ معترضہ ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ۔ يَكَادُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قریب ہے۔ كَادَ۔ يَكَادُ۔ كَوْدُ مصدر (باب سَمِعَ) افعال تدریج میں سے ہے۔ اگرچہ یہ فعل تام ہے لیکن استعمال میں اس کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو کَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے آیت ہذا میں: يَكَادُ الْبَرْقُ يُخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۴۱)

يَخْطَفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ خَطَفَ مصدر (باب سَمِعَ) ایک لے۔ جھپٹ لے جائے، بازِ مُخْطَفٌ۔ باز جو اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ۔ جملہ مستأنفہ ہے۔ گویا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ اس کرکڑ میں ان کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے وہ اندھے ہی ہو جا دیں گے۔

کُلَّمَا۔ جب کبھی۔ کلمہ شرط ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلُّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلُّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ ما حرف مصدری ہے۔ کُلَّمَا کے بعد اکثر فعل ماضی آتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں کُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ آيَاہے یا جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ کُلَّمَا دَعَوْا تُهْمًا (۷: ۷۱) جب بھی میں نے ان کو بلایا۔ یا جیسے کُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ۔ (۳: ۳۷) حضرت زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے۔ وغیرہ۔

أَضَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ أَضَاءَ (افعال) مصدر، اس نے روشن کیا۔ ضَوْءٌ مادہ، الضَّوُّ۔ کے معنی نور اور روشنی کے ہیں۔ ضَاءَتِ النَّارُ۔ آگ روشن ہو گئی۔ فعل میں ضیاء فاعل کا مرجع الْبَرَقُ ہے۔ اس میں مفعول محذوف ہے ایضاً الصراط لہم جب بجلی کی روشنی ان کے لئے راستہ کو روشن کرتی ہے۔ مَشَوْا فِيهِ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مَشَى (باب ضرب) سے مصدر فِيهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب الصراط (محذوف) کے لئے ہے۔ أَظْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب إِظْلَامٌ (افعال) کا مصدر، اس نے اندھیرا کیا۔ أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ وہ ان پر اندھیرا کرتا ہے، یعنی جب ان پر اندھیرا طاری ہو جاتا ہے (برق کے نہ چمکنے سے)۔

كُوِيَ۔ حرف شرط ہے۔ اگر۔ حرف تنائیں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کاش۔

شَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب، مَشِيَّةٌ (باب سمع) سے مصدر۔ چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ شَاءَ۔ اصل میں شِئِيَ (سَمِعَ) تھا۔ شِئَ متحرک ماقبل مفتوح۔ اس لئے شِئَ کو الف سے بدل دیا گیا۔ شَاءَ ہو گیا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے چاہا۔ كُوِيَ شَاءَ اللَّهُ۔ اگر خدا چاہے۔ اگر خدا چاہتا۔

لَذَٰ هَبْ سَنَعِهِمْ۔ لام ہزار میں تاکید کے لئے ہے بِت تقدیر کا ہے سَمِعَ۔ السَّمْعُ کے معنی قوتِ سامعہ کے ہیں لیکن کبھی بطور مصدر بمعنی سننا۔ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے خود کاں بھی مراد ہوتے ہیں۔ آیت ہذا میں قوتِ سامعہ مراد لی گئی ہے (یعنی اگر اللہ چاہتا) تو ان کی سننے کی قوت کو لے جاتا یا زائل کر دیتا۔

کان کے معنی میں بھی آیا ہے۔ خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ۔ (۷: ۷۲) اور بطور مصدر ارْتَنَمَ عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزُؤْلُوْنَ۔ (۲۱۲: ۲۶) اور وہ (وحی کے) سننے سے محروم کئے جا چکے ہیں۔

وَالْبَصَارِهِمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اِنِّیْ لَذَٰ هَبْ بِالْبَصَارِهِمْ۔ اور لے جاتا۔ یا زائل کر دیتا ان کی قوتِ بینائی کو، یا ان کی آنکھوں کو، أَبْصَارَ۔ بمعنی آنکھیں (۷: ۷۲) میں مستعمل ہے۔ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَادَةٌ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

قَدِيرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِيرٌ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کے سوا کسی مخلوق کو قَدِيرٌ نہیں کہہ سکتے۔

۲۱:۳۲ اَعْبُدُوا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، عِبَادَةٌ دَعْبُودَةٌ مصدر، باب نصر، تم بندگی کرو، تم عبادت کرو لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ کی اصل وضع امید یا اندیشہ کے لئے ہے لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے لَعَلَّ الشَّيْبَابُ يَعُودُ۔ کہنا غلط ہے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں فرعون کا جو قول لَعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ (شاید میں آسمانی اسباب تک پہنچ جاؤں) آیا ہے۔ (مالانکہ اس کا آسمان تک پہنچنا ناممکن تھا) اس کی یہ دہر بات دی گئی ہیں۔

۱۱ اس کی جہالت کہ وہ جانتا ہی نہ تھا کہ آسمان کہاں ہے اور یہ کہ اس کا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے، — ۲۲ فرعون اہل دربار کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ وہ فریق کے ساتھ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس کے لئے آسمان تک پہنچنا ممکن ہے۔

اگرچہ لَعَلَّ امید اور اندیشہ کے معنی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے لیکن جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشہ کے معنی مراد لینا صحیح نہیں۔

لَعَلَّكُمْ؛ شاید کہ تم۔ امید ہے کہ تم۔

تَتَّقُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ تم بچتے ہو۔ تم پرہیز کرتے ہو۔ تم پرہیزگار ہوتے ہو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الَّذِي اسم موصول۔ رَتِّكُمْ کے لئے ہے۔

فِرَاشًا جس کو بچھایا جاتا ہے۔ یعنی بستر

بِنَاءٌ۔ چھت، عمارت، جو چیز بنائی جائے۔ بناء کہلاتی ہے۔

الْاَرْضَ۔ جعل۔ کا مفعول اول ہے فِرَاشًا مفعول ثانی، دونوں مل کر معطوف علیہ ہوئے والسماء بِنَاءٌ کے۔ واو عاطفہ ہوا۔ السماء مفعول اول اور بِنَاءٌ مفعول ثانی۔ دونوں مل کر معطوف جملہ سابقہ کے معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول اول و دوم ہوئے جَعَلَ کے جعل فاعل اور دونوں مفعول سہ ہوئے الَّذِي کا۔

رِزْقًا۔ روزی، رزق، اخْرَجَ کا مفعول بہ ہے

اَنْذَرًا۔ مفعول ہے لَا تَجْعَلُوْا کا۔ یعنی مقابل، برابر، يَنْذُرٌ کی جمع ہے۔ يَنْذُرٌ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ۔ یہ جملہ عالیہ ہے۔ یہ مال ہے لا تجعلوا کی ضمیر سے۔

(۲۳:۲) اِنْ كُنْتُمْ۔ اِنْ شرطیہ ہے۔

رَبِّ۔ رَاب۔ يُرِيْبُ۔ رَبِيْبُ (باب ضَوْب) کا مصدر ہے بمعنی شک میں ڈالنا۔ اَرَابَ يُرَبِّ اِرَابَةً (باب افعال) سے بھی شک میں ڈالنا کے معنی آتے ہیں، ریب۔ اس شک یا وہم کو کہتے ہیں جس کا بعد میں ازالہ ہو جاتے۔ جیسے آیت ہذا۔ يٰۤاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ (۲۵:۲) اگر تم کو قیامت کے دن پھر جی اٹھنے میں کسی طرح کا شک ہو۔

رَبِّبَ الْمُتَوْنِ (۳۰:۵۲) گردشِ زمانہ، زمانہ کے حوادث کہ ان کے وقوع میں شک رہتا ہے کہ کب وقوع پذیر ہو جاویں۔

مِنَّا۔ مِنْ اور مَن سے مرکب ہے مِنْ جار ہے اور مَا موصولہ ہے۔ اس کا صلہ اگلا جملہ نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا ہے۔ نَزَّلْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ تَنْزِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ تَنْزِيْلٌ کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا۔ اور اِنْزَالٌ کے معنی ہیں یکبارگی نازل کرنا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ۔ (۱:۹۴) بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے۔ یعنی اس شب میں یہ کلام لوحِ محفوظ سے بیت المعمور تک یکبارگی نازل ہوا۔ اور وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسبِ ضرورت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا رہا۔ فَاتَّوَابَتْ۔ جزائیہ ہے (بواب شرطیں) اِشْتَوَا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِشْيَاتٌ مصدر۔ اِشْيَا۔ يٰۤاِتٰی اِشْيَانٌ (باب ضَوْب) اِتٰی۔ مادہ۔ ب کے صلہ کے ساتھ تولد آتم۔

سُوْرَةٌ۔ سورت (ملاحظہ ہو ابتداء سورة الفاتحة) یہاں سورة سے مراد ایک سورة کی مقدار ہے (جو کم از کم تین آیات پر مشتمل ہو) نہ کہ فرد سورة مراد ہے۔

مِنْ قَبْلِہِ۔ یہ سورت کی صفت ہے یعنی قرآن کی سورتوں جیسی کوئی سورت لے آؤ۔ جو بلاغت اور حسنِ نظم میں قرآن کی سورتوں جیسی ہو۔ اس صورت میں مِنْ تَبْعِیْضِہِ ہے۔ اور مثلاً کی ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا نَزَّلْنَا ہے (یعنی قرآن مجید)

فَاِیْدَا۔ یہ امر، امر تعجیز ہے کہ مخاطب ایسا کرنے سے عاجز رہیگا۔ خود قرآن مجید میں اور جبکہ ارشاد ہے۔ قُلْ لَّئِنْ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ یَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

لَا یَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَکُوْنُوْا مِنْهُمْ لِبَعْضٍ ظٰہِرًا (۸۸:۱۴)

کہہ دو، اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنالائیں۔ تو اس جیسا نہ لائیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگاہ ہوں۔

ادْعُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر دَعَوَةٌ مصدر (باب نصر) تم بلاؤ۔

مِنْ دُؤْنِ اللَّهِ۔ مِنْ حرف جار۔ دُؤْنِ اللَّهِ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر مِنْ جار کا مجرور۔ دُؤْنِ بمعنی در سے سوائے۔ جو کسی شے سے چھوٹا اور قاصر ہو وہ دُؤْن کہلاتا ہے اصل میں دُؤْن کے معنی پاس اور قریب جگہ کے ہیں۔ اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک مضمون کو دوسرے مضمون کے قریب اور متصل پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا۔ مثلاً ذیل دُؤْنِ عَمْرٍو۔ زید عمرو سے کم رتبہ ہے اسی لئے حقیر چیز کو دُؤْن یا دَنِي کہتے ہیں۔ اس عالم کو کہ حقیر اور ذلیل ہے دُنیا (مَوْنَت کا صیغہ) کہتے ہیں۔ یا اس لئے کہ قریب اور پاس ہے اور آخرت عالم بعید ہے۔ پھر اس میں بھی وسعت دی گئی ہے اور اس کلمہ کا ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرنے پر اطلاق ہوا۔ اور لفظ غیر کے لئے المعنی ہو گیا۔ اس مقام پر یعنی آیت ہدایں، اس کے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے غیر اور اس کے سوا۔ (تفسیر حقانی)

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ اِی فَاَفْعَلُوا تو کر دیکھو۔
۲۴: ۲ فَاِنْ۔ ف۔ عاطفہ ہے۔ اِنْ شرطیہ۔ لَمْ تَفْعَلُوا۔ فعل مضارع نفی جحد ثَمَّ (معنی ماضی) تم نہ کر کے۔ تم نے نہ کیا۔

وَلَنْ تَفْعَلُوا (اور ہرگز نہ بنا سکو گے) یہ جملہ معترضہ ہے لَنْ تَفْعَلُوا۔ مضارع نفی تاکید مَبْنِی فَاَلْقُوا النَّارَ الَّتِي دَثُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَادَةُ۔ ف جزائیہ ہے۔ جملہ جواب شرطیہ (جزائیہ) اَلْقُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو، تم بچو، تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔

وَقُود۔ ایندھن جس سے آگ جلاتی جاتی ہے۔ وَقَدْ یَقْدُ (باب ضرب) آگ کا سلگنا۔ باب افعال سے اَوْقَدَ یُوقِدُ۔ آگ جلانا۔ روشن کرنا۔ هَا ضَمیر واحد مَوْنَتِ نَاسٍ۔ النار کے لئے ہے اُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ جملہ خبریہ ہے اور النار سے موضع حال میں ہے اُعِدَّتْ ماضی مجہول واحد مَوْنَتِ نَاسٍ۔ (اُعْدَاؤُ باب افعال) سے مصدر۔ وہ تیار کی گئی۔ ع د د۔ مادہ۔

۲۵: ۲ دَبَشَرٍ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر تَبَشَّرُ (تفعیل) سے مصدر۔ تو خوشخبری دے، تو بشارت دے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ صلہ اور موصول مل کر جملہ۔ فعل بَشَّرَ کا مفعول ہے۔
اِنَّ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ۔ یہ جملہ اپنے فعل بَشَّرَ کے متعلق ہے۔ اس کی اپنی ترکیب یہ ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل جَنَّتِ موصوف۔ تجری من تحتها الاَنْهَارُ جملہ فعلیہ ہو کر جَنَّتِ ک صفت۔ موصوف صفت مل کر اِنَّ کا اسم۔ لَهُمْ۔ اِنَّ کی خبر۔

ترجمہ :- کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :-
 (۱) نہریں ان باغوں کے نیچے زیر زمین بہتی ہیں۔ اور درختوں کی جڑیں ان سے مطلوبہ نمی حاصل کرتی ہیں
 اصل عبارت تَحْتَ اشْجَارِهَا ہے۔ مضاف سدف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کا قاف مقام بنایا
 گیا ہے۔ یعنی باغات کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جیسا کہ عام طریقہ آبپاشی ہے۔

(۳) تَحْتِهَا بِمَعْنَى تَحْتَ اَدَامِ اَهْلِهَا یعنی ان باغات میں نہریں ہیں جو باغات میں بہنے والوں کے
 حکم کے تحت چلتی ہیں۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے دَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ
 قَالَ يَلْقَؤُمَ الْيَسَّٰى لِي مُلْكٌ مِّصْرَ وَهَذِهِ الْاَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي۔ (۵۱: ۲۲)
 اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور کیا یہ نہریں میرے
 (حکم کے) تحت نہیں بہہ رہیں۔

(۴) یہ نہریں نہ صرف باغات کی آبپاشی کی ضروریات کے لئے ہوں گی۔ ان کی دیگر صفات بھی قرآن میں
 مذکور ہیں۔ مثلاً :-

(۱) فِيهَا اَنْهَارٌ مِنْ مَّاءٍ غَيْرِ اَسِنٍ (۴۴: ۱۵) (جنت) میں پانی کی نہریں ہیں جو بو نہیں کریگا۔
 (۲) وَ اَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ (ایضاً) اور دودھ کی نہریں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔
 (۳) وَ اَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ (ایضاً) اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے (مراں)
 لذت ہیں

(۴) وَ اَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى (ایضاً) اور شہد مصفیٰ کی نہریں ہیں
 جنت جمع ہے جَنَّةٌ کی، جنتیں، بہشتیں۔ باغات۔ یہ مشتق ہے الْجَنَّةِ (باب نصر) سے جس کے
 اصل معنی کسی چیز کو جو اس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ
 (۶: ۷۷) جب رات نے ان کو (اپنے پردہ تاریکی سے چھپالیا۔ الْجَنَّةُ ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں
 کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے۔ اگرچہ
 دونوں میں بُعد بعید ہے۔ اور یا اس لئے کہ بہشت کی نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا
 فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُدْرَةٍ اَعْلَیَ (۱۴: ۳۲) کوئی متفلس نہیں جانتا کہ ان کے
 لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جَنَّتِ بوجہ اسم آن ہونے کے منصوب ہے بسبب
 جمع مؤنث سالم کے نصب تابع جر کے آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ :-

جَنَّتِ : جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ بہشت سات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن

(۳) جنت النعیم (۴) دار الخلد (۵) جنت المادی (۶) دار السلام (۷) علیین۔

تَجَرَّیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب، جَوَّیْ وَجَوَّیَاتُ (باب ضَرَبَ) سے مصدر وہ بہتی ہے، وہ جاری ہے (یہاں جمع کے لئے آیات)۔

تَحْتَهَا۔ مضاف، مضاف الیه، تَحْتَ یعنی نیچے۔ اسم طرف ہے یہ فوق کی ضد ہے ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنَّتِ کے لئے ہے۔

كُلَّمَا۔ جب بھی۔ جس بار بھی۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلَّ اور مَآ سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَآ کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَآ حرف مصدری ہے یا اسم مکرر ہے بمعنی وقت کے، اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے مِّنْهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّتِ ہے۔

رِزْقًا۔ رِزْقُوا کا مفعول پر ہے، جب بھی ان کو ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھائے کو دیا جائے گا۔ كَلَّمَا رِزْقُوا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور اگلا جملہ قَالُوا هَذَا الَّذِي رَزَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ۔ جواب شرط ہے۔

هَذَا اکا اشارہ نوع رزق کی طرف ہے اور الَّذِي رَزَقْنَاهُ سے قبل مِثْلُ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ هَذَا مِثْلُ الَّذِي رَزَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ۔ یہ پہلے رزق کی مثل ہے لفظ مثل تشبیہ بلیغ کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا۔ گویا یہ دوسری دفعہ کا میوہ بعینہ پہلا ہی ہے۔

مِنْ قَبْلُ۔ سے مراد دنیا کے میوے ہیں یا بہشت کے میوے جو کہ صورت سب یکساں نظر آئیں گے۔ لیکن ذالقتہ اور لذت میں مختلف۔

قَبْلُ۔ ظرف زمان اور ظرف مکان ہر دو طرح مستعمل ہے۔ بَعْدُ کی ضد ہے اصناف اس کو لازمی ہے جب بغیر اصناف کے آئے تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے آیت ہذا میں ہے۔

اُتُوا بِهِ۔ اُتُوا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِتْيَانُ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) با کے صلہ کے ساتھ بمعنی لانا۔ ان کے پاس لایا جائے گا۔ (ماضی بمعنی مستقبل) ضمیر واحد مذکر غائب، رِزْقُوا کی طرف راجع ہے۔

مُتَشَابِهًا اسم فاعل واحد مذکر، منصوب، اَلشَّيْءُ، اَلشَّيْءُ، اَلشَّيْءُ کے اصل معنی مماثلت بلحاظ کیف کے ہیں۔ اس کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اندرونی یا بیرونی کیفیت میں ایک جیسی ہوں مثلاً رنگ۔ شکل، انصاف۔ ظلم وغیرہ۔ اگر دو چیزیں محض ایک ہی طرح کی ہوں، تو ایک چیز دوسری چیز کی شبیہ کہلائے گی۔ لیکن اگر حسی یا معنوی مماثل اتنا گہرا ہو کہ دونوں چیزوں میں امتیاز نہ ہو سکے۔ تو

اس کو شہقہ کہا جائے گا۔ پس مُتَشَابِهًا (بہم متاجلاً) ایک دوسرے کی مانند کا مطلب یہ ہے کہ (اور) ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے جو اصل اور مزہ میں مختلف ہونے کے باوجود رنگت اور شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے (راغب) وَأَنْتَوَيْهِمْ مُتَشَابِهًا جملہ معترضہ ہے اَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ۔ موصوف، صفت، اَزْوَاجٌ، ذَوِّج کی جمع ہے یعنی جوڑے ہم مثل چیزیں اقران حیوانات کے جوڑے میں سے نہ ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو۔ خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔

یہاں آیت میں ازواج سے مراد بیبیاں، عورتیں، مراد ہیں۔

مُطَهَّرَةٌ۔ تَطْهِير (تفعل)، مادہ طهر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے، پاک کی ہوئی، پاکیزہ، ازواج مطہرہ۔ پاکیزہ بیبیاں۔

وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ واو عالیہ ہے هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ جملہ اسمیہ ہے اور لَهُمْ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيهَا۔ اِیٰ فِی جَنَّتٍ۔ خَلْدُونَ۔ خُلُود سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ کسی شے کے بربادی سے بچنے اور اپنی اصلی حالت پر باقی رہنے کا نام خُلُود ہے۔ اسی بنا پر اہل عرب عام طور پر خلود کا استعمال اس چیز کے لئے کرتے ہیں جو دیر پا ہو۔ اور اس میں تغیر و فساد مدت کے بعد پیدا ہو۔

۲۶: ۲۱ لَا يَسْتَكْبِيْ - مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ استكباؤ (استفعال) سے مصدر۔ وہ نہیں جھجکتا وہ نہیں شرماتا۔ وہ نہیں جھینپتا۔

اَنْ يَّضْرِبَ: اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَضْرِب مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ہے۔ کہ وہ بیان کرے۔ مَثَلًا مَّا۔ مفعول ہے فعل يَضْرِب کا۔ مَّا۔ ابہامیہ ہے جو نکرہ کے ابہام کو زیادہ کرتا ہے۔ کوئی سی مثال۔ جیسے کہتے ہیں اَعْطِنِيْ كِتَابًا مَّا اِیْ اَتَى كِتَابًا) مجھے کوئی سی کتاب دیدو۔

بَعُوْضَةٌ۔ واحد اس کی جمع بَعُوْضٌ ہے بمعنی مچھر، بہ بَعْضٌ سے مشتق ہے۔ چونکہ حیوانات کی نسبت اس کا جسم ذرا سا ہوتا ہے اس لئے اس کو بَعُوْضَةٌ کہنے لگے۔ یہ مَثَلًا کا عطف بیان ہے۔

فَمَا فَوْقَهَا۔ فاء عطف کے لئے ہے۔ مَّا موصولہ اور فَوْقَهَا مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ موصول وصلہ مل کر معطوف ہے بَعُوْضَةٌ معطوف علیہ کا۔ یادہ بیان کرے مثال اس سے کسی بڑی شے کی۔

فَاَمَّا السَّانِنُ اَمْتُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

فاء تعلیلیہ ہے اَمَّا شرطیہ تفصیل ہے۔ (اَمَّا وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی پاتے جاتے ہیں اس لئے اس کے جواب میں فاء آتی ہے۔ اس کے بعد جو اسم آتا ہے اس کو

مبتدا اور جس پر فاء داخل ہوتی ہے اس کو خبر کہتے ہیں پس الَّذِينَ آمَنُوا موصول وصلہ مل کر مبتدا اور فاعل مَنَزَلَتْ
..... مِنْ دَرَجَاتِهِمْ (تمام ترکیبی تفصیلات کے ساتھ) اس کی خبر ہوتی۔

اِنَّہ میں ک ضمیر واحد مذکر غائب مثلاً کے لئے ہے۔

وَمَا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهَذَا امْتَلَا اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ مَّا
الَّذِينَ آمَنُوا..... الخ پر ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ مبتدا متضمن
بمعنی شرط ہے۔ باقی جملہ اپنی تمام تفصیلات ترکیبی کے ساتھ خبر ہے اپنے مبتدا کی۔

(مَا استفہامیہ ذَا بمعنی الَّذِی اور جملہ مَاذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهَذَا امْتَلَا مقولہ ہے اپنے قول کا)
ترجمہ اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے خدا کی مراد ہی کیا ہے؟

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا اَوْ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر جملہ مستأنف (نیا جملہ ہے) یا جواب
ہے مَاذَا کا یا ان دونوں جملوں کا کہ جن کے ابتداء میں اَمَّا ہے بیان ہے۔

الْفٰسِقِيْنَ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ الْفٰسِقُ واحد۔ فَسَقَ يَفْسُقُ (باب ضَرَبَ) فَسَقَ يَفْسُقُ (باب
نَصَرَ) فَسَقَ وَفَسُوْقٌ مصدر۔ فَسَقَ کے معنی نکلنے کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں فَسَقَ الرُّطْبُ عَنْ
قَشْرِہٖ : پھوہارہ اپنے پھلکے سے باہر نکل آیا۔ عرف شرع میں فَسَقَ خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کر کے خارج
ہونے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ كَانَ
مِنَ الْغٰیۡۃِ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ (۵: ۱۸) اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو
سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نکل گیا۔
شرع میں فسق کے تین درجے ہیں (۱) لغابی۔ باوجودیکہ گناہ کو برا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اس
کا مرتکب ہو جاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کر لے اور کچھ پرواہ نہ کرے (۳) جمود۔ یہ کہ گناہ کو
اچھا جان کر عمل میں لاوے اور خدا و رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اس تیسرے درجے میں انسان کافر
ہو جاتا ہے۔

(۲-۲۴) يَنْقُضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ لَقَضَ مصدر (باب نَصَرَ) وہ توڑتے ہیں۔

مِثَاقِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْمِثَاقُ۔ اس عہد کو کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ ٹوک دیا گیا ہو، اسم۔ واحد
مذکر۔ اس کی جمع مواثیق ہے۔ بمعنی عہد۔ اَوْثَقَ یُوْثِقُ (باب اَفْعَال) رسی سے مضبوط باندھنا۔ زنجیر میں جکڑنا۔
جیسے قرآن مجید میں ہے وَ لَا یُوْثِقُ وَ ثَاقَہٗ اَحَدٌ (۸۹-۶۶) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا؛ اور وَ ثَقَّ یَثِقُ
(ضَرَبَ) دُثُوْقٌ..... بِفُلَانٍ اعتبار کرنا، مبروسہ کرنا۔ ثِقَّةٌ قابل بھروسہ آدمی۔

۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عہد ہے۔ مِنْ اَبْعَدِ مِثَاقِہٖ اس عہد کو پختہ اور مضبوط باندھنے کے بعد

يَقْطَعُونَ - مضارع جمع مذكر غائب، قَطَعَ مصدر باب فتح - وہ کاٹتے ہیں۔

مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَهْ يُؤْصَلْ - مَا - موصولہ - أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُؤْصَلَ - جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يُؤْصَلْ مضارع مجزول واحد مذكر غائب - اِيَصَالٌ (افعال) مصدر بمعنی جوڑا جانا۔ اَنْ يُؤْصَلَ کہ اس کو جوڑا جائے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں (مثلاً صلہ رحمی)

الْخُسِرُونَ: اسم فاعل جمع مذكر گھانا پانے والے۔ نقصان اٹھانے والے۔ خُسِرُوا وخُسِرَاتٌ مصدر (باب سیم) سے۔

(۲: ۲۸) كَيْفَ حرف استفہام ہے۔ کیسے، کیونکر، کس طرح۔ یہاں سوال سے مقصود کفار کی جرات انکار پر استعجاب ہے یا برائے زبر و توہین آیا ہے، كَيْفَ کا استعمال قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی آیا ہے سیاق ہمیشہ توہین و تنبیہ ہی رہا ہے۔

وَكُنْتُمْ... الخ۔ جملہ عالیہ ہے۔ جملہ كَيْفَ تَكْفُرُونَ سے حال ہے (توجہ) کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی آئینہ ہدایا

الف: كُنْتُمْ أَمْوَاتًا - (حالانکہ) تم بے جان تھے۔ پیدائش سے پہلے، صلب پدر میں تشکیل سے پہلے۔

ثُمَّ - حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو۔ مثلاً: أَذْكَرَ إِذَا مَا وَقَعَ أَمَنْتُمْ بِهِ (۱۰: ۵۱) کیا جب وہ واقع ہوگا تب اس پر ایمان لاؤ گے۔

یاد رہے متاخر ہونا رتبہ یا مرتبہ کے لحاظ سے ہو ایسے موقع پر اس کے معنی ہوتے ہیں: اس سے بھی بڑھ کر مثلاً اگلی ہی آیت (۲۹: ۲۱) میں ارشاد ہوتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ اس کے معنی یہ ہیں (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات آسمان درست کر کے بنادیے۔ زمین و ما فیہا کی خلقت کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا ذکر متوخر الذکر کی عظمت و تفضل کے لئے ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں آسمانوں کے بنائے جانے کے بعد زمین کا بنایا جانا صاف ظاہر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا (۴: ۳۲) اور اس کے بعد اس نے زمین کو پھیلایا۔

تراخی فی المرتبہ کی دوسری مثال وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ (۹۰) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ (۸) ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوحِہِ (۹۱) (۲۳۲: ۷-۹) اور اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی حقیر پانی

اور جب اس کا تقدیر الٰہی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے آیت ہذا میں۔
 ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمَاءِ۔ پھر اس نے قصد کیا آسمان کی طرف۔ پھر اس نے توجہ کی آسمان کی طرف۔
 فَسَوَّیْنٰهُ۔ فِی نیتہ کا ہے سَوَّی ماضی واحد مذکر غائب۔ تَسْوِیۃً (تفعیل) مصدر اس نے پورا
 پورا بنایا۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع السَّمَاء ہے۔
 سَبْعَ سَمَوٰتٍ سات آسمان۔ یہ هُنَّ کا بدل ہے۔

(۳۰:۱۳) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ - وَاِذْ عاطفہ ہے۔ اِذْ۔ بالعموم بطور اسم ظرف زمان مستعمل ہے۔ لیکن بطور ظرف مکان
 یا حرف مفاعلات یا حرف مؤکد بھی استعمال ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے تو وہاں لفظ اِذْ کُزْ محذوف ہے۔ اِی وَاِذْ کُزْ اِذْ۔ اور آپ
 ان سے بیان کر دیجئے کہ جب (یا جبکہ جس وقت) آپ کے رب نے فرمایا۔

الْمَلٰٓئِکَۃُ۔ مَلَکٌ سے جمع ہے، جیسے شَمَلٌ کی جمع شَمَائِلٌ ہے الْمَلٰٓئِکَۃُ میں ة تانیث
 الجمع کی ہے۔ مَلَکٌ و مَلَکٌ بھی بصیغہ واحد بمعنی فرشتہ ہے

اِلٰی جَاعِلٌ فِی الدُّرِّ خَلِیْفَۃٌ یہ جملہ مقولہ ہے قول قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ کَا۔ جَاعِلٌ واحد مذکر۔
 اسم فاعل۔ جَعَلَ سے۔ بنانے والا۔ کرنے والا۔ خَلِیْفَۃٌ مفعول بہ ہے جَاعِلٌ کا۔ میں زمین میں ایک خلیفہ
 بنانا چاہتا ہوں، مقرر کرنے والا ہوں۔

خَلِیْفَۃٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر (خَلِیْفٌ ہے اس لئے اس کی جمع خُلَفَاءُ آتی ہے۔ مگر مبالغہ کے لئے ة کو
 زیادہ کر کے خلیفۃ بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی نائب کے ہیں کہ جو پیچھے کام کرے۔ خَلَفٌ سے مشتق ہے
 فِیْہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الَاَرْضِ کی طرف راجع ہے۔

مَنْ موصولہ ہے۔ جو

یَسْفِکُ الدِّمَآءَ۔ یَسْفِکُ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَفَکٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ بہانا۔ الدِّمَآءُ
 خون۔ واحد دَمٌ مفعول بہ اپنے فعل یَسْفِکُ کا۔ (جو) خون بہاتے گا۔ یعنی قتل و خون کریگا۔ خون
 ریزیاں کریگا۔

نَسِیۡمٌ۔ مضارع جمع مشکلم۔ تَسِیۡمٌ مصدر۔ (باب تَفَعَّلَ) ہم پاکی بیان کرتے ہیں۔ تسبیح خدا تعالیٰ کی جمیع
 عیوب سے پاکی بیان کرنا ہے، خواہ زبان سے ہو یا دل سے ہو۔ دلالت حال سے بیان کی جاتے

تَقَدَّسَ۔ مضارع جمع مشکلم۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تَقَدَّسَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ تقدیس کے
 معنی اس تطہیر الٰہی کے ہیں جو آیت دَلِیۡمٌ کُمۡ تَطۡہِیۡرٌ (۳۳: ۳۳) میں مذکور ہے (اور تمہیں بالکل پاک
 صاف کر دے) اس تطہیر کے معنی ازالہ نجاست محسوسہ کے نہیں۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم تیرے

سجاوڑی میں اشیاء کو پاک و صاف کرتے ہیں۔

مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ مَا مَوْصُولٌ هُوَ اور لَا تَعْلَمُونَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) اس کا صلہ جو تم نہیں جانتے ہو۔

(۳۱:۲) وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ (اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ یہاں اسماء سے مراد محض چیزوں کے نام ہی نہیں بلکہ کلمۃ کی انواع ثلاثہ یعنی منجر عنہ (اسم) خبر اور رابطہ (حرف اتینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہذا اس آیت میں اسماء سے کلام کی انواع ثلاثہ ان کی صورتیں بعد ان کی ذوات و خصوصیات میں لکھا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے مؤکد الاسماء کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ سب، تمام، (جملہ تفصیلات) عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ۔ عَرَضَ عَلٰی دکھلانا، پیش کرنا، سامنے کرنا۔ (پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب راجع ہے طرف مسمیات کے جو کہ ضمناً سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ تقدیر کلام یہ ہے۔ اَسْمَاءُ الْمُسَمَّیَاتِ۔ مضاف الیہ کو حذف کر دیا۔

فَقَالَ۔ فَاء عاطفہ ہے قَالَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

أَنْبِئُونِي۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَوْقَايَ۔ اور اِنضمیر واحد متکلم (مفعول بہ اپنے فعل أَنْبِئُوا کا) أَنْبِئُوا (افعال) مصدر۔ مجھے بتاؤ۔ مادہ ن ب و۔

اَسْمَاءُ هَؤُلَاءِ۔ مضاف مضاف الیہ هَؤُلَاءِ۔ اسم اشارہ جمع۔ اس کا اشارہ چیزوں کی طرف ہے۔ (۳۲-۲) سُبْحٰنَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تو پاک ہے۔

إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ إِلَّا حرف استثناء۔ مَا مَوْصُولٌ مَعْلَمْتَنَا فعل فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ مَن (عِلْمٌ) کا (ہمیں تو کچھ علم نہیں) مگر وہی جو تو نے ہمیں علم دیا۔

الْحَلِيمُ ۖ بَرُّوْزَن فَعِلٌ مباغۃ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا، خوب جاننے والا۔
الْحَكِيمُ ۖ فَعِلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے حکمت والا۔
مَا تَبَدُّونَ۔ مَا مَوْصُولٌ تَبَدُّونَ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ تَبَدُّونَ تم ظاہر کرتے ہو۔ تم ظاہر کرو گے
مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَبْدَاءُ (افعال) مصدر بمعنی نمایاں طور پر ظاہر کرنا۔ یا ظاہر ہونا۔ بداء۔ مادہ
کُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ۚ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، تم چھپاتے تھے۔ کِثْمَانٌ۔ کُتْمٌ (باب نصر)۔
چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔

(۳۴-۲) وَإِذْ قُلْنَا۔ ملاحظہ ہو (۳:۲)

أَسْجُدُوا لِآدَمَ ۚ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ ۖ أَسْجُدُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، سَجُودٌ

باب نصر سے مصدر تم سجدہ کرو

إِبْلِيسُ شَيْطَانُ كَانَامَ هُوَ بِوَجْهِ مَعْرِفَةِ عَجَبِ كَيْفَ غَيْرِ مُنْفَرِتٍ هُوَ. لِبَعْضِ نَاسِ الْإِبْلَاسِ (أَفْعَالٌ) بِمَعْنَى سَخَتْ نَاامِيْدِي كَيْفَ عِثْ
عَمَلِكُنْ هُوَ نَاامِيْ شَتَقْ كَيْفَ هُوَ.

آئی۔ ماضی، واحد مذکر غائب۔ (باب ضَرَبَ وَفَتْحَ) مصدر اس نے سختی سے انکار کیا۔

اسْتَكْبَرَ ماضی واحد مذکر غائب اسْتَكْبَرًا (اسْتَفْعَالٌ) مصدر اس کے تکبر کیا۔ اس نے گھمنڈ کیا۔ اس نے غرور
کیا۔

كَانَ ماضی واحد مذکر غائب۔ كَوْنٌ (باب نصر) مصدر یہ بطور فعل ناقص و فعل تام آتا ہے۔ یہاں بطور فعل تام آیا
ہے۔ بمعنی صار۔ ہو گیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَصَّيْرَتِ الْجِبَالُ كَانَتْ سَوَآبًا (۲۰: ۴۸) اور پہاڑ
چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔

۲: ۳۵ اُسْكُنْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ فَمِمَّا اُسْكُنْ کی تاکید کے لئے ہے۔ الْجَنَّةُ مَفْعُولٌ فِيْهِ اُسْكُنْ
کا۔ یعنی تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

اَنْتَ وَزَوْجُكَ اَنْتَ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ۔ حرف عطف۔ زَوْجُكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مَعْطُوفٌ تَوَادٍ
تیری بیوی۔

كَلَّا۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر تم دونوں کھاؤ۔ مِنْهَا مِیْنِهَا فَمِمَّا وَاحِدٌ مَوْثُ غَائِبُ الْجَنَّةِ کے لئے ہے۔
حَيْثُ، جہاں۔ جس جگہ طرف مکان ہے یعنی برہنہ، مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے
شَيْئًا۔ ماضی تثنیہ مذکر حاضر مَشِيَّةً (باب سَمِعَ) مصدر سے شَاءَ، يَشَاءُ، شَاءَ اصل میں شَيْءٌ تھا۔ یہی متحرک
ما قبل مفتوح اس لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ تم دونوں نے چاہا حَيْثُ شَيْئًا۔ جہاں سے چاہو حَيْثُ مضاف
شَيْئًا جملہ فعلیہ ہو کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ کَلَّا کا۔

رَعَدًا بافراغت، وسیع، خوب، یہ اصل میں باب سَمِعَ سے مصدر ہے۔ رَاْعِدًا کی جمع بھی ہو سکتی ہے جیسے خَلْدٌ
کی جمع خَلْدٌ ہے رَعَدًا صفت ہے اَنْكَلَا (مصدر مخذوف کی) اِیْ دُكَلَا مِنْهَا اُكَلَا رَعَدًا حَيْثُ سَمِعْنَا اور وہاں
(جنت میں) جہاں سے چاہو دل بھر کر خوب کھاؤ۔

لَا تَشْرَبَا۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر قُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر تم دونوں مت قریب جاؤ۔

فَتَكُونَا۔ ن جواب نہی کے لئے ہے تَكُونَا مَضَارِعُ تثنیہ مذکر حاضر قُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر تم دونوں ہو جاؤ

فَتَكُونَا (میں سے)

اَزَلَّ ماضی واحد مذکر غائب ہے۔ اَزَلَّ (أَفْعَالٌ) مصدر سے۔ الزَّلَّةُ کے اصل معنی بلا قصد
کے تدم پھسل جانے کے ہیں۔ جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جائے اسے بھی بطور تشبیہ زَلَّةٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ

قرآن مجید میں ہے فَإِنَّ زَلْزَلَةً (۲۰۹:۲) اگر تم لغزش کھا جاؤ، هُمْمَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ بِهٖ ثَنِيَّةٌ غَائِبٌ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کے لئے ہے یعنی اس نے (شیطان نے) ان دونوں کو ہمسلا دیا ان دونوں کے قدم ڈگمگائے۔

عَنْهَا هَا ضَمِيرٌ وَامِدُّوْتُ غَائِبٌ شَجَرَةٌ کی طرف راجع ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع جنت ہے۔
مِمَّا كَانَتْ فِيهِ مِمَّا مُرَكَّبٌ ہے مِنْ حُرُوفٍ جَارٍ اور قَدْ اسم موصول سے۔ كَانَتْ فِيهِ صِلَةٌ ہے موصول کا
وَضَمِيرٌ وَامِدُّوْتُ غَائِبٌ يَالْجَنَّةُ کے لئے ہے یا جنت کی نعمتوں اور راحتوں کے لئے۔ اگلے جملہ میں لفظ اِهْبِطُوا
(تم اترو۔ تم اتر جاؤ) آیا ہے اس کی رعایت سے یہاں و کا مرجع الْجَنَّةُ زیادہ موزوں ہے۔ ترجمہ ہوگا اور اس نے
نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے۔

(اِهْبِطُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُيْطُو (باب ضَرْب) مصدر جس کے معنی کسی چیز کے بے امنیاری حالت
میں نیچے اترنے کے ہیں۔ جیسا کہ پتھر پلندی سے گر پڑتا ہے۔

اِهْبِطُوا (تم سب نیچے اترو) جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے کیونکہ حضرت آدمؑ اور حضرت اور شیطان ہر
کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یا ہیبوط آدمؑ کے ان کی نسل ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔ اس لئے صیغہ
جمع کا استعمال ہوا ہے

لَبَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ (تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے) یہ جملہ اِهْبِطُوا سے موقع حال میں ہے۔
اپنی تمہاری نسل میں باہم عداوت، حسد، بغض، خود غرضی وغیرہ رہیگی۔

مُسْتَقَرٌّ۔ اسم ظرف مکان (استقبال) قرار گاہ، ٹھہرنے کی جگہ، یہ مصدر بھی ہو سکتا ہے
مَتَاعٌ۔ اسم مفرد مَتَعْتَعٌ جمع۔ معین اور طویل مدت تک فائدہ اٹھانا۔ معاش، فائدہ، نفع، وہ سامان جو کام
میں آتا ہے۔ جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ محاورہ ہے۔ مَتَعَ اللَّهُ بَكْرًا۔ وَاَمْتَعَهُ اللَّهُ اسے دیر تک
فائدہ اٹھانے کا موقع دے۔

حَيِّنٌ، وقت، زمانہ، مدت۔ اَحْيَانًا جمع۔ اِلَى حَيِّنٍ ایک مدت تک

فَتَلَقَّىٰ ف۔ ممدون عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ تَلَقَّىٰ بَابُ تَفَعَّلَ اور التَقَىٰ (باب افْعَال) الشَّيْءُ
مِنْهُ بمعنى اخذَهُ مِنْهُ۔ پانا وصول کرنا، جب بہشت سے نکل جانے کا حکم ہوا تو حضرت آدمؑ علیہ السلام فرطِ مذمت سے
مدت مدید و عرصہ بعید تک روئے اور اتنا روئے کہ رحمتِ خداوندی کو ترس آگیا۔ یا رحمتِ خداوندی جوش میں آئی
اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر کلمات القار کئے جو حضرت آدمؑ نے اخذ کر لئے، اور ان پر عمل کرتے ہوئے توبہ کی
وہ کلمات کون سے تھے؟ ہمور کا خیال ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا
وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۲۳:۴) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور
اگر تو ہمیں نہیں بخشگا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو یقیناً ہم گھانا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہی حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔
 سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَسْأَلُكَ تَعَالَى جَدُّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ . ظَلَمْتُ نَفْسِي
 فَأَعْفُرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ . اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ
 تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری شان بہت بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظلم
 کیا۔ مجھے بخش دے۔ بے شک تیرے سوا کوئی گناہ کو بخشے والا نہیں۔
 فَتَابَ عَلَيْهِ۔ پس اس نے اس کی توبہ قبول کی۔

فَائِدَةٌ۔ یہاں بھی محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ جب خداوند تعالیٰ نے کلمات مغفرت حضرت
 آدم علیہ السلام کے دل پر القاء کئے انہوں نے یہ کلمات اخذ کر لئے۔ ان پر عمل کرتے ہوئے ان کلمات سے
 دعائے مغفرت شروع کر دی۔ خداوند تعالیٰ کو اپنے بندہ کی گریہ و زاری پر رحم آیا اور اس کا گناہ (غزش)
 معاف کر دیا۔

تَابَ عَلَى۔ تَوْبٌ وَتَوْبَةٌ مصدر سے تَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، التَّوْبُ يَتُوبُ يَتُوبُ
 کے معنی گناہ سے باز آنے کے ہیں امام خطاب فرماتے ہیں التَّوْبَةُ عَوْدُ الْعَبْدِ إِلَى التَّوْبَةِ بَعْدَ
 الْمَعْصِيَةِ (توبہ کے معنی گناہ کے بعد بندہ کا نیکی کی طرف پلٹنا۔ امام راعی فرماتے ہیں (گناہ کا باحسن و
 چھوڑ دینے کا نام توبہ ہے یہ تَابَ يَتُوبُ کا مصدر ہے باب نصر سے اور لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے
 جب اس کا تقدیر الی کے ساتھ آئے تو بندہ کا اللہ کی طرف توجہ کرنا اور رجوع کرنا کے معنی ہوتے ہیں اور بندہ
 کے گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ اور جب اس کا تقدیر علی کے ساتھ آئے تو اللہ تعالیٰ کا بندہ کی توبہ قبول کرنا یا
 توبہ کی توفیق دینے کے معنی ہوتے ہیں تَابَ بمعنى: اس نے توبہ کی اوہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا
 اس نے معاف کیا۔

فَائِدَةٌ۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا توبہ اور اس کی توبہ قبول کرنا بیان فرمایا ہے حضرت حواؑ کا توبہ کرنا
 ذکر نہیں کیا۔ یہ اس لئے کہ عورت احکام میں تابع ہے مرد کے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اکثر مرد ہی مخاطب ہیں
 إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ ۱۰ یہ جملہ اسمیہ معترضہ ہے۔

التَّوَّابُ۔ تَوْبَةٌ سے بروزن فَعَالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توبہ کرنے والا۔ بہت معاف کرنے والا
 بہت توبہ قبول کرنے والا۔ لعنت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّاب کہتے ہیں۔
 بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے
 توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے
 بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے والے کے ہیں۔ قرآن مجید میں تَوَّاب کا لفظ جہاں بھی آیا ہے خداوند تعالیٰ کی

صفت کے لئے آیا ہے

۳۸:۲ - قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا قُلْنَا ہم نے کہا (ماضی جمع متکلم) قول ہے۔ اور اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا۔ اس کا مقولہ۔ اگلی عبارت تا اختتام آیت ۳۹ قُلْنَا کا مقولہ ہے اهْبِطُوا۔ آیت ۲: ۳۶ میں بھی آیا ہے اس آیت میں اس کا اعادہ پھر کیا گیا ہے تاکہ قَامًا يَأْتِينَ كَمَرْنِي الخ کا پورا پورا ارتباط اس کے ساتھ ہو جائے جَمِيعًا۔ لفظاً اهْبِطُوا سے حال ہے اور معنی تاکید ہے یعنی سب اترو مجتمع ہو کر یا الگ الگ۔ ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔

فَامَا۔ فام عطف اور ترتیب کے لئے آیا ہے اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ للتأكيد سے مرکب ہے۔ پھر اگر: يَأْتِينَكُمْ۔ يَأْتِينَ مَضَارِعُ تَاكِيْدُ بِالْوَنِ ثَقِيْلَةٌ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ۔ اَتِيَانٌ مصدر باب ضرب، كُمْ ضمير مفعول جمع مذکر حاضر، كُمْ ضمير جمع کی، اَدَمُ وَحْوَا اور شَبُولُ اَبْلِسُ لَانِی كَمِيْیَی ہے یا اَدَمُ وَحْوَا اور اِن کی اولاد کے لئے کہ وہ احکام ہدایت متجانب اللہ کی مکلف ہے۔

فَمَنْ۔ ت ربط کے لئے ہے اور مَنْ شرطیہ ہے۔

هٰذَا اِی، مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر تَبِعَ کا مفعول۔ فَمَنْ تَبِعَ هٰذَا اِی۔ جملہ شرطیہ اس سے اگلا جملہ فَلَاحَوْثٌ عَلَیْكُمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ جواب شرط جملہ جزائیہ، یہ جملہ شرط و جزاء دونوں مل کر شرط اول۔ قَامًا يَأْتِينَكُمْ مَنِ هٰذَا اِی کی جزاء۔ فَلَاحَوْثٌ عَلَیْكُمْ معطوف علیہ اور وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ معطوف ہے ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ وَاَوْ عطف کا ہے لَا مثابہ بلیس منفی ہے ہُمْ مبتداء یَحْزَنُوْنَ فعل با فاعل مضاف کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حَزْنٌ یَاب سَمْعٌ مصدر غمگین ہونا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(۳۹:۲) خَالِدُونَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر خَلَوْوْا باب نصر سے مصدر ہمیشہ ہنے والے۔

(۴۰:۲) یٰبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ۔ یاء حرف نداء بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ مضاف، مضاف الیہ مل کر منادی۔ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ اصل میں بنی اسرائیل تھا۔ ن جمع اضافت کے سبب گر گیا۔ اِسْرَآئِیْلَ منصوب بوجہ غیر منصوب عجم و معرفہ ہونے کے ہے۔ اِسْرَآئِیْلَ کے معنی عَبْدُ اللّٰہ یعنی اللہ کا بندہ ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ لے اسرائیل کے بیٹوں، یا اے اسرائیل کی اولاد۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔

اَذْکُرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذِکْرٌ باب نصر تم یاد کرو،

بِعَمَلِی۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری نعمتیں، میرے احسان۔ یہاں نعمت لفظاً واحد ہے لیکن اس کے معنی جمع کے ہیں کیونکہ نعمت ایک نہ ستمی بلکہ غیر متناہی نعمتیں۔ یہی ضمیر واحد متکلم کی ہے۔ میری نعمتیں۔

اَذْفُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر (اَفْعَالُ) تم پورا کرو۔

عَنْدَى - مضاف مضاف الیه - میرا عہد۔

اَوْفٍ - مضارع کا صیغہ واحد متکلم - الیاء (انعال) مصدر میں پورا کروں گا۔

اِنْهَدِکُمْ - یعنی وہ وعدہ جو میں نے تم سے کیا ہے اُوْفِ اصل میں اُوْفِ تھا۔ لیکن اُوْفِ لِهَدِکُمْ جملہ جزاء ہے جیسا کہ جملہ اولی شرطیہ کی خبر دے رہا ہے اس لئے اُوْفِ میں می حذف ہو گئی۔

وَاِیَّایَ فَاَرْهَبُوْنِ - واو ماطفہ ہے اِیَّایَ میں فعل محذوف ہے گویا عبارت یوں ہے اِیَّایَ اِرْهَبُوْا اِیَّایَ - ضمیر منصوب منفصل مفعول ہے۔ اور حصر کا فائدہ دیتی ہے، اور مفعول کو تخصیص کے لئے فعل سے مقدم لایا گیا ہے (ملاحظہ ہو: ۴۱) اِرْهَبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور تم صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

فَاَرْهَبُوْنِ - دوسرا جملہ ہے ف جزا کہ ہے۔ اس سے قبل جملہ شرطیہ محذوف ہے گویا کلام یوں ہے ان کنتم راہبین شیئاً فَاَرْهَبُوْنِ۔ اگر تم کسی شے سے ڈرتے ہو تو مجھ سے ڈرو۔ اِرْهَبُوْنِ - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ن وقایہ اور سی متکلم محذوف ہے اِرْهَبُوْا رَهْبَةً - مصدر باب سَمِعَ سے ہے رَهْبَةً ایسے خوف یاد رکھتے ہیں۔ جس میں احتیاط اور اضطراب دیے چینی شامل ہو۔

(۴۱: ۲) مَا اَنْزَلْتُ ماموصولہ اور اَنْزَلْتُ اس کا صلہ۔ اس کی تقدیر یوں ہے

بِمَا اَنْزَلْتُکُمْ جو میں نے نازل کیا ہے۔ یعنی قرآن مجید

مُصَدِّقًا - اسم فاعل واحد مذکر منصوب (تفعیل) مصدر سے۔ سچا ماننے والا، سچا کہنے والا۔ تصدیق کرنے والا۔ یہ حال مؤکد ہے حال محذوف سے جو کہ اَنْزَلْتُ میں ہے اِی اَنْزَلْتُکُمْ مُصَدِّقًا۔

مَا مَعَكُمْ، مَا موصولہ مَعَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ مراد اس سے تورات ہے۔

یہ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا اَنْزَلْتُکُمْ ہے، یعنی قرآن مجید۔

لَا تَشْتَرُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر (افتعال) مصدر۔ تم مت خریدو، تم مت مول لو و لَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ثَمَنًا قَلِيْلًا اور میری آیات میں (تحریف کر کے) ان کے بدلے سھوٹری قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو،

اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ قیمت کے عوض ایسا کرنا روا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کر کے جو قیمت بھی وصول کرو گے وہ حقیر ہے۔ کیونکہ دنیا کا مال خواہ کتنا ہی ہو۔ آخرت کی لذات کے مقابلہ میں وہ لاشی اور حقیر ہے۔ قرآن مجید میں ہے فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا خَسِرَةٌ (۳۸: ۹) سود دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تو بہت ہی قلیل ہے

وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ - اور مجھ ہی سے ڈرتے رہا کرو (ملاحظہ ہو: ۲: ۴۱) پہلی آیت میں فَاَرْهَبُوْا فرمایا کیونکہ خطاب بنی اسرائیل کے لوگوں سے تھا۔ اور یہودیوں جو خدا ترس تھے ان کو راہب کہتے تھے۔ بعد میں اِیَّایَ

فَاتَّقُوا اللَّهَ ارشاد ہوا کیونکہ جب وہ راہب ایمان لا کر امت محمدیہ میں داخل ہو جائیں گے۔ تو امت محمدیہ میں خدا ترس کو متقی کہتے ہیں۔

۴۲:۲ لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ - لَا تَلْبِسُوا فعل نہیں جمع مذکر حاضر، لَبَسْتُ مصدر باب صَوَّبَ، سے دراصل لَبَسْتُ کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں لیکن دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً الَّذِينَ آمَنُوا أَدْلَمَ يَلْبِسُوا اِيْمَانَهُمْ يَظْلِمُ (۸۲:۶) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ یا آیت ہذا لَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔

لَبَسَ الثَّوْبَ کے معنی کپڑا پہننے کے ہیں۔ اور جو چیز پہنی جائے اسے لباس کہتے ہیں۔ تمثیل اور تشبیہ کے طور پر تقویٰ کو بھی لباس کہا ہے مثلاً لَبَسَ التَّقْوَىٰ (۲۶:۴) اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے۔

وَلَا تَكْمُمُوا الْحَقَّ ای وَلَا تَكْمُمُوا الحق اور حق بات کو نہ چھپاؤ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ پر ہے وَلَا أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ: جملہ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ تم اس بات کا علم رکھتے ہو۔ اس سے خوب واقف ہو، اس کو خوب جانتے ہو۔

۴۳:۲ اَقِمُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقَامَةً (افعال) جس کے معنی 'ٹھہرنے قائم کرنے اور درست رکھنے کے ہیں نماز کے ساتھ اَقَامَ يُقِيمُ کا مطلب ہے نماز پر دوام اور اس کے ارکان کی حفاظت کرنا، سوا اَقِيْمُوا الصَّلَاةَ کے معنی ہوئے نماز کو باقاعدہ اور ہمیشگی کے ساتھ ادا کیا کرو۔

ق د م مادہ سے مختلف مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوتے ہیں

الْوُ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ایتاء (افعال) مصدر، تم دو۔

الزکوٰۃ۔ مادہ۔ ذک۔ ی۔ اس کے اصل معنی اس نمو (افزونی، بڑھوتری) کے ہیں جو برکتِ الہیہ سے حاصل ہو اور اس کا تعلق دنیادی چیزوں سے بھی ہے اور آخری امور کے ساتھ بھی۔ شرع میں زکوٰۃ وہ حصہ مال ہے جو مال سے حق الہی کے طور پر نکال کر فقراء کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ یا تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور یا اس لئے کہ اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ یعنی خیرات و برکات کے ذریعے اس میں نمو ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے تسمیہ میں ان ہر دو امور کا لحاظ کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ دونوں خوبیاں زکوٰۃ میں موجود ہیں۔

ذُكِّيْ يُزَكِّي تَزَكِيَةً (باب تفعیل) پاک کرنا، اصلاح کرنا۔ مثلاً قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا (۹۱:۹۱) جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔

وَارْكَعُوا۔ واو عطف کا ہے اِرْكَعُوا فعل امر جمع مذکر حاضر، اِرْكَعُوا باب فَتَحَ مصدر سے جس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے پھر کل کو جزء کے ساتھ تعبیر کر کے رکوع سے

مراد نماز بھی لی جاتی ہے اور یہاں اشارہ نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف ہے، محض عاجزی اور انکاری کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مثلاً لبید کا شعر ہے۔

أَخْبَرُ أَخْبَارَ الْقُرُونِ الَّتِي مَضَتْ
أَدَبْتُ كَأَنِّي كُلَّمَا قُمْتُ دَاكِعٌ

میں گزشتہ لوگوں کی خبر دیتا ہوں (میں سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے) رینگ کر چلتا ہوں اور خمیدہ پشت کھرا ہوتا ہوں۔

۲: ۴۴۔ اَتَاْمُرُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے اور جملہ تَاْمُرُوْنَ النَّاسِ... الخ پر داخل ہے یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا مت کرو۔ تَاْمُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اَمَرٌ مصدر (باب نصر) تم حکم دیتے ہو۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسِ بِالْبِرِّ۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور... الخ (البیڑ) نیکی کرنا۔ سبھائی کرنا۔ نیکو کاری مصدر ہے۔

وَأَمْسُتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ۔ یہ جملہ حال ہے ضمیر فاعل تَتْلُوْنَ سے۔

تَتْلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ تم پڑھتے ہو، تم تلاوت کرتے ہو۔ الْكِتٰبُ سے مراد یہاں توراہ ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے اور فار عاطفہ ہے۔ اس صورت کی مندرجہ ذیل توجیہات ہیں۔
(۱) جیسا کہ اجزائے جملہ معطوف کا عام قاعدہ ہے کہ حرف استفہام حرف عطفت کے بعد آتا ہے مثلاً فَاِنْ تَذٰهَبُوْنَ فَلَیْفَ تَنْتَقُوْنَ۔ وغیرہ۔ لیکن ہمزہ استفہامیہ حرف عطفت پر اس امر پر آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔ اس کی چند اور مثالیں قرآن مجید میں یہ ہیں۔ اَوْكَلَّمَا عٰهَدُوْا عٰهَدًا (۲: ۱۰۰) اَفَاَمِنْ اَهْلِ الْقُرْیٰ (۴: ۹۷) اور اَتْمَرًا اِذَا مَا دَقَعَ (۱۰: ۵۱)

(۲) ہمزہ استفہامیہ کے بعد عبارت مقدر ہے جو اگلے جملہ معطوف کے لئے معطوف علیہ ہے۔ یعنی تقدیر کلام یہ ہے اَتَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ کیا تم کتاب پڑھتے ہو۔ پھر کیوں نہیں سمجھتے؟

(۲: ۲۵) اِسْتَعِیْنُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتِعَانَةٌ (اِسْتَفْعَالَ) مصدر۔ تم مدد طلب کرو۔

ملاحظہ ہو (۱: ۴)

اِنَّهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الصلوٰۃ ہے۔

لِکِبْرُوۃ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے کِبْرُوۃ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ الصلوٰۃ کی صفت ہے بمعنی شاق، دشوار۔

اَلْخٰشِعٰتِ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُشُوۃ مصدر (باب فتح) ڈرنے والے۔ عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے

والے۔

۴۶:۲ الذِّینَ..... إِلَیْهِ لَاجِعُونَ۔ اپنی حملہ ترکیب نحوی کے ساتھ صفت ہے اپنے موصوف الخشعیین کی۔

مُلَاقُوا رَبِّهِمْ۔ مَلَّاقُوا۔ اسم فاعل جمع مذکر مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ (اضافہ کی وجہ سے مَلَّاقُونَ کانون جمع گر گیا ہے) اپنے رب کو پہنچنے والے، اپنے رب کو پانے والے۔
لَاجِعُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر رُجُوعٌ مصدر رَاجِعٌ واحد لوٹنے والے۔ پھر آنے والے۔

۴۷:۲۔ عَلَى الْعَلَمِیْنَ۔ تمام عالموں پر، تمام جہانوں پر۔ اگرچہ عالم کا اطلاق ماسویٰ اللہ کے جمع مخلوق پر ہوتا ہے۔ اور جب اس کو جمع کر کے عالمین بولا جائے تو اور بھی شمول اور عموم کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ ایک محاورہ ہے جس سے مراد اکثر لوگ ہیں، یعنی ہم نے تم کو دنیا کے اکثر لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔

اسی طرح کُل بول کر اکثر چیزیں مراد لی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ملک بلقیس کے متعلق وارد ہے وَأُوتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ اور اسے دیا گیا تھا ہر چیز سے حصہ۔ حالانکہ بہت سی چیزیں اس کو نہ ملی تھیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ اسے اکثر چیزیں دی گئی تھیں۔

۴۸:۲۔ لَا تَجْزِیْ۔ فعل نہی واحد مَوْنُث غائب (جس کا مرجع لَفْسُ ہے) جَزَاءً (باب ضَوْب) وہ کام آئے گی۔ وہ بدلہ ہوگی۔

شَدِیْقًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱) اگر شَدِیْقًا سے مراد حق ہو تو اس وقت لفظ شَدِیْقًا آیہ میں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور آیہ کے معنی ہوں گے۔ کہ کوئی کسی کے لئے حق کا بدلہ نہ دے گا۔

۲) اگر شَدِیْقًا سے مراد جزاء ہو تو مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور آیت کے معنی ہوں گے، کہ کوئی کسی کو بدلہ نہ دے گا۔ خواہ کسی قسم کا بدلہ دینا ہو

۳) بعض نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آویگا

۴) یہ بھی کہا ہے کہ کوئی قیامت کی سختیوں اور عذاب میں کسی کے لئے کفایت نہ کرے گا۔

لَا تَجْزِیْ..... الخ یَوْمًا کی صفت ہے

شَفَاعَةٌ۔ شفاعت شفع بمعنی جفت ہے۔ یعنی طاق کی ضد۔ گویا شفاعت کرنے والا۔ اپنے آپ کو اس کے ساتھ ملا کر (کہ جس کی یہ سفارش کرتا ہے) اس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے۔

لَا یُؤْخَذُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب أَخَذَ (باب نَصَر) مصدر وہ نہیں لیا جاتے گا۔

منہا۔ ضمیر ہا کا مرجع نفس عاصیہ (گنہگار شخص بھی ہو سکتا ہے اور نفس شافعہ (سفارش کرنے والا شخص)

بھی، راجح قول نفس ماصیہ ہے۔

عَدْل کے معنی برابری کے ہیں۔ چونکہ معارضہ اور قبیحہ کر دونوں برابر ہو جاتے ہیں اس لئے معارضہ اور قبیحہ اور بدل کو بھی عدل کہتے گئے۔ اور اسی لئے انصاف کو بھی عدل کہتے ہیں۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ ه وَاَوْعَاطِفٌ لَا يُنْصَرُونَ. مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

۲۹:۲ - وَاِذْ - وَاَوْعَاطِفٌ ہے۔ اِذْ بمعنی جب۔ جبکہ۔ جس وقت، چونکہ۔ اسم ظرف ہے اِذْ کبھی

مقابلات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے، اس سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر یوں ہے۔ وَاِذْ کُرَاِذْ۔۔۔۔۔ اور یاد کیجئے (یا ان سے ذکر کیجئے) جب۔۔۔۔۔ قرآن مجید میں جہاں بھی

وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْ کُرْ محذوف ہے۔ یہاں یہ جملہ اُذْ کُرُوا لِنَعْتِي (۲: ۴۷) کا معطوف ہے۔ اور

اسی طرح وَاِذْ فَرَقْنَا (۲: ۵۰) وَاِذْ دَعَا (۲: ۵۱) وَاِذْ اَتَيْنَا مُوسٰی (۲: ۵۳) وَاِذْ قَالَ مُوسٰی

(۲: ۵۴) وَاِذْ قُلْتُمْ (۲: ۵۵) وغیرہ کا عطف اُذْ کُرُوا لِنَعْتِي پر ہے۔

نَجِّنٰکُمْ. نَجَّیْنَا ماضی جمع متکلم (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہم نے تم کو بچایا۔ ہم نے تم کو نجات دی۔

یَسُوْءُ مُوْذٰکُمْ. مضارع جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول سُوءٌ۔ باب نصر مصدر۔

وہ تم کو تکلیف دیتے تھے وہ تم کو مجبور کرتے تھے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۲-۶)

سُوْءَ الْعَذَابِ - منافی مضاف الیہ مل کر یَسُوْءُوْنَ کا مفعول ثانی۔ سُوءٌ۔ بُرائی، بُرا کام سُوءٌ

الْعَذَابِ - عذاب کی سختی، یعنی سخت عذاب۔

جملہ یَسُوْءُوْنَ کُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ۔ حال ہے اِلِ فِرْعَوْنَ سے یا ضمیر نَجَّیْنَا کُمْ یا دونوں سے۔

دونوں جملے یَسُوْءُوْنَ کُمْ سے حال ہیں

ذٰلِکُمْ۔ یہ۔ یہی۔ ذٰ اسم اشارہ بعید ہے اور کُمْ ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ اس کا اشارہ التذبیح

اور الاستیحاء (بیٹوں کا ذبح کرنا اور عورتوں کو زندہ رکھنا) کی طرف ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَبْنَاءُ کُمْ۔ جملہ معطوف علیہ ہے۔ اور جملہ وَکِیْسَتْحٰیوْنَ لِبَنٰٓئِکُمْ معطوف۔

بَلَدًا مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ۔ بَلَدٌ مَّوصُوفٌ، عَظِیْمٌ صِفَتٌ مِّنْ جَارٍ۔ رَبِّکُمْ مَّضَافٌ

الیہ مل کر مجرور، جَارٌ مجرور مل کر متعلق موصوف

(۲: ۵۰) وَاِذْ۔۔۔۔۔ ملاحظہ ہو ۲: ۲۹

فَرَقْنَا ماضی جمع متکلم ہم نے پھاڑ دیا۔ ہم نے الگ الگ کر دیا۔ فَرَقٌ مصدر مبنی الگ الگ ہونا

الْكَالِكُ بَرْنَا۔ اسی سے فرق ہے جو بنا عت سے الگ ہو گیا ہو۔ تَبْ مَعْنَى لَا بے۔ وَادْفَرَقْنَا كَأَمْ
الْبَحْرَ۔ جب ہم نے متبار سے لئے دریا کو بچا دیا فَلَقَ بھی قریب قریب انہی معنوں میں آتا ہے قرآن مجید
میں ہے فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالْعَفْوَ الْعَظِيمِ۔ ۶: ۶۳) تو دریا بچھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا۔
گویا بڑا پہاڑ ہے البحر سے مراد بحیرہ قلزم ہے جسے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم نے مصر سے ہجرت کے وقت ملے
کیا تھا۔

فَاَنْجَيْنَاكُمْ۔ تَعْقِيبُ کی ہے اَنْجَيْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اَنْجَاءُ (افعال) مصدر بنحو مادۃ۔
بچالینا، نجات دینا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر پس ہم نے تم کو بچالیا دریا میں ڈوبنے سے، یا فرعون اور
اس کی فوج کے ہاتھوں پکڑے جانے سے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ جملہ حالیہ ہے اَعَزَّ قَتْنَا سے درآں حالیکہ تم ان کا غرق ہونا دیکھ رہے تھے۔
۲: ۵۱۔ دَعَا ماضی جمع متکلم مواعداً (مفاعلة) مصدر باب مفاعلة اگرچہ اشتراک عمل چاہتا ہے لیکن
اہل عرب کے روزمرہ میں واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں دَايَبْتُ الْعَلِيلَ۔ میں نے بیمار کا علاج
کیا۔ عَايَبْتُ اللَّصَّ میں نے چور کو سزا دی۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے (موسیٰ سے) وعدہ کیا
اشتراک کی صورت... یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ کیا۔ اور حضرت موسیٰ نے اسے قبول کیا گویا

حضرت موسیٰ کا وعدہ کو قبول کرنا وعدہ سے مشابہ فعل ہونے کی وجہ سے وعدہ ہی کے ضمن میں آتا ہے
فَاَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ جب بنی اسرائیل غلامی کی لعنت سے نجات حاصل کر کے آزادی کی نعمت سے سرفراز کئے
گئے۔ تو مشیت ایزدی یہ ہوئی کہ انہیں ایک کتاب شریعت دی جائے جس میں پورا نظام شریعت اور دستور
زندگی مندرج ہو جس پر عمل کر کے وہ بے راہ روی سے بچتے رہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر چالیس
روز کا چلہ پورا کرنے کا حکم ہوا۔ جسے حضرت موسیٰ نے تسلیم کیا، یہی یہ وعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اربعين ليلة۔ چالیس راتیں۔ مراد چالیس دن اور رات۔

ثُمَّ۔ پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے۔

اِتَّخَذْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، اتخاذاً (افعال) مصدر تم نے اختیار کیا۔ تم نے بنالیا۔ الْعَجَلَ بچھڑا۔
گائے کا بچہ۔ اس کی جمع عَجُولٌ اور مَوْنٌ عَجَلَةٌ یہ اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول ہے۔

اس جملہ اِتَّخَذْتُمْ الْعَجَلَ میں مفعول ثانی محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اِتَّخَذْتُمْ الْعَجَلَ
إِلَھَا تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

وَاَنْتُمْ ظَالِمُونَ۔ جملہ حالیہ ہے فاعل اِتَّخَذْتُمْ سے اور حال یہ ہے کہ ایسا کرنے سے تم نے عبادت
کو اس کی غلط جگہ پر مٹھرایا لہذا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مرتکب ہوئے۔

۵۲:۲ - عَفَوْنَا عَنْكُمْ - عَفَوْنَا (الصلوة عَنْ) ماضی کا صیغہ جمع مکمل ہے۔ عَفَوْ (باب اُصو) سے مصدر عن کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی معاف کرنا۔ عَفَا عَنْ ذَنْبِهِ۔ اس نے اس کا گناہ معاف کر دیا عَفَا اللَّهُ عَنْهُ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے۔

لَعَلَّكُمْ - لَعَلَّ حرف مشابہ بالفعل ہے امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ (۴۲: ۱۷) شاید قیامت قریب ہی آ پہنچی ہو، کُم اسم ہے لَعَلَّ کا۔ شاید تم۔

تَشْكُرُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر، شَكَرْتُ وَتَشْكُرُونَ (باب نَصَرَ) مصدر۔ شکر ادا کرنا۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ شاید کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

(۵۳: ۲) اَلْكِتَابِ - سے مراد۔ تورات ہے۔

الْفُرْقَاتِ کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جاسکے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ اَلْفُرْقَاتُ فَرْقٌ سے ابلغ ہے کیونکہ یہ حق اور باطل کو الگ الگ کر دینا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے فَرْقٌ کا لفظ عام ہے جو حق اور باطل کو الگ الگ کرنے کے لئے بھی آتا ہے اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی آتا ہے۔

علماء کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اَلْكِتَابِ اور اَلْفُرْقَاتِ کے درمیان عطف تفسیری ہے۔ اور مراد دونوں سے ایک ہی ہے (۲) اس سے مراد یہاں توریت اپنے احکام و شرائع کے لحاظ سے ہے۔ (۳) اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئے تھے۔ (۴) اس سے مراد وہ فتح و غلبہ ہے جو بنی اسرائیل کو حکومت فرعون کے مقابلہ میں عطا ہوا تھا۔

۵۴: ۲ - وَاِذْ قَالَ - ملاحظہ ہو ۴۹: ۲ - يٰاَقَوْمُ - يٰا حَرِّ نَارِ قَوْمٍ منادی۔ قَوْمِ اصل میں قَوْمِي تھا۔ ہی مکمل حذف کر کے کسرہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔

يٰا تَخٰذِكُمْ الْعِجْلَ - بآء سببیہ ہے اِتَّخَذَ مصدر۔ (ملاحظہ ہو: ۵۱) مضاف کُم ضمیر جمع مذکر ماضی، مضاف الیہ۔ اَلْعِجْلُ مفعول اِتَّخَذَ مصدر کا۔ اپنی گتوں سالگیری کے سبب سے۔ یعنی گائے کے بچھڑے کو بطور معبود اپنا لینے کے سبب سے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

فَتَوَلَّوْا - ت سببیہ ہے۔ تَوَلَّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ پس تم تو ہٹ کر۔

بَارِئُكُمْ مِّنَ الْمَوْتِ مضاف الیہ۔ بَارِئُ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے۔ ایجاد و اختراع کرنے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اس کا مادہ بَرَّءُ ہے اَلْبَرُّ اَلْبَرَاءُ وَالْبَرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں یا بیماری ظاہر کرنے کے۔ مثلاً بَرَأْتُ مِنَ الْمَوْتِ میں نے بیماری سے

نجات پائی یعنی میں تندرست ہو گیا۔ اور جَلَّاتٌ مِّنْ قُلُلَاتٍ دَتَبَرَتْ مِیْن فِلَاسِ سے بیزاریوں قرآن مجید میں ہے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (۹۱:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔
بَارِئُكُمْ مِّمَّہَا خَالِقٌ، تمہارا پیدا کرنے والا

فَاَقْتُلُواْ اَنْفُسَكُمْ۔ فَاَوْ تَعْقِبُکُمْ۔ اَقْتُلُواْ فَعْلِ امر جمع مذکر حاضر قَتَلَ مصدر رباب نصر سے اَنْفُسَكُمْ مضنات منفات الیہ مل کر مفعول اَقْتُلُواْ کا۔ پس قتل کرو اپنی جانوں کو، یعنی تم میں سے جو بری ہیں وہ مجرموں کو قتل کریں (خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں)

ذٰلِکُمْ۔ یہی یعنی التوبة والقتل۔ توبہ اور قتل جو اوپر مذکور ہے

خَيْرٌ۔ اَفْعَلِ التَّقْضِيلِ کا صیغہ ہے ہمزہ مخدوف ہے اِی ذٰلِکُمْ خَيْرٌ لَّکُمْ مِّنَ الْعَصِيَاۤتِ وَالْاَصْرَارِ علی الذنب یعنی عصیان اور اصرار گناہ کے مقابلہ میں یہ توبہ اور قتل تمہارے لئے بہتر ہے
فَتَاۤبَ عَلَیْکُمْ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱، اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے تو اس کا حیدر شرطیہ مخدوف ہے تقدیر کلام یہ ہے اَنْ فَعَلْتُمْ مَا اُمِرْتُمْ بِهِ فَقَدْ تَابَ عَلَیْکُمْ۔ اگر تم نے وہی کیا جس کا تمہیں حکم ملا تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کر لیگا

۲، اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے تو فَتَاۤبَ عَلَیْکُمْ حِلْمٌ مَّخْطُوفٌ ہے جس کا عطف مخدوف عبارت پر ہے اِی فَعَلْتُمْ مَا اُمِرْتُمْ بِهِ فَتَابَ عَلَیْکُمْ۔ تم نے وہی کیا جس کا تم کو حکم ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی
۵۵:۲۔ وَاِذْ قُلْتُمْ..... ملاحظہ ہو ۲:۲۹

لَنْ تُوْمِنَ۔ مفارع منفی تاکید لَمَنْ۔ لَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے صیغہ جمع متکلم۔ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

جَهْرَةً۔ جَهْرًا جَهْرًا۔ (باب فتم) سے مصدر ہے، جس کا مطلب آواز کو بلند کرنا ہے جَهْرًا بِالْقُرْآنِ میں نے پڑھنے میں آواز کو اٹھایا۔ یا بلند کیا۔ مگر یہاں دیکھنے کے معنی میں مستعار لیا گیا ہے کھلم کھلا یا رو برد کیمننا جَهْرَةً یا تو نری کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ جَهْرَةً میں بھی ایک قسم کی رویت پائی جاتی ہے یا فاعل ضمیر فاعل نری یا مفعول بہ اللہ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الصَّعِقَةُ۔ بجلی کی کڑک، ہولناک دھماکہ، بعض علماء کے نزدیک صاعقہ تین قسم پر ہے۔ (۱) یعنی موت و ہلاکت، جیسے فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۲۹:۶۸) اور جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب مرجائیں گے۔ (۲) یعنی عذاب مثلاً اَنْذَرْتُمْ صَعِقَةً مِّثْلَ صَعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (۴۱:۱۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔ (۳) یعنی آگ اور بجلی کی کڑک جیسے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقُ فَيُصِیْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳:۱۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی

دیتا ہے۔

وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ جملہ حالیہ ہے۔

۵۶:۲ بَعَثْنَكُمْ۔ بَعَثْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ بَعَثْتُ (باب فتح) مصدر اٹھا کھڑا کرنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔

پنابچہ یَوْمِ الْبَعْثِ اس سے ہے یعنی دوبارہ اٹھنے کا دن۔

لَعَلَّكُمْ شَايِدَ تَمَّ۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۲۱، ۲: ۵۲)

۵۷:۲۔ وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔ اور اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّاءَ وَالتَّلْوِيَّ ہر دو جلوں کا عطف بَعَثْنَكُمْ

پر ہے۔ ظَلَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَخْلِيلُ (تَفْعِيل) مصدر سے، ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سایہ لگن کر دیا۔
عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ۔ عَلَيْكُمُ۔ جار مجرور مل کر متعلق فعل ہے اور الْغَمَامَ اسم جنس ہے اور فعل ظَلَّلْنَا کا مفعول
ہے بمعنی ابر، بادل۔ اَلْمَنَّاءُ اسم ہے شبہی گوند جو اسی تہ میں بھٹکنے والے اسرائیلیوں کے کھانے کے لئے اللہ
تعالیٰ روزانہ درختوں پر جمادیتا تھا۔

اَلتَّلْوِيَّ۔ ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں

كُلُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَكْلٌ (باب نصر) مصدر سے اصل میں اُذْكُلُوا تھا۔ تم کھاؤ۔

طَيِّبَاتٍ، ستھری چیزیں، پاکیزہ چیزیں۔ طَيِّبَةٌ کی جمع طَيِّبَاتٍ مضاف ہے مَا رَزَقْنَكُمْ ما موصولہ
رَزَقْنَكُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول اور صلہ مل کر مضاف الیہ طَيِّبَاتٍ کا۔

جو بطور رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں کا صاف ستھرا و پاکیزہ حصہ۔

وَمَا ظَلَمُونَا۔ مانا یہ ہے جملہ کا عطف محذوف عبارت پر ہے

فَظَلَمُوا اَوَّلَكُمْ يُقَابِلُوا النِّعَمَ بِالشُّكْرِ۔ پس انہوں نے ظلم کیا اور نعمتوں کو شکر کے ساتھ قبول نہ کیا۔ وَمَا
ظَلَمُونَا اس ناشکری سے، انہوں نے ہم پر تو ظلم نہ کیا (یعنی ہمارا تو کچھ نہ بگاڑا) وَكَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ
لیکن اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے ہیں۔ یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑتے ہیں۔ كَانُوا اَيَّ ظَلِمُونَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ
جمع مذکر غائب ہے۔

فَاَنْذَرْنَا مَا رَزَقْنَكُمْ تَمَّ مخاطبین سے بلا واسطہ خطاب تھا۔ اب ان کی اہانت کے لئے ضمیر غائب لائی
گئی ہے کہ تم نے ہماری نعمتوں کی قدر دانی نہ کی اور کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوئے لہذا تم خطاب کے لائق نہیں رہے۔
اس التفاتِ ضمائر کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔

۵۸:۲۔ مِنْهَا۔ هَا، ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْفُرْيَةِ کی طرف راجع ہے اِیْ مِنْ طَعَامِ الْقَرْيَةِ و ثَمَارِهَا یعنی اس قریہ
میں جو طرح طرح کی نعمتیں اور میوے ہیں وہ کھاؤ۔

اَلْفُرْيَةُ بَیْتِ۔ منصوب بوجہ ظرفیت یا بوجہ مفعول ہے اس کی جمع اَلْفُرَى ہے۔ یہ کونسی بستی تھی اس کے متعلق

مختلف اقوال ہیں، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد اریحہ ہے بعض کے نزدیک اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایلیاہ ہے، اور بعض اس سے شام مراد لیتے ہیں۔

حَيْثُ نَشِئْتُمْ - حَيْثُ جہاں جس جگہ۔ ظرف مکان ہے بنی بصرہ ہے نَشِئْتُمْ - شَاءَ يَشَاءُ مَشِيَّةً (باب سَمْعِ) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں نَشِئْتُمْ تھا۔ یہی کی حرکت، ماقبل کو دی، اور یہی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ نَشِئْتُمْ ہو گیا، تم نے چاہا۔ حَيْثُ نَشِئْتُمْ جہاں سے چاہو۔

رَعْدًا بِافراغت، خوب، اچھی طرح۔ وسیع۔ یہ اصل میں رَعْدًا يَرَعْدُ (باب سَمْعِ) کا مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے، اور صفت مشبہ ہو کر مستعمل ہے رَاعِدٌ کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ۔ مطلب یہ کہ کھاتے پھرتے، اس میں جہاں چاہو محفوظ ہو کر (رعبت سے خوب اچھی طرح) منصوب بوجہ مصدر کے ہے یا نہ ہو۔

آلْبَابٌ - دروازہ۔ آلبَابُ معرفہ لایا گیا ہے کہ اس سے مراد القریۃ کا دروازہ ہے جو القریۃ سے اریحہ مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک، الباب سے مراد اس شہر کا کوئی بھی دروازہ ہے اور اس کے سات دروازے بتائے جاتے ہیں فمن قال ان القریۃ اریحہ قال ادخلوا من ای باب کان من ابوابہا وکان لہا سبعة ابواب، اور جن کے نزدیک القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے الباب سے مراد بیت المقدس کا خاص دروازہ ہے جسے باب حطہ کہتے ہیں ومن قال ان القریۃ ہی بیت المقدس قال لہو باب حطہ۔

سُجَّدًا ضمیر ادخلوا سے مال ہے سجدہ کرتے ہوئے سُجَّدًا سَاجِدٌ کی جمع ہے بعض نے سجدہ کے یہاں لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی تذلیل و انکسار، خشوع و خضوع۔ اور جگہ کا مطلب ہے کہ جب تم دروازے سے داخل ہو تو نہایت انکساری اور تواضع سے مطیع اور فرمانبرداروں کی طرح داخل ہو

اور جنہوں نے اس کے شرعی معنی لئے ہیں ان کے نزدیک مطلب یہ ہو گا کہ جب تم دروازہ کے اندر داخل ہو جاؤ تو سجدہ شکر بجالاؤ۔ بعض نے اس سے جھکنا اور رکوع مراد لیا ہے

حِطَّةٌ۔ حَطَّ يَحْطُ (باب نَصَو) حَطَّ مصدر، اترنا، نازل ہونا۔ ای اَنْزَلَهُ۔ اس نے اسے اونچی جگہ سے نیچی جگہ رکھا چنانچہ کہتے ہیں حَطَطْتُ الرَّحْلَ میں نے سواری سے پاؤں اتار کر نیچے رکھ دیا اور یہاں حِطَّةٌ سے مراد یہ ہے حَطَّ عَنَّا ذُنُوبَنَا۔ (اے اللہ، ہمارے گناہ ہم سے اتار دے) یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی دعا کرو بعض کے نزدیک اس کے معنی معلوم نہیں محض امثال امر مقصود تھا۔ بعض نے اسے توبہ کے معنی میں لیا ہے۔ اور یہ ذُنُوبُ کا مفعول بھی ہو سکتا ہے یعنی تم حِطَّةٌ حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہو۔

لَعَنَ لَكُمْ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بوجہ جواب امر کے مجزوم ہے۔ تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے خَطِيئَتُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری خطائیں۔

سَنَزِيدُ الْمُحْسِنِينَ۔ سن مصدر ع پر داخل ہو کر اسے مستقبل کے معنی دیتا ہے مُحْسِنِينَ اسم فاعل جمع مذکر مُحْسِنٌ واحد، نیکو کار مرد۔ احسان کرنے والے۔ مہربانی کرنے والے۔ یعنی اس حکم کی تعمیل پر تم میں سے جو گنہگار ہیں ان کی توبہ قبول ہوگی اور ان کو مغفرت عطا ہوگی، اور جو تم میں پہلے ہی نیک اور فرمانبردار ہیں ان کے لئے ثواب بڑھا دیں گے۔

۵۹:۲ مَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ۔ فاء عاطفہ ہے بَدَّلَ فَعَلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا یہ جملہ فاعل ہے فعل بَدَّلَ کا حَوَّلَ اَعْيَوُ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے فعل بَدَّلَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر حملہ فاعل ہے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا۔ (یعنی جو نافرمانی کرنے والے تھے) اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا بدل کر کوئی غیر قول بولنے لگے۔ یعنی جو الفاظ ان کو تلقین کئے گئے تھے۔ انہیں ترک کر کے ازراہ استہزاء اور کلمات بکنے لگے۔ اس امر میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ کلمات کیا تھے لیکن حاصل یہی ہے کہ بجائے توبہ و انابت کے وہ تمسخر سے کام لینے لگے۔

فَأَنزَلْنَا۔ فاء ترتیب کی ہے اس پر۔ تو۔ پس ہم نے اتارا یا نازل کیا۔ رَجَزًا۔ عذاب بلا، عقوبت۔ آفت۔ رَجَزًا مِّنَ السَّمَاءِ ایک آسمانی آفت۔ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ، بآء سببیہ ہے مَا موصولہ اور كَانُوا يَفْسُقُونَ حملہ فاعل ہو کر صمد۔ كَانُوا يَفْسُقُونَ، ماضی استمراری جمع مذکر غائب حِسْقٌ (باب نصر) مصدر سے، بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے یا کرتے رہے تھے۔

۶۰:۲ - وَادِّ يَادُكَ وَاجِبٌ۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲-۱۴۹)

اِسْتَسْقَىٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتَسْقَىٰ اِسْتَفْعَالَ مصدر اس نے پانی مانگا۔ اس نے پانی طلب کیا سَقَىٰ مادہ۔ السَّقَى وَالسَّقْيَا کے معنی پانی پینے کی چیز دینے کے ہیں (مثلاً پانی۔ شربت۔ شراب وغیرہ)۔ سَقَى يَسْقِي (باب ضرب) وَاسْقَى يَسْقِي (باب افعال) پانی پینے کے لئے دینا۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں۔ را، باب ضَرْب سے وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا۔ (۴۶-۲۱) اور اُن کا پروردگار اُن کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا (۲) باب افعال سے وَاسْقَيْنَاكُم مَّاءً فُورَاتًا (۴۶-۲۴) اور تم کو میٹھا پانی پلایا۔ السَّقَايَةُ پینے کا برتن۔ جَعَلَ السَّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ (۱۲: ۴۰) اس نے اپنے بھائی کے شیشے یا پالان میں پینے کا برتن رکھ دیا۔

الْحَجَرِ۔ پتھر۔ اس میں الف لام عہد کا ہے (یعنی خاص پتھر مراد ہے) بعض کے نزدیک الف لام جنس کا ہے کوئی خاص پتھر نہ تھا۔ بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جس پتھر پر عصا مارتے اس میں سے چشمے ابل پڑتے فَانْفَجَرَتْ۔ فاء سببیہ ہے۔ فَانْفَجَرَتْ سے قبل عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَضْرَبَ فَانْفَجَرَتْ۔

الْفَجَرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب (انْفَجَارٌ) مصدر۔ خوب پھوٹ نکلتا۔ الْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ مثلاً بولتے ہیں فَجَرَ قَدْ قَالَ فَجَرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا تو وہ بہہ گیا۔ صبح کو فجر اس لئے بولتے ہیں کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنْ اضْرَبَ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْبَجَسَتْ مِنْهُ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۴: ۱۶۰) تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاسھی کو پتھر پر مار دو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

الْفَجَارُ اور اِنْبَجَاسٌ میں فرق یہ ہے کہ اِنْبَجَاسٌ صرف کسی تنگ چیز سے بہہ نکلنے کا نام ہے اور الْفَجَارُ کا استعمال تنگ مقام ہو یا فراخ دونوں کے متعلق ہوتا ہے۔

كُلُّ اُنَاسٍ۔ اُنَاسٌ جمع جس کی لفظی طور پر واحد نہیں ہے بعض کے نزدیک غیر لفظی طور پر اِنَّہٗ اُن کی جمع ہے یا اِنْسٌ کی۔ اس کے معنی ہیں لوگ۔ یہاں کُلُّ اُنَاسٍ کے معنی کُلُّ سَبِطٍ ہر قبیلہ نے ہر گروہ نے۔

مَشْرَبٌ مضاف مضاف الیہ۔ مَشْرَبٌ اسم ظرف مکان ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کے لئے ہے۔

لَا تَعْتُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر عِثٌّ اور عِثٌّ (باب سجع) مصدر سے جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں۔ مُفْسِدِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، فساد ڈالنے والے، فساد کرنے والے۔ یہ لَا تَعْتُوا کا حال مؤکد ہے۔

وَ اِذْ قُلْتُمْ : اٰیَ ذَا ذِكْرِ الْوَقْتِ اِذْ قُلْتُمْ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے کہا۔ طَعَامٍ وَّ اَحَدٍ۔ مراد اس سے وہ خوراک تھی جو صحرائے تیر میں ان کو بصورت من و سلوی ملتی تھی۔ طَعَامٍ وَّ اَحَدٍ اس لئے کہا کہ روز بھی دو چیزیں ایک ہی قسم کی بلا تنوع ملتی تھیں اور پس۔

فَاذْعُ لَنَا۔ فاء عاطفہ سببیہ ہے۔ ہمارے عدم صبر کے سبب سے ہمارے لئے مانگو۔ اذْعُ فعل امر واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ باب نصر۔ مصدر سے۔ تو مانگ۔ تو دعا کر۔

يُخْرِجُ لَنَا۔ يُخْرِجُ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر صیغہ واحد مذکر غائب ضمیر کا مرجع ذٰلِكَ (تیرا رب) ہے کہ ہمارے لئے پیدا کرے۔ يُخْرِجُ لَنَا کے بعد شَيْئًا محذوف ہے کہ کوئی ایسی شے پیدا کرے۔

مِمَّا مرکب ہے مِنْ تَبْعِيضِہ اور مَا موصولہ سے۔

تَنْبُتُ الْاَرْضُ۔ تَنْبُتُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِنْبَاتٌ (اِنْفَعَالٌ) مصدر۔ جو زمین اگاتی ہے۔

مطلب یہ کہ اپنے رب دعا کر و کسی ایسی چیز کے پیدا کرنے کی جو زمین سے اگتی ہو اور از قسم ساگ ... الخ، مِنْ بَقْلِہَا۔ مِنْ بیانیہ ہے بَقْلٌ ساگ، ترکاری۔ مضاف ھا ضمیر واحد مؤنث غائب (الْاَرْضُ) کے لئے، مضاف الیہ۔

قَتَّانِہَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ قَتَّانٌ۔ اسم جنس ہے۔ اس کی جمع نہیں آتی۔ گکڑیاں۔ یا ککڑیاں۔

فَوْمًا۔ مضاف مضاف الیہ۔ فَوْمٌ۔ گیہوں۔ (راعب، ابن عباس) نبوہاشم کی زبان میں بھی فَوْمٌ گیہوں کے معنی میں استعمال آتا تھا۔ بعض کے نزدیک جس اناج کی روٹی پختی ہو اسے فَوْمٌ کہتے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ اصل میں فَوْمٌ تھا۔ جس کے معنی لہسن کے ہیں۔ ثناء کو فاء سے بدل دیا ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ مَعَاثِرُ (مُعْثَرٌ کی جمع ایک قسم کی گوند ہے) مَعَاثِرُ (مُعْثَرٌ کی جمع ایک درخت کی گوند) کہا جاتا ہے۔

عَدَسَاتِہَا مضاف مضاف الیہ عَدَسٌ بمعنی مسور۔

بَصَلِہَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَصَلٌ بمعنی پیاز۔

ان سب میں ہا ضمیر واحد مونث غائب الارض کے لئے ہے۔

قَالَ اٰی قَالَ مُوسٰی اذْ قَالَ اللّٰہُ ۔ اس سے اگلی عبارت مَا سَأَلْتُمْ تک اس قول کا متوالہ ہے۔
اَلتَّٰبِدِ لَوْنٌ۔ الف استفہامیہ ہے۔ تَسْتَبِدُّ لَوْنٌ مضارع کا صیغہ جمع مذکر مانر ہے۔ اِسْتَبَدَّ اَلْ (اِسْتَفْعَال) مصدر سے۔ تم بدل لے ہو۔

اَلَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی۔ اپنی جملہ تراکیب کے ساتھ یہ جملہ مفعول بہ ہے فعل تَسْتَبِدُّ لَوْنٌ کا۔ اور بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ متعلق فعل تَسْتَبِدُّ لَوْنٌ کا۔

اَدْنٰی مادہ دَلُو سے مشتق ہے۔ اور دَانَ دَدْنِ کا اسم تفضیل ہے اس کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔ (۱) اگر اقصی کے بالمقابل آئے تو اقْرَبُ کے معنی دیتا ہے مثلاً اِذَا نَشْتُمْ بِالْعُدُوَّةِ الَّذِیْنَآ وَهَلُمَّ بِالْعُدُوَّةِ اَلْقُصُوْا (۲۲-۸) جب تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے۔ اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر (دُنِیَا مَوْتِہ) ہے۔ اَدْنٰی کی اور قُصُوْا مَوْتِہ ہے اقصی کی۔

(۲) اگر اکبر کے مقابل میں آئے تو بمعنی اصْغَرَ آتا ہے۔ مثلاً وَلَمَّا یَقْنَمُ مِنَ الْعَذَابِ اَلَّذِیْ دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ۔ (۳۱-۳۲) اور ہم ان کو (قیامت کے دن) بڑے عذاب کے سوا عذاب اصغر (دنیا کے عذاب) کا بھی مزہ چکھائیں گے۔ (۳) کبھی بمعنی اول (نشاة اولی) استعمال ہوتا ہے اور الْاٰخِرِ (نشاة ثانیہ) کے مقابل میں بولا جاتا ہے۔ مثلاً خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ (۲۲-۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

(۴) کبھی اَدْنٰی بمعنی اَرْدَل بھی آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں اَلتَّٰبِدِ لَوْنٌ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ (۹۱:۲) سمیلا عندہ چیزیں جھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔

جب اَدْنٰی بمعنی اَرْدَل ہو تو دَدْنِ کا اسم تفضیل ہوگا۔ دوسری صورتوں میں دَانَ سے۔

اِھْبِطُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ھَبُوْطٌ (باب ضَرَبَ) تم سب اترو، (نیز ملاحظہ ہو ۳۶:۲ متذکرۃ الصدر)

مِصْرًا۔ اسم مکہہ باتنوں بمعنی کوئی شہر۔ مِصْرٌ (باب نَصَرَ) شہر بنانا۔ شہر کو آباد کرنا۔ اِھْبِطُوْا مِصْرًا۔ جاؤ کسی شہر میں جا رہو۔

فَإِنَّ لَكُمْ مَّا سَأَلْتُمْ بِهِ جُلُودًا مَّا لَكُمْ بِهِ وَلَكِنْ يَتَذَكَّرُ أُولَئِكَ لَعَلَّاهُمْ يَذَكَّرُونَ۔ پس بے شک جو تم مانگتے ہو تم کو مل جائیگا۔ ضَرْبَتْ عَلَيْكُمُ الدَّلِيلَةُ الْمُسْكَنَةُ الضَّرْبُ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنے یعنی مارنے کے ہیں۔ اور مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) ہاتھ۔ لاشیٰ تلوار وغیرہ۔ سے مارنا۔ جیسے فَضْرَبَ الرَّقَابَ (۴: ۴۷) تو ان کی گردنیں اڑا دو / یا۔ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲: ۶۰) اپنی لاشیٰ پتھر پر مارو، وغیرہ۔ ضَرْبُ الْأَرْضِ بِالْمَطَرِ۔ بارش کا برسنا۔ (۲) ضَرْبُ الدَّاهِيَةِ، درہم کو ڈھالنا۔ (۴) ضَرْبٌ فِي الْأَرْضِ۔ سفر کرنا۔ (۵) ضَرْبُ الْخِيَمَةِ خِيَمَةً لَكُمْ نَارًا وغیرہ۔

ضَرْبَتْ عَلَيْكُمُ الدَّلِيلَةُ۔ یا ضَرْبُ الْخِيَمَةِ سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ کہ ذلت اور ناداری نے انہیں اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ کسی شخص پر خیمہ لگایا ہوتا ہے یا یہ محاورہ ضَرْبَتْ الطِّينُ عَلَى الْحَالِطِ دُمًى دیوار پر لیس دی گئی) سے مشتق ہے یعنی ذلت اور ناداری کو ان پر لیس دیا گیا یا چپکا دیا گیا۔ اَلْمُسْكَنَةُ کو فقر یا ناداری اس لئے کہتے ہیں کہ فقر آدمی کو پھیلا بھٹا دیتا ہے اور چلبلا پن اور اکڑ سب جاتی رہتی ہے۔ ترجمہ ہے۔ اور ان پر ذلت و غربت مسلط کر دی گئی۔

بَاءُ ۱۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کیا۔ وہ لوٹے، وہ پھرے۔ بَوَاءُ (بَابُ نَصْرَمٍ) مصدر سے جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مَكَانٌ بَوَاءٌ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَاءُ ۲۔ اِلْغَضَبِ مِنَ اللَّهِ وہ ایسی جگہ اترے کہ ان کے ساتھ اللہ کا غضب ہے یہاں اِلْغَضَبِ موضع حال میں ہے جیسے خَوَّجَ بِسَيْفِهِ میں ہے اور مُتَوَزِّدٍ کی طرح مفعول نہیں ہے اور اِلْغَضَبِ پر بَاءُ لاکر تنبیہ کی ہے کہ موافق جگہ میں ہونے کے باوجود وہ غضب الہی میں گرفتار ہیں تو نا موافق جگہ میں تو بالادولی ان پر غضب ہوگا۔ اس کا مادہ بَاءُ ۳ ہے۔

ذَلِكَ كَمَا مَشَارَ إِلَيْهِ غَضَبٌ ہے۔ یا ذلت و فقر و غضب ہر سہ کی طرف اشارہ ہے۔ بِأَنَّهُمْ میں بَاءُ سببیہ ہے۔ اَنْتُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ (سبب اول) وَلَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّاتِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (سبب دوم) یعنی اس ذلت و فقر و غضب کا سبب ان کا آیات اللہ سے انکار اور نبیوں کا ناحق قتل تھا فَانْدَ ۵۔ نبیوں کا قتل تو ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ کا لفظ زور دینے کیلئے بڑھایا گیا ہے گویا ان کے فعل کے ناحق ہونے کو تکراراً بیان کیا ہے، جن نبیوں کو قتل کیا گیا ان میں حضرت شیخ، حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام بھی ہیں۔

ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا كَانُوا يَعْتَدُونَ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر ذَلِكْ کا اشارہ آیات اللہ سے انکار اور قتل انبیاء کی طرف ہے تو بِمَا میں بَاءُ سببیہ ہے اور مَا موصول اور مطلب یہ ہوگا کہ ان کا آیات اللہ سے انکار اور انبیاء کا ناحق قتل کا سبب ان کی نافرمانی اور حدود اللہ سے

تجاوز تھا۔ یعنی ان کا مسلسل کفر اور تجاوزِ حدودِ اللہ ان کو آہستہ آہستہ قتلِ انبیاء جیسے گھناؤنے جرم کے ارتکاب تک لے گیا۔

۲، بعض کے نزدیک اسم اشارہ ذَلِکَ تکراراً مضمون کو پُر زور بنانے کے لئے آیا ہے اور بآء بمعنی مع ہے اور مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان پر ذلت و فقر چسپاں کر دیا۔ اور وہ موردِ غضبِ الہی اس لئے ہوئے کہ وہ آیاتِ الہی سے منکر ہوئے۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا۔ مسلسل نافرمانی کے مرتکب ہوئے اور تجاوزِ حدودِ اللہ برسرِ پہنچے۔

عَصَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب عَصِيَانٌ مَعْصِيَةٌ (باب ضرب) انہوں نے نافرمانی کی۔ عَصَوْا۔ اصل میں عَصِيُوْا تھا۔ یا متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس لئے یا کو الف سے بدلا۔ وَاو اور یا ہر دو ساکن ہوئے الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ عَصَوْا رہ گیا۔

كَانُوا يَعْتَدُونَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب اَعْتَدُوا (اِفْتَعَالُ) مصدر وہ زیادتی کیا کرتے تھے۔ وہ حدودِ شرعیہ سے تجاوز کیا کرتے تھے۔

الَّذِينَ آمَنُوا۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاچکے ہیں۔ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ صاحبِ تفسیر ماحدی رقم طراز ہیں۔ جو آخری رسول اور آخری کتب پر (ایمان لاچکے ہیں) یعنی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ایمان لانے کے معنی۔ کل عقائدِ ضروریہ کے تسلیم کر لینے کے ہیں۔ توحید پر ایمان، رسالت پر ایمان، فرشتوں پر ایمان، آسمانی کتابوں پر ایمان، سب کچھ اس میں شامل ہے۔ اور الَّذِينَ آمَنُوا مطلق صورت میں قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے مراد اس سے مسلمان ہی ہیں

الَّذِينَ هَادُوا۔ جو یہودی ہوئے۔ هَادُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے هُوْدُوْا (باب نَصْر) مصدر اَلنَّصْرُ۔ جمع معروف۔ عیسائی لوگ یہ نَصْرَانُ کی جمع ہے جیسے نَدَامُ جمع ہے نَدَمَانُ کی الصَّبِیْثِیْنَ۔ ایک مذہبی فرقہ کا نام۔ جس کے عقائد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

عراق، روم، شام، الجزیرہ میں آباد تھے۔ لیکن ان ممالک میں جب دوسرے مذاہب کا غلبہ ہوا یہ نصاریٰ سے جاملے لیکن خفیہ طور پر بت پرستی کرتے رہے۔ اب بھی اس لادینی بت پرستی کے پیروکار کہیں کہیں موجود ہیں لیکن اپنے اعتقادات کو نہایت سختی سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ لفظ صَابِیُّ کے عربی ہونے میں علماء میں اختلاف مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ۔ میں مَنْ موصول ہے اور آمَنَ بِاللّٰهِ ذَالِیْوَمِ الْاَحْزَوِ عَمِلَ صَالِحًا۔ اپنی جلد تراکیبِ نحوی کے ساتھ اس کا صلہ ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں میں سے (جو پیشتر ایمان لاچکے ای الَّذِينَ آمَنُوا) یہودیوں میں سے نصاریٰ میں سے۔ اور صابئین میں سے جو مسلمان آئندہ زمانہ میں بھی اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور جو یہودی۔ نصاریٰ یا صابئین اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے۔ ان کو ان کے رب کے ہاں اجر ملیگا۔ اور ان کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہوگا۔ اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحبِ تفسیر

کھتے ہیں کہ: یعنی اللہ کی ذات و صفات پر ایمان لائے جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ اور وہ ایمان ہر قسم کی شرکت آمیزی سے پاک ہو۔ اس ایمان باللہ کے تحت میں اس کے سائے کو لازم و تضامات بھی داخل ہیں ورنہ خدا پر مطلق ایمان تو کسی نہ کسی صورت میں تقریباً ہر انسان کا ہے۔ اور ان کو لازم تو حید میں سب سے اونچے نمبر پر ایمان بالرسول ہے کہ بندوں کا صحیح تعلق اللہ کے ساتھ قائم کرنے والی اور اس کا سیدھا راستہ بتاتے والی ذات رسول ہی کی ہوتی ہے۔ یوم آخرت پر ایمان لانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ سائے احکاماتِ آخرت پر ایمان لایا جائے۔

فائدہ ۴۔ جلالین میں ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا۔ اِیْ اٰمَنُوْا بِالْاٰیٰتِ مِنْ قَبْلِ۔ بیضاوی اس کے معنی لکھتے ہیں۔ الذین اٰمَنُوْا بِالْاٰیٰتِ۔ جو محض زبانی ایمان لائے۔ اس کے علاوہ مفسرین کے اقوال بھی ہیں ملاحظہ ہو روح المعانی فہم میں فار جزائیہ ہے۔ اس سے قبل جملہ مَنْ اٰمَنَ۔ عَمِلَ صَالِحًا جملہ شرطیہ ہے اور بعد کی عبارت۔ یَحْزَنُوْنَ تک جزائیہ ہے۔

فائدہ ۵۔ صاحبین۔ صابی فرقہ کے لوگ، یہ ایک ستارہ پرست قوم تھی جو بابل اور بلاد عراق میں آباد تھی۔ اس لفظ کے عربی ہونے میں اختلاف ہے عراق پر مختلف ادوار میں بیرونی اقوام کی فتح یا بی کی صورت میں ان میں بعض فاتح قوم کا مذہب اختیار کر لیتے ہے۔ جب عراق، شام اور مصر میں اسلام کا غلبہ ہوا تو ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ کھلم کھلا اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اور کچھ اپنے قدیم دستور پر تقیہ کا پردہ ڈال کر کافرانہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ فرقہ اسماعیلیہ کی حید گری اسی فرقہ کے تقیہ کی ایک نمود ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احکام القرآن للبحاص)

وَ اِذْ اٰخَذْنَا۔ اِیْ دَاۤءِکُمْ وَاِذْ اٰخَذْنَا۔ اور یاد کرو وہ وقت (جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا) مِیثَاقُکُمْ، مضاف الیہ، مِیثَاقُ پختہ عہد، قول و قرار جس پر قسم کھائی گئی ہو، یا پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ (و ثاقہ سے اسم آلہ) یا پختگی اور مضبوطی بمعنی مصدر جیسے الَّذِينَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مِیثَاقِهِ (۲: ۲۴) وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۴) یہ عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع اور تورات پر عمل کرنے کا تھا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ۔ واو عاطفہ ہے فوق۔ اسم طرف اوپر۔ تحت کی ضد ہے الطُّور عربی زبان میں طور پہاڑ کو کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں طور کا استعمال ایک مخصوص اور متعین پہاڑ کے لئے ہوا ہے چنانچہ الطور میں الف لام عہد کا ہے جو اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جملہ کا ترجمہ ہے اور ہم نے طور کو تم پر بلند کیا اور کھڑا کیا۔ اس کی فی الواقع کیا صورت تھی اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے حکم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ اپنی جگہ سے الگ کر کے بنی اسرائیل کے سروں پر سائبان کی طرح لا کھڑا کیا۔ اور بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اگر تم تورات کو نہ مانو گے تو یہ پہاڑ تم پر چھوڑ

دیا جائے گا۔ بعض نے توریت کے اس بیان سے ملتی جلتی رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے اکھڑے ہوئے اور کوہ سینا پر زبر و بالادھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا اور سارا پہاڑ متزلزل ہو گیا۔ (باب خروج ۱۹ آیت ۱۸) اور ان کو حکم ہوا کہ توریت کو قبول کرو۔ ورنہ پہاڑ کو تم پر گرا دیا جائے گا۔ اور تم اس کے نیچے دفن ہو کر رہ جاؤ گے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ خُذُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم لو، تم پکڑو۔ مَا موصول اور آتَيْنَاكُمْ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صدر موصول و صل مل کر خُذُوا کا مفعول ہوا۔ مراد توریت۔

بِقُوَّةٍ۔ جار مجرور۔ مضبوطی سے

لَعَلَّكُمْ۔ لعل حرف مشبہ بالفعل کم اس کا اسم۔ شاید تم۔ تاکہ تم (یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں)

تَتَّقُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءُ (افعال) مصدر۔ تم پر ہیز گار بننے ہو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔ شاید تم پر ہیز گار بن جاؤ۔ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ثُمَّ۔ پھر، ازال بعد۔ حرف عطف ہے۔ تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے۔

تَوَلَّيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلَّى (تفعل) تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا

لَوْلَا۔ امتناعیہ ہے۔ اور لَوْ حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے

فَضَّلُ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ۔ فَضَّلُ اللّٰهُ مضاف الیہ عَلَیْكُمْ جار مجرور مل کر متعلق فَضَّلُ فَضَّلُ اپنے

متعلق اور مضاف الیہ (اللہ) سے مل کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف وَرَحْمَتُهُ کا۔ معطوف علیہ اپنے معطوف

سے مل کر مبتدأ جس کی خبر حَاضِرٌ محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے

شامل حال نہ ہوتی۔

لَكُنْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ لام تاکید کا ہے جواب شرط میں آیا ہے۔ یہ جملہ فعلیہ ہو کر جواب شرط ہے۔ تو تم ضرور

خسارہ پانے والوں میں سے ہوتے۔

(۶۵: ۲) وَلَقَدْ۔ واؤ۔ عاطفہ ہے لام تاکید کا۔ قَدْ، ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ سو لام تاکید

اور قَدْ فعل عَلِمْتُمْ پر داخل ہونے پر معنی ہوں گے۔ تحقیق تم خوب جانتے ہو۔ تاکید بالائے تاکید۔

اِعْتَدَا۔ انہوں نے زیادتی کی۔ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے گند گئے۔ اِعْتَدَا (افعال) مصدر سے ماضی

کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حق سے تجاوز کرنے کو اِعْتَدَا کہتے ہیں۔

فِي السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن کے دوران سَبْتِ کے اصل معنی قطع کرنے کے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں سَبَتِ الْفَهْ

اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ پھر اس کے معنی ہفتہ کا دن ہے۔ کیونکہ اہل یہود اس روز کاروبار چھوڑ دیتے

تھے اس لئے اس روز کا دوسرے کاروباری ایام سے رشتہ کٹ گیا۔ اس طرح آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا

= (۹-۷۸) اور ہم نے تمہاری نیند کو موجب راحت بنایا۔ اس میں سُبَات کے معنی حرکت و عمل سے کٹ کر آرام کرنا کے ہیں

بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کو سبت اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو قطع کیا یعنی پیدا کیا۔ یا اس لئے کہ یہود کو اس دن عبادت کے سوا اور کل کاموں سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہوا تھا۔

قِرْدَةً - بندر - جمع کا صیغہ ہے - قِرْدٌ واحد ہے - منصوب بوجہ کو نُؤَا کی خبر کے ہے۔

خَسِیْنٍ - خَسًا سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے - ذلیل و خوار - خَسًا کسی کو دھتکارنے کے لئے آتا ہے - مثلاً خَسَاتُ الْکَلْبِ - میں نے کتے کو دھتکارا - خَسِیْنٍ - کُنْتُمْ کی ضمیر سے حال ہے یا قِرْدَةً کی صفت فَبَعَلْنَا هَا - میں ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب - یا الْفَرِیْکَ کے لئے جہاں یہ واقعہ پیش آیا - یا خَسِیَانُ کے لئے ہے یا واقعہ کے لئے ہے یا اس قصہ کے لئے۔

نَكَالًا - نَكَلٌ جانور کی بیڑی اور لوہے کی لگام کو کہتے ہیں - اس کی جمع انکال ہے - قرآن مجید میں ہے اِنَّ لَدَیْنَا اَنْکَالَ وَجَحِیْمًا (۱۲: ۷۳) بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ - نَكَالًا مفعول ثانی ہے فَبَعَلْنَا مَا بَیْنَ یَدَیْهَا - جو اس کے سامنے ہے وَ مَا خَلْفَهَا - اور جو اس کے بعد میں ہے - ہر دو جملہ میں مَا بمعنی مَنْ ہے اور مراد اس وقت کے موجود لوگ اور اس زمانہ کے بعد میں آنے والے لوگ ہیں ہا ضمیر کا مرجع وہی ہے فَبَعَلْنَا هَا میں اوپر بیان ہوا۔

وَمَوْعِظَةً - ای وَبَعَلْنَا هَا مَوْعِظَةً - اور ہم نے بنا دیا اس واقعہ کو متقیوں پر ہیزگاروں کے لئے نصیحت - مَوْعِظَةً اسم مصدر بمعنی نصیحت ہے - قاموس القرآن میں ہے مَوْعِظَةً اِسْ نصیحت کو کہتے ہیں جس میں مخاطب کو ڈرایا جائے - خلیل غوی کا قول یہ ہے کہ کسی شخص کو مصلحتی کی یاد دہانی کرنا اس طرح پر کہ اس کے دل پر اثر ہو موعظہ اور وعظ کہلاتا ہے اور بقول بعض موعظہ وہ کلام ہے جس میں ترغیب و ترہیب کے ذریعہ خیر و صلاح کی دعوت دی گئی ہو - (تفسیر خازن)

علامہ عبد اللہ بن احمد نسفیؒ لکھتے ہیں - موعظہ وہ نصیحت ہے جس میں محبوب و مرغوب چیز کی طرف دعوت دی جائے اور ہر مکر وہ و ناپسند چیز سے روکا جائے - اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت موعظہ فرمائی ہے یَا اَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَکُمْ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَبِّکُمْ (۵۷: ۱۰) اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے - الْمُتَّقِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - پرہیزگار - تقویٰ والے - اِتَّقَاءُ مصدر -

(۶۷: ۲) اَنْ تَذُبْحُوا - اَنْ مصدر یہ ہے - تَذُبْحُوا - مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ - صیغہ جمع مذکر حاضر - ذَبَحٌ (باب فتح) مصدر سے کہ تم ذبح کرو۔

اَتَّخِذْنَا هٰذَا هٰذَا سَفَهًا مِّمَّ تَتَّخِذُ مَضَارِعَ وَاحِدٌ مَّذْکَرٌ حَاضِرٌ - اِتَّخَذَ (افتعال) مصدر سے تو بناتا ہے - تو پکڑتا ہے نَا - ضمیر مفعول جمع مکمل - هٰذَا - مفعول ثانی - مصدر باب فتح - بمعنی اسم مفعول - جس کا مذاق اڑایا جائے - مسخر - کیا تو ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔

أَعُوذُ - مضارع واحد متکلم عَوَّذَ (باب نصر) مصدر سے جس کا معنی دوسرے سے التجا کرنا اور پناہ مانگنا ہے میں پناہ پاتا ہوں یا اللہ اللہ کی۔

أَنْ أَكُونَ - أَنْ مصدر یہ اَكُونُ مضارع منصوب واحد متکلم - كَوْنٌ (باب نصر) مصدر سے، کہ میں ہو جاؤں۔
 الْجَاهِلِينَ - جَاهِلٌ کی جمع بحالت جر اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حاضر، جہالت تین قسم پر ہے (۱)، انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا اور یہی اس کے اصل معنی ہیں (۲)، کسی چیز کے خلاف واقع یقین و اعتماد کر لینا (۳)، کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہتے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔ اسی لحاظ سے آیت ہذا میں هُوَ کو جہالت قرار دیا ہے۔ جہالت کے معنی ناواقفیت کے بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے :
 يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے،
 ۲: ۶۸ - اُذْخِعْ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعَوَةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تودعا کر، تودانگ۔

يُبَيِّنُ - مضارع مجزوم ابو جوب (امر) واحد مذکر غائب، قَبِيْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ وہ کھول کر بیان کر دے
 مَا هِيَ - وہ کیسی ہے؟ یہاں گائے کی ماہیت یا جنس دریافت نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ تو ان کو معلوم ہی تھا صرف تجاہل عارفانہ سے بال کی کھال اتارنے لگے تھے۔

فَارِضٌ - اسم فاعل واحد مذکر، فَرَضٌ (باب ضو) مصدر سے۔ جس کے معنی لکڑی کا ٹٹا۔ یا کسی ٹھوس چیز کو کاٹنا ہے۔
 فَارِضٌ - وہ بیل یا گائے جس نے اپنی جوانی کی عمر کاٹ دی ہو اور عمر رسیدہ ہو گئی ہو، یا زمین کو جوتنے والا بیل یا گائے
 بَكْرٌ - بن بیاہی۔ کنواری۔ جس نے ابھی بچہ نہ جنا ہو۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَجَعَلْنَهُنَّ أَبْكَادًا (۵۶: ۳۶) تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایا۔

عَوَاتٌ - میاں عمر۔ عورتوں اور مولیشیوں میں جو درمیانی عمر کی ہو اس کو عَوَاتٌ کہتے ہیں اس کی جمع عَوَاتٌ ہے۔
 بَقْرَةٌ صَفْرَاءُ - موصوف صفت، زرد رنگ کی گائے۔ صَفْرَاءُ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع بَرَوَزٌ فَعْلَاءُ، فُلٌ، صَفْرٌ ہے۔ صَفْرَاءُ صفت اول ہے بَقْرَةٌ کی۔
 فَاقِعٌ لَوْنُهَا - فَاقِعٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ لَوْنُهَا مضاف الیہ مل کر فَاقِعٌ کا فاعل۔ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر بقرہ کی صفت ثانی ہے۔ فَاقِعٌ شوخ زرد رنگ۔

تَسْرٌ - مضارع واحد مذکر غائب، تَسْرُوْهُ (باب نصر) وہ بھاتی ہے۔ خوش آتی ہے۔ تَسْرُ النَّاطِرِينَ دیکھنے والوں کو بھاتی ہے، بھلی لگتی ہے۔ یہ صفت سوم ہے بقرہ کی۔

تَشْبَهُ - مضارع واحد مذکر غائب تَشَابَهٌ (تَقَاعُلٌ) مصدر بمعنی باہم مشابہ و مماثل ہونا۔ تَشْبَهُ وہ مشابہ ہوا۔ وہ مشبہ ہوا
 اِنَّ الْبَقَرَ تَشْبَهُ عَلَيْنَا - بے شک ہمیں گایوں میں شبہ پڑ گیا۔ یہ مکرر سوال کرنے کا انداز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جن صفات کی گائے ارشاد ہوتی اس جیسی بکثرت پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسی گائے سے ہمارا مقصود حاصل

ہوگا۔ یہاں تَشَابَهَتْ مَوْنَتْ کا صیغہ اس لئے استعمال نہیں کیا کہ لفظ الْبَقَرَةُ مذکر ہے (اگرچہ مراد مَوْنَتْ ہے) لَمْ يَهْتَدُوا اِی لَمْ يَهْتَدُوا اِلَى الْبَقَرَةِ الْمَرَاد بِذَبْحِهَا۔ ہم ضرور راہ پالیں گے (یعنی تلاش کریں گے) وہ گائے جس کا ذبح کرنا مقصود ہے۔ لام تاکید کا ہے۔

مُهْتَدُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِهْتَدَاءُ (افْتَعَالٌ) مصدر، ہدایت پانے والے، راہ راست پانے والے (۷۱:۲) ذَلُّوا۔ نرم، مطیع۔ ہموار، پست، ذِلٌّ۔ اور ذُلٌّ۔ سے، (باب ضَرْبٌ) منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہونا۔ اس قسم کی مطیع اور منقاد سواری کو ذَلُّوا کہا جاتا ہے۔

تُثْبِتُ: مضارع واحد مَوْنَتْ غَائِبٌ۔ اِثْبَاتٌ (باب اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی برانگیختہ کرنا۔ ابھارنا۔ زمین کے جوتے اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے میں چونکہ یہ معنی موجود ہیں اس لئے ان دونوں کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جوتے کے لئے آیت نہا۔ اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے کے لئے اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَّاحَ فَتُثْبِتُ سَحَابًا۔ (۴۸:۳۰) خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں (اوپر اٹھاتی ہیں) وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ۔ لَا تَسْقِیْ مضارع منفی واحد مَوْنَتْ غَائِبٌ۔ سَقَى (باب ضَرْبٌ) مصدر۔ زدہ پانی پلاتی ہے۔ زدہ سیراب کرتی ہے۔ الْحَرْثُ۔ کھیتی، زراعت حَرْثٌ یَحْرَثُ (باب ضَرْبٌ) کا مصدر ہے۔ بمعنی بچ ڈالنا۔ کھیتی کرنا۔ کھیت کو بھی حَرْثٌ کہتے ہیں۔

لَا ذَلُّوا تُثْبِتُ اِلَّا دُحًی (ایسی) مطیع و منقاد کہ زمین جوتے یہ صفت ہے بَقَرَةٌ۔ کی۔ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ۔ اور نہ کھیت سیراب کرتی ہے یہ صفت دوم ہے بَقَرَةٌ کی۔

مُسَلَّمَةٌ اسم مفعول واحد مَوْنَتْ تَسْلِیْمٌ (تَفْعِیلٌ) مصدر سے۔ سالم، بے داغ۔ یہ صفت سوم ہے بَقَرَةٌ کی۔ شِیْءٌ۔ داغ۔ نشان، علامت۔ شِیَآتٌ۔ جمع شِیْءٌ اصل میں دَشِیْءٌ شَمَقًا۔ اور دَشِیْءٌ یَشِیْءُ باب ضَرْبٌ کا مصدر ہے۔ اس کی ہوا و او محذوف کے عوض میں ہے دَشِیْءٌ کے اصل معنی کسی چیز میں اس کے تمام رنگوں کے خلاف اور رنگ لگانے کے ہیں۔ یعنی ایسا رنگ جو سائے بدن کے رنگ کے خلاف ہو، دَشِیْءٌ مادہ۔ لَا شِیْءَ فِیْهَا اس میں اپنے رنگوں کے علاوہ کوئی خلاف رنگ نہ ہو۔ یعنی بے داغ ہو، یہ صفت چہارم ہوئی بَقَرَةٌ کی۔

اَلْثَنُّ۔ اب۔ ظرف زمان ہے۔ بتنی برفٹ ہے، الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے، راغب مصنفانی المفردات میں لکھتے ہیں اَلْثَنُّ۔ ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے درمیان فرض کیا جاوے۔ اسے اَلْثَنُّ کہتے ہیں۔ جیسے اَلْثَنُّ اَفْعَلُ کَذَا۔ میں اب کرتا ہوں۔ اور اَلْثَنُّ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ آتا ہے۔ اَدْنٰ مادہ ہے۔

اَلْثَنُّ حِثٌّ بِالْحَقِّ۔ اب تو لایا ہے صحیح پتہ۔ یعنی اب پوری حقیقت اس گائے کی بیان کی ہے۔

وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ هَكَادَ يَكَادُ كَوَدُّ (باب سَمِعَ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے کَادَ
افعال مقاربت میں سے ہے اور فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے کَادَ۔ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم
ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطِفُ الْبَصَارَهُمْ
(۲۰: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی ہی اچک لے جائے (گو ابھی اس نے ان کی بینائی اچکی نہیں ہے لیکن
قریب ہے کہ ایسا ہو جائے) (ب) اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا
لیکن قریب تھا کہ واقع نہ ہو۔ جیسے آیت ہذا میں ہے فَذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ ہ پھر انہوں
نے گائے کو ذبح کیا اور قریب تھا کہ وہ ذبح نہ کرتے۔ یعنی ذبح کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے (نیز ملاحظہ ہو
(۲۰: ۲۰) كَوَدُّ۔ بمعنی ارادہ اور خواہش بھی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا۔
لَيَجْزِي كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَى (۱۵: ۲۰) بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت)
کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔

(۲۰: ۲۰) فَآذَرْتُمْ فِيهَا۔ فاء عاطفہ ہے۔ إِذَّارْتُمْ اصل میں تَدَارْتُمْ تھا تَدَارُّ (تَفَاعُلٌ) مصدر
جس کے معنی لڑائی میں ایک دوسرے پر سے ہٹانا۔ متفق نہ ہونا۔ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنا اِنِّ تَدَافَعُ۔
تَدَارْتُمْ کی تاء کو دال میں بدل کر دال مابعد میں مدغم کر دیا۔ پھر ابتداء بال سکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ
وصل لائے۔ إِذَّارْتُمْ ہو گیا۔ معنی یہ ہے کہ۔ تم ایک دوسرے پر (اس قتل کا) الزام لگانے لگے۔

فِيهَا اِی فِی قَتْلِ نَفْسٍ۔ ہا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نفْسًا ہے۔
مُخْرِجٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ نکالنے والا۔ باہر نکالنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔
مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ۔ ما موصولہ، کُنْتُمْ تَكْتُمُونَ اس کا صلہ۔ جو تم چھپا رہے تھے۔ اور موصول وصلہ مل کر مُخْرِجٌ
کا مفعول بہ ہے۔ یعنی جو تم چھپا رہے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ کُنْتُمْ تَكْتُمُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر
حاضر ہے۔ کِتْمَانٌ یا کِتْمٌ مصدر۔

(۲۰: ۲۰) فَكُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا۔ ضمیر واحد مذکر کا مرجع نفْسٌ ہے، چونکہ مقتول شخص آدمی تھا اس لئے
ضمیر مذکر لائی گئی ہے۔ بِبَعْضِهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب بَقْرَةً کے لئے ہے۔ پس ہم نے کہا کہ مقتول کی
میت کو گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو، یا اس کا کوئی پارچہ مقتول کی لاش پر رکھ دو۔

فَانْدَا : بِبَعْضِهَا۔ کے بعد عبارت مقدر ہے۔ اِی فَضْرَبُوهُ فجہی۔ پس انہوں نے مقتول کو اگائے
کے جسم کا ایک ٹکڑا لگایا۔ تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذَٰلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذَٰلِكَ اسم اشارہ۔ اس طرح۔ یعنی مقتول کے زندہ ہونے کی طرح۔ جس طرح
یہ مقتول زندہ ہو گیا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

تُرِيكُمْ آيَاتِهِ - يَوْمِي - مضارع واحد نكرة غائب - (إِنَاءَةٌ) افعال مصدر سے - وہ دکھاتا ہے - فعل بافاعل -
 كُمْ ضمير جمع نکر حاضر - مفعول اول آيَاتِهِ مضاف مضاف الیه - مفعول ثانی - وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا
 ہے - یہاں خطاب ان لوگوں سے ہے جو یا تو اس قتل کے وقت کے تھے - یا نزول آیت کے وقت رسول
 کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں -

لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ - لَعَلَّكُمْ - شاید تم سمجھ جاؤ تاکہ تم عقل سے کام لو - (نیز ملاحظہ ہو ۵۲: ۹) تَعْقِلُونَ مضارع
 جمع نکر حاضر - عَقْلُ (باب ضَوْب) مصدر سے جس کے معنی سمجھنے اور عقل رکھنے کے ہیں -
 ثُمَّ - پھر تب ، (ملاحظہ ہو ۲۸: ۲) یہاں ثُمَّ استبعادِ قسوة کے لئے ہے - یعنی اتنی رقت اور نرمی کے اسباب دیکھنے
 پر یہ قساوت ہے جو نہایت بعید ہے - بہت بڑی قساوت ہے - قساوة اصل میں اس موٹائی کو کہتے ہیں جو سختی اور
 کرسنگی لئے ہوئے ہو - اور یہاں رحمت اور نرمی اور خیر کا دلوں سے نکل جانا مراد ہے -

ابض کے نزدیک یہ تراخی زمان کے لئے ہے روح المعانی میں ہے وقیل انھا للتراخی فی الزمان لا نهم
 قت قلوبہم بعد مدة حین قالوا ان المیت کذب علیہم - یہ تراخی زمان کے لئے ہے کیونکہ ان کے دل کچھ
 مدت کے بعد سخت ہو گئے ، جب وہ یہ کہنے لگے کہ میت نے ان کے خلاف جھوٹ کہا ہے -

فَسَتْ - ماضی - واحد مؤنث غائب قَسَوْتُ وَقَسَادَةٌ (باب نصر) معنی دل کا سخت ہونا - بے رحم ہونا - سنگ
 دل ہونا - حَجَرٌ قَاسٍ - سخت پتھر - قَسَى الْقَلْبُ ، سخت دل ، پتھر دل -

فَرِهَى - فَاء عاطفہ ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قلوب ہے

كَالْحِجَارَةِ : کاف تشبیہ کے لئے ہے - پتھر کی طرح (سخت)

أَوْ أَشَدُّ قَسَوَةً - أَوْ بمعنی یا ، اور بمعنی بَلْ - أَشَدُّ أَفْعَلُ التفضیل کا صیغہ ہے - زیادہ شدید

قَسَوَةً (نیز سختی اور غلظت کے لحاظ سے -

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا - اَوْ کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں -

۱، بمعنی یا - تشبیہ میں اختیار دینے کے لئے - یعنی مخاطب کو اختیار ہے کہ ان کے دلوں کو خواہ پتھر سے تشبیہ

یا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے - دونوں صورتیں صحیح ہیں

۲، بمعنی بَلْ - بلکہ - ان کے دل سختی میں گویا پتھر ہیں - بلکہ سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں -

وَإِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ - كَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ - وَادٍ - عاطفہ ، إِنَّ حرف مشبہ بالفعل مِنَ الْحِجَارَةِ

جار مجرور - مل کر إِنَّ کی خبر مقدم لَمَّا میں لام تاکید کی ہے - اور مَا اسم موصول (بمعنی الَّذِي) يَتَفَجَّرُ -

فعل مِنْهُ جار مجرور مل کر متعلق فعل - الْأَنْهَارُ فاعل - فعل ، متعلق فعل اور فاعل مل کر صلہ اپنے موصول کا ہے

موصول اور صلہ مل کر إِنَّ کا اسم مؤخر ہے إِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا - ترجمہ ہوگا - بے شک جن ہیں

دریا یا نہریں پھونتی ہیں۔ وہ پتھروں میں سے ہی تو ہیں یا پتھروں سے ایسے پتھر بھی تو ہیں جن سے دریا بھوٹ کر نکلتے ہیں۔ يَنْفَجِرُ، مضارع واحد مذکر غائب، تَفْجُرُ (تَفْعَلُ) مصدر، بھوٹ کر نکلتی ہے الْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھیلائے اور شق کر دینے کے ہیں۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو بھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔ فُجِّرَ کے معنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ بدکردار اور کاذب کو فاجر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بدکردار اور کذب بیانی بھی فجور کی ایک قسم ہے۔ اور فَجَّرَ کے معنی پانی یا چشمہ جاری کرنے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا (۱۲: ۵۴) اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے۔

يَشْقُقُ، مضارع واحد مذکر غائب، تَشْقُقُ (تَفْعَلُ) مصدر۔ يَشْقُقُ اصل میں يَتَشَقَّقُ تقاءت کو شق میں بدل کر شق کو شق میں مدغم کر دیا۔ وہ پھٹ جاتا ہے وہ شق ہو جاتا ہے۔ اَلشَّقَّةُ بھاڑا ہوا ٹکٹ۔ جلد کا ترجمہ ہوگا اور بعض ایسے پتھر ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے۔

يَهْبِطُ، مضارع واحد مذکر حاضر، هَبِطَ، مصدر (باب ضرب) وہ اوپر سے نیچے گھر پڑتا ہے۔ وہ اترتا ہے، یعنی ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف سے (اوپر سے) نیچے گر پڑتے ہیں۔ مِنْهَا میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور هَا، ضمیر کا مرجع الحادثة ہے۔

عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ، عَمَّا اور عَمَّا میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر میں مَا کے الف کو ادغام کے وقت حذف کر دیا گیا ہے اور مؤخر الذکر میں اسے بحال رکھا گیا ہے۔ تاکہ مَا استفہامیہ (اول الذکر) اور ما موصولہ خبریہ (مؤخر الذکر) میں تمیز ہو سکے۔ قرآن مجید میں ہے عَمَّا يَتَسَاءَلُونَ (۱: ۴۸) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔

(۴۵: ۲) اَفَتَطْمَعُونَ، سہزہ استفہامیہ۔ فَاذْ عَاظِفْ (ملاحظہ ہو۔ ۲-۲۴) تَطْمَعُونَ، مضارع جمع مذکر حاضر طَمَعَ، مصدر (باب فتح) تم توقع رکھتے ہو۔ تم طمع رکھتے ہو۔

اَنْ يُّؤْمِنُوا۔ اس سے قبل حرف جر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فِیْ اَنْ يُّؤْمِنُوا۔ اَنْ مصدر یہ ہے یُّؤْمِنُوا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، تقدیر کلام اَفَتَطْمَعُونَ فِیْ اِيْمَانِهِمْ۔ جملہ اَنْ يُّؤْمِنُوا... وَهُمْ لَيَعْلَمُونَ، اپنی تمام تراکیب نحو کی ساتھ مقول ہے تَطْمَعُونَ کا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوا کلام آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور بیان یہودیوں کا ہے۔

كَلَامَ اللَّهِ اِی التَّوْرَةِ۔

يُحَرِّفُونَ۔ يَحَرِّفُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ يَحَرِّفُ (تَفْعِلُ) مصدر ہے۔ بگاڑ دیتے ہیں، بدلتے ہیں۔ یہ تحریف معنوی بھی ہو سکتی ہے اور لفظی بھی۔ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يَحَرِّفُونَهُ۔ اِی لَيَسْمَعُونَ

التَّوْرَةَ وَيُؤْتُونَهَا تَاوِيلًا فَاسِدًا حَسْبَ آغْرَاضِهِمْ تَوْرَاةٌ كُتِبَتْ بِحُرُوفٍ مُبِينَةٍ
مختلف فاسد تاویل کرتے ہیں۔

(۲: ۷۶) لَقُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ لَقِيَ وَلِقَاءُ (باب سمع) مصدر، وہ ملے۔ مطلب یہ کہ جب وہ ملے ہیں جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوا اصل میں لَقِيُوا تھا۔ محاورہ دشوار تھا ماقبل کو دیا۔ ہی بسبب اجتماع ساکنین گر گئی۔ لَقِيَ مادہ۔

خَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب خَلَا (باب نصر) مصدر، یعنی خلوت میں ہونا۔ اکیلے ہونا۔ خلا۔ وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ وہ خلوت میں ہوا۔ مطلب۔ جب ان میں سے بعض دوسرے کے پاس خلوت میں ہوتے ہیں۔
۳: ۷۵ اَفْتَطَمَعُونَ اَنْ يُّؤْمِنُوا بِالْكِتَابِ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ لَيَسْمَعُونَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ يَحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ۔

اُ ہمزہ استفہامیہ۔ ف۔ حرف عطف۔ لَطَمَعُونَ۔ فعل بافاعل۔ اَنْ مصدر یہ۔ یُؤْمِنُوا فعل اس میں
ہُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر ذوالحال لکُم جار مجرور متعلق ہوا یُؤْمِنُوا فعل کے
وَاوُ عالیہ قَدْ تحقیق کا۔ کَانَ فعل ناقص۔ فَرِيقٌ موصوف۔ مِنْهُمْ جار مجرور متعلق کَانِ مَحذُوف کے کَانِ
اپنے متعلق سے مل کر صفت ہوئی فَرِيقٌ موصوف کی۔ صفت موصوف سے مل کر اسم ہوا کَانَ کا۔

يَسْمَعُونَ فعل اس میں ہُمْ ضمیر اس کا فاعل کَلَامَ مضاف اللہ مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف
الیہ سے مل کر مفعول ہوا فعل یَسْمَعُونَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ ثُمَّ حرف عطف
يُحَرِّفُونَ۔ فعل مضارع ہُمْ ضمیر اس کا فاعل کہ ضمیر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول پر سے مل کر ذوالحال
مِنْ حرف جار بَعْدِ مضاف مَا مصدر یہ عَقَلُوا فعل ہُمْ ضمیر فاعل کہ ضمیر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور
مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر تبادل مصدر مضاف الیہ ہوا بَعْدِ مضاف کا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور
ہوا جار کا۔ جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا یُحَرِّفُونَ کا۔

د۔ عالیہ ہُمْ ضمیر مبتدا یَعْلَمُونَ فعل بافاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا
کی مبتدا خبر سے مل کر حال ہوا ذوالحال یُحَرِّفُونَ کا۔ یُحَرِّفُونَ فعل اپنے فاعل (ہُمْ) اور مفعول (کُمْ) اور
متعلق (مِنْ بَعْدِ) سے مل کر معطوف ہوا۔ معطوف علیہ یَسْمَعُونَ کا۔

معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر ہوئی کَانَ کی۔ کَانَ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہوا
ذوالحال (اَنْ یُّؤْمِنُوا) کا۔ اَنْ یُّؤْمِنُوا فعل اپنے فاعل (ہُمْ) اور متعلق (لکُم) سے مل کر تبادل مصدر
مفعول ہوا تَطْمَعُونَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اَتُحَدِّثُوهُمْ: الف استفہامیہ، تُحَدِّثُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تُحَدِّثُ (تفعلیل) مصدر
 بمعنی باتیں کرنا۔ بیان کرنا، کہنا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (ضمیر کا مرجع مسلمان ہیں) کیا تم ان کو (مسلمانوں کو)
 بتائیے ہو۔

بِمَا: ب حرف جار ہے مَّا موصولہ فتح اللہ عَلَیْکُمْ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مجرور ب کا۔
 جار مجرور مل کر فعل تُحَدِّثُوْنَ کے متعلق۔

لِيُحَاجُّوكُمْ: میں لام کئی کا ہے بمعنی تاکہ۔ يُحَاجُّوْا فعل مضارع منصوب جمع مذکر غائب، مَحَاجَّةٌ (مفاعلة)
 مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تاکہ وہ (یعنی مسلمان) جھگڑا کریں تم سے (یعنی اہل یہود سے)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ: الف استفہامیہ ہے ف عاطفہ حرف استفہامیہ کے حرف عطف سے متقدم ہونے کے متعلق
 ملاحظہ ہو۔ (۴۴:۲) کیا تم نہیں سمجھتے۔

قَالُوا اَتُحَدِّثُوهُمْ: تَعْقِلُوْنَ: وہ (یعنی اہل یہود) کہتے ہیں (اپنے ساتھیوں سے خلوت میں) کیا تم
 ان کو (یعنی مسلمانوں کو) وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں (یعنی توراۃ میں جو باتیں دین اسلام کے برحق
 ہونے کے متعلق آئی ہیں) تاکہ وہ (یعنی مسلمان) تمہارے مقابلہ میں تمہارے رب کے حضور قیامت کے روز بطور حجت
 پیش کر سکیں۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

۲: ۷۷ - اَدَلَّا يَعْلَمُوْنَ: الف استفہامیہ واؤ عاطفہ (ملاحظہ ہو ۴۴:۲) يَعْلَمُوْنَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب
 اہل یہود کے لئے ہے۔

مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ: ما موصولہ۔ يُسِرُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْرَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (صلہ
 اپنے موصول کا) جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

يُعْلِنُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْلَانٌ (اِفْعَالٌ) جو وہ ظاہر کرتے ہیں

۲: ۷۸ - مِنْهُمْ: میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب الیہود کے لئے ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

اُمِّيُّوْنَ: بے پڑھے لکھے۔ اُمِّیُّ کی جمع۔ اُمِّیُّ (ماں) کی طرف منسوب ہے یعنی وہ جیسا ماں کے پیٹ سے

پیدا ہوا ویسا ہی رہا۔ کچھ لکھا پڑھا نہ ہو۔ عرب والوں کو اہل یہود اس واسطے اُمِّیُّوْنَ کہتے تھے کیونکہ وہ قوم پڑھی

لکھی نہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اُمِّیُّ کہا گیا ہے تو یا تو اس لئے کہ آپ قوم اُمِّیِّین کے ایک فرد تھے

یا اس لئے کہ آپ نے کسی مخلوق کی شاگردی کر کے علوم متعارفہ حاصل نہیں کئے تھے۔ اگرچہ بواسطہ وحی الہی آپ کو

وہ علوم حاصل ہوئے جو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی مخلوق کو نہ حاصل ہوئے نہ ہوں گے۔

الْكِتَابِ: ای التوراة۔ جیسا کہ کلام کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ اس میں ال عہد کا ہے۔

اَمَانِيٍّ: جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے۔ اَمَانِيٌّ بروزن آفَاعِلٌ، متشدد یاد ہے اُمْنِيَّةٌ کی جمع

م ن ی حروف مادہ۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ
نَصَارَى تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ (۲: ۱۱۱) اور وہ (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا اور کوئی
بہشت میں نہ جائے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطلہ ہیں اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ
قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ (۲۲: ۵۲) اور ہم نے تم سے
پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اس کا حال یہ تھا کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو
میں (وسوسہ) ڈال دیتا تھا۔ نیز قرآن مجید میں ہے وَلَا ضَلَالَتَهُمْ وَلَا مَئِينَهُمْ (۴: ۱۱۹) اور میں ان کو
گمراہ کرتا رہوں گا۔ اور ان کو (جھوٹی) امیدیں دلاتا رہوں گا۔

المفردات میں ہے۔ کہ کسی چیز کی تمنا سے جو صورت ذہن میں آتی ہے اسے اُمْنِیَّة کہا جاتا ہے۔ اور کذب چونکہ کسی
غیر واقعی چیز کا تصور کر کے لفظوں میں بیان کر دینے کو کہتے ہیں گویا تمنی جھوٹ کا مبداء ہے لہذا جھوٹ کو تمنی سے تعبیر
کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی معنی میں حضرت عثمان کا قول ہے مَا تَغْنَيْتُ وَلَا تَمْنَيْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ (میں
نے جب سے مسلمان ہوا نہ راگ گایا ہے نہ جھوٹ بولا ہے۔

وَأَنْ هُمْ إِلَّا۔ میں ان نافیہ ہے۔ اور الّا حرف استثناء

يُظُنُّونَ مَضَارِعَ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ ظَنَّ (باب نصر) سے مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ مطلب "اور وہ محض
الٹکل: بچو باتیں بناتے ہیں۔

ظَنَّ: کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظن کہتے ہیں، یہ علامات قوی ہوں تو ان سے علم کا درجہ
حاصل ہو جاتا ہے، مگر جب بہت کمزور ہوں تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی
ہو جائے اور علم کا درجہ حاصل کر لے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اَنْ یا اَنْ استعمال ہوتا ہے
مثلاً يَظُنُّونَ أَنَّهُمْ مُلْكُوا اللّٰهِ (۲: ۲۴۹) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے، مگر جب وہ
ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ صرف اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے
عدم کے ساتھ مختص ہوتا ہے مثلاً ذَا النُّوْبِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱: ۸۷)
اور ذوالنون کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر) غصے کی حالت میں چل پڑے اور خیال کیا کہ ہم ان پر
قابو نہیں پاسکیں گے۔

۲: ۷۹۔ وَبَلَّغْ۔ اسم مرفوع۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، عذاب کی شدت، رسوائی،
کلمہ حسرت و ندامت، اگر دَیْلٌ: دَیْلَةُ کی اضافت ضمیر کی جانب ہو تو غیبت، خطاب اور تکلم کی علامات بدلنی رہتی
ہیں۔ مثلاً وَبَلَّغْنَا مِصْرًا مِصْرًا (ہم نے ہمارے ہلاکت) (۱۸: ۴۹) دَیْلُکَ۔ مِصْرًا مِصْرًا (تو میرے
دَیْلُکَ (۲۱: ۱۱۴) ہمارے ہماری موت (کلمہ حسرت)۔

تفسیر حقانی میں ہے دَلِيلٌ زَبَانِ عَرَبٍ میں ناراضگی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں تَفٌّ اور پھٹے منہ بولتے ہیں پس وہ جو امام احمد اور نرندی اور ابوعلی وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویل جنہم میں ایک کنواں ہے اور ابن جریر نے روایت کیا ہے کہ وہ جنہم میں پہاڑ ہے۔ سو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے کلمہ ویل کا مظہر ہیں یعنی ان کی ناراضگی ان صورتوں میں ظہور کرے گی۔ سو یہ سب سچ ہے۔
مِتَّا۔ مرکب ہے مِتَّ تعلیلہ (معلق بویل) اور مَآ مَوْجُوْلہ ہے۔ یعنی تَفٌّ ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا۔

كَبَبَتْ اَيْدِيْہُمْ۔ اَيْدِی جمع يَدٌ کی۔ مضاف، ھِمْ مضاف الیہ مضاف الیہ مل کر فاعل كَبَبَتْ کا ان کے ہاتھوں نے لکھا۔ یہ جملہ صلہ ہے اپنے موصول کا۔

باوجودیکہ لکھتے ہاتھوں ہی سے ہیں ذکر پاؤں سے۔ پھر اس کو جو ذکر کیا تو تاکید کے لئے ہے۔

مِمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ بوجہ اس کے جو انہوں نے کمایا۔ مِمَّا کے لئے اور پر تحریر ہو چکا
يَكْسِبُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے كَسَبٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ وہ کماتے ہیں۔ وہ کمائی کرتے ہیں۔

لَنْ تَمْسَا النَّارَ۔ لَنْ تَمَسَّ۔ فعل مضارع نفی تاکید بَلْنَ واحد مَوْث غائب کا صیغہ۔ مَسَّ باب نصر
ضَرَبَ) سے۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وہ ہم کو ہرگز نہ چھوئے گی۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً۔ موصوف و صفت اَيَّامٌ۔ يَوْمٌ کی جمع ہے۔ اصل میں اَيَّوَامٌ تھا۔ واو کو یا بنا یا اور یا کو یا میں مدغم کیا۔ اَيَّامٌ ہو گیا۔ اَيَّامًا بوجہ ظرف منصوب ہے اور مَّعْدُوْدَةً اپنے موصوف کی نسبت منصوب ہے۔ مَّعْدُوْدَةً۔ اسم مفعول واحد مَوْث ہے۔ اور اس کی جمع مَّعْدُوْدَاتٍ ہے۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً گنتی کے چند دن۔ عَدَّ (باب نصر) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ عَدَدٌ۔ گنتی۔ شمار۔

اَتَّخَذْتُمْ۔ اصل میں اَاتَّخَذْتُمْ تھا۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اور ہمزہ وصل محذوف ہے۔ اَتَّخَذْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِتَّخَذَ مصدر (افتعال) سے۔ کیا تم نے اختیار کیا ہے یا لے رکھا ہے عہد ا مفعول عِنْدَ اللّٰہِ اللّٰہ کے حضور اللّٰہ کے پاس۔ یعنی اللّٰہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰہُ عَهْدَہُ۔ یہ جملہ جواب شرط میں ہے اس سے قبل شرط مقدر ہے ای اِنِ اتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰہِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰہُ عَهْدَہُ۔ اگر تم نے اللّٰہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ فَاذْجواب شرط مقدرہ کے لئے ہے۔ لَنْ يُّخْلِفَ۔ مضارع نفی تاکید بَلْنَ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ اِخْلَافٌ (افعال) مصدر۔

اَمْ تَقُولُوْنَ۔ میں اَمْ منفصلہ اور منقطع دونوں ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں اسے اَمْ مُعَادِلَہ کہیں گے اور

یہ سہزہ استفہامیہ کے معنی دے گا۔ تقدیر کلام یوں ہوگی اَلْقُوْا لَوْ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَیْہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ دوسری صورت میں (یعنی بصورت منقطعہ) بمعنی بَلْ ہوگا۔ اِیْ بَلْ اَلْقُوْا لَوْ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ یا کیا تم اللہ پر وہ باتیں بناتے ہو جن کو تم خود بھی نہیں جانتے۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں اَمْ متصل یا اس کو منقطع کہا جائے بمعنی بَلْ ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۸: ۱۹)

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ؕ اس میں ما موصول ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے۔ جسے تم خود نہیں جانتے ۲: ۸۱۔ بکلی۔ ہاں۔ حرف ایجاب ہے اور کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے واسطے استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۷۶)

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً ---- خَلِدُوْنَ

مَنْ موصول ہے۔ كَسَبَ سَيِّئَةً جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَاَحَاطَتْ بِہِ خَطِيئَتُہُ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ (مَنْ موصول کا) صلہ اور موصول مل کر مبتدا متضمن معنی شرط۔ فَ جزائیہ۔ اُولٰٓئِكَ، مبتدا، اَصْحٰبُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اول۔ هُمْ فِيْہَا خَالِدُوْنَ۔ هُمْ مبتدا، فِيْہَا متعلق خَالِدُوْنَ۔ جو خبر ہے مبتدا کی۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی ہے مبتدا اُولٰٓئِكَ کی۔ یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا متذکرہ بالاکی۔ اب یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف (آیہ ۸۲) کا نقشہ یوں ہوگا۔

خبر اول خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ اپنے معطوف (آیہ ۸۲) کا	{	موصول	{	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	{	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	{	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	{	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر					
		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر
		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر
		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر		موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر	موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ { هُمْ فِيْہَا خَالِدُوْنَ جملہ اسمیہ ہو کر خبر ثانی { اُولٰٓئِكَ خبر { اَصْحٰبُ النَّارِ خبر اول { هُمْ مبتدا { فِيْہَا متعلق خَالِدُوْنَ { جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی { اُولٰٓئِكَ کی { یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف (آیہ ۸۲) کا

کَسَبَ کے معنی اخذ میں نفع حاصل کرنے کے ہیں۔ سَيِّئَةً (گناہ) کے ساتھ اس کا تعلق بطور استہزار کے ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد بار ایسا استعمال آیا ہے مثلاً بَشِّرِ الْمُنَافِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا۔

اے پیغمبر! بشارت سادو منافقوں کو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے
وَ اَحَاطَتْ بِہِمْ خَطِیئَتُہٗ۔ اور اس کے گناہ نے اس کا احاطہ کر لیا ہو۔ یعنی وہ اپنے گناہوں میں گھر گیا ہو اور اسے
تو بہ نصیب نہ ہوئی ہو۔

فَاُولٰٓئِکَ۔ پس وہی لوگ۔

خَلِیْدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خَلُوْا (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔

۸۲:۲۔ اس آیت کا عطف سابقہ آیت پر ہے۔

۸۳:۲۔ اِذْ فَعَلَ مَحْذُوْف۔ اِذْ کُور کے متعلق ہے اسم ظرفِ زمان ہے۔ بطور اسم ظرفِ مکان یا حرفِ مفاعلة
بھی آتا ہے۔

مِیْثَاقٌ بَرُوْزَن مِفْعَالٌ اسم آلہ ہے۔ پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ۔ وَ تَاقَہُ تُسے۔ یا پختگی اور مضبوطی۔
رہمٰنی مصدر) جیسے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَہْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ (۲:۲۴) وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو
توڑتے ہیں۔ مِیْثَاقٌ اس عہد کو بھی کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ منوکہ کیا گیا ہو (نیز ملاحظہ ہو ۲:۲۴) مِیْثَاقِ بَنِی
اِسْرَآئِیْل۔ مضاف مضاف الیہ۔ بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد۔ اَخَذْنَا کا مفعول ہے۔
لَا تَعْبُدُوْنَ سے لے کر وَ اَلْوَالِدَیْہِ کَوَۃً تک مِثَاق کا مضمون ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) خبرِ معنی نہیں ہے (تم پرستش نہیں کرو گے) معنی تم پرستش مت
کرو! یہ صریح امر یا نہی ہے۔ ابلغ ہے۔ ایسے ہی اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا یُضَارَّ کَاتِبٌ وَلَا شَہِیْدٌ (۲:۲۸۲)
اور نہ نقصان پہنچایا جائے لکھنے والا اور نہ گواہ۔ لَا یُضَارَّ بمعنی نہیں ہے یعنی کاتب اور گواہ کو نقصان مت پہنچاؤ۔
اسی بنا پر یہ اَحْسِنُوْا (جو بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا سے قبل محذوف ہے) اور قُولُوْا (جو آگے آ رہا ہے) کا عطف لَا
تَعْبُدُوْنَ پر مستحسن ہو گیا۔

وَالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِیْ وَ اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (اور ماں باپ سے مہلاتی کرتے رہنا)
وَذِی الْقُرْبٰی۔ اس کا عطف جملہ ماقبل میں اَلْوَالِدَیْنِ پر ہے۔ یعنی اور قرابت داروں کے ساتھ (بھی اُن
سلوک کرنا۔ اَلْقُرْبٰی مثل اَلْمُسْنٰی یا التَّوَجَّعٰی مصدر ہے۔

وَالِیْتَمٰی۔ یتیم کی جمع ہے۔ اس کا عطف بھی مثل ذِی الْقُرْبٰی۔ اَلْوَالِدَیْنِ (جملہ سابقہ) پر ہے
وَالْمَسٰکِیْنِ۔ مسکین کی جمع۔ اس کا عطف بھی مثل ذِی الْقُرْبٰی وَالِیْتَمٰی ہے۔ مَسٰکِیْنٌ بروزن مفعیل
سُکُوْن سے مشتق ہے۔ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ اسے فقر اور تنگدستی نے ایک جگہ ساکن کر دیا
وَقُولُوْا۔ اس کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے (اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا)
حُسْنًا۔ نیک بات۔ مصدر ہے۔ مبالغہ کے طور پر قول کو حُسْن (نیک) کہہ دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بات

کہو جو سرتاپا نیکی ہو

وَاقِمُوا الصَّلَاةَ وَالْزَّكَاةَ - ہر دو حملوں کا عطف احسنوا پر ہے۔

ثُمَّ - پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے اس میں تو بیخ ہے مخاطبین کے لئے کہ مدت مدید تک اس میثاق کے زیر اثر رہنے کے بعد تم پھر پھر گئے۔

تَوَكَّلْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَكَّلْتُمْ مصدر سے۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑ لیا۔

وَأَنْتُمْ مُعْرِضُونَ - جملہ عالیہ موكده ہے فاعل تَوَكَّلْتُمْ سے یا یہ جملہ مفرضہ ہے اور تم تو ہو ہی ایسی قوم جو مادۃ موثقی سے پھر جانے والی ہے۔ مُعْرِضُونَ اسم فاعل جمع مذکر حاضر اَعْرَضُوا (اَفْعَالٌ) مصدر منہ موڑنے والے۔ رخ گردانی کرنے والے۔ شروع رکوع سے بنی اسرائیل کو بطور غیبت ارشاد فرمایا اور ثُمَّ تَوَكَّلْتُمْ صیغہ خطاب سے کلام کا رخ موڑ دیا۔ جو بنی اسرائیل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور جو آپ سے پہلے تھے سب کو بطور تغلیب خطاب ہے

۸۴: ۲ - لَا تَسْفِكُونَ (مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر خبر معنی نہیں۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو آیہ سابقہ

۸۳: ۲ لَا تَعْبُدُونَ کے محاذ، تَسْفِكُونَ - سَفَكْتُ - مصدر (باب ضرب) سے مشتق ہے جس کے معنی

خون بہانا۔ اور آنسو بہانے کے ہیں۔ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ آپس میں کشت و خون نہیں کرو گے۔

دِمَاءَكُمْ - مضاف، مضاف الیہ۔ تمہارا خون

فائدہ - لَا تَسْفِكُونَ سے لے کر مِنْ دِيَارِكُمْ تک میثاق کا مضمون ہے اور یہ بدل ہے میثاق کا

ثُمَّ أَقَرَّرْتُمْ - ثُمَّ تَرَخِي فِي الرِّبَةِ - أَقَرَّرْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اِقْرَارٌ (اَفْعَالٌ) مصدر

پھر تم نے اس پر پابند رہنے کا اعتراف بھی کر لیا

وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ - حال موكده ہے۔ یعنی اور تم اس بات کے گواہ ہو کر یہ عہد ہوا تھا۔ تَشْهَدُونَ مضارع

کا صیغہ جمع مذکر حاضر شَهِدُوا (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی حاضر ہونے اور موجود ہونے کے ہیں یا اس کا

مصدر شَهِادَةٌ ہے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں

۸۵: ۲ - ثُمَّ - یہاں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں بلکہ بُعْدِ عہد کے لئے ہے۔ عہد کے توڑ دینے کے استبعاد

کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔ ثُمَّ أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ - پھر یہ تمہی ہو کہ (اس میثاق کو توڑ کر) آپس میں خون ریزی کرتے ہو

أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ - صاحب تفسیر منطہری رقمطراز ہیں اَنْتُمْ مبتدا ہے اور هَؤُلَاءِ خبر ہے اور معنی

یہ ہیں کہ: پھر تم وہی بد عہد ہو جیسے کہا کرتے ہیں کیا تم وہی شخص ہو جس نے ایسا کیا۔ مصفت بدلنے کو بمنزلہ ذات

کے بدلنے کے ٹھہرا کر ایسے کلام کا استعمال کیا کرتے ہیں اور جملہ تَقْتُلُونَ أَنْفُسَكُمْ یا تو حال ہے اور عامل اس میں

معنی اشارہ کے ہیں اور یا اَنْتُمْ هَؤُلَاءِ کا بیان ہے اور یا یہ کہا جائے هَؤُلَاءِ بمعنی اَلَّذِي ہے اور جملہ

تَقْتُلُونَ..... الخ. صلہ ہے اور صلہ و موصول مل کر اَنْتُمْ کی خبر ہے

تَطَا هَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَطَاهُرُوْا (تَفَاعُلٌ) مصدر سے، تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہو اصل میں تَتَطَهَّرُونَ تھا۔ ایک تاؤ گر گئی۔ عَلَيْهِمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان لوگوں کے لئے ہے جن کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے وہ کشت و خون کرتے ہیں اور جن کو وہ ان کے گھروں سے باہر نکالتے ہیں۔

الْعُدْوَانِ۔ ظلم و زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُو (باب نَصَرَ) کا مصدر ہے۔ عدوان کے معنی تعدی اور ظلم کے ہیں (امام ابو جبر سمبستانی) بعض علماء سے نقل ہے کہ عدوان کے معنی بُری طرح حد سے بڑھ جانے کے ہیں خواہ یہ بات قوت میں ہو یا فعل میں ہو یا حال میں ہو۔ عدوان اس زیادتی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو ظلم کے بدلہ کے طور پر ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ الطَّالِبِينَ (۲: ۱۹۳) ظلم کا بدلہ صرف ظالموں ہی سے لیا جائیگا۔ یا زیادتی نہیں صرف ظالم لوگوں پر۔ یا جرم کی سزا صرف ظالموں ہی کو ملے گی۔

تَظْهَرُونَ عَلَيْهِم بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ یہ جملہ فاعل تَخْرِجُونَ سے حال ہے۔ يَأْتُوكُمْ۔ يَأْتُوا۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل انْ شَرُطِيَّةٌ) كُمْ، ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر وہی لوگ غیر قویوں کے، قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں۔ اُسْرَى۔ اَسِيرٌ کی جمع۔ قیدی۔ تَفَادَوْهُمْ! تَفَادَوْا۔ مضارع مجزوم (جواب شرط) صیغہ جمع مذکر حاضر مُفَادَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر، جس کا مطلب ہے فدیہ دے کر چھڑانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع فعل يَأْتُوا کی ضمیر فاعل ہے، یعنی وہ لوگ جو قیدی بن کر آتے ہیں تم فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔ وَهُوَ مُحَرَّرٌ عَلَيْكُمْ إِحْدَا جُھُم۔

و احوال یہ ہے هُوَ ضمیر شان جو اِحْدَا جُھَم کی طرف عائد ہے۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔ جملہ حال یہ ہے اور هُمْ ضمیر فاعل يَأْتُوا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے اَفْتَوْ مِنْوَت۔ سبزہ استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ تو کیا تم ایمان لاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲۴: ۱۲) فَمَا۔ فَاء۔ عاطفہ۔ مَا۔ نافیہ۔

خِزْيٌ۔ ذلت و خواری۔ رسوائی۔ خِزْيٌ يَخْزِي (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ مضاف مضاف الیہ يَوْمَ بوجہ مفعول فیہ کے منصوب ہے۔

يُرْدُّونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، رَدُّ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔ اَشَدَّ۔ نہایت سخت، بہت شدید۔ افعِلْ التفضیل کا صیغہ ہے

الْعَذَابِ: مضاف الیہ۔ اِلَى اَشَدِّ الْعَذَابِ اِی اِلَى عَذَابٍ اَشَدَّ مِنْ عَذَابِ الدُّنْيَا۔ اور قیامت کے روز، ایسے عذاب کی طرف (لوٹائے جاؤ گے) جو اس دنیاوی عذاب سے شدید تر ہوگا۔

وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ۝ جملہ معترضہ ہے ہاں نافیہ ہے۔ عَمَّا عَنْ حرف جار۔ اور مَا موصولہ مرکب ہے۔

فائدہ ۷۔ مدینہ میں مشرکوں کے دو قبیلے تھے۔ اوس اور خزرج۔ یہ دونوں قبیلے آپس میں برسرِ پیکار رہتے تھے۔ یہودیوں کے بھی اس وقت مدینہ میں یا کہ حواریہ مدینہ میں دو بڑے قبیلے تھے، بنی نضیر اور بنی قریظہ، یہ دونوں قبیلے بھی باہمی کدورتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے حریف تھے۔ ان دونوں میں بنی نضیر قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ اور بنی قریظہ قبیلہ اوس کے ساتھی تھے اوس اور خزرج کی باہمی خانہ جنگیوں میں یہودی قبیلے بھی اپنے اپنے حلیف کے ہمراہ اپنے ہی مذہب قبیلوں کے مقابل لڑتے تھے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے بے گھر کرتے تھے۔ لیکن (عجیب بات ہے کہ) ان یہودی قبیلوں میں سے کوئی لڑائی کے دوران اگر دوسری قوم کے ہاتھ میں اسیر ہو جاتا تو اسرائیلی کا آزاد کرانا کارِ ثواب سمجھا کر فدیہ کر اسے رہا کر لیتے تھے حالانکہ اس کا جلا وطن کرنا ہی حرام تھا جس کے سبب وہ اسیر ہوا تھا۔

۸۶:۲ اُولَٰئِكَ ۝ اسم اشارہ بعید مذکر، اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جن کی کرتوتیں اوپر مذکور ہوئیں۔ اِشْتَرَوْا ۝ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتَرَاءُ (افْتَعَالُ) مصدر جس کے معنی بیچنا اور خریدنا دونوں ہیں۔ شری۔ مادہ۔ آیت ہذا میں یہ بمعنی خریدنے کے ہے۔ یعنی جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔ اردو میں اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور مشتری خریدار کو کہتے ہیں۔ چنانچہ مثل ہے، مشتری ہوشیار باش۔ خریدار کو جو کس رہنا چاہئے۔ انہی معنوں میں اور حکم قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ اَشْتَرٰ مِنْ الْوُثَنِ ۝ (۱۱۱:۹) خدا نے مومنوں سے خرید لئے ہیں۔

اور بیچنے کے معنی میں ہے وَشَرَوْهُ بِشَمَنِ اَبْحُسِمٍ (۲۰:۱۲) اور اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا۔ لَا يُخَفَّفُ ۝ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَخَفَّفُ (تَفْعِيلُ) ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ کمی نہیں کی جائے گی۔ تخفیف نہیں کی جائے گی۔

وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ واو عاطفہ ہے لانا فیہ هُمْ مبتدا ر يُنصَرُونَ ۝ فعل مضارع مجہول ہے جو جملہ فعلیہ ہو کر مبتدا کی خبر ہے۔ اور جملہ لَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ جملہ اسمیہ ہو کر معطوف ہے جملہ سابقہ کا۔ لَا يُنصَرُونَ ۝ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

۸۷:۲ اَلْكِتٰبِ ۝ اِی التَّوْرٰةِ ۝

تَقْنِنًا ۝ ماضی جمع متکلم۔ تَقْنِنُ (تَفْعِيلُ) مصدر سے۔ تیچھے بھیجنا۔ تیچھے کر دینا۔ اس کا مادہ قَفَا ہے۔ قَفَا کا معنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ (گڈی) قَفْوُ ۝ اور قَفْوُ پیچھے چلنا، پیروی کرنا (اس معنی میں مجرب باب نصر سے مستعمل ہے) تَقْنِنَةُ (د باب تفعیل) دو منفعل چاہتا ہے اور اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوتی ہیں

(۱) کبھی دونوں مفعول پر حرف جر نہیں ہوتا۔ مثلاً قَفَّيْتُ زَيْدًا اَعْمُوًّا میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا۔
 (۲) کبھی مفعول دوم پر ب آتا ہے۔ قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہے مثلاً آیت نذا۔ اور ہم نے اس کے پیچھے رسول بھیجے اور ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلَىٰ اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (۵۴: ۲۴) پھر ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے اپنے رسول بھیجے۔ (۳) کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً وَقَفَّيْنَا بِعِيسَىٰ بْنِ مَرْيَمَ (۵۴: ۲۴) اور (پھر ان رسولوں کے، پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔

اَلْبَيِّنَاتِ - بَيِّنَةٌ کی جمع ہے بوجہ جمع مؤنث سالم کے منصوب ہے۔ روشن دلیلیں۔ کھلی ہوئی دلیلیں۔
 اَيَّدْنَا - اَيَّدْنَا ماضی جمع مکمل۔ تَأَيَّدُ (تَفْعِيلٌ) مصدر بمعنی مدد کرنا۔ قوت دینا۔ تائید کرنا۔ کُ مَنِيْر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قوت دی۔ ہم نے اس کی تائید کی۔

رُوحُ الْقُدُسِ - مضاف مضاف الیه، یہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے جیسے کہتے ہیں حَاقِمَةُ الْجُودِ اور رَجُلٌ صِدِّقٌ۔ اور یہ مبالغہ کے اختصاص کے لئے ہے۔ یہاں بھی الْقُدُسِ (پاک) روح کی صفت ہے۔ پاک و مقدس روح۔ روح القدس سے مراد یا حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا القدس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور روح سے مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اندر پھونکی تھی۔
 جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوحِنَا۔ (۲۶-۱۲) ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا۔ اس میں متعدد اقوال ہیں جو کسی تفسیر میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

اَفْكَلَمًا - ہمزہ استفہامیہ فاء عاطفہ ہے۔ کَلَمًا مرکب ہے کَلَّ اور مَآ سے۔ مَآ مصدر یہ ہے۔ اور کَلَمًا کے معنی کَلَّ وَقَتٌ۔ یعنی جب، جبکہ، جس جس وقت، جب بھی۔ اسی وقت کے معنی کی وجہ سے اس مَآ کو مصدر یہ ظرفیہ یعنی ظرف کا نائب کہتے ہیں نہ کہ خود ظرف۔ کَلَمًا میں لفظ کَلَّ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی شے کی طرف مضاف ہے جو ظرف کی قائم مقام ہے۔ کَلَمًا تکرار کے واسطے آتا ہے۔ اکثر کَلَمًا کے بعد فعل یا صیغہ آتا ہے

مثلاً کَلَمًا لَّصِيْبَتْ جُلُوْدُهُمْ (۴: ۵۶) کَلَمًا دَعَوْهُمْ (۱۱: ۲۲) اَفْكَلَمًا تو کیا جب کبھی مَآ لَا تَهْوٰی۔ مَآ موصولہ ہے۔ لَا تَهْوٰی اَلْفُسْکُمْ اس کا صمد۔ لَا تَهْوٰی مضارع منفی واحد مؤنث غائب ہَوٰی (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی خواہش کی طرف نفس کا مائل ہونا۔ جسے تمہا سے جی ناپستد کرتے ہیں۔
 اِسْتَكْبَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ (سِتْكَبَرُ) اِسْتَفْعَالٌ مصدر تم نے تکبر کیا۔ تم نے غرور کیا۔ یعنی ایمان لانے اور پیغمبروں کے اتباع سے تکبر کرنے لگے۔

فَفَرِّقَا كَذٰ بُشْرًا وَفَرِّقًا تَقْتُلُوْنَ ہ پس کسی گروہ کو تم نے بھٹلایا اور کسی گروہ کو قتل کرنے لگے، یہاں صیغہ مضارع اس لئے استعمال ہوا کہ یہ ایک امر عظیم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو امر عظیم ہوتا ہے اس کو اس طرح بیان کیا کرتے ہیں کہ وہ بالکل پیش نظر ہو جائے گویا اب ہو رہا ہے۔ (منظہری)

غُلْفٌ جمع غُلْفٌ واحد - اَعْلَفَ اس چیز کو کہتے ہیں جو غلاف میں بند ہو۔ چنانچہ غُلْفُ السَّيْفِ کے معنی ہیں، میں نے تلوار کو نیام میں بند کر دیا۔ مطلب یہ کہ ہمارے دل غلافوں میں بند ہیں اس لئے قرآن مجید کی باتیں ہمارے تک نہیں پہنچ سکتیں۔

بعض کے نزدیک غُلْفٌ اصل میں غُلْفٌ تھا۔ لام کے ضمہ کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا اور یہ غِلَافٌ کی جمع ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ غِلَافٌ کے معنی 'مخزن' ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہمارے دل خود ہی علوم و معارف کے گنجینے اور مخزن ہیں لہذا ہمیں دوسروں کے علوم سے استفادہ کی ضرورت نہیں۔ بل حرفِ اِضْرَاب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر بند ہیں یا وہ علوم و معارف کے خزانے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے۔

بَلْ کے متعلق ملاحظہ ہو (۱۳۵: ۲)

فَقَلِيلًا - میں فاء سببیہ ہے۔ قَلِيلًا منصوب ہے اس لئے کہ یہ صفت ہے مفعول مطلق محذوف (إِيمَانًا) کی اور مَا زَامِدہ ہے۔ اِی فَاِیْمَانًا قَلِيلًا یُؤْمِنُونَ ہ پس یہ تھوڑے ہی پر ایمان لاتے ہیں۔

(۸۹: ۲) لَعَنَّا - جب شرطیہ ہے، نیز ملاحظہ ہو۔ (۲۱۴: ۲)

کِتَابٌ یعنی قرآن - نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے۔

مُصَدِّقٌ - اسم فاعل واحد مذکر۔ تَصَدِّقٌ مصدر (باب تفعیل) تصدیق کرنے والا۔ سچا ماننے والا۔ سچا کہنے والا۔

مَا مَعَهُمْ - ما - موصولہ مَعَهُمْ - صلہ و کتاب، جو ان کے پاس تھی۔ یعنی توراۃ۔ وَکَمَا جَاءَهُمْ کِتَابٌ مِّنْ عِندِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ - جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ اِی اَنْکَرُوْهُ اُنہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلٰی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یہ جملہ یا ضمیر فاعل کَانُوْا سے حال ہے یا یہ جملہ مقررہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ حالانکہ وہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے (اس نبی کے وسیلہ سے)۔

مِنْ قَبْلُ - قَبْلُ اسم ظرف ہے۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں کے لئے آتا ہے یہ ظروفِ مبنیہ ہیں سے ہے بعض ان میں سے ضمہ پر بعض فتح پر اور بعض سکون پر مبنی ہیں۔

اسما جہات سترہ یعنی - قَبْلُ - بَعْدُ - تَحْتَ - فَوْقُ - قُدَّامُ - خَلْفُ - مِیْنِ بَرْمَہ ہیں۔ ان پر ضمہ آتا ہے جب ان کا مضاف الیہ محذوف ہو اور دل میں مقصود ہو۔ جیسا کہ آیت نہا میں کہ اصل میں مقصود یہ تھا مِّنْ قَبْلُ ذٰلِكَ - لیکن اگر مضاف الیہ محذوف نہ ہو تو حرف جار کا اثر قبول کریں گے۔ جیسے مِّنْ قَبْلُ ذٰلِكَ مِّنْ بَعْدِ ۴ - قَبْلُ کا استعمال چار طور پر ہوتا ہے (۱) تقدم زمانی جیسے قَبْلُ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلُ

عُرُوْبِهِمَا - (۱۳۰:۲۰)

(۲) تقدم مکانی کسی مقام کا دوران رفتار میں پہلے واقع ہونا۔ اور دوسرے مقام کا بعد کو واقع ہونا۔ مثلاً لاہور سے کراچی جاتے ہوئے ساہیوال قبل آئے گا اور ملتان بعد میں اور کراچی سے لاہور آتے ہوئے ملتان قبل آئیگا اور ساہیوال بعد میں۔ (۳) تقدم بلحاظ مرتبہ جیسے عبد الملک قبل الحجاج۔ عبد الملک مرتبہ میں حجاج پہلے ہے یعنی بڑا ہے (۴) ترتیب فنی و تعلیمی میں تقدم۔ جیسے تعلم الہجاء قبل تعلم الخط۔ ہجاء کی تعلیم کتابت سیکھنے سے پہلے دی جاتی ہے۔ (راغب)

قرآن مجید میں لفظ قبل عموماً تقدم زمانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔
كَانُوا يَسْتَفْتِحُونَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب، اِسْتَفْتَحَ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر وہ فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ وہ فتح مانگا کرتے تھے۔ یعنی جب کبھی یہود کی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی تو وہ اس بنی کی وساطت سے اللہ سے مخالفین پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر اور بعثت کا وعدہ تورات میں دیا گیا تھا۔ اور ان الفاظ سے دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ بَيْتِكَ الَّذِي وَعَدْتَنَا اَنْ تَبْعَثَهُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا الْيَوْمَ عَلٰى عَدُوِّنَا۔ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے اس بنی آخر الزمان کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ تو آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح دے (روح المعانی)

فَلَمَّا۔ پس جب (شرطیہ ہے)

مَا عَرَفُوا۔ ما موصولہ ہے اور ضمیر جو اس کی طرف عائد ہے محذوف ہے۔ عَرَفُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ مَعْرِفَةٌ دَعْرِفَانٌ سے۔ انہوں نے پہچانا۔ انہوں نے جانا۔ جس کو وہ جان اور پہچان چکے تھے۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ کَفَرُوا بِہِ جواب شرط ہے۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

اَلْكَافِرِيْنَ۔ میں آل عہد کا ہے۔ یعنی یہ لوگ (جن میں کفر و جود ہے) لعنت کے مستحق ہیں۔ یا آل جنس کا ہے یعنی تمام کافروں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے (اس میں یہ منکرین بھی آگئے)

بِئْسَمَا۔ مرکب ہے بِئْسَ اور مَا سے۔ بِئْسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بمعنی بُرَا ہے اصل میں بِئْسَ تھا۔ باب سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِي اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔ پس بُرَا ہے وہ چیز جس کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو نیک ڈالا۔

أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ: أَنْ مصدر یہ ہے

بَغْيًا۔ مفعول لہ ہے يَكْفُرُوا کا۔ بمعنی لوہے سرکشی، زیادتی، ضد، حسد

أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ..... مِنْ عِبَادِهِ أَنْ مصدر یہ ہے یہ جملہ بَغْيًا کا مفعول لہ ہے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا چکیا وہ بہت بُری ہے۔ اور سودا کیا تھا؟ یہ کہ انہوں نے انکار کر دیا اس کلام جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اور ان کے انکار کی وجہ کیا تھی؟ بَغْيًا۔ یعنی ان کی سرکشی ضد و حسد (جوان کے انکار کے محرکات تھے) اور ان محرکات کی کیا وجہ تھی؟ یہ کہ اللہ تعالیٰ جس پر پاب تھا ہے ازراہ فضل اپنا کلام کیوں نازل فرماتا ہے۔ ان کی توقعات و خواہشات کی تکمیل کیوں نہیں ہوتی؟ رکہ یہ نبی جس پر قرآن نازل ہو رہا ہے بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہئے تھا کہ اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے)

فَبَاءُوا۔ فَ عامل ہے۔ بَاءُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب بَوُّع مصدر سے (باب نَصَو) انہوں نے کمایا وہ لوٹے۔ سو انہوں نے کمایا (غضب بالائے غضب) یعنی اپنے پر غضب بالائے غضب لے آئے۔ غَضِبَ عَلَى غَضِبٍ۔ غضب کے بعد غضب، یہاں اس سے مراد محض دو غضب نہیں بلکہ پے در پے متعدد غضب۔ مثلاً ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ اور اللہ کا ان پر اس سبب سے غضب ہوا۔ اور اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرنے اور توراۃ پر عمل نہ کرنے۔ گنہگار کی عبادت کرنا وغیرہ سے بھی غضب الہی میں مبتلا تھے اب غضب پر غضب ہو گیا۔

مُهَيِّنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر (هَآئِةُ مصدر رافعال) ہون۔ مادہ۔ ذلیل کرنے والا۔ اہانت آمیز ۲: ۹۱۔ اِذَا قِيلَ لَهُمْ..... أَنْزَلَ اللَّهُ جملہ شرطیہ ہے قَالُوا..... عَلَيْنَا جواب شرط ہے۔ اور وَيَكْفُرُونَ بِمَا ذَرَأَهُ۔ جملہ حالیہ ہے قَالُوا کی ضمیر مستتر سے وَهُوَ الْحَقُّ مَصَدِّقًا لِمَا مَعَهُم، حال مؤكدہ ہے مَا أَنْزَلَ اللَّهُ سے مراد قرآن اور تمام کتب سماویہ ہیں مَا أَنْزَلَ عَلَيْنَا سے مراد توراۃ ہے۔

مَا ذَرَأَهُ۔ میں مَا موصولہ ہے اور ذَرَأَهُ مضاف، مضاف الیہ مل کر صمد۔ مراد اس سے توراۃ کے علاوہ جو کتب سماویہ ہیں۔ ۴ ضمیر واحد مذکر غائب توراۃ کے لئے ہے (جوان (یہود) پر نازل ہوئی۔

ذَرَأَ۔ وَرَأَ۔ مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آر۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔ وَهُوَ۔ میں هُوَ ضمیر قرآن پاک کی طرف راجع ہے۔ یا قرآن اور انجیل کی طرف۔ مَا مَعَهُم جوان کے پاس ہے قُلْ۔ اِی قُلْ یا مہ۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ ازال بعد آیت کے آخر تک مقولہ ہے

فَلَمَّا تَقَاتَلُوا..... مِنْ قَبْلُ جزا ہے جو شرط سے مقدم آئی ہے بعد کا جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اگر تم ایماندار تھے تو خدا کے رسولوں کو پہلے کیوں قتل کیا کرتے تھے۔

فَلَمَ - میں فاء جواب شرط پر دلالت کرتا ہے (جزایہ۔۔۔) لَمَ میں لام تعلیل کا ہے۔

م - اصل میں مَا سَمِعَا جو استفہامیہ ہے (کس لئے، کیوں) مَا استفہامیہ کو مَا خبریہ سے جدا کرنے کے لئے اَلْف کو حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں فِیْمَ اور بَیْمَ اور عَمَّا آیا ہے مثلاً فِیْمَ بُشِّرُوكَ (۱۵-۵۴) تو کا ہے کی تو شجرہ جی رہتے ہو۔ اور عَمَّا یَتَسَاءَلُونَ (۱: ۷۸) رہا لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔ اور قَالُوا فِیْمَ کُنْتُمْ (۹۷: ۴) (فرشتوں نے پوچھا تم کس حال میں تھے؟

تَفَتَّلُونَ بمعنی قَتَلْتُمْ ہے۔ مضارع کا صیغہ۔ ازمنہ گذشتہ میں ان کے قتل انبیاء کے فعل کے استمرار کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ انبیاء کا قتل کرنا اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کے آباء و اجداد سے ظہور میں آیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ خلف اپنے سلف کے افعال سے راضی اور ان کے متبع ہیں اس لئے ان کے قتل کو ان کی طرف بھی منسوب کر دیا گیا ہے۔

۹۲: ۲ - وَلَقَدْ جَاءَكُمْ مُوسٰی - واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ اور قَدْ تحقیق کا ہے۔ اور بَشِیْکَ تمہارے پاس حضرت موسیٰ (علیہ السلام) آئے۔

یَلْبِیْسَ - روشن دلائل۔ یہاں مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کر اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ مثلاً عصا ید بیضار۔ انفلاق البحر (سمندر کو پھاڑ کر قوم کو پار کرنا) وغیرہ یہ نو معجزات تھے۔ بِالْبِیْسَ - میں بآء تعدیہ کے لئے ہے یعنی حضرت موسیٰ لائے۔

اِتَّخَذْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر۔ (اِتَّخَذُوا اَفْعَالًا) تم نے اختیار کیا (بطور معبود کے)

اَلْعِجْلَ - بچھڑا۔ گنو سالہ۔ گائے کا بچہ۔

مِنْ اَبْعَدٍ - موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد۔ یا آپ کے کوہ طور پر جانے کے بعد۔

وَاَنْتُمْ ظَالِمُوْنَ - جسدہ حالیہ ہے۔

(۹۳: ۲) وَاِذَا اخَذْنَا مِنْكَ اَمْثَلًا فَكُنْ لَكَ الطُّفُوْةُ خُذُوْا مَا اَنْتَیْكُمْ لِیَقُوْۤا مَظْهَرُوْ

(۹۳: ۲)

وَاَسْمَعُوْۤا - واؤ عاطفہ ہے۔ اِسْمَعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ سَمِعَ (باب سَمِعَ) سے۔ تم سنو، یعنی قبول کرو اور اطاعت کرو، اطاعت کو سننے سے اس لئے تعبیر کیا کہ سننا اطاعت کا سبب ہے۔

عَصٰیْنَا - ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے نہیں مانا۔ مَعْصِیَةٌ دَعِیْبَانُ (باب صَرَبَ) مصدر وَاَسْرَبُوْۤا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِہِمْ۔ اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گو یا) ان کے دلوں میں رچ گیا یا اَلْعِجْلَ۔ مضاف الیہ ہے اس کا مضاف حذف کیا گیا ہے اصل میں حُبُّ الْعِجْلِ تھا۔ معنی ہونگے اور پلا دی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بہ سبب ان کے کفر کے۔ عربی محاورہ میں جب کسی کی محبت

یا بغض دل کے اندر سرایت کر جائے تو اس کے لئے لفظ شَوَابٌ کو بطور استعارہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بدن میں نہایت تیزی سے سرایت کرتی ہے۔

بَلِّسَمًا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔ تقدیر کلام یوں ہے اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ فَبَلِّسَمًا يَأْمُرُكُمْ بِمِ اِيْمَانِكُمْ۔ پہلا جملہ شرط اور دوسرا جوابِ شرط۔ اگر تم (بقول تمہارے) ایمان دار ہو تو تمہارا ایمان بہت بُری بات بتاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم ایمان دار ہی نہیں ورنہ ایسے قبیح افعال کے تم مرتکب نہ ہوتے۔

۹۴:۲۔ خَالِصَةً۔ خاص کر کے۔ خَاصَّةً۔ مخصوص خصوصاً طور پر۔ خَالِصٌ۔ خلوص سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اَلَّذَا اُرْسِیَ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مِنْ دُوْنِ النَّاسِ۔ سب لوگوں کو چھوڑ کر۔ یعنی دوسروں کے لئے نہیں۔ النَّاسِ میں اَلْ یا تو استفراق کا ہے یا جنس کا۔ یا مسلمانوں کے لئے ہے یا یہ اَلْ عہد کا ہے۔

اِنْ كَانَتْ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ شرطِ اول۔ فَتَمَتُّوا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ میں۔ جملہ دوم شرطیہ ہے (شرط دوم) اور جملہ اول جوابِ شرط۔ لہذا فَتَمَتُّوا الْمَوْتَ شرط اول و دوم دونوں کا جواب ہے۔

تَمَتُّوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم آرزو کرو، تم تمنا کرو، تَمَتُّوْا (تَفَعَّلَ) مصدر

وَلَنْ يَتَمَتَّوْا۔ مضارع نفی تاکید لَمَنْ۔ يَتَمَتُّوْا اصل میں يَتَمَتُّوْنَ متقا۔ نون اعرابی لَنْ کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع الْمَوْتَ ہے۔

اَبَدًا۔ ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔ کبھی بھی۔

بِمَا۔ میں بسبب یہ ہے اور مَا موصول۔

قَدْ مَاتَ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيْمُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ پہلے بھیج چکے۔ پہلے کر چکے۔ (جوان کے ہاتھوں نے کر کے بھیجے)

(۹۶:۲) لَتَجِدَنَّهٗمْ۔ لام تاکید کا۔ لَتَجِدَنَّ مَضَارِعُ بِلَامِ تَاكِيْدٍ نُونٌ ثَقِيْلَةٌ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وَجُودُ (بَابُ ضَرْبٍ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع اہل یہود ہیں جن سے اوپر خطاب ہے تو ان کو ضرور پاتے گا۔ تو ان کو ضرور پاتا ہے

اَحْرَصَ۔ اَفْعَلُ التَّفْصِيْلُ کا صیغہ زیادہ لالچی۔ بڑا لالچی حِرْصٌ سے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ اِی وَ لَتَجِدَنَّهٗمْ اَحْرَصَ مِنَ النَّاسِ وَ مِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔

اور تو بے شک ان کو ضرور پاتے گا زندگی کے لئے زیادہ حرص بہ نسبت دوسرے لوگوں کے اور بہ نسبت مشرکین کے اسی طرح دَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ کا عطف النَّاسِ پر ہے اگرچہ مشرکین النَّاسِ میں داخل

تھے لیکن کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے ان کو علیحدہ ذکر کیا۔

یہاں کلام میں معانقہ ہے۔ مندرجہ بالا صورت اشْرَکُوا پر وقت کرنے پر ہوگی۔ لیکن اگر حیوۃ پر وقت کیا جائے تو جملہ دَمِیْنَ الَّذِیْنَ اشْرَکُوا اگلے جملہ کے ساتھ مل کر معنی دے گا۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی۔ دَمِیْنَ الَّذِیْنَ اشْرَکُوا (ناس) یَعُوْذُ اَحَدُهُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ۔ یہاں مِنَ الَّذِیْنَ اشْرَکُوا سے مراد یہود ہیں۔ حوقال تھے کہ حضرت عزیرؑ اللہ کے بیٹے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَقَالَتِ الْیَهُودُ عُزَیْرُنَ ابْنُ اللّٰهِ (۹: ۳۰) اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ مطلب اس صورت میں یہ ہوگا۔ اور یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش جیتا ہے ہزار برس۔ یُوْذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوْدَّةٌ (باب سَمِعَ) پسند کرتا ہے۔ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔ لَوْ۔ یہاں لَوْ تمنائی ہے اور لَیْتَ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کاش۔ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ کاش وہ ہزار برس جیتا ہے۔

وَمَا هُوَ بِمُزَحَّزِحٍ مِنَ الْعَذَابِ اِنَّ یُعَمَّرَ۔ میں واد عاطفہ ہے مَا نافیہ۔ مُزَحَّزِحٌ اسم فاعل کا صغیر واحد مذکر۔ اَلْمُزَحَّزِحَةُ مصدر معنی دور ہٹانا۔ برطرف کرنا۔ اور حکم قرآن مجید میں ہے فَمَنْ زُحِّزَ عَنِ النَّارِ (۳: ۱۸۴) پس جو شخص آگ سے دور رکھا گیا۔

هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اَحَدُهُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اَنْ یُعَمَّرَ فاعل ہے مُزَحَّزِحٍ کا۔ اور معنی یہ ہیں کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں کہ اس کو عمر دیا جانا عذاب سے بچا سکے۔

اَنْ مصدر یہ ہے۔ اور یُعَمَّرُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَعْمِیْرٌ مصدر (باب تفعیل) کہ اس کی عمر (زیادہ) کی جائے۔ اس کو عمر دی جائے۔

۹۷: ۲۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِیْلِ جملہ شرطیہ ہے۔ اس کا جواب فَهُوَ عَدُوٌّ لِلّٰهِ (وہ اللہ کا دشمن

ہے) محذوف ہے۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ۔ فار تعلیلیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ؕ ضمیر واحد مذکر غائب۔ جِبْرِیْلِ۔ کی طرف راجع ہے اور نَزَّلَهٗ میں ؕ ضمیر مفعول اور مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ ترجمہ۔ کس لئے کہ اس نے تو اس قرآن مجید کو اتارا۔

عَلٰی قَلْبِكَ۔ تیرے دل پر۔ حق عبارت یہ تھا کہ عَلٰی قَلْبِیْ (میرے دل پر) ہوتا۔ کیونکہ قُلْ کے بعد مقولہ حکم کے مخاطب کی زبان سے ہے۔ لیکن بطور حکایت کلام باری تعالیٰ کے عَلٰی قَلْبِكَ فرمایا۔

وَ اِذْ اٰتٰنِ اللّٰہُ۔ بَ حرف جار اِذْ اٰتٰنِ اللّٰہُ مضاف۔ مضاف الیہ مل کر مجرور۔ یہ نَزَّلَ کے فاعل سے حال ہے مُصَدِّقًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ نَزَّلَهٗ کی ضمیر ؕ سے حال ہونے کے لئے۔

لَمَّا بَيَّنَّ يَدَيَّهِ الْقَصْدَ اس کی جو اس سے پہلے (یعنی پہلے اتر چکا ہے)۔ يَدَايِهِ میں ۱۰ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔ لام حرف جر ہے بَيْنَ مضاف يَدَايِهِ مضاف، مضاف الیه مل کر مضاف الیه اور مضاف مضاف الیه مل کر ما موصولہ کا صلہ۔ صد اور موصول مل کر مجرور۔

وَهْدَىٰ وَبَشَّرَ - هَدَىٰ وَبَشَّرَ بھی مُصَدِّقًا کی طرح نَزَّلَهُ کے ہا ضمیر سے حال ہے، هَدَىٰ راہنمائی۔ ہدایت۔ راہ دکھانا (باب ضَرَبَ) مصدر و اسم مصدر۔

بَشَّرَ - خوشخبری۔ ایسی خبر کہ جس کو سُن کر بشرہ پر مسرت و خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں۔

۹۸:۲ - مَنْ شَرَطَ ہے جواب شرط مخذوف ہے۔ تَقْدِيرِ کلام یوں ہے۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا.....

وَمِنْكُمْ فَمَوْعِظَةٌ مَجْزِيَةٌ بِأَشَدِّ الْعَذَابِ - جو کوئی مخالف (یا دشمن) ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبریل کا یا میکائیل کا تو وہ کافر ہے اور مستوجب عذاب شدید ہے۔

عَرَبِيٌّ مِثْلُ هَذَا - عَرَبِيٌّ مِثْلُ هَذَا (یا) بھی مستعمل ہے یہاں اسی معنی میں آیا ہے۔ یعنی ان میں سے جو کسی ایک کا دشمن ہے وہ سب کا دشمن ہے۔

عَدُوًّا - مصدر بھی ہے اور اس صورت میں یہ ضد ہے دوستی اور محبت کا۔ عَدُوًّا اسم بھی ہے اس صورت میں یہ مقابل ہے دوست کا۔ یہاں مؤخر الذکر صورت میں استعمال ہے عَدُوًّا ابوجہر خبر کان کے منصوب ہے۔

فَاتَّ اللَّهُ - میں فاء جزائیہ ہے۔ اس صورت میں جملہ سابقہ شرطیہ اور فَاتَّ اللَّهُ عَدُوًّا لِّلْكَافِرِينَ - جواب شرط ہوگا ترجمہ آیت یوں ہوگا۔ جو کوئی مخالف ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبریل کا یا میکائیل کا تو

اللہ بھی بالیقین مخالف ہے (ایسے کافروں کا۔ تفسیر الماحدی)

۹۹:۲ - وَلَقَدْ - دَاوُدَ عَاطِفَ - لَام تائید کا۔ اور قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا معنی دیتا ہے۔

مَا يَكْفُرُ بِهَا - میں مَا نافیہ ہے اور هَا ضمیر واحد موت غائب آیات کی طرف راجع ہے۔

الْفَاسِقُونَ - اسم فاعل جمع مذکر فُسُوقٌ مصدر - فُسُوقٌ فُلَانٌ کے معنی ہیں کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانا۔ اور یہ فُسُوقُ الرُّطْبِ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدري کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنا کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

۱۰۰:۲ - اَدْكُلْمَا - ہمزہ استفہامیہ (استفہام انکاری کے لئے) دَاوُدَ عَاطِفَ كَلْمًا - كُلٌّ اور مَا سے مرکب ہے معنی

كُلٌّ دَقِيتَ - جب - جب کبھی - جب بھی - جس جس وقت (نیز ملاحظہ ہو ۸۷:۲)

عَهْدُ وَا - ماضی جمع مذکر غائب - مُعَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ انہوں نے عہد باندھا۔ انہوں نے عہد کیا۔ اَدْكُلْمَا عَهْدُ وَا - کیا ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا رہا کہ جب انہوں نے کوئی عہد کیا۔ (تفہیم القرآن)

کیا یوں نہیں کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا۔ (ضیاء القرآن)

نَبَذَ - نَبَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَبَذَ (باب ضَوَب) مصدر۔ معنی پھینکنا۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس نے اس کو پھینک دیا۔ یا توڑ دیا۔ ضمیر کا مرجع عہد ہے (باب نَصَرَ سے معنی پھوڑنا بھی آتا ہے اسی سے نَبَذَ پھوڑا ہوا عرق۔

مِلَّ - حرف اضراب ہے پہلے قول سے اعراض اور دوسرے کی توثیق۔ یعنی ایک فریق کی تو بات ہی کیا بلکہ ان میں سے اکثر کا تو اس عہد پر ایمان ہی نہ تھا۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۱۴۵)

۱۰۱: ۲۔ لَمَّا جَب - لَمَّا کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بطور حرف شرط۔ اس صورت میں ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے مثلاً آیت ہذا کہ ماضی کے دو جملوں جَاءَ رَسُولٌ..... نَبَذَ فَرِيقٌ جو بالترتیب جملہ شرطیہ جملہ جزائیہ ہیں۔ یا اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ۔ (۱۴-۶۴) پھر جب وہ (ڈوبنے سے) بچا کر تم کو خشکی کی طرف لے آیا تم نے منہ پھیر لیا۔ جب کے معنی میں اسم ظرف بھی ہے۔ ا۔ اذ

(۲) بطور حرف استثناء۔ معنی إِلَّا۔ مگر۔ مثلاً۔ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶: ۴) کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔

(۳) حرف جازم فعل۔ مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی مؤکد کر دیتا ہے (۱) ماضی کی نفی زمانہ حال تک باسمرار چلی آتی ہے۔

(ب) جس فعل کی نفی ہوتی ہے اس کے ثبوت (یعنی ہو جانے کی توقع رہتی ہے۔

مثلاً (۱) بَلْ لَمَّا يَبْذُ قُوا عَذَابَ (۳۸-۸) بلکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ ابھی تک چکھا ہی نہیں (گو ان کا یہ مزہ چکھنا متوقع امر ہے)

(۲) وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ (۴۹: ۱۴) اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا (گو اس کا تمہارے دلوں میں داخل ہونا متوقع ہے)

(۴) لَمَّا يَلِكُمْ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے۔ اپنا اور دوسروں کا حصہ کھا لینا لَمَمْتُ أَجْمَعَ۔ میں نے سب سمیٹ لیا۔ قرآن مجید میں ہے وَتَأْكُلُونَ الثَّرَاثَ أَكْلًا لَمًّا (۹۰: ۱۹) اور

تم میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۱۴)

لَمَّا جَاءَ..... مَا مَعَهُمْ۔ جملہ شرطیہ اور نَبَذَ فَرِيقٌ..... ظہورِ ہیم جواب شرط اور کَا تَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ط موضع حال میں ہے۔ مَصَدِّقٌ۔ صفت ہے رَسُولٌ کی۔

مَا مَعَهُمْ۔ موصول وصلہ مل کر مجبور ہے لام حرف جہد کا۔ اور جار مجبور مل کر متعلق مُصَدِّق کا۔
كَانَتْهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ہ كَانَتْ حرف مشبہ بالفعل۔ هُ اس کا اسم لَا يَعْلَمُونَ فعل بافاعل ہے۔
فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر كَانَتْ کی خبر۔ كَانَتْ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ
ہو کر فِزِیْق سے حال ہے۔ گویا وہ جانتے ہی نہیں۔

وَرَاءَ۔ اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی اضافت فاعل کی طرف بھی ہوتی
ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ اس کا معنی ہے آڑ۔ حَدِّ فاعل۔ کسی چیز کا آگے یا پیچھے ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔
كَتَبَ اللّٰهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ۔ انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ یعنی قابلِ اعتناء نہ سمجھتے ہوئے
اس پر عمل نہ کیا۔

اَتَّبَعُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِتَّبَاعُ (اِتِّعَالُ) مصدر سے۔ انہوں نے پیروی کی۔ انہوں نے اتباع
کیا۔ مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ۔ مَا موصولہ۔ تَتْلُوا مضارع واحد مؤنث غائب۔ تِلَادَةٌ (باب نصر) مصدر
مصدر۔ وہ پڑھتی ہے۔ وہ (جماعتِ شیاطین) پڑھتی ہے۔ وہ تلاوت کرتی ہے۔ مضارع بطور حکایت
حال ماضی آیا ہے اس لئے ماضی کے معنی دیتا ہے۔ تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کی اتباع اور پیروی کے
لئے مخصوص ہے۔ تو کبھی ان کے پڑھنے اور کبھی ان کے مضامین اور ترغیب و ترہیب کے ذہن نشین
کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ تَتْلُوا الشَّيْطَانُ صلہ ہے مَا موصولہ کا۔ اَتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيْطَانُ
اور وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے۔ جو حضرت سلیمان کے عہد سلطنت میں پڑھا کرتے تھے۔
عَلَىٰ مُلْكِ سُلَيْمَانَ۔ عَلَىٰ بمعنی فِی ہے سُلَيْمَانَ۔ بوجہ عجز و موفہ۔ غیر منصوب منصوب ہے عَلَىٰ
مُلْكِ سُلَيْمَانَ۔ سلیمان کے زمانہ حکومت میں۔

الشَّيْطَانُ جمع شیطن کی ہے۔ شَطْن مادہ سے فِعَالُ کے وزن پر۔ ہر سرکش اور شریر شخص کو
شیطان کہتے ہیں خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ
عَدُوًّا شَیْطَانِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶: ۱۱۳) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں کو اور
جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔

الشَّيْطَانُ۔ بوجہ عمل لَکِنَّ منصوب ہے
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَکِنَّ الشَّيْطَانُ کَفَرُوْا۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر نہیں کیا
بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا۔ یہاں جادو کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اگلے جملے میں ارشاد ہوتا ہے
يَعْلَمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ کہ وہ لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے، یعنی لوگوں کو جادو سکھانا یا اس پر
خود عمل کرنا حضرت سلیمان کا فعل نہ تھا بلکہ اس وقت کے سرکش اور شریر افراد کا یہ کام تھا کہ لوگوں کو

جادو سکھاتے تھے۔ يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ حال ہے کَفَرُوا کی ضمیر فاعل مستتر ھم سے
وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ۔

داؤ عاطف ہے اور جملہ کا عطف جملہ سابقہ مَا تَتْلُوا.... عَلَى مُلْكٍ مُّسْلِمٍ پر ہے۔ یعنی وہ ان
(ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سیماں کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور ان (علوم و فنون کے
پیچھے) جو بابل میں ہاروت و ماروت کو حاصل تھے۔

چونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے اس لئے مَا أُنْزِلَ سے سحر کی نوع دیگر مراد ہے یا سحر کے سوا دیگر علوم و فنون
(عبداللہ یوسف علی) اُنْزِلَ سے نازل من اللہ مراد نہیں بلکہ ان دونوں کی علمی استعداد جو ان کو اللہ کی
طرف سے حاصل تھی (بابل میں ہاروت و ماروت پر کوئی جادو وادو نازل نہیں ہوا تھا۔ (حقانی)

بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ بوجہ عجبہ و معرفہ غیر منصرف ہیں اور بدیں وجہ منصوب۔

صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں۔ ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے کہ جن کو ان کے عجائب افعال
اور نیک چہلنی کی وجہ سے ان کو لوگ فرشتہ کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا۔ یہ شخص اس فن سے
واقف تھے مگر اس کو بُرا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جو شخص ان کے پاس سیکھنے آتا اس سے یہ کہہ دیتے تھے کہ
مجبائی خدا نے یہ علم ہم کو تمہاری آزمائش کے لئے دیا ہے اس کو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔

(ان کے متعلق یہ کہانی کہ وہ دو فرشتے تھے جو حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں زمین بابل میں آئے تھے
ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہو گئے اور اس کے بہکانے پر غیر شرعی کام کئے اور سزا میں ایک کنویں میں
لٹے لٹکائے گئے وغیرہ۔ سب بے حقیقت اور بے شکی باتیں ہیں)

وَمَا يُعَلِّمُونَ مِنْ أَحَدٍ۔ مَا نَافِيہ۔ يُعَلِّمُونَ مضارع تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے۔

تَعْلِيمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر مِنْ أَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے

حتیٰ۔ اِلٰی۔ اَنْ۔ جب تک۔

يَقُولَ۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ حتیٰ کے بعد اَنْ مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب آیا ہے۔ قَوْلٌ

مصدر (باب نصر) وہ دونوں کہہ دیتے تھے۔

فِتْنَةٌ۔ آزمائش۔ فِتْنَةٌ۔ فِتْنٌ۔ سے مشتق ہے جس کے معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا
کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں لفظ فِتْنَةٌ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال
کیا گیا ہے۔ مثلاً آزمائش، (آیہ نذا) آفت، مصیبت، فساد، کفر، بد نظمی، عبرت، ایذا وغیرہ۔

اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ مِّنْ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے۔ ہم تو صرف آزمائش ہیں۔

لَا تَكْفُرُوْا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو کافر مت بن

فَيَتَعَلَّمُونَ - فاء عاطفہ ہے۔ يَتَعَلَّمُونَ کا عطف يُعَلِّمِينَ پر ہے اور نفی میں شامل نہیں۔ تقدیر کلام کچھ ایسے ہے وَمَا يُعَلِّمِينَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرُوا لِيَعْلَمُنْهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ الْقَوْلِ، فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا.... الخ۔ وہ دونوں کسی کو نہ سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں۔ "تو کافر نہ بن" (لیکن جب وہ اس پر بھی سیکھنے پر اصرار کرتے تو) وہ ان کو اس قول کے بعد سکھانے پر آمادہ ہو جاتے اور وہ لوگ ان دونوں سے سیکھتے ایسی بات کہ..... الخ

يَتَعَلَّمُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تَعَلَّمَ (تَفَعَّلُ) مصدر سے۔ وہ سیکھتے تھے
مَا يُفَرِّقُونَ - مَا موصولہ ہے يُفَرِّقُونَ مضارع جمع مذکر غائب تَفَرَّقَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ وہ جدائی پیدا کرتے تھے یہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ جادو جو وہ ہاروت و ماروت سے سیکھتے تھے جدائی ڈالنے کے لئے۔

وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ - واو حالیہ ہے۔ مَا نافیہ مشابہ بِلَيْسَ - بِضَارِّينَ میں بَاء زائدہ ہے اور مِنْ أَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے یہ میں ضمیر واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو متذکرۃ الصدر میں ہے۔ مطلب۔ اِنِّیْ مَا یُضَرُّونَ بِهِ أَحَدًا اس سے وہ کسی کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے جملہ مالیہ ہے جملہ سابقہ سے۔

وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ - اس جملہ کا عطف جملہ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا.... الخ پر ہے
مَا يَضُرُّهُمْ میں مَا موصولہ ہے لِيَضُرَّهُمْ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اور وَلَا يَنْفَعُهُمْ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر معطوف۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا۔ وہ لوگ وہ بات سیکھتے تھے جو ان کو ضرر دیتی تھی اور ان کو نفع نہیں دیتی تھی۔

وَلَقَدْ عَلِمُوا - واو عاطفہ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر، تحقیق کے معنی دیتا ہے عَلِمُوا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب إِلَيْهِمْ کے لئے ہے۔

لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ - لام ابتدائیہ (جو مبتدأ پر داخل ہوتا ہے) مَنْ موصولہ اشْتَرَاهُ (اشْتَرَى فعل با فاعل هُ مفعول جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر) صلہ اپنے موصول کا اور موصول وصلہ مل کر مبتدأ ہے (جس پر کہ لام ابتداء داخل ہوا ہے)

ترجمہ:- اور بے شک وہ (یہود) جان چکے تھے کہ جس نے اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) خریدا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جملہ لَمَنِ اشْتَرَاهُ.... مِنْ خَلَاقٍ مفعول ہے عَلِمُوا کا اشْتَرَى ماضی واحد مذکر غائب (اشْتَرَاوُ) مصدر۔ اس نے خریدا۔ اس نے مول لیا۔

ریا اس نے بیجا کما ضمیر مفعول سحر کے لئے ہے۔

خَلَقَ - حصہ - اپنی عادت اور خلق سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خلاق ہے۔
وَلَيْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ - داؤ عاطفہ - مَا مَوْصُوفٌ ہے - شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ - جملہ فعلیہ
ہو کر صفت (۴) کا مرجع مَا بمعنی شَيْئًا ہے، لَيْسَ فعلِ ذم ہے - بُرَا ہے - لام تاکید کا ہے - اور جس
شے کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بُری تھی - شَرَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب شَرَا
(باب ضَرَبَ) سے بمعنی خرید و فروخت کرنا - ہر دو معنی یعنی خریدنا اور فروخت کرنا کے لئے استعمال ہوتا
لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ - کاش وہ جانتے -

خَائِدًا - اگر کوئی بطور شبہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بطور تاکید یہ فرما دیا وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ ابْتِغَىٰ
جان بچے، تو پھر كَانُوا يَعْلَمُونَ (کاش وہ جانتے) کے کیا معنی ہوں گے؟

جواب یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں - ایک علمِ سطحی ہے جو محض زبان پر ہے اس کا دل سے یا عمل سے
کوئی تعلق نہیں - دوسرا علم جو قلب کی گہرائیوں تک جا گھسے اور اس کو منور کر دے - اور یہی علم نافع ہے -
یہود کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچاننا بھی اسی قبیل سے تھا کہ وہ سطحی جانتے تھے
اور مانتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن یہ اقرار ان کی زبانوں تک ہی محدود تھا ان کے دل
اس کے نور سے عاری تھے اس لئے ان کی یہ پہچان ان کو کچھ نافع نہ تھی (تلخیص از تفسیر مظہری)
قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات متعلقہ ہیں - ۱۲۶: ۳ اور ۶: ۲۰ -

۱۰۳: ۲ - وَكُنُوا لَهُمْ آمَنُوا - رَايَ اٰمَنُوا بِالرَّسُولِ اَوْ يَمَّا اُنْزِلَ اِلَيْهِ اَوْ بِالتَّوْرَةِ
وَ اَوْ - عاطفہ ہے كُنُوا اَتَتْهُمْ اَمَنُوا - جملہ شرطیہ اور داتقوا کا عطف جملہ سابق پر ہے اور یہ بھی جملہ
شرطیہ دوم ہے - اور جملہ لَمَثُوبَةٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ - جواب شرط ہے اصل اس کی یوں ہوگی -
وَ كُنُوا لَهُمْ اَمَنُوا اَتَقَوْا لَدُنِّيْبُوا مَثُوبَةٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرًا مِّمَّا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ
اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو وہ ضرور صلہ پاتے خدا کے ہاں سے جو اس چیز سے بہتر ہوتا
جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا

لَمَثُوبَةٍ مِّنْ لَّامِ تاکید کے لئے ہے - مَثُوبَةٌ - ثَوْبٌ سے ہے جس کے معنی کسی چیز کے اپنی اصل حالت
کی طرف لوٹ آنے کے ہیں - یا غور و فکر سے جو حالت مقدر اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے
ہیں - ادل الذکر کی مثال ثَابَتْ اِلَى دَارِهِ - فلاں اپنے گھر لوٹ آیا - یا ثَابَتْ اِلَى نَفْسِي
میری سانس میری طرف لوٹ آئی - مؤخر الذکر کی مثال ثَوْبٌ ہے - کیونکہ سوت کا تنے سے مقصود
کپڑا بننا ہے لہذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالت مقصود کی طرف لوٹ آتا ہے -

یہاں مَثْبُوتَہ بمعنی اچھا بدلہ، ثواب، جزاء ہے۔ خَيْرٌ یہاں بطور صیغہ افعِل التفضیل ہے۔ مفضل علیہ (محرم کو یا تو اس لئے حذف کیا گیا کہ مفضل کو مفضل علیہ سے اس قدر عالی سمجھا کہ مفضل علیہ سے اس کو کسی قسم کی مناسبت ہو۔ یا اس واسطے کہ تخصیص کسی شے کی نہ ہے۔ تفضیل کل ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ مفضل جملہ اشیاء سے بہتر ہے لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ - آیت سابقہ ملاحظہ ہو۔

۲: ۱۰۴۔ رَاعِنَا۔ ر ع ی۔ مادہ سے مشتق ہے مُرَاعَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے مُرَاعَاةٌ بمعنی حفاظت کرنا۔ کسی کی طرف کان لگانا۔ مثلاً رَاعَيْتُهُ سَمِعْتِي۔ میں نے اس کی طرف کان لگایا۔ یا کسی کی بات کی طرف دھیان دیا۔ مثلاً هُوَ لَا يُرَاعِي إِلَى قَوْلِ أَحَدٍ۔ وہ کسی کی بات پر دھیان نہیں دیتا۔ رَاعِنَا۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہماری طرف متوجہ ہو۔

الرَّغْيُ۔ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ خواہ غذا کے ذریعہ سے ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً أَمَاعَيْتُهُ میں نے اس کے سامنے بچا رہ ڈالا۔ اور رَاعَيْتُهُ میں نے اس کی نگرانی کی۔ اسی سے رَغْيٌ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرْغِي چراگاہ کو۔ اسی سے رَاعِي چرواہا کو کہتے ہیں۔ نیز رَاعِي یہود کی زبان میں ایک نہایت فحش گالی تھی۔ رَاعِنَا (ہماری طرف کان لگا یا متوجہ ہو) کو ذرا زبان دبا کر رَاعِنَا بولتے اور اپنے دل میں اس کے معنی لیتے۔ اے ہمارے چرواہے یا بطور گالی رَاعِنَا۔ رَاعِيْنَ سے بمعنی احمق۔ استعمال کرتے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ان کی نیت کو جانے بغیر مسلمان بھی کبھی یہ لفظ (معنی ہماری طرف متوجہ ہو) استعمال کر لیتے تھے۔ آیت ہذا میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے استعمال سے منع فرمایا ہے تاکہ یہ ذو معنی لفظ کسی گستاخی کا باعث نہ بن سکے۔ اور ہدایت فرمائی کہ وہ (یعنی مسلمان) رَاعِنَا کے بجائے انْظُرْنَا کہہ کریں۔

وَأَسْمَعُوا۔ واؤ عاطفہ۔ اسْمَعُوا سَمِعَ (باب سَمِعَ) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم سنو۔ تم سنتے رہو۔ یعنی انْظُرْنَا، آپ ہماری طرف نظر فرمائیں۔ کہو اور پھر دھیان سے سنو۔

۲: ۱۰۵۔ مَا يَوَدُّ۔ ما نافیہ ہے۔ يَوَدُّ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّةٌ مصدر۔ باب سَمِعَ۔ نہیں پسند کرتے۔ نہیں چاہتے ہیں۔

مِنْ بیاں یہ ہے۔ اور وَلَا الْمُشْرِكِينَ میں واؤ عاطفہ اور لَا زائدہ ہے اَنَّ يُنْزَلَ میں اَنَّ مصدر یہ ہے۔ يُنْزَلَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَنْزِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے بمعنی نازل کیا جانا۔ اَنَّ يُنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِمَّا رَّبِّكُمْ یہ جملہ مفعول ہے يَوَدُّ کا۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ لوگ جو کافر ہیں کتاب والے ہوں یا مشرک تمہارے رب کی طرف سے تم پر کسی بھلائی کے نازل کئے جانے پر خوش نہیں ہیں۔ وَاللَّهُ فِي وَاوِ حَالِيہ ہے۔

يَخْتَصُّ - مضارع واحد مذکر غائب - اِخْتَصَّاصٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے - وہ خاص کرتا ہے - وہ مخصوص کرتا ہے - ترجمہ - ہالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے مخصوص کر لے -

ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ - ذُو مضاف - الْفَضْلِ موصوف الْعَظِيمِ - صفت - موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ - عظیم فضل والا - بڑے ہی فضل کا مالک -

۱۰۶:۲ - مَا شرطیہ ہے اور جازم فعل ہے - مَا مِنْ اِیَّہِ جو آیت بھی - جس آیت کو بھی -

نَنْسَخُ - مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ عمل مَا شرطیہ نَسَخَ (باب فَتَحَ مصدر بمعنی زائل کرنا - بدل دینا - بیکار کر دینا - ایک چیز کو دوسری کی جگہ قائم کرنا - صورت بدل دینا - لکھنا - اَلِی سِتْسَخُ (باب اسْتَفْعَال) کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو طلب کرنے یا لکھنے کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن بمعنی نسخ (لکھنا، بھی قرآن مجید میں آیا ہے - مثلاً - اِنَّا کُنَّا نَسْتَسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۲۹:۴۵) جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے - تَنَا سَخَ ایک کے بعد دوسری چیز کا اس کے قائم مقام ہونا - جیسا کہ اہل ہنود میں مسد تناسخ ہے کہ آتما یعنی روح ہر موت پر دوسرا روپ دھار لیتی ہے اور عمل جاری رہتا ہے تا آنکہ آتما کو نردان (نجات) حاصل ہو -

آیت ہذا میں جملہ کا ترجمہ ہوگا - ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں -

اَدُ - یا - حرف عطف ہے -

نُنْسِہَا - مضارع جمع متکلم - اصل میں نُنْسِیہَا تھا - یا کو ساقط کیا گیا ہے - یہ اِنْسَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے اِنْسِی یُنْسِی - ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ہے جس کا مرجع آیت ہے ہم اسے فراموش کرا دیتے ہیں نَسِی - مادہ -

نَاثٍ - مضارع جمع متکلم - اِنْتِیَانُ (باب ضَرَبَ) مصدر سے - یہ فعل لازم ہے - لیکن ہا کے صلہ کے ساتھ آئے تو متعدی کے معنی دیتا ہے - ہم لاتے ہیں - ہم دیتے ہیں -

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اِیَّہِ کے لئے ہے - نَاثٍ بِخَیْرِ مِّنْہَا اَدُ مِثْلُہَا - جملہ جواب شرط ہے - اَلَمْ تَعْلَمَ - ہمزہ استفہامیہ ہے - لَمْ تَعْلَمَ نفی جہد بَلَمْ کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے - کیا تو نہیں جانتا - (۱۰۷:۱) مَالِکُمْ مِیْنَمَا نَفِیہ ہے -

مِنْ دُونِ اللّٰہِ - اللہ کے سوا -

وَلِیُّ - وَلَا یَدُ سے بروزن فَعِلٌ صیغہ صفت ہے - مددگار

نَصِیْرٌ - نَصْرٌ سے بروزن فَعِلٌ صیغہ صفت ہے - بچانے والا -

۱۰۸:۲ - اَدُ - یا - کیا - خواہ - حرف عطف ہے استفہام کے معنی دیتا ہے کبھی بمعنی بَلْ (حرف اضراب

بلکہ) اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہامیہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت نہا میں ہے اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً
 اَفَلَا تُبْصِرُونَ - اَمْ اَنَا خَيْرٌ (۴۳: ۵۱-۵۲) عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ اَفَلَا تُبْصِرُونَ اَنَا خَيْرٌ
 کیا تم نہیں دیکھتے میں بہتر ہوں۔۔۔۔۔

تُرِيدُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِرَادَةُ مصدر باب افعال، کیا تم چاہتے ہو، کیا تم ارادہ کرتے ہو۔
 اَنْ - مصدر یہ ہے۔

کَمَا - کاف حرف تشبیہ ہے۔ مَا موصولہ (بعد کو آنے والا جملہ اس کا صلہ) جیسا کہ۔
 مَنْ يَتَّبِدِلِ الْكُفْرَ - مضارع مجزوم بوجہ شرط وصل کی وجہ سے مجزوم کو مکسور کر دیا گیا۔ واحد مذکر غائب
 کا صیغہ تَبَدَّلَ (تَفَعَّلَ) مصدر، بدلہ میں لینا مَنْ شرطیہ۔ جو ایمان کے بدلہ میں کفر کو لے گا۔ یا ایمان
 چھوڑ کر کفر لے گا۔

فَقَدْ - میں فاء جواب شرط کے لئے ہے۔ سارا جملہ جواب شرط ہے۔
 قَدْ ضَلَّ - ماضی پر آنے کی وجہ سے قَدْ تحقیق کے معنی میں ہے۔ ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ کھو گیا۔ راہ
 سے دور جا پڑا۔

سَوَاءَ السَّبِيلِ - مضاف، مضاف الیہ مل کر ضَلَّ کا مفعول۔ بمعنی راہ راستگی۔ سو بے شک وہ راہ راستگی
 کھو بیٹھا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

۱۰۹: ۲۔ وَدَّ - ماضی واحد مذکر غائب۔ وَدَّ - مَوَدَّةٌ مصدر باب سمع، اس نے دل سے چاہا۔ دل سے
 خواہش کی۔

لَوْ - یہاں بطور حرف تمنی استعمال ہوا ہے۔ کاش۔
 يَرُدُّوْكُمْ - يَرُدُّوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ رَدَّ مصدر باب نصر، کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر
 حاضر۔ کہ تم کو لوٹا دیوں۔ مرتد بنا دیں۔
 كَفَّارًا - مفعول ثانی ہے (کُمْ مفعول اول) فعل يَرُدُّوْنَ کا۔
 حَسَدًا - بوجہ حسد۔ مفعول لہ۔

مِنْ عِنْدِ الْاَنْفُسِ - الْاَنْفُسُ - مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عِنْدِ کا جو مضاف ہے۔ یہ مضاف
 اور مضاف الیہ مل کر مجرور اپنے جار مِنْ کا۔ جار مجرور مل کر صفت حَسَدًا کی۔ یعنی بوجہ حسد کے جو ان کے
 دلوں میں ہے۔

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ - بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ان پر حق۔ یعنی یہ سب ان کی گذشتہ کاروائی
 اس پر ہے کہ ان معجزات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات سے جو تورات میں مذکور ہیں حق ان پر ظاہر

ہو چکا تھا۔

فَاعْفُوا۔ فاء عاطفہ۔ اُغْفُوا۔ عَفُو (باب نصر) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم معاف کرو۔
اَصْفَحُوا۔ صَفَح (باب فتح) مصدر سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم درگزر کرو۔

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ۔ جملہ الثانیہ ہے اور معطوف ہے جس کا عطف فاعفُوا پر ہے۔
(۱۱۰:۲) وَمَا تَقَدَّ مَوْلَا إِلَّا لِنَفْسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ۔ واو عاطفہ، مَا شرطیہ۔ مِّنْ خَيْرٍ بیان ہے مَا کا۔ لِيَا نَفْسِكُمْ۔ متعلق فعل تَقَدَّ مَوْلَا ہے۔ اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے۔ یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ۔ جواب شرط ہے۔ تَقَدَّ مَوْلَا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَقَدَّ يَمْدُ (تَفْعِلُ) مصدر سے۔ تم آگے بھیجو گے۔

۲: ۱۱۱۔ لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ لَن يَدْخُلَ۔ مضارع معروف نفی تاکید بکُنْ صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع منصوب بوجہ عمل لَن ہے۔ الْجَنَّةَ۔ مفعول ہے فعل لَن يَدْخُلَ کا۔
أَمَّا نَبِيُّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی (جھوٹ)، تمنائیں۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع۔
هَاتُوا۔ اسم فعل۔ یعنی اسم بمعنی فعل امر جمع مذکر حاضر ہے۔ لاؤ۔

یہ اصل میں اِيتَاءُ (افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتُوا تھا۔ ہمزہ کو ہاء سے بدل کر هَاتُوا کر لیا۔ مِهَاتَاءٌ۔ کوئی چیز کسی کو دینا۔

ا ت ی اور ہ ت ی حروف مادہ ہیں ہر دو صورت میں فعل امر کی گردان یوں آئے گی۔ هَاتِ هَاتِيَا هَاتُوا۔ الخ۔

بُؤْهَاتِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری دلیل۔ بُؤْهَاتٌ واحد بُؤْهَاتٍ جمع۔

۲: ۱۱۲۔ بَلَىٰ۔ حرف ایجاب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۷۶۔

مَنْ شرطیہ ہے۔ جس کسی نے۔

اَسْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ اسلام لایا۔ وہ تابع دار ہوا۔ وہ مسلمان ہوا۔

اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جائے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار ہو۔ خواہ اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَتِ الْغَرَابُ

اَمْنًا مَّقْلٌ لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُوْلُوا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِي قُلُوْبِكُمْ (۴۹: ۱۴)

اعراب (گنوار) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ اس آیت

میں یہی اسلام مراد ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کر

اور قضاء و قدر الہی کے آگے سر جھکا دے۔ اسلام کے اس معنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ
فَهُمْ مُسْلِمُونَ (۲۴: ۸۱) جو یقین رکھتا ہے ہماری آیات پر سو وہ حکم بردار ہیں
مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ - جس کسی نے اللہ کے سامنے اپنا چہرہ (یعنی اپنی گردن) کو جھکا دیا۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ
حال ہے (در آنجا لیکہ وہ نیکی کرنے والا بھی ہو) یہ سارا جملہ شرط ہے۔
فَلَهُ أَجْرُهُ..... الخ جواب شرط ہے۔

فاء جواب شرط کے لئے ہے۔ لَہُ اور أَجْرُہُ میں ک ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے
وَلَا يَخْزَوْنَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب خُزْنٌ (باب نصر) مصدر سے نہ وہ غمگین ہوں گے۔
۲: ۱۱۳ - الْيَهُودُ اور النَّصَارَى میں ال عہد کا ہے۔ مراد الْيَهُودُ سے مدینہ منورہ کے یہودی اور باسی ہیں
اور النَّصَارَى سے مراد عیسائیوں کا ایک وفد جو بخران سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا تھا۔ دوران گفتگو دونوں فریق آپس میں جھگڑنے لگے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور
انجیل سے انکار کیا۔ اور عیسائی حضرت موسیٰ کی نبوت اور توراۃ سے منکر ہوئے۔
اور بعض کے نزدیک عامۃ الیہود اور عامۃ النصاریٰ مراد ہیں

وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ سب الکتاب پڑھتے ہیں۔ یعنی یہودی توراۃ پڑھتے
ہیں جو حضرت عیسیٰ اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے۔ اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جو حضرت موسیٰ کی نبوت اور
توراۃ کی تصدیق کرتی ہے۔

يَتْلُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تِلَادَةٌ (باب نصر) مصدر سے وہ تلاوت کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں
كَذَلِكَ - کاف تشبیہ کا ہے۔ ذَلِکَ اسم اشارہ بعید بمعنی یہود اور نصاریٰ کا قول۔ اسی قسم کی بات۔
الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ - وہ لوگ جو نہیں جانتے یا جن کے پاس علم نہیں۔ مراد مشرکین عرب اور دیگر
بت پرست اور مجوس ہیں اور ان کے علاوہ جو فرقے کفار کے گزے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ دوسرے کی تکذیب
کرتا رہا ہے۔

مِثْلَ قَوْلِهِمْ - بیان ہے ذَلِکَ کا بمعنی مثل قول الْيَهُودِ لِلنَّصَارَىٰ وَقَوْلِ النَّصَارَىٰ لِلْيَهُودِ
مطلب یہ ہوا۔ کہ ایسی قسم کی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ خواہ مشرکین عرب ہوں کہ مسلمانوں کے
متعلق کہتے تھے کہ مسلمان راہ حق پر نہیں۔ خواہ مشرکین قریش ہوں کہ وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
اور ان کے اصحاب راہ حق پر نہیں۔ یا اس سے مراد پچھلی قوموں کے لوگ ہیں جو اپنے نبیوں کے متعلق کہتے تھے
کہ یہ راہ حق پر نہیں اور اپنے آباء و اجداد کے نقش قدم پر چلنے پر مصر تھے۔
يَحْكُمُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ حُكْمٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ فیصلہ کر دے گا۔ وہ حکم دیکھا حکم دیتا ہے

يَوْمَ الْقِيَمَةِ مضاف مضاف الیه مل کر مفعول فیہ ہے فعل یَحْكُمُ کا۔

فِيْمَا میں مَما موصول ہے کَاثُرًا فِيْهِ یَخْلُقُوْنَ ۔ صلہ ہے

سوالہ فیصلہ کر دے گا ان میں قیامت کے روز (اس بات کا) جس میں یہ جھگڑتے رہتے ہیں۔

۱۱۴:۲۔ مَنّ استفہامیہ ہے۔ کون ہے؟ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی نہیں ہے۔

اَظْلَمَ۔ افعّل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ ظالم۔

مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِمَّنْ حرف جار اور مَنّ موصول ہے۔ اس شخص سے جو۔

مَنَعَ۔ فعل با فاعل۔

مَسْجِدَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول اول مَنَعَ کا۔

اَنْ یُّذْکَرُ فِيْهَا اسْمُهُ۔ کر لیا جائے ان میں خدا کا نام۔

یہ مَنَعَ کا مفعول ثانی ہے۔ صاحب تفسیر مظہری نے اس کی مثال وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ (۱۷:۵۹) دی

جس میں اَنْ نُّرْسِلَ دوسرا مفعول ہے مَنَعَ کا۔

وَسَعٰی فِیْ خَرَابِہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مَسْجِدَ کے لئے ہے۔ اس جگہ کا عطف جملہ سابق پر ہے

خرابی معنوی بھی ہو سکتی ہے جب کسی کو مسجد میں اللہ کے ذکر سے منع کیا جائے یا حسّی جب اس کو فی الواقع مسمار

کیا جائے۔ مثلاً بصورت اول مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکے رکھنا۔ اور بصورت دوم بخت نصر کا

بیت المقدس کو اجاڑ دینا۔

مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی مسجدوں کو اس کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی

کے درپے ہو۔

اُدْلِثَتْ۔ اسم اشارہ بعید بصیغہ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ مراد وہ لوگ جو اللہ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکتے ہیں

اور ان کی خرابی کے درپے ہیں

اَنْ مصدر یہ ہے۔

مَا کَانَ لَہُمْ۔ ان کو لائق نہ تھا۔

خَائِفِیْنِ۔ اسم فاعل جمع مذکر خَائِفٌ واحد۔ خَوْفٌ سے ڈرنے والے۔ یہ حال ہے ضمیر یَذْخُلُوْہَا سے۔

صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں۔

اِلَّا خَائِفِیْنِ۔ یعنی (مسلمانوں کے رعب و دبدبہ سے ڈرتے ہوئے) یعنی داخلہ کی اجازت غیر مسلم کو صرف اس

حال میں دی جا سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا محکوم ہو۔ اور اس کا داخلہ سرکشانہ نہیں محکومانہ ہو۔ قرآن مجید میں لفظ

مساجد بصیغہ جمع ہے۔ لیکن ایک قول ہے کہ مساجد سے یہاں مراد مسجد حرام یا حرم کعبہ ہی ہے۔ المراد بالمساجد

المسجد الحرام (معالم عن ابن زید) اور اس شبہ کا کہ لفظ جمع سے مراد واحد کیونکر ہوگی؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ محاورہ زبان میں یہ جائز ہے۔ مثلاً اگر کوئی محض ایک ہی نیک مرد کو ایذا پہنچائے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ نیکوں کو ستانے والا بڑا ظالم ہے۔ کما نقول لمن اذى صالحاً واحداً ومن اظلم من اذى الصالحين (کشاف)

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت سوائے کافروں کے حق میں ہے کہ عبادت سے روکنے والے تو سوائے ہی کافر ہیں اور مساجد سے مراد کل روئے زمین ہے۔ چنانچہ کافروں کو دارالاسلام میں داخلہ کا کوئی حق نہیں بجز اس کے کہ مسلمانوں کی ہی شرائط پر ہو۔ اور یہ قول امام ترمذی کی طرف منسوب ہے (احمدی)

اور اگر مراد مسجد حرام لی جائے تو قانونی اور شرعی حیثیت سے قطع نظر، واقعی رنگ میں بات بالکل صحیح نظر آئے گی۔ چنانچہ مسجد حرام اس وقت سے آج تک بحمد اللہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہی چلی آرہی ہے۔

۲: ۱۱۵۔ بِلَّهِ۔ خبر مقدم۔ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ مبتدا مؤخر۔ مشرق و مغرب اللہ ہی کا ہے۔

فَاَيُّكُمْ عَاطِفٌ۔ اَيْنَمَا ظرفیہ متضمن معنی شرط فعل تَوَلَّوْا کا مفعول فیہ ہے۔

اَيْنَ (شرطیہ اور ما موصولہ کا مرکب ہے) جہاں کہیں۔ جس طرف۔

تَوَلَّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب گر گیا ہے تَوَلَّيْتُ (تفعیل) مصدر۔ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس آیت میں پہلے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی (جس طرف تم (اپنے منہ) کرو۔

منہ پھیرنے کے معنی میں ہے بَعْدَ اَنْ تَوَلَّوْا مَذْبُوحَيْنِ (۲: ۱۷۷) جب تم جاچکو گے منہ پھیر کر۔

فَاَيُّكُمْ تَوَلَّوْا دُجُوْعَكُمْ۔ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہے۔

فَتَمَّ۔ فاء جزائیہ ہے تَمَّ۔ اسم اشارہ۔ ظرف۔ خبر مقدم۔ وَجْهَ اللَّهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط کی ہے۔

وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ وَسِعٌ وَ سَعَةٌ۔ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وَسِعَ الْإِنَاءُ الْمَتَاعَ کے معنی ہیں۔ برتن

میں متاع کے لئے کافی گنجائش ملی۔ وَسِعَتْ رَحْمَةُ اللَّهِ كُلَّ شَيْءٍ۔ اللہ کی رحمت ہر چیز کو آسانی سے

گھیرے ہوئے ہے۔ السَّعَةُ۔ کالفاظ قدرت کے لئے۔ فعل کے لئے اور حال کے لئے کیساں استعمال ہوتا ہے

یہ اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ایسی ذات جو اپنی ذات و صفات کے اعتبار سے ہر ایک چیز پر

واسع ہے۔ یعنی اسے آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بحالت رفع (وَاسِعٌ) مہ دفعہ آیا ہے۔ ۷۔ دفعہ وَاسِعٌ عَلِيمٌ اور ایک دفعہ بطور مضاف

وَاسِعُ الْمُغْفِرَةِ۔ اور بحالت نصب ایک دفعہ وَاسِعًا حَكِيمًا۔ اور ہر جگہ بغیر آل کے آیا ہے۔

یہاں بمعنی صاحب وسعت، کشائش والا۔ صاحب فضل، صاحب جود و مغفرت۔

۱۱۶:۲۔ اِتَّخَذَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے اختیار کیا۔ اس نے پسند کیا

وَلَدًا ۱۔ اسم جنس۔ کوئی بچہ۔ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد

سُبْحَنَهُ۔ سُبْحَنَ پاک ہے۔ نسب۔ نیز مفرد کی طرف اصناف اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو۔
یعنی سُبْحَانَ اللّٰہ۔ (اللہ پاک ہے) یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحَنَهُ وہ پاک ہے۔ سُبْحَنَكَ تو پاک ہے۔
سُبْحَنَ مصدر ہے جس کے فعل کو کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔

بَلّٰ۔ حرف اضراب ہے یہ نہیں جو پہلے جملہ میں کہا گیا کہ اس کی اولاد ہے) بلکہ سچ بات یہ ہے جو اگلے جملہ
میں بیان ہو رہی ہے۔ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۱۳۵:۲)

قَانِثُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قَانِثٌ واحد۔ اطاعت کرنے والے۔ فرمانبردار۔ حکم بجالانے والے۔ الْقَنُوتُ
(باب نَصْرَہ) جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا ہے اسی سے دعائے قنوت ہے۔ اللہ
کے حضور اپنی فرمانبرداری کا اظہار۔

۱۱۷:۲۔ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ بَدِيعٌ بَرُوْزَن قَعِلٌ بمعنی مُبْدِئٌ۔ موجد۔ نیا لگانے والا۔ نئی طرح
بنانے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اِلَّا بَدَا عٌ۔ ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی
سابق میں مثال نہ ہو۔ بغیر کسی کی اقتدار اور پیروی کرنے کے کسی صنعت کو نکالنا۔

جب اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ بغیر آلہ۔ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد
کرنا۔ بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔
اِذَا۔ ظرف زمان ہے۔ جب۔ اس وقت۔ بطور حرف فجائیہ بھی آتا ہے بمعنی ناگہاں۔ مثلاً فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ
تَسْعٰی (۲۰:۲۰) پس یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ یہاں بمعنی جب آیا ہے۔ شرطیہ ہے
قَضٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مضارع۔ ارادہ کرتا ہے۔ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا۔ وہ جب کوئی چیز کرنا چاہتا ہے
یہ جملہ شرط ہے اور فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَيَكُوْنُ جزا ہے شرط کی۔ شرط اپنی جزا سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا
فَاِنَّمَا۔ ف جزایہ ہے۔ اِنَّمَا میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے۔ جو حصر کے معنی دیتا ہے۔ اور
اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ بے شک۔ تحقیق۔

کُنْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، ہو جا۔ کُوْنُ (باب نَصْرَہ) مصدر سے۔

فَيَكُوْنُ۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔

۱۱۸:۲۔ لَوْلَا۔ لَوْ حرف شرط۔ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ کیوں نہیں۔ کیوں نہ۔

یہ حروف التخصیص۔ (کسی کو کسی کام کرنے پر ابھارنا۔ یا آمادہ کرنا) العرض (نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا) میں

ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۶: ۴۳، یافات القرآن جلد پنجم۔

دیگر حروف التحفیف والعرض یہ ہیں۔ اَلَا۔ هَلَّا۔ لَوْ مَا۔

يُكَلِّمُنَا۔ يَكَلِّمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ کلام کرتا ہے تَكَلِّمُ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم وہ کیوں ہم سے کلام نہیں کرتا۔

تَاْتَيْنَا۔ مضارع واحد مؤنث غائب نَا ضمیر جمع متکلم اْتَيْنَا مصدر (باب ضَرْب) وہ ہمارے پاس آئے۔ وہ ہمارے پاس آتی ہے۔ اَدْ تَاْتَيْنَا اَيَّةً اِي دَوْلَا تَاْتَيْنَا اَيَّةً۔ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی۔

تَشَابَهَتْ قُلُوبُهُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ایک جیسی ہو گئی۔ یہاں فعل قُلُوبُهُمْ کے لئے آیا ہے بمعنی ان کے دل ایک جیسے ہو گئے۔ یعنی عناد اور نابینائی میں پہلے اور پچھلے لوگوں کے دل برابر ہیں۔ تَشَابَهَتْ کا فاعل قُلُوبُهُمْ ہے۔

قَدْ بَيَّنَّا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے بَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ بَيَّيْنُ (تَفْعِيلُ) مصدر واضح طور پر بیان کرنا۔ یہ شک ہم واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔

يُوقِنُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِيَقَانُ (افْعَالُ) مصدر وہ یقین کرتے ہیں۔

بَشِيرًا ذَنِّيرًا (بشارت دینے والا۔ اور ڈرانے والا) دونوں حال ہیں اَرْسَلْنٰكَ کے کاف سے۔ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جَحِيْمٌ دہکتی ہوئی آگ۔ جَحْمٌ آگ کے سخت بھڑکنے کو کہتے ہیں (باب سَمْع) سے آتا ہے جَحِيْمٌ بر وزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ سخت بھڑکنے والی آگ، دوزخ ۱۲۰: ۲۔ لَنْ تَرْضٰی۔ مضارع منفی تاکید بَلٰی۔ واحد مؤنث غائب۔ یہاں اَلَيْهٖمُ (اسم جمع) یہودیوں کی جماعت کے لئے آیا ہے۔ یہود ہر گز راضی نہیں ہوں گے۔

وَلَا النَّصَارٰی۔ اور نہ ہی نصاریٰ راضی ہوں گے۔

مِلَّتَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کا دین۔ ان کا مذہب۔

هُدًى اللّٰہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی ہدایت۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی ہدایت۔

الْهُدٰی۔ اسم معرف باللام۔ اصل ہدایت۔ یعنی اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اسلام ہے۔ تو گویا اسلام ہی حق ہے (جس طرف یہ کفار بلاتے ہیں وہ حق نہیں ہے) لٰئِنْ۔ لام اور اِنْ سے مرکب ہے لام تاکید کا ہے اور اِنْ شرطیہ۔

اِتَّبَعْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِتَّبَاعٌ (افْتِعَالُ) مصدر۔ تو نے پیروی کی۔ تو نے اتباع کیا۔

اَهْوَاءَهُمْ۔ اَهْوَاء جمع ہے هَوٰی کی۔ خواہشیں۔ هَوٰی خواہش نفسانی کو کہتے ہیں۔ اَهْوَاء مضاف ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کی خواہشات۔

لَئِنْ أَتَبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْدِ سَارًا جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ مَالِكَ
مِنَ اللَّهِ مِنْ ذَلِي وَكَذَلِكَ نَصِيحٌ۔ جواب شرط ہے۔

الْعِلْدِ۔ سے مراد یا تو وحی ہے یا دین ہے جس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا۔
ترجمہ ہوگا۔ اگر آپ چلے ان کی خواہشوں پر بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم تو آپ کے لئے نہ کوئی حمایتی ہے
کہ اللہ سے بچالے اور نہ کوئی مددگار۔

۱۲۱:۲- الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلَاوَتِهِ أُولَٰئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ
يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ:

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ اور جو اس کی یہ ہے کہ يَتْلُونَهُ۔ تِلَاوَتِهِ۔ بِہ۔ بِہ۔
میں علماء نے ہ کے مرجع کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ آیت کے اصل مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔
ہم نے یہاں اَلْكِتَابَ سے مراد توراۃ و انجیل لیا ہے اور اس کو ہ کے مرجع اختیار کیا ہے (صاحب تفسیر القرآن
کی مطابقت میں) اور بعض نے الكتاب سے مراد الْقُرْآن لیا ہے۔

الَّذِينَ مَوْصُولُ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابَ صِلَ۔ حَقَّ۔ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔
أُولَٰئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی اور جسے وہ پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے اور دوسرے
أُولَٰئِكَ کا مشار الیہ مَنْ يَكْفُرُ بِهِ ہے جو اس کتاب کے کفر کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تفسیر القرآن میں اس کا ترجمہ
یوں ہے۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل
سے ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔
یعنی اہل کتاب میں سے جو سچے دل سے توراۃ و انجیل کو پڑھتے ہیں ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام پر ایمان لانے
میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔

الْخَاسِرُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ نقصان اٹھانے والے۔ خسارہ پانے والے۔

۱۲۳:۲- اتَّقُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر سے دقیق مادہ۔ تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار
کرو۔ یَوْمًا۔ موصوف ہے اور باقی سارا جملہ يُنْصَوِّدَنَّ تک اس کی صفت۔ موصوف صفت مل کر مفعول
ہے اپنے فعل اتَّقُوا کا۔ اسی لئے منصوب ہے۔

لَا تَجْزِيْ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بدلہ نہیں ہوگی۔ وہ کام نہ آئے گی۔ شَيْئًا۔ کچھ بھی۔ کوئی
جان دوں کا جان کے کسی کام نہ آ سکے گی۔

عَدْلٌ۔ عومض۔ معاوضہ، فدیہ، عدل۔ انصاف، برابر (اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول ہوگا۔)

۲: ۲۴۔ اِذْ نَظَرَ نَرَمَانُ هَے اِس سے قبل فعل اُذْ کُذِّوا یا اُذْ کُرْ مَحذوف ہے۔ تم یاد کرو جب۔ یا تو یا کر حباب۔

اِبْتِلَیٰ ماضی کا صیغہ واحد نہ کر غائب۔ اس نے آزمایا۔ اس نے امتحان لیا۔ اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر سے ابتلاء کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ امتحان لینے والا اس شخص کی لیاقت اور صلاحیت سے پوری طرح باخبر ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کی لیاقت و صلاحیت کا تو ممتحن کو پوری طرح علم ہو مگر اوروں کی نظر میں اس کی حالت کا پیش کرنا منظور ہو کہ وہ کس قابلیت و صلاحیت کا مالک ہے۔ قرآن مجید میں ابتلاء کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو دوسرے معنی مراد ہوتے ہیں۔

اِبْتِلَاءُ کے اصل معنی کسی امر شاق کی تکلیف دینے کے ہیں۔ یہ بِلَاءُ (ب ل و، ب ل ی حروف مادہ) سے مشتق ہے۔ تکلیف دینا آزمائش کو مستلزم ہے۔

إِبْرَاهِمَ مفعول - رَبَّهُ مضاف مضاف اليه مل كرفاعل -

بِکَلِمَاتٍ - بَاءِ حَرْفِ بَارِ - کَلِمَاتٍ مُجْرُور - کَلِمَةً وَاحِدَ - کَلِمَةً کا صیغِ تَرْجَمَہ بات ہے - بات قول کو بھی کہتے

ہیں۔ جیسے میری بات سنو۔ اور فعل کو بھی۔ قرآن مجید میں متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً دعائیہ کلمات جیسے
فَلْتَقِیْ اٰدَمَ مِنْ تَرَبِّہٖ کلمات (۲: ۳۷) پھر آدم نے اپنے رب کے کچھ کلمات سیکھے۔ اور وہ کلمات وہ دعائیہ کلمات

ہیں جو سَرَبْنَا ظَلَمْنَا وغیرہ ہیں۔ باتیں جیسے آیت ہذا۔ جب پروردگار نے چند باتوں میں حضرت ابراہیمؑ کی آزمائش کی۔ حضرت عیسیٰؑ کا مراد ہونا۔ جیسے اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ مُّصَدِّقًا لِّكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (۳۹:۳۱) بے شک خدا تمہیں عیسیٰؑ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض یعنی عیسیٰؑ کی تصدیق کریں گے۔ بعض نے کلمہ سے مراد کلمہ توحید۔ قرآن مجید لیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَاتَمَّهَتْ - فاء عاطفہ ہے اَتَمَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِثْمَامٌ (افعال) مصدر اس نے پورا کر دیا
هَتْ ضمیر جمع مونت غائب کَلِمَاتِ کے لئے ہے۔ ان کو۔

قَالَ - اِي قَالَ اللّٰهُ -

جَاعِلُكَ - مضاف مضاف الیہ - تجھ کو بنانے والا - تجھ کو کرنے والا -

اِمَامًا۔ پیشوا۔ مقتدار۔ رہنما۔ بروزن فِعَال اسم ہے بمعنی مَنْ يَتَوَقَّعُ بِهِ کے جس کی پیروی کی جائے
اِسْتِمَامٌ۔ اِفْتِعَالٌ۔ مصدر سے۔ اَمَّ يَسْتُمُّ دباب نص، اَمٌّ۔ مصدر۔ بمعنی افسد کرنا۔

اَلِإِمَامُ۔ وہ ہے جس کی اقتدار کی جائے خواہ وہ انسان ہو۔ یا اس کے قول و فعل کی اقتدار کی جائے۔ یا کتاب وغیرہ
ہو اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر۔ مذکور مَوَاقِف دو نوں پر آتا ہے۔ اِمَامٌ کی جمع
اِئِمَّةٌ ہے جیسے کِنَانٌ کی جمع اِكْنَنَةٌ (پرے۔ غلاف) ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَكُلُّ شَيْءٍ اَخَصَيْنَاهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِينٍ (۱۲: ۲۶) ہر چیز کو ہم نے روشن
کتاب میں لکھ رکھا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ کی طرف اشارہ ہے۔
قَالَ۔ اِی قَالَ اِبْرَاهِيْمَ۔

وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ وَاَوْعَاطِفِهٖ مِنْ تَبْعِيْهِ ذُرِّيَّتِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جملہ کا عطف جَاعِلُكَ کے
کاف پر ہے۔ اِی وَاَوْعَاطِفِهٖ مِنْ تَبْعِيْهِ اور کیا میری اولاد میں سے بھی بعض کو امام بنانے والا ہے۔
ذُرِّيَّةٌ۔ ذُرٌّ سے ہے جس کے معنی بکیر نے کے ہیں۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّةٌ ہے۔
مگر عرف عام میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور
جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

قَالَ۔ اِی قَالَ اللّٰهُ۔

لَا يَنَالُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نِيْلٌ باب سَمِعَ۔ مصدر۔ نہیں پائے گا۔ نہیں پہنچے گا۔
عَهْدِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا عہد۔ میرا وعدہ۔

(۱۲۵: ۲)۔ وَاِذْ۔ اِی وَاِذْ ذُكِّرْنَا ذِیْ۔ یاد کرو جب (ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴)

اَلْبَيْتِ۔ اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اگرچہ بیت عام ہے جیسے النَّجْم کا اطلاق ثریا پر اکثر آتا ہے
مَثَابَةً۔ یہ جَعَلْنَا کا مفعول ثانی ہے مَثَابَةً۔ طرف مکان ہے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ۔ اس کا مادہ ثَوَّبٌ ہے جس کا
معنی اصل حالت کی طرف لوٹنا۔ یا کسی کام کی اصلی غرض کی طرف لوٹنا ہے جو غرض پہلے سوچ لی گئی ہو۔ آغاز عمل انجام
فکر ہوتا ہے اور آخر عمل اول فکر یعنی آدمی پہلے سوچتا ہے۔ جب سوچ چکنا ہے تو کام شروع کرتا ہے۔ کام ختم ہو جاتا
ہے تو سوچی ہوئی غرض کا حصول سامنے آ جاتا ہے اور عمل نتیجہ سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ پس اسی سوچی ہوئی غرض کے
ظہور فعلی کی طرف لوٹنے کو ثَوَّبٌ کہتے ہیں اور نتیجہ کو ثواب یا مَثْوْبَةٌ کہا جاتا ہے۔ کعبہ کی تعمیر اور حکم تعمیر سے پہلے
مقرر کر لیا گیا تھا کہ لوگ اس کو مرکز عبادت بنائیں اس کی طرف رُخ کریں وہاں جمع ہوں اس لئے کعبہ مَثَابَةً
اور جائے رجوع ہو گیا۔ اسی طرح سوت کا تنے کی اصل غرض کپڑا بنانا اور کپڑا حاصل کرنا ہوتی ہے اس لئے
کپڑے کو ثَوَّبٌ کہتے ہیں اسی طرح نتیجہ عمل کو ثواب (جزا و سزا) کہتے ہیں

اَمَّنًا۔ بمعنی باعث یا جاتے امن۔ بے خوفی، دلجمعی۔ اس کا عطف مشابہہ پر ہے مصدر ہے۔ مبالغہ کے لئے لایا گیا
اِتَّخَذُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتَّخَذُوا اِتِّخَالَ مصدر۔ تم اختیار کرو۔ بناؤ۔ اس سے پہلے قَدْنا مقدمہ ہے
ہم نے کہا۔ ہم نے حکم دیا، یہاں مخاطبین الناس ہیں)

مُصَلَّی۔ ظرف مکان۔ تَصَلَّیْتُ (تفعیل) مصدر۔ صلوٰۃ کی جگہ۔ نماز پڑھنے کی جگہ۔ ترجمہ ہوگا اور ہم نے کہا کہ ابراہیم
کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بناؤ۔ (یعنی طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا)

مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ تعمیر کرتے رہے۔ مقام ابراہیم
اگرچہ حدود کعبہ میں ایک مختص مقام کا نام ہے لیکن یہاں مراد کعبہ کی ساری حدود ہیں۔

عَهْدُنَا اِلٰی۔ ماضی کا صیغہ جمع منکلم۔ عَهْدٌ (باب سَمِعَ) اِلٰی کے صد کے ساتھ بمعنی کسی کے ساتھ معاہدہ
کرنا۔ کوئی شرط عائد کرنا۔ کسی چیز کا کرنا۔ لازم قرار دینا۔ کسی کام کو کسی کے ذمہ لگانا ہے۔

یہاں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے ابراہیم و اسمعیل علیہ السلام کے ذمہ لگایا۔

اَنْ طَهَّرَا بَيْتِي۔ اَنْ مصدر یہ طَهَّرَا امر کا صیغہ ثنیہ مذکر حاضر۔ طَهَّرُوْهُ تَفَعُّلٌ مصدر سے تم دونوں
پاک رکھو یعنی معاصی اور ناجائز افعال کے از نکاب سے میرے گھر کو پاک رکھو۔

بَيْتِي۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول طَهَّرَا کا۔ اور مراد اس سے خانہ کعبہ ہے

لِلطَّائِفِيْنَ۔ لام حرف جار۔ الطَّائِفِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ الطَّائِفُ واحد طَوَّفَ مصدر (باب فَعَّلَ) کسی چیز کے
گرد چکر کاٹنا۔ چکر کاٹنے والے۔ پھیرے لینے والے۔ طواف کرنے والے۔ مجازاً و سوسہ اور خطرہ کو بھی طائف کہتے ہیں
یہ مجبور ہے اپنے جار کا۔ طواف کرنے والوں کے لئے۔

وَالْعَاكِفِيْنَ وَاذْ عَاطَفَ۔ الْعَاكِفِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاكِفٌ واحد عَكَوْفٌ (باب صَوَّبَ) مصدر سے
جس کے معنی۔ تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا۔ اور اس سے والبتہ رہنا۔ عَاكِفٌ مجاور۔ اُلُک بیٹھنے والا۔ جم کر بیٹھنے والا

اعتکاف کرنے والا۔ اعتکاف شرع میں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روک رکھنے کو کہتے ہیں۔
اور معتکف وہ شخص ہے جو عبادت کی نیت سے مسجد ہی میں ہے اور باہر نہ نکلے۔ سوائے ضرورت شرعی کے

قرآن مجید میں ہے وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي الْمَسَاجِدِ۔ (۸۱: ۲) جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔
یا اور جگہ آیا ہے يَعْكِفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَهُمْ۔ (۱۳۸: ۴) یہ اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے ہیں

یا محض روک رکھنے کے لئے ہے وَالْهٰدِي مَعْكُوفًا۔ (۲۸: ۲۸) اور قربانی کے جانور کو روک دیئے گئے ہیں۔ اس
کا عطف الطَّائِفِيْنَ پر ہے۔

وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ۔ وَاذْ عَاطَفَ۔ الرُّكَّع اسم فاعل جمع مذکر رَاكِعٌ واحد رَكَعٌ (باب فَعَّلَ) مصدر جھکے
والے۔ رکوع کرنے کرنے والے۔ رکوع کے اصل معنی انحنا، یعنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص

شکل میں جھکے پر ہوا جاتا ہے۔

السُّجُودِ جمع ہے سَاجِدٌ کی سجدہ کرنے والے یہ سَجَدَ يَسْجُدُ (باب نَصَر) کا مصدر بھی ہے جس کا مطلب سجدہ کرنا۔ سر زمین پر رکھنا۔ فروتنی کرنا ہے۔ کبھی سجدہ کی تعبیر نماز ہے بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَادِّ بَارِ السُّجُودِ۔ (۴۰: ۵۰) اور نماز کے پیچھے۔

وَالرُّكُوعِ السُّجُودِ۔ اور نماز پڑھنے والوں کے لئے۔ ان کا عطف بھی الطَّائِفِينَ پر ہے۔ اَنْ طَهَّرَا... الخ میں اَنْ مفسرہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عہد بمعنی قول ہے اور یہ عہدُ فَا کی تفسیر ہے۔ ۱۲: ۲۔ وَادِّ ملاحظہ ہو ۱۲: ۲۔ اور یاد کرو جب۔

رَبِّ۔ اصل میں یَارَبِّ تھا۔ یا حرفِ ندا، محذوف ہے۔ ادری ضمیر متکلم کو تخفیفاً گرا دیا گیا۔ اے میرے رب اجْعَلْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب جَعَلَ (باب فَتَح) مصدر۔ تو کرے۔ تو بناے۔ اِی صَيَّرَ تو بناے ہَذَا۔ یعنی کعبہ اور اس کے ارد گرد کی وادی۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْكَنْتُ مِنْ دُرِّیْثِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ نَارِیْ عِنْدَ بَیْنِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (۱۴: ۳۷) اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد وادیِ دکن (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس لایا ہے۔ یہ مفعول اول ہے اجْعَلْ کا۔

بَلَدًا اٰمِنًا۔ بَلَدًا د شہر مفعول ثانی۔ موصوف۔ اٰمِنًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اٰمِنٌ سے امن والا پُر امن۔ صفت۔ یہ سارا جملہ رَبِّ اجْعَلْ..... الخ معطوف علیہ۔ وَارْزُقْ اَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یہ جملہ معطوف ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اَهْلَهُ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَرْزُقْ کا۔ ا ضمیر کا مرجع بَلَدًا ہے۔ مِنَ الثَّمَرَاتِ متعلق فعل ہے اور مَنْ اٰمَنَ..... الْیَوْمِ الْاٰخِرِ بدل بعض ہے اَهْلَهُ

مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ میں مَنْ موصولہ ہے اور باقی جملہ اس کا صلہ ترجمہ۔ اور اس شہر کے باشندوں میں سے جو ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اس کو میوؤں کی روزی عطا کرے۔

قَالَ۔ اِی قَالَ اللّٰهُ۔

مَنْ كَفَرَ۔ مَنْ موصولہ اور كَفَرَ فعل اور فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اپنے موصول کا۔ اور یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور جو کفر کرے گا۔

فَاَمْتَعَهُ قَلِيْلًا۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اُمتِعْ مضارع واحد متکلم۔ ا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَنْ كَفَرَ کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو بھی کچھ نفع پہنچاؤں گا۔ کچھ متاع زندگی دوں گا۔

یہ تَمَتِّعُ (تفعیل) مصدر ہے بمعنی مقوڑا بہت مال و اسباب زندگی کے لئے دینا۔
 حمد جواب شرط ہے ذَلِيلًا صفت ہے جس کا موصوف ذَمَانًا محذوف ہے۔ ای زمانا قلیلًا۔
 مقوڑے عرصہ کے لئے۔ چند دنوں کے لئے۔

أَضْطَرُّ ۱۔ اَضْطَرُّ مضارع واحد متکلم۔ اِضْطِرَّارٌ (اِفْتِحَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی کو ضرر رساں
 چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ اس مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ وہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو
 جیسے آیت ہذا میں (پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے مجبور کر دوں گا۔ یعنی مجبوراً دھکیل دوں گا)
 (۲) دوسرے یہ کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں (۱) کسی ایسے جذبہ کے تحت
 وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف نہ ہو۔ مثلاً شراب نوشی یا قمار بازی کی خواہش سے
 مغلوب ہو کر ان کا ارتکاب کرے۔

(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت ارتکاب کرے جس کے نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو مثلاً قرآن مجید میں
 ہے۔ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخَنِيزِ وَمَا أَهْلَ بِهِ لَعْنُوا لِلَّهِ فَمَنْ
 اَضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ (۱۴۳:۲)۔ تحقیق اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا
 گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔ ہاں جو ناپار ہو جائے (بشرطیکہ خدا
 کی نافرمانی نہ کرے۔ اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے اس پر کچھ گناہ نہیں۔
 لفظ ضرورت بھی اسی مادہ ض ر ر سے مشتق ہے۔

يَبْسُ۔ بُرّا ہے فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ يَبْسُ اصل میں يَبْسَى متھا بر وزن فَعِلَ (باب سَمِعَ)
 عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا يَبْسَى ہو گیا
 الْمَصِيرُ۔ اسم ظرف مکان صَيْرُ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ اقرار گاہ۔ وَيَبْسَى الْمَصِيرُ۔ ۱۲ ی وَيَبْسَى
 الْمَكَانُ الَّذِي يَصِيرُ إِلَيْهِ الْكَافِرُ۔ بُرّا ہے وہ مکان (ٹھکانا) جس کی طرف کافر لوٹے گا۔ مراد عذاب
 دوزخ ہے۔

۱۲۷:۲۔ يَرْفَعُ۔ مضارع (بمعنی حکایت حال ماضی یعنی وہ فعل مضارع جو کسی گزشتہ بات کو بیان کرنے
 کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے) صیغہ واحد مذکر۔ غائب۔ رَفَعَ۔ باب فَعَّ۔ مصدر سے
 وہ اٹھا رہا تھا۔ وہ بلند کر رہا تھا۔

أَلْقَوْا عِدًّا۔ جمع اس کی واحد دو طرح سے ہے۔

(۱) أَلْقَاءُ عِدْلًا۔ جس کے معنی بنیاد ہے۔ دیوار کا وہ حصہ جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ أَلْقَوْا عِدًّا
 بنیادیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مستعمل ہے۔

اَلْقَا عِدًّا۔ وہ ٹر سیدہ عورت جو حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہو۔ یہاں تاہ تاہنث لانے کی ضرورت نہیں جو صفات عورتوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں تاہ تاہنث ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا ہوتا تاہ تاہنث ذکر کر کے رفع اشتباہ کیا جائے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا (۶۰: ۲۴) اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی۔

وَالسَّمْعِيلُ۔ داؤد عاقل ہے اور اسمعیل معطوف ہے۔ اس کا عطف انبواہم پر ہے البیت۔ سے مراد کعبہ ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ رَبَّنَا..... الخ سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ قَاتِلِينَ (یہ کہتے ہوئے) رَبَّنَا..... الخ یہ جملہ ابراہیم و اسمعیل سے مال ہے۔

ترجمہ :- جب (حضرت) ابراہیم و اسمعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ دونوں دعا کئے جاتے تھے (یا کہہ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ تَقَبَّلْ مِنَّا کے بعد طَاعَتْنَا اِيَّاكَ مذكور ہے۔

تَقَبَّلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَقَبَّلْ (تَفَعَّلْ) مصدر سے۔
اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ یہ علت ہے قبول کر لینے کی۔ استدعا کے لئے (کیونکہ) بے شک تو ہی سمیع علیم
۱۲۸: ۲۔ رَبَّنَا..... اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ یہ دعا ہے جو کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے شروع ہوئی تھی۔

مُسْلِمِينَ۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر مُسْلِمٌ واحد۔ دو فرمانبردار مسلمان۔
مُسْلِمَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث مُسْلِمَاتٌ جمع۔ فرمانبردار مسلمان۔
اور ہماری اولاد (یا نسل) میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار بناتے رہیں۔
اَرِنَا۔ آیر۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِرَاءَةٌ۔ (افعال) مصدر سے سہی مادہ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمیں دکھا۔

مِنَّا مَسْكَنًا۔ اسم ظرف مَسْكَنٌ کی جمع مضاف فَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَرِ کا۔ ہمارے حج اور عبادت کے طریقے۔

نَسْكَ عِبَادَتٍ۔ پرستش۔ نَسْكَ قُرْبَانِ نَاسِكَ عَابِد۔ دین کے راہ پر چلنے والا۔ مَسْكَنٌ قُرْبَانِ کی جگہ۔ دین کا راستہ۔ عبادت کا طریقہ۔ حج کا طریقہ۔

تُبَّ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تَوْبَةٌ۔ (باب نصر) مصدر۔ تو معاف کر۔ تُو توبہ قبول کر۔

تَابَ يَتُوبُ۔ اگر اِی کے صلہ کے ساتھ آئے تو بمعنی بندے کا توبہ کرنا۔ معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا، اور جب علی کے ساتھ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنے اور رحم کے ساتھ متوجہ ہونے کے

معنی ہر تے ہیں۔ تَبَّ عَلَيْنَا۔ ہمارے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرما۔

التَّوَابُ۔ برزخ فَعَالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَابٌ کہا جاتا ہے۔ جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے۔ مسلسل۔ بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے کے ہیں۔

۱۲۹:۲۔ اِیْتِیْ اَمْرًا صِیْغَةً وَاحِدَةً مَّا ضَرَّ بَعَثُ (باب فتم) مصدر بمعنی بھیجا۔ تو بھیج۔ اسی باب سے بمعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔ یا کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا بھی آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ (۵۶:۲) پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سر نو زندہ کیا۔ یہاں اس آیت میں بمعنی بھیج آیا ہے۔

فِيهِمْ اور مِنْهُمْ میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع یا اُمَّةً مُّسْلِمَةً ہے یا الذِّرَیَّةَ ہے۔ الذِّرَیَّةَ زیا مناسب ہے۔

رَسُولًا مفعول ہے فعل اِیْتِیْ کا۔ اور یَتْلُوْا۔ یُعَلِّمُهُمْ۔ یُزَكِّیْهِمْ یہ سب رَسُوْلًا کی صفت واقع ہوتے ہیں۔

یَتْلُوْا مضارع واحد مذکر غائب۔ تِلَادَةٌ (باب نصر) مصدر جو دان کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے۔ دُعِلَیْهِمْ اور ان کو (کتاب اور دانائی) سکھایا کرے۔ دُیْزَکِیْهِمْ۔ یُزَکِّیْ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَزْکِیَّةٌ (تَفْعِیْلٌ) اور (ان کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے۔

۱۳۰:۲۔ مَنۡ اسْتَفْهَمَیْہِ انکار یہ ہے۔

یَبْرُغَبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ عَنۡ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روگردانی کرنا۔ منہ پھیرنا۔ اور اِلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی عاجزی و انکساری سے مانگنا۔ التجا کرنا۔

رَغَبٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ اول الذکر کی مثال۔ آیت ہذا۔ کون روگردانی کر سکتا ہے۔ یعنی کوئی روگردانی نہیں کر سکتا۔ مؤخر الذکر کی مثال۔ وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ (۹۴-۸) اور اپنے رب کی طرف عاجزی سے متوجہ ہو جایا کرو۔

اِلَّا۔ حرف استثناء مگر۔

مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ۔ مَنْ موصول۔ سَفِهَ۔ فعل ماضی۔ واحد مذکر غائب سَفِهَ (باب سَمِعَ) اس نے بیوقوفی پر آمادہ کیا۔ نَفْسَهُ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول سَفِهَ کا۔ مَنْ سَفِهَ

نَفْسُهُ جس نے اپنے نفس کو نادانی یا بے وقوفی پر آمادہ کیا۔ یا اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ اپنے آپ کو احمق بنایا۔

لَقَدْ - لام تاکید اور قَدْ تحقیق کے لئے ہے جب ماضی پر داخل ہو۔

إِصْطَفَيْنَا ۙ - إِصْطَفَيْنَا - ماضی جمع متکلم - إِصْطَفَاءُ (افتعال) مصدر - بمعنی صاف اور خالص چیز لے لینا۔ جیسے إِخْتِيَارٌ کے معنی بہتر چیز لے لینا۔ اور اجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز منتخب کر لینا۔ ہے۔ ۛ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اِبْرَاهِيمَ ہے۔ ہم نے اس کو منتخب کر لیا۔

۱۳۱:۲ - اَسْلِمَ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْلَامٌ (افعال) مصدر سے۔ تو حکم برداری کر شریعت میں اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہو جائے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار خواہ دل سے اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ قَالَتِ الذَّكَرَاتُ اٰمَنَّا قُلْ لَّهٗ تَوَكَّلُوْا وَلٰكِنْ تَوَلَّوْا اَسْلَمْنَا (۱۴:۲۹) کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ کہ تم ایمان نہیں لاتے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ (۲) دوسرے وہ کہ زبان کے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کرے۔ اور قضاء قدر الہی کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ آیت ہذا (۱۳۱:۲) میں یہی اسلام مراد ہے۔

۱۳۲:۲ وَوَصَّيْ بِهَا - وَصَّي ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ تَوْصِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بَاءٌ تعدیہ کے لئے ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع یا صلتہ (۱۳۰:۱۲) ہے یا حضرت ابراہیم کا وہ فعل ہے جو انہوں نے خدا کے حکم اَسْلِمَ کے جواب میں اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہہ کر تعمیل حکم ربانی کی۔ اور اسی دین (ملت) کی اس نے وصیت کی کسی واقعہ کے پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کو وصیت کہتے ہیں۔

بَنِيهِ - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول وَصَّي بِهَا کا۔ بَنِي اصل میں بَنِيْنَ تھا۔ (بجالت نصب) (بَنُوْنَ جمع اِبْنُ کی) تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اپنے بیٹوں کو۔ وَیَعْقُوْبُ - وَاَوْعَاطِفُ - یَعْقُوْبُ معطوف ہے اِبْرَاهِیْمَ پر۔ اور یعقوب نے بھی۔

یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی نصیحت کی تھی۔

یٰۤاٰیُّهَا - یا حرف نداء یٰنِیَّ - مضاف مضاف الیہ مل کر منادی - بَنِيَّ اصل میں بَنِيْنَ تھا۔ (بَنُوْنَ کی حالت نصب) - کیونکہ یہ مضاف ہے اور اگر منادی مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے۔ یا۔ متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون جمع ساقط ہو گیا۔ اور اب دو یاء جمع ہوئیں۔ یاء کو یاء میں

مدغم کیا۔ بنی ہو گیا۔ اے میرے بیٹو۔

إِصْطَفَى ماضی واحد مذکر غائب۔ إِصْطَفَاءُ (افتعال) مصدر۔ اس نے چن لیا۔ نیز ملاحظہ ہو۔
(۱۳:۲) إِصْطَفَيْنَاهُ کے محاذ۔

الدِّین سے مراد دین اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الدِّینَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ
بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔

لَا تَمُوتُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تاکید بانون ثقیلہ۔ تم نہ مرو موت سے
وَأَمْتُمْ مُسْلِمُونَ۔ جملہ حالیہ ہے فَلَا تَمُوتُنَّ سے۔ سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو
۱۳۳:۲۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے۔ یہاں اضراب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس معنی کے ساتھ
ساتھ استفہام انکاری کے معنی کو بھی شامل ہے۔ مطلب یہ کہ حقیقت یہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو :-
مَا مَاتَ بَنِي الْاَعْلٰی الْیَهُودِیَّةَ وَغَیْرَہ۔ بلکہ حقیقت تو وہ ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے اور
تم تو اس وقت موجود ہی نہ تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آپہنچی۔ نیز ملاحظہ ہو (۹:۱۸)
شَہِدَاءَ۔ شَہِید کی جمع ہے۔ شہید شرع میں وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو
شَہِیدٌ بَرَزَنٌ فَحِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ یعنی۔ شَہِیدٌ۔ مشاہدہ کرنے والا۔ گواہ۔ وہ شخص جو جائے
وقوعہ پر موجود ہو اور مشاہدہ کرنے والا ہو۔ شَہِدَاءُ۔ اس کی جمع۔ موقعہ پر موجود لوگ۔ موقعہ مشاہدہ
کرنے والے لوگ۔ گواہ (جمع) اَمْ کُنْتُمْ شَہِدَاءَ۔ کیا تم موجود تھے۔ (استفہام انکاری ہے) یعنی
تم اس وقت موجود نہ تھے۔

اِذْ حَضَرَ۔ میں اِذْ ظرف زمان ہے۔ جب حاضر آہوئی۔ جب قریب آگئی۔

اِذْ قَالَ۔ اِذْ حَضَرَ سے بدل ہے۔ جس وقت (اس نے) کہا۔ یا جس وقت اس نے پوچھا۔

مَا تَعْبُدُوْنَ مَا بِمَعْنٰی مَنْ استفہامیہ ہے۔ تم کس کی عبادت کرو گے؟

اِبْرٰہِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ بدل ہے اَبَآءُ سے یعنی آپ کے بزرگ اجداد ابراہیم و اسماعیل
واسحق (علیہم السلام)

اِلٰہًا وَاَحَدًا۔ موصوف، وصفت مل کر بدل ہے۔ اِلٰہَکَ اور اِلٰہَ اَبَآئِکَ میں اِلٰہ کا۔

وَنَحْنُ لَہُ مُسْلِمُونَ اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ یہ جملہ حال ہے فاعل تَعْبُدُ سے۔

یا یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطفت جملہ سابقہ تَعْبُدُ اِلٰہَکَ الخ پر ہے۔

۱۳۴:۲۔ تِلْکَ اُمَّةٌ۔ اسم اشارہ بعید واحد مؤنث۔ اس کا اشارہ حضرت ابراہیم و اسماعیل کی

اولاد کی طرف ہے۔ اُمَّةٌ۔ جماعت۔ اُمت۔ ہر وہ جماعت جس میں کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو

اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت پر ہو یا جغرافیائی یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔
 اَمَّ يَسْتَمُّ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے قصد کرنا۔ اَمَّ بے معنی مقصود ہوا۔ جماعت کو امت اس لئے
 کہنے لگے۔ کہ جس طرف جماعت ہوتی ہے لوگ اسی کا قصد کرتے ہیں (مظہری) نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۲۴۔ لفظ
 اِمَامًا کے محاذ۔

كَسَبَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے کمایا۔ اچھا یا بُرا کوئی کام کیا۔
 لَهَا۔ لَكُمْ۔ میں لام منفعت کے لئے ہے یعنی اس اچھے یا بُرے کام کی جزا دینا اس کے کرنے
 والے کے لئے ہے۔

لَا تَسْلُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر حاضر، تم سوال نہیں کئے جاؤ گے۔ تم سے سوال نہیں
 ہوگا۔ تم سے پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی۔

عَمَّا۔ مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔

كَانُوا يَعْمَلُوْنَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا موصولہ کا۔

۲: ۱۳۵۔ قَالُوا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب۔ اہل کتاب کے لئے ہے۔ یہودی۔ نصاریٰ۔

كُونُوا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر، کُونُ مصدر۔ باب نَصَرَ۔ مصدر تم ہو جاؤ۔

تَهْتَدُوا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے تو ہدایت پاؤ گے۔
 راہ راست پر آ جاؤ گے۔

قُلْ۔ اے قُلُوبِیٰ یا مُحَمَّدُ (صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو کہہ دیجئے۔

بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا

بَلْ۔ بلکہ۔ مِلَّة۔ دین۔ مذہب۔ مضاف۔ اِبْرٰہِیْمَ مضاف الیہ۔ حَنِیْفًا۔ حال۔ مضاف الیہ۔

اِبْرٰہِیْمَ کا۔ حَنِیْفٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہِ حق بکڑے اور

باقی سب باطل راہیں چھوڑے۔ حَنِیْفٌ کہلاتا ہے۔ المفردات میں ہے۔ اَلْحَنِیْفُ کے معنی گمراہی

سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس کے مقابل جَنْفٌ ہے جس کے معنی استقامت

سے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جملہ کی تقدیر یوں ہے بَلْ نَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا

یہ نہیں جیسا تم کہتے ہو بلکہ ہم اختیار کئے ہوئے ہیں دین ابراہیم جو تمام باطل راہیں چھوڑ کر ایک راہِ

حق پر چلے ہوئے تھے۔

بَلْ۔ بَلْ کی دو صورتیں ہیں۔

۱، اگر اس کے بعد کوئی مفرد کلمہ آئے تو اس واسطے یہ بطور حرفِ عطف استعمال ہوگا۔ قرآن مجید میں

نشان (باتیں ہیں جو خواب (میں دیکھی) ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔
(نہیں) بلکہ وہ شاعر ہے۔ (اور یہ قرآن اس کے شاعرانہ خیالات کا نتیجہ ہے)

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو پریشان خیالات کہتے ہیں۔ پھر مزید اسے افتراء بتلاتے ہیں۔ اور اسی پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے انہی دونوں (ب، معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے
۱۳۶:۲۱۔ اس آیت میں جہاں بھی مآ آیا ہے وہ موصولہ ہے۔

قُولُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم کہو۔ اِی قُولُوا اِیہَا الْمُؤْمِنُونَ لَهٗؤُلَآءِ الْیَہُودُ وَالنَّصَارَی
اِی مَوْمِنُو۔ ان یہود و نصاریٰ سے کہہ دو

وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ اور جو نازل کیا گیا ہماری طرف یعنی قرآن۔

الَّذِیْنَ۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ سَبْط کی جمع ہے جس کے معنی پوتے، نواسے دونوں کے آتے
ہیں۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ جب اسباط یہود یا اسباط بنی اسرائیل کہا
جائے۔ تو اس سے مراد قبیلہ ہوتا ہے جو ایک دادا کی اولاد ہو۔

اُدَّتِی۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءُ (افعال) مصدر۔ وہ دیا گیا۔ اسے دیا گیا۔

بَیِّن۔ درمیان۔ بیچ۔ جدائی۔ ملاپ۔ دو چیزوں کے درمیان اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل
میں آئی ہے۔ جیسے وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمَا ذُرْعًا (۱۸-۲۲) اور ہم نے رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی۔

بَیِّن کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے جیسے بَیِّنَ الْبَلَدَیْنِ دو شہروں
کے درمیان۔ یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بَیِّنَ الرَّجُلَیْنِ دو آدمیوں کے درمیان
اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں اور وہاں بَیِّن کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے۔ مثلاً فَاجْعَلْ بَیْنَنَا
وَبَیْنَكَ مَوْعِدًا (۲۰: ۵۸) پس ہمارے اور تیرے درمیان وعدہ ٹھہرائے۔ اور جب بَیِّن کی اضافت
آئیدی (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ مثلاً لَا تَبَیِّنْہُمْ مِنْ
بَیِّنِ اَیْدِیْہُمْ (۱۷: ۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے۔

بَیِّنَ اَحَدٍ۔ اگرچہ بَیِّن ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن چونکہ یہاں اَحَدٍ بمعنی فریق آیا ہے
اس لئے بَیِّن کی اضافت اَحَدٍ کی طرف درست ہے۔

نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُونَ۔ میں کا ضمیر واحد مذکر نائب اللہ کی طرف راجع ہے۔

۱۳۷:۲۔ فَاِنَّ اَمْثَلًا مَّا اَمْسَتْہُمْ بِہِ۔ میں قَاتِ شرطیہ ہے۔ ۲۔ اَمْثَلًا فعل بافاعل بمثل
میں ب زائدہ اور تاکید کے لئے ہے۔ مِثْلِ صفت ہے مصدر محذوف کی۔ اور مَا مصدر یہ ہے تقدیر

کلام یوں ہے۔ اِنْ اٰمَنُوْا اٰیْمَانًا مِّثْلَ اٰیْمَانِنَا اِگر وہ تمہارے ایمان کی طرح ایمان لے آویں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ لفظ مِثْلَ زائد ہو جیسا کہ کیسے کِمِثْلِهِ شَیْءٌ (۲۴-۱۱) اس جیسی کوئی شے نہیں۔ آیت کَ زائد ہے۔ جس سے مراد قرآن اور نبی ہے۔ اور یہ کی ضمیر اس کی طرف راجع ہے۔ تقدیر کا اِنْ اٰمَنُوْا بِمَا اٰمَنْتُمْ بِہِ یعنی جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اگر اس پر یہ لوگ بھی ایمان لائیں تو راہِ پالیر یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ فَقَدْ اِهْتَدَوْا جوابِ شرط۔ ترجمہ ہو گا: تو یہ بھی ہدایت یاب ہو جاؤ۔ وَاِنْ تَوَلَّوْا وَاَوْ عَاطَفَ اِنْ شَرَطِیْہِ۔ تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلَّی (تَفَعَّلَ) مصدر۔ انہوں نے پشت پھری۔ انہوں نے منہ موڑا۔ فعل با فاعل جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ جزائیہ ہے۔

= فَإِنَّمَا۔ میں ف جزائیہ ہے۔ إِنَّمَا کلمہ حصر ہے ہُمُ فِی شِقَاقٍ جملہ اسمیہ ہو کر جزا راہی شر = شِقَاقٍ۔ ضد۔ مخالفت۔ مقابلہ

الشَّقُّ شِکَافٌ کو کہتے ہیں شَقَقْتُ بِذِصْفَيْنِ۔ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ کرآن مجید میں ہے ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذْ أَلَلَّ الْأَنْشَقَّتْ (۸۴:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ الشِّقَاقُ وَالْمُشَاقَّةُ (باب مفاعلة) مخالفت کہ مداوت رکھنا۔ فَإِنَّمَا هُمُ فِی شِقَاقٍ۔ تو (سمجھ لو کہ) وہ تمہارے مخالف ہیں۔

= فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ۔ ف عاطفہ ہے سِی مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے میں کر دیتا ہے۔ سو یہ استقبال کے لئے ہے۔ یَكْفِيْ مضارع واحد مذکر غائب كِفَايَةً (باب ضرب) سے۔ وہ کافی ہے۔ ك ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول یَكْفِيْ کا هُمُ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ثانی اللّٰهُ فاعل فعل یَكْفِيْ کا۔ تمہارے لئے ان سے اللہ کافی ہے یعنی تمہاری طرف سے اللہ ان سے منہ لیگا۔ ان کے مقابلہ میں تمہاری پشت پتا ہی کرے گا۔

= السَّمِيعُ۔ سَمِعٌ سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اسماء حسنیٰ میں سے ہے جب یہ حق تعالیٰ کی صفت میں واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

= الْعَلِیْمُ۔ فَعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ خوب جاننے والا۔ قرآن مجید میں اس کا بیشتر استعمال خدا تعالیٰ کی صفت میں ہی ہوا ہے۔ کیونکہ اصل علم اُسی ہی کا ہے۔ = صِبْغَةَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا رنگ۔ صِبْغَةُ اسم مصدر ہے۔ رنگ کی ہیئت اور کیفیت کو صبغة کہتے ہیں۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱، یہ اَمَّا (آیت ۱۳۶ متذکرہ بالا) کا مفعول مطلق من غیر لفظ ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے اور صبغة اللہ سے اللہ کا دین مراد لیا ہے۔ اور ہم ایمان لائے اللہ کے دین پر۔

(۲) یہ مِلَّةَ اِبْرٰہِیْم سے بدل ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے ملت ابراہیم سے مراد اللہ کا دین لیا ہے
(۳) اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے۔ مثلاً تقدیر کلام ہے (۱) عَلَیْکُمْ صِبْغَةُ اللّٰهِ اللہ کے رنگ کو
اپنے اوپر لازم پکڑو۔

(۲) صَبَّغْنَا اللّٰهُ صِبْغَتَهُ اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ مصدر کو تاکید کے لئے بطور مفعول مطلق
لایا گیا ہے۔

(۴) بعض نے کہا ہے کہ صبغة اللہ سے ختنہ مراد ہے۔ کیونکہ اس سے مختون خون آلود ہو جاتا ہے۔
(۵) تفہیم القرآن میں ہے کہ مسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں
داخل ہوتا تو اسے غسل دیتے تھے اور اس غسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دھل گئے اور
اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا، یہی چیز بعد میں مسیحیوں نے اختیار کر لی۔ اس کا اصطلاحی نام ان
کے ہاں اصطباغ (بتسم) ہے۔۔۔۔۔۔ اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے
اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا بلکہ اس کی بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے۔
وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ط اور اللہ کے رنگ سے کسی کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے؟ مَنْ اسْتَفْهَمَ
ہے أَحْسَنُ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے۔ ضمیر اس میں هُوَ راجع طرف مَنْ کے ہے جو متمیز ہے اور۔
صِبْغَةً متمیز۔ (اور بدیں وجہ یہ منصوب ہے)

وَمَنْ لَهُ عَبْدٌ ذٰلَہ جملہ حالیہ ہے۔ کہ میں ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے عَبْدٌ ذٰلَہ اسم فاعل
جمع مذکر۔ عبادت کرنے والے۔ بندگی کرنے والے۔

(۲: ۱۳۹) اَتُحَاجُّوْنَآ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ تُحَاجُّوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
مُحَاجَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر ہے۔ جس کے معنی دوسرے سے حجت کرنے کے۔ یا جھگڑنے کے ہیں نا ضمیر
جمع مکمل۔ کیا تم ہم سے (اللہ کے دین کی بابت) جھگڑتے ہو۔

فِي اللّٰهِ۔ اِی فی دین اللہ۔ اللہ کے دین کی بابت۔ اس کے متعلق یا اس کے بارہ میں
مُخْلِصُونَ۔ اِخْلَاصٌ (اِفْعَالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اخلاص کے معنی ہیں کسی
چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک کر دینا۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے پاک و صاف اور
خالی ہونا ہے۔ یعنی ہم خدا کی اطاعت یا بندگی خالص کرنے والے ہیں۔ ہماری عبادت محض خدا تعالیٰ کی
رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اس میں کسی اور جذبہ کی آمیزش نہیں ہے۔

قُلْ۔ جملہ فعلیہ الشائیہ ہو کر قول ہے۔ اور باقی آیت لغایت وَنَحْنُ لَهُ مُخْلِصُونَ اس کا مقولہ ہے
اللہ۔ ذوالحال ہے۔ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ۔ حال اول۔ اور وَلَنَّا عَمَلُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ حال ثانی

اور فَحَنُّ لَهُ مُخْلِصُونَ۔ حال ثالث ہے ذوالحال کا۔ یا یہ تینوں جملے تَحَاجُّوْنَا کے نئے حال ہیں یعنی تمہارا اللہ (یا اللہ کے دین کی بابت) محاور (بحث جھگڑا) بے بنیاد ہے اور ناقابل قبول۔ دین کی بابت ہم تم سے زیادہ مخلص اور فرما بزرگوار ہیں۔

۱۴۰: ۱۲۔ اَمْ۔ سعادۃ للہمزة ہے (یعنی سبزه استفہام انکاری جو اوپر اَتَحَاجُّوْنَا میں آیا ہے اسی معنی میں یہ آیا ہے) (ای وقل یا محمد) اَمْ تَقُولُوْنَ..... کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے؟ تمہارا یہ کہنا بھی بے بنیاد اور ناقابل تسلیم اور افتراء ہے کیونکہ یہودیت اور نصرانیت تو ان حضرات علیہم السلام کے بعد کی بات ہے انما حدثت اليهودية والنصرانية بعد ہمد وثبت کذبکم یا معشر اليهود والنصرانی علی ابراہیم وبنیہ۔

مقصود یہ ہے کہ تمہاری یہ دونوں باتیں محاجة فی دین اللہ وقولکم کانوا ابراہیم.... الخ ہودا اور نصاریٰ بالکل غلط ہیں۔

قُلْ (ای قل یا محمد) تو کہہ (زبرد تو بیخ کے پیرایہ میں آیا ہے۔

اَمْ۔ یہاں متصل ہے ای ایکما علم (تم میں سے کون بہتر جانتا ہے) استفہام انکاری ہے۔ ای لستم اعلم بحال ابراہیم علیہ السلام فی باب الدین بل اللہ تعالیٰ اعلم بذلک دین کی بابت ابراہیم علیہ السلام کے حال کو تم بہتر نہیں جانتے بلکہ خداوند تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا كَانَ اِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا (۶۷: ۳) ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہوئے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ استفہامیہ اَظْلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور کون زیادہ ظالم ہے مِمَّنْ۔ مِمَّنْ۔ حرف جار۔ اور مَنْ اسم موصول سے مرکب ہے کَتَمَ شَهَادَةً۔ کَتَمَ فعل بافاعل۔ شَهَادَةً مفعول۔ عِنْدَهُ۔ مِنَ اللہ۔ دونوں شَهَادَةً کی صفت ہیں۔ جو چھپاتا ہے اس شہادت کو جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے۔ کَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهُ مِنَ اللہ۔ صلہ ہے اپنے موصول کا موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہے اپنے جار مِمَّنْ کا۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اور اللہ کی جانب سے شہادت کیا تھی؟ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ خدا کی کتاب جو ان کے پاس آئی تھی۔ اس میں انہوں نے پڑھا کہ حقیقی دین اسلام ہے اور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ابراہیم۔ اسمعیل۔ اسحق اور یعقوب علیہم السلام یہودیت و نصرانیت سے الگ تھے۔ لیکن پھر بھی نہ مانا اور اتنا ہی نہیں بلکہ

اس بات کو چھپا بھی رکھا۔

۱۳۱:۲۔ تِلْكَ اِسْمُ اِشَارَةٍ لِجَعْدٍ وَاحِدٍ مُّوْتٍ۔ اُمَّةٌ۔ اُمّت۔ یہ ایک امت تھی۔

قَدْ خَلَتْ۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا سیغہ واحد مُوْتٍ غائب خُلُوْ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ وہ گزر گئی۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی جو گزر گئی۔

یہاں امت سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ۔ ملاحظہ ہو۔ آیت ۲: ۱۳۴۔ متذکرۃ الصدر۔ اس مضمون کو یہاں مبالغہ کے لئے مکرر بیان فرمایا۔ تاکہ اپنے آباء و اجداد کے سبھرو سے پر نہ رہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے مضمون میں تو خطاب اہل کتاب کو تھا اور اس میں ہم کو ہے کہ مبارک مسلمان ان کا اقتدار کرنے لگیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلی آیت سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور دوسری سے یہود اور نصاریٰ کے آباء و اجداد مراد ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

يَا رَه سَيَقُولُ

(١٢)

سُورَةُ الْبَقَرَةِ

۱۲۲:۲ سَيَقُولُ مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے يَقُولُ واحد مذکر غائب قَوْلٌ مصدر باب نصر سے وہ کہتا ہے۔ وہ کہیگا یہاں بمعنی جمع مذکر غائب آیا ہے یعنی السفهاء السفیه لوگ کہیں گے

السفهاء۔ سَفِيَهُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل لوگ، احمق۔ یہاں مراد یہود اور مشرکین ہیں۔
مَا وَلَهُمْ۔ مَا استفہامیہ ہے۔ وَلَهُمْ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَدْلِيَةً (تفعیل) مصدر بمعنی موڑنا پھیرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کس نے موڑا ان کو، کس نے پھیر دیا ان کو (یہ سوالیہ انداز بطور تحقیق نہیں بلکہ بطور تعریف و طنز ہے)۔
قَبْلَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا قبلہ۔ قبلہ اصل میں کسی شے کے سامنے ہونے کی حالت اور ہیئت کو کہتے ہیں۔ جیسے جَلَسَ بیٹھنے کی حالت کو بولتے ہیں پھر بطور نقل کے اس مکان کو کہنے لگے جس کی طرف منکر کے نماز پڑھتے ہیں۔

۱۲۳:۲ كَذَلِكَ۔ اسی طرح ایسے ہی۔ کاذ۔ اول حرف تشبیہ ہے ذَا۔ اسم اشارہ واحد مذکر۔ لَ عَلَاتِ اشارہ بعید۔ کاف آخر حرف خطاب واحد مذکر حاضر کے لئے۔ اور واحد مؤنث حاضر کے لئے كَذَلِكَ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذَلِكَ۔ اس کا مشبہ ہے۔

۱، یا ارشاد باری تعالیٰ وَكَفَدِ اصْطَفَيْنَا فِي الدُّنْيَا (۱۳۰:۲) ہے یا قَوْلُهُ تَعَالَى يَفْعَلُ مَنْ يَشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔ آیت ماقبل (۱۲۲:۲) ہے۔ اور یہ معطوف ہے ہر دو کا۔ (۳) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کر رکھا ہے جو مشرق اور مغرب کے درمیان وسط میں ہے۔ اسی طرح تم کو اُمَّةً ذَاتَ سَطَا بنایا۔ جو افراط و تفریط سے مبرا ہے نہ نصاریٰ جیسی افراط۔ کہ عیسیٰ کو خدا بنا دیا نہ یہودیوں جیسی تفریط کہ دین میں تحریف اور تبدیلی کر ڈالی۔ (حازن)

وَسَطًا صِيغَةُ صِفَتٍ وَسَطٌ مصدر (باب ضرب) ٹھیک درمیانی۔ برگزیدہ۔ عادل۔ (مدارک و بیضاوی) وَسِطٌ۔ وہ آدمی جو کسی اعتبار سے درمیانہ اور مرتبے کے لحاظ سے بہت بڑا ہو (أَدَسَطَهُمْ نَسَبًا وَارْتَفَعَهُمْ مَجْدًا) — صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں کہ: وَسَطٌ۔ کالفظ قابل غور ہے اس کا معنی ہے درمیانہ ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اس کا عمدہ ترین حصہ ہوا کرتا ہے انسان کی زندگی کا درمیانی عرصہ (عہد شباب) اس کی زندگی کا بہترین وقت ہے۔ دن کے درمیانی حصہ دوپہر میں روشنی اپنے نقطہ عروج پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اخلاق میں میانہ روی قابل تعریف ہوتی ہے افراط و تفریط دونوں پہلو مذموم، بخل اور فضول خرچی کی درمیانی حالت کو سخاوت، بزدلی اور طیش کی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم المرتبت خطاب کے سرفراز فرمایا۔ ان کے عقائد۔ ان کی شریعت، ان کے

نظام اخلاق سیاست اور اقتصاد میں افراط و تفریط کا گزر نہیں۔ یہاں اعتدال ہے توازن ہے موزونیت ہے۔ لَتَكُونُوا۔ لام تعلیل ہے لَتَكُونُوا۔ فعل مضارع منصوب (بوجہ اَنْ) مقدّم بعض کے نزدیک لام تعلیل بذات خود ہی ناصب ہے (جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب حذف ہو گیا ہے۔ تاکہ تم بنو بن باؤ۔ لَتَكُونُوا..... الاية۔ امت محمدیہ کے وسط بنانے کی علت ہے۔

شُهَدَاءُ۔ شہید کی جمع ہے جو ہالہ کے لئے ہے۔ جیسے عَلِيمٌ کی جمع عَلَمَاءُ ہے۔ شُهَدَاءُ بوجہ الف التانیث غیر منصرف ہے۔ يَكُونُ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔ اور تاکہ رسول تم پر گواہ ہو۔

مَا جَعَلْنَا۔ ماضی جمع مکمل بمعنی صَيَّرْنَا۔ ہم نے بنایا۔ مَا نَافِيہ ہے۔ اب معنی ہوں گے ہم نے نہیں بنایا اَلْقَبْلَةَ۔ مفعول ہے جَعَلْنَا کا۔ اور اَلَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا موصول وصلہ مل کر صفت ہے اَلْقَبْلَةَ کی۔ لِنَعْلَمَ۔ لام تعلیل کا۔ نَعْلَمَ مضارع منصوب جمع مکمل۔ کہ ہم کو معلوم ہو جائے۔ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مَنْ موصول بمعنی اَلَّذِي ہے۔ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مفعول اول ہے نَعْلَمَ کا۔

مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ۔ مِمَّنْ۔ مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے۔ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقْبَيْهِ صلہ اپنے موصول کا۔ موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی نَعْلَمَ کا۔ معنی یہ ہوں گے تاکہ ہم اس شخص کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے جِداجان لیں اس شخص سے جو اُلٹے پاؤں پھرے۔ يَنْقَلِبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْقِلَابٌ (اِنْقِعَالٌ) مصدر سے وہ لوٹتا ہے وہ لوٹے گا۔ وہ پھرتا ہے وہ پھرے گا۔

عَقْبَيْهِ۔ مضاف مضاف الیہ عَقْبَيْهِ اصل میں عَقَبَيْنِ محقق۔ تثنیۃ کا نون بوجہ اضافة گر گیا۔ عَقِبٌ بمعنی ایڑی۔ اِنْقَلَبَ عَلَى عَقْبَيْهِ وہ اپنے پاؤں پر (یا ایڑیوں پر) اُلٹا پھر گیا۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو اس تبدیلی کعبہ پر شک و تردد کا شکار ہو کر مرتد ہو گئے۔

وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً۔ وَإِذَا مَاطِفٌ۔ اِنْ مُخَفَّفٌ ہے اِنْ سے اس کا اسم محذوف ہے اَعْلَانًا هَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْثٌ غَائِبٌ کا مرجع یا تو وہ مفہوم ہے جو کہ مَا جَعَلْنَا اَلْقَبْلَةَ میں ہے یا یہ ضمیر قبلة یا تبدیل و تحویل کی طرف راجع ہے۔ لام فاصلہ یا فارقہ ہے اور اِنْ مُخَفَّفٌ اور اِنْ نَافِيہ میں فرق کرنے کے لئے آیا ہے اِنْ یہاں حرف تحقیق و تاکید ہے اِنْ كَانَتْ قَدْ كَانَتْ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے اِنْ كَانَ اَصْحَابُ الْاَيَةِ لَظَالِمُونَ (۱۵-۱۸) تحقیق اصحاب الاکیہ ظالم تھے۔

کَبِيرَةً صفت مشبہ واحد مَوْثٌ منصوب۔ تانیث کَانَتْ کے مَوْثٌ ہونے کی وجہ اسم محذوف

(ای تولیۃ الکعبۃ - تحویلۃ الکعبۃ) کے مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے اور نصب بوجہ کانت کی خبر ہونے کے کبیرۃ بمعنی شاقۃ - شاق گراں - سخت - ناگوار - مقدار میں بڑا ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً لَا يُنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً (۹۱: ۱۲۱) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت (وہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ إِيْمَانَكُمْ - ای و ما کان اللہ مریداً لان یضیع ایمانکم - موبداً خبر کان محذوف ہے لام کے بعد ان مقدمہ ہے لان یضیع ایمانکم جملہ متعلق خبر ہے یضیع فعل بوجہ عمل ان مقدمہ منصوب ہے - ترجمہ ہوگا - اور اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے - یہاں ایمان سے مراد الصلوٰۃ نماز ہے - اور مراد اہل ایمان کی وہ نمازیں ہیں جو وہ تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے تھے - تفسیر منظری میں ہے کہ صحیحین میں حضرت برار بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے بہت سے آدمی مر گئے اور شہید ہو گئے تھے ہم کو کچھ علم نہ تھا کہ ان کے بارہ میں کیا کہیں (ایمان کی نمازیں پڑھی ہوئی اکارت گئیں یا انہیں ثواب ملے گا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی - لَرَّءَوْفٌ رَّحِيمٌ لام برائے تحقیق و تاکید ہے رَّءَوْفٌ رَّأْفَةٌ سے بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے - امام خطابی نے رافت و رحمت کا فرق بیان کیا ہے کہ رحمت تو کسی مصلحت کی بنا پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے لیکن رافت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی -

۱۴۴: ۲ قَدْ نَرَىٰ - ہم دیکھ رہے ہیں - قَدْ جب مضارع پر داخل ہو تو علاوہ دیگر معانی کے تکثر کے معنی بھی دیتا ہے - آیہ ہذا میں صاحب کشاف نے قَدْ نَرَىٰ کے معانی رُبَّمَا نَرَىٰ ہم اکثر دیکھتے ہیں لکھا ہے - نَرَىٰ - رؤیۃ (باب فتح) سے - مضارع کا صیغہ جمع مشکم ہے - ہم دیکھتے ہیں -

تَقَلَّبَ - تَفَعَّلُ کے وزن پر مصدر ہے - پھر پھر جانا - پھرنا - مضاف ہے - وَجْهِكَ مضاف مضاف الیہ مل کر تَقَلَّبَ کا مضاف الیہ ہے - تمہارے منہ کا بار بار پھرنا - آپ کے منہ کا پھر پھر جانا - فی السَّمَاءِ متعلق تَقَلَّبَ کے - جملہ تَقَلَّبَ وَجْهِكَ فی السَّمَاءِ - مفعول ہے قَدْ نَرَىٰ کا -

فَلَنُؤَلِّبَنَّكَ - فاء سببیہ ہے - ماقبل بالبعد کا سبب ہے یعنی بسبب آپ کے بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھانے کے (برائے تحویل قبلہ) ہم ضرور پھیر دیں گے - لام تاکید کا ہے اور نُوَلِّبَنَّ مضارع تاکید بانون ثقلیہ بصیغہ جمع مشکم ہے - تَوَلَّيْتُ (تفعیل) سے مصدر - ن ضمیر مفعول اول ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے قِبْلَةً تَرْضَاهَا - قِبْلَةً موصوف - تَرْضَاهَا جملہ فعلیہ ہو کر صفت - موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی - ہا ضمیر واحد مؤنث غائب قِبْلَةٍ کے لئے ہے

فَلَنُؤَلِّبَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا - تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں -

قَوْلٍ - فاء تفریع الامر (معاملہ کی پیش رفت) کے لئے بے دَلِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے !
تَوَلَّيْتَهُ (تفعیل) مصدر سے - تو داب، تو پھیر لے

شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط المسجد الحرام موصوف صفت مل کر مضاف الیہ - شَطْرَ - طرف سمت
جہت - مسجد حرام کی طرف - مسجد حرام اس واسطے کہ اس میں قتال و شکار کرنا حرام ہے -
شَطْرَ کے منصوب ہونے کی دو وجوہات ہیں

(۱) یہ منصوب بنزع خافض ہے - یعنی اصل میں اِلَی شَطْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تھا - اِلَی حرف جر کو حذف کر کے
شَطْرَ کو منصوب کر دیا (اِلَیے منصوب کو منصوب بنزع خافض کہتے ہیں) نَزَعَ الشَّيْءَ مِنْ مَّكَانٍ کسی شے
کو اپنی جگہ سے اکھیر دینا - اور خَفَضَ الْكَلِمَةَ - کلمہ کو زیر دینا الخافض زیر دینے والا حرف - نَزَعَ الْخَافِضُ
زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا - نیز ملاحظہ ہو - ۶۸: ۳۶ -

(۲) شَطْرَ بوجہ ظرف ہونے کے منصوب ہے -

حَيْثُ - جہاں - جس جگہ - ظرف مکان ہے - حَيْثُمَا - جہاں کہیں - مضاف مضاف الیہ، اس
کی طرف یعنی مسجد حرام کی طرف -

فَانْطَلَقَ - بظاہر مناسبت یہ تھا کہ بجائے مسجد حرام کے کعبہ فرماتے - کیونکہ قبلہ تو کعبہ ہی ہے لیکن مسجد حرام
اس لئے فرمایا کہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ جو کعبہ سے دور ہو اس پر جہت کعبہ کا استقبال واجب ہے عین کعبہ کا نہیں
الَّذِينَ اٰذَنُوا الْكَلْبَ (وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی) سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں -
اِنَّهُ - تحقیق وہ - بیشک وہ - ذ سے مراد تحویل قبلہ ہے - مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ
تحویل قبلہ حق ہے کیونکہ تورات میں موجود ہے کہ نبی آخر الزمان دو قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے اب بوجہ عناد
و حسد کے انکار کرتے ہیں

۱۴۵: ۲ - ذَلِیْنِ - واو حرف عطف، جملہ کا عطف، ذَا الَّذِیْنِ پر ہے لام متبید قسم کا ہے الْمَوْطِئَةُ لِلْقِسْمِ
اور مَا تَبَعُوْا قِبَلَتَكَ جواب قسم قائم مقام جواب شرط ہے اِنْ حَرَفُ شرط ہے (اور اگر آپ لے ہی آئیں
تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب ملی ہے تو وہ پیروی نہیں کریں گے آپ کے قبلہ کی -

وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَالِیْ قِبَلَةِ بَعْضٍ - جملہ کا عطف جملہ ساقیہ پر ہے " اور نہ ان میں سے بعض دوسروں کے قبلہ
کی پیروی کرنے والے ہیں - اس وقت یہود و نصاریٰ میں خود قبلہ کے متعلق اختلاف تھا - اگرچہ بیت المقدس
کو دونوں قبلہ مانتے تھے لیکن عیسائی عبادت کے وقت اپنا رخ مشرق کی طرف کرتے تھے (بیت المقدس نہ
منورہ سے جانب شمال ہے)

علاوہ ازیں خود یہودیوں میں اہل سمریہ (Samaritans) میں اختلاف تھا -

اگرچہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ (سمریہ اردن اور بحیرہ روم کے درمیان فلسطین کا ایک قلع تھا) اِتَّبَعْتَ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِتَّبَعْتُ (اِفْتَعَالُ) مصدر تو نے پیروی کی۔

اَهْوَاءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی خواہشیں۔ هَوًى کی جمع۔ مَا جَاءَكَ مِنْ مَّامُوصُولٍ ہے۔ مِنَ الْعِلْمِ (مِنْ) بیانہ ہے۔ اِی مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ۔

وَلَئِنْ اِتَّبَعْتَ..... مِنَ الْعِلْمِ شرط۔ اِنَّكَ اِذَا لَمِعْتَ الظَّالِمِينَ۔ جواب شرط ہے۔ اس جملہ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ جو جملہ سابقہ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ..... قَبْلَتَكَ کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

اِذَا حُرِفَ جُزْءٌ ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقت کی صورت میں فون کو الف سے بدل لیتے ہیں اَلَّذِيْنَ اَتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔ يَعْرِفُوْنَهُ۔ وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ اس کو جانتے ہیں ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یاد ادا، علم، قرآن یا تحویل قبلہ ہے یا (۲)، یہ ضمیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے گو ماضی میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ یہی زیادہ راجح ہے۔ يَعْرِفُوْنَ کی ضمیر علماء اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔

فَرِيقًا مِّنْهُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور هُمْ سے مراد الذین لم یسلّموا جو جانتے ہوئے بھی آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ یُكَلِّمُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے۔ یُكَلِّمُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب کَلَّمَ باب نصر مصدر سے وہ چھیاتے ہیں۔ وہ چھیائے ہیں۔ الْحَقُّ۔ مفعول۔ حق بات۔ حقیقت۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کا نبی قبلتین ہونا جو تورات میں مذکور ہے۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں

۱۲۷:۲ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ۔ کلام مستأنف ہے الْحَقُّ مبتداً مِنْ رَبِّكَ خبر۔ حق تو آپ کے رب ہی کی طرف سے ہے۔ الْمُتَوَرِّئِ، اسم فاعل جمع مذکر الْمُتَوَرَّيْ۔ واحد۔ اِمْتَرَاءُ (اِفْتَعَالُ) مصدر شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔ مری۔ مادہ۔ اِمْتَوًى يَمْتَرِيْ اِمْتَرَاءً۔ شک میں پڑنا۔ مَوَیَّة۔ شک۔ جھگڑا۔ مِرَاءً جھگڑا۔ بحث مباحثہ۔

۱۲۸:۲ وَیُكَلِّمُ وَجْهَهُ۔ واو عاطفہ۔ اور کُلِّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر کلام یوں ہے وَیُكَلِّمُ اُمَّةً وَجْهَهُ۔ مصدر بمعنی قبلہ۔ یا اسم مکان۔ یعنی وہ سمت جس کی طرف رخ کیا جائے۔ اول صوت میں واو کا موجود ہونا غیر قیاسی ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے (جیسا کہ عددۃ دزنۃ میں واو محذوف ہے) صرف اصل پر تنبیہ کرنے کے لئے باقی رکھا گیا ہے۔

دوسری صورت میں واو کا موجود ہونا قیاسی ہے۔ مراد دونوں صورتوں میں وہ سمت ہے جس کی طرف رخ کیا جاتا ہے هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب یہ کُلِّ کی طرف راجع ہے

مَوَلٰیہَا۔ وَلٰی یُوَلِّیْ تَوَلّٰی (تَفْعیل) سے۔ مَوَلٰی اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ مضاف ہے۔ هَآخِیْر

واحد مَوْتِ غَائِب۔ مضاف الیہ، اس کی طرف رُخ پھرنے والا۔ منہ کرنے والا۔ دلیٰ کسی کی طرف توجہ کرنا اور دلیٰ عَنْهُ رُخ پھیرنا اعراض کرنا۔ اول الذکر کی مثال۔ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأًا أَوْ مَغْرَبًا أَوْ مَدْخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ (۵۷: ۹) یہ اگر کوئی سی بھی پناہ کی جگہ پاتے یا کوئی غار یا کوئی (اور) جگہ گھس بیٹھنے کی تو یہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل پڑتے۔ مؤخر الذکر کی مثال ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلِّمٌ مَّخْنُونٌ (۵۷: ۲۲) پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔

جملہ کا ترجمہ ۱۔ اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے ہر ایک امت کا اپنا اپنا قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے)

فَاَسْتَبَقُوا الْخَيْرَاتِ۔ اِسْتَبَقُوا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَبَاقٌ (افْتَعَالٌ) مصدر تم سبقت کرو۔ تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ الْخَيْرَاتِ۔ خَيْرَةٌ کی جمع ہے۔ نیکیاں۔ بھلائیاں۔ خوبیاں۔ شریف عورتیں۔ نیک عورتیں۔ مراد نیکیاں ہیں۔ ال استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی نیکیاں۔ الخیرات مجرور ہے۔ اس سے قبل الیٰی مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتحاد قبلہ ہی نیکی نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی نیکیاں ہیں جن پر سب دین متفق ہیں تم ان سب نیکیوں (بشمول تحویل قبلہ) کو اپنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔ یہود اور منافقین نے تو محض کج حجتی کے طور پر تحویل قبلہ کو موضوع سخن بنا رکھا ہے۔

اَيْنَمَا۔ جہاں کہیں، اَيْنَ شرطیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ یہاں بطور ظرف مکان متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور مَا مزیدہ ہے اِیٰی فی اِیٰی موضع تَكُوْنُوْا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ يٰۤاَيُّهَا اللّٰهُ جَمِيعًا يٰۤاَيُّهَا مَضَارِعُ مَجْزُوم (بوجہ جواب شرط کے) ب تعدیہ کے لئے کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ جَمِيعًا صفت ہے کُم کی۔ تم سب کو، یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم سب کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کر لے گا۔

۱۴۹: ۲۔ حَيْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ یعنی برضہ ہے۔

مِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ۔ جس جگہ سے آپ نکلیں۔ بطور مجاز کے اس کے معنی یہ ہوں گے۔ آپ جہاں کہیں ہوں یہ معنی شرط کو شامل و متضمن ہے اسی لئے اگلے جملہ میں فَوَلِّ پر فاء (بطور جواب شرط) لائے ہیں۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ۔ اِیٰ فَوَلِّ وَجْهَكَ اِذَا انْشَلَيْتَ۔ جب نماز پڑھو تو اپنا منہ پھیر لیا کرو۔ وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَوَلَّى (تَفْعِيل) مصدر۔ تو پھیر لے۔ اِنَّہ۔ اِی التولية الى القبلة۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ لِلْحَقِّ۔ میں لام نہ اندہ ہے۔

۱۵۰: ۲۔ تَوَلَّى کے تکرار (آیات ۱۴۲-۱۴۹-۱۵۰) کے متعلق مفسرین نے مختلف حکمتیں لکھی ہیں جو کہ کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

لِسَلَاً میں لام علت کی ہے۔ یعنی آیات ماہرہ میں قبلہ کی طرف نہ کرنے کی بار بار تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہ ہے۔ اَلَا۔ اَنْ مصدر یہ اور لَا منفی سے مرکب ہے لِسَلَاً یَكُوْنُ تاکہ نہ ہو یا نہ ہے۔ حُجَّةٌ۔ اعتراض۔ دلیل۔ حُجَجٌ جمع۔ مِنْهُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب النَّاسِ کے لئے ہے۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ۔ لَا تَخْشَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ خَشِيَ مصدر باب شَمَع۔ تم مت ڈرو۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا کی طرف راجع ہے۔

اِخْشَوْنِی۔ اِخْشَوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تم مجھ سے ڈرو۔ وَلَا تَحْمَدُوْهُ۔ دَا د عاطفہ ہے اگلے جملہ کا عطف جملہ سابقہ لِسَلَاً یَكُوْنُ لِلنَّاسِ پر ہے۔ اور (اس سے کہ) میں تم پر اپنا انعام پورا کر دوں

۱۵۱:۲۔ کَمَا۔ میں ک حرف تشبیہ ہے اور مَا مصدر یہ۔ کَمَا اَرْسَلْنَا کا تعلق یا تو لِذِیْمَر سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ۔ تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں۔ جیسے کہ رسول بھیجنے کی نعمت پوری کی۔ یا اس کا تعلق لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ سے ہے اور معنی ہوں گے تاکہ تم فلاح پاؤ جیسا کہ تم کو میرے تمہیں میں سے تمہارے پاس رسول بھیجنے سے ہدایت و فلاح نصیب ہوئی۔ (مظہری۔ تفہیم القرآن) یُزَكِّیْكُمْ۔ یُزَكِّیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَزَكَّیَّة (تفصیل) مصدر کُم۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو پاکیزہ کرتا ہے۔ وہ تم کو پاک بناتا ہے۔

مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ مضارع نفی جہد بَلَمْ۔ تم نہیں جانتے تھے۔ ۱۵۲:۲۔ اَذْكُرْكُمْ۔ اَذْكُرْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) کا صیغہ واحد متکلم ذِكْرٌ مصدر ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو یاد رکھوں گا۔ لَا تَكْفُرُوْا۔ فعل نفی جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ اوری ضمیر واحد متکلم مجزوم ۱۵۳:۲۔ اِسْتَعِیْنُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَعَاْنَةُ (استفعال) مصدر۔ تم مدد طلب کرو۔ ۱۵۴:۲۔ بَلَىٰ۔ حرف انصراف ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی تمہارا ان کو رشتہ دار کو اموات کہنا بالکل باطل بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ احیاء (زندہ) ہیں احیاءُ زندہ لوگ حَتّٰی کی جمع ہے۔

لَا تَشْعُرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ شَعُوْرٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ جس کے معنی بذریعہ حس جاننے کے ہیں۔ تم نہیں جانتے ہو، تم نہیں سمجھتے ہو۔

۱۵۵:۲۔ لَنَبْلُوَنَّكُمْ۔ لَنَبْلُوَنَّ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم بَلَاءٌ مصدر (باب نَصَرَ) بمعنی آزمائش، آزمائش میں ڈالنا۔ اَزْمَانًا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تم کو ضرور ضرور آزمائیں گے الْخَوْفِ۔ خوف سے مراد خوف اللہ تعالیٰ۔ الْجُوعِ سے مراد صوم رمضان وَلَقِیْصٍ مِنَ الْاَمْوَالِ سے مراد

زکوٰۃ وصدقات مِّنَ الْاَنْفُسِ سے مراد امراض اور مِّنَ الثَّمَرَاتِ سے مراد موت الاولاد ہے۔

یا بالترتیب خوف سے مراد خوفِ دشمن، جوع سے مراد بھوک، قحط، لَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ سے مراد مالوں میں خسارہ یا بالکل ہلاک ہونا اور نَقْصٍ مِّنَ الْاَنْفُسِ سے مراد جانوں کی کمی یعنی قتل ہونا یا مرجانا یا امراض کا لاحق ہونا۔ یا بڑھایا ہے اور پھلوں کی کمی یہ ہے کہ کوئی آفت آجائے جس سے پھل جاتے رہیں یا کم ہو جائیں۔ وغیرہ

۱۵۶:۲ = اَلَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ الْخ صَابِرِيْنَ کی صفت ہے۔

= اِذَا حرف شرط ہے اور جملہ شرطیہ ہے قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ الْخ جواب شرط ہے۔

= مُصِیْبَةٌ اسم فاعل کا سیغہ واحد مؤنث اَصَابَ يُصِیْبُ اِصَابَةً (افعال) مصدر سے۔ غم۔ تکلیف، سختی۔ دکھ پہنچانے والی ہر چیز۔ اس کی جمع مَصَابِیْتُ وَ مُصِیْبَاتٌ ہے۔ اس کا مادہ صَوَّبٌ ہے۔ المفردات میں ہے اَصَابَ الشَّيْءُ تَرْمِیْکَ نشانہ پر جا لگا اور مُصِیْبَةٌ اصل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر جا کر بیٹھ جائے اس کے بعد (عرف میں) ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہو گیا۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (۴۲-۴۰) اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے اعمال سے ہے۔

= رَا جَعُوْتَ۔ اسم فاعل جمع مذکر رَاجِعٌ واحد۔ رُجُوْعٌ (صَرَبَ) سے مصدر۔ لوٹ جانے والا، پھر جانے والے ۱۵۷:۲ = اُولَئِکَ یعنی وہ لوگ جن میں مندرجہ بالا صفات ہوں یعنی صَابِرِیْنَ۔

اُولَئِکَ مبتدا اول۔ صَلَوَاتُ مبتدا ثانی۔ عَلَیْہُمْ متعلق بمبتدا ثانی۔ پھر یہ مجموعہ مبتدا اول کی خبر۔

= وَاُولَئِکَ هُمُ الْمُہْتَدُوْنَ۔ واو عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اُولَئِکَ مبتدا۔ هُمُ الْمُہْتَدُوْنَ۔ اس کی خبر۔

= صَلَوَاتُ رحمتیں۔ برکتیں۔ صَلَوةٌ کی جمع۔ صَل و مادہ۔

= مُہْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِہْتَدَاءُ (اِفْتِعَالُ) مصدر۔ ہدایت یافتہ، ہدایت پانے والے۔

۱۵۸:۲ = شَعَائِرُ۔ شَعْبْرَةٌ کی جمع ہے شَعْبْرَةٌ بُرُوزُنْ فَعِیْلَةٌ بمعنی مَفْعَلَةٌ ہے مَشْعَرَةٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔ شَعَائِرُ اللہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نشانیاں۔ شَعَائِرُ اللہ۔ عرفِ شریعت میں عبادت کے مکانات اور زمانوں اور علامات کو کہتے ہیں۔ مکاناتِ عبادت جیسے کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ، جبرائیل ثلاث صفا مروہ۔ منیٰ وجمع مساجد وغیرہ۔ زمانے (اوقات) جیسے رمضان اور اشہر حج۔ عیدین۔ جمعہ۔ اور علامات جیسے اذان، اقامت، نماز باجماعت وغیرہ۔

= اِعْتَمَر۔ ماضی کا سیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتَمَرُوا (اِفْتِعَالُ) مصدر اس نے عمرہ کیا۔ عمرہ زیارتِ بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے

اور طواف کعبہ کرے۔ اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے۔ پھر حجامت کر اگر احرام اتار دے۔

= حَجَّ - ماضی واحد مذکر غائب - حَجَّ و حَجَّجَ - مصدر (باب نصر) قصد کرنا۔ زیارت کے لئے جانا، حج کرنا
= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا - جُنَاحٌ - جُنُوحٌ (باب فتح) - نَصَرَ - ضَرَبَ ہے ماضی ہے
جنم اذا مال عن القصد المستقيم یعنی مقصد مستقیم سے دوسری جانب مائل ہونا۔ پس وہ گناہ جو حق سے
دوسری طرف مائل کر دے جُنَاحٌ ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ - پس نہیں ہے گناہ اس پر۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔
يَطَّوَّفُ - مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) صیغہ واحد مذکر غائب کہ وہ طواف کرے یعنی سعی کرے يَطَّوَّفُ
اصل میں يَتَطَوَّفُ (باب تفعّل) تَطَوَّفُ سے تھا۔ تاء کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ ترجمہ ہوگا۔ نہیں ہے اس پر
گناہ کہ وہ ان دونوں (صفا و مروہ) کے درمیان سعی کرے۔

شانِ نزول اس آیت کا اس طرح ہے کہ صفا و مروہ پر آساف و نائلہ دو بیت تھے۔ آساف صفا پر تھا اور
نائلہ مروہ پر۔ اہل جاہلیت ان بتوں کی تعظیم کے لئے صفا و مروہ کے درمیان طواف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام کا ستارہ
چمکا تو مسلمان صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے سے ان بتوں کی وجہ سے احتراز کرتے تھے اور نفرت کرتے تھے
ادھر انصار قبل از اسلام منات بیت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اس کے سامنے پکار کر دعا کیا کرتے تھے
اس لئے انصار بھی صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے سے کراہت کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کے باب
میں یہ آیت نازل فرمائی (مظہری) مسلمانوں کو حکم ہوا کہ صفا و مروہ کے درمیان جو تم سعی کیا کرتے تھے اسے
جاری رکھو۔ یہ ایک نیک کام ہے اس کے جاری رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ احناف کے نزدیک صفا و مروہ کے
درمیان سعی واجب ہے۔

= تَطَوَّعَ - اس نے خوشی سے نیکی کی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَطَوَّعَ (تَفَعَّلَ) مصدر سے۔ جس کے
معنی اصل میں تو نیکی میں تکلف کرنے کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم اور فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ
ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

= شَاكِرٌ - شَاكِرٌ - شَاكِرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جب شکر سے متصف کیا جائے
تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام فرمانا اور جو کچھ عبادت انہوں نے ادا کی ہے اس کی جزا دینا مراد ہے
یہاں شاکر بمعنی تدان - حق ماننے والا۔

= فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ الْخ حبلہ شرطیہ ہے اور فَإِنَّ اللَّهَ... الخ جواب شرط ہے۔ اسی طرح مَنْ
تَطَوَّعَ... الخ حبلہ شرطیہ ہے اور فَإِنَّ اللَّهَ... الخ جواب شرط۔

۲: ۱۵۹ = يَكْتُمُونَ - فعل مضارع جمع مذکر غائب کَتَمَ مصدر۔ باب نصر۔ وہ چھپاتے ہیں۔ فعل با نال
مَا أَنْزَلْنَا اس کا مفعول مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ بیان مَا۔ مِنْ بَعْدِ مَا مُتَعَلِّقٌ ہے يَكْتُمُونَ

فِي الْكِتَابِ مُتَعَلِّقٌ بِبَيِّنَاتٍ يَسْبُغُ مَجْمُوعَ صَلَواتِہِ اِیْنِ مَوْصُولِ الَّذِیْنَ کا۔ پھر موصول وصلہ مل کر ان کا اسم ہوا۔

= بَيِّنَاتٌ۔ بَيِّنَاتٌ۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع مَا اَنْزَلْنَا مِنْ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدٰی ہے۔

= فِي الْكِتَابِ۔ اِیْنِ التَّوْرَةِ مِنْ صِفَةِ مُحَمَّدٍ صَلَی اللہ علیہ وسلم۔ کتاب کے یہاں مراد توراہ ہے۔ جس میں نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق واضح بیان موجود ہیں۔ اور النَّاسِ سے مراد علماء بنی اسرائیل ہیں۔ بعض کے نزدیک کتاب مراد تمام کتب آسمانی ہیں جو مختلف انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں اور النَّاسِ سے مراد جمیع علماء ہیں۔

= اَدْ لُتْكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو الکتاب میں مبینہ حقائق و ہدایت کو چھپاتے ہیں۔
= يَلْعَنُهُمْ۔ يَلْعَنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَعَنَ (بَابُ فَتْحٍ) وہ لعنت کرتا ہے یا کرے گا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= اَلَّا عِنُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَعَنَ مصدر سے۔ اِیْنِ لَدَعِنُ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو لعنت کے معنی ہوں گے قرب یا رحمت سے دور کرنا۔ عذاب دینا۔ اور اگر اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو معنی ہوں گے بد و عادینا۔ گالیاں دینا۔ سخت سُست کہنا۔ دھتکار کر نکال دینا۔ پھسکارنا۔ لَعِنٌ بمعنی مَلْعُونٌ۔ (مَفْعُولٌ) یہاں لَا عِنُوْنَ سے مراد ملائکہ و مؤمنین ہیں۔

۱۶۰:۲ = اِلَّا الَّذِیْنَ..... الخ استثناء متصل ہے اور ضمیر هُمْ (جو يَلْعَنُهُمْ میں ہے) مستثنیٰ ہے
= مَّا لَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَوْبَةٌ (بَابُ نَصَوَ) مصدر۔ انہوں نے توبہ کی۔ وہ باز آگئے۔ جب تَوْبَةٌ کا تعدیہ الٰہی کے ذریعہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی ہوتے ہیں۔ اور جب تعدیہ علی سے ہوتا ہے۔ تو توبہ قبول کرنے کے معنی آتے ہیں۔

بندہ کا توبہ کرنا۔ معصیت کے بعد اسے جھوڑ کر نیکی اور اطاعت کی طرف واپس آنا ہے۔

= اَصْلَحُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِصْلَاحٌ۔ (اِفْعَالٌ) مصدر انہوں نے اپنی اصلاح کی۔ وہ ستر گئے انہوں نے اپنے کام کو درست کیا۔ انہوں نے نیک کام کئے۔

بَكَّتُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ (تَفْعِيلٌ) مصدر انہوں نے بیان کیا۔ مطلب یہ ہے کہ علماء اہل کتاب جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتب سماویہ میں مندرج صفات کو خلافِ حق سے دانستہ چھپا رکھتے تھے۔ اور بدیں وجہ مستوجب لعن مٹھڑے۔ ان میں سے جو توبہ کر کے اپنے اس گناہ سے باز آگئے۔ اپنے آپ کی اصلاح کر لی۔ اور حقائق کو کما حقہ لوگوں سے بیان کر دیا (تو اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کر لیا)

= اُولَٰئِكَ - سے مراد الذین تَابُوا وَاَصْلَحُوا وَاَبْلَغُوا ہیں۔

= اَتُوبُ عَلَيْهِمْ - اَتُوبُ - مضارع واحد متکلم - چونکہ تعدیہ علی کے ساتھ ہیں اور فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے مطلب ہوا کہ میں (یعنی اللہ) ان کی توبہ قبول کر لوں گا۔ ان کو معاف کر دوں گا۔ ھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔

= اَلتَّوَابُ - فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بہت توبہ قبول کرنے والا۔ تَوَابٌ سے مشتق ہے اگر اس کی نسبت بندہ سے ہو۔ تو معنی ہوں گے بہت توبہ کرنے والا۔

۱۶۱:۲ = وَهَمُّ كُفَّارٍ - جملہ حایر ہے در آن حالیکہ وہ کافر ہی تھے۔

۱۶۲:۲ = خَالِدِينَ فِيهَا - خَالِدِينَ - اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب - خُلُودٌ (باب نَصَر) مصدر ہمیشہ رہنے والے۔ فِيهَا - اس میں ھما ضمیر واحد مؤنث غائب لعنة کے لئے ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یا یہ النَّار - ہے (دوزخ) کے لئے ہے اور النَّار کو اس کی شان کی عظمت کی وجہ سے مضمر رکھا گیا ہے اور اسم کی جگہ ضمیر کو لایا گیا خَالِدِينَ - عَلَيْهِمْ کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= لَا يُخَفَّفُ - مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب - وہ ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ یعنی عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ - یہ جملہ حال ہے ضمیر خَالِدِينَ سے۔

= وَلَا هُمْ يَنْظُرُونَ - واو عاطفہ ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا يَنْظُرُونَ - مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا مادہ ن ظ ر ہے۔ لَا يَنْظُرُونَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱، مصدر اِنْظَارٌ - مہلت دینا سے مشتق ہے اس صورت میں معنی ہوں گے اور زمان کو مہلت دی جائے گی راوی یہی رائج ہے ۲

۲، یہ مصدر اِنْظَارٌ سے مشتق ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور زمان کا انتظار کیا جائے گا کہ کسی قسم کی تندرستی (۳) یہ مصدر نَظَرَ سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور زمان کی طرف نظر رحمت کی جائے گی ھم ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۶۳:۲ = اِلٰهُكُمْ - مضاف مضاف الیہ - تمہارا معبود۔

= اِلٰهُ وَاحِدٌ - وَاحِدٌ - صفت مؤکدہ ہے اِلٰہ کی کیونکہ اِلٰہ کی تنوین سے خود وحدت مترشح ہے۔ اور اِلٰہ موصوف کو وحدانیت کی تاکید اور تائید کے لئے ذکر فرمایا۔ موصوف و صفت مل کر اِلٰہُکُمْ کی خبر ہوئے۔

= لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ - زیادتی تاکید و تقریر کے لئے ہے۔ اور یہ اِلٰہُکُمْ کی دوسری خبر ہے۔

= الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ - بھی اِلٰہُکُمْ کی تیسری اور چوتھی خبر ہے۔

۱۶۴:۲ = اِنَّ حَرْفٌ مُّشَبَّہٌ بِالْفِعْلِ -

۱، فَنَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

۲، وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ

۳، وَالْفَلَكَ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ

۴، وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ

۵، فَاَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

۶، رَبِّ وَبَثَّ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ

۷، وَتَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ

۸، وَالسَّمَاءِ الْمَسْحُورِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

لَا بُدَّ لِقَوْمٍ يُعْقِلُونَ۔۔۔۔۔ اسمِ اِتَّ۔ (لام کو اِتَّ کے اسم کی خبر کے بعد میں آنے کی وجہ سے لایا گیا ہے)

= اِخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سے مراد دن رات کا آگے پیچھے آنا۔ ان کا چھوٹا بڑا ہونا۔ کُرْہُ اَرْضِ پر مختلف مقامات پر ان کا طوالت میں کم و بیش ہونا۔ ہے۔

= اَلْفَلَكَ۔ یہ لفظ مذکر مونث، واحد، جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کشتی، جہاز۔

= تَجْرِي بِهَا۔ تَجْرِي مَضَارِعَ وَاحِد مَوْنُث غَائِب۔ وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے۔ بہا میں ب تقدیر کا ہے تَجْرِي بِ۔ وہ لے جاتی ہے۔ وہ لے کر چلتی ہے۔ اور مَا موصولہ ہے۔ يَنْفَعُ النَّاسَ (جو) نفع پہنچاتی ہے لوگوں کو، یعنی اور جہازوں میں کشتیوں میں جو چلتے ہیں سمندر میں وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ سامان تجارت وغیرہ۔

= اَحْيَا بِهِ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ (بمعنی مَضَارِعَ) وہ زندہ کرتا ہے۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ماضی ہے۔

= بَثَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی مَضَارِعَ) وہ پھیلاتا ہے وہ بکھیرتا ہے (باب نصر، ضَرْب) اصل میں بَثَّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں اس لئے ہوا سے خاک اڑنے۔ غم سے بے قرار ہونے۔ اور راز کے افشاء کرنے کے لئے بَثَّ کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبَثًا (۵۶-۶) پھوہ

منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں۔ اور يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفُرَّاشِ الْمُبْتُوثِ۔ (۱۰۱-۱۰۲) جس دن

لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔

= فِيْهَا۔ اور اس سے قبل بَعْدَ مَوْتِهَا میں بِا ضمیر واحد مَوْنُث غَائِب۔ اَلْأَرْضَ کے لئے ہے

= دَابَّةٍ۔ الدب اور اَلدَّابِّيْبُ (باب ضَرْب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ مذکر اور مَوْنُث دونوں کے لئے

مستعمل ہے۔ اس میں تہ وحدت کی ہے دَوَابُّ جمع ہے اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے

مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال ہر ذی حیات چیز کے لئے ہوا ہے۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ - جس کا ذکر آیت شریفہ ۲۷: ۸۲ میں آیا ہے اس سے ایک خاص جانور مراد ہے جو قیامت سے پہلے زمین سے نکلیگا۔ (بعض کے نزدیک مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے پھٹنے سے زمین سے نمودار ہوگا) جو کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اور نشان لگا کر سچے ایمانداروں اور چھپے ہوئے منکروں کو ایک دوسرے سے متاثر کر دے گا۔
 = تَصْرِيفُ الرِّيحِ - مضاف مضاف الیہ۔ ہواؤں کا بدلنا تَصْرِيفُ (تفعیل) مصدر۔ صَرَفَ يُصْرِفُ کا۔ بمعنی پھیرنا۔ بدلنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے صَرَفْنَا الذِّیَاتِ ۴۶: ۲۷ اور ہم نے (اپنی) نشانیاں پھیر پھیر کر (بیان کر دی ہیں)

الرِّيحُ - دِیَح کی جمع ہے۔

فائدہ - قرآن مجید میں جہاں ار سال ریح کا ذکر ہے اگر بہ لفظ جمع ہے یعنی رِیَاح کا لفظ استعمال ہوا، تو وہاں عام طور پر رحمت کی ہوائیں مراد ہیں۔ اور اگر رِیح یعنی واحد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو عذاب کے معنی مراد ہیں۔ چنانچہ رِیَاح (جمع) کے متعلق ارشاد ہے وَأَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ لَوَاقِحَ (۱۵: ۲۲) اور ہم ہی ہوا کو چلاتے ہیں جو بادلوں کو پانی بردار کرتی ہے۔ اور اِنْ يُرْسِلِ الرِّیَاحُ مُبَشِّرَاتٍ (۳۰: ۶) کہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔ اور سَیَحٍ (واحد) کے متعلق فرمایا اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحًا صَرَصًا (۵۴: ۱۹) ہم نے ان پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی۔ اور اِشْتَدَّتْ بِهٖ الرِّیْحُ (۱۴-۱۸) اس کو سخت ہوا لے اڑی۔

= السَّحَابُ الْمُسَخَّرُ - موصوف و صفت۔ تابع فرمان بادل (جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے) یعنی وہ بادل جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہیں جدھر اس کا حکم ہوتا ہے ادھر کو وہ چلتے ہیں۔ اور جہاں وہ چاہتا ہے برستے ہیں۔

بعض نے السحاب کو موصوف اور المسخر بین السماء والارض کو اس کی صفت لکھا ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مقید ہیں نہ اوپر جاتے ہیں نہ نیچے گرتے ہیں۔
 سحاب اسم جنس جمع ہے۔ اس کا واحد سحابة ہے یہ مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی۔ مفرد بھی آتا ہے اور جمع بھی۔ لفظ کی رعایت سے اس کی صفت مفرد آتی ہے جیسے آیت مندرجہ بالا۔ وَالسَّحَابُ الْمُسَخَّرُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اور معنی کی رعایت سے جمع بھی لائی جاتی ہے جیسے وَیُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳: ۱۲) اور اُكْثَا تَہ بھاری بادل۔ مذکر کی مثال جیسے آیت مذکورہ (وَالسَّحَابُ الْمُسَخَّرُ...)۔

= یَحْقِلُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ عَقْلٌ (ضَرْب) مصدر وہ سمجھتے ہیں۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۱۶۵: ۲ = دَمِنَ النَّاسِ - میں داؤ حال ہے یعنی حال یہ ہے کہ بادلوں براہین منیرہ کے۔ مِنْ تَبْعِیضِہ ہے یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں..... مَنْ بِمَعْنَى الَّذِی ہے۔

= يَتَّخِذُ - مضارع واحد مذكر غائب - اِتَّخَذَ (اِفْتَعَلَ) مصدر - قرار دیتا ہے - بناتا ہے۔

= اَنْذَاۤ ا - يَنْذُرُ کی جمع ہے - نظیر، مثل، ند اور مثل میں فرق یہ ہے کہ مثل عام ہے اور ند خاص۔ مثل کا استعمال

ہر قسم کی شرکت کے لئے ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام نے اَنْذَاۤ ا کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ کل ما کان مشغلاً عن اللہ مانعاً عن امتثال امرہ؛ ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دے اور اس کے احکام کی تعمیل سے روک دے وہ اَنْذَاۤ ا ہے خواہ وہ بت ہوں گمراہ رئیس ہوں مال و دولت ہو، اولاد ہو، علم و فن - لیکن نَذْر کا استعمال صرف کسی کے ذات اور جوہر میں شریک ہونے کے لئے ہے۔

= يُجِبُّونَهُمْ - مضارع - صیغہ جمع مذكر غائب - باب افعال سے - اِجَابَ مصدر - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذكر غائب جس کا مرجع اَنْذَاۤ ا ہے۔

= كَحُبِّ اللّٰهِ میں کاف تشبیہ کا ہے۔

= اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ - اَشَدُّ شِدَّةً سے افعِلُ التفضیل کا صیغہ ہے اَشَدُّ کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰهِ مِنْ هُوَ لَاۤ اِدِلَّ اَنْذَاۤ ا یعنی تو مبین کی اللہ سے جو محبت (میلان قلب) ہے وہ مشرکین کی غیر اللہ سے محبت سے کہیں زیادہ ہے۔

= کو حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔

= يَرَى - فعل مضارع واحد مذكر غائب - اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔

۱، ا، اس فعل کا فاعل اَحَدٌ محذوف ہے ترجمہ ہوگا - اگر کوئی دیکھے ان لوگوں کو جو ظالم ہیں اس صورت میں اَلَّذِي ظَلَمُوا فعل یری مفعول ہوگا۔

۲، یرى کا فاعل اَلَّذِينَ ظَلَمُوا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا - اگر ظالم لوگ دیکھ پاتے یا جان جاتے۔

= اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ - ظرف زمان ہے فعل یری کا - جب دیکھیں گے وہ عذاب (جو ان کو ملے گا)

= اَنَّ الْقُوَّةَ شَدِيدُ الْعَذَابِ مفعول یری کا (۲) کی صورت میں۔

لَوْ کا جواب محذوف ہے - محذوف جواب عبارت کے سیاق و سباق کے مطابق ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ حذف میں تعین تو ہوتی نہیں مثلاً یہاں جواب محذوف ہے - لَمَّا اَتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَنْذَاۤ ا (تو ہرگز اس کے یعنی اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے) بھی ہو سکتا ہے اور لَوْ قَعُوا مِنَ الْحَسْرَةِ وَالْاُذَىٰ فیما لا یکاد یوصف - تو ناقابل بیان حسرت و ندامت کا شکار ہو جاتے۔

مندرجہ بالا تقریر پر آیت کے معنی ہوں گے ۱، اگر ظالم لوگ عذاب اور مصائب دنیوی دیکھتے وقت یہ جانتے کہ تمام قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ شدید العذاب ہے تو ہرگز من دون اللہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے اور نہ اور کسی سے محبت کا دم بھرتے - (۲) اگر یہ ظلم کرنے والے قیامت کے دن عذاب دیکھتے وقت یہ بات

جانیں گے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ اشد العذاب ہے تو سخت نادم ہوں گے۔

= فائدہ۔ کُذِرَی اور اِذْ یَرَوْنَ میں کُذِ اور اِذْ یہاں مستقبل کے لئے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ ماضی پر استعمال ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں تو مستقبل بھی مثل ماضی کے ہے جیسے ماضی کا وقوع یقینی ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مستقبل کا وقوع بھی یقینی ہے۔

یہاں کُذِ بمعنی کاش (حرف تمنیٰ) بھی ہو سکتا ہے۔

۱۶۶:۲ = اِذْ تَبَرَّأَ۔ اِیْ اُذْ کَرِ الْوَقْتَ اِذْ تَبَرَّأَ۔ یاد کرو اس وقت کو کہ جب بیزاری ظاہر کریں گے۔

= تَبَرَّأَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَرَّعُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ (یہاں جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ بَرِیُّ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُهُ (۹:۳) کہ خدا ان مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی دان سے دست بردار ہے۔

الْبَرَاءُ۔ البراء کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں۔ جیسے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں تندرست ہوا۔ بَرَّءْتُكَ وَاِبْرَءْتُكَ۔ میں نے اس کو ہمت سے بری کر دیا۔ دَجَلُ بَرِّیُّ پاک اور بگینا آدمی۔ بَرَّءُ۔ مادہ۔

= اَتَّبِعُوا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اِتَّبَاعُ مصدر (اِفْتِعَالُ) جن کی پیروی کی گئی۔ پیشوا لوگ اِتَّبَعُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ جنہوں نے پیروی کی۔ جنہوں نے اتباع کیا۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے معبودانِ باطل خود اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

= دَرَأُوا الْعَذَابَ۔ داؤِ حالیہ ہے اِیْ تَبَرَّءُوا حَالِ رُدِّیْهِمُ الْعَذَابَ وہ بیزاری کا اظہار کریں گے درآں حالیکہ وہ عذاب دیکھ رہے ہوں گے۔

= وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ السَّبَابُ۔ داؤِ عاطفہ ہے۔ تَقَطَّعَتْ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَقَطَّعُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ کٹ گئی۔ ٹوٹ گئی۔ السَّبَابُ۔ جمع سَبَبِ کی۔ رسیاں۔ ذرائع۔ سبب اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہر اس شے کا نام سبب ہوا جو کسی دوسری شے کے توصل کا ذریعہ ہو۔ یہاں آیت شریف میں اسباب سے مراد نفع کی توقع۔ دفع ضرر کی تمنا۔ قرابت، دوستی وغیرہ۔ قیامت کے روز یہ سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ جاتے رہیں گے۔ = بِهِمْ میں بَ عَنْ کے معنی میں بھی ہو سکتی ہے بِهِمْ اِیْ عَنْهُمْ اور ب سبب بھی ہو سکتی ہے۔ اِیْ تَقَطَّعَتْ بِسَبَبِ کُفْرِهِمْ یعنی یہ قطع تعلق بسبب ان کے کفر کے ہو گا۔

۱۶۷:۲ = کُذِ۔ یہاں بمعنی لیت (حرف تمنیٰ) ہے اِیْ کاش۔

= کَرَّةً۔ کَرَّ۔ کسی طرف مڑ جانا۔ جھک جانا۔ لوٹ جانا۔ کَرَّ کے بعد کَ وحدت کی ہے جس کے معنی

ایک بار۔ کثرۃ۔ ایک بار لوٹا۔ ایک پھیرا۔ ایک دالپی۔ دشمن پر یکبارگی حملہ کرنے کو بھی اسی مناسبت سے کثرۃ کہتے ہیں۔ کثّارٌ بار بار لوٹ، لوٹ کر دشمن پر حملہ کرنے والا۔ سورۃ الملک میں ہے تَمَّادُجِجِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ (۴:۶۶) پھر نگاہ کو دوسری بار ڈال۔ پھر دوبارہ (غور سے) نگاہ ڈال۔

= قَنْتَبَرًا۔ ف تمنیٰ کے جواب میں ہے۔ قَنْتَبَرًا مَضَارِعَ مَنْصُوبٍ كَاصِغَةِ جَمْعٍ مُتَكَلِّمٍ مَنْصُوبٍ بِوَجْهِ جَوَابِ تَمْنَىٰ کیونکہ لَوْ۔ بمعنی لَیْتَ آیا ہے۔ نصب علی جواب التمنی لانّ لَوْ فی معنی التمنیٰ والمعنی لَیْتَ لَنَا کَثْرَةً فَتَنْبَرَا۔ (مدارک التزیل) مطلب آیت کا ہے اے کاش ہمیں ایک بار پھر دنیا میں جانا نصیب ہو کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی (دنیا میں) ان سے بیزار ہوں۔

= کَمَا میں کاف حرف تشبیہ کا ہے اور ماموصول ہے۔ اسی طرح جیسے یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔

= كَذَلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ ذَلِکَ اسم اشارہ بعید۔ اس میں ذ۔ اسم اشارہ ہے۔ اور ک حرف خطاب ہے اسی طرح = یُرِيهِمُ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَاتٍ عَلَیْهِمْ۔

یُرِیٰ مَضَارِعَ۔ جمع مذکر غائب اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر وہ دکھائے گا۔ هُمْ۔ یُرِیٰ کا مفعول اول۔ (ہم) کا مرجع مشرکین معبودانِ باطل کے پیروکار ہیں) أَعْمَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی۔ اور اگر یُرِیٰ افعالِ قلوب ہے ہو تو حَسَرَاتٍ اس کا تیسرا مفعول ہو جائیگا۔ ورنہ حال ہوگا (تفسیر مظہری)

= دَمَا هُمْ بِخُرْجَانٍ تِ النَّارِ۔ خُرْجَانٍ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔ اور وہ کبھی روزخ سے نہ نکلیں گے۔ وَمَا هُمْ بِخُرْجَانٍ اصل میں مَا یَخْرُجُونَ تھا۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ اس لئے بنایا گیا کہ بطور مبالغہ یہ سمجھا جائے کہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں گے۔ اور اس لئے کہ نجات اور خلاصی پانے سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ جملہ فعلیہ میں اتنا مبالغہ نہیں۔

۱۶۸:۲ = حَلَالًا طَيِّبًا۔ حَلَالًا۔ مفعول ہے کُلُوا کا طَيِّبًا صفت ہے حَلَالًا کی۔ پاک، ہستہ، حلال۔

= لَا تَتَّبِعُوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، تم پیروی مت کرو۔ اتَّبَاعٌ۔ (افعال) مصدر۔

= خُطُوتِ الشَّيْطَانِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ خُطُوتِ جمع ہے خُطُوۃٌ کی۔ وہ فاصلہ جو دو قدموں کے درمیان ہو۔ خُطُوۃٌ ایک بار قدم اٹھانا۔ خطو مادہ۔ خُطُوتِ الشَّيْطَانِ سے مراد شیطان کے راستے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو

= عَادُوۡمُبِیۡنٍ۔ موصوف و صفت۔ کھلا دشمن۔ مُبِیۡنٌ۔ اَبَانَ مُبِیۡنٌ۔ اِبَانَةٌ۔ (باب افعال) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اِبَانَةٌ۔ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ بین مادہ۔ اس سے باب افعال تفعیل، استفعال، لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی اسی لئے مُبِیۡنٌ کے معنی ظاہر بھی ہیں ظاہر کرنے والا بھی۔

= السُّوء - سُوء - در اصل اس شے کو کہتے ہیں جو انسان کو غمگین کرنے والی ہو۔ برائی، آفت، گناہ، بُرا کام - عیب - یہ سب سو میں شامل ہیں -

= الْفَحْشَاءُ - بِأَسَاء کے وزن پر مصدر ہے - فُحِشٌ - مادہ - الْفَحْشَاءُ وہ قول یا فعل جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا بُرا لگے - بُرا کام، بے حیائی کا کام، زنا۔ قرآن مجید میں مختلف معانی میں مستعمل ہے مثلاً وہ کام جو شرعاً بُرا ہو، بخل، بی حیائی - زنا - امر قبیح -

= وَأَنْ تَقُولُوا - میں اَنْ مصدر یہ ہے - واو عاطفہ ہے - اور جملہ کا عطف السُّوء پر ہے - مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے - اور تمہیں السُّوء - الْفَحْشَاءُ اور خدا پر ایسی باتیں بنانے کا حکم دیتا ہے جن کا تم کو کوئی علم نہیں - یعنی جو تمہاری من گھڑت ہیں اور لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ان کو احکام خداوندی سمجھنے لگتے ہو - تَقُولُوا - قَوْل - کاملہ جب علی کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کے خلاف گھڑ لینا - کسی پر بہتان لگانا مَالًا تَعْلَمُونَ - علم سے یہاں مراد علم یقینی یا علم ثابت بالوحی ہے - پس اس وعید کے تحت میں صرف کفر کے ہی نہیں بلکہ بدعت کے اقوال بھی داخل ہو جاتے ہیں (الماحدی) الا تتخذا للانداد - تحلیل المحرمات تحذیر الطیبات (بیضادی)

۲: ۱۷۰ = قِيلَ لَهُمْ - میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع النَّاسُ ہے جو یَا أَيُّهَا النَّاسُ كُفُّوا..... میں اوپر آیا ہے - مَالًا تَعْلَمُونَ تک النَّاسُ سے خطاب بصیغہ حاضر تھا - اب ان کی طرف ناگواری کے اظہار کے لئے حاضر سے بصیغہ غائب ان کا ذکر ہو رہا ہے - اور عقلاً اسے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے - ان احمقوں کی طرف دیکھو ہماری پسند و نفاق کیا جواب دے رہے ہیں -

= اِتَّبِعُوا - اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے - تم پیروی کرو -

= مَا أَنْزَلَ اللَّهُ - اِی الْقُرْآن -

= بَلْ حُرُوفِ اضْرَاب ہے - یہاں ما قبل کا ابطال اور ما بعد کا اثبات مقصود ہے - یعنی ہم مَا أَنْزَلَ اللَّهُ کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ مَا الْفَيْنَا عَلَيْنَا اِبَاءَنَا کی پیروی کریں گے -

= مَا الْفَيْنَا - ما موصولہ ہے - الْفَيْنَا - ماضی کا صیغہ جمع مکمل ہے - اِلْفَاءُ (افعال) مصدر - الْفَيْنَا بمعنی وجداً ہم نے پایا - اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے وَالْفَيْنَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ (۲۵: ۱۲) اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو پایا - نفی مادہ -

= اَدَّكَوْكَانَ اِبَاءَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا - الف استفہامیہ ہے واو عاطفہ ہے تو حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے - تقدیریوں ہے - اَيَّتَبَعُوْهُمْ نَهْمُ دَكُوْكَانَ اِبَاءَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا - کیا وہ (پھر بھی) اپنے آباء و اجداد کا اتباع کریں گے - اگرچہ ان کے آباء و اجداد کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں (یعنی دین کے متعلق)

= وَلَا يَهْتَدُونَ هـ داؤ عاطف ہے۔ لَا يَهْتَدُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

۱۷۱:۲ = وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً۔ اس میں الَّذِينَ كَفَرُوا کا مضاف محذوف ہے اور تقدیر کلام یہ ہے وَمَثَلُ دَاعِيِ الَّذِينَ كَفَرُوا..... الْغَيِّقُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَعَقٌ۔ نَعِيقٌ۔ نَعَاقٌ (باب فتم۔ ضَرْبُ) مصادر۔ فعل لازم و متعدی ہر دو میں مستعمل ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں۔ نَعِيقَ الْغُرَابِ کوئے کا کامیں کا میں کرنا۔ اور متعدی بالباء نَعَقَ بِغَنَمِهِ اس نے چیخ کر اپنی بکریوں کو ڈانٹا۔ بَما میں ب تعدیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِي۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ اور کافر لوگوں کو دعوت حق دینے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چلا چلا کر ایسی شے کو پکار رہا، جو کچھ بھی سوائے پکارنے کے اور چلانے کے نہیں سنتی۔ یعنی وہ صرف آواز کو سنتے ہیں معنی اور مفہوم کو نہیں سمجھتے دُعَاءٌ = دَعَايِدُ عُوَا کا مصدر بمعنی پکار، بلانا، دعا کرنا، مانگنا۔ دَعَاو۔ مَاوہ۔ نِدَاءً۔ نَادَى يُنَادِي کا مصدر بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ نَدَى۔ مَاوہ۔ دعا اور نداء قریباً ہم معنی ہیں۔

= صُمٌّ۔ خبر ہے جس کا مبتدا مضمرب ہے اِیْ هُمْ صُمٌّ۔ وہ بہرے ہیں (آیات کو غور سے نہیں سنتے)

= بُكْمٌ۔ خبر ثانی۔ وہ گونگے ہیں۔ (کہ کلمات خیران کی زبان سے نہیں نکلتے)

= عُمًی۔ خبر ثالث۔ وہ اندھے ہیں (کہ ہدایت کو نہیں دیکھتے)

= لَا يَعْقِلُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ سو وہ کچھ نہیں سمجھتے۔ یعنی چونکہ ان کی فکر و نظر میں خلل واقع ہو گیا ہے اس لئے دین کی بات سمجھتے ہی نہیں۔

۱۷۲:۲ = اُشْكُرُوا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُونَ۔ جملہ شرطیہ کو شرط کے بعد لایا گیا ہے۔ ترجمہ اگر تم صرف اسی کی ہی (یعنی اللہ ہی کی) عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔ یہاں صیغہ امر وجوب کے لئے آیا ہے نہ کہ صرف اجازت کے لئے۔

۱۷۳:۲ = اِنَّمَا۔ بعض کے نزدیک یہ کلمہ حصہ ہے بمعنی 'بس' 'سوائے اس کے نہیں کہ' لیکن حنفیوں کے نزدیک یہاں اِنَّمَا حصہ کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ لفظ اِنَّ حرف تحقیق اور مَا کافہ سے مرکب ہے، کیونکہ اول الذکر کی صورت میں سوائے مردار اور خون کے اور کوئی شے حرام نہیں کی گئی۔ حالانکہ ان دو کے علاوہ اور بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں۔

= حَرَّمَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَحَرَّمَ (تفعیل) مصدر، اس نے منع کیا۔ حرام۔ ممنوع۔ حرمت والا۔ ایک ہی مادہ حرم سے مشتق ہیں۔ ماہ ہائے حرام۔ (حرمت والے مہینے) کو حرام اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں بعض چیزوں کو حرام (ممنوع) قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر مہینوں میں حلال ہیں۔

= اَلْمَيْتَةُ۔ مردار جس کو شریعت نے کھانے کے قابل نہیں قرار دیا۔ تفسیر حقانی میں ہے اَلْمَيْتَةُ بروزن فَيَعْلَهُ اور اس کا اصل مَيْتُوْتَةٌ ہے پس جب کہ واؤ اور ی جمع ہوئے اور اول ساکن تھا تو واؤ کو ی میں بدل دیا۔ پھر ی کو ی میں مدغم کر دیا۔ لیکن کثرت استعمال سے اس کو بالتخفیف پڑھنے لگے۔ ورنہ دراصل مشتد ہے۔ لغت میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بطور معمول ذبح کئے بغیر مرجایا مارا جائے۔

= وَمَا اٰهِلٌ بِهٖ لِخَيْرٍ اِلَّا هُوَ وَادُّعَا طِفْهَ مَا مَوْصُوْلَهٗ۔ اُھِلٌّ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب اِھْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جس کے معنی ہلال دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں۔ پھر سر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اور حاجیوں کے لبیک لبیک کہنے کو بھی اہلال کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی اہلال کے وہی لغوی اور عرفی معنی یعنی نامزد کرنا۔ آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں۔ ترجمہ۔ اور وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

= فَمَنْ مِّنْ فَاۡءٍ عَاطِفٍ اَوْ مِّنْ شَرْطِيۡہٖ ۔

= اَضْطُرَّ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ وہ بے بس کیا گیا۔ اِضْطَرَّ اِفْتَعَالٌ مصدر۔ جس کے اصل معنی انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ضرر مادہ اِضْطَرَّ اِصْل میں اِضْطَرَّ اِضْمَارٌ تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا ہے اِضْطَرَّ اِضْمَارٌ ہو گیا۔

= غَيْرَ بَاغٍ ہال ہے اور وَلَا عَادٍ اس پر معطوف ہے۔ فَمَنْ اَضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ جواب شرط ہے۔ بَاغٍ بَغِیٌّ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بَاغٍ اصل میں بَاغِیٌّ (ناقض یا قی) تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ بَاغٍ ہو گیا۔ بمعنی حد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ عَادٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے عَادُوْ (باب نصر) عُدُوَانٌ مصدر جس کے معنی ظلم کرنے یا حد سے بڑھنے کے ہیں عَادٍ اصل میں پہلے عَادُوْ تھا۔ واؤ کو یا سے بدل لیا گیا۔ عَادِیُّ ہو گیا۔ عَادِیُّ عَادِیُّ (قاعدہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل کسور ہو وہ یا، ہو کر گر پڑتی ہے)

فَمَنْ اَضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ میں بغاوت و عدوان کا تعلق کھانے سے ہے باغی کا یہ مطلب ہے کہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور عادی کے یہ معنی ہیں کہ زیادتی نہ کرے۔ یعنی بقدر ضرورت کھائے۔ تقدیر آیت یہ ہے۔ فَمَنْ اَضْطُرَّ فَاکَلْ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَیْہِ۔ پس جو عاجز ہوا یا لاچار ہو گیا۔ در آنحالیکہ وہ نہ باغی حکم عدولی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر بقدر ضرورت کھا لینے میں کوئی گناہ نہیں۔

= غَفُوْرٌ۔ غَفُوْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے (باب ضَرْبَ) بہت بخشنے والا۔ کہ بعض حالات میں

جرائم پر بھی مواخذہ نہیں کرتا (مَرْحِمٌ)۔ (ایسا شفقت والا کہ تنگی کے موقع پر آسانی بہم پہنچا دیتا ہے)
۱۷۴:۲ = يَكْتُمُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب كَتَمَ (باب نصر) مصدر وہ چھپاتے ہیں یا چھپا
لیتے ہیں۔

= مَا أَنزَلَ اللَّهُ۔ میں مَما موصولہ ہے مِنَ الْكِتَابِ۔ ای فی الکتب فی صفة محمد صلی اللہ
علیہ وسلم۔ یعنی ان کی الہامی کتاب توراۃ یا انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے
متعلق جو نازل ہوا تھا اس کو چھپا لیتے ہیں یا مِنْ تَبْعِيضِهِ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہود توراۃ میں بعض تعلیمات و
حقائق کو چھپا لیتے تھے اور اس سے مقصود ان کا دنیاوی نفع کمانا ہوتا تھا۔

= يَشْتَرُونَ بِهِ۔ مضارع جمع مذکر غائب اشْتَرَاءً (افْتَعَالٌ) مصدر وہ بدلے میں لیتے ہیں یا حاصل
کرتے ہیں۔ بِهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتمان حقیقت ہے یا یہ ضمیر مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنْ
الْكِتَابِ کی طرف عائد ہے۔

= ثَمَنًا قَلِيلًا۔ موصوف، صفت، تھوڑی قیمت، حقیر معاوضہ

= وَلَا يُزَكِّيهِمْ۔ واو عاطفہ، لَا يُزَكِّيْهِمْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ پاک نہیں کرے گا۔ تَزَكِيَّةٌ۔
(تفعیل) مصدر۔ هِمَّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور نہ ہی وہ ان کو پاک کرے گا۔ یعنی نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنی
معفرت سے ان کے گناہ معاف کرے گا۔

= عَذَابٌ أَلِيمٌ۔ موصوف صفت۔ دردناک، دکھ دینے والا۔ فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ ہے۔

۱۷۵:۲ = أُولَٰئِكَ بھی ہیں وہ لوگ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔

= نَمَّا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ۔ مَا استفہامیہ ہے اور بمعنی تو یسخر آیا ہے۔ ای مالذی صبرہم
دای شئ جَسَرَهُمْ عَلَى النَّارِ حتی ترکوا الحق واتبعوا الباطل۔ دوزخ کا عذاب جھیلنے پر انہیں
کس نے صبر دیا اور کس نے انہیں اس کی جسارت دلانی کہ حق کو ترک کر کے باطل کے تابع ہو گئے۔
یا مَا بمعنی تعجب ہے۔ تعجب ہے ان کے حال پر کہ حق کو ترک کر کے اس حیرت صبر اور بیباکی سے عذاب
جہنم کے لئے تیار ہیں۔ کیا ہی ان کا صبر ہے جہنم کے عذاب کو جھیلنے کا۔ اس صورت میں یہ افعال تعجب میں
سے ہے (مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلَ بِهِ۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں)

= ذَٰلِكَ۔ ای مجموعہ ما ذکر من احوال النار وعدم التكليم والتزكية والعذاب المرتب
على الکتاب مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ۔ یعنی ان کا اپنے پیٹوں کو دوزخ کی آگ سے بھرنا۔ خداوند کریم
کا ناراضگی سے ان سے کلام تک نہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کے گناہوں کی مغفرت کر کے ان کو پاک کرنا اور دردناک
عذاب میں مبتلا کرنا سب ہی اس میں شامل ہیں۔

= ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ط میں ب سببیہ ہے۔ اسی ذٰلِكَ الْعَذَابُ لِسَبَبِ
اَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَرَفُضُوْهُ بِالْتَكْذِيْبِ۔ یہ عذاب ان پر بدیں سبب نازل ہونے کہ
اللہ تعالیٰ نے تو کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا مگر انہوں نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے اس کو
چھوڑ دیا۔ الکُتُب سے مراد توراۃ بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ یا مطلق کتاب مراد ہے کہ جو توراۃ و
قرآن و دیگر کتب سماویہ کو شامل ہے۔

= فِي الْكِتٰبِ مِیْنِ الْکُتُبِ مِیْنِ الْف لام یا تو جنس کا ہے۔ اور اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ کتاب کے بعض حصے
پر تو ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا۔ یا الف لام عہد کا ہے۔ اور اس صورت میں اشارہ یا تو توراۃ کی
جانب ہے اور یا القرآن کی طرف۔
= لَفِي مِیْنِ لَام تَاکِیْد کا ہے۔

= شِقَاقٍ لَبِیْذٍ ط موصوف، صفت۔ الشَّقَّ شِقَاقٌ کو کہتے ہیں۔ پھاڑ کر برابر دو ٹکڑوں میں کرنا۔
شَقَّقْتُهُ بِنِصْفَيْنِ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ چیرنا، پھاڑنا۔ جیسے ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ
شَقًّا (۲۶: ۱۸۰) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ (باب انفعال) اِنْشِقَاقٌ لازم آتا ہے اِذَا السَّمَاءُ اِنْشَقَّتْ
(۸۴: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

باب فِعَالٌ سے اِنْشِقَاقٌ اور باب مفاعلة سے مُشَاقَّةٌ بمعنی مخالفت کرنا۔ دشمنی کرنا ہے اس
صورت میں شِقَاقٌ بمعنی مخالفت، باہم دشمنی، مقابلہ، باہم ضد بازی ہے۔ جملہ کا مطلب ہو گا کہ:
وہ ضد میں آکر (نیکی سے) دور ہو گئے، میں۔ وہ ایک دوسرے سے مخالفت میں دور نکل گئے ہیں
ان کی باہمی مخالفت و عناد کا پاٹ طویل ہو گیا ہے۔

۲: ۷۷ = اَلْبَرُّ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی خشکی کے ہیں پھر معنی وسعت کے لحاظ سے
اس سے اَلْبَرُّ مشتق کیا گیا جس کے معنی وسیع پیمانہ پر نیکی کرنے کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ
تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (۲۸: ۵۲) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے
اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ، بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی بَرٌّ و بَارٌّ
اسم صفت۔ اَبْرَارٌ و بَرَرٌ جمع، نیک، نیکوکار۔ اطاعت شعار۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بَرٌّ و بَارٌّ
بِوَالِدَيْهِ۔ وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا ہے۔

= اَنْ تُوَلُّوْا مِیْنِ اَنْ مَصْدَرِ یہ ہے۔ تُوَلُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اغرابی اَنْ کے عمل سے
گر گیا ہے۔ تَوَلَّیَ (تفعیل) مصدر یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھرنے دونوں
معنی کے لئے آتا ہے۔ جیسے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهُكُمْ (آیت ہذا) کہ تم اپنے منہ کرو۔ پہلے معنی میں آیا ہے اور

لَعَدَّ أَنْ تُولُوا مَذْبُوحَاتٍ (۵۴: ۲۱) جب تم جاچکو گے پیٹھ بھیر کر۔ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= قِبَلَ - الْجِهَةُ (المعجم الوسيط) طرف - سمت، مقابلہ - طاقت (قاموس القرآن) جہت کے معنی میں آیت ہذا میں مستعمل ہے لَئِنْ الْبَرَّانَ تُولُوا دُجُوْهُكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ - نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھیر لو اپنے رخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ - (۳۶: ۷۰) تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں۔

قِبَلَ - بمعنی طاقت و قدرت بھی آیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَنَّا يَنفَعُهُمْ بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا - (۲۴: ۲۴) ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

قِبَلَ تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ لَعَدَّ کی ضد ہے۔ باب تفعّل سے بمعنی قبول کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔

= وَالْكِتَابِ الْبَرِّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ..... الخ الْبَرِّ - منصوب بوجہ عمل الْكِتَابِ ہے الْبَرِّ کی دو صورتیں ہیں (۱) الْبَرُّ - نیکی - بھلائی، نیکی کرنا (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی فاعل بطور مبانی آیا ہے۔ اور تقدیر عبارت یوں ہے وَالْكِتَابِ الْبَارِّ مَنْ آمَنَ..... الخ وَلَئِنْ نِکَی کرنے والا وہ ہے جو اللہ پر ایمان لایا..... الخ

(۲) مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ (مضاف الیہ) کا مضاف مقدر ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے وَالْكِتَابِ الْبَرِّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ..... الخ بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ پر ایمان لایا..... الخ = اَلْحَ - ماضی واحد مذکر غائب - اِيتَاءُ (افعال) مصدر - اس نے دیا۔

= عَلَى حُبِّہ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں (۱) اس کا مرجع اَلْمَالُ ہے یعنی مال کی محبت ہوتے ہوئے بھی اس نے اس کو دیا۔ یا خرچ کیا (۲) اس کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ کی محبت میں اس نے مال خرچ کیا (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ضمیر مصدر اِيتَاءُ (دینا - خرچ کرنا) کی طرف راجع ہو۔ مال کو دیا دینے کی محبت سے۔ یعنی اس کا دل خرچ کرنے سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ خوب جی کھول کر دیا۔

= ذَوِی التَّوْبَةِ - مضاف مضاف الیہ - قرابت والا - قرابت دار - نزدیکی رشتہ دار - ذُو - اسماء ستمہ مکبرہ میں سے ہے۔

= اِبْنُ السَّبِيلِ - راستہ کا بیٹا یعنی مسافر، راہ گزر۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنُ السَّبِيلِ کہتے ہیں۔

فِي الرِّقَابِ - رِقَابٌ - گردنیں رَقَبَةٌ کی جمع ہے۔ اِی اَلْحِی الْمَالِ فِی تَخْلِیصِ الرِّقَابِ اَذْنِیْ فَلَکِ الرِّقَابِ جو خرچ کرتا ہے مال کو غلام آزاد کرانے میں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے

وَمَا آذَنَّاكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ (۹۰: ۱۲-۱۳) اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے؟ کسی کی گردن چھڑانا۔ رَقَبَةُ اصل میں گردن کا نام ہے۔ پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور عرف عام میں یہ غلام کا نام پڑ گیا۔

= الْمُؤَفَّقُونَ - اسم فاعل جمع مذکر اِنْفَاءُ (اِنْفَعَالُ) مصدر۔ پورا کرنے والے۔ پورا دینے والے۔ وَفَّقَ مصدر۔ اپنا عہد پورا کرنے والے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مَنْ اَمَنَ پر ہے۔
= عَاهَدُوا - ماضی جمع مذکر غَائِبِ مُعَاهَدَةٌ (مُعَاةَلَةٌ) مصدر انہوں نے معاہدہ کیا۔ انہوں نے عہد باندھا۔
= الْبِأْسَاءُ - سختی، فقر، تنگ، پستی۔ اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔ صفت نہیں ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو موصوف کے قائم مقام ہے۔

= الصَّابِرِينَ - الصَّابِرِينَ کو یہاں الْمُؤَفَّقُونَ کی طرح معطوف نہیں لایا گیا بلکہ فقر و مرض اور جہاد فی سبیل اللہ کے مواقع پر صبر و استقلال کو دیگر نیک اعمال متذکرہ بالا پر فضیلت کے اظہار کے لئے اسے منصوب علی الاختصاص والمدح لایا گیا ہے (نصب علی الاختصاص کے لئے ملاحظہ ہو عربی زبان کی گرامر مصنف ڈبلیو راسٹ آرٹیکل ۳۵ جلد دوم)

= الضَّرَّاءُ - تکلیف، سختی، تنگی، مرض، مصیبت۔ اسم ہے۔ مَرَّاً اور نَعْمَاءُ کی ضد ہے۔ الْبِأْسَاءُ وَالضَّرَّاءُ دونوں مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔

= وَحِينَ الْبِأْسِ - مضاف مضاف الیہ۔ حِينَ۔ بمعنی وقت۔ الْبِأْسِ۔ لڑائی۔ دبدبہ، سختی۔ آفت جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں کثرت سے مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاللَّهُ أَشَدُّ بِأَسَاؤِ أَشَدُّ تَكْيِيلاً (۴: ۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے۔ اور نرا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

الْبِأْسَاءُ اور الْبِأْسِ۔ مادہ ب ع س سے مشتق ہیں۔

= أُولَئِكَ مندرجہ بالا اوصاف کے حامل۔

= صَدَقُوا - انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غَائِبِ۔ اسی صدقوا فی الدین وابتاع الحق وطلب البر۔ جو دین کے بارہ میں سچے اترے اور حق کے اتباع اور نیکی کی طلب میں کما حقہ فعال ہے۔

= الْمُتَّقُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتَّقَاءُ (اِنْفَعَالُ) مصدر پرہیزگار۔ تقویٰ رکھنے والے۔

گویا ایک نیک اور استباز متقی میں مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

۱، جو ایمان رکھتا ہو! (۱، اللہ پر ۲، یوم آخرت پر ۳، ملائکہ پر ۴، کتاب (قرآن مجید) پر ۵، نبیوں پر۔

(۲) جو مال خرچ کرتا ہو اللہ کی محبت کی خاطر را، قرابت داروں پر (۲) یتیموں پر (۳) مسکینوں پر (۴) مسافروں پر (۵) سوال کرنے والوں پر (۶) غلاموں کے آزاد کرانے پر۔

(۳) جو نماز پڑھتا ہو۔

(۴) جو زکوٰۃ دیتا ہو

(۵) جو ایفاء عہد کرتا ہو

(۶) جو تنگ دستی، تکلیف اور خنک کی سختی میں صابر اور ثابت قدم رہتا ہو۔

۱۷۸۱۲۔ کُتِبَ عَلَيْكُمْ۔ کُتِبَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ کُتِبَ وَكِتَابٌ (باب نصر) لکھنا۔ علی کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ واجب کرنا۔ کہا جاتا ہے

كُتِبَ اللَّهُ عَلَى عِبَادِهِ الطَّاعَةِ وَعَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةِ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی ذات پر رحمت کو ضروری قرار دیا ہے۔ کُتِبَ عَلَيْكُمْ تم کو حکم دیا ہے۔ تم پر لازم قرار دیا ہے۔ تم پر فرض کیا گیا ہے۔

= اَلْقَصَاصُ۔ خون کا بدلہ۔ خون بہا۔ مفعول مالم لستم فاعله

اَلْقَتْلُ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ محاورہ ہے قَصَصْتُ اَثْرًا میں اس کے نقش قدم پر چلا قرآن مجید میں ہے فَارْتَدَّ اَعْلٰی اَثَارِ هِمَا قَصَصًا (۶۴:۸) تو وہ اپنے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔ اور جگہ آیا ہے وَقَالَتْ لِاخِيهِ قُصِّبِهِ (۱۱:۲۸) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔

قصہ کو قصہ اسی لئے کہتے ہیں کہ قصہ بیان کرنے والا اصل واقعہ کی پیروی اپنے بیان میں کرتا ہے۔

= فِي الْقَتْلِ۔ الْقَتْلُ جمع ہے الْقَتِيلُ کی (مبنی مقتول) فِي الْقَتْلِ۔ یعنی مقتولوں کے بارہ میں

= الْحَرْبُ بِالْحَرْ۔ آزاد کے بدلہ میں آزاد۔ حَرْ۔ اس آزاد مرد کو کہتے ہیں جو کسی کا غلام شرعی نہ ہو۔ یہ عِبْدٌ کی

ضد ہے۔ حَرْبٌ بِرَقَبَةٍ۔ ایک غلام کا آزاد کرنا۔ حریت آزادی

= عَفِيَ لَهُ۔ عَفِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ عَفَا يَعْفُو (باب نصر) عَفُو۔ جس کے معنی آسا

حاجت سے زیادہ۔ معاف کرنا۔ ہیں۔ مَنْ عَفِيَ لَهُ۔ جس شخص (قاتل) کو معاف کیا ہو۔ شئی۔ کچھ۔

کچھ چیز۔ مِنْ اَخِيهِ۔ اس کے بھائی کی طرف سے۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مقتول ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر مقتول کے بھائی (یعنی وارث) کی طرف سے قاتل کو قصاص کے سلسلہ میں کچھ

معافی دی جائے تو مقتول کے بھائی (یا وارث) کو معروف طریقہ سے (باقی قصاص) کا مطالبہ کرنا چاہئے اور

قاتل کو چاہئے کہ خوش خوئی سے وہ اسے ادا کرے اِتِّبَاعُ (اِتِّبَاعُ) بمعنی پیروی کرنا۔ یہاں مطلب یہ

کہ معافی کے بعد باقیماندہ قصاص کا مطالبہ رائج الوقت طریقہ سے کرے اور احسان یعنی احسان مانتے اور شکریہ ادا کرتے ہوتے۔ یعنی قاتل کو مقتول کے بھائی (یا وارث) کی طرف سے دی گئی معافی کا احسان ملتے ہوئے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے باقی ماندہ خون بہا ادا کرنا چاہئے۔

== تَخْفِيفٌ بَرُوزُنْ لَفْعِيلٌ مصدر ہے بمعنی ہلکا کرنا۔ آسانی کرنا۔ تخفیف کرنا۔

= اِعْتَدَى - ماضی واحد مذکر غائب اِعْتَدَى (افتعال) مصدر۔ اس نے زیادتی کی۔ اس نے حق سے تجاوز کیا۔ عدد۔ مادہ۔

۱۷۹:۲ - اُولٰٓئِہِ الْاَلْبَابِ اُولٰٓئِہِ - والے۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اُدُلُوْا اور بحالت نصب وجر اُولٰٓئِہِ۔ الْاَلْبَابِ۔ لُبُّ کی جمع بمعنی عقل۔ اُولٰٓئِہِ الْاَلْبَابِ عقل والے۔ صاحب عقل

= خَيْرًا۔ بہتری۔ بھلائی۔ نیک کام، نیکی۔ یہاں اس کے مراد مال ہے یہ لفظ اسی معنی میں اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسے وَ اِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۸:۱۰۰) اور وہ مال و دولت کی شدید محبت رکھتا ہے۔ یہاں خَيْرًا بمعنی مال کَثِيْرًا۔ آیا ہے۔

= الْوَصِيَّةُ۔ مصدر ہے۔ (باب سَمِعَ) مرنے کا وہ حکم جو کہ مرنے سے پہلے بعض لوگوں کے متعلق وہ دے کر مرنے والے الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبٰٓئِنَ جملہ مفعول مالم لیم فاعل ہے اِذَا حَضَرَ اَحَدًا كُمُ الْمَوْتِ متعلق الْوَصِيَّةُ سے اِنْ تَرَكَ خَيْرَ جملہ شرطیہ ہے جواب شرط جملہ اولی سے سمجھا جاتا ہے

= حَقًّا۔ مصدر مؤکدہ ہے اور فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اِیْ حَقٌّ ذٰلِكَ عَلٰی الْمُتَّقِيْنَ حَقًّا متقیوں یعنی خدا ترسوں پر یہ لازم کر دیا گیا

۱۸۱:۲ = فَمَنْ اَبَدَلْہٗ۔ میں ضمیر کے۔ اِلٰی صَآءٍ (نصیت کرنا) کی طرف راجع ہے۔ اور اِلٰی صَآءٍ الْوَصِيَّةُ میں ضمناً مذکور ہے مَتَّ شَرْطِیَّہ ہے اور فَمَنْ اَبَدَلْہٗ اَبَدًا مَا سَمِعَہُ جملہ شرطیہ ہے فَاَنَّمَا اِثْمُہٗ عَلٰی الدِّیْنِ بِبَدَلْہٗ لُزْمَہٗ جواب شرط ہے پس جو کوئی وصیت کو بدل دے بعد اس کے کہ وہ اسے سُن چکا ہو تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جو اس کو بدل دیں گے اِثْمُہٗ میں کہ کی ضمیر یا تو تبدیل شدہ اِلٰی صَآءٍ کی طرف راجع ہے یا خود تبدیل کی طرف

۱۸۲:۲ = مُّوَصِّی اسم فاعل واحد مذکر اِلٰی صَآءٍ مصدر باب اَفْعَالِ اصل میں مُّوَصِّی تھا وصیت کرنے والا = جَنَفًا = مِيْلًا عَنِ الْحَقِّ خَطَا وَّ جَهْلًا۔ غلطی سے یا نادانستگی سے حق سے دوسری طرف جھک جانا۔ طرفدار کی۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ مصدر ہے۔

اِثْمًا۔ مصدر۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ عَمْدًا الرِّکَابِ ظَلَمَ کرنا۔

خَانَ فَعْلٌ بِاَفْعَالِہٖ۔ مِّنْ مُّوَصِّی متعلق ہے خَانَ سے یہ جملہ شرطیہ ہے فَلَا اِثْمَ عَلَیْہٖ۔

جواب شرط ہے

۱۸۳:۲ = كَتَبَ عَلَيْكُمْ اِي فُرضَ عَلَيْكُمْ۔ جیسا کہ اوپر آیت ۱۸۰-۱۷۸ میں آیا ہے۔

= الصَّيَّامُ۔ مفعول مالم یسم فاعله۔ صَامَ یَصُومُ۔ صَوْمٌ وَصِيَامٌ۔ مصدر باب نصر الصَّوْمُ کے اصل معنی کسی کام سے رُک جانے یا باز رہنے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کھانے پینے، چلنے پھرنے یا گفتگو کرنے سے ہو۔ گفتگو سے رکنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (۱۹: ۲۵) کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی ہے۔ یعنی کلام سے خاموش رہنے کی جیسا کہ بعد میں اسی آیت میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے فَلَنْ اُحِلَّ لَیَوْمٍ اِنْسِیًا۔ تو آج میں ہرگز کسی آدمی بات نہ کروں گی۔

چلنے پھرنے سے رُک جانے کے معنی میں شاعر کا قول ہے خِیْلٌ صِیَامٌ وَاُخْرٰی عَلٰی صَائِمَةٍ کچھ گھوڑے اپنے تھکان پر کھڑے ہیں اور دوسرے میدان جنگ میں ہیں

آیت نہ ایں اصطلاح شریعت میں کسی مکلف کا روزہ رکھنے کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے عمدۃً کرنے اور جماع سے رُکے رہنے کو صیام کہتے ہیں اور یہاں صیام کے معنی رمضان کے روزے ہیں۔

= كَمَا۔ میں کان تشبیہ کا ہے اور مَا موصول۔ اگلا جملہ اس کا صلہ ہے۔ یہاں تشبیہ روزوں کے فرض ہونے میں ہے۔ روزوں کے دنوں کی تعداد یا ان کی کیفیت میں نہیں ہے۔

= لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ فعل ہے اور کم ضمیر جمع مذکر حاضر، اس کا اسم شاید تم۔
= تَتَّقُونَ مَضَاع جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر تم بچتے رہو۔ تم ڈرتے رہو (ارتکاب گناہ سے) تم پر ہیزگار ہو جاؤ۔

۱۸۴:۲ = اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ موصوف و صفت منصوب بوجه فعل مقدر صَوْمُوا۔ (جس کا یہ مفعول فیہ ہے) چند گنتی کے دن۔

مَعْدُوْدَاتٍ = اسم مفعول جمع مؤنث۔ مَعْدُوْدَةٌ۔ واحد۔ گنتے ہوئے

= فَمَنْ۔ شرطیہ۔ کَانَ کا اسم ضمیر ہے جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور مَوْضِعًا اس کی خبر۔ معطوف علیہ اُدْ حرف عطف علی سَفَرٍ معطوف موضع نصب میں ہے۔ اِیْ اَذْكَانَ مُسَافِرًا۔ فَعِدَّةٌ مبتداء اس کی خبر معذوف ہے۔ اِیْ فَعَلِیْہِ عِدَّةٌ تَرْتِ اَیَّامًا اُخْرٰی۔ مِنْ اَیَّامٍ اُخْرٰی صفت ہے عِدَّةٌ کی۔ پس فَمَنْ کَانَ..... عَلٰی سَفَرٍ شرط ہے اور فَعِدَّةٌ تَرْتِ اَیَّامٍ اُخْرٰی جواب شرط ہے۔

عِدَّةٌ یہ عِدَّةٌ سے بروزن فَعِلَةٌ بمعنی مَعْدُوْدَةٌ ہے (جیسے کہ طِخْنٌ بمعنی مَطْحُوْنٌ ہے) پس ہوا آٹا، گنتے ہوئے۔

== يُطِيقُونَكَ - مضارع جمع مذکر غائب - اِطَاقَتْ (افعال) مصدر سے - وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ۹ ضمیر واحد مذکر کا مرجع میام ہے یُطِيقُونَ کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مثلاً (۱) یُطِيقُونَ بمعنی یَطْوِقُونَ یُكَلِّفُونَ (روزہ رکھنے میں) تکلیف محسوس کریں جو بہ تکلف و بمشقت روزہ رکھ سکتے ہوں۔

(۲) یُطِيقُونَ سے پہلے لا مقدر ہے اور تقدیر یوں ہے لَا یُطِيقُونَ (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں (۳) اس کا مفہوم وہی ہے جو اِطَاقَ فُلَانٌ کا ہے - اِطَاقَ میں باب افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے اس لئے اِطَاقَ فُلَانٌ کا مطلب ہوا فلاں شخص میں طاقت نہیں ہے - اس صورت میں یُطِيقُونَكَ کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کی (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

== فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ - فِدْيَةٌ - مبدل متہ - طَعَامُ مِسْكِينٍ مضاف الیہ ہو کر بدل ہے فِدْيَةٌ سے مطلب یہ کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے - ان کے ذمہ فدیہ ہے جو ایک مسکین کا کھانا ہے - فِدْيَةٌ مصدر - بمعنی بدلہ دینا - مال خرچ کر کے مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنا - جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے == فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ - تَطَوَّعَ ماضی واحد مذکر غائب تَطَوَّعَ (تَفَعَّلَ) مصدر اس نے خوشی سے نیکی کی - اس نے شوق سے نیکی کی - تَطَوَّعَ کے اصل معنی تو نیکی میں تکلف کے ہیں مگر عرف میں جو چیز یا کہ لازم و فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

خَيْرًا - بمعنی نیکی - سہلائی - اور خَيْرٌ بمعنی بہتر - فعل التفضیل کا صیغہ ہے پس جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

= اِنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ - میں اِنْ مصدر یہ ہے اِنْ تَصُومُوا مبتدا خبر اِنْ تَصُومُوا اور روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے

۱۸۵: ۲ - شَهْرُ رَمَضَانَ مضاف مضاف الیہ مل کر متبدا الَّذِي اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ میں الَّذِي موصول اور اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ صلہ اپنے موصول کا صلہ و موصول مل کر مبتدا کی خبر هُدًى لِلنَّاسِ حال ہے قرآن سے یعنی نازل کیا گیا اس ماہ میں قرآن در آسکا لیکہ وہ سراپا ہدایت ہے لوگوں کے لئے اور اس میں روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی (وَبَيِّنَتْ مِنَ الْهُدَىٰ) اور یہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے (وَالْفُرْقَانِ) تینوں قرآن سے حال ہیں اور سڑ و سڑ کا عطف هُدًى سے ہے۔

هُدًى - اسم و مصدر (باب ضَوِيَ) ہدایت، ہدایت کرنا - بَيَّنَّتِ جمع بَيَّنَّةٌ واحد کھلی دلیل - واضح دلالت - الْفُرْقَانِ - مصدر بھی ہے یعنی الگ الگ کرنا - حق کو باطل سے جدا کرنا - اور صیغہ صفت بھی ہے یعنی حق کو باطل سے جدا کر دینے والی شے - آیت نہا میں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو باطل سے جدا کرنے والی ہیں اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن مجید میں قرآن، توراۃ - دلیل و حجت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

== فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ حَلَلَهُ شَرْطِيَّةً اور فَلْيَصُمْهُ جواب شرط شَهِدَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے شَهِدَ مصدر سے یعنی پانا۔ شَهِادَةٌ مصدر سے شَهِدَ بمعنی شہادت دینا ہے۔ الشَّهْرُ میں الف لام عہد کا ہے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔ فَلْيَصُمْهُ میں ف جواب شرط کے لئے ہے لِيَصُمْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب صَوْمٌ مصدر باب نصر، ضمیر واحد مذکر غائب مفعول فیہ۔ اور اس کا مرجع الشَّهْرُ ہے پس وہ اس کا (رمضان کے مہینے کے) روزے رکھے۔

= مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ۔ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا۔

= اَلْيُسْرُ۔ اَلْيُسْرُ کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں اور یہ اَلْيُسْرُ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا (۷۱۶) خدا عسریب تنگی کے بعد کشائش بخشتے گا۔

= اَلْعُسْرُ۔ تنگی، سختی۔ اَلْيُسْرُ کی ضد ہے۔

= وَتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ صاحب تفسیر منطہری اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (اور تاکہ تم گنتی پوری کرو) الْعِدَّةُ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے عِدَّةُ شَہْرِ رَمَضَانَ بِقَضَاءِ مَا افْطَرْتُمْہ (یعنی تاکہ ماہ رمضان کی شمار افطار کئے ہوئے روزوں کو قضا کر کے پوری کر لو..... وَتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ کا مع اپنے معطوف وَتُكْمِلُوا..... الخ کے اَلْيُسْرُ پر عطف ہے (یا تو) اس وجہ سے کہ اَلْيُسْرُ باعتبار معنی کے ماقبل کی علت ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے یہ احکام یعنی مریض اور مسافر کے لئے افطار کو مباح کرنا اور مرض کے ایام کی قدر قضا واجب کرنا اس لئے مشرّع کر دیئے تاکہ تم پر سہولت ہو اور تاکہ تم ماہ رمضان کے دنوں کی گنتی افطار کئے ہوئے روزوں کی قضا کر کے پوری کر لو..... الخ یا تَکْمِلُوا..... (اس کے بعد اس آیت کی دیگر صورتیں بیان کی گئی ہیں)

اس صورت میں آیت یُرِيدُ اللّٰهُ..... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کا ترجمہ ہوگا اور اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی کرنی اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری اور چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لیا کرو (افطار روزوں کی قضا پوری کر کے) اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تم کو سیدھی راہ دکھائی اور تاکہ تم احسان مانو (یعنی تاکہ تم روزہ کے واجب ہونے پر شکر کرو اس لئے کہ وہ درجات کے ملنے کا ذریعہ ہے اور مریض اور مسافر کے لئے افطار کے مباح ہونے پر شکر کرو کہ اس میں تمہارے لئے تخفیف اور رخصت ہے۔ تَکْمِلُوا۔ تم پورا کرو، تم مکمل کرو۔ اِکْمَالُ (افعال) مصدر۔ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی لام کے آنے سے حذف ہو گیا۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ کا عطف لِشْكُرُوا اللّٰهُ پر ہے۔

= رَمَضَانَ۔ رَمَضَانَ کا مصدر ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لئے آتا ہے پھر اس کی طرف شَہْرُ کی انشاء کی گئی۔ اور اسے علم قرار دیا گیا۔ اس ماہ کو رمضان سے یا تو اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس ماہ میں مہوک پیاس کی

سوزش سے روزہ دار سوختہ ہو جاتا ہے یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں اور یا اس لئے کہ جب لوگوں نے قدیم زبان سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو یہ مہینہ سخت تمازت کے زمانہ میں واقع ہوا (بیضاوی) لیکن صحیح یہ ہے کہ علم تقویم میں یہ قمری سال کے ایک مہینہ کا نام ہے۔

۱۸۶:۲ = وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ - إِذَا نَظَرَ زَمَانٌ هُوَ سَأَلَ فَعَلَ ضَمِيرُ مَفْعُولٍ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ - عِبَادِي - مضاف مضاف الیه مل کر فاعل بِمَعْنَى جَارٍ مُجَوِّدٍ مل کر متعلق فعل - إِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي - جملہ شرطیہ - فَإِنِّي قَرِيبٌ - اِی قُلْ لَهُمْ (ای عبادی) اِنِّی قَرِيبٌ - جواب شرط۔

= اُجِيبُ - مضارع واحد مکمل (باب افعال) مصدر بمعنی قبول کرنا - میں قبول کرتا ہوں۔
الدَّاعِ - بلانے والا - پکارنے والا - دُعَاءُ (دع و مادہ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بحالت رفع و جر - دَعْوَةُ الدَّاعِ - مضاف مضاف الیه مل کر اُجِيبُ کا مفعول۔

= دَعَانٍ - اصل میں دَعَانِي مَقَامًا - مَعْنَى ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ حَذَفَ وَهُوَ كُنِيَ اَوْ رَتَّ وَقَايَہُ دَعَا مَاضِي کا صیغہ واحد مذکر غائب - اس نے مجھے پکارا - اس نے مجھ سے دعا کی۔

= فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي - فَ سَبَبِيہُہُ لِيَسْتَجِيبُوا - فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب، (سَبَبٌ) (باب افعال) استفعال) ان کو چاہئے کہ میرا حکم مانیں ان کو چاہئے کہ میرا مقبول کریں - اِی اِذَا دَعَوْتَهُمْ اِلَى الْاِيْمَانِ وَالطَّاعَةِ كَمَا اَنَّى اُجِيبُهُمْ اِذَا دَعَوْنِي لِحَوَائِجِهِمْ - یعنی جب میں ان کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلاؤں تو ان کو میرا حکم ماننا چاہئے جیسا کہ میں ان کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے اپنی حاجات کے لئے پکارتے ہیں اِسْتَجَابَہُ بِمَعْنَى اِجَابَہُ (افعال) ہے - وَالْاِجَابَةُ فِي اللُّغَةِ الطَّاعَةُ فَالْاِجَابَةُ مِنَ الْعِبَادِ الطَّاعَةُ وَ مِنَ اللَّهِ الْاِثَابَةُ وَالْعَطَاءُ - لغت میں اجابت بمعنی اطاعت ہے - بندہ کی طرف سے اجابت بمعنی اطاعت اور اللہ کی طرف سے جزا عطا کرنا ہے - قرآن مجید میں آیا ہے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۱۹۵:۳) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی - اَوْرَدَ الَّذِيْنَ اَسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ (۳۸:۸۲) اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔

= ذَلِیْؤٌ مِّنْوَإِنِّ - اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے وَ اَوْ عَاطَفَ لِيُوْثِّمُوْا - امر کا صیغہ جمع مذکر غائب و رچا ہے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں

= یُرْشِدُونَ - مضارع جمع مذکر غائب رُشِدٌ (باب نَصْر) مصدر وہ سیدھے راہ پر آجائیں۔
ہدایت پانچائیں - الرُّشْدُ غُثٌّ كِی ضد ہے - اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے - قرآن مجید میں آیا ہے کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲۵۶:۲) گمراہی سے ہدایت الگ ہو چکی۔

۱۸۷:۱ = اُحِلَّ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِخْلَلَ (افعال) مصدر حلال کیا گیا - مباح کیا گیا

الرَّفَثُ مفعول مالم لیسیم فاعله لَيْلَةُ الصِّيَامِ - مضاف مضاف الیه بل کر ظرف ہے الرَّفَثُ کا - رفث ایک لفظ جامع ہے جس قسم کا مرد عورتوں سے فائدہ اٹھائیں سب کو یہ شامل ہے - اور رفث کو الٰہی سے اس لئے متعدی کیا ہے کہ اس لفظ کے اندر افشاء (جماع) کا مضمون ہے اور افشاء کا صلہ الٰہی آتا ہے -

ترجمہ جائز کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں پاس جانا اپنی بیبیوں کے -
 = كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ - كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر - تَخْتَانُونَ اِخْتِيَانٌ (افْتَعَالٌ) حین مادہ - خیانت کرنا - اِخْتِيَانٌ میں خِيَانَةٌ سے زیادہ مبالغہ ہے - تم اپنے آپ خیانت کیا کرتے تھے -

= فَتَابَ عَلَيْكُمْ - یعنی جب تم نے توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی - تَابَ عَلٰی - اللہ کا بند کی توبہ قبول کر لینا - اُسے معاف کر دینا -

= عَفَا عَنْكُمْ - اس نے تم کو معاف کر دیا - اس نے تمہارے گناہ مٹا دیے - عَفَا (باب نَصَرَم) مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے - ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے عَفَا کا استعمال جب کسی کے جرم کے معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنْ ہوتا ہے -

= فَالَّذِينَ فِي تَرْتِيبٍ كَآءِیَ الذِّنِّ (اب) طرف زمان ہے الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے -

= بِأَشْرَوْهِنَّ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب - تم اپنی عورتوں سے یعنی اپنی بیویوں سے مباشرت کرو - (مطلب یہ کہ اب روزوں میں رات کے وقت اپنی عورتوں سے تم کو مباشرت کی اجازت ہے بِأَشْرَیْ بِأَشْرَیْ مُبَآشِرَةً - (مفاعله) مصدر بَشَرٌ مادہ - الْبَشَرَةُ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح ہے انسان کو بشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس حیوا کی کھال پر اُون بال یا پشم ہوتی ہے -

الْمُبَآشِرَةُ کے اصل معنی تو ایک کی جلد کو دوسرے کی جلد کے ساتھ ملانا کے ہیں مگر کنایۃ عورت سے مجامعت کرنا کے معنی میں آتا ہے -

= اِنْبَغَوْا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِنْبَغَاءٌ (افْتَعَالٌ) مصدر تم تلاش کرو - تم چاہو، اِنْبَغَوْا فاعل بافاعل مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ - مفعول - جملہ نداء - اور جملہ وُكُلُوا - اور دَآشَرُوا اَیْمُنُوں کا عطف بِأَشْرَوْهِنَّ پر

= یَتَّبِعْنَ - مضارع واحد مذکر غائب یَتَّبِعُ (تَفَعَّلٌ) مصدر (حتیٰ کہ) ظاہر ہو جائے - میسر ہو جائے
 الْخِیْطُ الْاَبْيَضُ موصوف و صفت سفید دھاگہ الْخِیْطُ الْاَسْوَدُ موصوف و صفت مجرور سیاہ دھاگہ
 = مِنَ الْفَجْرِ - بیان ہے الْخِیْطُ کا -

— وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ فِي الْمَسَاجِدِ ۖ میں واو حالہ ہے۔ درآں حالیکہ تم مسجدوں میں اعکاف کے لئے بیٹھے ہوئے ہو عَکِفُونَ جمع عَاكِفٌ کی اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ شرع میں عبادت کی نیت سے مسجد میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کو اعکاف کہتے ہیں۔ اور اس کے لغوی معنی ہیں مقیم ہونے والے اور ایسے جہنے والے کہ ٹلے ہی نہیں۔ آیت نہا میں اپنے شرعی ممنوعوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور مَا هَذِهِ النِّمَاطُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَکِفُونَ ہ (۵۲:۲۱) اپنے لغوی معنی میں آیا ہے۔

— تَقْرَبُوهَا فِيهَا ضَمِيرٌ كَامِزٌ حُدُودٌ ہے۔

۱۸۸:۲ — لَا تَأْكُلُوا ۖ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت کھاؤ ۖ اَمْوَالُكُمْ ایک دوسرے کا مال بَيْنَكُمْ آپس میں۔ اور باہم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔

— وَتَذَلُّوا إِلَى الْحَنَامِ ۖ واو عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اسی لئے تَذَلُّوا تَأْكُلُوا کے لا کے تحت میں ہے اِذْ لَا تَذَلُّوا۔ اور مت کھینچ لیجاؤ۔ یہ يَذَلُّوا اِذْ لَا تَذَلُّوا (افعال) مصدر سے ہے۔ جس کے معنی ڈول ٹکانا یا ڈول ڈالنا کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَادْخُلْ دَلْوَهُ (۱۹:۱۲) اس نے کنویں میں اپنا ڈول ڈالا۔ پھر استعارہ کے طور پر اس کے معنی کسی چیز تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بنانا بھی آجاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی رسائی حاصل کرو اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک (تاکہ وہاں جھوٹ سچ بول کر ناجائز طور پر فیصلہ اپنے حق میں کرالو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ بھی حرام کو حلال نہیں کر سکتا)۔

— لِيَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ ۖ تاکہ یوں کھاؤ کچھ حصہ لوگوں کے مال کا۔ یہاں لام تعلیل کی ہے کہ تم اس واسطے مقدمہ حکام کے ہاں لیجاؤ کہ جائز یا ناجائز طور سے فیصلہ اپنے حق میں کروا کر دوسروں کا مال کھا جاؤ۔ فَرِيقٌ کا مطلب گروہ بھی ہے اور کسی چیز کے حصہ اور جز کو بھی فریق کہتے ہیں یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ فَرِيقًا ۖ اِی قِطْعَةً دُجْرًا ۖ فَرِيقًا مَفْعُولٌ ہے لِيَأْكُلُوا کا۔

— وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۖ یہ جملہ حال ہے۔ تَأْكُلُوا کے فاعل سے۔ درآں حالیکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے۔

۱۸۹:۲ — الْآهِلَةُ ۖ مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو الاہلہ کہتے ہیں پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے یَسْأَلُونَكَ عَنِ الْآهِلَةِ ۖ لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہ یہ گھٹا بڑھتا کیوں ہے (آہلہ ۖ ہلال کی جمع ہے آہالیل بھی اس کی جمع ہے

— قُلْ هِيَ مَوَاقِيتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۖ کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی) میعادیں اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔ ۖ اِی اِهْلَالٌ ۖ مَوَاقِيتُ جمع ہے مِیقَاتٌ کی۔ اسم آلہ، وقت کی نشا

کے ذرائع۔ یہ وَقْتُ مَادَّہ سے مشتق ہے۔ وَقْتُ يُوَقِّتُ تَوَقَّيْتُ (تَفْعِيلُ) وقت ظاہر کرنا۔ مِيقَاتُ اور مَوْقِيتُ کسی کام کو شروع کرنے کی جگہ۔ جیسے مِيقَاتِ حَج، مِيقَاتِ احرام۔

== ظَهْرُهَا۔ مضاف، مضاف الیہ ان کی پشتوں (کی جانب) سے ظَهْرُ وَاحِد۔

== وَكَانَ الْبَرَّ مِنَ الْتَقَى۔ الْبَرَّ ای ذُو الْبَرِّ اَوِ الْبَارِ مَعْنٰی نیکوکار۔ نیکي کرنے والا۔ اَبْرَادُ جَمْع۔ مکمل نیکو کار وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ (نیز ملاحظہ ۲: ۱۷۷)

== اتَّقَى۔ اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔ فائدہ۔ عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ جب احرام باندھ لیا کرتے اور انہیں گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پڑتی تو دروازہ سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے دیوار میں سوراخ کر کے داخل ہوتے اور اس کو بڑی نیکلی سمجھتے۔

== تَفْلِحُونَ۔ منارع جمع مذکر حاضر۔ اِفْلَاحُ (افعال) مصدر تم فلاح پاؤ۔ فلاح پانا معنی بھلائی۔ کامیابی کا حاصل کرنا اور مقصد روری ہے۔

== لَا تَعْتَدُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَدَاءُ (افتعال) مصدر معنی حد سے گزرنا۔ تم حد سے مت گذرو، تم زیادتی مت کرو۔ اَلْمُعْتَدُ۔ اسم فاعل واحد مذکر، زیادتی کرنے والا۔ حد سے گزرنے والا۔

== اَلَّذِينَ يُقَاتِلُوا نَفْسَهُمْ۔ جملہ مفعول ہے فعل قَاتِلُوا کا۔

== اَلْمُعْتَدِينَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب۔ حد سے بڑھ جائیو والا۔

۲: ۱۹۱۔ وَاقْتُلُوا هُمُ۔ واو عاطفہ۔ اُقْتُلُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ هُمُ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔ اس کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اِی الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْا نَفْسَهُمْ وہ لوگ جو تم سے لڑائی لڑیں۔

== حَيْثُ۔ طرف مکان ہے۔ جتنی برصمہ۔ مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے۔ جہاں۔ جس جگہ۔

== تَقَفُّوْهُمْ۔ تَقَفُّوْا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَقَفُّتُمْ تھا۔ واو اشباع کا ہے تَقَفُّ (باب

سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی پالینے کے ہیں۔ هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

== اَلْفِتْنَةُ۔ کے لغوی معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں۔ اسی لئے نعمت اور مصیبت کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔

فِتْنَةُ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید

میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً بمعنی آزمائش۔ اِنْعَاجُنْ

فِتْنَةٍ فَلَا تَكْفُرُ۔ (۲: ۱۰۲) ہم تو ذریعہ آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو۔ بمعنی آفت۔ مصیبت۔ وَحَسِبُوا اَنْ

لَا تَكُوْنُ فِتْنَةٌ۔ (۵: ۷۱) اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی۔ بمعنی عذاب

إِنَّا جَعَلْنَا هَا فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ۝ (۶۲:۳۴) اور ہم نے اس کو ظالموں کے لئے عذاب بنا رکھا ہے۔ اور آیت ہذا میں فتنہ سے مراد کفار کا خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا اور مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا ہے (منظہری) وقیل معناه شرکم باللہ فی الحرم وصدھما یا کم عنہ (بیضاوی) ان شرکم باللہ اشد واعظم من قتلكم ایاھم فی الحرم (خازن) اور ان کا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا تمہارے ان کو مسجد حرام میں قتل کرنے سے بہت بُرا ہے۔

== اَشَدُّ - اَفْعَلُ التَّفْضِيلُ کا صیغہ ہے۔ سخت تر۔ بدتر۔ نہایت سخت۔ شِدَّةٌ ہے۔

۹۲:۲ = اِنْتَهَوْا - ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْتِهَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ نہی مادہ۔ وہ رُک گئے۔ انہوں نے چھو دیا۔ فَانِ اِنْتَهَوْا جملہ شرطیہ ہے اور فَانِ اللہ غَفُورٌ رَحِيمٌ جملہ جزائیہ۔

۱۹۳:۲ = فَلَا عُدُوَانَ - ف جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جزائیہ ہے۔ (فَانِ اِنْتَهَوْا اس سے قبل کا جملہ شرطیہ ہے) عُدُوَانَ یہ عَدَا یَعْدُو (باب نَصَر) کا مصدر ہے۔ زیادتی، ظلم، ستم، تعدی، بہت بُری طرح حد سے بڑھ جانا۔ ترجمہ۔ تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے..... اِلْحِ الظَّالِمِیْنَ - ظلم کرنے والے۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجبور۔ یہاں ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور حرب میں باقی ہیں۔

۱۹۴:۲ = الشَّهْرُ الْحَرَامُ - موصوف صفت۔ حرمت والا مہینہ الْحُرُمَاتُ - حرمتیں۔ بزرگیاں۔ حُومَاتُ کی جمع۔ حرمت اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ادب ضروری ہو۔

قِصَاصٌ - بدلہ۔ قتل کا بدلہ قتل قاتل۔ ہر عضو کا بدلہ عضو، ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ۔ ادب کی چیزوں میں مساوات۔ یعنی ماہ حرام میں اگر دشمن قاتل کرے اور اس کی حرمت کا لحاظ نہ کرے تو تم بھی دفاعی جنگ کرو (آیت ہذا) خون کا بدلہ خون۔ خون بہا۔

الشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمَاتُ قِصَاصٌ - ماہ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری سے ہوگا۔ یعنی حرمتوں کے بارہ میں دشمن جتنی زیادتی کامرتکب ہوگا۔ دوسرا فریق اس دشمن کے خلاف اس زیادتی کے برابر اس کا توڑ کرنے میں حق بجانب ہوگا۔

== فائدہ ۵: اہل عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ ذی القعدہ - ذی الحجہ اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے مختص تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ و جدل۔ قتل و غارتگری ممنوع تھی تاکہ نہ آئین کعبہ امن و امان کے ساتھ خدا کے گھر تک جائیں۔ اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں۔ اسی بنا پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا۔ یعنی حرمت والے مہینے۔ آیت کا اشارہ یہ ہے کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں تو مسلمان بھی کریں اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کر کے کسی حرام مہینہ میں مسلمانوں پر دست اندازی کریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں؛

(اقتباس از تفہیم القرآن)

= فَمَنْ اعْتَدَىٰ عَلَيْكُمْ - جملہ شرطیہ ہے۔ - اِعتَدَىٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ - اِعتَدَاؤُ (افتعال) مصدر۔ اس نے زیادتی کی (تم پر)

فَاعْتَدُوا عَلَيْكُمْ۔ جواب شرط۔ ف جواب شرط کا ہے۔ - اِعتَدُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم زیادہ کرو۔ - اِعتَدَاؤُ۔ (زیادتی) کی ہزار کو اِعتَدَاؤُ کہنا صرف لفظی مشابہت ہے۔ مطلب یہ کہ زیادہ کرنے والے کی زیادتی کی حد تک اس زیادتی کا تور کرنا جائز ہے۔

= مَا اِعتَدَىٰ میں مَا موصولہ ہے۔

= الْمُتَّقِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تقویٰ کرنے والے۔ ڈرنے والے، پرہیز کرنے والے۔

۱۹۵:۲ = اَنفِقُوا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ (اِنْفَاعُ) مصدر تم خرچ کرو۔

= لَا تُلْقُوا۔ فعل ہی جمع مذکر حاضر، اِنْقَاءُ (اِنْفَاعُ) جمع مذکر حاضر، تم مت ڈالو۔ لقی مادہ۔ قرآن مجید میں ہے۔ کَلِمًا اَلَّتِي فِيْهَا فَوْجٌ (۸:۶۷) جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائیگی۔

= بِاَيْدِيكُمْ۔ بَاء۔ حرف جار۔ اَيْدِيكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ۔ بمعنی اپنے ہاتھوں۔ اس قبل اَنفُسَكُمْ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے وَلَا تُلْقُوا اَنفُسَكُمْ بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ۔ اور نہ پھینکو (یا ڈالو) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں بنا ہی میں۔ التھلکۃ۔ هَلَكَ (باب ضَرَبَ وَ سَمِعَ) سے مصدر ہے ہلاک ہونا۔ تباہ ہونا۔ ہلاکت۔ تباہی۔

= اَحْسِنُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِحْسَانُ۔ (اَفْعَالُ) مصدر۔ تم نیکی کرو۔

= الْمُحْسِنِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِحْسَانُ سے۔ نیکی کرنے والے۔ اچھے کام کرنے والے۔

۱۹۶:۲ = اَتِمُّوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْمَامُ (اَفْعَالُ) مصدر تم پورا کرو۔

= الْحَجَّ۔ حَجَّ بِحَجٍّ (باب نصر) مصدر، اصل لغت میں حج قصد زیارت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح

شرع میں حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا حج کہلاتا ہے

= الْعُمْرَةَ۔ عمرہ زیارت بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ حج کی طرح خاص

وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ عمر بھر میں ایک دفعہ اس کا بجالانا بشرط استطاعت سنت مؤکدہ ہے

شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ فرماتے ہیں کہ۔ عمرے کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف

کعبہ کرے۔ اور صفا مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کرا کر احرام اتارے۔

= فَانْ اَحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔

اَحْصِرْتُمْ۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ - اِحْصَادُ۔ (اَفْعَالُ) مصدر سے۔ جس کے معنی روکنے

کے ہیں خواہ روکاؤٹ کسی ظاہری سبب کی بناء پر ہو۔ جیسے دشمن کا آرٹے آکر روکنا۔ یا کسی باطنی سبب سے جیسے مرض کی وجہ سے رُکنے پر مجبور ہو جانا۔ پہلے حملہ کا ترجمہ یہ ہے بدھچ اگر تم روک لئے جاؤ۔ یعنی اگر تم حج سے یا اس عمرہ سے جس کی تکمیل کا تم کو حکم دیا گیا ہے روک کے جاؤ۔ دوسرے حملہ میں ف جواب شرط کے لئے ہے ماموصولہ ہے۔ اِسْتَيْسَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اِسْتَيْسَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی مسیر آنا۔ آسان ہونا وہ مسیر آیا۔ وہ آسان ہوا۔ اَلْهَدَى اسم معرف باللام قربانی کا جانور جو ماہ حرم میں حرم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے ترجمہ۔ تو جو قربانی کا جانور مسیر آجائے (ذبح کر دیا۔ ذبح کرنے کے لئے بھیجو)

== وَلَا تَحْلِقُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر حَلَقٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی بالوں کو منڈانا۔ تم بال یا سرمت منڈاؤ۔ تم حجامت نہ کراؤ۔

مَحَلَّة۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَحَلَّ اسم ظرف مکان، قربانی کے حلال ہونے کی جگہ۔ جہاں قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ہ صمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْهَدَى ہے۔

= اَذَى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح کو یا جسم کو پہنچے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِنْ رَأْسِهِ۔ حملہ شرطیہ ہے۔ اور فَعْدُ يَهُ۔۔۔۔۔ اَوَّلُكَ جواب شرط۔ پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں کوئی بیماری یا تکلیف ہو تو اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی دے۔ فِدَا يَهُ۔ اَلْفِدَا کے معنی کسی کلبانہ سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچالینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ خَافَا مَنَّا لَعْنَةُ رَبِّمَا فَعَدَا۟ (۴: ۴۷) پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہئے یا کچھ مال لے کر۔ فِدَا يَهُ واحد فِدَا جمع وہ مال جو کسی کو آزاد کرانے کے لئے دیا جائے۔ یا وہ مال جو کسی عبادت میں کوتاہی کرنے کی وجہ خرچ کر کے انسان خود اپنے کو گناہ سے بچاتا ہے آیت نہا میں اسی معنی میں استعمال ہے۔

نُسُكٍ۔ اَلنُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں۔ اور نَاسِكٌ عابد کو کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ارکان حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے مَنَاسِكُ حج اور عبادت کے ارکان۔ قربانی بھی ارکان حج میں ہے یہاں قربانی ہی مراد ہے۔ نُسُكٍ کا واحد نُسُكٌ بمعنی ذبیحہ ہے۔

= فَإِذَا أَمِنتُمْ۔ ای اذا امنتم من الاحصار یعنی جب احصار سے امن ہو مثلاً دشمن کا خوف جاتا ہے یا تم مریض تھے اب تندرست ہو گئے۔

= تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ۔ تَمَتَّعَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَمَتَّعَ (تَفَعَّلَ) مصدر جس کے معنی برتنے۔ فائدہ اٹھانے اور مدت منفعت میں امتداد ہونے کے ہیں۔ اس نے فائدہ اٹھایا۔ یعنی جس شخص نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھایا۔ یعنی (ا) اگر پہلے احصار میں تھا اب امن میں آ گیا۔ یا پہلے بیمار تھا اب تندرست

ہو گیا۔ لیکن اس دوران وہ اپنے احرام سے حلال نہیں ہوا۔ یا (۲) پہلے سے ہی امن میں تھا (نہ احصار میں تھا نہ بیمار تھا) اور ایک ساتھ ہی حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ پہلے عمرہ کے ارکان ادا کئے لیکن احرام بدستور رہا۔ احرام سے حلال نہیں ہوا یہاں تک کہ ایام حج میں حج کے ارکان ادا کر کے حلق کرایا۔ اور احرام سے فارغ ہوا۔ اسی طرح ایک سفر میں دو عبادتیں جمع کر لیں۔ اس صورت میں آیت نہا میں تمتع عرفی مراد ہے نہ کہ شرعی۔ اس لئے وہ تمتع اور قرآن دونوں کو شامل ہے۔ ان دونوں صورتوں میں قربانی لازمی قرار دیدی گئی کیونکہ دونوں صورتوں میں اس نے فائدہ اٹھایا۔

== فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ . اى فعلیہ ما استیسر من الہدی . توجہ قربانی میسر آسکے اس پر لازم ہے
== فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ . اى فمن لم يجد الہدی جس کو قربانی میسر نہ آسکے یعنی جو قربانی نہ دے سکے۔
== فَعِصْيَا ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ . اى فعلیہ عیام ثلثۃ ایام تو وہ تین دن کے روزے لازمی سکھ۔
== رَجَعْتُمْ . ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں التفات ضمائر ہے۔ اوپر خطاب واحد غائب کے صیغہ میں ہو رہا تھا۔
اب ان احکام کو جو اوپر بیان ہوئے پوری طرح ذہن نشین کرانے کے لئے صیغہ حاضر اختیار کیا گیا۔
== تِلْكَ . اسم اشارہ بعید جمع مؤنث عشرة مشار الیہ ہے

== كَامِلَةً . پوری (دہائی) یعنی پورے دس۔ کمال مصدر (باب نصر۔ کوم۔ سمع) اسم فاعل واحد مؤنث۔ یعنی قربانی کی جگہ پورے دس روزے ہوتے ہیں۔ اس سے کم نہیں۔ بعض کے نزدیک لفظ کاملۃ تاکید ورتاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

== ذٰلِكَ . اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ یہ اشارہ یا تورا، تمتع کی طرف ہے جس کا ذکر آچکا ہے اور یا (۲) اس کا اشارہ اصل حکم یعنی وجوب قربانی کی طرف ہے

== حَاضِرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - حَاضِرِ . باشنہ . رہنے والے - حَضَارَةٌ مصدر سے جس کے معنی شہر میں رہنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اصل میں حَاضِرِینَ - تھا۔ اضافت کے سبب نون جمع حذف ہو گیا۔ حَاضِرِ - مضاف، المسجد الحرام موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔

یہ تمتع یا قربانی کا وجوب دینا اس کے لئے ہے جس کے گھرو لے مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو میقات سے پرے رہتے ہیں۔

== وَالْقُرْآنِ . اور اللہ سے دُرّے رہو (ان تمام احکام کی بجا آوری میں جو اوپر مذکور ہوئے)

== وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ . اور یاد رکھو یا جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لمن لم يتقہ اس کو جو اس سے نہیں ڈرتا۔

عِقَابٌ - عَاقِبَ يُعَاقِبُ مُعَاقَبَةٌ وَعِقَابٌ (باب مفاعله سے) مصدر ہے گناہ پر سزا دینا۔ پاداش جرم

کے کی سزا۔ عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عقاب سزا کے استحقاق کو بتاتا ہے۔ عقاب کو عقاب اسی لئے ہی کہا جاتا ہے کہ مرتکب جرم۔ جرم کے عقب میں ہی اس کا مستحق ہو جاتا ہے اور عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ عقاب کے معنی اصل میں پیچھے ہولینے کے ہیں۔ چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الاول دوسرا پہلے کے پیچھے ہو لیا۔ اور عقب الليل والنهار۔ رات دن کے پیچھے ہو لی۔ اس اعتبار سے عتاب وہ سزا ہوتی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہذا اس کا ترجمہ پاداش جرم کرنا چاہئے۔

شَدِيدٌ۔ سخت، محکم۔ پکا۔ شَدِيدٌ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ شَدِيدُ الْعِقَابِ ترکیب اضافی ہے اور شدید کی اضافت صفت مشبہ کی اپنے مفعول کی طرف اضافت سے ہے۔ اضافة شدید من اضافة الصفة المشبهة الى مفعولها۔ (روح المعانی) ۲: ۱۹۴ = الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَةٌ۔ ای وقت الحج اشہر معلومت وہی شوال و ذوالقعدة و عشر لیال من ذی الحجة۔ حج کا وقت چند مہینے ہیں اور وہ ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدة اور ذوالحج کی دس راتیں۔

أَشْهُرٌ مَّعْلُومَةٌ۔ موصوف و صفت۔ جانے بوجھے مہینے۔

فَرَضَ۔ ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب فَرَضَ (باب ضَرَبَ) مصدر فرض کے اصل معنی ہیں کسی حجم والی چیز کو جس میں صلابت ہو کاٹ دینا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ ان معنی میں آیا ہے۔ اس نے واجب کر لیا۔ اس نے مقرر کر دیا۔ اس نے عزم کر لیا۔ اس نے اجازت دیدی۔ یہاں عزم کر لینے یا نیت کر لینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فِيهِنَّ۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَشْهُدُ ہے۔

= رَفَعَتْ۔ ملاحظہ ہو ۲: ۱۸۷۔

= فَسَوَّقَ۔ اسم فعل۔ گناہ۔ نیز مصدر (باب ضرب۔ نصر) گناہ کرنا۔ نافرمان ہونا۔ فَسَوَّقَ فُلَانٌ کے معنی کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَوَّقَ الرُّطْبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدڑی کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنے کے ہیں۔ فاسق کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام و اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

= جِدَالَ۔ باب مفاعلة سے مصدر ہے باہم جھگڑا کرنا۔

فَانْدَا۔ رَفَعَتْ۔ فَسَوَّقَ اور جِدَالَ میں لَا کا تکرار تاکید ممانعت کے لئے ہے۔

= تَزَوَّدُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَزَوَّدُوا (تَفَعَّلَ) مصدر۔ تم زادِ راہ لے لیا کرو۔ تم سفر خرچ

ہمراہ لو۔ حضرت ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ اہل مین کی عادت تھی کہ جب وہ حج کو آتے تو زارِ ادرہہ ساتھ نہ لانے اور اس کو توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کہتے کہ ہم لوگ متوکل ہیں۔ اور جب وہ مکہ آتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے۔ اور بقول علامہ بغوی رحم بعض اوقات لوٹ اور عصب تک نوبت پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: وَتَزِدْ دَرْدًا یعنی زارِ ادرہہ اس قدر لے جایا کرو کہ جس سے وہاں تک پہنچ سکو۔ اور آبرو بچا سکو۔

= فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ - بیشک بہترین زارِ ادرہہ تو تقویٰ ہے اس سے پہلے ہنسی عن المنکر کا حکم تھا۔ رفت۔ فسوق۔ جدال سے پرہیز۔ اب خیر پر برا لکھنا فرمایا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ ابن کثیر رحمہ فرماتے ہیں: چونکہ دنیوی توشکا حکم دیا تو ساتھ ہی فرمایا ہے کہ آخرت کے توشے کی بھی فکر کر لو۔ یعنی قبر میں اپنے ساتھ خوفِ خدا لے جاؤ۔ جیسے اور حکم لباس کا ذکر کر کے ارشاد فرمایا یٰبَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوْآتِكُمْ وَدَرَبَ ثِيَابًا بِسَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ (۲۶: ۷) لے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے بہتر ہے۔ یعنی خشوع و خضوع طاعت و تقویٰ کے باطنی لباس سے ظاہری لباس بہتر اور نفع دینے والا ہے۔ تقویٰ مادہ وقتی سے مشتق ہے۔

= التَّقْوَىٰ - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ہی متکلم کی محذوف ہے۔ مجھ سے ڈرو۔ (اور وہ ڈر کیا ہے اس کے احکام کی تعمیل کرنا۔ اور اس کی گرفت سے بچنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا)

= يٰأُولِيَ الدِّبَابِ - یا حریفِ ندار۔ اولیٰ الدباب - مصناف مصناف الیہ مل کر منادی۔ لے عقل والو۔ الدباب جمع ہے لب کی بمعنی مغز بادام۔ بمعنی عقل مستعمل ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کے مغزیں ہوتی ہے۔ = جُنَاحٌ - گناہ۔ جُنُوحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے۔ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

مائل ہونے کے معنی میں: ذَاتُ جُنُوحٍ لِلَّسَلَمِ فَأَجْبَحْ لَهَا (۶۱: ۸) اور اگر یہ لوگ صلیح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔

= اَنْ يَتَّبِعُوا فَضْلًا - میں اَنْ مصدر ہے يَتَّبِعُوا مضارع جمع مذکر حاضر اِتَّبَعَاءُ (افتعال) مصدر اصل میں يَتَّبِعُونَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تم چاہتے ہو، تم ڈسوٹ دھتے ہو، تم تلاش کرتے ہو۔ فَضْلًا اسم فعل (حالت نصب) تجارت کے ذریعے سے رزق۔ روزی۔ اور بھی کئی معانی میں مستعمل ہے۔ روزی کی تلاش کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَإِذَا أَقْصَيْتَ الصَّلَاةَ فَانْتَشِرْ فِي الْأَرْضِ

وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ (۱۶۲: ۱۰) پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔
 و لا خلاف بین العلماء فی ان المراد بالفضل المذکور فی الآية ربح التجارة (اور اس میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت مذکور میں الفضل سے مراد منفعت تجارت ہے)۔
 = فَإِذَا أَقَضْتُمْ مَرَّتْ عَرَفَاتٍ - جب تم عرفات سے لوٹو اَفَضْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اَفَاضَةً (افعال) مصدر سے ہے۔ مادہ فیض ہے (باب ضرب) فَاَضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی اچھل کر بہہ نکلنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے تَوَلَّىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّارِ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اور اَفَاضَ (باب افعال) اِنَاءَةً کے معنی برتن کو باللب بھر کے ہیں کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اور اَفَضْتُهُ کے معنی اوپر سے گرانے اور بہانے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ (۴: ۵۰) کہ کسی قدم پر پانی بہاؤ۔ وَفَاضَ الْخَبْرُ خبر کا منتشر ہونا یا پھیلنا۔ اور اسی لئے حَدِيثٌ مُنْفِضٌ کے معنی منتشر یعنی عام پھیلی ہوئی بات کے ہیں۔ راعب اصفہانی لکھتے ہیں: اِفَاضَةً کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں اور یہ فِضَانُ الْمَاءِ (یعنی پانی کا زور سے بہہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ سے کر بولا جاتا ہے۔

باوجود اس تمام تشریح کے اس لفظ کا استعمال حاجیوں کے عرفات میں قیام کے بعد مزدلفہ یا منیٰ کی طرف واپس لوٹنے کے لئے مخصوص ہے چنانچہ معجم الوسیط میں یوں تحریر ہے (افاض الحجج من عرفات الى منى: اى انصرفوا اليها بعد انقضاء الموقف یعنی وہ (حجاج) واپس لوٹے اس (منیٰ) کی طرف وقوف عرفات) پورا کر لینے کے بعد اور اَفَاضَةً: انصرف الحجج عن الموقف فى عرفة - حاجیوں کی وقوف عرفات کے بعد واپس۔ اور طواف الافاضة طواف يوم النحر ونصف الحجج من منى الى مكة فيطوف ويعود۔ اور طواف افاضة: قربانی کے دن کا طواف جب حاجی منیٰ سے لوٹ کر مکہ جا کر طواف کرتے ہیں۔ اور پھر واپس منیٰ کی طرف) مڑتے ہیں۔

= الْمَشْعَرُ الْحَرَامُ: موصوف و صفت - المشعر - اسم ظرف ہے بمعنی علامت، نشان، مشاعر الحج معنی رسوم حج ادا کرنے کی جگہ کے ہیں۔ اس کا واحد مشعر ہے اور انہیں شعائر الحج بھی کہا جاتا ہے اس کا واحد شعیرہ ہے۔ المشعر الحرام - حرمت والا نشان حج بمعنی مزدلفہ۔

فائدہ ۴ - عسرفات - مکہ معظمہ سے جوڑک مشرق کی جانب طائف کو جاتی ہے اس پر مکہ سے کوئی بارہ میل کے فاصلہ پر کئی مربع میل کے رقبہ کا ایک طویل و عریض میدان ہے اسے عرفات کہتے ہیں اسی نام کی ایک پہاڑی بھی اسی میدان میں واقع ہے جو سطح زمین سے کوئی دو صد گز بلند ہے۔ مسجد عمرہ اسی میدان میں واقع ہے جہاں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اس مسجد کو مسجد ابراہیم یا مسجد عرفہ بھی کہا جاتا ہے

عرفات کے اصل پہاڑی سلسلہ سے ذرا الگ میدان عرفات سے شمال مشرق میں سرخ رنگ کی ایک مخروطی پہاڑی ہے جسے جبل الرحمت کہتے ہیں۔

(۲) مزدلفہ یا مشعر الحرام۔ حبیب عرفات سے منیٰ کی طرف بائیں اور عرفات کے دونوں کنارے چھوڑ دیں تو مزدلفہ شروع ہو جاتا ہے جس کی حد ماہانہ سے لے کر محشر تک ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان یہ سارا علاقہ مزدلفہ ہے خود ماہانہ اور وادی محشر مشعر الحرام میں شامل نہیں۔ حاجی حضرات یہاں مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھتے ہیں۔

— وَاذْكُرُوا كَمَا هَدَاكُمْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اذْكُرُوا فعل اسر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ کَمَا میں کان تشبیہ کا ہے اور مَا مصدر یہ ہے ہدٰی فعل ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع بھی اللہ ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اور یاد کرو اسے جس طرح اس نے تم کو بتایا ہے۔

— وَانْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمَنِ الصَّالِّينَ۔ واؤ حالیہ ہے اِنْ مخففہ ہے اصل میں اِنْ سَقَا قَبْلِهِ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہدایت ہے۔ لَام فارقہ ہے الصَّالِّينَ الصَّالٰ کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ضَلَّالٌ (باب ضرب) مصدر گمراہ ہونا۔ راہِ حق سے ہٹ جانا۔ راستہ سے بھٹک جانا فراموش کرنا۔ گمراہ کرنا۔ (کوشش کا) برباد ہو جانا۔ (جیکہ ضَلَّالٌ کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانا کے ہیں خواہ وہ ہٹنا سہوا ہو یا غمدا۔ محفوظ ہو یا زیادہ۔ تو جس سے بھی کسی قسم کی غلطی سرزد ہوگی اس کے متعلق ہم ضلالت کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور کفار دونوں کی طرف ضلالت کی نسبت کی گئی ہے۔ گوان دونوں قسم کی ضلالت میں بون بعید پایا جاتا ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت کریمہ: وَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰی۔ (۹۳: ۲۴) میں ضَالًّا فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہدایت نبوت عطا ہونے سے قبل تم اس راہنمائی سے محروم تھے۔ راغب) ترجمہ آیت بذا کا یہ ہوگا: اور بے شک اس سے قبل تم نادانقفلوں میں سے تھے۔ نہ جاننے والوں میں سے تھے۔ (حق کی طلب میں تھے)

۱۹۹: ۲ — ثُمَّ۔ حرف عطف ہے ما قبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ تاخیر زمانی ہو یا ترتیب کے لحاظ ہو۔ مولانا عبد الماجد دریا آبادی رحمہماتہ ہیں۔ ثُمَّ۔ یہاں تاخیر زمانی کے لئے نہیں فصل کلام کے لئے ہے۔ یعنی ایک بات ختم ہوئی اب دوسری ہدایت سُنو! جیسے اردو میں ایسے موقع پر ”د اچھا تو“ یا ”ہاں تو“ کہتے ہیں۔

جملہ ثُمَّ اَنْصُرُوا..... کا عطف جملہ سالفہ فَاِذَا اَفْضَيْتُمْ پر ہے اور ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبة کے لئے آیا ہے مطلب یہ کہ جب تم عرفات سے وقوف عرفہ کے بعد منیٰ کی طرف واپس مڑو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

ہاں تو اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ تم وہاں سے مڑا کرو جہاں سے لوگ واپس مڑا کرتے ہیں (یعنی عرفات سے نہ کہ مزدلفہ سے)۔

== اَفِضُوا ۱۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِفَاضَةً (افعال) مصدر سے۔ تم واپس مڑو، تم بہادری (پانی کو) یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

اس امر کے مخاطبین قریش ہیں جو حسد شدت والے اور حیثیت والے کہلاتے تھے اور وہ اور ان کے حلیف عرفات میں دوسرے اہل عرب کے ساتھ ٹھہرنے کو عار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں۔ اور اس کے حرم کے ہونے والے ہیں اس لئے ہم حرم کو نہیں چھوڑتے اور یہاں سے نہیں نکلتے۔ پھر جب لوگ عرفات سے چلتے تھے تو حسد مزدلفہ سے کوچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مثل اوروں کے عرفات میں ٹھہریں اور وہاں وقوف کے بعد سب کے ساتھ مزدلفہ جائیں اور پھر وہاں سے واپس منیٰ جائیں۔

== مِنْ حَيْثُ ۱۔ جہاں سے۔ جس جگہ سے۔ حَيْثُ اسم ظرف مکان ہے اور منیٰ بر صغیر ہے۔

== النَّاسُ ۱۔ سے جس کے سوائے تمام لوگ مراد ہیں۔ المراد من الناس الجنس (مروج المعانی) الناس سے مراد جنس انسان ہے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ النَّاسُ سے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں جیسے اَمْ يَحْضُدُونَ النَّاسَ (۴: ۵۴) میں الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۲: ۲۰۰ = قَضَيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ قَضَاءُ مصدر باب ضرب، قضی مادہ۔ جب تم نے ادا کر لیا۔ جب تم پورے کر چکے۔

== مِّنَا مِسْكُكُمْ ۱۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے (جج کے) ارکان مَسْكُكُمْ واحد۔

== كَذِكْرِكُمْ ۱۔ اَبَاءُكُمْ ۱۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذِکْرُكُمْ ۱۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف۔ = اَبَاءُكُمْ ۱۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے آباء اجداد کے ذکر کی طرح یعنی جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو اسی طرح اللہ کا ذکر کرو۔

== اَوْ ۱۔ یہاں اختیار کے معنی میں نہیں۔ بلکہ ترقی کے لئے ہے اور بَلْ کا ہم معنی ہے یعنی بلکہ ان کے ذکر سے بھی بڑھ کر اللہ کو یاد کرو۔

== اَشَدَّ ذِكْرًا ۱۔ صاحب تفسر حقانی فرماتے ہیں: اَشَدَّ ذِكْرًا میں اگرچہ لوگوں نے بہت قیل وقال کی ہے مگر صاف قول یہ ہے کہ اَشَدَّ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے اور یہ حال ذِکْرًا سے ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو۔ اور ذِکْرًا تمیز ہے اَشَدَّ کی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

== خَلَقَ ط ۱۔ حصہ۔ اپنے خلق اور عادت سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خَلَقَ ہے۔

== حَسَنَةً - بھلائی - نیکی - نعمت جو مسرت کا سبب ہو۔ سَيِّئَةً کی ضد ہے۔

۲: ۲۰۱ = قِنَا - قِ - نَا - قِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور نَا ضمیر مفعول جمع متکلم - وَقَاءُ - وَقَايَةُ دَقِيٌّ - وَاقِيَةٌ - مصادر لفیف مفروق (بمعنی بچانا - پرہیز کرنا - احتیاط کرنا - دَقِيٌّ یَقِيٌّ (باب ضربت) کسی دکھ دینے والی ضرر رساں چیز سے بچانا - قِ نَا - توہم کو بچا - توہم کو محفوظ رکھ - اور جگہ قرآن مجید میں ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا - (۶: ۶۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔

دَقِيٌّ سے مضارع اصل میں یَوْقِيٌّ تھا۔ لفیف مفروق میں ن کلمہ کی تعلیل مثل معتل الفار (مثال کے ہوتی ہے۔ لہذا مثال کی تعلیل کے مطابق کہ مضارع مکسور العین میں عین کلمہ سے پہلے جو واؤ واقع ہوتا ہے وہ حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے دَعَا یَدْعُو سے یَعِدُ لہذا یَوْقِيٌّ یَقِيٌّ ہو گیا۔ لفیف مفروق کے لام کلمہ کی تعلیل مثل ناقص یائی ہوتی ہے لہذا مثل رَمَى یَرْمِي میں ی پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے لفیف مفروق کے لام کلمہ میں تعلیل کی وجہ سے یَقِيٌّ یَقِيٌّ ہو گیا۔

اسی کے مطابق صیغہ امر بنانے کے لئے علامت مضارع کو حذف کیا۔ اور آخر میں حرف علت کو گرا دیا تو قِ رہ گیا جو امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ بن گیا۔

۲: ۲۰۲ = اُدْكُشْكُ - اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ سب - اس میں مشارک الیہم وہ مؤمنین ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں حَسَنَةً کی دعا کرتے ہیں

== نَصِيبٌ - حصہ - خواہ ثواب کا ہو۔ میراث کا ہو۔ یا حکومت کا ہو۔

== کَسَبُوا - ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا - کَسَبٌ - کمائی کرنا - نفع کے لئے کوئی کام کرنا۔ خواہ نتیجہ اچھا نکلیے یا بُرا۔ قرآن مجید میں کَسَبَ کا استعمال اس طرح کیا گیا ہے۔ (۱) قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی جیسے وَلَٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ (۲: ۲۲۵) لیکن جو قسمیں قصدِ دل سے کھاؤ گے اُن پر موانعہ کرے گا۔ (۲) اچھا بُرا قول یا فعل۔ جیسے: ثُمَّ تَوَفَّى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (۳: ۱۶۱) پھر ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ (۳) نیک کام کرنا۔ جیسے لَهَا مَا كَسَبَتْ (۷: ۲۸۶)

اچھا کام کرے گا تو اس کو اس کا فائدہ ملیگا۔ (۴) بُرے کام کرنا۔ جیسے وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا۔

(۶۵: ۶) اور جو (کوئی) بُرا کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے۔ (۵) مال کمانا۔ جیسے اَنْفَقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ (۲: ۲۶۷) پاکیزہ اور عمدہ مال جو تم کماتے ہو۔ اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو

وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ - واؤ عاطفہ - سَرِيعٌ - جلدی کرنے والا - سُرْعَةً (باب فتح) سے جس کے

معنی جلدی کرنے کے ہیں۔ بروزن فِجِلٌ بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَرِيعُ الْحِسَابِ ط

ترکیب اضافی ہے سَرَّيْنَمْ مضاف الْحِسَابُ مضاف الیہ۔ جلدی حساب کرنے والا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ مبتدا کی خبر ہے۔ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۲: ۲۰۳ = فِيْ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ ط دن جو معدودے چند ہیں۔ چند گنتی کے دن، چند دن گنتی کے۔ فائدہ ۵۔ حج کا ذکر ہو رہا ہے مزدلفہ میں رات بسر کر کے دسویں تاریخ ذوالحجہ کو صبح سویرے بعد از نماز فجر وہاں سے نکل کر منی پہنچے۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲ تاریخ کو منی میں قیام کیا اور ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ اور دیگر مناسک حج کی ادائیگی کی مثلاً دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کی، قربانی دی۔ سر منڈایا۔ احرام سے باہر آئے طواف زیارت کیا۔ صفامروہ کے درمیان سعی کی۔ اور واپس منی آئے۔ اب منی سے مکہ کی طرف واپسی کی دو صورتیں ہیں اگر کوئی شخص دسویں تاریخ کے بعد صرف دو دن قیام کر کے بارہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ چلا جائے تو بھی درست ہے اور جس کا جی چاہے بارہ تاریخ کو وہیں ٹھہرے۔ اور تیرہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ واپس مڑے تب بھی درست ہے۔ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ لِمَنِ اتَّقَى میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ ۹ کی فجر تا ۱۳ ذوالحجہ کی عصر تک ایام تشریق کہلاتے ہیں۔

= تَعَجَّلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَجَّلَ (تَفَعَّلُ) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے عجلت سے کام لیا۔ مَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ۔ جو شخص جلدی کر کے دو دن میں ہی چلا گیا۔ یعنی یوم النحر دسویں تاریخ کے بعد ۱۱ اور ۱۲ کو منی میں ٹھہر کر ۱۳ کی شام کو مکہ معظمہ میں واپس ہو گیا۔ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ اس پر کوئی حرج نہیں۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ موصولہ ہے۔

= مَنْ تَاَخَّرَ۔ تَاَخَّرَ (تَفَعَّلُ) مصدر پیچھے رہنا۔ پیچھے ہو جانا۔ وہ پیچھے رہ گیا۔ یا پیچھے رہا۔ جس نے تاخیر کی۔ یعنی ۱۲ تاریخ کو بھی منی میں ٹھہرا رہا اور ۱۳ کی شام کو واپس ہوا۔ لِمَنِ اتَّقَى۔ اِیْ ذَلِكِ التَّخْيِيْلُ وَنَفْيُ الْاِثْمِ لِلْحَاجِ الْمُتَّقَى۔ یعنی اس تاخیر میں اس حاجی کے لئے کوئی حرج نہیں جو دل میں خوفِ خدا رکھتا ہو۔ اور جس نے یہ تاخیر تقویٰ کی خاطر کی ہو۔

= تَحْشُرُونَ ہ مزارع مجہول جمع مذکر حاضر، تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ حَشُرٌ (باب نصر، ضرب) مصدر

۲: ۲۰۴ = دَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ۔ داؤ عطف ہے اس جملہ کا عطف جملہ فَمَنْ لِّنَّاسِ مَنْ يَقُولُ (آیہ ۲۰۰) پر ہے۔ آیہ ۲۰۰ میں ذکر تھا کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ جو حج کے ایام اور ایسے مواضع میں صرف دینا خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں کس لئے کہ آخرت اور وہاں کی نعمتوں کا ان کو یقین ہی نہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں۔ اب یہاں ان دونوں روہوں کی تشریح ہے۔ مَنْ تبغیضہ ہے اور مَنْ موصولہ۔

= يُعْجِبُكَ۔ مزارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر

تجھ کو بھلا لگتا ہے۔ تجھ کو پسند آتا ہے۔

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا - متعلق قول سے ہے۔ اے فی امور الدنیا و اسباب المعاش یعنی اس کی گفتگو بابت امور دنیا و اسباب معاش۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی امور کے متعلق یا اس کی غرض سے اظہارِ عموماً محبت اور آپ کے اظہارِ اسلام وہ ایسے فصیح اور شیریں کلام میں کرتا ہے جو آپ کو متاثر کرتا ہے۔
= يُشْهَدُ اللَّهُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ اَشْهَدُ (افعال) مصدر اللہ مفعول۔ وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ یعنی اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ اس کی زبان کے مطابق ہے۔

= وَهُوَ الَّذِي خِصَّامٌ - جملہ حالیہ الَذَّ - سخت جھگڑالو۔ لَذَّ يَلْدُ (باب نصر) افعِل التفصیل کا صیغہ لَذَّ - مصدر خِصَّامٌ - خَضَمَ کی جمع جیسے بَحَارٌ - بَحْرٌ - یا صِبَاٌ - صَعْبٌ کی جمع ہے خَضَمٌ جھگڑنے والا۔ الَّذِي خِصَّامٌ جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔ بہت بڑا جھگڑالو۔ خِصَّامٌ مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں الَّذِي خِصَّامٌ بمعنی شَدِيدُ الْخُصُومَةِ ہوگا۔
۲: ۲۰۵ = تَوَلَّى - ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ لوٹا۔ وہ پھرا۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔

= سَعَى - ماضی واحد مذکر غائب۔ سَعَى - مصدر (باب فتح) اس نے کوشش کی۔ اس نے جلدی کی اس نے قصد کیا۔

= لِيُضِدَّ - میں لام تعلیل کا ہے اور سعی سے متعلق ہے یعنی وہ زمین میں اس واسطے دوڑتا پھرتا ہے کہ فساد پھیلا دے۔

۲: ۲۰۶ = اتَّوَعَّ - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اتَّوَعَّ (افتعال) مصدر توَدَّر - وَتَّى مادہ۔

= أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ - الْعِزَّةُ - عزت۔ غرور۔ غلبہ۔ بزرگی۔ عِزٌّ - عِزَّةٌ - مصدر (باب

ضَرَبَ) بِالْإِثْمِ - میں باء سببیہ ہے۔ غرور اور تکبر نے اس کو گناہ پر آمادہ کیا۔

= حَبْنَةً - اس کو بس ہے۔ اس کو کافی ہے۔ اس کو کفایت ہے۔ حَبْنٌ مضافٌ ۱ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ حَسْبٌ - کافی۔ کفایت۔

= أَلْمِهَادُ - اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانا۔ قرار گاہ۔ مِهْدٌ - بستر، گہوارہ۔ مِهَادٌ (بستر) کی جمع آمِهَدَةٌ اور مِهْدٌ ہے۔

خاندان ۸ - علامہ ابنی رحمہ نے بروایت کلبی و مقاتل و عطا فرمایا ہے کہ اخیس بن ثعلوبہ بنی زہرہ کا حلیف

تھا۔ یہ شخص بہت شیریں کلام اور خوبصورت بلیغ تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا

تھا۔ بیٹھتا اور باتیں بناتا تھا۔ اور قسمیں کھا کھا کر کہتا تھا کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور حضور صلی اللہ

علیہ وسلم بھی اس سے ملاطفت فرماتے تھے۔ واقع میں وہ منافق تھا۔ اس کے بارہ میں آیات ۲۰۴:

تا ۲۰۶ نازل ہوئیں۔ (آیت ۲۰۶ میں لہ۔ اَخَذَتْهُ اور فَحَسْبُهُ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب اخنس کی طرف راجع ہے) اسی اخنس نے اپنے مخالف بنو ثقیف پر شب خون مار کر ان کی کھیتیاں جلادیں۔ اور ان کے مولیشی ہلاک کر دیئے۔ اور اپنے ایک مدیون کے پاس تقاضے کے لئے طائف گیا اور وہاں جا کر اس کی کھیتی جلادی۔ اور اس کی گدھ کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اگرچہ ابتدائے کلام میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ..... سے اشارہ ایک واحد شخص کی طرف ہے جو بروایات اخنس بن شریق تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وَمِنَ النَّاسِ سے مراد ایک ہی شخص ہو بلکہ اس سے بہتے اشخاص بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ لہذا ان آیات کا انطباق محض اسی ایک ہی شخص تک محدود نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں بھی وہ صفات پائے جائیں گے وہاں یہ آیات چسپاں ہوں گی۔

۲: ۲۰۴ = يَشْرِيْ - مضارع واحد مذکر غائب شَرَى مصدر (باب ضرب) وہ فروخت کرتا ہے وہ اطاعت الہیہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

شِرَاءٌ اور بَيْعٌ دونوں لازم ملزوم ہیں کیونکہ مشتری کے معنی قیمت دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز لینے والے کے ہیں۔ اور بائع اسے کہتے ہیں جو چیز دے کر قیمت لے۔ اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک طرف سے نقدی اور دوسری طرف سے سامان ہو۔ لیکن جب خرید و فروخت جنس کے عوض جنس ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو بائع اور مشتری تصور کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیع و شراء کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اور عام طور پر شَرَيْتُ بمعنى بَعْتُ اور اَبْلَعْتُ بمعنى اَشْتَرَيْتُ آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ الْيَخْسِ (۲۰: ۱۲) اور انہوں نے اس کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اَشْرَوْا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ (۸۶: ۲۱) جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔

آیت ہذا میں يَشْرُوْنَ بمعنى فروخت کر دینا ہے۔ ترجمہ ہو گا۔ اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی جان تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔

= دَعُوْا - دَعَفَ يَدْفَعُ دَكْرَمٌ دَاْفَةً مصدر سے۔ بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ امام خطابی رافعت اور رحمت میں فرق تحریر فرماتے ہیں کہ: ”رحمت تو کسی مصلحت کی بناء پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن رافعت ناپسندیدگی میں تقریباً نہیں ہوتی۔“

== نَفْسُهُ - مضاف مضاف الیه - اپنی جان کو۔

== اِبْتِغَاءً - چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ - مصدر ہے۔ اِبْتِغَاءً سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

== مَرْضَاتٍ - مَرْضَاةٌ - مصدر مبی و اسم مصدر - پسند کرنا۔ رضا مند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی۔ رضا مندی۔ (باب سَمِعَ) مَرْضَاتٍ اللہ - مضاف مضاف الیه - اللہ کی رضا مندی - اللہ کی خوشنودی۔ اِبْتِغَاءً مَرْضَاتٍ اللہ - اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔

۲۰۸:۲ = فِي السَّلَامِ - اسلام - اسم ہے مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

== كَافَّةً - اُدْخُلُوا فِي السَّلَامِ کے فاعل سے حال ہے۔ اسم فاعل مفرد ہے۔ مؤنث منصوب۔ كَافٌ مذکر كَافَاتٌ - جمع۔ كَفٌّ مادہ و مصدر۔ دفع کرنا۔

اسم فاعل مفرد مذکر منصوب بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ة علامت مبالغہ ہے یہ نتیجہ لفظی ساخت کی ہے۔ استعمال میں كَافَّةً ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ آتا ہے جس کے معنی ہیں سب کے سب پورے کے پورے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً (۳۶:۹) تم سب کے سب کافروں سے لڑو۔ اور وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ (۲۸-۳۴) اور ہم نے تم کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔

== وَلَا تَتَّبِعُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم اتباع مت کرو۔ تم پیروی نہ کرو۔ تم نقش قدم پر مت چلو۔

== خُطُوَاتِ الشَّيْطٰنِ - مضاف مضاف الیه - شیطان کے قدم۔

== مُبَيَّنٌ - ظاہر صریح - کھلا ہوا۔

۲۹:۲ = زَلَلْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر زَلٌّ - زَلٌّ - زُلُوفٌ - (باب صَرَبَ - سَمِعَ) پاؤں یا زبان کا پھسل جانا۔ تم ڈل گائے۔ تم نے لغزش کی۔ تم نے مٹھو کر کھائی۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَتَّخِذُوا اٰيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمُ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (۱۶:۹۴) اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں) کے قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑاجائیں۔

== الْبَيِّنَاتُ - بَيِّنَةٌ کی جمع - کھلے دلائل - روشن دلیلیں۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ الْبَيِّنَاتِ - جملہ شرطیہ - فاعِلُكُمْ حَكِيْمٌ - جواب شرط

== هَلْ - حرف استفہام ہے۔ یہاں استفہام انکاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ هَلْ

يَنْظُرُوْنَ - اے مانتے نظر کرتے۔

== يَنْظُرُوْنَ - بمعنى يَنْتَظِرُوْنَ - مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب - نَظَرٌ - (باب نَصَرَ) مصدر ہے

منیر فاعل ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوئے۔ اے من یترک الدخول فی السِّلْمِ کَافَّةً - هَلْ يَنْظُرُونَ اِی مَا يَنْتَظِرُونَ - اَلَّا - حرف استثناء۔
 = ظَلَّل - سائبان - بدلیاں - ظَلَّة کی جمع ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرُفٌ ہے۔
 = اَلْغَمَامُ ابر - سفید ابر - غَمَامَةٌ کی جمع۔

هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا اَنْ يَّاتِيَهُمُ اللّٰهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ - یہ انتظار نہیں کر رہے مگر اس بات کی کہ اللہ اور اس کے فرشتے (ان کے اعتقاد کے موافق) سفید بادلوں کے سائبانوں کے سایہ تلے ان کے اوپر آویں (جیسا کہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بادلوں میں سے دھواں اور کڑک اور شعلہ معلوم ہوا اور خداوند تعالیٰ کا جلوہ دکھائی دیا) تفسیر حقانی

= وَقَضَى الْاَمْرَ قَضٰی - ماضی مجہول واحد مذکر غائب - اور معاملہ کا فیصلہ کیا جائے - اور معاملہ ٹپا دیا جائے (یعنی وہ امور جو ابھی تک نو مسلم یہودیوں اور نصاریٰ کے دلوں میں جاگزیں تھے اور ان کو کافۃً اسلام میں داخل ہونے سے مانع تھے ان کے روبرو فیصلہ ہو جاویں) نیز ملاحظہ ہو نوٹ ۶۲۴ - سورة البقرة تفسیر ماہدی
 = وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ اَلَّذُ مُوَرَّد اور اللہ کی ہی طرف تمام امور (قطعی فیصلہ کے لئے) لوٹائے جاتے ہیں
 تُرْجَعُ - مضارع مجہول واحد مؤنث غائب - رَجَعُ مصدر سے - (باب ضَرَبَ) باب ضرب ہی مصدر
 رُجُوعٌ سے بطور فعل لازم یعنی لوٹنا آتا ہے - آیت ہذا میں بصورت اول مستعمل ہے۔

آیت ہذا کی مزید تشریح کے لئے عبد اللہ یوسف علی کی تفسیر نوٹ نمبر ۲۳۱ بھی ملاحظہ ہو
 ۲: ۲۱۱ - کَمَ - استفہام کے لئے آئے تو اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمَ دَرَهَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں - اور اگر خبر یہ ہو اور مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرے تو تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے دَكَمَ قَرْيَةً اَهْلَكْنَاهَا - ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔
 کبھی تمیز سے پہلے من آتا ہے جیسے کَمَ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا ۚ (۴: ۴) یا آیت ہذا میں: کَمَ مِّنْ اٰیَةٍ بَيِّنَةٍ کتنی ہی کھلی نشانیاں اَتَيْنَاهُمُ - ہم نے ان کو دیں۔

= مِّنْ شرطیہ ہے اور مِّنْ يُبَدِّل مَا جَاءَتْهُ - جملہ شرطیہ ہے اور فَإِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ جواب شرط ہے۔ یُبَدِّل مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب تَبْدِيلُ (تَفْعِيلُ) مصدر (جو) بدل ڈالے - یعنی بجائے شکر کے کفر کرے۔

= نِعْمَةً اللّٰهِ - مضاف مضاف الیه - اللہ کی نعمت - نعمت سے مراد وہ معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کئے - نعمت ان کو اس لئے کہا گیا کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں - یا اس سے مراد اللہ کی کتاب، اور تبدیل سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کیا۔

== مَثَدِيدُ الْعِقَابِ = سخت عذاب دینے والا۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۹۶)

(۲: ۲۱۲) = زُيِّنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب بَدِّلُ (تَفْعِيلُ) مصدر (وہ ستوارا گیا۔ وہ مزین کیا گیا۔ اسے اچھا کر کے) دکھایا گیا۔ مطلب یہ کہ دنیا کی زندگی اسے پرکشش اور مزین کر کے دکھائی گئی۔
= الْحَيَوةَ الدُّنْيَا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول مالم لیسیم فاعلہ۔

== وَكَسَحَرُونَ۔ میں واو عاطفہ ہے یَسْحَرُونَ کا عطف زُيِّنَ پر ہے سَحَرُ (باب سَمِعَ) مصدر مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے وہ مذاق بناتے ہیں۔ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مِنْ کے صلہ کے ساتھ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ اِنْ تَسْحَرُوا مِنَّا فَاِنَّا نَسْحَرُ مِنْكُمْ۔ (۱۱-۳۸) اگر تم ہم سے تسخر کرتے ہو تو ہم تم سے تسخر کریں گے۔

فَوْقَهُمْ۔ فَوْق۔ ظرف منصوب۔ مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔۔۔۔۔ مضاف الیہ

ان کے ادھر۔ ان سے بڑھ کر، ان سے زیادہ، ان پر غالب
وَالَّذِينَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ وَالَّذِينَ اتَّقَوْا۔ مبتدا فَوْقَهُمْ خبر یَوْمَ الْقِيَامَةِ ظرف
۲: ۲۱۳ = اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ موصوف صفت مل کر کان کی خبر۔ اُمَّةً بمعنی امت۔ جماعت،

ملت۔ دین۔ یہاں بمعنی دین مستعمل ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً اعلیٰ دین واحد۔

= فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ۔ بَعَثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَعَثَ (باب فَعَمَ) مصدر۔ اس نے بھیجا
اس نے بھیجے (نبی) جملہ ہذا سے قبل فَاخْتَلَفُوا محذوف ہے عبارت یوں ہوگی۔ كَانَ النَّاسُ
اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوا فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّنَ (ابتدا میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ پھر ان کا
آپس میں اختلاف ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا۔

= مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال نَبِيِّنَ سے (اہل ایمان کو
جنت کے دیگر انعامات کی) خوشخبری دینے والے۔ اور (منکرین کو ان کے گناہوں کی پاداش میں سزا سے)
ڈرانے والے۔

= مَعَهُمُ۔ اِی مع النبیین۔ الکتب سے مراد جس کتاب ہے۔ بِالْحَقِّ کتاب ہے حال واقع ہے
یعنی مُشْتَمِلًا عَلَی الْحَقِّ۔ (حق پر مشتمل) لِيَحْكُمَ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ اور يَحْكُمَ میں ضمیر فاعل کا
مرجع اللہ یا کتب ہے یا اس کتاب کے ساتھ جو نبی ہے تاکہ اختلافی امور میں لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا کرے
فِيْمَا اخْتَلَفُوا فِيْهِ ماموصول ہے اور فِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع۔ اس امر کے متعلق جس
میں انہوں نے اختلاف کیا۔

مطلب یہ کہ یہ اس نے نبیوں کو مبشرین و منذرین بنا کر بھیجا۔ اور ان (میں بعض) پر کتاب نازل فرمائی

جو سراسر حق باتوں پر مشتمل تھی تاکہ اللہ تعالیٰ خود یا اس کی مشتمل برحق کتاب یا نبی میں پر وہ کتاب نازل کی گئی ان باتوں کے متعلق جن میں لوگوں کا اختلاف تھا (ٹھیک ٹھیک) فیصلہ کر دے۔

== وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُذُنُوهُ - فِيهِ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب کا مرجع الحق سے یا کتاب الَّذِينَ موصول عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اُذُنُوهُ - اُذُنُوا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو کتاب کی طرف راجع ہے۔ یعنی جنہیں وہ کتاب دی گئی مطلب یہ کہ اس حق میں جس پر یہ کتاب جو یہود و نصاریٰ کو دی گئی مشتمل تھی۔ انہوں نے ہی اختلاف اختیار کیا۔ (کتاب سے مراد یہاں توراۃ اور انجیل ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل کی گئی اور اختلاف سے مراد یہ امور ہو سکتے ہیں۔ را، باہمی ضد اور حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر۔ ۲) کتاب میں تحریف اور تبدیل پر اختلاف (۳) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق توراۃ و انجیل میں حوالہ جات جو سرگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال تھے ان پر ان کا باہمی اختلاف۔

== مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ - بَيِّنَات سے مراد وہ محکم آیات جو تورات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دینے والی اور آپ کے اوصاف کرمیہ کو بیان کرنے والی تھیں۔ یہ جملہ اخْتَلَفَ سے متعلق ہے۔

== بَغْيًا بَيْنَهُمْ - باہمی ضد اور حسد۔ یہ اخْتَلَفَ کا مفعول لڑ ہے۔

== فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ - هَدَى لَهٗ - راستہ بتلانا۔ سیدھے راستہ پر قائم رکھنا۔ هَدَى - هَدَى - هِدَايَةٌ مصدر۔ مِنَ الْحَقِّ حال ہے ضمیر فِيهِ سے یا مَا سے بِإِذْنِهِ حال ہے الَّذِينَ آمَنُوا سے اِی مَا ذُوقْنَا لَهُمْ - بِإِذْنِهِ اپنے امر و ارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو حق میں جو بھی ان کو اختلاف تھا اپنے حکم سے راہ ہدایت دکھائی۔ یعنی ایمان والے اگر حق بات کے متعلق آپس میں کوئی اختلاف رکھتے بھی تھے تو چونکہ وہ بَغْيًا بَيْنَهُمْ پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ محض لاعلمی یا نا سمجھی یا لاشعوری کی وجہ سے تھا۔ لیکن ان کی نیتوں میں خلوص اور جذبہ ایمان تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے اپنے حکم (فضل و کرم) سے ان کو اس اختلاف سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ صاحب تفسیر ماجدی لکھتے ہیں لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ میں ذکر اہل حق کے اختلاف کا ہے اہل باطل سے بِإِذْنِهِ - میں اِذْن کے معنی فضل، توفیق اور لطف کے ہیں۔

۲۱۴: ۲ = اَمْ - اَمْ - منقطع ہے اور معنی بَل (حرف اضراب آیا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہمزہ مقدر ہے۔ لفظ بَل کلام سابق سے اعراض کے لئے ہے۔ یہاں یہود اور نصاریٰ کے اختلاف اور ان کے متنازع جاث

دنوی پر فخر بے جاہ اور مچھراس کے بل بوتے پر مومنوں سے تمسخر سے اعراض کرنے کے لئے آیا ہے اور عمرہ استغناء مومنین کے خیال کے انکار و استبعاد کے واسطے کہ تمہارا یہ خیال درست نہیں کر بغیر رنج و مشقت کی بھیڑ سے گزرنے تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ بلکہ تمہارے سے پہلے کے انبیاء اور مومنین کی طرح تمہیں بھی تنگی و سختی، فقر و بیماری اور طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کی آگ سے گزرنا پڑے گا۔ تب جا کر تم جنت کے مستحق بنو گے۔

تفسیر منطہری میں ہے کہ قرآن کا قول ہے کہ اَمْذُکَ مَعْنٰی اَحْبَبْتُمْ اور مِم زائد ہے

(اَمْذُ پر تفصیلی نوٹ ۹:۱۸ پر ملاحظہ ہو۔)

= حَبِیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، حِسْبَاتُ (باب حَسِبَ یَحْسِبُ) مصدر۔ تم سمجھ بیٹھے ہو۔ تم نے خیال کیا۔ یا گمان کیا۔

= اَنْ تَدْخُلُوْا۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ تَدْخُلُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ کہ تم داخل ہو گے۔

= دَلَمَّا یَا تَکُم مَّثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلَکُمْ۔ جملہ حالیہ لَمَّا۔ ابھی تک نہیں۔ ترجمہ آیت کا یوں ہوگا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تک تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔

مثل الذین۔ ای مَثَلُ مَثَلُهُمْ کلام میں مضاف محذوف ہے۔ الَّذِیْنَ صفت ہے مومنین محذوف کی۔ مِنْ قَبْلَکُمْ متعلق ہے خَلَوْا سے۔

= مَسْتَهُمُ الْبَاسَاءُ وَالضَّرَآءُ بَیَان ہے مَثَلُ سے۔

= الْبَاسَاءُ۔ سختی، فقر، تنگی، اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو قائم مقام ہے موصوف کے۔

= الضَّرَآءُ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی، مرض، مصیبت اسم مؤنث ہے اور سَرَّآءُ۔ نِعْمَاءُ کی ضد بَاسَاءُ وَضَرَّآءُ دونوں اسم مؤنث ہیں۔ ان کا مذکر نہیں آتا۔ ان کی جمع ضَرَاءُ کے نزدیک اَبْوَسٌ وَاضَرٌّ بر وزن نِعْمَاءُ اَنْعَمُ جائز ہے۔

= وَزُلْزَلُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ زُلْزَلُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ زِلْزَلَةٌ۔ زِلْزَالٌ۔ مصدر وہ جھڑ جھڑائے گئے۔ وہ زلزلہ میں آگئے وہ ہلا ڈالے گئے۔

= لَمَّا۔ حرف جازم ہے کہ کی طرح فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۱۴: ۱۳)

لَمَّا اور لَمَّا کے درمیان بوجہ ذیل فرق کیا جاسکتا ہے۔

۱، لَمَّا۔ حرف شرط کے ساتھ آسکتا ہے جیسے فَاِنْ لَمَّا تَفْعَلْ لَکِن لَمَّا نہیں آسکتا۔

۲۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک مستند مسلسل اور مستمر ہوتی ہے جیسے آیت ہذا۔ یا
وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ شناس
عبدی منزق کا شعر ہے ۔

فَإِنْ كُنْتُ مَا كُنْتُ لَا فَكُنْ حَيًّا ۖ وَاللَّهِ فَادِرُ كُنِّي وَلَمَّا أَمَذَقَ
ترجمہ: اگر مجھے خوراک ہی بننا ہے تو تو ہی بہتر کھانے والا بن جا۔ ورنہ میری مدد کو پہنچ ابھی تک میں تگتا
بولی نہیں کیا گیا۔

لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے اس کا تسلسل اور اتصال کبھی تو حال تک ہوتا ہے جیسے وَلَمَّا
أَكُنْ بِدُعَاؤِكَ رَبِّ شَقِيًّا (۴: ۱۹) (اے میرے رب ابھی تک تجھے پکار کر میں نامراد نہیں رہا
اور کبھی حال سے پہلے نفی کا انقطاع ہو جاتا ہے جیسے لَمَّا يَكُنْ شَيْئًا مِّدْ كُذِّبَ ۖ (۱: ۷۶) پہلے وہ
کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ یعنی پہلے وہ بالکل معدوم تھا اب موجود ہو گیا۔

۳۔ لَمَّا سے حاصل شدہ نفی ماضی قریب میں ہوتی ہے اور لَمَّا سے حاصل شدہ نفی ماضی مطلق میں
خواہ قریب ہو یا بعید۔ اسی لئے لَمَّا يَكُنْ زَيْدٌ فِي الْعَامِ الْمَاضِي مُقِيمًا (ازید گذشتہ سال مقیم
نہ تھا۔ ماضی بعید) صحیح ہے۔ لیکن لَمَّا کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں کیونکہ سال گذشتہ ماضی بعید
ہے ماضی قریب نہیں۔

۴۔ لَمَّا سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اس کے ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ جیسے بَلْ لَمَّا يَدْخُلِ
عَذَابٍ۔ بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ یعنی آئندہ چکھنے کی توقع ہے۔ لَمَّا
میں یہ شرط نہیں ہے۔

۵۔ لَمَّا کا مدخول جائز الحذف ہے لیکن لَمَّا کا ایسا حال نہیں ہے۔ جیسے
فَجِئْتُ قُبُورَهُمْ بَدْعًا دَلَمَّا = فَتَادَيْتُ الْقُبُورَ فَلَمَّا يُجِبُّنَهُ (یعنی لَمَّا اَكُنْ بَدْعًا)
میں ان کی قبروں پر سردار قوم کی حالت میں پہنچا اور اس سے پہلے میں سردار ہوا ہی نہیں تھا۔ میں نے
قبروں کو پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

لَمَّا (جَبَّ) حرف شرط ہے یا حرف وجود و لوجود یا حرف وجوب و وجوب۔ ماضی کے دو محلوں پر آتا ہے
شرط و جزا۔ ابن سراج۔ ابن جنی اور فارسی وغیرہ کا قول ہے کہ لَمَّا حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے
حیث کا ہم معنی۔ ابن مالک نے کہا ہے لَمَّا اِذْ کی طرح ہوتا ہے۔ اِذْ کا مدخول بھی جملہ ماضیہ ہوتا
ہے۔ اور لَمَّا کا بھی۔

لَمَّا کی جزا کا فعل ماضی ہونا بالاتفاق صحیح ہے بلکہ جمہور کے نزدیک شرط ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْكُمْ

إِلَى الْبَرِّ اعْرِضْتُمْ (۱۷: ۶۷) جب اس نے بچا کر تم کو خشکی تک پہنچا دیا تو تم نے رد گردانی کی
ابن مالک کہتا ہے لَمَّا کی جزاء کے مقام میں کبھی ایسا جلد اسمیہ واقع ہوتا ہے جس کا آغاز اذ امفا جائیہ
سے ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ (۶۵: ۶۹) جب اس نے ان کو بچا کر
خشکی تک پہنچا دیا تو ایک دم وہ شرک کرنے لگے۔

یا اس کے شروع میں فاء ہوتی ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْنَاهُمْ إِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (۳۲: ۳۱)
جب ان کو بچا کر خشکی تک پہنچا دیا۔ تو ان میں کچھ لوگ سیدھی جال پر رہے۔

ابن مسعود نے صراحت کی ہے کہ لَمَّا کی جزاء میں کبھی فعل مضارع آتا ہے جیسے ذَلَمَّا ذَهَبَ
عَنْ اِبْرَاهِيمَ الرُّدُءُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ (۱۱: ۷۷) جب ابراہیم کے
دل سے خوف جاتا رہا۔ اور خوشخبری پہنچ گئی تو ہمارے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے
لَمَّا (مگر) استثنائیہ بھی آتا ہے اِلَّا کا ہم معنی۔ جیسے اِنْ كُلِّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶: ۴)
کوئی نفس ایسا نہیں کہ اس کے اعمال کا نگران (فرشتہ) نہ ہو۔ یہ ترجمہ لَمَّا نافیہ کا ہے جیسا کہ بعض لوگ
اس جگہ قائل ہیں۔ محل استثناء کے لحاظ سے ترجمہ اس طرح ہوگا۔: کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ)
ماور ہے۔ (لغات القرآن از مولانا عبدالدائم الجلالی)

== اَلَا - خبردار ہو جاؤ۔ جان لو، سن رکھو، خبردار۔ یہ حرف کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱)
تنبیہ۔ جیسے اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السَّافِهَاءُ (۲: ۱۳) سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں (۲) توبیخ و انکار جیسے
اَلَا زَيْدٌ قَائِمٌ۔ (۳) تمنیٰ جیسے اَلَا تَنْزِلُ عَلَيْنَا مَائِدَةٌ (۴) عرض۔ یعنی کسی چیز کا نرمی سے مانگنا جیسے
اَلَا تُحِبُّونَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴: ۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔
(۵) تخصیص کے لئے۔ یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے جیسے اَلَا تَقَا تَلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوا
اَيْمَانَهُمْ وَاَخْرَاجِ الرَّسُوْلَ وَهُمْ بَدَءُوكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۹: ۱۳) مہلاتم ایسے لوگوں
سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر خدا کے جلا وطن کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور
انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) پہل کی

علامہ زبخرشی رح قاضی بیضاویؒ اور علماء کی ایک جماعت کے خیال میں اَلَا۔ ہمزہ استفہام اور لام
نافیہ سے مرکب ہے جو اپنے مابعد کے تحقیق و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب استفہام
نفی پر داخل ہوتا ہے تو اس سے مزید ثبوت مقصود ہوتا ہے چنانچہ آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَدْرِ عَلٰی اَنْ
يُّحْيِيَ الْمَوْتٰی (۵: ۴۰) کیا اس (خدا) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے۔
اَلَا اِنَّ لَّصُوْلَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ میں اَلَا بطور حرف تنبیہ آیا ہے اور مابعد کی تحقیق پر دلالت کرتا ہے یعنی

سُنْ لَوْ أَنَّكَ مَدَدْتَ يَدَكَ إِلَىٰ مَا بَيْنَ يَدَيْكَ هِيَ .

۲: ۲۱۵ = مَا ذَا - کیا چیز ہے، کیا ہے، مَا حَرِّ اسْتِفْہَام ہے اور ذَا فِصْل کے لئے آیا ہے تاکہ مَا نَافِذ اور مَا اسْتِفْہَام میں تمیز ہو سکے۔ یا مَا اسْتِفْہَام ہے اور ذَا مَوْصُول ہے۔ یا مَا اسْتِفْہَام ہے اور ذَا زَائِد ہے۔

= يُنْفِقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ خرچ کریں۔ انْفَاقٌ (افعال) مصدر = مَا انْفَقْتُمْ = میں مَا مَوْصُول ہے بمعنی الَّذِي۔

= مِنْ خَيْرٍ - اِی مِنْ مَّالٍ - خیر کے معنی بہتر، بھلائی۔ نیکی۔ نیک کام۔ پسندیدہ چیز۔ شرکی ضد ہے۔ خیر بمعنی مال قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے جیسے۔ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ (۲: ۱۸۰) جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور اگر وہ کچھ مال چھوڑ جائیو والا ہو تو تم پر دستور کے مطابق والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرنا فرض ہے خدا سے ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔ يٰۤاِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ (۱۰۰: ۸) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔ = فَلِلْوَالِدَيْنِ - اِی فَاَنْفَقُوْا عَلَى الْوَالِدَيْنِ -

= اِبْنُ السَّبِيلِ - مسافر۔ لفظی معنی ہیں راستہ کا بیٹا۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنُ السَّبِيلِ کہتے ہیں۔

= دَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ - میں مَا مَوْصُول ہے اور خَيْر سے مراد نیکی (کوئی بھی ہو کسی بھی صورت میں ہو) ہے۔ یہ جملہ شرط کے معنوں میں ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ جواب بشرط ہے۔

(۲۱۶۱۲) كُتِبَ عَلَيْكُمْ - كُتِبَ عَلَى - واجب قرار دینا۔ فرض کر دینا۔ الْقِتَالُ اِی الْجِهَادُ۔

= كُزَّةٌ - ناگوار چیز۔ کریمہ۔ مشقت۔ مصدر بمعنی مفعول (مکروہ) ہے جیسے نَقَصٌ بمعنی مَنقُوصٌ ہے

= عَسَى - غنقریب ہے، شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے افعال مقاربہ

میں سے ہے۔ محبوب چیز میں ابد کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے ہے۔

= تَكَوْهُوْا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ كُزَّةٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم ناپسند کرتے ہو۔ تم ناپسند کرو

تم مکروہ سمجھو، تم کوناگوار معلوم ہو، تم کو برا لگے۔ تم کو دشوار لگے۔

۲: ۲۱۶ = الشَّهْرِ الْحَرَامِ - موصوف و صفت۔ حرمت والا مہینہ۔

فَامِدَّةٌ - جمادی الثانی ۱۰ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو آٹھ

(یا بعض کے نزدیک بارہ) مہاجرین کا سردار بنا کر قریش کے ایک قافلہ کے مقابلہ میں بھیجا۔ جس شب یہ

مقابلہ ہوا جس میں قریش کے چند آدمی مارے گئے تھے وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن حضرت عبداللہؓ

اور ان کے ساتھی اسے جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھتے تھے۔ چونکہ رجب کا مہینہ ماہ حرم ہے جس میں قتال ممنوع تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی سخت دلگیر ہوئے کہ ان سے ایسی غلطی سرزد ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل مکہ نے جو گناہ قصداً اور عناداً کئے تھے مثلاً لوگوں کو اسلام سے روکنا۔ اللہ کو نہ ماننا۔ لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا۔ اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا۔ (یعنی مسجد والوں کو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضہ تھے) اور شرک کرنا۔ جو قتل سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ یعنی خود تو اہل مکہ ایسے گناہوں کے مرتکب تھے۔ ان کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں پر طعن و تشنیع کریں۔ باوجود اس کے کہ ان سے یہ فعل غلطی سے سرزد ہو گیا تھا۔

== قِتَالٌ فِيهِ كِبِيرٌ۔ قِتَالٌ باب مفاعلة سے مصدر ہے مُقَاتَلَةٌ بھی باب مفاعلة سے مصدر ہے فِيهِ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الشَّهْرُ الْحَرَامُ ہے کِبِيرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے بڑا (یہاں گناہ ہونے کے لحاظ سے بڑا مراد ہے)

== صَدٌّ۔ صَدٌّ يَصُدُّ (باب ضَرَبَ وَنَصَرَ) کا مصدر ہے۔ رُكْنَا (فعل لازم) روکنا (فعل متعدی) دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدُّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ خدا کے راستہ سے روکنا یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا۔

== كُفْرٌ بِهِ۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اور اس سے کفر کرنا اللہ کو نہ ماننا۔

== وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط ای دَصَدَ عَنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اور مسجد حرام سے روکنا۔

== اخْرَاجُ أَهْلِهِ۔ ای اهل المسجد الحرام۔

== الْفِتْنَةُ۔ فساد و شرک

== الْقَتْلُ۔ بمعنی عمرو حضری کا قتل جو قریش کے قافلہ میں سے تھا۔ اور عام فساد اور شرک بھی مراد ہو سکتا ہے۔

== وَلَا يَزَالُُونَ يُقَاتِلُوكُمْ۔ لَا نَفْي۔ يَزَالُُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول

جمع مذکر حاضر۔ (یہ لوگ) ہمیشہ لڑتے رہیں گے (کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے) لَا يَزَالُ۔ مَا ذَالَ مَا دَامَ۔ ما انفكَّ۔ افعال ناقصہ ہیں ہمیشہ حرف نفی کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں لیکن مثبت کے معنی ادا کرتے ہیں۔

== اِنْ اسْتَطَاعُوا۔ اِنْ شرطیہ ہے اِنْ اسْتَطَاعُوا جملہ شرطیہ ہے اور لَا يَزَالُُونَ... عَدُوٌّ

دِينِكُمْ۔ جزا۔

== حَتَّى يَرُدُّوكُمْ۔ حَتَّى تعلیل کے لئے ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَعْبُدُوا اللَّهَ حَتَّى ادْخُلَ الْجَنَّةَ۔

میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں تاکہ جنت میں جاؤں۔ يَزِدُّكُمْ مَضَارِعَ كَاصِيْفَةٍ جَمْعُ مَذْكُرٍ غَائِبٌ زَدُّ (باب نَصَرَ) سے مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تاکہ وہ تم کو لوٹا دیں۔ وہ تم کو مرتد بنادیں۔ آیت کا ترجمہ ہوگا: یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تنہا لے دیں سے پھر دیں = وَ مَنْ يَزِدْكُمْ مِنْكُمْ - میں مَنْ شرطیہ ہے يَزِدْكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب اِذْ تَدَادُّ (افتعال) مصدر بمعنی لوٹ جانا۔ مرتد ہو جانا۔ اور جو تم میں سے مرتد ہو گیا یعنی اپنے دین سے پھر گیا۔ فَيَمُتْ اور مر گیا (اس کا عطف يَزِدْكُمْ پر ہے)

وَهُوَ كَافِرٌ۔ جملہ حالیہ ہے وَاَلْ حَالِیْکَ وہ کافر ہو۔ وَ مَنْ يَزِدْكُمْ سے لے کر وَهُوَ کَافِرٌ تک شرط۔ اور اس سے اگلا جملہ فَادْلُکَ خَالِدُونَ جزاء ہے۔ = فَادْلُکَ میں فَ ت جواب شرط کے لئے ہے۔ اُدْلُکَ اسم اشارہ جمع مذکر غائب اور مَنْ يَزِدْكُمْ میں ضمیر فاعل مشار الیه ہے۔

= حَبِطَتْ۔ ماضی واحد مَوْنَتٌ غَائِبٌ۔ حَبِطٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وہ اکارت گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے۔

= فِيْهَا۔ حِیَ حرف جار۔ هَا۔ ضمیر واحد مَوْنَتٌ غَائِبٌ۔ النَّارُ (دوزخ) کے لئے ہے اِی فی النار = خَالِدُونَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ خُلُودٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔ سدا رہنے والے ۲: ۲۱۸ = هَا جَرُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُهَاجِرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر (انہوں نے) اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (وطن چھوڑا)

= جَاهِدُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُجَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ انہوں نے جہاد کیا

= يَزْجُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب رَجَاءٌ (باب نَصَرَ) وہ امید رکھتے ہیں۔

۲: ۲۱۹ = الْخَمْرِ۔ شراب انگوری۔ اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام جبکہ وہ نشہ آور ہو "خمر"

ہے لیکن مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہہ دیتے ہیں۔

خمر یا تو اِخْتِمَارٌ بروزن (افتعال) سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا۔ یا یہ مُخَامَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مشتق ہے جس کے معنی چھپالینے کے ہیں۔ چونکہ یہ وسواس کو گم کر دیتی ہے اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے۔ اس لئے خمر سے موموم ہوئی۔

خُمَارٌ وہ چیز جس سے کوئی چیز چھپائی جاوے۔ خِمَارٌ۔ عورت کی اوڑھنی جس کے ساتھ وہ اپنے سر کو چھپاتی ہے اس کی جمع خُمُرٌ ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَ لِيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَى جُيُوبِهِنَّ۔

وہ (عورتیں) اپنے سینوں پر ادرھنیاں اوڑھے رہا کریں۔

== الْمَيْسِرُ - اسم مصدر مسمى - جوا - جوا کھیلنا - يَسِرُ - يَسِيرُ - يَسُرُ (باب صَوَّبَ) جوا کھیلنا - يَسُرُ آسانی (جو میں بھی مال آسانی سے حاصل ہوتا ہے)

فائدہ - قرآن حکیم میں شراب کے حرام ہونے کے متعلق تدریج مندرجہ ذیل آیات ہیں۔

(۱) وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّبِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ (۱۶: ۶۷) اس میں سَكَرًا کو رِزْقًا حَسَنًا سے علیحدہ کر دیا ہے یعنی کھجور اور انگور سے نشہ حاصل کرنا رزق حسن نہیں ہے۔ یہاں شراب کے خلاف لطیف اشارہ ہے۔

(۲) يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ... الخ (۲: ۲۱۹) آیہ ہذا۔ اس کے متعلق شراب کے متعلق فرمان ہے کہ اس میں گو لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں لیکن اس کا گناہ منافع سے بڑھ کر ہے۔ یہ حرمت شراب کے متعلق دوسرا قدم ہے۔

(۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (۴: ۴۳)

(۴۳) یہاں ایک حد تک صریحاً ممانعت کر دی اور یہ حرمت شراب کی طرف تیسرا قدم تھا۔

(۴) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۵: ۹۰) یہاں شراب قطعی طور پر حرام ہو گئی اس کو شیطان کا فعل قرار دیکر اجتناب کا حکم ہو گیا اور جہاں نہی کسی فعل کی ہو اس کا کرنا صریحاً حرام ہے۔ آیہ شریف ۵: ۹۱ بھی اسی مضمون کے متعلق ہے۔

== مَا ذَا - ملاحظہ ہو آیت ۲: ۲۱۵ - متذکرۃ الصدر

== الْعَفْوُ - ای قُلْ الْفُقُو الْعَفْو - الْعَفْوُ - آسان - حاجت سے زیادہ - معاف کر دینا - یہ عَفَا يَعْفُو (باب نصر)

کا مصدر ہے بقدر طاقت جو بن آئے - جو اپنے اور عیال کے خرچ سے زائد ہو - عَفْوٌ بَرِّزَن

مَعُولٌ - بہت زیادہ معاف کرنے والا - یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

== يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر کھول کر بیان کرتا ہے۔

(۲: ۲۲۰) قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ - ای إِصْلَاحُ أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ مِنْ عِنْدِ اخذ اجرة

ولا عوض خیر لکم ای اعطد اجراً - یعنی یتیموں کے اموال یا کاروبار میں بغیر اجرت و عوضانہ ترقی

کی کوشش کرنا - تمہارے لئے بہتر اجر کا باعث ہوگا۔

== اِنْ تَخَالَطَوْهُمْ - اِنْ شَرَطِيهِ تَخَالَطُوا - مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر - مُخَالَطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - اگر تم ان کو ملاؤ - ان سے مشارکت کر لو - جملہ شرطیہ ہے فَاخْوَا سَلَكُمُ جَوَابُ

شرط۔ تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں اس لئے مشارکت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

— الْمُفْسِدَ - اسم فاعل واحد مذکر۔ فَسَادٌ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مصدر۔ بگاڑنے والا۔

— الْمُصْلِحَ - اسم فاعل واحد مذکر اِصْلَاحٌ (اِفعال) مصدر، درست کرنے والا۔ بگاڑنے والے والا۔ صَالِحٌ نیک۔ درست عمل کرنے والا۔

— وَكَوْشَاءَ اللَّهِ لَدَعْنَتَكُمْ - واو عاطفہ کو حرف شرط شَاءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَشِيئَةً (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ اور اگر اللہ چاہتا۔ شَاءَ اصل میں شِئْتِ تھا۔ جی متحرک، ماقبل مفتوح اس لئے ٹی کو الف سے بدلا گیا ہے۔ وَكَوْشَاءَ اللَّهِ جملہ شرطیہ ہے۔ لَدَعْنَتَكُمْ - لام تاکید کے لئے ہے یا جواب شرط کے لئے ہے۔ اَعْنَتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْنَاتُ (اِفعال) مصدر سے۔ جس کے معنی 'شدت میں ڈالنے کے ہیں۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا۔ یعنی اس باب میں کوئی سخت قانون بنا دیتا۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

۲۲۱:۲ = لَا تَنْكِحُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِكَاحٌ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مصدر۔ تم نکاح مت کرو۔ تم عقد نہ کرو۔ الْمُشْرِكِیْنَ - مشرک عورتوں کے ساتھ۔

— يُؤْمِنَنَّ - مضارع جمع مؤنث غائب۔ اِيْمَانٌ (اِفعال) مصدر۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔ وَلَا اِمَّةٌ - لام تحقیق کے معنوں میں ہے۔ اِمَّةٌ - لونڈی، باندی، اسم ہے علامہ بیضاوی کے نزدیک اِمَّةٌ سے مراد عورت ہے خواہ حُرہ ہو خواہ لونڈی ہو۔ کیونکہ سب مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں وَالْاِمَّةُ - ای والمرأة المؤمنة حرة كانت او مملوكة فان الناس كلهم عبيد الله واماءة۔

— وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ - واو حالیہ ہے کو بمعنی اگرچہ۔ عبارت کچھ یوں ہوگی۔ ولو كان الحال ان المشركة تَعْجِبُكُمْ وَتُحِبُّوْنَهَا اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرکہ عورت تمہیں بھلی لگے اور تم اسے چاہتے ہو۔ اَعْجَبَتْكُمْ ماضی واحد مؤنث غائب کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِعْجَابٌ (اِفعال) مصدر۔ وہ تم کو بھلی لگی۔ اِعْجَبَ کے اصل معنی TO EXCITE WONDER to کے ہیں۔ دوسرے میں پسند اور کشش کے جذبات ابھارنا۔ یعنی اگرچہ وہ عورت تم میں پسند اور کشش کے جذبات کا موجب ہو۔ پکھٹالنے اس کا انگریزی میں ترجمہ یہ کیا ہے THOUGH SHE PLEASE YOU اور عبد اللہ یوسف علی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں - EVEN THOUGH SHE ALLURE YOU

— وَلَا تَنْكِحُوا - واو عاطفہ لَا تَنْكِحُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِنْكَاحٌ (اِفعال) مصدر۔ تم نکاح نہ کرو۔ تم عقد مت کرادو۔ الْمُشْرِكِیْنَ یہ لَا تَنْكِحُوا کا مفعول ہے جملہ میں ایک مفعول محذوف ہے،

تقدیر کلام ہے: وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ اور نہ تم اپنی مومن عورتوں کا عقد مشرکین سے کراؤ۔
 = وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ: اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرک تمہیں مہلا لگے۔ پسند آئے۔

= أُولَئِكَ - المشركين والمشركت کی طرف اشارہ ہے۔

أُولَئِكَ - الخ علت بیان کی گئی ہے مندرجہ بالا حکم کی

= يَدْعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ دَعْوَةٌ دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر وہ بلا تے ہیں وہ دعوت دیتے ہیں۔

= بِأَذْنِهِ - اپنے امر و ارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔ توفیق دے کر اور آسانی پیدا کر کے۔

= يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تفعل) مصدر وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔

= يَتَذَكَّرُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تَذَكَّرَ (تفعل) مصدر۔ وہ نصیحت حاصل کریں وہ نصیحت پکڑیں۔

۲۲۲:۲ = الْمَحِيضُ - مصدر مہمی ہے۔ بمعنی حیض آنا۔ جیسے مَبِيْتُ - رات گزارنا۔ مَجِيئُ (ج ی ع) آنا۔ جَاءَ يَجِيئُ - کا مصدر۔ محيض کے معنی (۱) حیض۔ یعنی وہ خون جو مخصوص دنوں میں صفت

خاص کے ساتھ عورت کے رحم سے جاری ہوتا ہے (۲) طرفِ زمان - وقتِ حیض یا زمانہ حیض۔ (۳) طرفِ مکان - مقام حیض۔

= أَذَى - ہر وہ ضرر جو ذی روح کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔ گندگی، بیماری المنجد میں اس کے معنی محوڑا ضرر۔ خفیف نقصان کے لکھے ہیں۔ أَذَى يَأْذِي (سَمِعَ) تکلیف پانا اور أَذَى يُؤْذِي إِذَا (افعال) تکلیف دینا۔ اذی - مادہ۔

= اِعْتَرَلُوا - امر جمع مذکر حاضر۔ تم الگ رہو۔ تم چھوڑ دو۔ (یعنی عورتوں کے پاس زمانہ حیض میں نہ جاؤ) اِعْتَرَلُوا - (افعال) بمعنی چھوڑنا۔ کنارہ کش ہونا۔ ایک طرف ہو جانا۔ الگ ہو جانا۔ اسی سے لفظ معتزلہ نکلا ہے۔ الگ ہو کر بنا ہوا فرقہ (داصل بن عطار اور اس کے پیروکار)

= فِي الْمَحِيضِ - ای فی زمان الحیض۔ حیض کے ایام میں۔

= يَطْهَرْنَ - مضارع جمع مؤنث غائب۔ طَهَارَةٌ وَطُحْرٌ (باب نصر و کرم) یہاں تک کہ وہ عورتیں پاک ہو جائیں۔

= تَطْهَرْنَ - ماضی جمع مؤنث غائب۔ تَطَهَّرَ (تفعل) مصدر۔ پاک ہوں۔ وہ پاک ہوتی ہیں۔ پاک ہو جائیں۔

= فَاتُوهُنَّ - اَتَى يَأْتِي إِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اتوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

هُنَّ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعُ مَوْنَتِ غَائِبٍ۔ پس تم ان عورتوں کے پاس آؤ۔ تم ان سے مجامعت کرو۔
= حَيْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرفِ مکان ہے مبنی بر ضمۃ مِّنْ حَيْثُ أَمَرَ كُمُ اللّٰهُ تَوْجِہًا سے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے یا ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ

= التَّوَابَاتِ۔ تَوَابٌ کی جمع تَوَابٌ فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے تَابَ يَتُوبُ تَوْبَةً
(باب نَصَرَ) مصدر سے۔ بہت پھر آئیوالے۔ بہت توبہ کرنے والے۔ تَوَابٌ۔ ہر دو بہت توبہ کرنے والا (بندہ) بہت توبہ قبول کرنے والا (خدا) کے معنی میں آتا ہے۔

= الْمُتَطَهِّرِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُتَطَهِّرُ واحد مذکر۔ تَطَهَّرَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ پاک و صاف ہونے والے۔ پاک ہونے والے۔ يُحِبُّ کا مفعول ہے۔

۲: ۲۲۳ = حَرَّتْ۔ کھیتی۔ زراعت۔ حَرَّتْ (باب ضَرَبَ) سے مصدر بھی ہے۔ بمعنی بیج ڈالنا کھیتی کرنا۔ کھیت کو حَرَّتْ کہتے ہیں۔

= اَتَى۔ مندرجہ ذیل معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) اسم ظرفِ زمان۔ جیسے فَاتُوا اَحْرَثَكُمْ اَتَى نَسِيتُمْ۔ پس اپنی کھیتی میں جاؤ جب
(۲) اسم ظرفِ مکان۔ چاہو۔ جہاں سے چاہو۔
(۳) (ل) بمعنی کَيْفَ۔ یعنی جیسے جس ہیئت سے چاہو۔

= (ب) بمعنی کَيْفَ۔ کیونکر کیسے۔ اَتَى يُجِبِّي هَذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲: ۲۵۹) خدا اس کے باشندوں کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔

(۴) بمعنی مِّنْ اَيْنَ۔ جیسے يَمْرِيْمُ اَتَى لَكَ هَذَا۔ (۳: ۳۷) اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔

= شِئْتُمْ۔ ماضی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم نے چاہا۔ تم چاہو۔ شَاءَ يَشَاءُ مَشِيئَةً۔ (باب سَمِعَ) مصدر
(نیز ملاحظہ ہو: ۲: ۲۲۰)

= قَدْ مَوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِيْمُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ تم پہلے بھیج دو۔ آگے بھیجو۔ قَدْ مَوْا
لَا نَفْسِكُمْ۔ اور اپنے لئے (اعمالِ صالحہ) آگے (آخرت میں جو کام آئیں) بھیجو۔

مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے صحبت کرنے کو فقط اس وقت کی لذت ہی مقصود نہ رکھو، بلکہ ان فائدوں کا قصد کرو جو دین کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام کاری سے بچنا۔ نیک اولاد کا ہونا۔ کہ تمہارے لئے دعا اور استغفار کرے۔ اور اگر مر جائے تو قیامت میں پیش خیمہ ہو۔ کیونکہ مباح امور اگر خالص اور صحیح نیت کے زیر اثر ہوں تو عبادت بن جاتے ہیں۔

= مُلَاقُوهُ - مُلَاقُوا - اسم فاعل جمع مذکر - مضاف - مُلَاقُوا اصل میں مُلَاقُونَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ اس سے ملنے والے۔ اس کے پاس پہنچنے والے۔ مُلَاقَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر لقی مادہ۔

۲: ۲۲۴ = عُرْضَةً - آر - نشانہ۔ بہانہ۔ ہتھکنڈا۔ اَيْمَانِكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری قسمیں وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ عُرْضَةً لِاَيْمَانِكُمْ اور اللہ کو اپنی قسموں کے لئے آریا بہانہ نہ بناؤ یعنی کسی لچھے کام کے نہ کرنے پر خدا کی قسم نہ کھا بیٹھو۔ کہ جب اس کے کرنے کو کہا جائے۔ تو اپنی قسم کو آر بنا کر نیک کام کرنے سے محروم نہ رہو۔ یا مطلب نکالنے کے لئے بات بات پر قسم نہ کھایا کرو۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے باعزت نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= اَنْ - کہ۔ یہ کہ۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) اَنْ - مصدریہ۔ ماضی و مضارع پر داخل ہو کر مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کا مابعد بمنزل مصدر ہوتا ہے جیسے وَ اَنْ تَصُوْمُوْا حَيْرًا لَّكُمْ - (۱۸۴: ۲) اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے (۲) اَنْ - محقق۔ جو کہ شروع میں ثقیدہ تھا۔ پھر خفیف کر لیا گیا۔ یہ کسی شے کی تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰی - (۲۰: ۷۳) معلوم ہوا کہ بے شک تم میں سے کتنے ہی بیمار ہو جائیں گے۔

(۳) اَنْ - زائدہ۔ جو کہ تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے فَلَمَّا اَنْ جَاءَ الْبَشِيْرُ (۹۲: ۱۲) پھر جب پہنچا خوشخبری دینے والا۔

(۴) اَنْ - مفسرہ۔ یہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے فَادْحٰیْنَا اِلَيْهِ اِنْ اَصْنَعِ الْفُلْکَ (۲۳: ۲۷) ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا۔

یاد دلالت معنوی ہو جیسے وَ اَنْطَلَقَ الْمَلٰٓئِکَةُ مِنْهُمْ اِنْ اٰمَسُوْا - (۶: ۳۸) تو ان میں جو معزز تھے وہ چل کھڑے ہوئے (اور بولے) کہ چلو۔ یعنی ان کے کہنے کا مطلب گویا یہ کہنا تھا کہ تم بھی چلو آیت نہا میں اَنْ مصدر یہ ہے۔

= تَبَرُّوا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ بَرَّ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تَبَرُّوا اصل میں تَبَرُّونَ تھا۔ اَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم نیکی کرتے ہو۔ یا کرو گے۔

= تَتَّقُوا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ اتَّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ بمعنی پرہیز کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ کہ تم بچتے رہو گے۔ ڈرتے رہو گے۔ یا پرہیز کرو گے یا کرتے ہو۔ تَتَّقُوا اصل میں تَتَّقُونَ تھا۔ نون اعرابی

بوجہ عمل اُن گر گیا۔

= تَصْلِحُوا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم صلح کرتے ہو، تم اصلاح کرتے ہو۔ اصل میں تَصْلِحُونَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عمل اُن ساقط ہو گیا۔
اَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ۔ (کہ اللہ کے نام کی قسم کا بہانہ کر کے (تم) نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں اصلاح نہ کرو۔ یا یہ کہ نیکی کرنے کو اور پرہیزگاری کو صلح بین الناس کو خدا کی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= سَمِعَ۔ سَمِعَ سے بروزن فاعِل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سننے والا۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی ”جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے“ عَلِيمٌ عَلِمَ سے بروزن فاعِل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانہ۔ خوب جاننے والا۔ ہر دو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہیں۔
۱: ۲۲۵ = لَا يَأْخُذُكُمُ اللَّهُ۔ اللَّهُ۔ فاعل۔ لَا يَأْخُذُ فعل كُمْ ضمیر مفعول۔ لَا يَأْخُذُ نعل مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ مُؤَاخَذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر بمعنى مَوَازَنَةٌ کرنا۔ گرفت کرنا۔ پکڑ کرنا۔ لہ گرفت نہیں کرے گا تمہاری۔

= بِاللَّغْوِ۔ ب سببیۃ۔ اللَّغْوُ۔ (باب نَصْر) بے معنی بات۔ جو کسی گنتی شمار میں نہ ہو۔ جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے۔ بے ہودہ بات۔ یا بیہودہ چیز۔ اور عجب قرآن مجید میں آیا ہے وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (۲۳: ۲۳) اور جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ پہلو تہی کرتے ہیں۔

لَغْوٌ اس قسم کو کہتے ہیں جو بغیر نیت قسم کے بطور تکیہ کلام کے مُنہ سے نکل جاتی ہے۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آدمی کی لغو قسم اس طرح کہنا ہے کہ لَا ذَا اللَّهُ۔ بَلٰی ذَا اللَّهُ۔ لَا يَأْخُذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اٰیْمَانِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے بیہودہ قسم پر تم سے مَوَازَنَةٌ نہیں کرے گا۔ اَخَذَ۔ ب۔ کسی چیز کو پکڑنا۔ کسی کو گناہ پر سزا دینا۔ مَوَازَنَةٌ کرنا۔

= بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ۔ مَا موصولہ۔ كَسَبَتْ، فعل ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ كَسَبَتْ (باب ضَرْب) مصدر۔ کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا بُرا۔ یہاں اس کا استعمال قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی سے کام کرنے کے لئے ہوا ہے۔ یعنی وہ قسمیں جو تمہارے دلوں۔ نے ارادۂ اور نیت کھائی ہوں۔ لیکن تم سے اس (قسم) پر مَوَازَنَةٌ کرے گا جو تم نے دلی ارادہ سے کھائی ہو جس پر تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو۔

= عَفْوٌ۔ مَغْفِرَةٌ۔ مصدر (باب ضَرْب) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔ حَلِيمٌ۔ حِلْمٌ سے بروزن فاعِل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ۔ جوش غضب اپنے

نفس اور طبیعت کو روکنا۔ بردباری۔ تحمل کرنا۔

۲۲۶:۲ = يُولُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ اِيْلَاءُ (افعال) وہ عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھاتے ہیں۔ اِيْلَاءُ وَالْيَتَّةُ۔ اصل میں اس قسم کو کہتے ہیں کہ جس پر قسم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اصطلاح شریعت میں اِيْلَاءُ اس قسم کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ جماع نہ کرنے پر اٹھائی اَكُوْتُ فِي الْاَمْرِ۔ کے معنی ہیں کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ قسم کھانے کے معنی میں قرآن مجید آیا ہے۔ وَلَا يَأْتِلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ۔ (۲۲:۲۴) اور جو لوگ تم میں سے صاحب فضل (اور صاحب وسعت) ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں۔۔۔۔۔

= تَرَبُّصٌ۔ بروزن تَفَعَّلُ مصدر ہے۔ انتظار کرنا۔ خواہ کسی معاملہ کے ختم ہونے یا پورا ہونے کا انتظار ہو۔ یا کسی سامان کی گرانی یا ارزائی کا۔

آیت میں تَرَبُّصٌ اَرْبَعَةَ اشْهُرٍ۔ مبتدا ہے اور لِلَّذِينَ يُولُوْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ خبر ہے۔ = فَإِنْ فَاءُ ۱۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ فَاءُ ۲۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فَيَنْتَ (باب ضرب) مصدر ف ی و مادہ۔ (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فَاءُ ۳ (کسی چیز کی طرف) لوٹنا۔ اگر (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کر لیں۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ جواب شرط۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے حَتَّىٰ تَفِيئَ اِلَىٰ اَمْرٍ اَوْ يَتَفَقَّهُوْا ظِلَّةٌ (۱۶:۴۸) جن کے ساتھ۔۔۔۔۔ لوٹتے ہیں۔

فَيَنْتَ۔ مال غنیمت۔ فِئَةٌ گروہ، جماعت۔ بھی اسی مادہ سے ہے جس کا مطلب وہ جماعت جس کے افراد تعاون و تقاضد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

۲۲۷:۲ = وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ۔ جملہ شرطیہ ہے ضمیر فاعل۔ عَزَمُوا کا مرجع وہ لوگ ہیں جنہوں نے عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ عَزَمُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ عَزَمَ (باب ضَرْب) مصدر پختہ ارادہ کر لینا۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا ہی پختہ ارادہ کر لیا ہے فَإِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَابَا جواب شرط (تو یاد رکھو) اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (یعنی ان کے قول و فعل اور نیت سے بخوبی واقف ہے)۔

(۲۲۸:۲) = اَلْمُطَلَّقَاتُ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث۔ تَطْلِقُ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ طَلَّقَ مادہ۔ طلا دی ہوئی عورتیں۔

= يَتَرَبَّصْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب معنی امر غائب تَرَبَّصُ (تَفَعَّلُ) مصدر سے (نکاح) روکے رہیں۔ منتظر رہیں۔ انتظار کریں۔ بِأَنْفُسِهِنَّ۔ اپنے آپ کو۔

= قُرُوءٌ - جمع - قُرْءٌ واحد - الْقُرْءُ - کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں - اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ مَا يَدُّهُ - دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعے کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے - لہذا قُرْءٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا - بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے - احناف کے نزدیک اس سے مراد یہاں حیض ہے - اور شوافع کے نزدیک طہر - مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں - یا انتظار کریں -

= لَا يَحِلُّ - مضارع منفی واحد مذکر غائب - حُلُولٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی نازل ہونا - اور حِلٌّ - (باب ضرب) مصدر سے بمعنی حلال ہونا - جائز ہونا - یہاں پر مؤخر الذکر معنی مراد ہیں - یعنی حلال نہیں ہے - جائز نہیں ہے -

= اَنْ يَكْتُمْنَ - اَنْ مصدر یہ - يَكْتُمْنَ - مضارع منصوب جمع مؤنث غائب - كَتَمَ (باب نصرم) مصدر - کہ وہ عورتیں چھپائے رکھیں -

= اَرْحَامِهِنَّ - مضاف مضاف الیہ - اَرْحَامٌ - جمع ہے رَحْمٌ کی - عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے - هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب -

= بُعُولَتُهُنَّ - مضاف مضاف الیہ - بُعُولَةٌ - جمع ہے بَعْلٌ کی - جیسے فَحْوَلَةٌ جمع ہے فَحْلٌ کی - ان عورتوں کے خاوند - قرآن مجید میں ہے وَ هَذَا بَعْلِي شَيْخًا (۷۲: ۱۱) اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں -

= رَزَّهِنَّ - مضاف مضاف الیہ - ان عورتوں کا لوٹانا - ان کا پھیر لینا - یعنی ان عورتوں کو واپس اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں -

= فِيْ ذٰلِكَ - اِیْ فِیْ مَدَّةِ ذٰلِكَ التَّرْوِیْحِ - اس مدت کے دوران - اس انتظار کے اندر اندر - اِصْلَاحًا - سنوارنا - صلح کرنا - درست کرنا - یعنی اگر وہ (مطلقہ عورتوں کے خاوند) تعلقات درست کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں -

= وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ - اِیْ وَلِلنِّسَاءِ عَلَی الْاِنْدَاجِ حَقٌّ مِّثْلُ حَقِّ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ لِلْاِنْدَاجِ - اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں -

= بِالْمَعْرُوْفِ - عام دستور کے مطابق - معروف طریقے کے مطابق -

= دَرَجَةً - مرتبہ - (مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ کی فضیلت ہے -

= عَزِیْزٌ - غالب - زبردست - قوی - مشکل - دشوار - عِزَّةٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل

مبالغہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ زجاج نے اس کے معنی کئے ہیں۔ ایسا زبردست جس پر کوئی غالب نہ ہو سکے۔

— حَكِيمٌ = حکمت والا۔ بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کے صیغہ میں سے ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲۲۹:۲ = الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ۔ اس میں ال عہد کا ہے۔ ای التطليق الدرجی اثنتان۔ طلاق رجعی دو ہیں۔ یعنی وہ طلاقیں جن کے بعد طلاق دینے والا رجوع کر سکتا ہے صرف دو ہیں۔ تیسری طلاق کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا تا آنکہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔ پھر وہ شخص اپنی رضامندی سے اسے خود طلاق نہ دے دے۔

— فَأَمَّا كَإِبْعَارٍ — ای اذا راجعها بعد التليقة الثانية فعليه ان يسكها بمعروف یعنی جب دوسری طلاق کے بعد اس نے عورت سے رجوع کیا تو انہیں بعد یا تو قاعدہ اور دستور کے مطابق عورت کو اپنے پاس روکے رکھے یا.....

إِمَّا كَإِبْعَارٍ بروزن افعال مصدر بمعنی روکے رکھنا۔

= اَدْ تَسْرِحُ بِإِحْسَانٍ۔ اَوْ بمعنی یا۔ تَسْرِحُ لکال دینا۔ رخصت کر دینا۔ چھوڑ دینا۔ روانہ کرنا بروزن فَعِيلٌ مصدر ہے۔ سَرَخَ لَيْسَرَخَ (باب فتح) سَوَّخٌ مصدر۔ بمعنی بیچ دینا۔ سَرَخَ (باب تفعیل) سے تَسْرِحُ بمعنی بیوی کو طلاق دینا۔ رخصت کرنا۔ سَوَّخٌ ایک پھل دار درخت۔ سَرَخْتُ الْبَلَّ میں نے اونٹ کو سرح درخت چرایا۔ پھر چراگاہ میں کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَ لَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ مُّحِينٌ تَرِيحُونَ وَ حِينٌ تَسْرَحُونَ (۶:۱۶) اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل میں) چرانے لے جاتے ہو۔ تو ان سے تمہاری عزت و شان ہے۔ اور چرواہے کو سَارِحٌ کہا جاتا ہے۔

إِحْسَانٌ۔ نیکی۔ بھلائی۔ حُسْنِ سلوک۔ یا حُسْنِ سلوک سے اسے چھوڑ دے۔

= لَا يَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حلال نہیں۔ جائز نہیں۔ دیکھو (۲:۲۲۸) متذکرۃ الصدق

= مِمَّا۔ مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ اَتَيْتُمُوهُنَّ۔ اَتَيْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جو تم نے ان عورتوں کو دیا۔

= إِلَّا۔ حرف استثناء سوائے (اس صورت کے)

= اَنْ يَخَافَا اَنْ لَا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَخَافَا۔ مضارع منصوب۔ تثنیہ مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ ان دونوں کو خوف ہو یا اندیشہ ہو۔

الَّا - مرکب ہے اَنْ مصدر یہ اور لَا نافیہ سے - يُقِيمًا - مضارع منصوب تثنیہ مذکر غائب - اِقَامَةً - (افعال) سے مصدر - کہ وہ دونوں ٹھیک ٹھیک (حدود اللہ کو) قائم نہ رکھ سکیں گے - اگرچہ اَلَّا - تخصیض (برا لگینے کے لئے) کا حرف ہے لیکن قرآن مجید میں یہ اس معنی میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا = فَانْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ - جملہ شرطیہ ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ - جواب شرط ہے - لَا جُنَاحَ - کوئی گناہ نہیں - کوئی مضائقہ نہیں - کوئی حرج نہیں -

فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ - مَا موصولہ - افْتَدَتْ بِهٖ - صلہ - ہ صمیم واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصولہ ہے فَلَا جُنَاحَ بِهٖ - کوئی گناہ نہیں ان دونوں کے لئے اس مال کے دینے میں جو عورت فدیہ کے طور پر دے کر (خاوند سے رہائی حاصل کرے)

= لَا تَعْتَدُوْهَا - لَا تَعْتَدُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - اِعْتَدَا (افعال) مصدر - ہ صمیم واحد مونث غائب - جس کا مرجع حُدُودُ اللّٰهِ ہے تم ان حدود سے تجاوز مت کرو -

= مَنْ يَّتَعَدَّ - مَنْ شرطیہ ہے - يَّتَعَدَّ مضارع واحد مذکر غائب - اصل میں يَتَعَدَّى تھا - جو حدود الہیہ سے تجاوز کرے گا -

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ - جواب شرط ہے - پس وہی یہ انصاف ہیں -

= فَاِيْدَا - وَلَا يَحِلُّ فَلَا تَعْتَدُوْهَا - اس آیت میں یکے بعد دیگرے صیغوں کے بدلنے سے اشکال پیدا ہو گیا ہے - وَلَا يَحِلُّ شَيْئًا میں تَأْخُذُوا - اور اَتَيْتُمُوْهُنَّ میں صیغہ جمع مذکر حاضر - استعمال ہوا ہے - اور آگے اِلَّا اَنْ يَّتَخَفَا اَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللّٰهِ میں تثنیہ مذکر غائب استعمال ہوا ہے - پھر اِنْ خِفْتُمْ میں صیغہ جمع مذکر حاضر آ گیا ہے اور اس کے فوراً بعد اَلَّا يُقِيمَا اور عَلَيْنِہما میں پھر تثنیہ مذکر غائب کا صیغہ ہے اور افْتَدَتْ بِهٖ میں واحد مونث غائب کا صیغہ ہے - انراں بعد فَلَا تَعْتَدُوْهَا میں پھر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے -

اس کا حل کچھ یوں ہے :- شروع کلام میں تمام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے لہذا جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے - پھر کوئی خاوند بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے - جن کو ڈر ہو کہ وہ (اکٹھارہ کر) حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے - لہذا ان کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا - خِفْتُمْ میں پھر عوام المسلمین سے خطاب ہے - اس لئے صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا - آگے يُقِيمَا اور عَلَيْنِہما میں پھر اسی قبل الذکر خاوند اور بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے - لہذا صیغہ تثنیہ مذکر غائب لایا گیا - افْتَدَتْ بِهٖ میں اس جوڑے میں سے بیوی کے عمل کا ذکر ہے کہ وہ اس مشکل کے حل میں کیا کرے - لہذا واحد مونث غائب کا صیغہ استعمال ہوا - اس طرح اس جوڑے کی مشکل کا حل بتا کر تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ یہ ہیں اللہ کی

حُدود ان سے آگے مت بڑھو۔ اب اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے ہمال اپنی بیویوں کو دیا ہے (ان کو تھپوڑتے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس لو یا سوائے اس صورت کے کہ کوئی دو خاوند بیوی کو ڈر ہو کہ اکٹھا رہنے میں وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ واقعی وہ دونوں خاوند بیوی حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جائز ہے دونوں کے لئے کہ عورت اپنی خلاصی کے لئے فدیہ ادا کرے (دونوں کے لئے جائز اس واسطے کہا کہ اس صورت میں عورت کے لئے جائز ہے کہ چٹکائے کے لئے فدیہ میں کچھ دے اور مرد کے لئے جائز ہے کہ فدیہ لے لے اور عورت کی خلاصی کر دے) ۲۳۰:۲ = فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ ہے پھر اگر وہ اس عورت کو (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد تیسری) طلاق دیدے فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہَا۔ جواب شرط۔ لَا تَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حِلٌّ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ عورت حلال نہیں۔ تَنْكِحَ واحد مؤنث غائب۔ (باب ضَرَبَ) زَوْجًا غَيْرَہَا۔ (اسم مفعول) جوڑا (حیوانات سے) نر اور مادہ کو علیحدہ علیحدہ بھی زوج کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر حیوانات میں بھی ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد۔ زوج کہتے ہیں۔ جیسے آسمان و زمین سفیدی۔ سیاہی وغیرہ۔ زَوْجَہُ اس مرد کی بیوی۔ اور زَوْجَہَا اس عورت کا خاوند۔ یہاں زَوْجًا بمعنی دوسرا خاوند۔ غَيْرَہَا پہلے خاوند کے سوا۔ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَہَا۔ جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کر لے۔

تَنْكِحَ۔ وہ (عورت) نکاح نہ کر لے۔ یہاں اس آیت میں نکاح سے مراد وطی کرنا ہے۔ تفسیر ماجدی میں ہے: نکاح یہاں اپنے اصطلاحی شرعی معنی میں یعنی عقد نکاح کے مرادف نہیں۔ بلکہ اپنے اصلی اور لغوی معنی میں یعنی ہمبستری کے مرادف ہے۔

= فَإِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ یعنی اگر وہ دوسرا خاوند اس عورت کو طلاق دیدے
= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا۔ عَلَيْهِمَا اور يَتَرَاجَعَا میں تثنیہ کا صیغہ اس عورت اور اس کے پہلے خاوند کے لئے آیا ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔ اَنْ مصدر یہ ہے۔ يَتَرَاجَعَا مضارع منصوب کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے تَرَاجُعٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ کہ دونوں نکاح کی طرف لوٹیں یعنی دوبارہ آپس میں نکاح کر لیں۔

= اِنْ ظَنَّا۔ اِنْ شرطیہ۔ ظَنَّا ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ ظَنُّ (باب نَصَرَ) مصدر۔ بمعنی اُٹھل کرنا۔ گمان کرنا۔ ظَنُّ بمعنی یقین بھی آیا ہے۔ جیسے وَظَنَّا اَنَّهُ الْفِرَاقُ (۲۸:۷۵) اور اس نے یقین کیا کہ آیا اب وقت جدائی کا۔ یہاں آیت ہذا میں اِنْ ظَنَّا بمعنی دونوں کو یقین ہو یا گمان غالب ہو۔ اِنْ ظَنَّا اَنَّهُ يَفِيمَا حَدُّدَ اللّٰهِ۔ اگر وہ دونوں یقین رکھتے ہوں کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

حملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط وہی حملہ مذکورہ بالا۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ أَنْ يَتَرَاجَعْنَ بِهِنَّ جملہ ہدایں اَنْ مصدریہ
= یَبَيِّنَنَّهَا۔ یُبَيِّنُ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے
ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= قَوْمٌ يَعْلَمُونَ۔ قوم جو علم رکھتی ہے۔ یعنی اہل عقل و دانش

۲۳۱:۲ = بَاخَنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب بُلُوغُ (باب نصر) وہ پہنچیں۔ وہ پہنچ جائیں۔
= آجَلَهُنَّ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی مدت مقررہ۔ آجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ اسی وجہ سے موت
کو بھی آجَل کہتے ہیں۔ اَجَالَ جَمْع۔

= اَمْسِكُوهُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان عورتوں کو روک
رکھو۔ ان کو رکھ لو۔

= سَرَّحُوهُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تَسْرِيحٌ (تَفَعَّلَ)
مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کر دو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔
= بِمَعْرُودٍ۔ معروف طریقہ پر۔ شرافت اور عزت کے ساتھ۔

= لَا تُمْسِكُوهُنَّ۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو مت روک
= ضَرَّارًا۔ مفعول لہ۔ ضَارٌّ يَضَارُّ۔ ضَرَارٌ اَوْ مُضَارَّةٌ مصدر (باب مفاعلة) ایذا دینا۔ تکلیف
پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ایک دوسرے کو گزند پہنچانا۔

= لَتَعْتَدُوا۔ یہ لام لا تُمْسِكُوهُنَّ کے متعلق ہے اور یہ بھی مفعول لہ ہو کر ضَرَّارًا کا بیان ہے۔ وَلَا
تُمْسِكُوا..... لَتَعْتَدُوا۔ اور تکلیف دینے کے لئے انہیں نہ روکو۔ کہ پھر ان پر زیادتی کرنے لگو۔ یعنی
زیادہ دنوں تک رکھنے اور کچھ دینے پر مجبور کرنے کے ساتھ ان پر ظلم کرو۔

اَعْتَدُوا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَدَاءُ (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد
سے گزر جاؤ۔

= لَا تَتَّخِذُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتَّخَذَ (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ نون اعرابی حذف ہو گیا ہے۔ تم
مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔

= هُزُوا۔ هَذَا۔ يَهْزَأُ (باب فتح) دِهْزَى۔ يَهْزَأُ (باب سَمِعَ) کا هُزُوٌ مصدر ہے۔ مذاق
اڑانا۔ مٹھا کرنا۔ یہاں بطور اسم مفعول ہے۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ اور اللہ کی آیات کو ہدف
مذاق مت بناؤ۔

= وَمَا أُنْزِلَ۔ میں مَا کا عطف لِعَمَّتِ اللہ پر ہے۔ اِی وَاذْكُرُوا مَا أُنْزِلَ۔ یعنی اللہ نے جو

نعمتیں تم پر نازل کیں۔ ان کو یاد کرو اور (اس) کتاب اور حکمت کو بھی یاد کرو جو اس نے (اپنے رسولوں کی معرفت) تم پر نازل کیں۔

يَعْظُمُ بِهٖ - جس کے ذریعہ وہ تم کو نصیحت کرتا رہتا ہے۔ بِهٖ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب مَا اَنْزَلَ کی طرف راجع ہے

= اتَّقُوا - فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اتَّقَاءُ (افْتَعَالُ) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پر بہیز گاری اختیار کرو اتَّقُوا اللہ۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم اللہ سے ڈرو۔

۲۳۲:۲ = وَاِذَا طَلَقْتُمْ بِالْمَعْرُوفِ ہیں وَاِذَا۔۔۔ اَجَافُہُنَّ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا تَعْصُلُوہُنَّ۔۔۔ اَزْوَاجُہُنَّ۔ جواب شرط۔ اِذَا تَرَاصَّوْا میں اِذَا طرف زمان ہے معنی جب کہ۔

لَا تَعْصُلُوہُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَصَلَ (باب نَصَو) مصدر سے۔ جس کے معنی عضلہ (پیٹھا) پکڑ کر باندھ دینا۔ یا دوسرے الفاظ میں سختی سے روک دینا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر حاضر یا تو پہلے خاوندوں کے لئے ہے یا عورتوں کے سرپرستوں کے لئے۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جس کا م جمع وہ عورتیں جن کو دوبارہ طلاق دی جا چکی ہو۔ یعنی وہ عورتیں جن کو دوبارہ طلاق دی جا چکی ہو ان کو اپنے خاوندوں سے (اس سے مراد ان کے پہلے خاوند ہیں یا نئے خاوند ہیں جن سے وہ نکاح کرنا چاہیں) نکاح کرنے سے مت روکو۔

= اَنْ يَنْكِحَنَّ۔ میں اَنْ مصدر یہ ہے يَنْكِحُ مزارع جمع مؤنث غائب نِكَاح مصدر کہ وہ عورتیں نکاح کریں یا نکاح کر لیں۔

= تَرَاصَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَرَاصَّوْا (تفاعِل) مصدر۔ وہ آپس میں راسی ہوئے یعنی وہ مطاقہ کرتیں اور ان کے خاوند پہلے یا نئے جن سے وہ نکاح کرنے پر باہمی رضا مند ہوں۔

= بِالْمَعْرُوفِ۔ معروف کے معانی ہیں جانی پہچانی چیز۔ قانون۔ قاعدہ دستور، حسن معاملہ حسن معاشرہ اچھا طریق۔

= ذٰلِكَ۔ یہ۔ اشارہ اس طرف ہے جو عورتوں کو روکنے سے پرہیز کرنا۔ اور باہم رضا مندی کا خیال رکھنا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے

= يُوعَظُ بِهٖ۔ يُوَعِّظُ۔ مزارع مجہول واحد مذکر غائب۔ دَعَّظُ (باب ضَرَبَ) مصدر سے وہ نصیحت کیا جاتا ہے۔ بِهٖ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب ذٰلِكَ کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَوْمَ يَأْتِيهِ الْيَوْمُ الْآخِرُ۔ یہ جملہ اپنی تمام تاویلات صرفی و نحوی کے

يُؤْخِطُ كَامْفَعُولٍ مَالِمُ لُسُيْمٍ فَاِلْمَ بِهِ۔ تم میں سے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔

= ذَلِكُمْ۔ یہ۔ یہی۔ ذَا۔ اسم اشارہ بعید کے لئے آئے کُمُ حرف خطاب ہے اور اسی لئے مخاطب کے حالات کے اعتبار سے تذکیر۔ تانیث۔ تثنیہ۔ جمع میں بدلتا رہتا ہے

= اَزْكٰى۔ اَفْلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے زیادہ پاک و پاکیزہ۔ اَعْظَمُ بَرْكَهٖ وَ نَفْعًا۔ برکت اور نفع میں بڑھ کر
= اَظْهَرُ۔ اَفْلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے۔ زیادہ پاک۔ زیادہ پاکیزہ۔ طَهَارَةٌ۔ (باب نَصْرٍ) مصدر۔ پاک ہونا۔

= وَالْوَالِدَاتُ۔ اسم فاعل جمع مَوْنَتُ۔ اَلْوَالِدَةُ۔ واحد۔ وِلَادَةٌ۔ (باب ضَوْبِ) بمعنى عورت کا بچہ جنما۔ وَالِدَاتُ۔ مائیں۔ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے چونکہ دونوں جگہ مطلقہ عورتوں کا ہی بیان ہے اسی لئے سیاق و سباق کا لحاظ کرتے ہوئے وَالِدَاتُ سے مراد یہاں مطلقہ عورتیں ہی ہیں اور ان ہی کے لئے رضاعت کی یہ مدت بیان کی گئی ہے۔ عمومی رضاعت کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے متعلق قرآن مجید کی آیت یہ آئی ہے۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهُ وَهَنًا عَلٰى ذَهْنٍ وَفِصْلُهُ فِىْ عَامَيْنِ (۱۴: ۳۱) اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر اٹھاتے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے اسے جھننے کے بعد) اور (آخر کار) دوبرس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔ یا۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهُ وَفِصْلُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا۔ (۱۵: ۴۶) اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے اس کو جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہوتا ہے۔

بعض کے نزدیک اَلْوَالِدَاتُ سے مراد جمع والدات ہیں خواہ وہ مطلقات ہوں یا متزوجات۔
= يُرْضِعَنَّ۔ مضارع جمع مَوْنَتُ غَائِبِ مضارع بمعنى امر استجبالی (مستحب) ہے۔ اِرْضَاعُ (باب افعال) وہ دودھ پلائیں۔ جیسے اوپر آیت ۲: ۲۲۸ میں يَنْزِلُ الرِّضْعُ مضارع بمعنى امر آیا ہے الرِّضَاعَةُ۔ دودھ پلانا۔ (باب ضَوْبِ۔ سَمِعَ۔ فَتَحَ۔ تَمِنُوتُ سے آتا ہے)

= حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔ موصوف و صفت۔ پورے دو سال۔

= لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّتِمَّ الرِّضَاعَةُ۔ اى هذا الحكم لمن اراد..... الرِّضَاعَةُ۔ یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔

= عَلَى۔ اس کے ذمہ

= اَلْمَوْلُودُ لَهُ۔ اى الَّذِى يُوْلَدُ لَهُ۔ كُضْمِيرٌ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبِ اس الَّذِى (مقدرہ) کی طرف راجع ہے اَلْمَوْلُودُ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وِلَادَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ بنا ہوا۔ جس کے لئے وہ جنا گیا ہے۔ لَهُ۔ میں لام اختصاص کا ہے۔ بجائے اَلْوَالِدُ۔ کے اَلْمَوْلُودُ لَهُ آئیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ

مائیں بچوں کو ان کے باپوں کے لئے جنتی ہیں کیونکہ مولود باپ دادا کی اولاد ہوتی ہے اور انہیں کی طرف منسوب کی جاتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔

وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ - اور باپ کے ذمہ ہے)

= رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ - خوراک ان کی اور لباس ان کا - كِسْوَةٌ واحدة كِسَاءٌ جمع - كِسَى يَكْسِي (باب سَمِعَ) متعدی بیک مفعول - لباس پہننا - اور كَسَى يَكْسُو (باب نَصَرَ) متعدی بدو مفعول لباس پہنانا - یا پہننے کو دینا - باب نَصَرَ کی مثال - ثُمَّ نَكَّسُوْهَا لَحْماً (۲: ۲۵۹) پھر ہم ان (انڈیوں) پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں -

باب سَمِعَ سے قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

= بِالْمَعْرُوفِ - دستور کے مطابق - عادت رائج الوقت کے مطابق - اعتدال کے ساتھ کہ کسی فریق پر ناجائز بوجھ نہ ہو۔

= لَا تَكْلَفُ - مضارع منفی مجہول واحد مَوْنٌ غَائِبٌ - تَكْلِفٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے اسے تکلیف نہیں دی جائے گی۔

= اِلَّا دُسْعَهَا - مضاف مضاف الیہ - اس کی طاقت - اس کی وسعت - اس کی سمائی سَعَةً (باب سَمِعَ) سے مصدر۔

= اِلَّا تَضَارَّ - فعل نہی معروف (مجہول بھی ہو سکتا ہے) صیغہ واحد مَوْنٌ غَائِبٌ مُضَادَّةٌ (مفاعلة) مصدر - یعنی رنج پہنچانا - تنگ کرنا - ضرر پہنچانا - دکھ دینا - نہی معروف کی صورت میں لَا تَضَارَّ اصل میں لَا تَضَارُّ تَتَّھا - دو را - اکٹھی ہو گئیں - پہلی را کو دوسری را میں مدغم کیا اور دوسری را اجتماع ساکنین کے سبب متحرک ہو گئی اور چونکہ اس سے ماقبل فتح اور الف تھا - اس لئے تجانس کے سبب فتح کے ساتھ متحرک ہو گئی جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: مَن يَزِدْكَ مِنْكَ عُتْدَةٌ (۵: ۵۴) کہ يَزِدْكَ (باب افتعال) اصل میں (بطور مضارع مجزوم) يَزِدْكَ تَتَّھا - ذ کو ذ میں مدغم کیا - اجتماع ساکنین سے دوسری ذ متحرک ہو گئی - بوجہ ماقبل پر فتح کے فتح کے ساتھ متحرک ہو گئی - اور يَزِدْكَ ہو گیا = يَوْلَدِهَا - ب سبب ہے وَلَدِهَا - مضاف مضاف الیہ - بسبب اس کے بچے کے - بسبب اپنے بچے کے۔

= وَلَا مَوْلُودٌ لَهُ يَوْلَدُهَا - اِذَا لَا يَضَارُّ مَوْلُودٌ لَّهٗ بِسَبَبِ وَلَدِهَا - اس جملہ کا عطف ماقبل کے جملہ پر ہے۔

مطلب یہ کہ: نہ ماں اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) باپ کو دکھ پہنچائے اور نہ باپ

اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) ماں کو دکھ پہنچائے۔ لہٰذا اور لکھا (اپنے) میں اضافت کی تکرار اس لئے لائی گئی تاکہ وہ سمجھیں کہ اس طرح اول دکھ تو وہ اپنے بچے کو پہنچا رہے ہیں۔

اگر لَا تُضَادُّ کو نفی مجہول یا جائے تو اس کی صورت یہ ہوگی۔ تَضَادُّ اصل میں لَا تُضَادُّ تھا۔ دوسرا اکٹھے ہوئے ایک کو دوسری میں مدغم کیا۔ دوسری ز کو پہلی ز کی فتح کے ساتھ متحرک کیا۔ لَا تُضَادُّ ہو گیا۔ مجہول ہونے کی صورت میں بھی وہی معنی ہیں جو معروف ہونے کی صورت میں ہیں لیکن عکس ترتیب کے ساتھ۔

= دَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ - اس جملہ کا عطف جملہ دَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ پر ہے۔ اور درمیانی کلام بطور جملہ معترضہ المعروف کی تفسیر ہے۔ الْوَارِثِ سے مراد باپ کے وارث اور لڑکے کے وارث دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ذَلِک سے مراد وہ ذمہ داریاں جو باپ کے ذمہ تھیں۔ یعنی رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ وغیرہ وغیرہ۔

= فَإِنْ أَرَادَ انْصِلَاحًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا تَشَادُّرٌ - جملہ شرطیہ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا جَوَابٍ شَرْطٍ۔
= إِنْ أَرَادَا = ماضی تثنیہ مذکر غائب إِنْ شرطیہ۔ اگر وہ دونوں چاہیں۔

= فَصَلَا - اسم فعل۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعله سے مصدر بھی ہے۔ یعنی باہم جدا ہونا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

= تَرَاضٍ - باہمی رضامندی۔ آپس کی خوشی۔ ایک دوسرے سے راضی ہونا۔ تَرَاضِيٌّ (تَفَاعُلٌ) مصدر ہے تَى حرف علت بوجہ ثقالت کے ساقط ہو گئی۔

= تَشَادُّرٌ - آپس میں مشورہ کرنا۔ بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔

= وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ - جملہ شرطیہ اور اگلا جملہ جواب شرط ہے إِنْ شرطیہ

أَرَدْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ إِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ تم نے چاہا۔ اَنْ - مصدر یہ۔

تَسْتَرْضِعُوا - مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَرْضَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ اَنْ تَسْتَرْضِعُوا

أَوْلَادَكُمْ میں اَوْلَادَكُمْ - مضاف مضاف الیہ لکر تَسْتَرْضِعُوا کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اول

محذوف ہے والمراد اَنْ تَسْتَرْضِعُوا الْمَوَاضِعَ لِأَوْلَادِكُمْ او الْمَوَاضِعَ وَالْمَوَاضِعَاتِ جمع لمرضعۃ

وَمَوَاضِع - دودھ پلانے والی عورت (مطلب یہ کہ اگر تم چاہو کہ تم اپنی اولاد کو کسی دوسری دودھ

پلانے والی عورت سے دودھ پلاؤ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ تو کوئی حرج نہیں ہے جملہ جواب شرطیہ ہے

= اِذَا سَلَّمْتُمْ مَا تَكْسِبُ بِالْمَعْرُوفِ - جملہ شرطیہ جس کا جواب شرط محذوف ہے اس پر اس

کا ماقبل دلالت کرتا ہے (الاتقان) تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔

سَلَّمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَسْلِمٌ (تفعیل) مصدر۔ سپرد کرنا۔ سَلَمْتُمْ۔ اِی سَلَمْتُمْ اِلَى الْمَرْضَعِ۔ تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔ مَا مَوْصُولٌ ہے۔ اَتَيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِیْتَاءُ (افعال) مصدر۔ تم نے دیا۔ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ صلہ اور موصول مل کر مفعول ثانی ہے سَلَّمْتُمْ کا۔ جو کچھ تم نے دینا تھا۔ المراضع کا مفعول اول ہے۔ مطلب یہ ہے۔ بشرطیکہ تم نے دودھ پلانے والی عورتوں کو دستور کے مطابق جو دینا تھا ادا کر دیا ہو۔

= الْمَعْرُوفُ۔ یہ سَلَّمْتُمْ کے متعلق ہے۔ یعنی ایسا طریقہ جو شریعت میں مستحسن اور متعارف ہو۔
= وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

= اِعْلَمُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ علم (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔ بَصِيرٌ بروزن فاعل بمعنی فاعل ہے۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

وَاتَّقُوا اللَّهَ..... بَصِيرٌ۔ یہ بچوں اور نادانوں کے متعلق جو پہلے بیان کیا گیا ہے اس کی حفاظت اور اس پر کاربند ہونے کی تاکید ہے۔

۲۳۴:۲ = يَتَوَقَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَوَقَّى (تفعیل) مصدر۔ وفی۔
مادہ الْوَاوِی۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَادْفُوا الْكَيْلَ اِذَا حِلَمْتُمْ (۲۵:۱۷) اور جب کوئی چیز باپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو۔ اور کہتے ہیں تَوَقَّيْتُ الشَّيْءَ اِذَا اَخَذْتُهُ دَاقِيًا وَتَاقًا۔ کسی چیز کو پوری طرح اور مکمل طور پر لینا۔ يَتَوَقَّوْنَ (جب) ان کی روئیں مکمل طور پر قبضہ میں لی جاتی ہیں۔ یعنی مر جاتے ہیں ان کی روئیں قبض کی جاتی ہیں۔ اسی سے فوت ہو جانا بمعنی مرجانا ہے۔ وَالَّذِينَ يَتَوَقَّوْنَ مِنْكُمْ۔ تم میں سے جو لوگ وفات پا جاتے ہیں یا مرجائیں
= يَذَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں۔ یا چھوڑ دیتے ہیں۔ وَذَرُوا (باب ضریح) مصدر۔ يَذَرُونَ اصل میں يُوْذَرُونَ تھا لیکن عمومی تلفظ مضارع کا باب سمع سے کیا جاتا ہے وہ چھوڑ دیتا ہے يَذَرُونَ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاسْعَوْا اِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ (۹:۶۲) تو خدا کی یاد کی طرف (یعنی نماز کی طرف) جلدی کرو۔ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔

وَيَذَرُونَ اَذْوَاجًا۔ اور وہ پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں

= يَتَرَكُضْنَ بِانْفُسِهِنَّ۔ مضارع بمعنی امر۔ یعنی وہ اپنے آپ کو روک رکھیں۔ یا انتظار کریں

نیز ملاحظہ ہو۔ (۲۲۸:۲)

= اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا۔ چار ماہ اور دس دن

فَاُيَدَا۔ تین سے دس تک اگر معدود مذکر ہو تو عدد مؤنث آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہو

تو عدد مذکور آتا ہے عَشْرًا مذکور ہے پس اس کا معدود مؤنث ہونا چاہئے وہ لیلِ امڈوف بہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عَشْرَةٌ دس دن کی بجائے عَشْرًا دس رات کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کے متعلق مختلف جوابات مفسرین نے دیئے ہیں۔

منجملہ یہ کہ عرب ایسے موقع پر جب معدود ملفوظ نہ ہو۔ عدد مؤنث استعمال نہیں کرتے چنانچہ صُمْتُ عَشْرَةً نہیں کہیں گے بلکہ صُمْتُ عَشْرًا کہیں گے۔ حالانکہ روزہ دن کو رکھا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ لَّيْلَتَكُمْ اِلَّا عَشْرًا (۲۰: ۱۰۳) تم ۱ دنیا میں صرف دس دن ہی ہے ہو۔ صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں: لفظ عَشْرًا کو مؤنث ذکر کرنا لیلانی کے اعتبار سے ہے کیونکہ لیلانی کے اعتبار سے ہی مہینوں اور دنوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی عدد کو لیلالی اور ایام میں مبہم کرنا منظور ہوتا ہے تو لیلالی کو ایام پر غلبہ دے کر لیلالی کا استعمال کرتے ہیں اور ایسے موقع پر مذکر کا استعمال نہیں کرتے۔

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ میں خطاب عام اہل امت کو ہے۔ اِی اَیْہَا الْاُتْمَةُ وَالْمُسْلِمُونَ جَمِیعًا۔ ۲: ۲۳۵ = لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ۔ یہاں خطاب مطلقہ عورتوں کو جو عدت کی مدت پوری کر رہی ہوں ان کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھنے والے مردوں سے ہے۔

= فَمِنْ اَعْرَضْتُمْ بِہِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ۔ فی بمعنى اس بارہ میں۔ یا اس بابت ما موصولہ۔ اَعْرَضْتُمْ ب ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعْرِیضٌ (تَفْعِیلٌ مصدر۔ اشارۃ یا کنایۃ کہنا۔ تم نے اشارۃ یا کنایۃ کہا۔ جو تم نے مبہم طور پر بغیر کھولے بات کی۔ لغات القرآن میں تفسیر کبیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمہ تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔ تعریض۔ لغت میں تصریح کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اپنی کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ جو اپنے مقصود پر بھی دلالت کی صلاحیت رکھتی ہو اور غیر مقصود پر بھی مگر جانب مقصود کی طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح ہو۔ یہ اصل میں عرض الشئ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی جانب اور کنارے کے ہیں۔ گویا تعریض کرنے والا شخص اپنے مقصد کے گرد کھومتا ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک ما جتہد شخص ایک شخص سے کہ جو اس کی حاجت برآری کر سکتا ہو کہنے لگے میں تو حضور کے سلام کو حاضر ہوا ہوں اور محض آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ اسی معنی میں یہ مصرعہ ہے۔ وَحْسِیْکَ بِالتَّسْلِیْمِ مَنِی تَقَاضِیًا۔ (بجھ سے تقاضے کو میرا سلام ہی کافی ہے۔

۴ ضمیر واحد مذکر غائب ما موصولہ کی طرف راجع ہے۔ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ متعلق اَعْرَضْتُمْ بِہِ ہے خِطْبَةُ پیغام نکاح۔ نکاح کی بات چیت۔ خَطَبٌ یَخْطُبُ (بَابُ نَصْرٍ) کا مصدر ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہوا کہ:۔ اے مرد و جو متذکرہ بالا عدت پوری کرنے والی عورتوں سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہو نکاح کے سلسلہ میں جو بات تم تعریفاً کہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں

= اَوَاكُنْتُمْ فِي الْفَيْسِكُمْ۔ اس جملہ کا عطف حملہ سابقہ پر ہے۔ اَكُنْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے دل میں چھپا دیا۔ تم نے دل میں محفوظ رکھا۔ اِكْنَانُ (افْعَالُ) مصدر۔ دل میں چھپانا۔ محفوظ رکھنا۔ دُرِّمَكُنُونُ چھپا ہوا موتی۔

یا تم (ارادۃ نکاح کو) اپنے دلوں میں ہی چھپائے رکھو (تب بھی تم کو) کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
= سَتَدُكُرُوْنَهُنَّ۔ س ماضی جمع مذکر حاضر۔ س ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَدُكُرُوْنَهُنَّ ماضی جمع مذکر حاضر۔ غائب۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث۔ تم ان سے (نکاح کا) ذکر کرو گے

= لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا۔ لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تُوَاعِدُوْا مصدر مُوَاعِدَةٌ (مفاعلة) سے ہے۔ جس کے معنی کسی سے وعدہ کرنے کے ہیں۔ تم ان سے وعدہ نہ کرو۔ سِرًّا۔ سِرٌّ۔ چھپی ہوئی بات کو کہتے ہیں۔ مجید۔ راز۔ دل میں جو بات چھپی ہو اس کو سِرٌّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اسْتِرَازٌ ہے بطور کنایہ اور مجاز کے سِرٌّ بمعنی جماع۔ نکاح۔ نکاح کرنے کا اظہار کرنا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے یہاں یہ بطور نکاح مستعمل ہے۔
سِرًّا مفعول بہ ہے۔ اِی لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ نِكَاحًا (لیکن) ان عورتوں سے (ایام عدت) میں باہم نکاح کا وعدہ نہ کرو۔

= اِلَّا حُرْفُ اسْتِثْنَاءٍ اَنَّ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ مستثنیٰ۔ یہ مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اِی لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ مُوَاعِدَةً اِلَّا مُوَاعِدَةً مَّعْرُوْفَةً یعنی ان سے باہمی کوئی مواعدہ نہ کرو سوائے معروف طریقہ کے مواعدہ کے جس کا ذکر فیما عَرَضْتُمْ بِہِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ میں اوپر ہو چکا ہے۔ اَنَّ مصدر یہ ہے

= وَلَا تَعْرِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ۔ لَا تَعْرِمُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَرِمَ (باب ضَرْبٍ) غرم کرنا۔ قصد کرنا۔ عُقْدَةُ النِّكَاحِ مضاف الیہ مل کر لَا تَعْرِمُوْا کا مفعول۔ عقد نکاح۔ نکاح کی بندش۔ نکاح کی گرہ۔ ترجمہ: اور نہ ارادہ کرو عقد نکاح کا عُقْدَةُ کے معنی گرہ۔ بندش۔ روکاؤٹ۔ کنت۔ مثلاً کہتے ہیں عُقْدَ لِسَانِہُ۔ اس کی زبان پر گرہ لگا دی گئی۔ اور فِی لِسَانِہِ عُقْدَةُ۔ اس کی زبان میں کنت ہے قرآن مجید میں ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ (۲۰: ۲۶) اور میری زبان کی گرہ کھول دے
= اَنْکِیْبُ۔ اِی ما کتب من العدة۔ عدت کی مقرر کردہ مدت

= اَجَلٌ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی مدت مقررہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اَلْکِتَابِ کی طرف راجع ہے

= حَتَّى - حرف جر ہے۔ انتہار غایت کے لئے ہے۔ تا آنکہ عدت کی مقررہ مدت اختتام کو پہنچ جائے

= فَاحْذَرُوهُ - اِحْذَرُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ حَذَرٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ کہ ضمیر

واحد مذکر غائب کا مرجع اَللّٰہ ہے پس تم اس سے (یعنی خدا سے) ڈرو۔ یا ڈرتے رہو۔

= غَفُورٌ - صیغہ مبالغہ - بڑا بخشنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

حَلِيمٌ - حِلْمٌ سے فِعْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت بردبار۔ تحمل والا۔ جوش غضب

سے نفس اور طبیعت کو روکنے والا۔ باوقار۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۳۶ = مَا كَمْ تَمْسُوْهُنَّ - مَا - کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) مَا - شرطیہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہیں کی۔

(۲) مَا - مصدر یہ ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ کہ ابھی تک تم نے ان سے مجامعت نہیں کی۔

(۳) مَا - موصولہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔

لَمْ تَمْسُوْا - مضارع نفی جہد بکرم۔ جمع مذکر حاضر۔ مَسَّ - مَسَّاسٌ وَمَسَّاسَةٌ - (باب نَصَرَ و سَمِعَ)

چھونا۔ لگ جانا۔ رگڑ لگ جانا۔ لاحق ہونا۔ قرب صنفی یعنی جماع کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب

مَا كَمْ تَمْسُوْهُنَّ - جن کو تم نے (ابھی تک) چھوا نہیں۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی۔

= اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً - اس جملہ کا عطف جملہ سالبہ پر ہے۔ ای اولہ تفروضوا لہن

یا نہیں مقرر کیا تم نے۔ نہیں متعین کیا تم نے۔ نہیں فرض کیا تم نے۔ فَرَضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ فَرَضَ

اگر علی کے ساتھ آئے تو اس کے معنی کسی چیز کے واجب اور ضروری قرار دینے کے ہیں جیسے اِنَّ الَّذِي

فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ (۲۸: ۸۵) بے شک جس نے (یعنی خدا نے) تم پر قرآن (کے احکام کو) فرض کیا

ہے اور جب فَرَضَ لَام کے ساتھ آئے تو متعین کرنے اور مقرر کرنے کے معنی دیتا ہے۔ جیسے قَدْ فَرَضَ

اَللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةً اَيُّهَا نِكُمْ (۶۶: ۲) خدا نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے۔ آیت

ہذا میں بمعنی مقرر کرنا۔ متعین کرنا مستعمل ہے۔

= فَرِيْضَةٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مؤنث۔ اس کی جمع فَرَائِضٌ ہے۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم

کیا ہوا حکم۔ یہاں مقرر کیا ہوا مہر مراد ہے۔ فَرِيْضَةٌ (فَعِيلَةٌ) کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ اس میں ت

اس لئے لائی گئی ہے کہ لفظ و صفت سے اسمیت کی طرف منتقل ہو جائے۔ اس کا منصوب ہونا مفعول

ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو۔

= وَ مَتَّعُوْهُنَّ - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر تَمَتَّعَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ متاع وہ سامان ہے جو کام میں آتا

ہے۔ جس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ مال جو کسی عورت کو قربت سے پہلے طلاق دینے کی صورت

میں جب کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہ کی گئی ہو دیا جاتا ہے ھُنَّ صَمِیر مفعول جمع مَوْنَتْ غائب۔ مَتَّعُوْھُنَّ تم ان (عورتوں) کو کچھ متاع دیدو مَتَّعُوْھُنَّ کا عطف مقدر پر ہے اِی فَطَلِقُوْھُنَّ وَ مَتَّعُوْھُنَّ۔ یعنی طلاق دیدو اور ان کو اس قدر متاع دو کہ وہ اس سے کچھ فائدہ حاصل کریں۔

== عَلَی الْمَوْسِعِ قَدْرُهُ وَعَلَى الْمُقْتَرِ قَدْرُهُ یہ مَتَّعُوْھُنَّ کی صراحت ہے۔ مَتَّعُوْھُنَّ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس قدر متاع مطلقہ کو دیا جائے۔ یہاں اس کی وضاحت کی ہے کہ مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ صاحب ثروت اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دیوے۔

الْمَوْسِعُ - اسم فاعل واحد مذکر اِسْتَاعَ (افْعَالُ) مصدر - بالدار - وسعت والا۔ الْمُقْتَرُ - اسم فاعل واحد مذکر - اِثْتَارُ (افْعَالُ) مصدر - فقیر - تنگ دست - نادار - کم مایہ - یہ اصل میں قَتَارٌ وَ قَتَرٌ سے ہے جس کے معنی اس دھواں کے ہے جو کسی چیز کے بھونکنے یا لکڑی کے جلنے سے اٹھتا ہے۔ گویا مُقْتَرٌ اور مُقْتَرٌ بھی ہر چیز سے دھوئیں کی طرح لیتا ہے۔ یعنی لکڑی جو جل رہی ہوتی یا ترکاری جو پک رہی ہوتی ہے وہ تو ملتی نہیں صرف بجاپ سو لگنے کو مل جاتی ہے۔

قَتَرٌ وَ قَتَرَةٌ وَ قَتَرٌ - یعنی گرد و غبار قَتَرٌ (باب ضَرَوْ وَ نَصَرُوْ) قَتَرٌ - مصدر بمعنی تنگی سے گزارہ کرنا۔

== قَدْرُهُ - مضاف مضاف الیہ - اس کی وسعت - اس کی گنجائش۔
عَلَى الْمَوْسِعِ قَدْرُهُ - بالدار کے لئے اس کی وسعت کے مطابق (متاع دینا ہے) اور تنگ حال کے لئے اس کی طاقت کے مطابق۔

== مَتَاعًا - اسم مصدر ہے لیکن بطور مصدر بمعنی تمتیعاً استعمال ہوا ہے اِی مَتَّعُوْھُنَّ تَمْتِيعًا۔ بدیں وجہ منصوب ہے۔ (متاعاً فائدہ پہنچانا معروف طریقہ سے)

== حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ - اس کی دو صورتیں ہیں

۱، یہ مَتَاعًا کی صفت ہے اِی مَتَاعًا وَاِجْبًا عَلَیْھُمْ۔ یعنی متاع جو کہ (محسنین) پر واجب ہے۔

۲، بطور مفعول مطلق استعمال ہوا ہے اِی حَقٌّ ذٰلِكَ حَقًّا۔ یہ متعہ کا دینا محسنین پر واجب ہے۔

== مُحْسِنِينَ - احسان کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔ نیکو کار

۲: ۲۳۴ = وَ قَدْ فَرَضْتُمْ لَھُنَّ فَرِیْضَةً۔ در آنحالیکہ تم نے ان کا مہر مقرر کیا ہوا ہے موضع حال میں

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِی فَلَھُنَّ نِصْفُ الْفَرِیْضَةِ۔ تو اسی مقرر کردہ مہر کا نصف ان عورتوں

کو ادا کرو۔ مَا۔ موصولہ ہے۔

== اِلَّا اَنْ یَّعْفُوْنَ - اِلَّا حرف استثناء اَنْ مصدر یہ یَعْفُوْنَ۔ مضارع جمع مَوْنَتْ غائب

عَفْوٌ (بَابُ نَصَرَ) وہ عورتیں معاف کر دیں۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں (اپنا حق) معاف کر دیں۔
= اَوْ۔ حرف عطف ہے۔ یا۔

= يَعْفُو۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ یا یہ کہ وہ معاف کر دے۔

= الَّذِي يَمِدُّهُ عُقْدَةُ النِّكَاحِ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے بعض نے اس سے مراد عورت کا ولی لیا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کا شوہر ہے کیونکہ یہ شوہر ہی ہے جو نکاح کے باندھنے اور کھولنے کا مالک ہے اس صورت میں شوہر کے معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا نصف حصہ بھی عورت کو دیدے اس طرح پورا مہر عورت کی طرف آجائے گا۔

= دَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاَوْ عَاطَفْتُمْ اَنْ مَّصْرِيْہٖ ہُوَ تَعْفُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دَاَنْ تَعْفُوْا مبتداء۔ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی خبر۔ تمہارا معاف کر دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔

تَعْفُوْا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اس میں خطاب (ا) خاوند سے ہے۔ ای ہو خطاب

للزوج والمعنى وليعف الزوج فيترك حقه الذي ساق من المهر اليها قبل الطلاق فهو اقرب للتقوى۔ یہ خطاب خاوند سے ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ خاوند معاف کر دے اور مہر جو اس نے طلاق سے قبل بیوی کو ادا کیا ہوا ہے اس میں سے اپنے حصہ پر اپنے حق کو ترک کر دے یعنی وہ بھی معاف کر دے۔ یہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ یہ صورت تب پیدا ہوگی کہ جب خاوند نے مہر سے قبل ہی پورا مہر عورت کو ادا کر دیا ہو اور اب قریب سے قبل ہی طلاق کی صورت میں ادا تھا تو عورت کو بمصدق فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اے معاف کرنا ہی پڑے گا۔ تو باقی نصف جس کا وہ مستحق ہے اسے واپس لینے کی بجائے وہ بھی عورت کو معاف کر دے

(۲) یہاں خطاب مردوں اور عورتوں دونوں کو ہے۔ والمعنى وعفو بعضكم عن بعض ايها

الرجال والنساء اقرب الى حصول التقوى۔ اے مرد و اے عورتو! تمہارا ایک دوسرے کو معاف کر دینا (یعنی عورت سارا مہر معاف کر دے یا مرد سارا مہر ادا کر دے) حصول تقویٰ کی بہتر صورت ہے۔ وَلَا تَنسَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نَسِيَانٌ (بَابُ سَمِعَ) مصدر۔ تم مت بھولو۔ تم فراموش مت کرو۔ الْفَضْلُ۔ اسم فعل۔ آپس کے تعلقات کی سہلائی۔ میاں بیوی کے سلوک میں خوشگوارى۔ پاسداری لحاظ، مروت۔ اور اگر اللہ کی طرف سے ہو تو بمعنی خیر و برکت۔ ہدایت و کرم۔

۲۳۸:۲ = حَفِظُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مَحَافِظَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ تم محافظت کرو۔

تم نگرانی کرو۔ تم حفاظت کرو۔

= الصَّلَوَات - نمازیں - جمع الصَّلَاة - واحد -

= وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى - موصوف و صفت - درمیانی نماز - الْوُسْطَى اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے
الْوُسْطَى - مذکر اس جملہ کا عطف جملہ سابق پر ہے اِی حِفْظُوا عَلَی الصَّلَوَاتِ وَحَفِظُوا عَلَی الصَّلَاةِ
الْوُسْطَى - یہ خاص کا عطف عام پر مزید اہتمام کے لئے ہے - یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر صلوٰۃ
وُسْطَى کی - الصَّلَاةِ الْوُسْطَى سے کوئی نماز مراد ہے اس پر متعدد اقوال ہیں -

۱، نماز فجر - حضرت عمر - حضرت عبداللہ بن عمر - حضرت ابن عباس - رضی اللہ تعالیٰ عنہم و امام مالک
امام شافعی - عکرمہ - معاذ بن جبل - امام ابو حنیفہ رحمہ

۲، نماز ظہر - زید بن ثابت رضی - ابو سعید خدری رضی - اسامہ بن زید رضی -

۳، نماز عصر - حضرت ابن مسعود رضی ابو ایوب انصاری رضی ابو ہریرہ رضی - ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی - قتادہ رضی
حسن بصری رحمہ

۴، نماز مغرب - قیس بن ذویب رضی - لیکن سلف میں سے کسی نے اس کو نقل نہیں کیا -

بعض متاخرین کے نزدیک بغیر کسی روایتی ثبوت کے غشا بھی لکھا ہے - بعض علمائے پانچوں نمازوں

میں سے کوئی نماز مراد لی ہے - اللہ تعالیٰ نے اس کو مبہم رکھا ہے تاکہ سب نمازوں کی پابندی کی جائے
= قَوْمُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قیام (باب نصر) مصدر - تم کھڑے ہو -

= قَلْبَتِیْن - اسم فاعل جمع مذکر بحالت جبر و نصب - فرماں بردار اطاعت گزار قنوت (باب نصر)
مصدر بمعنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا - عبادت میں ہمہ تن مصروف ہونا - اور اس کے ماسوا کے
توجہ پھیر لینا - قرآن مجید میں ہے اِنَّ اَبْرَآءَہِمۡمَ کَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِلّٰہِ - (۱۶: ۱۲۰) بے شک حضرت
ابراہیم لوگوں کے امام اور خدا کے فرمانبردار تھے -

= فَاِنْ خِفْتُمْ فِرَاجًا اَوْ دُرُکْبَانًا - اِی فَاِنْ خِفْتُمْ مِنْ عَدُوٍّ وَاٰخَرِہٖ فَصَلُّوْا رَاکِبِیْنَ اَوْ

رَاکِبِیْنَ - اِنْ شَرَطِیْہ خِفْتُمْ مِنْ عَدُوٍّ وَاٰخَرِہٖ جملہ شرطیہ - فصلوا راکبین اور اکبین جواب شرط

رجاء اور کباناً ضمیر فصلوا سے حال ہیں - اگر تم کو دشمن وغیرہ کا ڈر ہو تو پیادہ چلنے کی حالت میں یا سوار

کی حالت میں نماز پڑھ لو - مطلب یہ کہ اگر تمہیں دشمن کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یہ ڈر ہو کہ نماز میں خشوع و

خضوع - رکوع و سجود کی خاطر خواہ ادائیگی اور جملہ حقوق نماز کی ادائیگی بہ اہتمام تمام ملحوظ نہیں رکھی جائیگی

تو تم پیادہ چلنے کی حالت میں یا کسی سواری پر سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لو خواہ دوران نماز قبلہ رخ رہنا

بھی ممکن نہ ہو - یہ صلوٰۃ خوف بدوران قتال و حرب ہے اور بدون حرب و قتال کے متعلق سورۃ النساء میں

مفصل ارشادات ہیں - وَاِذَا کُنْتَ فِیْہُمْ فَاقۡمۡ لَہُمۡ (۴: ۱۰۲)

= فَآذَانُكُمْ - ف عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان اَمِنْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پھر جب تم امن سے ہو جاؤ۔ اور خوف جاتا ہے۔

= فَآذِكُمْ وَاللّٰهُ - اِی فصلوا اللہ - کما - ك تشبیہ کے لئے ہے مَا موصولہ یا مصدر یہ ہے اور مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ - عِلْم کا مفعول ثانی ہے - كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مفعول اول - ترجمہ ہوگا: پھر جب تم امن سے ہو جاؤ۔ تو اللہ کو یاد کرو۔ یعنی نماز پڑھو جس طریق سے خدا نے تم کو (بتوسط بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔

۲: ۲۴۰ = وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ اٰزْوَاجًا - ملاحظہ ہو ۲: ۲۳۴ - متذکرہ بالادِصِيَّةً اِی فلیُوصُّوا دِصِيَّةً - انہیں چاہئے کہ وہ وصیت کر جائیں (اس صورت میں دِصِيَّةً مفعول ہوگا فلیُوصُّوا کا) = مَتَاعًا - کے منصوب ہونے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں

(۱) یہ مفعول مطلق ہے - اِی مَتَّعُوْهُنَّ مَتَاعًا -

(۲) یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لِيُوصُّوْا مَتَاعًا

(۳) یہ دِصِيَّةً کا مفعول ہے اِی لِيُوصُّوْا دِصِيَّةً مَتَاعًا -

مَتَاعًا سے مراد وہ چیزیں جن سے عورتیں نفع اٹھائیں۔ یعنی نان و نفقہ۔ کپڑا وغیرہ = اِلَى الْحَوْلِ - ایک سال تک کے لئے۔

= غَيْرَ اِخْرَاجٍ اِلٰی مَا هُوَ اَزْوَاجِهِمْ سے - گھروں سے نکالے بغیر۔

= فَاِنْ خَرَجْنَ - حملہ شرطیہ - اگلا سارا جملہ مِنْ مَّحْرُوفِ تک جواب شرط ہے

= وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيْمٌ - اللہ زبردست ہے جو اس کے حکم کے خلاف کرے اس سے بدلہ لے سکتا ہے حکمت والا ہے - جو اس کے احکام کی تعمیل کرے گا تو دیکھے گا کہ وہ احکام حکمت سے پُر ہیں اور ان کی اطاعت میں بندہ کی اپنی ہی مصلحت ہے۔

۲: ۲۴۱ = وَالْمُطَلَّقَاتِ - لام اسحقاق کا ہے اَلْمُطَلَّقَاتِ جمع ہے اَلْمُطَلَّقَةُ کی جو اسم مفعول واحد نونث بمعنی طلاق دی گئی عورت ہے - یہاں اَلْمُطَلَّقَاتِ سے مراد جمیع مطلقات ہیں یعنی معروف ناعدہ کے مطابق حملہ مطلقہ عورتوں کو متعہ کا حق حاصل ہے۔

= حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ - حَقًّا - منصوب بوجہ مفعول مطلق کے ہے ملاحظہ ہو ۲: ۲۳۸ متذکرہ بالا - مطلب یہ ہے کہ یہ متعہ کا دینا متقین پر واجب ہے۔

۲: ۲۴۲ = كَذٰلِكَ - ك تشبیہ کا ہے ذٰلِكَ کا اشارہ ان احکام کی طرف ہے جو طلاق، عدت اور متعہ کے متعلق اوپر بیان ہو چکے ہیں - اسی طرح۔

= يَبَيِّنُ - مضارع واحد مذكر غائب تَبَيَّنَتْ (تَفَعَّلَ) مصدر - کھول کر بیان کرنا۔

= لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ - عقل الشئ ادر کہ علی حقیقتہ کسی شئی کی حقیقت کو سمجھ لینا (معجم الوسيط) تدبر کرنا (المبند) مطلب یہ کہ کسی شے پر غور و فکر اور تدبر کر کے اس کی حقیقت سمجھ لینا۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح اللہ نے متذکرہ بالا احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ان پر غور و فکر کرو۔ اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔

= اٰیٰتِہٖ - مضاف مضاف الیہ۔ اپنی آیات۔ اپنی نشانیاں۔ اپنے احکام۔

۲: ۲۲۳ = اَلَمْ تَرَ = ہمسزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ۔ مضارع مجزوم نفی جہد لم۔ واحد مذکر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ صاحب تفسیر منطہری اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: یہ لفظ مابعد کا حال سننے کے لئے شوق اور تعجب دلاتا ہے۔ پس اَلَمْ تَرَ کہنا تعجب دلانے میں ایک مثل ہو گیا۔ اور اس سے ایک ایسے شخص کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ جس نے اس سے پہلے یہ واقعہ نہ سنا ہو اور نہ دیکھا ہو یا یہ تقریر اور تاکید ہے ایسے شخص کے لئے جس نے ان کا قصہ اہل کتاب اور اہل تاریخ سے سُن لیا ہو۔ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (اے مخاطب) کیا تو میرے بتانے سے بھی نہیں سمجھتا اور اس میں ایک قسم کا تعجب دلاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اَلَمْ تَرَ کا لفظ آیا ہے اور اس کو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا۔ وہاں سب جگہ اسی قسم کے معنی مراد ہیں۔

= اَلْوَفَّ - اَلْف کی جمع ہزاروں۔ وَهَهُ اَلْوَفَّ ضمیر خرجوا سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔

= حَدَّرَ اَلْمَوْتَ - مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لہ خرجوا سے۔

= مُؤْتُوْا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر مَوْتٌ ذی باب نَصْوٍ مصدر۔ تم مرجاؤ۔

= ثُمَّ اَحْيَاهُمْ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فقال لہم اللہ موتوا ثم اَحْيَاهُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا۔ جاؤ پس وہ مر گئے۔ پھر اس نے ان کو زندہ کر فائدہ :- یہ کون لوگ تھے جن کو مرنے کا حکم دیا گیا اور پھر مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کر گیا۔ کس زمانے کے تھے کہاں بستے تھے۔ کہاں سے نکلے کہ ہر کو گئے کیوں گئے۔ ان سب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن یہ امر واضح نظر آتا ہے کہ یہ قصہ اس آیت کے نزول کے وقت لوگوں کے علم پہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت دریافت نہ کیا۔ ویسے بھی یہاں آیہ کا مقصد کسی تاریخی واقعہ کا بیان کرنا نہیں بلکہ یہ امر ذہن نشین کرنا مقصود ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے انسان کسی بھاگ کر اپنی کوششوں سے بچ نہیں سکتا اس لئے اس قصہ کے تاریخی پس منظر

کر دینے کی ضرورت نہیں۔

= لَذُو فَضْلٍ - لام تحقیق و تاکید کے لئے ہیں ذُو فَضْلٍ - مضاف مضاف الیه - فضل کرنے والا۔
 ۲۴۴:۲ = دَقَاتِلُوا اِنِّیْ سَبِّیْلُ اللّٰهِ - اور اللہ کی راہ میں لڑائی لڑو (جہاد کرو) یہ بات ذہن نشین کرا دینے کے بعد کہ موت و حیات اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کوئی اپنے جیلہ سے موت کو ٹال نہیں سکتا۔ اور نہ زندگی کو بڑھا سکتا ہے اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سر بلندی کے لئے جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے
 جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فاطیعوا دَقَاتِلُوا

= سَمِعَ عَلَیْمٌ - سننے والا سَمِعَ سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور حجب یہ حق تعالیٰ کی شان میں ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو عَلَیْمٌ - خوب جاننے والا۔ عَلِمَ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فَعِلٌ یہ بھی اسماء حسنیٰ میں سے ہے
 ۲۴۵:۲ = مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا - مَنْ استفہامیہ ہے۔ مبتدا۔ ذَا خبر ہے
 الَّذِیْ یا ذَا کی صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔ قَرْضًا منصوب بوجہ مصدر بمعنی اقراضا ہے یا بوجہ مفعول - حَسَنًا صفت ہے قَرْضًا کی - ترجمہ - ہے کوئی ایسا جو اللہ کو قرض حسنہ دے

= فِیْضِعْفَ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَةً - جواب استفہام کے لئے یَضَاعِفَہ میں یَضْعِفُ مضارع منصوب کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مضاعفہ (مُضَاعَلَةٌ) مصدر باب مفاعلہ مشارکت کی وجہ سے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ ہے۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب قَرْضًا کے لئے۔ اور لَہٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب قرض دینے والے کے لئے ہے۔ اَضْعَافًا - ضِعْفُ کی جمع ہے ضِعْفُ اسم مصدر اور بطور مفعول مطلق مستعمل ہے اس کو اَضْعَافًا (بطور جمع) تنوین کے لئے بیان کیا ہے۔ کَثِیْرَةً - بہت، واحد مؤنث لیکن اطلاق جمع کے موقع پر بھی ہوتا ہے۔

ترجمہ :- تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) قرضہ حسنہ دینے والے کے لئے اس قرض (کی جزاء) کو کئی گنا بڑھا دے
 = یَقْبِضُ - مضارع واحد مذکر غائب قبض (باب ضَرَبَ) مصدر - وہ تنگ کرتا ہے وہ روکتا ہے
 الْقَبْضُ کے معنی کسی چیز کو پورے پنچے کے ساتھ پکڑنا۔ کے ہیں۔ جیسے قبض السیف تلوار کو پکڑنا۔
 = یَبْصُطُ - مضارع واحد مذکر غائب - بَسَطَ (باب نَصَرَ) مصدر کشادہ کرتا ہے فراخ کرتا ہے
 بسط مادہ - قرأت میں بعض نے ص سے اور بعض نے س سے پڑھا ہے

بَسَطَ الشَّیْءَ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے اور توسیع کرنے کے ہیں پھر استعمال میں کبھی دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنی متصور ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے بَسَطَ الثَّوْبَ اس نے کپڑا پھیلایا
 اسی سے اَلْبَسَ ط ہے جو ہر پھیلی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے اور بَسَطَ کبھی بمقابلہ قَبْضُ بھی آتا ہے جیسے

آیت ہذا میں (خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے) اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے :
 وَكَوَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ - (۲۲ : ۲۷) اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا۔ اور
 وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ الْجِسْمِ (۲۴ : ۲) اس نے اُسے علم بھی بہت بخشا اور تن و توش بھی بڑا عطا کیا۔
 = وَالْيَدِ تَرْجِعُونَ ۝ إِلَيْهِ أَى إِلَى اللَّهِ - تَرْجِعُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر حاضر - رَجَعَ (باب
 ضَرَبَ) تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم پھرے جاؤ گے۔

۲۴۶ : ۲ = أَلَمْ تَرَ - ہنرہ استفہامیہ - لَمْ تَرَ - مضارع نفی جہد بکلمہ - کیا تو نے نہیں دیکھا - تَرَ
 اصل میں تَرَى تھا - یا کو حذف کیا گیا ہے۔

= أَلْمَلَأَ - سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت - اسم جمع معرف باللام - مجرور - م ل ء مادہ
 أَلْمَلَأَ - وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہدایت و ہلال سے
 بھر دے - اس کا مفرد کوئی نہیں ہے - اس کی جمع أَمْلَأُ ہے مَلَأَ يَمْلَأُ (باب فتح) مَلَأَ وَمَلَأَةً
 مصدر یہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ بھر دینا - مِلْءٌ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار
 (نیز ملاحظہ ہو ۱۱ : ۹۷)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَأِ أَى أَلَمْ تَرَ إِلَى قِصَّةِ الْمَلَأِ (بنی اسرائیل) کیا تمہیں علم نہیں بنی
 اسرائیل میں سے بعض گروہ سرداران کے قصہ کا - (روح البیان) اى أَلَمْ تَرَ قِصَّةَ الْمَلَأِ اَوْحَدِ يَتِمُّ
 (روح المعانی) أَلَمْ تَرَ - کیا تو نے نہیں دیکھا - کیا تو نے غور نہیں کیا - کیا تجھے خبر نہیں۔
 فائدہ : أَلَمْ تَرَ - عربی میں یہ طرز خطاب ایسے موقع پر آتا ہے کہ جب مخاطب کو کسی بڑے
 اہم اور معروف واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے - رویت سے ہیث چشم بصارت سے دیکھنا
 مراد نہیں ہوتا بلکہ وہم و تمیل اور غور و فکر اور عقل کی راہ سے بھی مطالعہ و مشاہدہ مراد ہوتا ہے اور جب
 اس فعل کا صلہ الی کے ساتھ آتا ہے تو کوئی مقصود کوئی نتیجہ نکالنا یا عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے -
 (تفسیر ماجدی)

= مِنْ ابْنِ إِسْرَائِيلَ - میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

= مِنْ بَعْدِ مُوسَى - اى مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ اَوْ مِنْ بَعْدِ زَمَانِهِ

= اِذْ قَالُوا لِنَبِيِّ لَّهُمْ - اِذْ بَدَلْ هُوَ مِنْ بَعْدِ سَبْعِينَ رَجُلًا مِمَّنْ ذُكِّرُوا بِهِ

ترجمہ ہوگا - کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اپنے
 پیغمبر سے کہا - یا - کیا تجھے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے قصہ کی خبر نہیں جس نے حضرت موسیٰؑ کے
 کے زمانہ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا -

== اِلْعَثُّ لَنَا مَلَكًا ثَقَاتِلٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ یہ مقولہ ہے قَالُوا كَا۔ اِلْعَثُّ تو بھیج۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِلْعَثُّ (باب فتح) مصدر۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اٹھانا۔ کھڑا کرنا۔ اور سامنے کرنا۔ اِلْعَثُّ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک بشری دوسری الہی۔ اگر اس کی نسبت فاعلی انسان کی طرف ہو تو اس کو بشری کہیں گے جیسے کسی ایک شخص کا دوسرے شخص کو روانہ کرنا اور بھیجنا۔ اگر یہ نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کو الہی کہا جائے گا۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا۔ دوسری مثال مردوں کو جلانا ہے۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو بھی سرفراز فرماتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

دِيَارِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ دِيَارٌ جمع دَارٌ کی نا صمیر جمع مشکلم۔ ہمارے گھر ہمارے شہر ہمارے وطن۔ وَابْنَانَا۔ وَادُّ عَاطِفٌ ابْنَانَا مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ دِيَارِنَا معطوف علیہ۔ تقدیر کلام یوں ہے مِنْ اَبْنَائِنَا۔ اَبْنَاءُ جمع ہے اِبْنٌ کی۔ نا صمیر جمع مشکلم۔ اپنے بیٹوں یا اپنی اولاد سے دور کئے گئے (اِبْنٌ کے معنی بیٹا کے ہیں لیکن جب بیٹے بیٹیاں دونوں مقصود ہوں تو اس کی تغلیب کی وجہ سے مذکر کا صیغہ بولتے ہیں)

== فَلَمَّا۔ ف عاطف ہے لَمَّا بمعنی جب۔ حرف شرط ہے ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزاء۔ بعض کے نزدیک حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حین کا، ماضی معنی۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ اس کی جزاء۔ پھر جب قتال ان پر فرض کر دیا گیا تو وہ (سب) پھر گئے ماسوائے ان میں سے قلیل تعداد کے۔

تَوَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَوَلَّى (تَفَعَّلُ) مصدر۔ انہوں نے پشت پھیر دی۔ انہوں نے منہ موڑا۔ الظَّالِمِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر ظلم کرنے والے۔ یہاں مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں۔ یعنی اللہ کے نافرمان بندے۔ یعنی وہ نافرمان بندے جنہوں نے جہاد سے منہ پھیر لیا۔

== قَائِدًا ۱۳۸، آیت ہذا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ہزار گیارہ سو سال پہلے کا ایک واقعہ بیان ہو رہا ہے جس کا مختصر حال یہ ہے کہ عمالقہ فلسطین کے اکثر حصوں پر قابض ہو گئے تھے۔ اور بنی اسرائیل رامہ کے علاقہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے اُس وقت جو ان کے نبی اور حکمران تھے ان کا نام سموئل تھا اور وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ عمالقہ کی انداز سائیاں اور زیادتیاں دن بدن بڑھ رہی تھیں۔ بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ عمالقہ کی سرکوبی کریں۔ اور اپنا کھویا ہوا اقتدار اور حکومت واپس لیں۔ اس لئے انہوں نے بار بار اپنے نبی حضرت سموئل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے ایک ملک (سردار) کا سوال کریں۔ حضرت سموئل ان کی عادات بخوبی واقف

تھے کہ یہ دعوے تو بڑے لمبے چوڑے کرتے ہیں لیکن عمل کے وقت ان کا سارا جوش سرد پڑ جاتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کر دے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ۔
کہنے لگے حضرت جی! کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد نہ کریں حالانکہ ہمیں گھروں سے نکالا گیا اور اپنے بچوں سے جدا کر دیا گیا۔

ان کی خواہش اور اصرار کے باعث اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرما دیا تو لگتا غمزہ من کرنے کے یہ شخص نہ لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں نبوت نسلاً بعد نسل چلتی آتی ہے اور نہ یہود بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں حکومت و سلطنت پشت در پشت چلی آرہی ہے تو یہ نادار اور قلاش کب سردار قوم اور سالار لشکر بن سکتا ہے؟ امامت کے حقدار تو ہم ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔

حضرت سمویل علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ حکومت کے لئے تمہارا قائم کردہ معیار درست نہیں بلکہ اس کا صحیح معیار تو علم و شجاعت ہے اور ان دونوں باتوں میں وہ تم سے ممتاز ہے۔ بائبل میں ہے کہ یہ تیس سالہ نوجوان اپنے حسن و جمال میں بے نظیر تھا۔ ان کی قامت کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کے کندھوں تک پہنچ سکتے تھے۔ اور یہ بنیامین کی نسل سے تھا۔

حضرت سمویل نے انہیں بتایا کہ طالوت کا انتخاب کوئی انسانی انتخاب نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے خود تمہاری قیادت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ تمہیں اس کی عطا اور بخشش پر معترض نہیں ہونا چاہئے بنی اسرائیل بھلا کب آسانی سے اپنی ضد سے باز آنے والے تھے فوراً مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے کہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس وقت ان کے بنی نے فرمایا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین و طمانیت کا سامان ہے اور جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اور جو عمالہ تم سے چھین کر لے گئے تھے۔ وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ اور اگر تم میں ایمان ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں مزید کسی نشانی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب فرشتے اس صندوق کو اٹھاتے ہوئے یا اس بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اب انہیں طالوت کے ٹیک (سردار) بننے کے متعلق اطمینان ہو گیا نیز انہیں ڈھارس بندھ گئی کہ اب وہ یقیناً فتیاب ہوں گے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات والا صندوق جس میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور پارچات اور حضرت ہارونؑ کا عمامہ تھا۔ انہیں واپس مل گیا۔ جب طالوت عمالہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ بنی اسرائیل کا ایک ابنوہ کثیر تھا۔ راستے میں ایک نہر ممکن ہے کہ دریائے اردن ہی ہو پر سے گذر ہوا تو انہیں حکم ملا کہ اب تمہارا امتحان

لیا جائے گا۔ اور وہ امتحان یہ ہے کہ اس نہر سے پانی پینے کی اجازت نہیں جس نے پانی پیادہ میرا سپاہی نہیں ہے۔ ہاں اگر پیاس کی شدت ہو تو ایک چلو بھر کر پی لو اس سے زیادہ نہیں۔ اب کیا تھا سب ٹوٹ پڑے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ سوائے چند مخلصین کے جو اس امتحان میں کامیاب ہوئے اور جن کی تعداد صحیح روایت کے مطابق ۳۱۳ تھی۔ باقی جتنے لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے انہوں نے لشکر سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ اب طالوت اپنے مہٹی بھر جا بنا سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھے لیکن جب انہوں نے جالوت کے لشکر جرار کو دیکھا تو سہم سے گئے اور کہنے لگے کہ جالوت کے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت کہاں؟ لیکن انہیں کے چند مخلص ترین ساتھیوں نے ہمت بندھائی اور انہیں بتایا کہ فتح و نصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے پہلے بھی بارہا ایسے واقعات ہو گزرے ہیں جب کہ اس کی نصرت و تائید سے چھوٹی سی جماعت نے بڑی بڑی فوجوں کو شکست فاش دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان لوگوں کے ضرور شریک حال ہوتی ہے جو حق و صداقت کے لئے صبر و ثبات سے کام لیتے ہیں۔

جب وہ جا بنا سپاہیوں پر رکھے میدان میں نکلے تو بارگاہ رب العزت میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپنے لئے صبر و استقامت کی دعا کی اور پھر دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے صبر و ثبات قدمی شرط اولین ہے۔ جو قوم یا فرد میدان جہاد و میدان عمل میں شہداء و نکالیف کے سامنے صبر اور استقامت سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مومن کے پاس سب سے زیادہ مؤثر ہتھیار دعا ہے۔ جس کا اس کے دشمن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ظاہرہ بھی یہی تھی۔

ان مہٹی بھر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے دشمن کے لشکر جرار کو شکست فاش دی عمالقمہ کے سپہ سالار جالود کو جو بڑا بہادر اور کہنہ مشق جرنیل تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر مار کر ہلاک کر دیا حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت بالکل کم سن تھے۔ زرد رُو اور لاغر و بیمار تھے۔

فَالَّذِي هُوَ غَنِيٌّ بِهٖ - غَنِيٌّ بِهٖ - شَابٌ هُوَ - مُمْكِنٌ هُوَ - تَوَقَّعٌ هُوَ - اِنْذِيْشٌ هُوَ - كَهْشَا هُوَ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ اتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:-

عَسَى - فعل جامد ہے۔ غیر منصرف۔ اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے۔ اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں اور یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں جمع ہو گئے ہیں۔ عَسَى اَنْ تَكُوْنُوْا شِيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى اَنْ تَكُوْنُوْا شِيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے

حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں

۲۴:۲ = وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ - یعنی جیب بنی اسرائیل کی اس استدعا "إِنِّي أَخَافُ أَن يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظَيِّرَ فَتْنَكُمْ" (آپ ہمارے لئے ایک سردار مقرر کر دیں تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں) پر حضرت سموئیل نے اللہ سے دعا کی اور دعا کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ان کا سردار مقرر فرمایا تو حضرت سموئیل نے ان سے کہا وَقَالَ لَهُمْ -

= قَدْ بَعَثَ لَكُمْ - قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنی دیتا ہے (اللہ تعالیٰ نے) مقرر کیا ہے
= طَالُوتَ - بوجہ معرفہ و عجمیت کے غیر منصرف ہے اور مثل داؤد - و - جالوت کے ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ الطول سے عربی لفظ ہے اور اس کی اصل طولوت مثل رھبوت و رحموت ہے واؤ کو الف سے بدلا۔ اس کا غیر منصرف ہونا بوجہ علمیت و شبہ العجم کے ہے
= مَلِكًا - حال ہے طَالُوتَ سے۔

= آتَى - بمعنی مِنْ آتَى - كَيْفَ - اسے ہم پر سرداری کہاں سے آگئی - یا کیونکر آگئی - یا حاصل ہوگئی
نیز ملاحظہ ہو (۲۲۳: ۲)

= أَلَمَلِكُ - اسم و مصدر - سرداری - امارت - بادشاہت - سلطنت -
= وَ نَحْنُ أَخَقُّ بِالْمَلِكِ مِنْهُ - داؤد حالیہ ہے - جملہ حالیہ ہے - أَخَقُّ اسم تفضیل اور فاعل دونوں کے لئے آتا ہے - بڑا حق دار - زیادہ حقدار - حالانکہ سلطنت یا سرداری کے تو ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں
= فَاذْكَا - حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل سے یہودیوں کے جو بارہ خاندان ہوئے وہ بنی اسرائیل کہلاتے ہیں - ان میں سے لاوہ بن یعقوب کا قبیلہ وہ تھا۔ جس میں بنی اسرائیل کے تمام پیمبر ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اسی قبیلہ سے تھے - یہود ابن یعقوب کا قبیلہ حکومت و سلطنت کے لئے مخصوص تھا - اور حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام اسی قبیلہ میں سے تھے - سب چھوٹا قبیلہ بنی یامین کا تھا جس میں سے طالوت تھے - یہ قبیلہ مالی طور پر بھی چنداں حیثیت نہ رکھتا تھا - خود طالوت سقایت (پانی بھرنا) یا دباغت (چمڑہ رنگنا) کا کام کیا کرتے تھے ان مابہ الامتياز اسباب کی وجہ سے لادی بن یعقوب اور یہود ابن یعقوب کے قبیلے کے لوگ متعجب ہوئے کہ ان کو چھوڑ کر یہ سرداری قبیلہ یامین کے پاس کیسے چلی گئی

= وَ كَمْ يُؤْتِ سَعَةً مِنَ الْمَالِ - داؤد عاطفہ ہے جو دونوں جملوں کو ملاتی ہے - اور یہ کیونکر ہم پر سرداری کا مستحق ہوا - حالانکہ اس کے پاس دولت کی فراوانی بھی تو نہیں ہے
كَمْ يُؤْتِ - مضارع مجہول نفی جہد بکم - واحد مذکر غائب (انْعَالِ) مصدر وہ نہیں

دیا گیا۔ سَعَةً اسم و مصدر بمعنی کشائش۔ فراخی۔ وسعت۔ طاقت۔ پہنچ۔ یہ وَسِعَ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اس کی تہ واؤ کے بدلہ میں ہے جیسے وَعَدَ يَعِدُ عِدَّةً (باب ضرب) اور وَزَنَ يَزِنُ زَنَةً (باب ضرب) واؤ کو حذف کر کے اس کے عوض تہ لے آئے = اِصْطَفَاهُ اِصْطَفَى ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْطَفَاءُ (افتعال) مصدر۔ اس نے پسند فرمایا اس نے چُن لیا۔ ص ف ی مادہ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پسند فرمایا۔ یا چُن لیا اِصْطَفَى میں ط۔ ت کی جگہ لایا گیا ہے۔ عَلَيْكُمْ تمہارے مقابلہ میں۔

= وَزَادَهُ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ واؤ عاطفہ ہے زَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ زیادہ دینا۔ بڑھانا۔ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ بَسْطَةً مفعول ثانی فِي الْعِلْمِ متعلق بَسْطَةً واؤ عاطفہ الجسم۔ اسی زَادَهُ بَسْطَةً فِي الْجِسْمِ۔ بسطۃ۔ کشادگی، کشائش۔ وسعت فضیلت۔ اور زیادہ بخشش اس نے (اللہ نے) اس کو (طاہوت کو) علم و جسم میں کشادگی۔ اور وسعت و فضیلت۔ دہکتے تھے کہ حضرت طاہوت اپنے وقت میں فنون حرب اور دیانات (یعنی علم دین میں) سب زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور جہاں تک تدرستی و توانائی کا تعلق ہے بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص خوبصورتی۔ و بابت۔ قد و قامت میں ان کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ یہ ساری قوم میں کا ندھے سے لے کر اوپر تک ہر ایک سے اونچے نظر آتے تھے۔

= وَاللَّهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف پر ہے گویا عبارت یوں ہے: اَلْمُلْكُ لِلّٰهِ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ملک۔ اس کی بادشاہی۔

= وَاسِعٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَةً مصدر (باب سمع) وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ وسعت دینے والا۔ یعنی فقیر کو وسعت دے کر امیر کر دینے والا۔ = عَلِيمٌ عَلِمَ سے فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ (کہ کون کس کام کے لائق ہے)

۲۴۸:۲ اِنَّ اٰیۃَ مُلْكِہِ اَنْ یَّاتِیَکُمُ التَّابُوتُ۔ اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل اٰیۃ مضاف۔ مُلْكِہِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اَنْ۔ تحقیق اس کی امارت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت (از خود) تمہارے پاس آجائے گا۔

تَابُوتٌ بروزن فَعَلُوْتُ۔ توب سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ اور اسے تابوت اس لئے کہتے ہیں کہ جو چیز اس میں سے نکالی جاتی تھی وہ پھر واپس اسی میں چلی آتی تھی (تفسیر مظہری) اس کے

متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تابوت بمعنی لکڑی کا صندوق عموماً مستعمل ہے اس کی جمع تو اَبْتٌ ہے۔
 = فِيهِ سَكِينَةٌ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو تابوت ہے یعنی اس میں ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جن سے تمہاری تسکین ہو جائے گی۔ یا تابوت کی واپسی کا امر ای فی اتيانہ سکون لکم وطمأنينة
 = سَكِينَةٌ۔ تسکین۔ تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سَكُونٌ سے بروزن فَعِيلَةٌ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزِيمَةٌ ہے۔

سلام بغوی سید محمد رفیع زبیدی کہتے ہیں

سکینہ وہ اطمینان۔ چین و قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی۔ یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یَوْمَ الْغَاثِ اور یَوْمَ حُنَيْنٍ جیسے قلق و اضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مومنین پر اس کے نازل کرنے کی خبر دی ہے۔

واضح رہے کہ سکینہ کا لفظ قرآن مجید میں چھ جگہ استعمال ہوا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ بجز سورۃ بقرہ کے قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی سکینہ آیا ہے اس کے معنی اطمینان کے ہیں۔ سورۃ بقرہ کی جس آیت کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استشعار فرمایا ہے وہ آیت کریمہ یہ ہے اِنَّ اٰیةَ مُّلْکِہٖ فِيْہِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یہاں سکینہ سے کیا مراد ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے تو یہاں بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اطمینان ہی کے معنی روایت کئے ہیں اور یہی صحیح ہیں۔ اس کے علاوہ اس بارے میں تفسیر کی کتابوں میں جو بہت سی بے سرو پا روایتیں منقول ہیں وہ نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً۔ اور پھر سخت متعارض کہ ان کا باہم جمع کرنا غیر ممکن ہے (لغات القرآن)

= فِيْہِ سَکِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ یہ جملہ تابوت سے موضع حال میں ہے۔

= وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَکَ الْاُمُوْسٰی وَآلُ هَارُوْنَ۔ داؤد ہر دو جگہ عاطفہ ہیں۔ بَقِیَّةٌ۔ بچی ہوئی چیز، باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِيلَةٌ۔ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ بچی ہوئی چیزیں کیا تھیں۔ تورات کی دو لوحیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی لوحوں کا ریزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ ان کی نعلین۔ حضرت ہارون کا عمامہ اور عصار اور ایک قفیر (ایک پیمانہ) مَن جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔

بَقِیَّةٌ اس کا عطف سَكِينَةٌ پر ہے مِمَّا مرکب ہے مِنْ تَبْعِیْفِہِ سے اور مَا موصول ہے۔ اَلْاُمُوْسٰی وَآلُ هَارُوْنَ میں اَل سے مراد یا تو حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام بنفسہما ہیں اور اَل کا لفظ ہر دو

کی شان عظمت کے لئے مستعمل ہے۔ یا اُل سے مراد ان کے متبعین ہیں یا بنی اسرائیل کے انبیاء۔
مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ يَٰ بَقِيَّةُ کی صفت ہے۔

= تَحْمِيلُهُ الْمَلَكُ یہ جملہ تابوت سے حال ہے۔ تَحْمِيلُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
۸ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع تابوت ہے۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوتے ہوں گے

= فِي ذَلِكَ - اِیٰ فِی رَجُوعِ التَّابُوتِ الْمِکْمَ - تابوت کی تمہاری طرف واپسی۔

= لَدَايَةِ ط میں لام تاکید کے لئے ہے اور اِیَّةٌ منصوب بوجہ عامل اِنَّ ہے۔

= اِنْ كُنْتُمْ - میں اِنْ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَدَايَةً تَّكْمُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ - یہ (۱۱) یا تو حضرت ثمویل نبی کے
کلام کا بقیہ ہے۔ (۱۲) یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علیحدہ خطاب ہے۔

فائدہ ۴ - روح البیان میں ہے وقال بعضهم التابوت هو القلب والسکينة ما
فيه من العلم والادخال وایمانه تصییر قلبه مقرا العلم والوقار۔

یعنی بعض مفسرین نے تابوت سے مراد دل - سکینہ سے مراد علم و اخلاص اور تابوت کے آنے سے
دل کا علم و ایمان سے بھر جانا مراد لیا ہے۔

بَقِيَّةُ کے معنی بہترین کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ
مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُو بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ ط (۱۱۶:۱۱) یہاں اُولُو
بَقِيَّةٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے اور عقل باقی رہے۔ یا ارباب فضل مراد ہیں۔ اسی سے
عرب ولے بولتے ہیں فلان من بقیة القوم یعنی فلاں آدمی قوم میں عمدہ ہے۔

اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوئے: اس کی حکومت کی علامت یہ ہے کہ فرشتوں کے سہارے
تمہاری کھوئی ہوئی ہمت واپس آجائے گی اور تمہیں اطمینان قلب ضرور نصیب ہوگا۔ اور تم
آلِ موسیٰ و آلِ ہارون کے بہترین ترکہ یعنی اخلاقِ فاضلہ کے وارث بنو گے۔

۲۴۹:۲ = فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ بِالْجُنُودِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ۔

آیت سے قبل اور درمیانِ آیت بعض جگہ عبارت مقدّرہ ہے۔ تقدیر کلام (بحوالہ تفسیر خازن)

یوں ہے: فلما جاء هذا التابوت واقروا بالملك ليطالوت تاهب للخروج

الى الجهاد فاسرعوا لطاعته وخرجوا معه وذلك قوله تعالى (فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوتُ

بِالْجُنُودِ اِیٰ خَرَجَ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ بِالْجُنُودِ وَهُمْ سَبْعُونَ اَلْفًا وَذَلِكَ اَنَّهُمْ

لَمَّا رَأَوْا التَّابُوتَ لَمْ يَشْكُوا فِی النَّصْرِ فَسَارِعُوا اِلَى الْخُرُوجِ فِی الْجِهَادِ وَكَانَ

وكان مسيرهم في حرم شديد فشكوا الى طالوت قلة الماء بينهم وبين عدوهم و
قالوا ان الماء لا تحملنا فادع الله ان يجري لنا نهرا و (قَالَ) طالوت (اِنَّ اللهَ مُبْتَلِيكُمْ
بِنَهَرٍ) یعنی جب تا بوت ان کے پاس آ پہنچا اور انہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور انہیں حضرت
طالوت کی سرداری کا یقین ہو گیا۔ تو حضرت طالوت نے (ان کو مطمئن پاکر) جہاد کی تیاری کر کے (بیت المقدس)
خروج کیا۔ بنی اسرائیل فوراً ان کے زیرِ کمان اکٹھے ہو گئے اس وقت ان کی تعداد ستر ہزار (یا بعض رواۃ کے
مطابق اسی ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار) تھی۔ ان کی یہ اطاعت اس لئے تھی کہ جب انہوں نے تا بوت
کو دیکھا تو ان کو اپنی مدد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہا اور سب کے سب فوراً جہاد کے لئے تیار ہو گئے۔
اس وقت بہت سخت گرمی پڑ رہی تھی اس لئے انہوں نے حضرت طالوت سے قلت آب کی شکایت کی
اور کہا کہ وہ اللہ سے ان کے لئے ایک نہر جاری کرا دے

حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نہر کی بابت بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اِنَّ اللهَ
مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تمہاری استعداد کے بموجب ایک
جاری نہر آئے گی لیکن اس سے تمہارا امتحان بھی مطلوب ہوگا۔

فَلَمَّا - فَا عاطفہ ہے۔ لَمَّا حرف ظرف معنی جب فَصَلَ - فَضُولٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
ہے معنی جدا ہونا۔ نکلنا۔ باب ضرب۔ اس صورت میں یہ فعل لازم ہے۔ اور آیت میں یہی مراد ہے۔ لیکن اگر
اس کا مصدر فَضَّلَ ہے تو یہ فعل متعدی ہوگا۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوتے ہیں کاٹنا۔ جدا کرنا۔ ٹکڑے
کردینا۔ بچے کا دودھ چھڑانا۔ اول الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے: پھر جب طالوت فوجیں لے کر (بیت
المقدس) نکلا۔

مُبْتَلِيكُمْ - مُبْتَلِي اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف کُم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ اِبْتِلَاءٌ۔
(اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تمہاری آزمائش کرنے والا۔ تم کو جانچنے والا۔

اس کا مادہ بَلَّی ہے (باب ضوَب) سے بمعنی فرسودہ ہو جانا۔ پرانا ہو جانا۔ بوسیدہ ہو جانا۔ جیسے
بَلَّی الثَّوْبُ۔ بِلَّی و بَلَّاءٌ۔ کپڑا فرسودہ اور کہنہ ہو گیا۔ لیکن باب نَصَو سے یہ مادہ آزمائش کرنے اور
جانچنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ جیسے اِنَّمَا يَبْلُوكُمُ اللّٰهُ بِهِ (۹۲:۱۶) بیشک خدا تمہیں آزماتا ہے اس
اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيكُمْ بِنَهَرٍ بیشک اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کریگا۔ یعنی تم سے متحمل
جیسا سلوک کرے گا۔ تاکہ مطیع اور عاصی میں فرق ظاہر ہو جائے۔

= مَن شَرِبَ مِنْهُ۔ مَن شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ ہے۔ فَلَيْسَ مِنِّي۔ ف جواب شرط میں ہے اور
جملہ جواب شرط ہے۔

لَيْسَ مِنِّي - نہیں ہے

میرے میں سے - میرے حامیوں میں سے - میرے طرف داروں میں سے - میرے حمایتیوں میں سے ای
لیس من اشیائی (جمع شیعۃ واحد)

= وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي - پہلا جملہ شرطیہ - دوسرا جواب شرط ہے - واؤ عاطفہ لَمْ يَطْعَمْهُ
میں لَمْ يَطْعَمْهُ مضارع نفی جہد لَمْ واحد مذکر غائب (جس نے) نہ چکھا - طعمہ الشئ اس وقت بھی بولا
جاتا ہے جب کسی چیز کو (کھانے کی ہو یا پینے کی) چکھے - ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - جس کا مرجع نہر کا
پانی ہے -

مِنِّي - مِنْ حرف جاری ساکن ضمیر واحد متکلم مجبور - مجھ سے - میری طرف سے -

= إِلَّا مِنْ غُرْفَةٍ بَيْدًا - إِلَّا حرف استثناء مِنْ موصول - إِنْغَرَفَ - صلا - موصول وصلہ مل کر
مستثنیٰ - فَمَنْ شَرِبَ مستثنیٰ منہ -

إِنْغَرَفَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے ایک چلو بھرا - إِنْغَرَفَ (إِنْغَرَفَ) مصدر - غُرْفَةٌ
ایک چلو پانی - چلو بھرا پانی - إِنْغَرَفَ غُرْفَةٍ بَيْدًا (جس نے) اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھرا پانی پی لیا -
غُرْفَةٌ (بمعنی معروف) بوجہ مفعول بہ ہونے کے منصوب ہے - إِلَّا مِنْ غُرْفَةٍ بَيْدًا -
معناہ الرخصة فی اغتراف الغرقة باليد دون الكوع - یعنی ہاتھ سے چلو بھرا پانی پی لینے کی
اجازت ہے - بدون برتن یا نہ لگا کر پانی پینے کے -

= فَشَرِبُوا مِنْهُ - ای من النهر - پس ان (سب نے) نہر سے پانی پی لیا -

= إِلَّا قَلِيلًا - إِلَّا حرف استثناء قَلِيلًا مستثنیٰ - إِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہے لہذا
منصوب ہے (جس کلام میں استثناء ہو اور اس میں نفی - نہی و استفہام نہ ہو وہ موجب کہلاتا ہے -
= فَلَمَّا - پھر جب

= جَاوَزَ هُوَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ - جَاوَزَ - ماضی واحد مذکر غائب مُجَاوِزَةً (مفاعلة)
بمعنی پار ہونا - پار اترنا - ءُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب نہر کے لئے ہے - هُوَ ای طالوت داؤد عاطفہ -
الَّذِينَ مَوْصُولُ آمَنُوا صلا - دونوں مل کر معطوف - عطفت بر ضمیر هُوَ - مَعَهُ - مَعَ اسم ظرف مضاف
ءُ ضمیر واحد مذکر غائب - مضاف الیہ - مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق جَاوَزَ - یعنی جب حضرت طالوت
دریا کے پار اتر گئے - اور ان کے ساتھ صاحب ایمان لوگ بھی دریا پار کر گئے -

قَالُوا - صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں: ندبہ نظر احوال ظاہر، یہ گفتگو ان میں آپس میں ہونے لگی
دشمن کی کثرت تعداد اور اس کی عظمت سامان پر نظر کر کے اس کی ہیبت کا دل پر عیب جانا اور اپنی طرف سے

مایلوس ہو جانا ایک امر طبعی تھا۔ اچھے اچھے اہل ایمان کی بھی ایسے موقع پر طبعی طور پر بہت چھوٹ جاتی ہے
 = بِجَالُوتَ وَحُنُودِهِ - ب - حرف جار - جالوت غیر منصرف کطاوت - واؤ عاطفہ حُنُودِہ
 مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف - جس کا عطف جالوت پر ہے - جالوت اور اس کی فوجوں کے
 مقابلہ میں

= قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلاقُوا اللَّهِ - وہ لوگ جنہیں یقین تھا کہ بیشک وہ اللہ کے روبرو
 پیش ہونے والے ہیں - وہ بولے - يَظُنُّونَ - مضارع جمع مذکر غائب ظَنَّتْ (باب نصر) وہ یقین کرتے
 ہیں وہ گمان کرتے ہیں - آیت ہذا میں اول الذکر معانی مراد ہیں۔ مُلَاقُوا اصل میں مُلَاقُونَ تھا
 اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے - یہ اسم فاعل جمع مذکر - مضاف ہے اللہ مضاف الیہ - یہاں مذکورہ
 بالامومنین میں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا ایمان خدا اور آخرت پر بالکل پختہ اور غیر متزلزل تھا۔ اور وہ پہچانی
 طور پر بھی مرعوب اور دہشت زدہ نہ ہونے تھے بلکہ بڑے استقلال کے ساتھ بولے
 = كَمْ مِنْ فِئَةٍ مَعَ الصَّابِرِينَ یہ مقولہ ہے قَالَ کا۔

کَمْ اسم مبنی ہے اور مصدر کلام میں آتا ہے۔ اور مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہوتا ہے۔
 یہ دو طرح مستعمل ہے :

(۱) استفہامیہ - مثلاً - کتنی مقدار - کتنی تعداد - کتنی دیر - قرآن مجید میں کَمْ استفہامیہ نہیں آیا ہے۔
 (الافتان) - (۲) - کَمْ خبریہ - جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی تمیز ہمیشہ
 مجبور ہوتی ہے جیسے کَمْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا - ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے
 مِنْ آتا ہے - جیسے وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا - (۴: ۴) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ
 کر ڈالیں - اور وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا - اور آسمانوں میں بہت
 فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی۔

کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ - فِئَةٍ قَلِيلَةٍ - موصوف و صفت - فِئَةٌ واحد - گروہ - جماعت - ٹولی
 وہ گروہ جس کے افراد باہم مددگار ہوں اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے دوڑیں - فَأَن يَفِيَّيْ
 فِئَتٌ (باب ضرب) فئی مادہ - اچھی حالت کی طرف لوٹنا - رجوع کرنا - جیسے حَتَّىٰ تَفِيَّيَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ
 فَإِنْ فَاءَتْ (۹: ۴۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے پس جب وہ رجوع لائے۔
 ترجمہ ہوگا - (بسا اوقات) چھوٹی چھوٹی کتنی ہی جماعتوں نے بڑی بڑی جماعتوں پر غلبہ پالیا اللہ کے حکم سے
 یعنی اس کی توفیق و مدد سے۔

۲۵۰:۲ = بَرَزُوا - وہ لڑائی کے لئے نکلے - ماضی جمع مذکر غائب بَرَزُوا (باب نصر) مصدر

یعنی کھلم کھلا ظاہر ہونا میدان جنگ میں صف سے مد مقابل سے لڑنے کے لئے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔
بُرُوزٌ کی مختلف اقسام ہیں۔

(۱) نہایت کسی چیز کا خود ظاہر ہونا۔ جیسے دَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً (۱۸: ۴۷) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔
کیونکہ اس روز مکان اور مکین سب مٹ جائیں گے۔ اور زمین از خود کھل جائے گی۔ اسی لئے میدان جنگ میں صف سے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَبُوزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ الْمَضَاجِعُ (۱۵۴: ۳) تو جن کی تقدیر میں قتل لکھ دیا گیا ہے وہ تو اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔
(۲) چھپی ہوئی چیز کا کھل جانا۔ جیسے دَبُرَزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَوِيْنَ (۲۶: ۹۱) اور گمراہوں کے لئے دوزخ ظاہر کر دی جائے گی۔

= اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اَفْرِغْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْرَاغٌ (دفعِ افعال) مصدر بمعنی بہانا۔ دہانہ کھولنا۔ تو ہم پر دہانہ کھول دے۔ اِیْ اَصِیْبْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ ہم پر صبر انڈیل دے۔ ہم کو (بہت) صبر عطا کر۔ صَبْرًا۔ بوجہ مفعول بہ منصوب ہے۔

اَفْرِغْ مادہ فرغ سے مشتق ہے اَفْرَاغٌ۔ شغل کی ضد ہے اور فَرَّغَ يَفْرِغُ فُرُوغٌ بمعنی خالی ہونا ہے فَاْرِغٌ خالی قرآن مجید میں ہے وَاصْبِرْ فَوْادُ اُمِّ مُوسٰی فَاْرِغًا (۲۸: ۱۰) اور حضرت موسیٰ کی اماں کا دل بے صبر ہو گیا۔ یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہو گیا۔ بعض نے کہا ہے کہ فَاْرِغًا کے معنی موسیٰ علیہ السلام کے خیال سے خالی ہونا ہیں۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا خیال ان کے دل سے مہلادیا۔ حتیٰ کہ وہ مطمئن ہو گئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈال دینا انہوں نے گوارا کر لیا۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا فَرَّغْتَ فَانصَبْ۔ (۹۴: ۷) تو جب فارغ ہوا کرو عبادت میں محنت کیا کرو۔
اور اَفْرِغْتُ الدَّلُوْكَ کے معنی ڈول سے پانی بہا کر اسے خالی کر دینا کے ہیں۔ چنانچہ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا اِیْ اِیْ اِیْ ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔ اسی سے مستعار ہے۔

= ثَبَّتْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَثْبِیْتُ (تفعیل) مصدر۔ تو ثابت رکھ۔ تو قائم رکھ۔ اَقْدًا اَمَنًا۔ مضاف۔ مضاف الیہ مل مفعول ثَبَّتْ کا۔

= اُنصَرْنَا۔ اُنصُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَاْضَمِیْرُ مفعول جمع متکلم۔ تو ہماری مدد فرما۔

۲۵۱: ۲ = فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ اِیْ اِنِ اللّٰهُ تَعَالٰی اسْتَجَابَ الدَّعَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ فَافْرِغْ عَلَیْهِمُ الصَّبْرَ وَثَبَّتْ اَقْدَامَهُمْ وَنَصَرَهُمْ عَلَی الْقَوْمِ الْكَافِرِیْنَ حِیْنَ اتَّقَوْا فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ یعنی بقضائے ارادۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی دعا قبول فرمائی ان پر صبر کے دہانے کھول دیئے۔ ان کو ثابت قدمی عطا کی۔ اور قوم کفار کے ساتھ مدد بھیڑ ہونے پر اپنے ارادہ و حکم سے فتح

نصیب فرمائی۔

هَزَمُوهُمْ۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب ضمیر فاعل مومنون کی طرف راجع ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کافروں کے لئے ہے۔ هَزَمْتُ رباب ضَرْبٍ مصدر۔ انہوں نے ان کو شکست دی۔ اِنشَاءُ اللہ۔ اتی ماضی واحد مذکر غائب اِنْتَاءُ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے دیا۔ ۱۰ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع داؤد ہے۔

= اَلْمَلِكُ۔ بادشاہت۔ منصوب بوجہ مفعول اَلْحِكْمَةُ۔ ای الذبوة۔ منصوب بوجہ مفعول حضرت داؤد (حضرت سلیمان کے والد) حضرت طالوت کی فوج میں بطور سپاہی شامل تھے۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت داؤد سے کر دی اور سلطنت بھی ان کے حوالہ کر دی۔ بعد میں جب نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تو سلطنت اور نبوت دونوں ایک خاندان میں جمع ہو گئیں۔

وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ۔ اور اس کو سکھایا جو کچھ چاہا۔ یعنی منطق الطیر۔ خوش الحانی۔ علم زبور۔ علم سیاست و علم سلطنت۔ صنعت الدروع (زرہ کا بنانا) اور جو کچھ کہ خداوند تعالیٰ نے چاہا = مِمَّا۔ مِنْ اور مَّا سے مرکب ہے۔ مِنْ یہاں تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے۔ مَّا موصولہ ہے = يَشَاءُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَشِيَّةٌ (باب فتم) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ اس نے چاہا۔ (بمعنی مانگو) = وَكَوْلَا دَفَعَ اللّٰهُ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّفَسَادِ الدُّنْيَا۔ لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ لا نافی = دَفَعَ مصدر مبنی للفاعل مضاف۔ اللہ مضاف الیہ۔ النَّاسُ مفعول۔ اور بَعْضُهُمْ بدل ہے النَّاسِ سے۔ بَعْضٍ۔ مفعول ثانی۔ یہ سارا جملہ شرطیہ ہے اور اکلا جملہ لَفَسَدِ الدُّنْيَا جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ فَسَدَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ توجہ: اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا ہے تو (روئے زمین پر) فساد برپا ہو جائے۔

دَفَعَ۔ اگر الی کے صلہ کے ساتھ آئے۔ تو حوالہ کر دینے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ۔ (۶: ۴) اور جب تم ان کا مال ان کے حوالہ کرنے لگو۔ اور جب اس کا استعمال غِن کے صلہ کے ساتھ ہو تو دفع کے معنی دفع کرنے.... دور کرنے یا ہٹانے کے آتے ہیں۔ مثلاً إِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا۔ (۲۲: ۳۸) بے شک خدا مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا۔ = ذُو فَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل والا۔ صاحب فضل۔ ذُو۔ اسمائہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ حروف میں سے ہے جن کی تصغیر نہیں آتی۔

۲: ۲۵۲ = تِلْكَ۔ یہ۔ اسم اشارہ۔ واحد مؤنث۔ مشار الیہ مذکورہ بالا قصے میں۔ یعنی حدیث الا

وَمَا نَتَمَنَّاهُمْ وَأَحْيَاءَهُمْ (آیت ۲۴۳) تَمَلِّكِ طَالُوتَ - طَالُوتَ کو سرداری عطا کرنا۔ تَابُوتَ کا واپس آجانا۔ مَنَافِقُونَ اور مَتَذَنِّبُونَ کو نہر کے ابتلا میں ڈال کر الگ کر دینا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالود کی ہلاکت۔ داؤد کو سلطنت و نبوت عطا کرنا وغیرہ۔

تِلْكَ مبتدا ہے۔ آيَةُ اللَّهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کی خبر۔ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ متعلق خبر۔ نَتْلُوْ۔ مضارع جمع متکلم تِلَادَةً۔ مصدر۔ ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہم تلاوت کرتے ہیں۔ ہا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول۔ اس کا مرجع آیت ہے۔ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ۔ ہم ان کو پڑھ کر تجھے سناتے ہیں بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ۔ صحیح صحیح یعنی اس طریقہ پر جو واقعہ کے مطابق یقینی ہے جس پر کہ اہل کتاب کو بھی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہ قصص مندرج ہیں

وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ۔ وَاذْعَاظْفِهِ۔ لَآئِمٌ تَاكِيْدُ کے لئے۔ الْمُرْسَلِينَ۔ اسم مفعول جمع مذکر الْمُرْسَلُ واحد۔ بھیجے گئے پیغمبر۔

اور یہ امر (ای نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ) اس پر بھی دال ہے کہ بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں (کیونکہ متذکرہ بالا اخبار عجیبہ و قصص غریبہ و قدیمہ نہ آپ نے کہیں پڑھے اور نہ کسی اہل علم سے سنے ہیں بلکہ وحی من اللہ کے ذریعہ سے آپ کو ان کی خبر دی گئی ہے)



يَا رَحْمَةً
تِلْكَ الرُّسُلُ

(١٣)

الْبَقِيَّةُ وَالْأَعْمَرَانِ

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ

۲: ۲۵۳ = تِلْكَ - اسم اشارہ واحد مؤنث الرُّسُلُ مشار الیه - جمع مذکر - دونوں مل کر مبتدا
فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ - خبر -

آل - استغراق کا ہے یعنی تمام پیغمبر - یا آل عہد کا ہے اور اس سے وہ جماعت معلوم
ہے جس کا علم آیت سابقہ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ سے ہو چکا ہے -

= فَضَّلْنَا - ماضی جمع متکلم - تَفْضِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہم نے فضیلت بخشی - ہم نے بزرگی
عطا کی -

= بَعْضَهُمْ - مضاف مضاف الیہ - دونوں مل کر مفعول فَضَّلْنَا کا - عَلَى بَعْضٍ بَعْضٍ پر
ہم نے ان پیغمبروں میں سے بعض کو بعض پر برتری عطا کی -

= مِنْهُمْ - میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع تِلْكَ الرُّسُلُ ہے مَنْ موصولہ کلمہ
اللہ صلہ - یعنی ان میں سے کوئی تو وہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا - مَنْ کَلَّمَ اللہ بدل
ہے محل فَضَّلْنَا سے -

= دَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ - داد عطا ہے دَرَجَاتٍ حال ہے بَعْضَهُمْ سے یا اس سے قبل فی
مقدر ہے - اور بعض کو مرتبوں کی صورت میں بلندی عطا کی - بَعْضَهُمْ - مضاف مضاف الیہ مل کر رفع
کا مفعول ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رُسُل کی طرف راجع ہے - اَتَيْنَا - ماضی جمع متکلم اِيتَاءُ (اِفْعَالٌ)
مصدر ہم نے دیا - ہم نے بخشا = اَلْبَيِّنَاتِ - کھلی دلیلیں - روشن دلائل، معجزات، بَيِّنَاتِ کی
جمع - تَبَيَّنَتْ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے مشتق ہے - تَبَيَّنَتْ کے معنی بیان کرنے اور واضح اور ظاہر
کرنے کے ہیں - یہاں اَلْبَيِّنَاتِ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برص کے مریضوں کو تندرست کر دینا -
پیدائشی نابیناؤں کو صحت یاب کر دینا مردوں کو زندہ کرنا (بإذن اللہ) وغیرہ ہیں -

= اَتَيْنَاهُ - ماضی جمع متکلم تَأْيِيدٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (یعنی حضرت
عیسیٰ علیہ السلام) ہم نے اس کو قوت دی - ہم نے اس کی مدد کی - بِرُوحِ الْقُدُسِ - حضرت جبریل کے
ذریعہ سے - رُوحِ الْقُدُسِ - روح پاک - جان پاک - پاک فرشتہ - رُوح موصوف اور الْقُدُسِ
صفت ہے - یہاں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے - جِسْمٌ صِدْقٍ میں رَجُلٌ موصوف
اور صِدْقِ اس کی صفت ہے لیکن یہاں ترکیب اضافی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے -

رُوحِ الْقُدُسِ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد ۲
یا کوئی اور مستند کتاب - مَا اخْتَلَفَ - مضارع منی واحد مذکر غائب اِفْتِتَالٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر معنی آپس میں
۴ جنگ و قتال

کرنا۔ باہم لڑنا۔

= مِنْ بَعْدِهِمْ۔ اسی من بعد الرُّسُلِ۔ الَّذِینَ (اسم موصول جمع مذکر) مِنْ بَعْدِهِمْ صلہ
یعنی رسولوں کے بعد میں آنے والے لوگ۔

= مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ اسی مِنْ حَقِّهِ اُولَئِكَ الرُّسُلِ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، مَنی
الَّذِینَ مِنْ بَعْدِ الرُّسُلِ۔ یعنی رسولوں کے پیروکار۔ ان کے متبعین الْبَيِّنَاتُ۔ المعجزات الباہرۃ
والایات الظاہرۃ۔ پر شکوہ۔ دل نشیں اور روز روشن کی طرح ظاہر معجزے اور کھلے صاف اور ظاہر
دلائل۔ یعنی رسولوں کی طرف سے معجزات باہرہ اور آیات ظاہرہ آجانے کے بعد اور اپنے سامنے اپنی آنکھوں
سے دیکھ لینے کے بعد

= وَكَوْشَاءُ اللّٰهُ..... مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ ہوتی کہ رسولوں کے متبعین
آپس میں جنگ و قتال نہ کریں تو وہ ان کو ہدایت نصیب فرما دیتا۔ حق پر سب کو متفق کر دیتا۔ اور مکمل اتباع
رسل ان کو نصیب فرما دیتا۔ کوئی امت اپنے رسول کے بعد اپنے رسولوں کے ہاتھوں معجزات و آیات
دیکھ لینے کے بعد آپس میں اختلافات نہ رکھتی اور باہمی جنگ و جدال کے متعلق سوچتی بھی نہ۔ وَلٰكِنْ اِخْتَلَفُوْا
لیکن انہوں نے (باہم) اختلاف کیا اور آپس میں قتل و غارت کا ارتکاب کیا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی
جلالی و جمالی صفات اور اپنے مختلف اسماء (مثلاً) ہادی، مضل، غفار، قہار، منتقم اور غفور کا ظہور چاہا۔
اس لئے وہ لوگ کفر و اسلام اور ہدایت و گمراہی میں بٹ گئے)

= فَمِنْهُمْ مَنْ اٰمَنَ۔ پس کچھ تو ایمان لے آئے (یعنی اللہ نے اپنی مہربانی سے دین انبیاء کا پابند ہونے
کی ان کو ہدایت و توفیق عطا فرمادی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت ہدایت کا مظہر قرار پایا
= وَمِنْهُمْ مَنْ كَفَرَ اور کچھ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا۔ یعنی اللہ نے تقاضائے عدل کے تحت ان کی
مدد نہیں کی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت اضلال کا مظہر قرار پایا۔

= وَكَوْشَاءُ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوا۔ اس جملہ کا دوبارہ ذکر اول جملہ کی تاکید کے لئے ہے۔
فَاُتٰى ۵۔ اگر اللہ چاہتا کہ سب ہدایت پر آجائیں اور باہمی جنگ و جدال سے باز رہیں تو اس مشیت ایزدی
کی تکمیل میں کوئی شے مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ ان میں سے بعض کا ایمان اور بعض کا کفر نعوذ باللہ خدا کی بے بسی کی دلیل
نہیں بلکہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے۔ ہماری عقل اس کی حکمت اور تقدیر کی حقیقت کا ادراک
کرنے سے قاصر ہے

= لٰكِنَّ (نون کی تشدید کے ساتھ) حرف استدراک ہے۔ یعنی پہلی بات کا وہم دور کرنے والا حرف جیسے بَلْ
غَيْرَ اَنْ۔ اِلَّا اِلَّا اَنْ۔ وغیرہ۔ یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے قرآن مجید میں ہے وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ

وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا (۱۰۲:۲) حضرت سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے لٰكِنَّ (تخفیف کے ساتھ یعنی بغیر تشدید کے) حرف عاطف ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آتے۔ اور یہ لٰكِنَّ استدراک کے لئے بھی آتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔ مثلاً وَإِذَا أَنْزَلْتُ سُورَةً أَنْ أَمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أَوْ لَوِ الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذُرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقُعْدِيِّنَ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُغِيَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ه لٰكِنَّ الرَّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جُهْدُوا أَيَا مَوْلَاهُمْ وَانْفُسِهِمْ مَا دَاوِلْتُمْ لَكُمْ لَهْمُ الْخِيَرَاتِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۵ (۸۶:۹۱ تا ۸۸) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر لڑائی کرو۔ تو ان میں جو دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے۔ کہ جو لوگ گھروں میں رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں بیٹھے) رہیں ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے سب اپنے مال اور جان سے لڑے انہی لوگوں کے لئے مہلایاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں۔

۲۵۴:۲ = الْفِقُّ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ تم (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ اس کا مفعول شَيْئًا محذوف ہے۔ اِی الْفَقْوَا شَيْئًا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ اور مَّا سے مَّا بمعنی الَّذِی اور کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ یعنی ہم نے جو تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔
= خَلَّةٌ۔ دوستی۔ آشنائی۔ خلل مادہ۔ خَلِيلٌ۔ دوست۔

= بَيْعٌ۔ خرید و فروخت، لین دین۔ بیچنا۔ خریدنا۔ مصدر ہے۔ سودا لے کر قیمت لینے کا نام "بیع" ہے اور قیمت دے کر سودا لینے کا نام "شراء" ہے کبھی شرار کے معنی میں بیع اور بیع کے معنی میں شراء کا استعمال ہوتا ہے
= وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ یہ جملہ محذوف کا معطوف ہے۔ اِی الْكَافِرُونَ هُمُ الْمُتَّقُونَ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ پس متقی مومن تو پورا پورا کما حقہ ادا کرتے ہیں اور کافر ہی ظالم ہیں (کہ مال کو بے محل صرف کرتے ہیں اور احکام کی تعمیل نہیں کرتے) الظلمۃ کے معنی روشنی کا معدوم ہونا ہے اہل لغت اور اکثر علماء کے نزدیک ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے ہٹا کر۔ اور الظلم کا لفظ حق سے تجاوز پر بھی بولا جاتا ہے جس کی مثال دائرہ میں نکتہ کی ہوتی ہے۔ اور ظلم کا اطلاق چونکہ ہر قسم کے تجاوز پر ہوتا ہے خواہ وہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو ابلیس کو ظالم کہا ہے اور دوسری طرف حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی غلطی کی بناء پر ظالم کہہ دیا گیا ہے۔ گو دونوں کے ظالم ہونے میں بہت بڑا فرق ہے فائدہ۔ بیضادی نے لکھا ہے کہ الْكَافِرُونَ سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں۔ ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا ہے جیسے حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور مَنْ لَمْ يَجْعَلْ جگہ

مَنْ كَفَرَ فَمَا آيَةُ - وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حُجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (۹۷:۳) اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہیں کرے گا (یعنی حج نہ کرے گا) مقدور رکھتے ہوئے تو خدا بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔

۲۵۵:۲ = اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ - اَللّٰهُ - بتدار لا الہ الا هو خیر اول - الحي القيوم خبر ثانی - اَللّٰهُ - معبود - بروزن فَعَالٌ - بمعنى مَفْعُولٌ مَالُوَةٌ ہے - ہر قوم کے نزدیک جس کی بندگی کی جائے اللہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل - منصوب بوجہ عمل لَا الْحَيُّ - زندہ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے جب اس کا تعلق خداوند تعالیٰ کی ذات سے ہو تو معنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہوگا جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا۔

اَلْقَيُّوْمُ - صیغہ مبالغہ - بروزن فَعْعُولٌ - وہ ذات جو خود قائم رہنے والی ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہو - خود موجود و باقی ہے اور دوسروں کو ضروریاتِ ہستی و درستی عطا کرنے والی ہے جس کی ہر چیز اپنے وجود و بقا و نشوونما کے لئے محتاج ہے

= لَا تَأْخُذُہُ - مضارع منفی واحد مؤنث غائب - أَخَذَ (باب نَصَرَ) مصدر - وہ اس کو نہیں پکڑتی ہے وہ نہیں آیتی - کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب - اس کا مرجع اللہ ہے - یہ جملہ متانفہ ہے - (نیا جملہ)
= سِنَّةٌ - ادنگھ - غنودگی - غفلت - وَسِينٌ - يَوْمٌ سَنٌ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے - اس کی ہا و او محذوف کے بدلہ میں ہے جیسے وَعْدٌ سے عِدَّةٌ ہے۔

= نَوْمٌ - اسم - نیند۔

= مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ - مَا بمعنی الَّذِي اسم موصولہ ہے۔

= مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَہُ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۝ مَنْ اسْتَفْهَمَ مِثْلَ اِنْكَارِ یہ ہے اِی لَا يَشْفَعُ عِنْدَہُ اَحَدٌ اِلَّا بِاِذْنِہٖ - ذَا اسم اشارہ واحد مذکر - بعض کے نزدیک مَنْ ذَا مرکب ہے مَا ذَا کی طرح لیکن ثعلبی نے امالی میں اور ابوالبقار نے اعراب میں انکار کیا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے

= مَا بَيْنَ اَیْدِیْہُمْ وَمَا خَلْفَہُمْ - مَا ہر دو جگہ موصولہ ہے۔ بَيْنَ اَیْدِیْہُمْ - اَیْدِیْہُمْ - مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ - بَيْنَ مضاف بمعنی ان کے سامنے یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر موصولہ کاملہ ہوئے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب - اس کا مرجع مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ عاقل اور بے عقل دونوں کو شامل ہے۔ یا یہ ضمیر ذَا کی طرف راجع ہے (جو مَنْ ذَا الَّذِي میں مذکور ہے) اور ذَا سے مراد انبیاء

اور ملائکہ ہیں۔

== وَلَا يُحِيطُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - إِحَاطَةٌ (افعال) سے مصدر - وہ نہیں گھر سکتے۔
یا نہیں گھیرتے - (علمی) احاطہ نہیں کر سکتے - ضمیر فاعل مافی السموات ومافی الارض کی طرف راجع ہے
یعنی وہ اس کے علم میں سے کسی شے کا (کامل) علمی احاطہ نہیں کر سکتے۔

== إِلَّا بِمَا شَاءَ - اسی الہما شاء ان یطلعہم علیہ - ہاں جس چیز کا علم وہ دینا چاہے۔

وادیہ ہے اور یَعْلَمُ کی ضمیر فاعل ذوالحال ہے یا وادیہ عارفہ ہے - دونوں جملوں کا مجموعہ تبارہا ہے کہ محیط
کل اور ہمہ گیر علم ذاتی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت ہے اس لئے دونوں
جملوں کے درمیان حرف عطف کو ذکر کر دیا - (تفسیر مظہری)

== وَسِعَ - ماضی واحد مذکر غائب - سِعَةً - (باب سَمِعَ) سے مصدر - جیسے وَعَدَ یَعِدُ سے عِدَّةٌ ہے
اس نے سمایا - یعنی اس کا علم یا اقتدار (کرسی) ہر چیز کو محیط ہے۔

== کُرْسِیُّہ - مضاف مضاف الیہ - اس کی کرسی - ء ضمیر واحد مذکر غائب - اللہ کی طرف راجع ہے اصحاب
الطواہر (علامہ ابن تیمیہؒ - ابن قیمؒ - ابن حزم وغیرہ) کے نزدیک کرسی سے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی بیٹھنے کی کرسی
لیکن کیفیت مجہول ہے معلوم نہیں - کیسی کرسی ہے کس چیز کی ہے - غرض ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے
شایان ہے - بعض علماء کے نزدیک کرسی سے مراد وہ جسم محیط ہے جس کے اندر سارا جہان متحد ہوا ہے -
بعض نے انصاف اور حکومت مراد لیا ہے - حضرت ابن عباس کے نزدیک کرسی سے علم مراد ہے - ممکن
ہے کہ سبھی معنوں کو متضمن ہو۔

== السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - ہر دو اسم مفعول ہیں - وَسِعَ کُرْسِیُّہ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اس کی کرسی آسمان
اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے (کوئی چیز اس سے باہر نہیں)

== وَلَا یُؤَدُّہ حِفْظُہمَا - وادیہ عارفہ ہے حِفْظُہمَا مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل لَا یُؤَدُّ فعل ء ضمیر
مفعول - فعل - فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا - لَا یُؤَدُّ - مضارع منفی واحد مذکر غائب اَدَّ یُؤَدُّ -
(بروزن قال یقول) اَدَّوْا اَدُّوْا (باب نصر) مصدر گراں بار کرنا - بھاری لگنا - متھکا دینا - اَلْؤَدُّوْہ
بوجہ - ء ضمیر مفعول - واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے - حِفْظُہمَا میں ہُمَا ضمیر تثنیۃ مَوْنِ سَمَوَاتِ
اور اَرْضِ کے لئے ہے۔

ترجمہ :- اور ان کی (یعنی آسمانوں کی اور زمین کی) حفاظت اس کو نہیں تھکاتی۔

== الْعَلِیُّ - بلند مرتبہ - عالی شان - یہ علاء سے ہے جس کے معنی بزرگ ہونے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ

صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں عَلِيُّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ یعنی بلند مرتبت کے۔ یہ عَلِي سے ہے اور حبیبت اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ وہ ذات جو اس سے کہیں بزرگ ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ کر سکے۔

== الْعَظِيمُ - بروزن فَعِلٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بزرگ - بڑا - بڑی عظمت والا - بڑی شان والا عَظَمَ يَعْظُمُ عِظْمٌ وَعِظَامَةٌ مصدر (باب کرم) سے ہے بمعنی بڑا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے ۲۵۶:۲ = لَا اِكْرَاهَ - منصوب بوجہ عمل لا - اِكْرَاهُ (افعال) مصدر ہے۔ کسی کو زبردستی کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔ اَلْكَرْهُ وَالْاِكْرَاهُ - سخت ناپسندیدگی۔ اَلْكَرْهُ اس مشقت کو کہتے ہیں جو انسان کو خارج سے پہنچے۔ اور اس پر زبردستی ڈالی جائے۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مراد ہے اور اَلْكَرْهُ بضم الکان ملاحظہ ہو (المفردات) اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے ناخواستہ طور پر خود اپنے آپ سے پہنچے۔ مثلاً ایک چیز طبعاً ناگوار ہے لیکن شریعت اسے پسند کرتی ہے اور اسے کرنا ہی پڑتا ہے جیسے جہاد۔ دوم ایسی چیز کہ طبعاً تو پسندیدہ ہو لیکن شرعاً مکروہ ہو۔ مثلاً راگ و رنگ۔

== قَدْ تَبَيَّنَ - فعل ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ بیشک - تحقیق - تبیین ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب - تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر سے جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں = الرُّشْدُ - ہدایت، راہ یابی، راستی - رَشَدٌ يَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے، ہدایت کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ صلاحیت کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَإِنَّ السُّلُومَ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ (۶:۴) پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی نچنگی یا صلاحیت دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

== الْغَرَسُ - گمراہی - بدراہی - ضلالت - کفر - غوی - حروف مادہ ہیں۔

الْغَى - اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جہالت کبھی تو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً مَا نَحْنُ بِصَاحِبِكُمْ وَمَا غَوَىٰ (۱۲:۵۳) تمہارے رفیق (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ راستہ مہولے ہیں اور نہ راہ مٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوهُمْ فِي الْغَىٰ (۲۰:۴) اور ان (یعنی کفار کے بھائی) انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں

== فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ ط مَنْ شَرَطِيہ ہے اور يَكْفُرُو - يَوْمِنْ فعل مضارع بوجہ شرط مجزوم ہیں۔ پس جس نے طاغوت سے انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا۔ الطَّاغُوتُ - شیطان - حق سے روکنے والے بُت - معبود باطل - سرکش - سخت طاغی - مُفِد -

احد۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

علامہ محب الدین ابوالبقا، عبداللہ البکری لکھتے ہیں کہ اس کی اصل طَغُوتٌ ہے کیونکہ یہ طَغَيْتُ طَغًی سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ واو سے ہو کیونکہ اس میں یَطْعُوْا بھی بولا جاتا ہے پر مٹی کا استعمال اکثر ہے اور اسی پر مصدر طَغِيَانٌ آیا ہے پھر لام کلمہ کو مقدم کر کے غ سے پہلے کر دیا گیا تو طَغُوتٌ ہو گیا طَوْغُوتٌ بن گیا۔ پھر حرف علت متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوا۔ تو اس کو الف سے بدل دیا گیا۔ طَاغُوتٌ بن گیا۔

= فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى - جواب شرط۔ اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔

اسْتَمْسَكَ - ماضی واحد مذکر غائب - اسْتَمْسَكَ (استفعال) مصدر - مَسَكَ مادہ اس نے پکڑ لیا۔ اسْتَمْسَكَ - پکڑ لینا۔ روکے رکھنا۔

الْعُرْوَةُ - کڑا۔ حلقہ۔ کسی چیز کا دستہ یا قبضہ۔ عُرْوَى وَعُرْوَى - جمع۔

= الْوُثْقَى - اسم تفضیل مؤنث - الْوُثْقَى - مذکر۔ وَثِيقٌ اسم فاعل - وَثَاقَةٌ (باب کوم) بہت مضبوط قابل شکست، مَوْتِقٌ دُمِثَاقٌ - پختہ عہد۔ پکا وعدہ۔

لَا الْفِصَامَ لَهَا - الْفِصَام - مصدر ہے (باب انفعال) ٹوٹنا۔ لَهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائبہ نُدُوۃ کے لئے ہے اور جملہ حال ہے ضمیر العُرْوَةُ سے۔

= سَمِيعٌ - سنے والا۔ سَمِعٌ سے بروزن فَعِيلٌ - صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ جب یہ اللہ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی ہر شے پر حاوی ہو۔

= عَلِيمٌ - بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عَلِمٌ سے بروزن فَعِيلٌ - مبالغہ کا صیغہ ہے

۱: ۲۵۴ = يُخْرِجُهُمْ - يُخْرِجُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کے لئے ہے

= مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ - صاحب تفسیر مظہری اس آیت کی شرح میں رقمطراز ہیں

”جن لوگوں کا مومن ہونا خدا چاہتا ہے تو ان کو اپنی توفیق اور ہدایت کی مدد سے جہالت۔ نفس پرستی و وسوسوں اور کفر تک پہنچانے والے شبہات سے نکال کر اس صراط مستقیم پر لا ڈالتا ہے جو ایمان تک ان کو پہنچا دیتی ہے۔“

واقہی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ الفاظ ظُلُمَاتِ وَالنُّوْرِ آئے ہیں ان سے مراد

فرد ایمان ہے ہاں سورۃ النعام کی آیت جَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ (۱: ۶) میں شب و روز مراد ہیں

آیت مذکور بتا رہی ہے کہ ایمان (اختیاری نہیں) صرف عطیہ خداوندی ہے۔ جملہ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ

اِلَى النُّورِ۔ یا تو اللہ کی دوسری خبر ہے۔ یا اَمْنُوْا کی ضمیر کا حال ہے یا الَّذِیْنَ کا حال ہے یا دونوں سے حال ہے۔ یا مستقل علیحدہ کلام ہے جس سے مفہوم ولایت کی توضیح یا تاکید ہو رہی ہے

= یُخْرِجُوْهُمْ۔ میں ضمیر فاعل الطَّاغُوْثُ کی طرف راجع ہے جبکہ ضمیر مفعول (هٰذِهِمُ) الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے لئے ہے۔

= اُوْلٰئِكَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشار الیہ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔

= فِیْهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ التَّارِ کے لئے ہے

= خَلِدُوْنَ۔ خُلُوْدُ رَبَّابِ نَصَرَ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع۔ ہمیشہ رہنے والے

۲: ۲۵۸ = اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے خبر ہے اس شخص کی

حَاجَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُحَاجَّةٌ (مفاعلة) مصدر۔ اس نے جھگڑا کیا۔ اس نے بحث کی

بحث کی۔ حجت کرنا۔ یعنی ہر ایک کا دوسرے کو اس کی دلیل اور راہ سے ہٹانے کی خواہش کرنا

= اِنَّ اَشَدُّ اللّٰهُ الْمُلْکَ۔ اَنْ سے پہلے لام تعلیل محذوف ہے گویا عبارت ہے لِاَنَّ اَشَدُّ اللّٰهُ

الْمُلْکَ۔ جھگڑا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطا کی تھی۔ اس لئے اس نے سرکشی

کی۔ حکومت کا غرور اس کے جھگڑا کرنے کی علت تھا۔ یعنی اس نے عطاء خداوندی کے تقاضے کے

خلاف کیا۔ عطا کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ شکر کرتا مگر کیا اس نے اس کے برعکس۔ عرب کہتے ہیں کہ

عَادَیْتُ لِدَیِّ اَحْسَنْتُ اِلَیْكَ تو میرا دشمن اس لئے ہو گیا کہ میں نے تجھ سے سہلائی کی (یہ طنزیہ کلام ہے)

= قَاتِ بِهَا۔ اِتِّ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِثْبَاتٌ (باب ضَرْبٍ) مصدر بمعنی آنا۔ لیکن جب اس

کا تعدیہ با کے ساتھ ہو تو بمعنی لانے کے ہوں گے۔ اِتِّ ب۔ تولا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب

الشمس کے لئے ہے تو اسے (نکال) لے آ۔

= بُرِّهْتَ۔ ماضی مجہول۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ بُرِّهْتُ (باب سَمِعَ و کَرَّمَ) مصدر۔ بمعنی حیران

و ششدر رہ جانا۔ وہ حیران رہ گیا۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ یہاں فعل مجہول فعل معروف کے معنی میں ہی آیا ہے

= وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ۔ اللّٰهُ فاعل۔ لَا یَهْدِی مضارع منفی واحد مذکر غائب

فعل۔ الْقَوْمَ الظَّالِمِیْنَ۔ موصوف و صفت مل کر مفعول۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

۲: ۲۵۹ = اَذْکَا الَّذِیْ۔ اَذْ حرف عطف اس کا عطف اَلَمْ تَرَ پر ہے لَکَ بمعنی مثل کے آیا ہے

اس صورت میں اَذْ اَیَّتَ محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔ اَو اَرَاَیْتَ الَّذِیْ۔ یعنی

الَّذِیْ حَاجَّ اِبْرٰهیمَ۔ کے علاوہ یہ دوسرے شخص کی مثال ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے مقابل

میں بیان نہیں ہوا۔ کہ آیا اس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔ یا یہ کسی اور زمانہ کا قصہ ہے

اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعین نہیں فرمائی۔ ترجمہ یوں ہوگا اور کیا تم نے مثال نہیں دیکھی اس شخص کی جو ایک بستی کے پاس سے گذرا۔۔۔ اخفش نے کاف کو زائد قرار دیا ہے۔
 = قَرْيَةٍ - بستی - اور بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرَى - قَرْی جمع قِیاسی نہیں مرن سماعی ہے۔ کیونکہ
 فَعْلَةٍ کی جمع قِیاسی فِعَال کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے ظَبْيَةٍ کی جمع ظَبَاءٌ۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے
 کہ اہل یمن قَرْيَةٍ بولتے ہیں اور اس کی جمع قُرَى قِیاسی ہے جیسے ذُرَّةٌ کی جمع ذُرَى۔ بہر کیف قرآن
 مجید میں قَرْيَةٍ (واحد) اور قُرَى (جمع) آیا ہے اور یہی فصیح ہے اس کے مقابلے میں یمنی استعمال فصیح
 نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا (۹۳:۶) کہ تم بستیوں کی ماں -
 (یعنی مکہ) کے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈراؤ۔

= وَهِيَ خَادِيَةٌ عَلَى عُرْوِ شَهَا - هِيَ اِی قَرْيَةٍ - خَادِيَةٌ - اسم فاعل واحد مؤنث افتاده۔
 گرمی ہوئی - خَوَى يَخْوِي خَوًی (باب صوب) (گھر کا) بڑ جانا - گر جانا - اور خَوَى يَخْوِي خَوَايَةً
 خَوَاءً (باب سَمِعَ) (جگہ یا مکان کا) خالی ہونا - گر پڑنا - ڈھ جانا - اندر سے کھوکھلا ہو جانا۔

جملہ وَهِيَ خَادِيَةٌ موضع جر میں ہے اور اس صورت میں قَرْيَةٍ کی صفت ہے۔ عَلَى عُرْوِ شَهَا
 متعلق ہے خَادِيَةٌ سے عُرْوِ شَهَا - مضاف مضاف الیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةٍ کے لئے
 ہے۔ عُرْوِش جمع ہے عَرْش کی۔ بمعنی چھت۔ عَرْشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت۔ بیل کو چڑھانے
 کے لئے جو چھت یا ٹیڑھی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔

قَرْيَةٍ خَادِيَةٍ عَلَى عُرْوِ شَهَا - شہر جو چھتوں سمیت ڈھا پڑا تھا۔

= اَنَّى - اِی کیف - کیونکر - کیسے - نیز ملاحظہ ہو ۲۲۳:۲ - هٰذَا - یہ بستی - یا اس بستی کے
 لوگ =

= بَعْدَ مَوْتِهَا - اس کی موت کے بعد - اس کی دیرانی کے بعد (بستی یا بستی کے رہنے والوں کی
 بربادی کے بعد) - هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قَرْيَةٍ ہے

= اَمَاتَهُ اللّٰهُ - اللّٰهُ فاعل - اَمَاتَ فاعل ماضی واحد مذکر غائب - اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر
 ۴ - ضمیر واحد مذکر غائب - اس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے) اس کو (یعنی اس شخص کو جو اس قریہ کے پاس
 سے گذرا - اور اس کو برباد دیکھ کر کہا کہ اس بربادی کے بعد اللہ اسے کیسے زندہ کر دے گا۔ موت دی
 مار ڈالا۔

= ثُمَّ بَعَثَهُ - ثُمَّ حرف عطف ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر۔ بَعَثَهُ
 بَعَثَ - ماضی - واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے اسے زندہ اٹھا کھڑا کیا۔ ۴ ضمیر

مفعول مذکورہ بالا شخص کی طرف راجع ہے۔ اگر رسولوں کے متعلق اس کا استعمال ہو تو بَعَثَ کے معنی اللہ کی طرف سے مبعوث کرنے اور بھیجنے کے ہوں گے۔ مثلاً اَللّٰهُ بَشَّرَ اَرْسُولًا (۱۷: ۹۴) کیا خدا نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

= قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ - اِیْ قَالَ اللّٰهُ - كَمْ لَبِثْتُمْ - اِیْ كَمْ زَمَانًا لَبِثْتُمْ - تو کتنی مدت ٹھہرا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۲۱۱ - اور ۲: ۲۴۹ - لَبِثْتُ (بَابُ سَمْعٍ) لَبِثْتُ - مصدر - بمعنی ٹھہرنا۔ رہنا۔
= بَعْضُ یَوْمٍ - رمضان رمضان الیہ - بَعْضُ - کچھ - ٹکڑا - کل کے اعتبار سے شے کے کسی جز کو بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کُل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے بَعْضُ یَوْمٍ - دن کا کچھ حصہ۔
= قَالَ - اِیْ قَالَ اللّٰهُ -

= یَلْ - حرف اضراب ہے۔ بلکہ - نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۱۳۵ -

= كَمْ یَسْتَسْئَلُ - نفی جہد بلم - واحد مذکر غائب - (باوجود سالہا گذر جانے کے) تمہارا مشروب یا طعام خراب نہیں ہوا۔ تَسْتَسْئَلُ (بَابُ تَفْعِلُ) مصدر سے - عمر رسیدہ ہونا - پرانا ہونا - خوراک کا لبس ہو جانا خوراک کو پھپھوندی لگ جانا۔ سَ نَ نَ حروف مادہ ہیں - یَسْتَسْئَلُ - اصل میں یَسْتَسْئَلُ تھا۔ چونکہ تین نون جمع ہو گئے تھے اخیر کو ی سے بدلا۔ پھری کو الف سے بدلا الف جزم کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ ۴ استراحت یعنی سکتہ کی ہے۔ مادہ سَ نَ نَ ۴ سے سِنَدَ یَسْنَدُ سَنَدُ (بَابُ سَمْعٍ) سے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ طعام یا شراب کا متغیر ہو جانا۔ بگڑ جانا۔

= وَلِنَجْعَلَكَ - محذوف پر معطوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اِیْنَاكَ ذٰلِكَ لَتَعْلَمَنَّ قَدْرَ قَدْرَتِنَا - ہم نے تجھے یہ کچھ اس لئے دکھلایا تاکہ تو جان لے ہماری قدرت کو (بعض کے نزدیک داؤد ہے) اور یہ اس لئے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی (یا دلیل) بنائیں۔
= وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ - اور ہڈیوں کو دیکھ۔ مراد گدھے کی ہڈیاں (جو اس شخص کے پاس تھا) یا اہل قریہ کی ہڈیاں (جو اس وقت مر کھپ چکے تھے) یا اس کی اپنی ہڈیاں یا اس کے گدھے کی ہڈیاں (روح المعانی) عِظَامٌ ہڈیاں - عَظْمٌ کی جمع جیسے سِهَامٌ سَهْمٌ کی جمع ہے۔

= نُنَشِّرُهَا - مضارع جمع متکلم - اِنْشَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - ہم جوڑ دیتے ہیں۔ حرکت دیتے ہیں اٹھا دیتے ہیں۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب العظام کے لئے ہے۔

النَّشْرُ - بلند زمین کو کہتے ہیں۔ اور نَشْرٌ فُلَانٌ کے معنی بلند زمین کے قصد کرنے کے ہیں۔ اسی سے نَشْرٌ فُلَانٌ عَنْ مَقَرِّہ کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی کسی کا اپنی قرار گاہ سے اوپر ابھر آنے کے

کے ہیں۔ اور ہر اوپر اٹھنے والی چیز کو نَاشِرُ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آتا ہے
وَإِذَا تِلْكَ الْبُرُجُ انْشَرُّوا فَأَنْشَرُوا (۵۸: ۱۱) اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے
ہو اکرو۔

اور نَشَرُ وَاِنْشَارُ کے معنی زندہ کرنا بھی آتے ہیں کیونکہ زندگی میں ایک طرح کا ابھار پایا
جاتا ہے۔ اور اسی معنی میں آیت ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

= نَكْسُوْهَا۔ مضارع جمع متکلم۔ كَسَوْهٗ (باب نصر) مصدر بمعنی پہنانا (کسی کے اوپر لباس کی
طرح) چڑھانا۔ یا جس طرح لباس سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح چھپا دینا۔ ہا ضمیر مفعول واحد
مَوْتِ غَائِبِ جس کا مرجع العظام ہے۔ لَحْمًا مفعول ثانی۔ ہم ان (ہڈیوں) پر گوشت چڑھا دیتے
ہیں۔ یا ان کو گوشت سے چھپا دیتے ہیں جس طرح جسم کو لباس سے چھپا دیتے ہیں۔ كَسَوْهٗ لباس کا
جوڑا۔

= تَبَيَّنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) مصدر بمعنی ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔ لَہُ
میں کا ضمیر واحد مذکر غائب اس شخص کے لئے ہے۔ جب یہ امر اس پر واضح ہو گیا۔ یعنی اللہ
کی قدرت کی ہمہ گیری اس پر واضح ہو گئی۔

= اَعْلَمَ۔ میں جانتا ہوں بمعنی یقین کرتا ہوں۔

۲: ۲۶۰ = وَإِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ مِیْ اِذْ سَ قَبْلَ عِبَارَتِ مَقْدَرِہِے اِیْ اُذْ کُرِ الْوَقْتُ
اِذْ۔ یا وَاِذْ کُرِ الْوَاَقِعَةُ اِذْ۔ اور وہ وقت یاد کرو جب۔ یا وہ واقعہ یاد کرو جب۔ قرآن مجید
میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْ کُرِ محذوف ہے۔ یعنی آپ ان سے ذکر کیجئے یا آپ
از خود یاد کیجئے اِذْ اسم ظرف ہے۔ قَالَ فعل اِبْرٰهِيْمُ۔ فاعل۔

= رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ یہ جملہ مقولہ ہے اور کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی جملہ مفعول ہے
اَرِنِیْ کا۔ ترجمہ ہوگا۔ اور (اے نبی) اس واقعہ کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم نے کہا اے
میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکر زندہ کرے گا؟۔ اَرِنِیْ میں اَرِ امر کا صیغہ واحد
مذکر حاضر ہے۔ نَ وَاقِیہ اور تِ ضمیر واحد متکلم کی۔

= قَالَ اَدٰکُمْ تَوٰمِنٌ۔ قَالَ۔ اِیْ قَالَ اللّٰهُ۔ ہمزہ استفہامیہ و حروف عطف۔ حروف
عطف سے پہلے کلام مقدر ہے اِیْ اَلَمْ تَعْلَمُوْا وَلَمْ تَوٰمِنُوْا کیا تو نہیں جانتا۔ اور تجھے یقین نہیں آیا۔

= قَالَ بَلٰی۔ اِیْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۲۶۱

= وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ لِّیَطْمَئِنَّ کلام محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یوں ہے!

سَأَلْتُكَ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي۔ میں نے اطمینان دل کے لئے تجھ سے سوال کیا ہے، اِلْهَمِنَا (افعیعَال) مصدر ہے۔

= خَذُ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اخَذُ (باب نصر) مصدر تولے۔ تو کپڑے۔

= مِنَ الطَّيْرِ صِفَت ہے اَرْبَعَةٌ کی جو مفعول ہے فعل خَذُ کا۔

= صُرْهُنَّ اِلَيْكَ۔ صَارَ لِيَصُوْرُ۔ (باب نصر) وَصَارَ لِيَصِيْرُ (باب ضرب) صِيْرُ و صَوْرُ۔ مصدر سے۔ مائل کرنا۔ بلانا۔ سدھانا۔ (باب ضرب) سے بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا بھی ہے صَارَ اِلَى كَذَا۔ کے معنی کسی خاص مقام تک پہنچ جانے کے ہیں صِيْرُ الْبَابِ۔ دروازہ کا شگاف یا جھروکا۔ اسے صِيْرُ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نقل و حرکت کا منتہی ہوتا ہے اس لئے اَلْصِيْرُ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے قرآن مجید میں ہے : وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۱۸: ۵) یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوٹنے کی جگہ ہے يٰۤاُولَٔٓذِيْنَ كَفَرُوْا بَرِّٓهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ بِلَيْسِ الْمَصِيْرُ (۶: ۶۷) اور جو لوگ اپنے رب کے منکر ہوئے ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور بری جگہ ہے وہ پہنچنے کی۔

صُرْهُنَّ۔ صُرُ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائبہ۔ بمعنی پھران کو اپنی طرف مانوس کر لے (ضیاء القرآن) پھران کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔ (تفسیر کبیر) پھران کو اپنی طرف آنے کے لئے سدھاؤ۔ (عبد اللہ یوسف علی)

= مِنْهُنَّ۔ میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث اَرْبَعَةٌ مِنَ الطَّيْرِ کی طرف راجع ہے۔

= جُزْءٌ۔ ایک حصہ۔ کچھ حصہ۔ اَجْزَاءٌ۔ جمع۔ اِجْعَلْ کا مفعول اِجْعَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر جَعَلُ (باب فتح) سے مصدر۔ تو رکھ۔ تو بنا دے۔

= اُدْعُهُنَّ۔ اُدْعُ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ دَعْوَةٌ (باب نصر) سے مصدر۔ بمعنی بلانا۔ پکارنا دعا کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائبہ۔ تو ان کو پکار۔ تو ان کو بلا۔

= يٰۤاَتِيَنَّكَ سَعْيًا۔ يٰۤاَتِيَنَّ مضارع جمع مؤنث غائبہ اَتَيَاكَ (باب ضرب) مصدر۔

كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ آئیں تیری طرف یا تیرے پاس۔ سَعْيًا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے۔ دوڑتے ہوئے۔

۲: ۲۶۱ = مَثَلُ الَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ط
مَثَلُ الَّذِيْنَ يَنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ یہ جملہ مبتدا ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ - خبر۔
 أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ صفت ہے حَبَّة کی۔

مِائَةِ حَبَّةٍ — بتدار [صفت ہے سَنَابِل کی۔
 فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ — خبر

اس عبارت میں مضاف محذوف ہے خواہ بتدار کی طرف حذف مانا جائے یا خبر کی جانب۔
 پہلی صورت میں عبارت ہوگی۔ مَثَلُ (إِنْفَاقِ) الَّذِينَ كَمَثَلِ حَبَّةٍ - ترجمہ ہوگا: جو
 لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے
 والا جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

دوسری صورت میں عبارت ہوگی مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ كَمَثَلِ بَاذِرِ حَبَّةٍ
 أَنْبَتَتْ - اور ترجمہ ہوگا۔ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ
 بونے والا جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔

فِي سَبِيلِ اللَّهِ - سے مراد خدا کی راہ میں کسی مد میں خرچ کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد
 جہاد ہے۔

يُنْفِقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب (إِنْفَاقٌ) مصدر۔
 سَنَابِلَ - جمع۔ سُنْبُلَةٍ واحد۔ بال۔ خوش۔

حَبَّةٍ - حَبٌّ واحد۔ حُبُونٌ - دانے اناج کے۔ غلہ۔ اناج۔ گندم۔ جو وغیرہ۔ دوائی وغیرہ
 کی گولی کو بھی حَبَّةٌ یا حَبٌّ کہتے ہیں۔

يُضْعِفُ مضارع واحد مذکر غائب۔ مُضَاعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) وہ بڑھاتا ہے۔ وہ بڑھائیگا
 = وَاسِعٌ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ سَعَةٌ (بَابِ سَمِعَ) مصدر اللہ تعالیٰ کے
 اسماء حسنی میں سے ہے۔

۲۶۲:۲ = الَّذِينَ - اسم موصول مبعہ اپنے صلہ کے متبتدار۔ اور لَهُمْ أَخْذُهُمْ..... الخ اس کی خبر
 = ثُمَّ۔ یہاں تراخی فی المرتبہ (تفاوت مرتبہ) کے لئے ہے۔ یعنی انفاق اور ترك المن والادی
 کے درمیان تفاوت کے اظہار کے لئے۔ دوسرے لفظوں میں نفس الانفاق اپنی جگہ پر ٹھیک ہے
 لیکن بعد میں احسان نہ جتنا اور اپنی فوقیت کا اظہار نہ کرتا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا
 هُمْ يَخْذَنُونَ (۴۶: ۱۳) جن لوگوں نے کہا کہ خدا ہمارا پروردگار ہے۔ پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو

نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔ مطلب یہ کہ ایمان لانے سے ایمان پر استقامت بڑھ کر نیکی ہے
نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۸۔

== لَا يُتَّبِعُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب (افعال) مصدر - وہ (اس کے) پیچھے
نہیں کرتے۔

== مَا أَنْفَقُوا - ما موصولہ - أَنْفَقُوا - (ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب) صلہ اپنے موصول کا۔ موصول
وصلہ مل کر مفعول اپنے فعل لَا يُتَّبِعُونَ کا۔ مَا أَنْفَقُوا ای انفاقہم۔

== مَنَّا - مَنَّا مَنَّا (باب نصر) مَنَّا مَنَّا مصدر المِنَّة کے معنی بھاری احسان کے ہیں
اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے :-

(۱) ایک منت بالفعل جیسے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ (۱۶۴: ۳) خدا نے مومنوں پر
بڑا احسان کیا ہے اور یہ منت بالفعل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

(۲) منت بالقول - یعنی احسان جتنا۔ گو انسانی معاشرہ میں احسان جتنا معیوب سمجھا جاتا ہے
مگر جب کفران نعمت ہو رہا ہو تو اس کے اظہار میں کچھ قباحت نہیں ہے کسی نے کہا ہے اذا
كُفِرَتِ النِّعَةُ حَسَنَتِ الْمَنَّةُ، جب نعمت کی ناشکری ہو رہی ہو تو احسان جتنا ہی مستحسن
قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے يَمْنُونَ بِيَدِكَ اَنْ اَسْكُمُ اَوْ اَقْلَ لَا تَمْنُوا عَلٰى اِسْلَامِكُمْ
بَلِ اللّٰهُ يَمْنُ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰكُمْ - لِلَّذِيْمَانِ۔ (۱۴: ۲۹) یہ لوگ تم پر احسان رکھتے
ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا نے تم پر بڑا
بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔

اس میں ان کی طرف سے منت بالقول یعنی احسان جتنا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے
منت بالفعل یعنی انہیں ایمان کی نعمت سے نوازنا مراد ہے۔

یہاں مَنَّا احسان جتنا مراد ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے۔

== اَذَى - ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔
اَذَى - (باب سَمِعَ) تکلیف پانا۔ اور اَذَى يُوْذِيْ اِيْذًا - (باب افعال) بمعنی کسی کو
تکلیف دینا۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔

ترجمہ :- جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کر چکے ہیں اس کے عقب
میں نہ تو احسان جتنا ہے اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں۔

۲۶۳: ۲ = قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ - اچھی بات، مناسب بات - یعنی معذرت کی نرم بات کہنا۔

قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ وَمَوْصُوفٌ وصفت - مبتدا - خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا اَذَىٰ خیر۔
 = مَغْفِرَةٌ - معاف کرنا - درگزر کرنا - غَفَرَ يَغْفِرُ کا مصدر باب ضرب سے - مَغْفِرَةٌ - کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں -

(۱) خدا سے مغفرت مانگنا - (۱) اپنے لئے کہ سائل کو کچھ نہ دے سکا (ب) سائل کے لئے کہ سوال کرنا معیوب ہے -

(۲) سائل کے الحاح اور تلخ کلامی پر چشم پوشی کرنا - (بیضاوی)

(۳) سائل سے معافی مانگنا اور معذرت کرنا - (بیضاوی - کشاف)

(۴) سائل کی پردہ پوشی کرنا (الغازن)

بعض نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے : قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ اَذَىٰ وَالْمَغْفِرَةُ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَتَّبِعُهَا اَذَىٰ - یعنی نرم بات کہنا بہت اچھا ہے لیکن مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد دکھ دیا جائے - اس میں قَوْلٌ مَّعْرُوفٌ کی خبر محذوف لی گئی ہے - اور مَغْفِرَةٌ مبتدا اور خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ اس کی خبر لی گئی ہے -

= غَنِيٌّ - کھلی طور پر بے نیاز - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ہے -

= حَدِيثٌ - یروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے - بردبار - تحمل کرنے والا -

حِلْمٌ - جس کے معنی نفس و طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقع پر بھڑکنے اٹھنے - قرآن مجید میں حلم بمعنی عقل بھی آیا ہے - مثلاً اَمْ تَأْمُرُوهُمْ اَحْلًا مُّهِمًّا بِهَذَا (۵۲: ۳۲) کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں -

۲: ۲۶۴ = لَا تَبْطُلُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - اِبْطَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - تم باطل مت کرو تم ضائع مت کرو - تم رائیگاں مت کرو -

= كَالَّذِي - میں ك حرف تشبیہ ہے - محل نصب میں ہے - نصب یا تو مفعول مطلق ہونے کی صورت میں ہے ای اِبْطَالُ كَالَّذِي يَنْفَقُ - ترجمہ ہوگا - اس شخص کے ثواب کو رائیگاں کرنے کی طرح اپنے ثواب کو اکارت نہ کرو جو..... الخ

یا حال ہونے کی بنا پر - اس صورت میں ترجمہ ہوگا - کہ ثواب کو برباد کرنے میں اس شخص کی مانند نہ ہو جاؤ

= يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ - رِثَاءُ کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں -

(۱) منصوب مفعول لہ ہونے کی وجہ سے ہے - یعنی لوگوں کو دکھانے کی غرض سے وہ خرچ کرتا ہے

(۲) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے - یعنی لوگوں کو دکھاتے ہوئے خرچ کرتا ہے -

(۳) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی لوگوں کی دکھاوٹ کا خرچ کرنا۔

رِثَاءٌ - رَاۤءِیْ یُورِیْ (باب مفاعلة) مُرَاۤءَۃٌ رِثَاءٌ مصدر (رعی - مادہ) خلاف اسل
و خلاف حقیقت دکھانا۔ دکھاوا۔ خود نمائی۔ کسی کو دکھانے کے لئے کسی کام کا کرنا۔

رِثَاءُ النَّاسِ - مضاف مضاف الیہ - لوگوں کے دکھاوے کے لئے

وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْآخِرِ - جملہ حالیہ ہے بمعنی : حالانکہ اس کا ایمان نہ اللہ پر ہوتا ہے
اور نہ یوم آخرت پر

فَاصْدُقْ - وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْآخِرِ - اتفاق صدقہ کی قید نہیں ہے کیونکہ
ریاکاری خیرات کا ثواب بہر حال برباد ہو جاتا ہے خواہ ریاکاری کرنے والا مومن ہی ہو بلکہ اس جملہ کا
ذکر حقیقت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ دکھاوٹ کے لئے خیرات کرنا مومن کی شان نہیں ہے بلکہ یہ
منافق کی خصوصیت ہے۔ (منظہری)

صَفَوَاتٍ - صاف اور چکنا پتھر۔ اس کا واحد صَفْوَانٌ ہے (ص ف و مادہ)

اَصَابَهُ - ماضی واحد مذکر غائب - اِصَابَةٌ (افعال) وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ کا ضمیر مفعول واحد
مذکر غائب۔ وہ اس پر آپڑا۔

وَابِلٌ - اسم - سخت بارش - موسلا دھار بارش - بڑے بڑے قطروں کی بارش۔

وَبِلٌ (آسمان کا) بہت بارش برسانا۔ (گھوڑے کا بے تھاشادوڑنا۔

فَاَصَابَهُ وَابِلٌ - پھر اس پر زور کا مینہ برس گیا۔ اس پر زور کی بارش برسی۔

صَلْدًا - سپاٹ اور سخت پتھر جس پر کچھ نہ اُگے۔ صَلْدٌ کی جمع اَصْلَادٌ ہے۔

لَا یَقْدِرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - نہیں قدرت رکھتے وہ۔ عَلٰی شَیْءٍ - کسی
چیز پر۔ مِمَّا - مرکب ہے مِنْ اور مَا موصولہ سے۔ کَسَبُوا - انہوں نے کمایا۔ یعنی اس سپاٹ پتھر
پر جو بھی انہوں نے محنت کی تھی جو کہ سخت بارش کے آنے سے دھل کر صاف ہو گئی۔ اور اُن
کی قسمت میں ان کی کمائی میں سے کچھ بھی نہ آیا۔

اسی طرح ریاکار پر مرور دہر اور موت کا مینہ برے گا تو ان کے اعمال سخت پتھر کی طرح دھل
جائیں گے اور آخرت میں ان کی کمائی میں سے ان کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

چونکہ الَّذِیْ سے جنس یا جمع مراد ہے گو لفظ مفرد ہے اس لئے معنوی لحاظ سے لَا یَقْدِرُونَ
کی ضمیر جمع الَّذِیْ کی طرف راجع ہے۔

اَلْقَوْمُ الْکَافِرِیْنَ - موصوف و صفت مل کر لَا یَقْدِرُونَ کا مفعول ہے۔ اور اللہ کافر قوم کو

ہدایت نہیں دیتا۔

۲۶۵:۲ = اِبْتَغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ۔ مَرْضَاتِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ اِبْتَغَاءَ۔ مضاف۔ اِبْتَغَاءَ منصوب بوجہ مفعول لِیُنفِقُوْا کا۔ جو اپنا مال خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ اِبْتَغَاءُ بروزن (اِفْتَعَالُ) مصدر ہے بمعنی چاہنا تلاش کرنا۔ مَرْضَا مصدر مسمی واسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ اسی سے ہے رَاضِی۔ اسم فاعل رِضْوَانُ خوب رضامندی۔

= وَتَثْبِیْثًا مِّنْ اَلنَّفْسِیۡنِ۔ واؤ عاطفہ ہے تَثْبِیْثًا بھی منصوب بوجہ مفعول لہ ہے ای ولتثبت ایمان و اعتقاد کے استحکام کے واسطے تَثْبِیْثُ (باب تفعیل) مصدر ہے بمعنی ثابت قدم کرنا۔ ثابت رکھنا۔ مستحکم کرنا۔ مضبوطی۔ تاکید۔ اپنے نفسوں کے (ایمان و اعتقاد میں) استحکام کے لئے۔ ”اور اسلام کو مضبوط بنانے۔ اور اللہ کے وعدہ جزاء کی تصدیق کرنے اور ثواب کی امید رکھنے کی غرض سے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں“ (تفسیر مظہری)

۱۔ اپنے دلی اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں“ (تفسیر حقانی)

”اور اپنے نفس میں پختگی (پیدا کرنے کی غرض سے)“ (تفسیر ماجدی)

”اور خلوص نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں“ ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری۔

= کَمَثَلِ جَنَّةٍ۔ ک تشبیہ کا ہے۔ مَثَلِ جَنَّةٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ (ان لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور اپنے نفس کی پختگی کے لئے خرچ کرتے ہیں) ایک (ایسے) باغ کی سی ہے۔

= بِرَبْوَةٍ۔ ب حرف جار بمعنی علی۔ رَبْوَةٍ۔ مجرور۔ اسم ہے اس کی جمع رَبِیٌّ درجی بمعنی ٹیلہ بلندی۔ بلند جگہ۔ رَبَا۔ یَرْبُو۔ رَبَاءُ (باب نصر) ٹیلہ پر چڑھنا۔ رَبَا فُلَانٌ۔ فلاں اونچی جگہ پر چلا گیا۔ یا چڑھ گیا۔ آیت ہذا میں اونچی جگہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

رَبَا۔ یَرْبُو رَبِیُّ (باب نصر) بمعنی (گھوڑے کا) بھولنا۔ چونکہ بھولنے میں بلندی اور ابھرنے کے معنی متضمن ہیں اس لئے ایسی زمین جو اپنی زرخیزی کی وجہ سے یا کھاد وغیرہ سے بھولے اور ابھرے اسے بھی رَبْوَةٌ کہتے ہیں۔ ان معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَّتْ (۵:۲۲) پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔

بِرَبْوَةٍ صفت ہے جَنَّةٍ کی جملہ اصنافہا و ابل بھی جَنَّةٍ کی صفت ہے۔

== فَانْتَبَ - فَ سببیہ ہے اَنْتَ ماضی واحد مؤنث غائب اِنتَبَأُ (افعال) مصدر - وہ لائی اُکٹھا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّة ہے اس باغ کا میوہ اس کا پھل۔ اَلْاُکُل - پھل - خوراک۔

== ضِعْفَيْنِ - دو چند - دو گنا۔ تو وہ دو گنا پھل لاتا ہے۔

== فَاِنْ لَّمْ يَنْبَغْ - فَا عطف اِنْ - شرطیہ لَمْ یُصِیْب - مضارع نفی جحد یَلْمُ - صیغہ واحد مذکر غائب۔ ہا۔ ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ پھر اگر وہ نہ برے اُس پر۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَطَلَّ - ف جواب شرط کے لئے ہے۔ طَلَّ - ہلکی بارش۔ مچھوار۔ اوس - شبہم۔ اس کی جمع طِلَالٌ وَطِلَلٌ - ہے یہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ اسی فطل یکفہا۔ تو اس کے لئے مچھوار ہی کافی ہے۔

== بَصِيرٌ - فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

فَا تِلْكَ - مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کا عمل اس باغ کی طرح ہے جو ایک اونچے ٹیلہ پر زرخیز زمین پر واقع ہو کہ اگر ذرا سی بارش اس پر پڑے تو اس کو پھل دو گنا آئے اور اگر زور کی بارش نہ ہو اور صرف مچھوار ہی پڑ جائے تو بھی کافی ہے باغ پھر بھی پھل لے آئے گا گو دو چند نہ سہی۔ یعنی ایسے لوگوں نے اگر اپنی خیرات کے ساتھ ثواب کو دو گنا کر دینے والے اعمال بھی کئے ہیں تو ثواب چند در چند حسب مشیت خداوندی ہو جاتا ہے۔ اور اگر بالفرض ایسے اعمال انہوں نے نہ بھی کئے ہوں تو بہر حال پھر بھی ان کو اپنے اصل عمل کا ثواب لازمی ملیگا وہ ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا۔

۲: ۲۶۶ = اِیَوَدُ - آہمزہ استفہام انکاری ہے۔ یَوَدُ - مضارع واحد مذکر غائب مَوَدَّة (باب سَمْع) سے مصدر وہ پسند کرتا ہے وہ پسند کرے گا۔ وہ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔

== اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ - میں اَنْ مصدر یہ ہے۔ کہ ہو اس کے لئے ایک باغ۔

== مِنْ نَّخِیْلِ زَآءِنَابٍ - کھجوروں اور انگوروں کا۔ صفت ہے جَنَّة کی۔ تَجْرِی مِنْ تَحْتِہَا اِلَّا نَہْرٌ - دوسری صفت جَنَّة کی۔ اور لَہٗ فِیْہَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرَاتِ تیسری صفت ہے جَنَّة کی۔ نَخِیْلٌ کھجوریں۔ کھجور کے درخت۔ زَآءِنَابٍ - عِنَب کی جمع بمعنی انگور تَجْرِی - مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرِیٌّ وَجَرِیَّانٌ (باب ضَرْب) مصدر وہ بہتی ہے وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے مِنْ تَحْتِہَا - اس کے نیچے سے۔ تَحْتَ ضد ہے فَوْق کی۔ اسم طرف ہے۔ ہا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع جَنَّة ہے۔ تَجْرِی مِنْ تَحْتِہَا اِلَّا نَہْرٌ - اس (باغ)

کے نیچے یا اس باغ میں نہریں چلتی ہوں۔ چونکہ باغ میں چلنے والی نہریں باغ کے درختوں وغیرہ کے نیچے زمین پر ہوتی ہیں اس لئے درختوں کی مناسبت سے لفظ تحت استعمال ہوا ہے اس مقصد کے لئے لفظ خِلِّلٌ بمعنی وسط۔ درمیان۔ بیچ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَنَجَّرْنَا خِلْلَهُمَا نَهْرًا (۳۳:۱۸) اور دونوں کے بیچ میں ہم نے ایک نہر جاری کر رکھی ہے۔ يَا اَدَّ تَكُوْنُ لَكَ بَيْتَةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَعَيْنَبٌ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهَارَ خِلْلَهَا تَفْجِيْرًا (۹۱:۱۷) یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔

لَهُ فِيْهَا۔ میں لَ بمعنی ملک (مالک ہونے کے) کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَحَدُكُمْ ہے۔ وَاصَابَهُ الْكِبَرُ۔ حال ہے اَحَدُ سے اور وَلَهُ ذُرِّيَّةٌ ضُعْفَاءُ حال ہے اَصَابَهُ کی ضمیر سے۔ الْكِبَرُ۔ مصدر واسم مصدر (باب کرم) سے۔ بڑا ہونا۔ بوڑھا ہونا۔ بڑھاپا۔ ذُرِّيَّةٌ ضُعْفَاءُ۔ موصوف صفت۔ ننھے ننھے۔ ضعیف و ناتواں بچے۔

= فَاصَابَهَا۔ میں فَ عاطفہ ہے اَصَابَ ماضی کا ضمیغہ واحد مذکر غائب۔ اَصَابَهُ (باب افعال) مصدر۔ اس نے آیا۔ اس نے پالیا۔ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع جَنَّةٌ ہے۔ اور اس (باغ) کو آیا۔

= اِعْصَارٌ۔ تیز اور طوفانی ہوا۔ جو زمین سے بشکل عمودی اوپر کوجاتی۔ گبولہ۔ اس کی جمع اِعْصَارٌ وَاعْصَارٌ ہے۔ عصر مادہ ہے اس سے اَلْعَصْرُ (مصدر) کا معنی پخوڑنا ہے۔ اور اَلْمَعْصُورُ۔ وہ چیز جسے پخوڑا گیا ہو۔ اور اَلْعَصَارَةُ شیرہ جو پخوڑ کر نکال لیا جاتا ہے۔

پخوڑنے کے معنی میں قرآن مجید میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفِيْهِ لَعَصْرُونَ۔ (۲۹:۱۲) اور لوگ اس میں رس پخوڑیں گے۔ اور اِنِّیْ اَرْسِیْ اَعْصِرُ خَمْرًا (۳۶:۱۲) میں اپنے آپ کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب (کے لئے) انگور پخوڑ رہا ہوں۔

اسی مادہ سے اَلْعَصْرُ بمعنی زمانہ اور بمعنی الْعِشِیُّ بھی ہے یعنی زوالِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک کا زمانہ اسی سے صَلَاةُ الْعَصْرِ (نماز عصر) ہے۔
= فِيْهِ۔ اِیْ فِیْ اِعْصَارٍ۔ گبولہ میں۔

= فَاحْتَرَقَتْ۔ فَ عاطفہ سببیہ ہے۔ اِحْتَرَقَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِحْتَرَقَتْ اِفْتَعَالَ سے مصدر۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ فعل لازم ہے۔ پس وہ جل گئی۔ ضمیر فاعل مؤنث جَنَّةٌ کے لئے ہے۔ یعنی اس آگ گبولے کے سبب باغ جل گیا۔

فائدہ ۵۔ تفسیر حقانی میں اس تمثیل کی شرح یوں بیان کی گئی ہے۔

یہ ایک مثال اس شخص کے لئے بیان کی گئی ہے جو خیرات و صدقہ خلوص نیت سے نہیں دیتا یا دے کر احسان جتلاتا اور سائل کو طعن اور عار کی باتوں سے ایذا دیتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی کے پاس ایک ایسا عمدہ باغ ہو کہ جس میں اکثر کھجور اور انگور ہوں اور اس میں نہریں بھی ہوں یعنی آبِ رواں اور علاوہ اس کے اس میں ہر قسم کا میوہ ہو اور مالک باغ کا بڑھا ہو اور اس باغ کی آمدنی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو۔ نہ دوسرے فنونِ معاش پر قادر ہو اور اس پر طرہ یہ ہو کہ اس بیکسی کی حالت میں اس کے ضعیف ننھے ننھے بال بچے بھی ہوں کہ جن کا خرچ اور پرورش سب اسی کے ذمہ ہو۔ پھر اس حالت میں اس باغ پر کوئی آفتِ آسمانی ایسی پڑ جائے جو اس کو جلا کر نیست و نابود کر دے۔

پھر دیکھتے کہ اس شخص پر کس قدر صدمہ اور کیا بیکسی اور حیرت و حسرت طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کا صدقہ و خیرات عالم غیب میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالمِ آخرت میں انسان بڑھے کی طرح حسنات اور اعمالِ صالحہ کے کرنے سے مجبور و معذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور اپنی اعمالِ صالحہ کی طرف توقع کی نظر ہوتی ہے۔

اور اس کا احسان جتلانا اور ایذا دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولے کے ہے کہ جس میں لو اور آگ ہو کہ جو اس کے اُس تر و تازہ باغ کو خاک سیاہ کر دیتی ہے۔ فرماتا ہے کہ آیا کوئی تم میں سے ایسا چاہتا ہے کہ ایسا باغ ایسی حالت میں تباہ ہو جائے۔ یعنی کوئی نہیں چاہتا۔ پھر تم کیوں اپنے اس تر و تازہ باغ کو تباہ کرتے ہو؟

== كَذٰلِكَ - ك تَشْبِيہ کا ہے - ذٰلِكَ - اسم اشارہ واحد مذکر - تمثیل بالامثال یہ ہے

== يُبَيِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب تَبَيَّنَ (تَفْعِيلٌ) مصدر -

== اَنْفَقُوا - فعل امر جمع مذکر حاضر اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم خرچ کرو۔

== طَيِّبٌ - طَيِّبَةٌ - کی جمع ہے مَوْنٌ کا صیغہ ہے۔ اس کا مذکر طَيِّبٌ ہے جو طَابَ

بَطِيْبٌ (باب ضَرَبَ) طَيِّبٌ مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کے

معنی ہیں پاک - پاکیزہ - ستھرا - حلال طَيِّبٌ ستھری چیزیں - نفیس اشیاء - پاکیزہ چیزیں۔

عمدہ چیزیں۔

مِنْ طَيِّبَاتٍ مَا كَسَبْتُمْ - مِنْ حرف جار طَيِّبَاتٍ مضاف ما موصولہ كَسَبْتُمْ اس کا صللہ

موصول وصلہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف و مضاف الیہ مل کر مجرور۔

وہ جو تم نے کمایا اس میں سے پاکیزہ عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ مِنْ تَبْعِيْضِيْہِ = دَمِغًا..... الخ واڈ عاطفہ۔ ہِثْمًا مرکب ہے مِنْ تَبْعِيْضِيْہِ اور مَا موصولہ سے۔ اور نیز وہ چیزیں خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اگائی ہیں۔

= وَ لَا تَيَمَّمُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تَيَمَّمٌ (تَفَعَّلٌ) مصدر جس کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی یا اس چیز کا جو پاک مٹی کے قائم مقام ہو (جیسے پتھر پونہ وغیرہ) قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔ آیت ہذا میں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

دوسرے معانی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِذْ لَمَسْتُمُ الْمَسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْہِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔ (۲۴۳:۴)۔ یا تم عورتوں سے ہمبستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی کو اور مُنہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو.....

= الْخَبِيْثَ = خُبْثٌ اور خِبَاثَةٌ سے بروز لَفْعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مِنْہُ تَنْفِقُوْنَ۔ اصل میں تَنْفِقُوْنَ مِنْہُ ہے۔ تقدیم تخصیص کے لئے ہے یہ جملہ تَنْفِقُوْنَ مِنْہُ حال ہے الْخَبِيْثَ سے مِنْہُ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب مَا كَسَبْتُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اپنی کمائی سے خرچ کرتے ہوئے خبیث چیز کا ارادہ مت کرو۔

الْخَبِيْثَ۔ بمعنی خبیث۔ گندی چیز۔ ناپاک۔ پلید۔ ہر وہ شے جو ردی اور خسیس ہونے کے سبب بری معلوم ہو خبیث کہلاتی ہے۔ منصوب بوجہ مفعول ہے

= وَلَسْتُمْ بِاِخْدِيْہِ اِلَّا اَنْ تَغْمِضُوْا فِیْہِ۔ جملہ حال ہے فاعل تَنْفِقُوْنَ سے۔

لَسْتُمْ لَیْسَ سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم نہیں ہو۔ لَیْسَ فعل ناقص ہے ماضی کے معنی رکھتا ہے۔ ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اصل میں لَیْسَ تھا تخفیفاً لَیْسَ کر دیا گیا۔

اِخْدِيْہِ۔ اس کے لینے والے۔ اس میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب الْخَبِيْثَ کی طرف راجع ہے اِخْدِيْ اِخْدِیْ اصل میں اِخْدِیْ تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا۔

اِخْدِیْ مضاف اور ۵ مضاف الیہ۔ اِخْدِیْ بمعنی لینے والا۔ پکڑنے والا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

اَنْ مصدر یہ ہے تَغْمِضُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِغْمَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

ہم کے معنی ایک پلک کے دوسری پلک پر رکھنے کے ہیں اور بطور استعارہ تغافل - تساہل اور چشم پوشی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے - تَغْمِضُوا - تم چشم پوشی کرو - تم آنکھیں بند کرو - تم غفلت کرو ترجمہ ہوگا: حالانکہ (اگر تم کو کوئی ایسی ردی چیز دے تو) تم اسے نہ لو بجز اس کے کہ اس میں تم چشم پوشی کر لو - (یعنی دینے والے کا دل رکھنے کے لئے ناگواری کی صورت میں بھی اسے لے لو) = غَنِيٌّ حَمِيدٌ - غَنِيٌّ - غِنَاءُ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے - بے نیاز - بے پرواہ غیر محتاج - حَمِيدٌ - حَمْدٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر - حمد کیا ہوا - تعریف کیا ہوا - ستودہ صفت کیا ہوا - دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

۲۶۸:۲ = يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ - يَعِدُ فعل كَمْ - ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر الْفَقْرَ مفعول ثانی - يَعِدُ مضارع واحد مذکر غَائِبٌ وَعَدٌ (باب صَوَّبَ) مصدر بمعنی ڈرانا - وہ تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے وہ تم کو تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے۔
الْفَقْرَ - اسم فعل اور مصدر - تنگ دستی - ناداری - مفلسی - محتاجی - امام راغب نے لکھا ہے کہ فقر کا استعمال چار طور پر ہوا ہے -

(۱) زندگی کی بنیادی ضروریات کا نہ پایا جانا - اسی اعتبار سے انسان کیا کائنات کی ہر شے فقیر (محتاج) ہے - چنانچہ اسی معنی میں فرمایا ہے - يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ (۱۵:۲۵) لوگو تم سب خدا کے محتاج ہو۔

(۲) ضروریات زندگی کا کما حقہ پورا نہ ہونا - مثلاً لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا مِنَ التَّعَفُّفِ (۲۴:۳۲) تو ان حاجتمندوں کے لئے جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں

(۳) فقر نفس - یعنی مال کی ہوس - کتنا ہی مال ہو مگر نفس حرص ہے - جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر کاذب الْفُقَرَاءُ يَكُونُ كَفْرًا کچھ تعجب نہیں کہ فقر کفر تک پہنچائے

(۴) اللہ کی طرف احتیاج - ایسا فقر ہر آدمی ہر جانور بلکہ کائنات کی ہر چیز میں ہے سب اللہ کے محتاج ہیں - چنانچہ قرآن مجید میں ہے - رَبِّ اِنِّیْ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرِ فَقِیْرٌ (۲۴:۲۸) اے میرے پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔

= الْفَحْشَاءُ - اسم تفضیل واحد مؤنث اس سے واحد مذکر اَفْحَشَ آئے گا اور جمع فُحْشٌ - فُحْشٌ مادہ بھی ہے - بمعنی بُرا کام - وہ قول و عمل جس کی برائی کھلی ہو - اور اس کا سنایا کرنا بُرا لگے - بے بیانی امر قبیح - بمعنی زنا بھی آیا ہے -

= وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ - اوپر آیا ہے الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمْ الْفَقْرَ - شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے

یہاں ارشاد ہے وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً۔ اور اللہ تم سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔ وَعَدَ يَعِدُ بمعنی ڈرانا اور وعدہ کرنا ہر دو معنی میں مستعمل ہے۔

= فَضْلًا اسم فعل (حالت نصب بوجہ مفعول) فضل کے معنی ہیں مہربانی۔ برتری۔ بڑھوتری۔
مال۔ ثروت۔ حُسن۔ رتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم وغیرہ میں زیادتی
= وَاسِعٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سَعَةً مصدر باب سَمِعَ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا
اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= عَلِيمٌ۔ فَعِيلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دان۔ خوب جانتے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۶۹ = يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دیتا ہے۔
الْحِكْمَةُ۔ عقل مندی۔ علم۔ تدبیر۔ عقل۔ دانش۔ سمجھ۔ علم و عقل کے ذریعے حق بات دریافت کر لینے
کا نام حکمت ہے۔ جب حکمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے استنباط کی معرفت
اور ان کا بہترین طریقہ پر ایجاد کرنا مراد ہے۔ اور جب بندہ کی طرف نسبت کی جائے تو اس سے موجودات
کی معرفت اور نیک کاموں کا انجام دینا مقصود ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کو حکیم اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ
اس میں حکمت کی باتیں ہیں۔

الْحِكْمَةُ مفعول ہے يُؤْتِي کا اور مَنْ يَشَاءُ جملہ مفعول ثانی ہے سارا جملہ يُؤْتِي
الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ صفت ہے عَلِيمٌ کی

= يُؤْتِي۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب جو دیا جاتا ہے یعنی جس کو دیا جاتا ہے۔ اور اُوْتِيَ
ماضی مجہول واحد مذکر غائب اسے دیا گیا۔ اسے ملا۔

= خَيْرًا كَثِيرًا موصوف و صفت۔ خیر کثیر۔ بہت بڑی مہربانی۔ تنوین عظمت خیر کو ظاہر
کر رہی ہے۔ یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔ جو چیز سب کو پسند ہو وہ خیر ہے اس کی ضد شر ہے
= وَمَا يَذَّكَّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب تَذَكَّرُ (تَفَعَّلَ) مصدر يَذَّكَّرُ۔
اصل میں يَتَذَكَّرُ تَهات کو د میں مدغم کیا گیا ہے۔ وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے۔

= اُولَ الْاَلْبَابِ۔ اُولَآ۔ والے۔ (ال و۔ حروف مادہ) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔
بعض ذُو کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔ بحالت رفع اُولُو ہے اور بحالت نصب دَجْر اُولِی
ہوگا۔ اُولُو الْعِزْمِ۔ صاحب عزم۔ اُولِی الْقُوَّةِ اصحاب قُوْت۔ اَلْبَابِ۔ لُبّ کی جمع
ہے جس کے معنی اس عقل کے ہیں جو ہر آمیزش سے خالص ہو۔ اور عقل کو لُبّ اس لئے

کہتے ہیں کہ وہ انسان کے معنوی قویٰ کا خلاصہ ہوتی ہے جیسا کہ کسی چیز کے خالص حصے کو اس کا لبّ اور لباب کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک لبّ کے معنی پاکیزہ اور ستھری عقل کے ہیں چنانچہ ہر لبّ کو عقل کہہ سکتے ہیں لیکن ہر عقل لبّ نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام کو جن کا ادراک عقول زکیہ ہی کہہ سکتے ہیں اُدُلُوا الْاَلْبَابَ کے ساتھ مختص کیا ہے۔ مثلاً آیت ہَذَا مِنْ ثَمَرِ الْاَلْبَابِ..... اُدُلُوا الْاَلْبَابَ ط۔ جس کو دانائی دی گئی ہے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل پاکیزہ رکھتے ہیں۔

۲: ۲۷۰ = وَمَا أَنْفَقْتُمْ..... مِنْ نَذْرٍ جَمْلہ شرطیہ ہے فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ جَوَابِ
= مَا أَنْفَقْتُمْ میں مآ موصولہ ہے أَنْفَقْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انفاق (انفال) مصدر۔ جو کچھ تم نے خرچ کیا۔ نَفَقَ اسم مجرور۔ خرچ۔ یعنی صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔
= نَذَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَذَرُ (باب ضوئے) تم نے منت مانی۔ اَلْتَذَرُ کے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے ہیں (راغب) نذر کسی ایسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لینے کو کہتے ہیں کہ اگر وہ عبادت یہ خود اپنے اوپر واجب نہ کرے تو وہ عبادت اس پر لازم نہیں ہوتی۔ (قرطبی)

مطلب یہ کہ تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا نذر مانو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے جانتا ہے اِنذَارٌ وَنَذْرٌ وَنَذْرٌ۔ معنی چوکنا کرنا۔ خبردار کرنا۔ ڈرانا۔ نَذِيرٌ جمع نَذَرٌ ڈرانے والا۔ خبردار کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہر جگہ نَذِيرٌ (ڈرائیوالا) سے مراد نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔

= اَنْصَارُ جمع نَاصِرٌ وَنَصِيرٌ کی۔ مددگار۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر آیا ہے وہاں انصار سے مراد انصار مدینہ ہیں جو بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے بدولت اس لقب سے سرفراز کئے گئے۔

۲: ۲۷۱ = اِنْ تَبَدُّوا الصَّدَقَاتِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَنِعْمًا هِيَ جَوَابِ شرط۔ اِنْ شرطیہ تَبَدُّوا مضارع مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ اَبْدَاءُ (افعال) مصدر (اگر) تم ظاہر کرو۔ اَلصَّدَقَاتِ صَدَقَةٌ کی جمع۔ خیراتیں۔ زکوٰۃیں۔ فَنِعْمًا میں ف جواب شرط کے لئے ہے نِعْمًا هِيَ وہ کیا ہی اچھا ہے۔ اصل میں نِعْمَ مَا هِيَ تھا۔ دونوں میموں میں ادغام ہو گیا اور عین پر حواری نون کی وجہ سے کسرہ آگیا۔ هِيَ ضمیر واحد مؤنث مراد اظہار الصدقہ ہے۔
= وَاِنْ تَخْفَوْهَا۔ جملہ شرطیہ۔ اِنْ شرطیہ۔ تَخْفَوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْفَاءٌ۔

(افعال) مصدر ان شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی مضارع سے ساقط ہو گیا ہے۔ ہا
ای الصدقة۔ ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔

= وَتَوَتُّوْهَا الْفُقَرَاءُ۔ واو عاطفہ جملہ کا عطوف جملہ ماقبل پر ہے ای دَانُ تَوَتُّوْهَا الْفُقَرَاءُ
الْفُقَرَاءُ مفعول ثانی ہے فعل تَوَتُّوْا کا اگر تم صدقات کو پوشیدہ رکھو اور وہ ان کو مجتمع نہ
ہو یہ جملہ بھی شرطیہ ہے۔ دونوں شرطیہ جملوں کا جواب اگلا جملہ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ہے ہا ضمیر مفعول
یل واحد مؤنث غائب۔ فَعُوْ۔ میں نے جواب شرط کے لئے ہے۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب ہے
مراد اخفاء الصدقة ہے۔

= وَ يَكْفُرْ۔ جملہ فعلیہ ہے ای دَا لَہُ یَکْفُرُ عَنْکُمْ مِنْ سَيِّئَاتِکُمْ اور ماقبل پر معطوف نہیں
یَکْفُرْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَکْفِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر وہ دور کر دے گا وہ ساقط کر
ے گا۔ مِنْ سَيِّئَاتِکُمْ میں مِنْ زائدہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔
مَيِّئَاتِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے گناہ۔ سَيِّئَةٌ کی جمع۔ مِنْ کے زائدہ ہونے کی
سورت میں ترجمہ ہوگا۔ وہ تمہارے گناہ ساقط کر دے گا۔ اور اس کے تبعیضیہ ہونے کی صورت میں
جہ ہوگا۔ وہ تمہارے کچھ گناہ معاف کر دے گا۔ یعنی صغیرہ گناہ معاف کر دے گا۔

= دَا لَہُ بِمَا أَعْمَلُوْنَ خَيْرٌ۔ اللہ مبتدأ خَيْرٌ۔ خبر۔ بِمَا أَعْمَلُوْنَ۔ متعلق خبر۔ مَا موصول
نا ہو سکتا ہے۔ اللہ جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

اور مَا مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تمہارے اعمال کی نیت اور غرض سے واقف ہے۔
خَيْرٌ۔ خَيْرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ قرآن مجید
یہ ذات باری تعالیٰ ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ خَيْرٌ وَ خَيْرٌ وَ خَيْرٌ بمعنی حقیقت حال
پوری طرح باخبر ہونا۔ خَيْرٌ۔ جو پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہو۔

۲۴۲ = لَیْسَ عَلَیْکَ هُدًیٰ هُمْ۔ هُدًیٰ هُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی ہدایت۔ ان کی ہدایت
۔ ان کو سیدھے راہ پر چلانا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار کے لئے ہے۔ ان کو سیدھے راہ
لانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔

قائد ۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اہل اسلام کو خیرات دینے کا حکم دیتے تھے اس
آیت اترنے کے بعد ہر مذہب کے آدمی کو خیرات دینے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیدیا
لہٰی۔ اَلْهَدٰی اَیۃ۔ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید
جہاں کفار کو دوزخ کی طرف دھکیلنے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہ بطور مذاق و تمکیم آیا ہے

مَثَلًا فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ (۲۳: ۳۷) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ یہ ایسے ہی رہے جیسے کفار کے لئے عذاب کی بشارت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مَثَلًا فَلْيَسِّرْ لَهُمُ الْعَذَابِ الْيُمِ (۲۴: ۸۴) تو اسے پیغمبر! انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

امام راغب ر قمطر از ہیں۔

۱۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے چار طرف سے ہدایت کی ہے۔

۱۔ وہ ہدایت جو عقل و فطانت اور معارف ضروریہ کے عطا کرنے سے کی ہے۔ اور اس معنی میں ہدایت اپنی جنس کے لحاظ سے جمیع مکلفین کو شامل ہے بلکہ ہر جاندار چیز کو حسب ضرورت اس سے حصہ ملائے چنانچہ ارشاد ہے رَبَّنَا الَّذِي اَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى (۵۰: ۲۰) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر (ان کی خاص اغراض پورا کرنے کی) راہ دکھائی۔

(۲) دوسری قسم ہدایت کی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر تمام انسانوں کو راہ نجات کی طرف دعوت دی ہے۔ چنانچہ وَجَعَلْنَاهُمْ اٰيَةً يَهْتَدُوْنَ بِاَمْرِنَا..... (۷۳: ۲۱) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے (ہدایت کے یہی معنی مراد ہیں۔

(۳) سوم ہدایت بمعنی توفیق خاص آیا ہے جو ہدایت یافتہ لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (۱۷: ۱۷) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں (قرآن سننے سے) خدا ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے۔

(۴) ہدایت سے آخرت میں جنت کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدانا لِهٰذَا (۲۴: ۴) اور جو کینے ان کے (اصحاب الجہنہ کے) سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو (کارِ راستہ دکھایا۔

جن آیات میں ہدایت کی نسبت پیغمبر یا کتاب یا دوسرے انسانوں کی طرف کی گئی ہے وہاں صرف راہ حق کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہے۔

وَمَا تَنْفِقُوْا - وَاَوْعَاطُفْ بے مائثر طریقہ جازمہ ہے۔ تَنْفِقُوْا مضارع مجزوم (بوجہ علّیّ) جمع مذکر حاضر۔ مِنْ تَبْعِيْضِهِ ہے۔ خَيْرٌ اٰی مَالٍ - جملہ شرطیہ ہے اور جو مال بھی تم خیرات کرو گے!

فَلَا تُفْسِكُمْ - جواب شرط ف جواب شرط کے لئے ہے۔ تو وہ خود اپنے ہی لئے کرو گے یعنی اس کا نفع لوٹ کر تم کو ہی ملیگا۔

وَمَا تَنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ ۖ وَادُّ حَالِيهِ ۚ اور تَنْفِقُوا کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم خیرات کرو جس کی غرض سوائے حصول خوشنودی رب کے اور کچھ نہ ہو تو وہ تمہارے ہی لئے مفید ہے۔ علامہ پانی پتی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں :-

مطلب یہ ہے کہ۔ اے مسلمانو! تمہاری خیرات تو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے پھر کیا وجہ کہ اپنی خیرات کا احسان فقیر پر رکھتے ہو یا ناپاک مال دیتے ہو۔ تو یا یہ جملہ خبریہ ہے جس میں مسلمانوں کے حال کے تقاضے کو بیان کیا ہے یا مَا تَنْفِقُونَ لفظاً جملہ منفی ہے اور معنی کے لحاظ سے ہنہی ہے۔ مراد یہ کہ تمہاری خیرات کا مقصود خوشنودی رب کی طلب ہونا چاہئے۔ سوائے خدا کی رضا کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات نہ دو۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ سوائے رضائے خداوندی کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات کرنی ممنوع ہے۔ ورنہ مفت میں مال کی بربادی ہوگی (تفسیر مظہری)

مَا مَوْصُولٌ ۚ تَنْفِقُونَ جمع مذکر حاضر تم خیرات کرو گے۔ ابْتِغَاءً۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن انتقال مصدر ہے۔ ابْتِغَاءً سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم مذموم کی مثال ہے۔ فَاَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ ۚ وَ ابْتِغَاءً تَأْوِيلًا (۷: ۳) توجن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ سب متشابہات کا اتباع کرتے ہیں (ان کا مقصد فتنہ انگیزی اور غلط) معنی کی تلاش ہے۔

وَجْهِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی خوشنودی۔ اللہ کی رضا۔ ثواب۔

وَمَا تَنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُؤْتِ إِلَيْكُمْ۔ وَاذ عَاطِفٌ ہے پہلا جملہ شرطیہ دوسرا جواب شرط ہے۔

يُؤْتِ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَوْفِيَةً (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔

فَإِذْ ۚ۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :- مذکورہ بالائینوں جملوں کے درمیان حرف عطف ذکر

کیا گیا ہے حالانکہ بظاہر یہ جملہ شرطیہ سابق جملہ شرطیہ کی تاکید ہے اس لئے حرف عطف نہ ہونا چاہئے۔

حرف عطف کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ آخری جملہ سے پہلے جملہ کی صرف تاکید ہی مقصود نہیں بلکہ منت الہی اور ایذا رسانی کی بُرائی کو الگ الگ دلائل سے مدلل کرنا مقصود ہے۔ پہلے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کے دینے میں خود تمہارا فائدہ ہے اس کے دینے کا فقیر پر احسان رکھنا درست نہیں۔

دوسرے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کو دینے سے تمہارے پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے اس کا فقیر پر احسان رکھنا تو گویا ایسے شخص سے عوض کا طلب کرنا ہے جس سے عوض طلب کرنے کے لئے

عطا نہیں کی گئی۔

تیسرا جملہ اس مضمون پر دلالت کر رہا ہے کہ جس چیز کا ایک بار بھی بدل لے لیا جائے اس کا احسان نہیں ہوتا۔ جیسے بائع جب اپنی چیز کی قیمت لے لیتا ہے تو خریدار پر اس کا احسان نہیں ہوتا اور تم کو تو کئی گنا معاوضہ ملیگا۔ پھر فقیر پر تمہارا کیا احسان؟

== وَ اَنْتُمْ لَا تَظْلَمُوْنَ - جملہ حالیہ ہے ضمیر الیکم سے اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

۲: ۲۷۳ - لِلْفُقَرَاءِ - مبتدا محذوف کی خبر ہے ای صدقاتکم للفقراء۔ تمہارے صدقات فقیروں کے لئے ہیں۔ یعنی ان صدقات کے مستحق فقیر لوگ ہیں۔ (جن کا ذکر آگے آ رہا ہے)

== اُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ یہ صفت ہے الْفُقَرَاءِ کی۔ اُحْصِرُوا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اِخْصَادٌ (افعال) مصدر وہ بند کئے گئے۔ وہ روکے گئے۔ اَلْحَصْرُ کے معنی تضییق یعنی تنگ کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَ اُحْصِرُوهُمْ (۵: ۹) اور ان کو گھیر لو۔ یا جیسے وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا (۷: ۴۱) اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - اللہ کے راستے میں۔ خواہ وہ جہاد ہو یا ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل ہو۔ مثلاً اصحاب صفہ وغیرہ۔ یہ جملہ الْفُقَرَاءِ کی صفت ہے۔

== لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ - لَا يَسْتَطِيعُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتَطَاعَةٌ (اِسْتِفْعَال) سے مصدر۔ یعنی طاقت اصل میں استطاعت کا مطلب ہے ان تمام چیزوں کا بتمام و کمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے (طوع و مآدہ)

ضَرْبًا۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ ضَرْبُ کے اصل معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس لئے مختلف محل پر اس کے مختلف معانی ہوں گے۔ مثلاً ضَرْبًا عَلَى الرَّأْسِ۔ اس نے اس کو سر پر ضرب لگائی یعنی سر پر مارا۔

ضَرْبَ اللَّهِ مَثَلًا۔ اللہ نے مثال بیان کی۔ ضَرْبٌ فِي الْأَرْضِ۔ زمین پر چلنا۔ (کیونکہ چلنے میں زمین پر پاؤں پڑتے ہیں) جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مشغولیت کی وجہ سے زمین پر کہیں آجائیں سکتے کہ روزی کما سکیں۔

== يَحْصِلُهُمْ - يَحْصِبُ مضارع واحد مذکر غائب حُصْبَانٌ (باب سَمْع) سے مصدر ھُمْ

ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو خیال کرتا ہے۔ اَغْنِيَاءُ۔ غنی کی جمع۔ مالدار۔ دولت مند لوگ یہ فعل يَحْصِبُ کا مفعول ثانی ہے۔ وہ ان کو دولت مند خیال کرتا ہے۔

== تَحَقُّفٌ - مصدر ہے (باب تَفْعَل) عَفَّتْ سے جس سے مراد ہے قناعت کی وجہ سے سوال

کو ترک کر دینا۔ اَلْعَقَّةُ کے اصل معنی ہیں مٹھوڑی سی چیز پر قناعت کرنا جو بمنزل عَفَافَةٍ یا عَقَّةٍ یعنی بچی کھچی چیز کے ہو۔

= اَلْجَاهِلُ - نادان - بے خبر۔ ان سمجھ - اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر جَعَالَةً (باب سَمِعَ) مصدر
= تَعْرِفُهُمْ - مضارع واحد مذکر حاضر مَعْرِفَةً وَّعِرْفَانٌ - (باب ضَرَبَ) سے مصدر تَوَّان کو پہچان لیتا ہے۔

= سَيِّئُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - سَيِّئًا - نشانی - چہرہ - علامت یہ اصل میں دُشْمَنُ تھا۔ وَاُوْ
کُوفا کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ پر رکھا گیا۔ تو سِوْیَ ہوا۔ پھر وَاُوْ کے ساکن اور ماقبل کے
مکسور ہونے کی وجہ سے وَاُوْ کو یا کر لیا گیا۔ سِیْئُ ہو گیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ
ان کی نشانی۔ ان کا چہرہ۔

= اَلْحَافَا - مصدر (اِفْعَالٌ) کے وزن پر۔ لپٹنا۔ اصرار کرنا۔ یہ لِحَافٌ سے ماخوذ ہے لِحَاف
اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے ڈھانپا جائے۔

اَلْحَافَا - مصدر ہے، یعنی اسم فاعل ہو کر لَا یَسْأَلُونَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی لپٹتے
ہوئے لوگوں سے نہیں مانگتے۔

= اُخْصِرُوا فِی سَبِيلِ اللّٰہِ اَلْحَافَا۔ یہ پانچ وصف فقرار کے بیان ہوئے ہیں
اسمیں را، اُخْصِرُوا فِی سَبِيلِ اللّٰہِ - بطور صفت ہے۔

(۲) لَا یَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ - (۳) یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ
(۴) تَعْرِفُهُمْ بِسَمِیْمٍ (۵) لَا یَسْأَلُونَ النَّاسَ اَلْحَافَا بطور حال ہیں۔

= وَمَا تَنْفِقُوا فِی مَا مَوْصُولٌ ہے اور تَنْفِقُوا مِنْ خَیْرِ اس کا صلہ (اور جو مال تم (راہ خدا
میں) خرچ کرو گے۔

= فَانَ اللّٰہَ بِدَعِیْمٍ - میں فَ بوجہ بمعنی شرط جو جملہ سابقہ میں پائی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس
بخوبی واقف ہے کہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے وہ مال جو (راہ خدا میں) خرچ ہوا۔

فَاَنْذَرُ - اس آیت میں جس گروہ کا ذکر ہے۔ صاحب تفسیر القرآن نے یوں فرمایا ہے۔
اس گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے دین کی خدمت میں اپنے آپ کو ہمہ تن وقف

کر دیتے ہیں۔ اور سارا وقت دینی خدمات میں صرف کر دینے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتے کہ اپنی

معاش پیدا کرنے کے لئے کوئی جدوجہد کر سکیں۔ بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس قسم
کے رضا کاروں کا ایک مستقل گروہ تھا جو تاریخ میں اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ تین چار

سوامی تھے جو اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینے آ گئے تھے۔ ہمہ وقت حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ حضورؐ جس مہم پر جاتے انہیں بھیج دیتے تھے اور جب مدینہ سے باہر کوئی کام نہ ہوتا تو اس وقت یہ مدینہ ہی میں رہ کر دین کا علم حاصل کرتے اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ پورا وقت دینے والے کارکن تھے اور اپنی ضروریات فراہم کرنے کے لئے اپنے ذاتی وسائل نہ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ خاص طور پر ان کی مدد کرنا اتفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔

۲: ۲۷۴ = الَّذِينَ يُنْفِقُونَ - الَّذِينَ - اسم موصول جمع مذکر - يُنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً - صلہ - موصول وصلہ مل کر مبتداء - فَلَهُمْ اُجْرُهُمْ وَلَا هُمْ يَخْزَوْنَ - خبر - فَ اس لئے کہ مبتداء میں بوسے شرط تھی۔

اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اسم ظرف زمان بمعنى لَيْلًا وَنَهَارًا رات ہو یا دن - سِرًّا وَعَلَانِيَةً خفیه طور پر یا علانیہ طور پر چاروں حال میں

= وَلَا هُمْ يَخْزَوْنَ - وَادَّ عَاطَفَهُمْ ضَمِيرٌ جمع مذکر غائب ای الَّذِينَ يُنْفِقُونَ - لَا يَخْزَوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب خَوْنٌ (باب سَمْعَ) مصدر - نہ وہ ننگین ہوں گے۔

= الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا - مبتداء لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ مِنَ الْمَسْئُ - خبر کما۔ کاف موضع نصب میں ہے اور مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: لَا يَقْوَمُونَ إِلَّا كَمَا مِثْلَ قِيَامِ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ

= الرِّبَا - سود - بیا ج - یہ لفظ قرآن مجید میں بآ کے بعد واؤ اور واؤ کے بعد الف سے مرقوم ہے ماسوائے سورۃ الروم آیت (۳۰: ۳۹) کے جہاں باء کے بعد الف سے مرقوم ہے۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں: ”راس المال پر جو زیادتی ہو وہ ربا ہے لیکن شرع میں وہ اس زیادتی کے ساتھ مخصوص ہے جو ایک خاص ہی طریقہ پر ہو اور دوسری طرح نہ ہو۔“

تفسیر ماجدی میں ہے: ”اہل عرب اس لفظ کو اُس زائد رقم کے لئے استعمال کرتے تھے جو قرضخواہ اپنے قرضدار سے مہلت کے معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ سود ہے اور سود کا مفہوم ہر شخص جانتا ہے۔“

علامہ عبد اللہ یوسف علی رقمطراز ہیں میرے نزدیک ربا کی تعریف میں ہر قسم کی (ناجائز) منافع خوری شامل ہے لیکن وہ مالی منافع جو موجودہ دور میں اقتصادیات اور بنکاری سے حاصل ہوتا ہے علامہ موصوف نے اس اختلافِ رائے کے متعلق کسی اور موقع پر تفصیلاً بیان کرنے کے لئے لکھا تھا

لیکن مجھے اس موضوع پر ان کی کوئی تحریر نہیں ملی

لغات القرآن جلد سوم میں مولانا عبدالرشید نعمانیؒ لکھتے ہیں :-

”حضرت الاستاذ مدظلہم (یعنی حضرت مولانا علامہ محمود حسن صاحب ٹونچی نے ربوہ کے متعلق ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس میں ربوہ کی حقیقت شرعیہ کے سمجھنے میں عوام تو عوام خواص کو بھی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس رسالہ کا بغور مطالعہ ان تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کا ضامن ہے۔

سود :- علامہ ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

= لَا يَقُومُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائبِ قِيَامٌ (باب نصر) مصدر - وہ نہیں اٹھیں گے۔ وہ

نہیں کھڑے ہوں گے ای لَا يَقُومُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی قیامت کے دن وہ قبروں سے نہیں اٹھیں گے (مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے پاگل بنا دیا ہو)

= كَمَا - كاف - حرف تشبیہ اور ما موصولہ سے مرکب ہے - جملہ يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ صلہ ہے۔

= يَتَخَبَّطُهُ - مضارع واحد مذکر غائبِ تَخَبَّطٌ - (تَفَعَّلُ) مصدر ۱ ضمیمہ مقبول واحد مذکر غائب وہ اس کو پاگل بنا دیتا ہے۔ مجنوں کو اس بنا دیتا ہے کہ اٹھنے کا ارادہ کرے گر پڑے پھر اٹھ کر پڑے۔ اَلْمَسْ - مصدر - جن کی جھپٹ - ذرا چھو جانا - جنون۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں - شیطان سے مراد جن ہے خَبَطٌ کا معنی ہے سخت ضرب جس کے ساتھ بگاڑ بھی ہو - قابوس میں ہے - خَبَطَ الشَّيْطَانُ فَلَانًا - يَا تَخَبَّطَ الشَّيْطَانُ فَلَانًا - فلاں شخص کو جن نے چھو کر دکھ پہنچایا - اَلْمَسْ سے مراد ہے جنوں یا چھو جانا مِنَ الْمَسِّ کا تعلق ہے يَقُومُ سے یا يَتَخَبَّطُ سے - مطلب اس طرح ہوگا کہ سود خوار قبروں سے اس طرح ہی اٹھیں گے جیسے جن کے جھپٹے میں آیا ہوا آدمی جنون زدہ ہو کر اٹھتا ہے اور شیطان اس کی عقل خراب کر دیتا ہے۔

= ذَالِكَ - کا اشارہ یا الْاِكْلِ الرَّبْوِ کی طرف ہے یا اس کے نتیجے میں جو عذاب نازل ہوتا ہے اس

کی طرف ہے - روح المعانی میں ہے اشارة الى الدخول الى نزل بهم من العذاب

= بِأَنَّهُمْ - میں با، سبب ہے - بایں سبب - اس لئے۔

ذَلِكَ مبتدا ہے - اور بِأَنَّهُمْ - - - - - مثل الرَّبْوِ - اس کی خبر۔

ترجمہ یہ (عذاب) اس لئے ہے کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا)

— وَاحِلَ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الزَّيْلَ — جملہ عالیہ ہے ترجمہ: — حالانکہ اللہ نے سودے کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ اَحَلَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحْلَالَ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے حلال کیا۔ حَرَّمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَحَرَّيْتُمُ (تَفْعِيلٌ) مصدر جس کے معنی حرام کر دینے اور سختی سے روک دینے کے ہیں۔ (اس نے حرام کر دیا۔ اس نے منع کر دیا)

یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ روح المعانی میں آیا ہے (جملۃ مستانفۃ من اللہ تعالیٰ رَدًّا عَلَیْہِمُ.....) اور منکرین کے قول اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الزَّيْلِ کی تردید میں آیا ہے کہ تمہارا یہ کہنا باطل ہے بیع کو (بوجہ) اللہ نے حلال کیا ہے اور زبکو حرام کر دیا ہے۔

— فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَانْتَهَى — مَنْ شَرْطِيہ ہے جَاءَهُ میں کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے۔ مَوْعِظَةٌ اسم مصدر فاعل فعل جَاءَ۔ کا۔ وعظ، نصیحت۔ مِنْ رَبِّهِ متعلق جَاءَ کے۔ فَاَنْتَهَى اِنْتَهَى۔ واحد مذکر غائب۔ اِنْتَهَاءُ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ رُک گیا۔ وہ باز آ گیا۔ اس نے چھوڑ دیا۔ فَاَنْتَهَى عاطف اِنْتَهَى کا عطف جَاءَهُ پر ہے۔ ہر دو جملہ شرط ہیں۔ اور فَلَهُ مَا سَلَفَ (ف جواب شرط کے لئے اور ما موصولہ جواب شرط۔ مَا سَلَفَ جو گزر چکا۔ سَلَفَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ سَلَفَ (باب نَصَر) مصدر جس کے معنی گزرنے اور ہو چکنے کے ہیں۔

— وَآمُرُهُ اِلَى اللّٰهِ بِرَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّهِ — اور اس کا عطف جملہ فَلَهُ مَا سَلَفَ پر ہے۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

— وَمَنْ عَادَ — میں مَنْ شرطیہ ہے عَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے عَادَ ماضی واحد مذکر غائب جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں عَادَ اصل عَوَدَ تھا وَاوَّ متحرک ماقبل مفتوح۔ فتح وَاوَّ پر ثقیل تھا۔ اس لئے وَاوَّ کو الف سے بدلا عَادَ ہو گیا۔ مطلب اور جو کوئی پھر کرے۔ یہاں عود سے مراد سود کو پھر حلال سمجھنا ہے۔

یہ جملہ شرطیہ ہے اور فَاذْكُشْكُ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ جواب شرط ہے۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اُوْذِكُشْكُ کا اشارہ مَنْ عَادَ کی طرف ہے جمع کا صیغہ باعتبار معنی کے ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور فِيْهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کی طرف راجع ہے۔

۲: ۲۷۶ — يَمْحُوهُ مَضَارِعُ وَاحِدٌ مِّنْ غَائِبٍ مَّحُوٌّ (باب فتح) وہ گھٹاتا ہے۔ مَحُوٌّ مٹانا۔ گھٹانا۔ کسی چیز کی برکت زائل کر دینا۔ بے برکت بنانا۔

يُؤْتِي مَضَارِعُ وَاحِدٌ مِّنْ غَائِبٍ — اِزْبَاؤُ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ دَبُوْ دَبُوْۃً۔ دَبَاطُ۔ مِلہ۔

بلندی۔ وہ بڑھاتا ہے۔

= الصَّدَقَاتِ۔ زکوٰۃ میں۔ خیراتیں۔

= كَفَّارٍ اَشِيمٍ موصوف و صفت۔ كَفَّارٌ۔ کافروں سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ناشکر۔
اَشِيمٌ۔ بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ (اَشِيمٌ) گنہگار۔ اَشِمَ يَأْشِمُ (باب ضَوْب) اَشِمُوا اَشَامُوا
اَشِمٌ۔ مصدر۔ بمعنی گناہ کا ارتکاب کرنا۔ كُلُّ كَفَّارٍ اَشِيمٌ۔ ہر گنہگار ناشکر۔

۲۷۷:۲ = الَّذِينَ آمَنُوا۔ اسم۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ اس کا عطف جملہ سالفہ پر ہے۔ اسی طرح وَاَقَامُوا الصَّلَاةَ وَاَتُوا الزَّكَاةَ
معطوف ہیں اور ان کا عطف بھی جملہ الَّذِينَ آمَنُوا پر ہے۔

لَهُمْ اَجْرُهُمْ..... يَخْزَنُونَ۔ اپنے اسم کی خبر ہے۔

= لَا يَخْزَنُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ خَزَنَ (باب سَمِع) مصدر نہ وہ نکلین ہوں گے

۲۷۸:۲۔ اس آیت میں جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ہ شرطیہ ہے اور جملہ جزائیہ مقدم لایا گیا ہے

= اتَّقُوا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو، تم بچو۔ تم پر ہیزگاری اختیار کرو۔ اتَّقَاءُ۔ مصدر اللہ
مفعول۔ اللہ سے ڈرو۔

= ذَرُّوا فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ ذَرَّ (باب سَمِع وفتح) مصدر تم چھوڑ دو، اس مادہ سے اس معنی
میں صرف مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہیں۔

= مَا بَقِيَ۔ موصول وصلہ مل کر ذَرُّوا کا مفعول۔ مِنْ رَبِّهِ متعلق مَا بَقِيَ۔ اے ایمان والو اللہ سے
ڈرو اور جو کچھ سود لینا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم ایسے مومن ہو۔

۲۷۹:۲ = فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا جملہ شرطیہ فَأَذْنُوتُا بِحُوبِ بَنِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ جواب شرط۔

= فَأَذْنُوتُا۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اِذْنُوتُا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِذْنُوتُا اِذْنُوتُا (باب
سَمِع) مصدر۔ بالشَّيْءِ۔ جاننا۔ خبردار ہونا۔ ترجمہ۔ تو خبردار ہو جاؤ خدا اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے
فَاَيَقِنُوا۔ یقین کرلو

= وَاِنْ بُسْتُمْ۔ جملہ شرطیہ۔ اور اگر تم توبہ کر لو گے یعنی قابل اعتراض باتوں سے باز رہو گے فَذَكُّكُمْ
ذُرُّسُ اموا لکم جواب شرط۔ تو اصل زر کے تم حق دار ہو۔ تو تم کو تمہاری اصل زر ہی مل سکتی ہے لَا
غَيْرُ۔ اس سے زیادہ نہیں۔

= لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تَظْلَمُونَ (اصل سے زیادہ لے کر) تم کسی (قرض دار) پر ظلم کرو گے۔ اور نہ
(اصل کی ادائیگی میں کمی کر کے یا مال مٹول سے کام لے کر) تم پر ظلم کیا جائیگا۔

۲۸۰:۲ = وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ - اِنْ شرطیہ کَانَ فعل ناقص - الذی عَلَیْهِ الْحَقُّ مِنْ دَیْنِهِ (جس کے ذمہ قرض ہو) کَانَ کا اسم (محدوف) ذُو عُسْرَةٍ (تنگ دست، مفلس) مضاف مضاف الیہ - کَانَ کی خبر - اور اگر قرضدار تنگ دست ہو - یہ تمام جملہ شرط ہے۔

= فَنَظَرَةٌ - ف شرط کے جواب کے لئے ہے نَظَرَةٌ مصدر - مہلت دینا - انتظار - مبتدا - جس کی خبر محدوف ہے ای فعلیکم نظرة - تو تم پر اس کی فراخی تک مہلت دینا واجب ہے - یہ جملہ جواب شرط ہے۔

إِلَى مَیْسَرَةٍ - فراخی تک - مَیْسَرَةٍ ضد ہے عُسْرَةٍ کی - آسانی - فراخ حالی - دولت مندی -
= وَإِنْ تَصَدَّقُوا - داؤ عاطف اَنْ مصدریہ تَصَدَّقُوا مضارع جمع مذکر حاضر، تم خیرات کرو - تم صدقہ دو - تم بخش دو - یعنی اگر تم زر قرضہ بخش ہی دو - تَصَدَّقُوا (تَفْعَلُ) مصدر - تَصَدَّقُوا اصل میں تَصَدَّقُونَ تھا - اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

= اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محدوف ہے - جملہ محدوف ہوگا - اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ اِنَّه خیر لکم عملتموه - اگر تم جانتے ہو تے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو تم ایسا ہی کرتے۔
۲۸۱:۲ = یَوْمًا - مفعول فیہ۔

= تُوْفِیْ مَضَارِعَ مَجْہُولِ واحد مَوْث غَائِب - پورا دیا جائیگا تُوْفِیْ (تَفْعِلُ) مصدر، جس کے معنی پورا پورا دینے کے ہیں۔

= مَا كَسَبَتْ - مَا موصولہ، كَسَبَتْ واحد مَوْث غَائِب كَسَبَتْ (بَاب ضَرَبَ) سے مصدر - جو اس نے کمایا - اس کا پورا پورا بدلہ اسے دیا جائے گا۔

= وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ - جملہ حالیہ ہے کُلُّ نَفْسٍ سے - اور صیغہ جمع باعتبار معنی آیا ہے۔
۲۸۲:۲ = تَدَايَسْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر - تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا - تم نے ایک دوسرے کو ادھار دیا - تَدَايَسْتُمْ (تَفَاعَلُ) مصدر - جس کے معنی ایک دوسرے سے قرض کا لین دین کرنے کے ہیں - دَیْنٌ - بمعنی قرض - دَیْنٌ مفعول بہ (مجبور بوجہ جرب کے) تَدَايَسْتُمْ - بَدَیْنٌ - تم آپس میں دین یا ادھار کا معاملہ کرو۔

= اِلَى اَجَلٍ مُّسَمًّى - اَجَلٌ کے معنی کسی چیز کی مدت مقررہ کے ہیں - چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَيَّامًا اَدَجَلًا قَضِيَّتْ (۲۸: ۲۸) ان دو متعینہ مدتوں میں سے جو کسی مدت میں پوری کر لوں۔
موت کو بھی اجل کہا گیا ہے کہ اس کا وقت بھی معین اور مقرر ہے - اجل کے معنی وجہ کے بھی ہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے - مِنْ اَجَلٍ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰی بَنِي اِسْرٰئِیْلَ (۳۲: ۵) اس قتل کی

وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا۔
 مُسْتَسْتِی۔ اسم مفعول، واحد مذکر تَشْتِیَّةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کا نام لیا گیا ہو، جس کا نام رکھا گیا ہو۔ اِلٰی اَجَلٍ مُّسْتَسْتِی۔ مقررہ یا متعین مدت کے لئے جس کی مدت نامزد کی گئی ہو۔ مطلب یہ کہ اس معاملہ یا سودے کی مدت بالکل صاف اور متعین ہونا چاہئے۔ گول اور مچل نہ رہے۔ جاڑوں کے زمانہ میں، برسات کے موسم میں و در بیع کی فصل میں، ان مبہم مدتوں کی بجائے تعین و صراحت ہونا چاہئے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ....

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا - يَا حُرُوفَ نَدَارِ الَّذِينَ ۱۲ اْمُنُّوْا مَوْصُولٌ وَصَلُهُ لَمْ يَكُنْ مُنَادِيًا. إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسْتَحْتَمٍ حَمْلُهُ شَرْطِيٌّ هُوَ فَانْكِتُبُوْهُ جَوَابِ شَرْطٍ.
 = فَاكْتُبُوْهُ : ف جواب شرط کے لئے ہے اُكْتُبُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم لکھ لو۔ ۱۲ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع دین ہے۔ جس کا آپس میں لین دین زیر بحث ہے۔ ای الدین الذی تدايَنْتُمْ به۔

= وَلِيَكْتُبْ وَادَّ عَاطِفٌ لِيَكْتُبْ فعل امر واحد مذکر غائب۔ كِتَابَةٌ (باب نصر) چاہئے کہ لکھے بَيْنَكُمْ۔ ای بین الدائن والمديون۔ بین الطالب والمطلوب۔ كَاتِبٌ۔ لِيَكْتُبْ کا فاعل۔ بِالْعَدْلِ۔ اَي بِالْحَقِّ۔ اور کاتب کو چاہئے کہ ذائن اور مدیون کے درمیان (دین کے متعلق) ٹھیک ٹھاک انصاف سے لکھے۔ فعل يَكْتُبْ کا مفعول محذوف ہے ای الدین ادا امرالمتدائنين الطرفین کا لین دین)

= دَلَايَاتٍ وَادَّ عَاطِفٌ۔ دَلَايَاتٍ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب فتح) مصدر اصل میں یابانی تھا۔ نہی میں یا کو ساقط کر دیا۔ نہ انکار کرے۔ اب ی مادہ۔
 = اَنْ يَكْتُبَ میں اَنْ مصدر یہ ہے

= كَمَا۔ كَ اور مَّا سے مرکب ہے۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ یعنی جیسا۔ جیسے۔ جس طرح۔ اور ما موصولہ ہے۔ فَلْيَكْتُبْ ف عطف کا ہے لِيَكْتُبْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا مفعول محذوف ہے۔ ای امرالمتدائنين ادا امرالدین بین الطرفین۔ باہمی لین دین کرنیوالوں کا معاہدہ بابت دین۔ ترجمہ ہے۔ اور لکھنے والا جیسا کہ خدا نے اُسے سکھایا ہے۔ لکھنے سے انکار نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔

= لِيُكْمِلَ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب چاہئے کہ وہ لکھوائے۔ اِمْلَاكٌ (افعال) مصدر۔ اَمَلًا يُمِلُّ اِمْلَاكٌ۔ مضمون کو بول کر لکھوانا۔ بعض صورتوں میں دوسرے لام کو یاء سے بدل

دیتے ہیں۔ (اس کو علم صرف میں ابدال سماعی کہتے ہیں) مثلاً اَمَلْتُ سے اَمَلَيْتُ میں نے بول کر لکھوایا۔ اور اِمْلَاکُ سے اِمْلَکُ (یہاں ہمزہ قائم مقام می کے ہے) بول کر لکھوانا

= الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ - ای المدیون - مقروض - جو زیر بار ہے۔ جس کے ذمہ حق (قرض) ہے
= وَلَيَتَّقِ اللَّهُ رَبَّهُ - واؤ عاطفہ۔ لَيَتَّقِ - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِتَّقَاءُ (اِفْتِعَالُ) مصدر
يَتَّقِ اصل میں يَتَّقِي تھا۔ لام کے عمل سے می ساقط ہو گئی۔ چاہئے کہ وہ ڈرے۔ اللہ مفعول دَبَّہ
مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ کی صفت۔

ترجمہ :- اور مضمون وہ لکھوائے کہ جس پر مطالبہ ہو اور وہ (لکھوانے والا یا کاتب) اللہ سے ڈرے
جو اس کا رب ہے۔

= وَلَا يَبْخَسُ - واؤ عاطفہ۔ لَا يَبْخَسُ - فعل نہی واحد مذکر غائب۔ بَخَسَ - (باب فتح)
مصدر۔ اور وہ کم نہ کرے۔ (اور وہ اس میں کوئی کسر نہ رکھے) یعنی لکھوانے والا یا کاتب کم نہ لکھے۔ یا
لکھوائے۔

= اِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا - اِنْ شرطیہ۔ كَانَ فعل ناقص الَّذِي اسم موصول عَلَيْهِ
الْحَقُّ صلہ موصول مل کر اسم کَانَ۔ (جس پر حق واجب ہے یعنی مدیون) سَفِيهًا خبر کَانَ اَوْضَعِيًّا
خبر ثانی۔ اور اَوْ لَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يُمِلَّ هُوَ - خبر سوم۔ لَا يَسْتَطِيعُ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَنْ
مصدر یہ۔ يُمِلَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْلَاكُ (اِفْعَالُ) مصدر کہ وہ لکھوائے۔ یعنی اگر مدیون
اس قابل نہ ہو کہ وہ خود مضمون دستاویز لکھوا سکے۔ یہ سارا جملہ شرط ہے

= فَلْيَمِلْ وَلِيَّتُهُ بِالْعَدْلِ - جواب شرط۔ تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ (یعنی بے کم و کاست) لکھوائے
سَفِيهًا۔ بے وقوف، بے عقل۔ سَفَهُ وِسْقَاهَةً (باب کرم) بے وقوف ہونا۔ جاہل ہونا۔
بروزن (فعل) صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ عاجز۔ احمق۔ (ابن زید) جاہل (مجاہد) منبر المال، فضول
خرچ (الشافعی)

ضَعِيفًا۔ ضعیف۔ سست۔ کمزور۔ ضَعْفُ (باب سَمِعَ) مصدر بروزن فَعِيلُ صفت مشبہہ
کا صیغہ ہے۔ ضعیف العقل۔ ضعیف الرائے۔ ضعیف یہاں ایک جامع لفظ ہے۔ نابالغ اور پیر
فرتوت سب اس میں آجاتے ہیں۔

= اسْتَشْهَدُ ذَا - فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم گواہ لاؤ۔ تم گواہ بناؤ۔ تم گواہ کرو۔ اسْتِشْهَادُ (اسْتِفْعَالُ)
مصدر۔ جس کے معنی گواہ بنانے کے ہیں اور گواہی طلب کرنے کے ہیں شَهِدَ عَلٰی (باب سَمِعَ) کسی چیز کی
گواہی دینا۔ کسی کے خلاف شہادت دینا۔ شَهِدَ۔ آنکھ سے مشاہدہ کرنے والا۔ سَچا گواہ۔

= مِنْ رِجَالِكُمْ۔ اپنے لوگوں میں سے۔ صفت ہے شَعِيدَيْنِ کی۔
 = مَتَّ تَرَضُّوْنَ۔ صفت ہے رَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ کی اور مِنَ الشَّهَدَاءِ بدل ہے مِنْ
 سے جو مَتَّ میں ہے۔ (اُن) میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے
 تَرَضُّوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم پسند کرتے ہو، تم راضی ہو۔ رَضِيَ (باب سَمِعَ) سے مصدر
 = اَنْ تَضِلَّ۔ اَنْ مصدر یہ ناصب فعل ہے۔ اور یہ مفعول لڑ ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے
 لَدَنْ تَضِلَّ فَتَذْكِرُوْ۔ کیوں اگر (ان دونوں میں سے ایک) بھول جائے گی تو (دونوں میں سے دوسری اس
 کو یاد دلا دیگی۔ یعنی دو عورتوں کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بات بھول جائے
 تو دوسری اس کو یاد کرائے۔

تَضِلَّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ (عورت) بھک جائے، بھول جائے۔ بھٹک جائے
 = تَذْكِرُوْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اِتَذْكِرُوْ (تفعیل) سے مصدر۔ وہ (عورت) یاد دلائے
 تَذْكِرُوْ۔ منصوب ہے اس کا عطف تَضِلَّ پر ہے۔

= اِحْدَاهُمَا۔ ان دونوں میں سے ایک۔ اِحْدَى مضارع۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب۔ مضاف
 الیہ۔ فاعل ہے اور اَلْاُخْرٰی۔ دوسری۔ پچھلی۔ مفعول ہے تَذْكِرُوْ کا۔

= لَا يَأْبَ۔ نفی واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب فِتْح) مصدر۔ اصل میں یَا بٰی تھا۔ ہنسی میں سی کو
 ساقط کر دیا۔ نہ انکار کرے۔

= اِذَا مَا۔ جب کبھی۔ جب۔ جو نہیں کہ۔

= دُعُوْۤا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ دُعَاءٌ (باب نَصَر) مصدر، وہ بلائے گئے۔ وہ بلائے جائیں
 وہ پکائے گئے۔ وہ پکائے جائیں۔

= لَا تَسْمُوْۤا۔ فعل نہیں جمع مذکر حاضر۔ تم کاہل نہ کرو۔ تم مت اکتاؤ۔ سَامَةٌ (باب فِتْح) ملول ہونا
 اکتانا۔ السَّامَةُ (س و م) کے معنی کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک پہنچنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر
 یا دل برداشتہ ہو جانے کے ہیں۔ اور یہ فعلاً (کسی کام کو زیادہ عرصہ تک کرنے) اور اِنْفِعَالاً (کسی چیز سے
 زیادہ متاثر ہونے) دونوں طرح ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَهَمْ لَا يَسْتَوْنَ (۴۱: ۳۸) اور وہ کبھی ٹھکتے ہی نہیں۔ نیز اور جگہ
 فرمایا۔ لَا يَسْتَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَاۤئِ الْخَيْرِ (۴۱: ۴۹) انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا ٹھکتا ہی
 نہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے یہ

سَمِئْتُ تَكَا لَيْفَ الْحَيَوَةِ وَمَنْ يَعِشُ - ثَمَّ اَيْنَ حَوْلًا لَا اَبَا لَكَ يَسْتَمُ

میں زندگی کی خوشگوار یوں سے اکتا چکا ہوں۔ ہاں جو شخص اسی کو پہنچ جائے وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے
 = اَنْ تَكْتُبُوْهُ۔ اَنْ مصدر یہ۔ تَكْتُبُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر كِتَابَةٌ (باب نصر) سے مصدر
 بمعنی لکھنا۔ ضمیر مفعول بہ واحد مذکر غائب جس کا مرجع الذین یا الحق یا الكتاب ہے۔
 تَكْتُبُوْا اصل میں تَكْتُبُوْنَ تھا۔ نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے حذف ہو گیا ہے اَنْ تَكْتُبُوْهُ
 بتاویل مصدر لَا كَسَمُوْا کا مفعول ہے۔

= صَغِيرًا اَوْ كَبِيرًا (خواہ وہ معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ دونوں تَكْتُبُوْهُ کی ضمیر کے سے حال ہیں
 = اِلٰی اَجَلٍ۔ لکھو وقت ادا کے تعین کے ساتھ (جو فریقین کے مابین طے پایا ہو) یہ بھی تَكْتُبُوْهُ
 کے سے حال ہے۔

= ذٰلِكُمْ۔ ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ کُم ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ یہ۔ یہی۔ اس سے معاہدہ کی
 کتابت۔ گواہان کا تقرر۔ یا سب کچھ جو اوپر مذکور ہوا۔ مراد ہے۔

= اَقْسَطُ۔ قَسَطَ يَقْسِطُ (باب ضرب) قَسَطٌ مصدر سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ انصاف
 کرنے والا۔ قَسَطٌ۔ امتداد میں سے ہے۔ اس کے معنی ظلم کرنے کے بھی آتے ہیں اور انصاف کرنے
 کے بھی۔ یہاں اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ کے معنی اللہ کے حکم میں زیادہ انصاف والے ہوں گے قَسَطَ يَقْسِطُ
 فَهُوَ قَاسِطٌ بمعنی ظلم کرنا۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے وَمَا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا
 (۱۵: ۷۲) اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔ لیکن جب اَقْسَطَ يَقْسِطُ فَهُوَ مُقْسِطٌ
 (افعال) سے آئے۔ تو اس کے معنی ہوں گے اس نے انصاف کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاَقْسِطُوا
 اِلَی اللّٰهِ يٰحِبِّی الْمُقْسِطِیْنَ۔ (۹: ۴۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے
 = اَقْوَمُ۔ بہت درست رکھنے والا۔ زیادہ درست، زیادہ سیدھا۔ قِيَامٌ مصدر باب نصر بمعنی
 راست ہونا۔ افعِل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= اَذْنٰی۔ نزدیک تر۔ کم تر۔ رذیل تر۔ اَقْصٰی (زیادہ دور) کے مقابل آئے تو اَذْنٰی کے معنی نزدیک تر
 ہوں گے۔ اکثر (زیادہ) کے مقابل آئے تو بمعنی کمتر۔ جیسے وَلَا اَذْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرُ (۵۸:
 ۷) اور نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ اَكْبَرُ (زیادہ بڑا) کے مقابل آئے تو بمعنی اصْغَرُ (بہت چھوٹا) جیسے
 وَلَسَدِ یَقْنَعُهُم مِّنَ الْعَذَابِ الَّذِیْ دُوْنَ الْعَذَابِ الَّذِیْ كُتِبَ لَهُمُ الْقِتَالُ وَهُمْ اَنۡ یُّقَامُوا
 (۷۱: ۲۲) اور ہم ان کو قیامت کے بڑے عذاب کے سوا چھوٹے (کمتر) عذاب کا بھی مزہ چکھائیں گے۔ اور خیر کے مقابل رذیل تر کے
 معنی میں جیسے اَلَّذِیْ لَوْ اَنَّ الذِّیۡ هُوَ الَّذِیۡ هُوَ خَيْرٌ (۶۱: ۲) تو اس (موسیٰ علیہ السلام)
 نے کہا کہ مہلا بہتر چیز چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص (رذیل تر) چیزیں کیوں لیتے ہو۔

یہ دانت اور دَنِّیٰ کا اسم تفضیل ہے۔

= اَلَا تَنْتَابُوا۔ اَلَا اصل میں اَنْ لَا تھا (اَنْ مصدریہ لَا نافیہ) نون کالام میں ادغام کر دیا گیا۔
لَا تَنْتَابُوا۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ تم شک میں نہ پڑو۔ تم شبہ میں نہ پڑو۔ اِدْتِیَابٌ (اِفْتِیَالٌ) مصدر
جس کے معنی شک کرنا اور دوسرے کو متہم سمجھنا ہے۔ کہ تم شبہ میں نہ پڑو۔

اَدْنٰی اَلَا تَنْتَابُوا۔ یہ دفع شبہ کے لئے سہل ترین یا قریب ترین (طریقہ) ہے ای اقرب
الی انتفاء۔ دیکھو و شکم۔ یعنی اس طرح تم قرض کی رقم اس کی شہادت اس کی میعاد کے متعلق
کسی قسم کے شک و شبہ سے بچے رہو گے۔

= اَلَا۔ استنثار منقطع۔ یَاٰیْهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدٰیْتُمْ بِدٰیْنٍ اِلٰی اٰجَلٍ مُّسَمًّی فَاٰکُتُبُوْهُ
مُسْتَنٰی مِنْہٗ اِلَّا حَرَفَ اسْتِنَاہُ اور اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْزُہَا بَیْنَکُمْ مُّسْتَنٰی
ان کے درمیان کالام جملہ معترضہ ہے۔

= اَنْ تَكُوْنَ۔ اَنْ مصدریہ تَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اَنْ تَكُوْنَ میں ضمیر اسم ہے
ای المعاملۃ۔ (ای الا ان تَكون المعاملۃ تجارۃ حَاضِرَةً۔ مگر جبکہ معاملہ دست بدست تجارت
کا ہو) تِجَارَةً حَاضِرَةً۔ موصوف و صفت مل کر خبر تَكُوْنَ کی۔ (اور بدیں وجہ منصوب ہے) تُدِیْزُہَا
بَیْنَکُمْ صفت ثانی ہے تِجَارَةً کی۔ اور صفت اول حَاضِرَةً ہے

= تُدِیْزُہَا۔ تُدِیْزُونَ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھرتے ہو۔ اِدَارَةٌ (باب افعال) مصدر معنی گھمانا
چکر دینا۔ پھرانا۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (جس کو تم آپس میں پھرتے پھرتے ہو۔ مراد یہاں ہاتھوں
ہاتھ لین دین ہے۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ مضائقہ۔ حرج۔ جُنَاحٌ جُنُوحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے
کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے جُنَاحٌ سے
موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

= اَلَا تَلْکُتُبُوْہَا۔ اَلَا مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے۔ لَا تَلْکُتُبُوْا مضارع منصوب
بوجہ عمل اَنْ جمع مذکر حاضر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع تِجَارَةً ہے (مراد
معادہ تجارت ہے) مطلب یہ کہ اگر تجارت حاضرہ ہے۔ دست بدست لین دین اور نقد بہ نقد
ہے تو اس صورت میں معاہدہ تجارت نہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= وَاَشْہَدُہَا ذَاتًا بَالِغَةً۔ اور جب آپس میں خرید و فروخت کرتے ہو تو گواہ بنالیا کرو۔ جمہور کے
نزدیک یہ امر استنبابی ہے یعنی بہتر ہے کہ گواہ بنالیا کرو۔ گواہ بنانے اور اس میں رعایت کا ذکر اوپر

- بیان ہو چکا۔ یہ عام خرید و فروخت کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ فروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار
 اَشْهَدُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِشْعَادُ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ گواہ کر لیا کرو، گواہ کر لو۔
 = تَبَايَعْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَبَايَعٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر جس کے معنی باہمی خرید و فروخت کرنے
 کے ہیں۔ تَبَايَعْتُمْ۔ باہمی خرید و فروخت کرو۔
 = لَا يُضَارُّ۔ فعل نہی مجہول واحد مذکر غائب۔ ضَرًّا دُوْمُضَارَّةٌ (مفاعلة) تکلیف نہ دی جائے
 دکھ نہ پہنچایا جائے۔ ضرر مادہ۔
 = شَهِدُوا۔ شاہد۔ گواہ۔ کسی چیز کے مشاہدہ کرنے والے کو بھی شہید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ
 میں سے ہے شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اور شرع میں شہید وہ شخص
 ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔
 = وَإِنْ تَفْعَلُوا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اِیْ وَإِنْ تَفْعَلُوا الضَّرَارَ اَوْ مَا نَهَيْتُمْ عَنْهُ اگر تم کاتب یا گواہ کو تکلیف
 پہنچاؤ گے یا جس بات سے تمہیں منع کیا گیا ہے اسے کرو گے۔
 = فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ۔ ت جواب شرط کے لئے ؕ اِیْ ذَلِكَ الْفَعْلُ۔ فُسُوقٌ۔ (باب نصر) مصدر
 نافرمانی کرنا۔ گناہ کرنا۔ جواب شرط۔ تو یہ فعل تمہارے لئے گناہ کی بات ہے۔
 وَاتَّقُوا اللَّهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بابت ان امور کے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے
 اور جن سے اس نے منع کیا ہے۔ اِیْ فِيمَا مَوْكِدَ بِهِ دَنَاهُمْ عَنْهُ۔
 = وَيُعَلِّمُكُمُ اللَّهُ۔ اور اللہ تمہیں احکام بتاتا ہے جن میں تمہاری مہلانی ہے۔
 = وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ اور اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔
 صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں =
 ”لفظ اللہ کو تین بار تین جملوں میں ذکر کیا۔ کیونکہ ہر جملہ اپنا خاص مقصد رکھتا ہے۔ پہلے جملہ میں ترغیب تقویٰ
 ہے۔ دوسرے جملہ میں وعدہ النعم ہے اور تیسرے جملہ میں اللہ کی عظمت شان کا اظہار ہے۔“
 ۲۸۳:۲ = وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا۔ اِنْ شَرْطِيَّةٌ ہے اِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ۔
 جملہ شرط ہے۔ واذا عاطفہ اور جملہ لَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا معطوف ہے جس کا عطف فعل شرط پر ہے (اور
 اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے)
 = فَرِهْنِمْ مَقْبُوضَةً۔ موصوف و صفت مل کر مفعول مالم لیسیم فاعل فعل محذوف کا اِیْ فَلْيُؤْخَذْ
 رِهْنٌ مَّقْبُوضَةٌ۔ (تو گروی کے طور پر کوئی چیز قبضہ میں لی جائے یعنی قرض لینے والا قرض دینے والے
 کو کوئی چیز بطور رهن دیوے) یہ جملہ جواب شرط ہے۔

= فَإِنْ آمِنَ بَعْضُكُمُ بَعْضًا - جملہ شرط ہے آمِن ماضی - واحد مذکر غائب آمِنُ اَمَانَةٌ - اَمَانٌ - مصدر میں اور ان سب کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے - قرآن مجید میں ہے وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ (۸: ۲۷) یعنی وہ چیزیں جن پر تم امین مقرر کئے گئے ہو ان میں خیانت نہ کرو۔

آمِنُ يَأْمِنُ (باب سَمِعَ) آمِنٌ دَامَانَةٌ کسی کو امین بنانا (امانت دار بنانا) کسی پر اعتبار کرنا ترجمہ اگر تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو امانت دار بنائے یعنی اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھے۔

= خَلِيُودِ الَّذِي تَ جَوَابِ شَرْطِ كَلِمَةِ لَمْ - لِيُؤَدِّ فِعْلُ امْرَءٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ تَأْدِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر - پس چاہئے کہ وہ ادا کرے - اَدَى يَأْدِي (باب ضَرَبَ) اَدَى اور اَدَى يُؤْدِي تَأْدِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) ادا کرنا - اَدَى مَادَّةٌ

= اَوْثَمِنَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِثْمَانٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر جس پر اعتبار کیا گیا ہو - جس کو امانت دار بنایا گیا ہو - جس کو امین بنایا گیا ہو - اَمَانَتُهُ جو چیز اس کی امانت میں رکھی گئی ہو فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اَوْثَمِنَ اَمَانَتَهُ - جواب شرط

= دَلِيَّتِي اللّٰهُ رَبِّي - قَاوُ عَاطِفٌ لِيَتَّقِ - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب - لَامٌ لَامٍ امر - يَتَّقِ اصل میں يَتَّقِي تَخَا - بوجہ لام امر کی کو ساقط کر دیا گیا اِثْقَاءً (اِفْتِعَالٌ) وقی مَادَّةٌ - اور چاہئے کہ وہ ڈرتا ہے اللہ سے جو اس کا رب ہے۔

= لَا تَكْتُمُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - كَتَمُوا كِتْمَانٌ مصدر (باب نصر) معنی چھپانا پوشیدہ رکھنا - تم مت چھپاؤ۔

= وَمَنْ يَكْتُمْهَا - مَنْ شَرْطِيہ - يَكْتُمُ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - كَتَمَ (باب نصر) مصدر - ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الشہادۃ ہے اور جو شخص اسے چھپائیگا جملہ شرط ہے۔

= فَإِنَّهُ اِثْمٌ قَلْبُهُ - فَإِنَّهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے اِثْمٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے - اِثْمٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے - گناہ کرنے والا گنہگار - قَلْبُهُ - مضاف مضاف الیہ - ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کے لئے ہے - اِثْمٌ خبر مقدم اور قَلْبُهُ مبتدأ مؤخر ہے اور پورا جملہ اِثْمٌ کی خبر ہے - فَإِنَّهُ اِثْمٌ قَلْبُهُ - جملہ جواب شرط ہے ترجمہ - اور جو شخص اس کو (یعنی شہادت کو) چھپاتا ہے تو اس کا دل یقیناً گنہگار ہے۔

۲۸۴:۲ = اللَّهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ ۚ وَمَا نُنَزِّلُ إِلَّا بِإِذْنِ رَبِّ ۚ

مؤخر۔ اللہ خبر مقدم۔ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔
 = وَإِنْ تَبْدُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْفُوا ۖ إِنَّ شَرْطِيَّةَ تَبْدُودِ مَضَارِعُ كَاصِفَةٍ جَمْعُ نَكَرٍ مَانٍ
 اصل میں تَبْدُودُ تَمَّا۔ نون عامل (حرف شرط) کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ اِبْدَاءُ (افعال) مصدر
 تم ظاہر کرو۔ مَا فِي أَنْفُسِكُمْ۔ اسم موصول وصلہ مل کر تَبْدُودِ کا مفعول۔ مراد اس سے انسان کی قلبی
 بیماریاں مثلاً۔ نفاق۔ دکھاوٹ۔ بیجا تعصب۔ دنیا کی محبت۔ غصہ۔ غرور۔ آرزو۔ حرص۔
 ترک توکل۔ ترک صبر۔ حسد۔ کینہ وغیرہ۔ ہیں (تفسیر مظہری)

أَوْ تُخْفُوا اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ضمیر واحد نکر غائب مراد مَا فِي أَنْفُسِكُمْ ہے
 سارا جملہ شرط ہے يُحَاسِبُكُمُ بِهِ اللَّهُ جواب شرط۔

= يُحَاسِبُكُمُ۔ مضارع مجزوم واحد نکر غائب۔ مُحَاسِبَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ کُم ضمیر
 مفعول جمع نکر حاضر۔ وہ تمہارا حساب لیگا۔ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیگا۔ یہ میں ہ ضمیر
 واحد نکر غائب کا مرجع مَا فِي أَنْفُسِكُمْ ہے۔

= فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ۔ يَغْفِرُ۔ مضارع واحد نکر غائب مَخْفُوءٌ (باب ضَرْبٍ) مصدر۔
 وہ بخش دے گا۔ یا بخش دیتا ہے۔

= لِمَنْ يَشَاءُ۔ يَشَاءُ۔ مضارع واحد نکر غائب فَشِيَّةٌ (باب فتح) مصدر۔ جسے وہ چاہتا
 = قَدِيرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِيرٌ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے
 کرے۔ اسی لئے اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیر نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام ہے (راغب)

۲۸۵:۲ = اٰمَنَ مَاضِي وَاحِدٌ نَكْرٌ غَائِبٌ اِيْمَانٌ (افعال) مصدر۔ وہ ایمان لایا۔ اَمَنَ مَادُ
 = اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلُّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ..... وَرُسُلِهِ

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لائے اس پر جو ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا۔ یعنی
 (قرآن مجید) اور مومنین (بھی ایمان لائے) یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر..... اور اس کے پیغمبروں
 كُلُّ اس میں مضاف الیہ محذوف ہے۔ تنوین اس کے عوض ہے۔ كُلُّ اِیْ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ
 ان میں سے ہر ایک۔ (یعنی المؤمنین میں سے ہر ایک۔ کل واحد من المؤمنین)

علامہ پانی پتی اس آیت کی ترکیب کے متعلق رقمطراز ہیں
 كُلُّ ان میں سے ہر ایک۔ مضاف الیہ محذوف ہے تنوین اس کے عوض ہے۔ بیضاوی نے لکھا
 کہ الْمُؤْمِنُونَ کا عطف یا الرَّسُولُ پر ہے اس صورت میں وہ ضمیر مضاف الیہ جس کی جگہ تنوین لائی

گئی ہے الرُّسُولُ اور الْمُؤْمِنُونَ دونوں کے مجموعہ کی طرف راجع ہوگی یا المؤمنون مبتدا ہے اس وقت ضمیر مضاف الیہ صرف الْمُؤْمِنُونَ کی طرف راجع ہوگی اور کُلُّ اپنی خبر کے ساتھ مل کر المؤمنون کی خبر ہوگی اس صورت میں اَمَنْ کا فاعل تنہا الرُّسُولُ ہوگا۔

عظمتِ شانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے اَمَنْ کی نسبت صرف الرُّسُولُ کی طرف کی گئی ہے۔ یا اس وجہ سے تنہا ایمان رسول کا ذکر کیا گیا ہے کہ رسول کا ایمان مشاہدہ اور معائنہ کے ساتھ تھا۔ اور دوسرے لوگوں کا ایمان نظری اور استدلالی تھا۔

بطاہر ط کا وقف الْمُؤْمِنُونَ کے فوراً بعد یہ بتا رہا ہے کہ المؤمنون کا عطف الرسول پر ہی ہے اور یہ اگلے جملہ کا مبتدا نہیں ہے۔

= کُتِبَہ - مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طرف سے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اتاری ہوئی کتابیں صحیفے۔ ہدایتیں۔ نوشتے وغیرہ۔

= لَا تَفَرِّقُ۔ ای ویقولون لا تفرق... الخ لَا تَفَرِّقُ مضارع منفی کا صیغہ جمع متکلم۔ تَفَرِّقُ (تَفْعِيلُ) مصدر۔ فرق مادہ۔ ہم تفریق نہیں کرتے ہیں (کہ کسی پیغمبر کو سچا اور کسی کو جھوٹا کہیں بلکہ سب کو سچا کہتے ہیں)

= بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ۔ أَحَدٍ یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے اسی لئے اس پر بَيْنَ داخل ہوا۔ کیونکہ بَيْنَ ایسے اسم پر داخل ہوتا ہے جو کثرت پر دلالت کرتا ہو۔ ہم بَيْنَ قَوْمٍ کہیں گے بَيْنَ زَيْدٍ نہیں کہیں گے۔

= وَقَالُوا۔ اس کا عطف اَمَنْ پر ہے یعنی سب ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں.....

= سَمِعْنَا۔ ماضی جمع متکلم سَمِعَ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ ہم نے سنا۔ ہم نے سمجھا۔

= وَأَطَعْنَا۔ وَاِذْ عَاطَفْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی۔ اِطَاعَةٌ (باب افعال) مصدر۔

= عَفْرَانِكَ رَبَّنَا۔ اس سے قبل نَسُوكَ محذوف ہے ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے مانگتے مانگتے ہیں۔ عَفْرَانِكَ مضاف مضاف الیہ۔ عَفْرَانٌ (باب ضَرْبَ) مصدر۔ تیری بخشش۔ اے ہمارے رب ہم تجھ سے تیری بخشش مانگتے ہیں

عَفْرَانٌ بوجہ فعل محذوف کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

= الْمَصِيرُ۔ اسم ظرف مکان و مصدر۔ صَيَّرَ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔ لوٹ کر آنا۔

حاضر ہونا۔ مائل ہونا۔ آیتہ ہذا میں بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور بطور مصدر ہی قرآن مجید میں اور جگہ

ایسا اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ وَنُمِيتُ وَآلَيْنَا الْمَصِيْرُ (۵۰: ۲۳) تحقیق ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مائے تے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

بلور اسم ظرف مکان قرآن مجید میں ہے حَبِطَتْ جَهَنَّمَ لِيُصْلَوْ نَهَا وَيُكَلِّفُ الْمَصِيْرُ (۵۸: ۸) اے پیغمبران کو دوزخ (جہنم کی سزا) کافی ہے یہ اس میں داخل ہوں گے۔ سو وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اور وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابٌ جَعَلْتُمْ وُجُوْهُهُمْ اِلَیْهِ اَوْدِعُوْهُمُ الْاَوَّلَیْنَ (۶۴: ۶) اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے انکار کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

(۲۸۶: ۲) لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَآ وُسْعَهَا۔ جملہ مستانفہ ہے لَا يُكَلِّفُ۔ مضارع منفی واہ مذکر غائب تَكْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا نَفْسًا۔ اسم مفعول واحد مؤنث منصوب کسی جان کو۔ کسی شخص کو۔ اِلَآ حرف استثناء وُسْعَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ وُسْعٌ۔ طاقت سمائی۔ قدرت۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو نفس کی طرف راجع ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا (ذمہ وار نہیں بناتا) مگر اس کی بساط کے مطابق۔

= لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ۔ لَهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ جو نفس کی طرف راجع ہے جو (اچھی) کمائی اس نے کی (اس کا فائدہ) اسی کو ملیگا اور جو (برائی) اس نے کی (اس کا بوجھ) اسی پر ہوگا۔

فائدہ ۴۔ یہاں خیر کے لئے کسب کا لفظ اور شر کے لئے اکتساب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سو جانتا چاہئے کہ اکتساب افعال کے وزن پر ہے اور اس میں کوشش اور طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے گو یا نیکی کا بدلہ تو بہر حال ملیگا خواہ اس کی تحصیل میں کوشش صرف کی گئی ہو یا نہیں۔ لیکن بدی کی پاداش صرف اس صورت میں ملے گی جب اس کی تحصیل میں طلب اور کوشش شامل ہو۔

= رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا..... الخ اس عبارت کا عطف قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا الخ (آیت ۲۸۵) پر ہے یا اس سے قبل فعل قُوْا مقرر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے۔ قُوْا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا..... الخ اللہ تعالیٰ نہایت کرم نوازی سے اپنے بندوں کو تعلیم دیتا ہے کہ مجھ سے یوں دعا کیا کرو۔ مجھ سے یوں مانگا کرو تاکہ میں تمہیں تمہاری لغزشوں اور خامیوں سے درگزر کرتے ہوئے تمہاری توقعات سے بڑھ کر عطا کروں۔

= لَا تُؤَاخِذْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر مُؤَاخِذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ جس کے معنی گناہ پر پکڑنے اور گرفت کرنے کے ہیں نا ضمیر مفعول جمع منکلم تو ہمارا مُؤَاخِذَةٌ ذمرا۔ تو ہمیں نہ پکڑ۔

= اِنْ لِّیْنَا۔ اِنْ شرطیہ ہے لِّیْنَا فعل ماضی جمع منکلم (باب سمع) مصدر۔ اگر ہم بھول جائیں

== اَوْ اَخْطَاْنَا۔ اَوْ حرف عطف ہے یا کے معنی دیتا ہے اَخْطَاْنَا ماضی جمع متکلم اِخْطَاءُ (اِفْعَالُ) مصدر یا ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔

== لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا۔ لَا تَحْمِلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ حَمَلَ (باب ضرب) مصدر۔ تو ہم پر بوجھ نہ ڈال۔

== اِصْرًا۔ بھاری بوجھ۔ اصل میں اِصْرُ کے معنی اس بوجھ کے ہیں جو اپنے اٹھانے والے کو چلنے سے روک دے۔ یہاں مراد تکلیف شاقہ اور سخت اور دشوار امور سے ہے۔ اِصْرٌ۔ اس عہد موکد کو بھی کہتے ہیں جو خلاف ورزی کرنے والے کو ثواب اور خیرات سے روک دے جیسے قرآن مجید میں ہے: عَاقِرَتْكُمْ وَاحِذَتْكُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرٰی۔ (۸۱: ۳) مہلکم نے اقرار کیا اور اس پر میرا پختہ عہد لیا۔

== لَا تُحْمِلْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تَحْمِلُ (تَفْعِيلُ) نَا ضمیر متکلم مفعول۔ تو ہم پر بار نہ ڈال تو ہم پر بوجھ نہ ڈال۔ تو ہم سے نہ اٹھوا۔

== مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِہٖ۔ مَا۔ موصولہ ہے اور اگلا حملہ اس کا صلہ۔ لَا نفی جنس کا ہے اور اس کے عمل سے طَاقَةُ مبنی برفتحہ۔ ہِہ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب حَمَلٌ کی طرف راجع ہے لَا تُحْمِلْنَا ای لَا تَحْمِلْنَا بِحَمَل۔

== وَاعْفُ عَنَّا۔ وَاوُ عاطفہ۔ اعْفُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر عَفُوٌّ۔ (باب نصر) مصدر عَفَا۔ یَعْفُو عَفْوًا اس کا استعمال جب کسی کے جرم کو معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بدریغ عَنِ ہوتا ہے (اے پروردگار ہمارے) تو ہمارے گناہ بخش دے۔ ہمارے جرم معاف کر دے۔ ہمارے گناہ مٹا دے۔ ہمیں معاف کر دے۔

عَفْوٌ کے معنی بچے ہوئے مال کے بھی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوُ۔ (۲۱۹: ۲) اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے جو بچے اپنے خرچ سے۔ یعنی وہ خرچ کرو جو اپنے عیال کے نفقہ سے بچ رہے۔

عَفْوٌ مصدر (باب نصر) بمعنی زیادہ ہونے کے بھی ہیں مثلاً جو چیز زیادہ اور گھنی ہو جاتی ہے تو بولتے ہیں عَفَا الشَّيْءُ۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوْا (۹۵: ۷) پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہو گئے۔ یہاں عَفَوْا بمعنی کَثُرُوا آیا ہے۔

== وَاعْفِرْ لَنَا۔ وَاوُ عاطفہ۔ اِعْفِرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ عَفِرَ (باب ضرب) سے مصدر

تو بخش دے۔ تو معاف کر دے۔ اصل میں غَفُوَ ایسے لباس پہننا دینے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔ مغفرت الہی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ اسی اعتبار سے غفور کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے۔

مِغْفُوٌّ ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دشمن کے وار سے بچاتی ہے۔

== وَارْحَمْنَا۔ واؤ عاطفہ۔ اَرْحَمُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَحْمَةٌ (باب سمع) مصدر۔ نا

ضمیر مفعول جن متکلم اور (اے ہمارے پروردگار) تو ہم پر رحم کر

== مَوْلَانَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا مولیٰ۔ کارسانہ۔ مددگار



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْاِٰمِرَانِ

(۳-۲) الْحَقُّ - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی میں ہے حیاتِ شہ کا صیغہ ہے
الْقَيُّوْمُ دُطِقَامٌ بِالذَّاتِ ہر شے کو قائم رکھنے والا۔ دیکھو ۲۵۵:۲
(۳:۳) = اَلْكِتَابِ - الْقُرْآنِ بِالْحَقِّ حق کے ساتھ صاحبِ صیغہ القرآن لکھتے ہیں کہ:
حق کا جو مفہوم علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے وہ بہت جامع اور لطیف ہے۔
لکھتے ہیں الحق للفعل والقول: الواقع بحسب ما يجب وقد رما يجب وفي
الوقت الذي يجب یعنی کوئی قول اور فعل اس وقت حق کہلاتا ہے جبکہ وہ اس طرح پایا جائے
جیسے چاہئے اس انداز سے پایا جائے جتنا مناسب اور موزوں ہو اور اس وقت پایا جائے جب کہ اس
کی ضرورت ہو۔

قرآن کو بالحق کی صفت کے ساتھ متصف کر کے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح
فرمادیا کہ قرآن آیا اور ایسی آن بان سے آیا جو اس کی شایانِ شان تھی۔ اور ایسے دلائل و براہین کے مزین
ہو کر آیا جن کو عقل سلیم ماننے پر مجبور تھی۔ اور عین اس وقت آیا جب کہ ہر طرف گھپ اندھیرا چھا
چکا تھا۔ اور انسانیت کا کاروان دشتِ حیرت و ضلالت میں مہٹک رہا تھا اور اس وقت
کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آیا۔ جب عقل انسانی اپنی طفولیت کی حد عبور کر کے فکر و نظر کی
وادی میں قدم رکھ چکی تھی۔ اور انسان کے حواس کو مرعوب کرنے والے معجزات سے کہیں زیادہ عقل
و خرد کو مطمئن کرنے والی آیاتِ بینات کی ضرورت تھی۔

سبحان اللہ کیا اعجاز ہے بالحق کے ایک لفظ میں معانی کا سمندر کو زے میں بند
کر کے رکھ دیا ہے۔

۳:۴ = الْفُرْقَانُ - فَرَّقَ سے ہے لیکن وسیع المعانی ہے۔ حق و باطل میں فرق کرنا۔ والا۔
یہاں الفرقان کے متعلق علماء سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ قتادہ اور ربیع بن انس نے قرآن لیا

امام رازیؒ کے نزدیک وہ معجزات مراد ہیں جن سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے۔
 بعض کے نزدیک وہ دلائل ہیں جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتے ہیں بعض متاخرین نے
 اس سے عقل مراد لی ہے۔ امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک بہترین قول یہ ہے کہ۔
 الفصل بین الحق والباطل یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت کو فرقان کہا جاتا ہے۔ روح
 المعانی میں ہے الفوقان انه القرآن فرق به بین الحق والباطل فاحل فیہ حلالہ و
 حرم حرامہ و شرع شرائعہ و حد حد و درة و فرائضہ و بین بیانہ و امر بطاعته
 و نہی عن معصیتہ و ذکر بہذا العنوان بعد ذکرہ باسم الجنس تعظیماً لثانہ
 و رفعاً لمکانہ۔

اسم جنس کی حیثیت سے ذکر کرنے کے بعد اس عنوان (الفرقان) سے قرآن کو دوبارہ اس کی تعظیم شان اور
 رفع مکان کے لئے ذکر کیا گیا ہے

= عَزَّوَجَلَّ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ عِزَّةٌ سے
 فَعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= ذُو انْتِقَامٍ۔ صاحب انتقام۔ جو انتقام پر قادر ہو۔ انتقام۔ سزا دینا۔ بدلہ لینا۔ غلبہ پانا۔ بروزن اِنْتِقَالُ
 مصدر ہے نَقِمَ سے جس کا معنی کسی شے کو بُرا سمجھنا۔ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت
 (سزا دینا) کے لئے بولا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے)

۶:۳ = الْحَكِيمُ۔ حکمت والا۔ بروزن فَعِل صفت کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۷:۳ = مُّحْكَمَتٌ۔ اسم مفعول جمع مَوْث۔ مُّحْكَمَةٌ۔ مفرد اِحْکَامٌ۔ مصدر (افعال) نَحْتہ۔ درست
 جن کے معانی اور الفاظ میں اجمال اور اشتباہ نہ ہو۔ لفظ اپنے معانی پر واضح دلالت کرتا ہو اور غیر مراد کا احتمال نہ ہو
 = اُخْرُ۔ اُخْرٰی کی جمع جو اُخْرٰی کی تائید ہے۔

= مُّتَشَابِهَةٌ۔ اسم فاعل جمع مَوْث۔ مُّتَشَابِهَةٌ مفرد۔ قرآن حکیم میں متشابہات سے کیا مراد ہے
 اس کے معنی کی تشریح علماء نے مختلف طور پر کی ہے عام فقہانے لکھا ہے کہ اگر ظاہراً مراد کا علم نہ ہو سکے تو
 وہ متشابہ ہے۔

= نَوَاطِلُ۔ تفسیر بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع رسالہ موسوم
 بر رسالۃ التواجم بما يتعلق بالتشابه تحریر فرمایا ہے جو از حد مفید ہے اور آل عمران کی تفسیر میں حاشیہ پر مندرج ہے

= ذِیْعٌ۔ کبھی۔ حق سے روگردانی۔ ذَا عٌ یَزِیْعٌ کا مصدر ہے۔

= اِبْتِغَاءٌ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مصدر ہے یَعْنٰی سے۔ باب افعال۔ یعنی کے اصل معنی کسی چیز کی طلب

میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا کہے ہیں خواہ وہ تجاوز کر سکے یا نہ کر سکے۔ یعنی دو قسم پر ہے
(۱) محمود یعنی عدل و انصاف کی حد سے آگے نکل کر مرتبہ احسان حاصل کرنا فرض کی حد سے تجاوز کر کے نوافل
بجالانا۔ (۲) مذموم یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔ زنا کو بھی بغی کہتے ہیں کہ اس
میں حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔

== تَادِيلٌ - اَدْلٌ سے بروزن تَفْعِيلٌ مصدر ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے مرجع
اور جائے بازگشت کو مَوْدِلٌ کہتے ہیں کسی شے کو خواہ وہ شئی علم ہو یا فعل اس کی اصلی مراد کی طرف لوٹانے کا نام تادیل
ہے۔ علم کی مثال وَمَا يَعْلَمُ تَادِيلُهُ اِلَّا اللّٰهُ۔ (اور اس کی تادیل سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا) اور فعل کی مثال
هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا تَادِيلَهُ۔ (۵۳:۷) اب کیا یہ لوگ اس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ وہ
انجام سامنے آجائے۔ الخ۔

تادیل - تفسیر - تشریح - تعبیر - کل بیٹھنی - بیان - حقیقت - ٹھیک پڑنا - انجام کار قیامت جیسے کہ
(۵۳:۷) میں اس معنی میں آیا ہے۔

== آیتہ ہذا میں اللہ پر وقف ہے وَالرَّاسِخُونَ سے یا جملہ شروع ہوتا ہے۔
۸:۳ = لَا تَرْغَ - دیکھو ذِیْنِ اٰیۃِ مَدرجہ بالا (۳:۷) فعل نہیں، واحد مذکر حاضر - تو کچ نہ کر تو نہ پھیر
= هَبْ - واحد مذکر حاضر - امر - وَهَبْ - هِبَةٌ مصدر باب فتح - تو عطا کر - تو بخشش کر۔
وَهَابٌ - بالغة کا صیغہ ہے بہت عطا کرنے والا - بہت زیادہ بخشش کرنے والا - اس سے قبل اِنَّ اَنْتَ اَوْ
لَکَ اور اَنْتَ کو لا کر اللہ تعالیٰ کی صفت داہبہ میں سخت تاکید پیدا کی گئی ہے - مطلب یہ ہوگا : یقیناً وہاں
تو تو ہی ہے۔

۹:۳ = اَلَيْعَازُ - وعدہ - ظرف زمان بھی ہے وقت وعدہ۔

۱۰:۳ = لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ - نفی تاکید ملن - مضارع واحد مؤنث غائب - اَلْغِنَى - تو نگرہی - بے
نیازی - غنی - مالدار - بے نیاز - اَغْنَى عَنْهُ شَيْئًا - اس کو کسی حد تک بے نیاز کر دینا - هَذَا مَا اِغْنَى
عَنْكَ شَيْئًا یہ تمہارے کسی کام نہ آئیگی - تمہارے لئے کسی فائدہ کی نہ ہوگی - تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔
مَا اَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ (۱۱۱-۲) اس کا مال اس کے کام نہ آیا - لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَزْوَاجُهُمْ
مِنْ اِلٰهِ شَيْئًا - ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کی جانب سے کسی حد تک بھی بے نیاز نہ کر سکیں گی
یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔

== دَقْدَرٌ - دَقْدَرٌ يَعِدُ (صَرَبَ) (آگ کا بھڑکنا) ہے - ایندھن - نیر و قار و قیند -
بمعنی ایندھن۔

۳: ۱۱ = كَذَابٌ - ك حرف تشبیہ یا تمثیل - ذَابٌ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں مسلسل روش - عَادَةُ مَستمرہ - ایسی عادت جس پر ہمیشہ عمل ہوتا ہے۔

= كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ میں اگر اس کو نیا جملہ تصور کیا جائے تو اس صورت میں ذَابُہُمْ محذوف تصور ہوگا۔ اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آیتہ ماقبل میں جن کفار کا ذکر ہوا ہے ان کا طریقہ بھی وہی تھا جو کہ آل فرعون کا اور ان سے پہلے لوگوں کا تھا۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق آیہ سابقہ میں مذکور کفار کے مال و اولاد سے ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی لَنْ نَغْنِي عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ یعنی جس طرح آل فرعون کو اس کا مال اور اس کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی ان (کفار) کو بھی ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے

ایک تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق وَقُودُ النَّارِ سے ہے اور عبارت کچھ اس طرح ہے - اُولَٰئِكَ هُمُ قُودُ النَّارِ كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ یعنی آل فرعون کی طرح یہ بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہونگے۔
جمہور علماء نے سب سے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے

= عِقَابٌ - مار - سزا - ایذار - عذاب - عتوبت - سزا دینا - عَاقِبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے عِقَابٌ عَقُوبَةً مُّعَاقِبَةً عذاب کے لئے مخصوص ہیں۔ عِقَاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں (جیسے تعاقب پیچھا کرنے کو کہتے ہیں) چنانچہ بولتے ہیں عَقِبَ الثَّانِي الْاَوَّلَ دوسرا پہلے کے پیچھے ہولیا۔ اس اعتبار سے عِقَاب وہ سزا ہوئی جو ارتکاب جرم کے پیچھے دی جاتی ہے لہذا اس کا ترجمہ پاداش عمل کرنا چاہئے۔
۱۲: ۳ = تَحْشُرُونَ مضاف مجہول جمع مذکر حاضر الْحَشْرُ (باب نصر) کے معنی لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی وغیرہ کی طرف لے جانے کے ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اَلنِّسَاءُ لَا يُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔

= اَلْمِهَادُ - اسم - بچھونا - مراد ٹھکانہ - قرار گاہ - مَهْدٌ گہوارہ - زمین - مَهْوَدٌ - جمع

۳- ۱۳ = يَزِدُّهُمْ مِثْلَهُمْ رَأٰى الْعَيْنِ - يَزِدُّنَ کی ضمیر کا مرجع فِئَةٌ تَقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بھی ہو سکتا ہے اور اُخْرٰى (کافروں کا گروہ) بھی۔ اسی طرح يَزِدُّهُمْ میں هُمْ ضمیر مسلمانوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور کفار کے متعلق بھی۔ اس طرح اس فقرہ کے ترجمہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں -
۱۔ مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

۲۔ مسلمان کافروں کو ان کی اصل تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

۳۔ مسلمان اپنے آپ کو کافروں سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

۴۔ کفار مسلمانوں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے

۵۔ کفار مسلمانوں کو ان کی تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

۶۔ کافر اپنے تئیں مسلمانوں سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

دای العین مصدر مٹو کد لیور نہد۔ بادی النظر میں تعداد کا اندازہ ایک اضافی امر ہے اگر حوصلے بلند اور دل میں ولولہ ہو تو مد مقابل کی تعداد اصل سے کم معلوم دیتی ہے۔ اور اس کے برعکس اگر حوصلے پست ہوں تو دشمن کی تعداد اصل سے زیادہ دکھائی دیتی ہے اس لحاظ سے معانی نمبر ۲ بعید از قیاس ہے کیونکہ مسلمان جو شش ایمان سے پُر تھے اس لئے ایسی حالت میں دشمنوں کی تعداد اصل سے زیادہ ہرگز معلوم نہیں دیتی بلکہ اصل سے کم نظر آتی ہے معنی ۲ بھی قرین قیاس نہیں مسلمان بخوبی جانتے تھے کہ ان کی تعداد ۳۱۳ ہے اور جبکہ کفار کی تعداد ۱۰۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ اس لئے کسی بھی صورت میں وہ ۳۱۳ کو ۱۰۰۰ ہزار سے دگنا خیال نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح معنی نمبر ۴ بھی بعید از قیاس ہے کہ کافر ۱۰۰۰ ہزار ہوتے ہوئے ۳۱۳ کو اپنے سے دوچند یعنی ۲۰۰۰ ہزار کیسے خیال کر سکتے تھے۔

رہے معانی نمبر ۱۔ نمبر ۵۔ نمبر ۶۔ تو فریقین میں سے ایک فریق (مسلمانوں) کے جو شش بہت وجہات اور دوسرے فریق (کفار) کے جذبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تینوں صورتیں ممکن ہیں۔ اس اضافی کیفیت کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی جا سکتی ہے فرماتے ہیں نظرنا الی المشرکین فزأیناھم لیضعفون علینا ثم نظرناھم فمأدأیناھم یزیدون علینا رجلاً واحداً۔ (ہم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو بادی النظر میں ان کو اپنے سے دوگنا دیکھا پھر دوبارہ جب (جو شش ایمانی اپنے زوروں پر آیا) ہم نے ان کو دیکھا تو ایسا پایا کہ ہم سے وہ ایک آدمی بھی نہ اند نہ تھے دوسری طرف ابو جہل کا قول ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو (چونکہ ابھی مد مقابل کا زور ملاحظہ ہی نہ کیا تھا) ابو جہل نے کہا ان محمد ادا صحابہ اکلہ جزور۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی تو ادا نہٹ کا ایک لقمہ ہیں۔

لیکن جب مسلمانوں کی جرات و بہت کا مزہ چکھا تو نگاہ میں فرق آگیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد اصل تعداد سے دوگنا دکھائی دینے لگی۔ جمہور علماء و مفسرین نے اس فقرہ کا مطلب وہی لیا ہے جو کہ نمبر ۱ پر درج ہے یعنی مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے حالانکہ وہ تلگنے سے بھی زیادہ تھے۔

== یُؤْتِیْ - مضارع واحد مذکر غائب تَامِیْدٌ مصدر باب تفعیل وہ قوی کرتا ہے۔

== عِبْرَةٌ - عبرت۔ نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنے حال کو قیاس کرنا۔

== اُدِلِ الْاَبْصَارِ - اصحاب نظر - اصحاب عقل -

۱۴:۲ = ذُئِبْنَ - تَزْيِئْنَ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب - وہ سنوارا گیا - مزین کیا گیا - اچھا دکھلایا گیا -

== قَنَاطِيرُ - قنطار کی جمع - ڈھیر - انبار - کثیر مال - پُل - قنطار کی لفظی ساخت بندی کے مفہوم کو چاہتی ہے اسی لئے اپنی عمارت کو قنطرة کہتے ہیں -

= مَقْنَطَرَةٌ - ڈھیر کیا ہوا - قنطرة مصدر باب فعللة رباعی مجرد -

= اَلْمُسَوَّمَةُ - اسم مفعول - واحد مؤنث - تَسْوِيْمٌ مصدر سَوَمَ سے باب تفعیل نشان زدہ ممتاز - سِيْمَةٌ سَوَمَةٌ - سِيْمًا - علامت، نشان - سَوَمٌ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانا - اس مفہوم کے دو اجزاء ہیں - جانا اور طلب - کبھی صرف دوسرا جزو ملحوظ ہوتا ہے جیسے لَيْسَ مَوْثِقُكُمْ سَوْءَ الْعَذَابِ (۲: ۴۹) تمہیں سخت تکلیفیں دینے کی تلاش میں رہتے تھے -

چرانے کو بھیجنے کے لئے بھی آتا ہے سَمَتْ (باب نصر) اَسَمْتُ (باب افعال) سَوَمْتُ (باب تفعیل) میں نے چرانے کے لئے بھیجا - قرآن حکیم میں ہے - شَجَرٌ فِيهِ تَسْمُومٌ (۱۰: ۱۶) درختوں میں تم اونٹوں کو چراتے ہو یا چرانے کے لئے بھیجتے ہو - سَدَائِمَةٌ - چرنے والے جانور -

= مَابٌ - مَابٌ مصدر بھی ہے اور اسم زمان و مکان بھی - لوٹنا - لوٹنے کی جگہ - لوٹنے کا وقت اَدْبٌ اور اِيَابٌ مصدر ہیں - اِنَّ الْاِنْسَانَ اِذَا بَهِيمٌ (۸۸ - ۲۵) تحقیق ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے ۱۵:۳ = قُلْ - اَيُّ قُلٍّ يَمْحُودٌ - اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے - امر کا صیغہ واحد

مذکر حاضر -

= اَوْ نَبِّئْكُمْ - ا - استفہامیہ نہیں بلکہ تقریر اور ثبوت کے لئے ہے اُنْبِئْ مَنَارٌ واحد متکلم تَنْبِئَةٌ

(باب تفعیل) سے بمعنی خبر دینا - بتانا - کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - کیا میں تم کو بتاؤں میں تمہیں بتاتا ہوں

خَيْرٌ - افعِلْ التفضیل کا صیغہ - بہتر - زیادہ اچھی، عمدہ تر - ذٰلِكُمْ سے مراد وہ چیزیں اور نعمتیں جو دنیاوی ہیں

اوپر مذکور ہوئی ہیں - (وہ بہتر چیز کونسی ہے وہ یہ کہ متقیوں کے لئے ان کے رب کے ہاں جنتیں ہیں جن میں

نہیں جاری ہیں -

اَزْوَاجٌ اور رِضْوَانٌ کا عطف جَنَّتِ پر ہے - اور ان کے لئے ہوں گی پاک بیبیاں اور خدا کی

خوشنودی -

۱۶:۳ = قِنَا قِ نَا قِ واحد مذکر حاضر - امر معروف نَا ضمیر جمع متکلم مفعول - دَقِيَ (لصیف مفروق)

(باب ضرب) دَقِيَ دَقَايَةً دَقِيَ يُوْقِي - قِ - لَا تَقِ - گردان امر یوں ہوگی - قِ - قِيَا - قُوا - قِي

قِيَّاتَيْنِ - قِ اصل میں اضْرِب کے وزن پر اِدْقِ تھا۔ عمل تعلیل سے اَوْ شروع میں اور ی ساکن آخر میں گر گئی۔ قِنَا - ہم کو بچا۔ ہم کو محفوظ رکھ۔

۱۷:۳ = وَالْقَانِتَيْنِ - اطاعت گزار۔ اسم فاعل جمع مذکر معترف باللام قَنُوتُ باب نصر سے جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں۔

= الْمُنْفِقَيْنِ - اسم فاعل جمع مذکر - انْفَاقٌ مصدر راء خدا میں خرچ کرنے والے۔ اَنْفَقَ يَنْفِقُ - باب افعال سے۔ خرچ کرنا۔ باب مفاعله سے نَافَقٌ يُنَافِقُ فِي الدِّينِ - مذہب میں منافقت کرنا = الْمُسْتَغْفِرِينَ - اسم فاعل جمع مذکر اِسْتَغْفَرَ مصدر باب استفعال - گناہوں کی معافی مانگنے والے = اَسْحَارٍ - سَحَرٌ کی جمع جس کے معنی رات کی تاریکی کے ساتھ دن کی روشنی کے ملنے کے ہیں۔ اسی لئے سحر صبح کے اول وقت کو کہتے ہیں۔ اسحار صبح کے اوقات۔

۱۸:۲ = شَهِدَ اللّٰهُ اللّٰهُ تعالیٰ نے گواہی دی۔ اس صورت میں اس کا مصدر شَہَادَةٌ ہے اور اگر شَهِدٌ سے ہو تو معنی ہوں گے اس نے پایا۔

= وَالْمَلَائِكَةُ اُولُو الْعِلْمِ - وَاَوْ حروف عطف ہے اور ملائکہ اور اُولُو الْعِلْمِ معطوف اللہ معطوف علیہ معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے پس فعل شہد کا اطلاق ان ہر دو معطوف پر بھی ہوگا یعنی اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور اہل علم بھی گواہی دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ = قَائِمًا بِالْقِسْطِ - هُوَ کی تعریف ہے کہ عدل و انصاف کو قائم فرمانے والا۔

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں ومعناه انه تعالى قائم بتدبير خلقه وقائم بارزاقه ومجازيم باعمالهم۔

ابو الاعلیٰ مودودی اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں: اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں۔

پیر کرم شاہ ضیاء القرآن میں یوں رقمطراز ہیں:-

قَائِمًا بِالْقِسْطِ کی ایک ترکیب یہ ہے کہ یہ حال ہے اور لفظ اللہ ذو الحال - اور دوسری ترکیب یہ ہے کہ: لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ میں هُوَ ضمیر اس کا ذو الحال ہے اور یہ حال معنی اس کی صفت ہے اس صورت میں یہ مشہودہ میں داخل ہوگا۔ یعنی ان سب گواہوں نے اس کی وحدانیت کی گواہی بھی دی اور اس کے ساتھ اس کے عدل و انصاف کی بھی شہادت دی۔

= لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ - کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۹:۳ = وَمَا اخْتَلَفَ - میں مَآ نافیہ ہے اور مَا جَاءَهُمْ مِ مَّا بیانیہ ہے

== بَغِيَا بَيْنَهُمْ - بوجہ باہمی حسد و مخالفت کے۔

۲۰:۳ = دَمِنَ اِتَّبَعِنِ - اِتَّبَعِنِ اصل میں اِتَّبَعْنِي تھا۔ اور وہ جنہوں نے میری پیروی کی۔
 = اَلْاُمِّيَّيْنِ - مشرکین عرب جو اہل یہود اور نصاریٰ کے علاوہ تھے۔ اُمِّيُّ کے معنی اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ لکھ سکے نہ پڑھ سکے۔ اس زمانہ میں عرب کی یہ مخصوص صفت تھی کہ وہ اکثر و بیشتر بے پڑھے لکھے تھے اور اس صفت میں دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔

== تَوَكَّأَ ماضی جمع مذکر غائب تَوَكَّأْتُ سے۔ اگر تَوَكَّأْتُ کا لفظ متعدی بنفسہ ہو تو معنی ولایت (دوستی) اور قریب ترین مواضع سے اس کے حصول کو چاہتا ہے۔ جیسے وَلَّيْتُ سَمْعِي كَذَا۔ میں نے اپنے کان کو فلاں چیز پر لگایا۔ یا جیسے قرآن حکیم میں ہے دَمِنَ يَتَوَكَّأُ اللّٰهُ دَرَسُوْلَهٗ۔ (۵۶:۵) اور جو شخص خدا اور اس کے رسول سے دوستی کرے گا۔

اور جب تعدیہ بذریعہ عَنِ ہو خواہ عَنِ لفظوں میں مذکور ہو یا مقدر تو اس کے معنی اعراض اور روگردانی اور دور ہونے کے ہیں جیسے آیت ہذا میں۔ یہاں عَنْ مَقْدَرُہٗ پس فَإِنْ تَوَكَّأَ کا معنی ہوگا اگر وہ روگردانی کریں

۲۱:۳ = يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ - جو عدل و انصاف کا حکم کرتے تھے۔
 = اَلَيْسَ - دردناک۔ الم۔ درد۔ دکھ۔ تکلیف۔ جمع آلام۔
 ۲۲:۳ = حَبِطَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ اکارت ہو گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے
 ۲۳:۳ = يُدْعَوْنَ - مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب دَعْوَةٌ سے۔ بلائے جائیں گے۔ بلائے جاتے ہیں۔

== لِيَعْلَمُ میں حکم کی اضافت کتاب اللہ کی طرف ہے

== ثُمَّ حرف عطف ہے اور پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے یہاں معطوف علیہ محذوف ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی۔ وَهُمْ يَعْلَمُونَ اِنَّهٗ هُوَ الْحَقُّ ثُمَّ يَتَوَلَّى فُرُوقًا مِنْهُمْ۔ یہاں علم ہونے کے بعد ان کی روگردانی کا فعل مذکور ہے استبعاد لتوَلَّيْہُمْ۔

== مُعْرِضُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ هُمْ مُعْرِضُونَ یا تَوَفَّرُوقٌ کی صفت ہے۔ وہم قوم لا یزال الاعراض دینہم (وہ ایک ایسا ٹولہ تھا کہ دین سے روگردانی سے باز نہیں آتا تھا۔ یا فُرُوقٌ کا مال ہے اور فُرُوقٌ ذوالحال ہے۔

۲۴:۳ = غَرَّهْمُ - ماضی واحد مذکر غائب۔ غَوَّڑ مصدر۔ اس نے دھوکہ دیا۔ اس نے فریب دیا
 هُمْ ضَمِيرُ جمع مذکر غائب اس کا فاعل جملہ مَا کَانُوا یَفْتَرُونَ ہے۔ اِی غَرَّہُمْ افتراء ہمد

كِذِبُهُمْ - اور ان کے کذب و افتراء کی مثالیں۔

۱۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ ط

۲۔ اَبَاءَنَا اِلَّا نُبَيَّاءُ يَشْفَعُونَ لَنَا -

۳۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی وَعَدَ يَعْقُوبَ اَنْ لَا يُعَذِّبَ اَبْنَاءَهُ - وغیرہ وغیرہ

۳: ۲۵ = فَكَيْفَ - اِنّیٰ فکیف یكون حالہم

= لِيَوْمٍ - میں ل بمعنی فی آیا ہے ای فی یوم -

۳: ۲۶ = تَنْزِعُ - مضارع واحد مذکر حاضر - تو چھین لیتا ہے - تو اکھاڑ پھینکتا ہے -

۳: ۲۷ = تَوَلَّجُ - مضارع واحد مذکر حاضر - اِيْلَاجُ (افعال حم مصدر - تو داخل کرتا ہے

ولج مادہ - کسی تنگ جگہ میں داخل کرنا - جیسے باب ضرب سے وَلَجَ يَلِجُ رَحْتًا يَلِجُ

الْجَمَلُ فِي سِدِّ الْخِيَاطِ (۷: ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے -

۳: ۲۸ = فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ - اس فقرہ کی ترتیب کچھ یوں ہو سکتی ہے -

۱۔ فَلَيْسَ (لہ) من ولاية الله في شيء (الخازن) تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی

دوستی نہیں ہوگی - کیونکہ وہ تو اللہ کے دشمنوں کے دوست ہیں تو اللہ ان کو کیسے دوست رکھیگا -

کیونکہ موالاة اللہ و موالاة الکفار ضدان لا یجتمعان - کہ خدا کی دوستی اور کفار کی دوستی باہم

ایک دوسرے کی ضد ہیں - جو کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں -

۲۔ فَلَيْسَ لَهُ نَصْرٌ اَوْ دَلَالَةٌ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ - تو کسی امر میں بھی اس کو اللہ کی دوستی یا مدد

نصیب نہ ہوگی - (عبداللہ یوسف علی)

= اِلَّا اَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً - تَتَّقُوا - مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر - اصل میں تَتَّقُونَ تھا -

نون اعرابی بوجہ عامل اَنْ کے گر گیا -

تُقَاةٌ مصدر ہے تُقَاةٌ اصل میں وَقَاةٌ تھا - واو کوتا سے بدل دیا گیا - وقی - حروف مادہ

ہیں - وقی - يَقِيْ - اِثْقَى يَثْقِيْ - بچنا - پرہیز کرنا - حفاظت کرنا -

ماسوائے ایسی حالت کے کہ تم کو ان سے ظلم کا ڈر ہو - اِی اِلَّا اَنْ تَخَافُوا مِنْهُمْ مَخَافَةً

(الخازن) یا تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے ایسا طرز عمل اختیار کرو - (تفہیم القرآن)

= يُحَذِّرُكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب - كَمْ - ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - (اور اللہ)

تم کو ڈراتا ہے - خبردار کرتا ہے اپنی ذات سے - یعنی اپنے غضب - اپنی ناراضگی سے -

= اَلْمَصِيْرُ - اسم ظرف مکان - صَارَ يَصِيْرُ کا مصدر بھی ہے - لوٹنے کی جگہ - فرار گاہ - ٹھکانہ -

لوٹنا۔ مائل ہونا۔ کاٹنا۔ جمع ہونا۔

۲: ۳۰ = بَذَّهَا وَبَيَّنَّهٗ - میں ہا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے اور ذہ ضمیر کا مرجع یا عمل سور ہے یا یوم ہے
= لَوِّذٌ - مضارع واحد مؤنث غائب دُوِّد (باب سمع) سے مصدر۔ وہ چا ہیگی۔ آرزو کرے گی۔
دوست رکھیگی۔

= اَمَدًا ۱۔ مدت مدید۔

= دَوَّفٌ - مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَأْفَةً سے بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ۔
۳: ۳۳ = اصْطَفٰی - اصْطِفَاءُ (افعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب اس نے چن لیا۔ اس نے
پسند کر لیا۔ صَفَوُۗ سے باب افتعال میں ت کو ط سے اور واؤ کو ی سے بدل کر اصْطَفٰی ہو گیا۔
اللہ تعالیٰ کا کسی بندہ کو چن لینا۔

۳: ۳۴ = ذُرِّيَّةٌ - اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذُرِّيَّةٌ کہتے ہیں مگر عرف عام میں
چھوٹی بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ یا تو

۱:- ذُرْعٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کا ہمزہ متروک
ہو گیا ہے۔ جیسے رَدِّيَّةٌ اور بَرِّيَّةٌ۔ یا

۲:- اس کی اصل ذُرْوِيَّةٌ ہے۔ یا

۳:- ذُرٌّ سے بمعنی بکھیرنا۔ نُعْلِيَّةٌ کے وزن پر جیسے قُمْرِيَّةٌ ہے۔

اس کی جمع ذُرَارِيٌّ اور ذُرِّيَّاتٌ ہے۔

= ذُرِّيَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ایک نسل جس کے بعض بعض کی اولاد تھے۔ بَعْضُهَا مِنْ
بَعْضٍ - ذُرِّيَّةٌ کی صفت ہے۔

۳: ۳۵ = اِمْرَاَتُ عِمْرَانَ - عمران۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کے
ہمشیرہ حضرت مریم کے باپ کا نام تھا۔ اِمْرَاَتُ عِمْرَانَ - میں عمران سے مراد حضرت موسیٰ کے
والد نہیں بلکہ عمران کی عورت سے مراد عمران کی نسل میں سے ایک عورت ہے۔ حضرت یحییٰ کی والدہ
حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں۔ اور حضرت مریم کی والدہ اور حضرت یحییٰ کی والدہ آپس میں رشتہ کی
بہنیں تھیں۔ لہذا حضرت مریم ام عیسیٰ علیہ السلام آل عمران میں سے ہوتیں۔

یابہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے باپ کا نام بھی عمران ہی تھا۔

۳: ۳۵ = مَذَّذْتُ - ماضی واحد مکمل نَذَرٌ مصدر۔ (باب ضرب) نَصَرَ میں نے
منت مانی۔ میں نے نذر مانی۔

= مَحَرَّرًا - اسم مفعول واحد مذکر - تَحَرَّرَ مصدر - آزاد کیا ہوا۔

بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص (مجاہد) عبادت کے لئے خالص کر لیا گیا (شعبی) دنیا کے دھندوں سے آزاد کردہ (جعفر صادقؑ)

۳۶: ۳ = اُعِيْذُهَا - میں اس کو پناہ دیتی ہوں - اِعَاذَةٌ سے اِعَاذُ اُعِيْذُ (باب افعال) کوم یکوم سے مضارع واحد مکمل - ہا ضمیر واحد مؤنث غائب عَاذَ اُعُوْذُ - ب - باب نصر - کسی کی پناہ طلب کرنا - یا پناہ لینا۔

وَاللّٰهُ سے تَا كَا لَمْ تُنْثٰی " جملہ معترضہ ہے - وَاِنِّیْ سَمِعْتُهَا مَرْثَمَ سے پھر عمران کی عورت کا بیان شروع ہو جاتا ہے۔

= اَلتَّرْجِيْمُ ط - ملعون - مردود - راندہ ہوا - دَجِمُ سے بروزن فِیْضُ بمعنی مَفْعُولٌ - قرآن میں جہاں یہ لفظ آیا ہے شیطان کے لئے آیا ہے - کہ راندہ درگاہ الہی ہے۔

۳۷: ۲ = اَنْبَتْهَا - اَنْبَاتٌ (افعال) مصدر بمعنی اگانا - بڑھانا - اس نے اس کو بڑھایا (جاندار کے لئے) اس نے اس کو اگایا - (نباتات کے لئے) اِی رَبَّهَا الدَّبُّ تَرْبِیَّةٌ حَسَنَةٌ فِیْ عِبَادَةِ وَطَاعَةِ لِرَبِّهَا - (روح المعانی)

= كَفَّلَهَا ذَكْرِيَّا - اس نے (اللہ نے) اس کو (مریم کو) زکریا کی کفالت میں دیدیا۔ كَفَّلَ ماضی واحد مذکر غائب - تَكْفِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔

كَفَّلَ کا فاعل اللہ - یعنی اللہ نے زکریا کو مریم کا کفیل بنادیا۔ اس صورت میں ہا ضمیر مفعول اول اور زکریا مفعول دوم ہوگا۔ لیکن تکفیل کے معنی کسی کو اپنی کفالت (ذمہ داری) میں لے لینا بھی ہے۔ اس لئے زکریا فاعل بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی زکریا نے مریم کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا كَفَّلَ (باب نصر) بمعنی کسی کو اپنی ذمہ داری میں لے لینا۔ کفیل ذمہ دار۔

۳۹: ۲ = بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ - اللہ کی طرف سے ایک فرمان - اس فرمان سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں چونکہ ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے ایک غیر معمولی فرمان سے خرقِ عادت کے طور پر ہوئی تھی۔ اس لئے ان کو قرآن میں کلمۃ من اللہ کہا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)

= حَصُوْرًا - عورت کے پاس نہ جانے والا - عورتوں سے بے رغبت - جو عورت کے پاس نہ جائے خواہ نامردی کے باعث یا پاکیزگی اور عفت کی خاطر۔ اس کو حَصُوْرٌ کہتے ہیں حَصُوْر سے روزن فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۴۰: ۲ = اَلْكِبْرُ - اسم مصدر - بڑھاپا - پیرانہ سالی۔

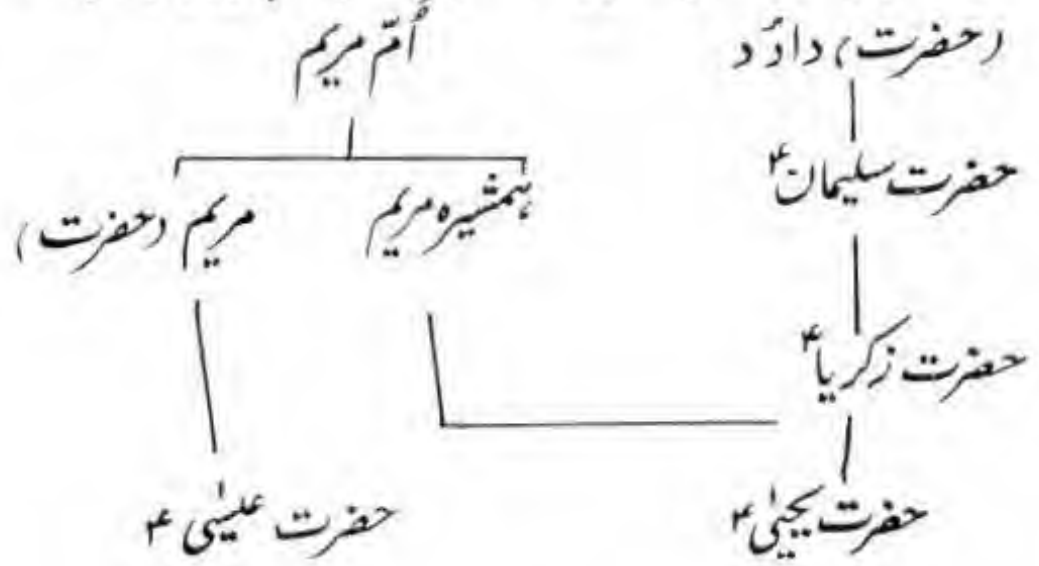
= عَاتِرٌ - بانجھ - عَقَارَةٌ سے جس کے معنی عورت کے بانجھ ہونے کے ہیں۔

۴۱:۳ = الْعُشَّى - شام - سورج ڈھلے - بعد زوال - دن کا پچھلا وقت - زوال سے لے کر صبح تک کا وقت - نماز مغرب کے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔

= اَلذِّبْكَارِ - صبح بروزن افعال اسم ہے

فائدہ نمبر ۱۔ آیات نمبر ۴۰ اور ۴۱ میں کلام مابین زکریا اور اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے سوال منجانب زکریا ہے اور جواب منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

فائدہ نمبر ۲۔ حضرت یحییٰ کا شجرہ نسب کچھ یوں بنتا ہے۔



۴۳:۳ = اُذْنَتِي - تو بندگی کر۔ اطاعت کر۔ قَنَوْتُ سے جس کے معنی خشوع خضوع کے ساتھ عبادت میں لگے رہنے کے ہیں۔ فعل امر۔ صیغہ واحد مؤنث حاضر۔

= اِذْكَبِي - فعل امر۔ واحد مؤنث حاضر۔ تو رکوع کر۔

۴۴:۲ = اَنْبَاءٌ - بِنَاء کی جمع۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے بِنَاء کہتے ہیں۔ کوئی خبر بِنَاء نہیں کہلاتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب پاک نہ ہو۔

= لَدَيْهِمْ - لدای مضاف - هُذ مضاف الیہ۔ ان کے پاس۔

لدای - ظرف مکان غیر متمکن - پاس - طرف - ضمیر کی طرف اضافت کے وقت لدای

کی وہی حالت ہوتی ہے جو علی حرف جر کی ہوتی ہے۔

مثلاً لَدَيْنَا - عَلَيْنَا - لَدَيْهِ - عَلَيْهِ۔

= يُلْقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب (اَفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ڈال رہے تھے۔ اَلْاِلْقَاءُ

(افعال) کے معنی کسی چیز کو اس طرح ڈالنا کہ وہ دوسرے کو سامنے سے نظر آئے۔ پھر عرف میں

مطلق کسی چیز کو پھینک دینے پر القاء کا لفظ بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ قَالَ اَلْقَهَا يَا

مُوسَىٰ فَأَلْقَاهَا - (۲۰: ۱۹) اللہ نے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اسے ڈال دو (نیچے پھینک دو) تو اس نے اس کو ڈال دیا۔

== اِذْ يُلْقَوْنَ مَرْكَبَهُ جب وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے) پھینک رہے تھے کہ ان میں سے مریم کی سرپرستی کون کرے۔ یعنی قرعہ اندازی کی خاطر قلمیں پھینک رہے تھے۔ کہ کس کے نام قرعہ پڑتا ہے۔ یہاں اقلام سے مراد تیر بھی ہو سکتا ہے۔ تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی کا ان لوگوں میں دستور تھا۔

== يَخْتَصِمُونَ مَصَارِعَ جمع مذکر غائب۔ وہ جھگڑ رہے تھے (مریم کی کفالت کے سلسلہ میں) ۲: ۴۵ = كَلِمَةٍ مِّنْهُ۔ اس (اللہ) کی جانب سے ایک کلمہ۔ اس کا ایک کلمہ۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اِنَّهُ خَلَقَ عِيسَىٰ بِكَلِمَةٍ اللّٰهُ دَهْوُ قَوْلُهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنے قول كُنْ سے پیدا کیا۔ یہاں کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰؑ کی ذات ہے

== الْمَسِيحُ۔ بعض علماء کے نزدیک مسیح کا لفظ عبرانی لفظ مشوح سے معرب ہے جس کے معنی معرب کے ہیں۔ اکثر علماء کے مطابق یہ لفظ مشتق ہے اور یہ لفظ فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل استعمال ہوا ہے یعنی مسح کرنے والا۔ کیونکہ آپ جس بیمار پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیتے تھے وہ صحیاب ہو جاتا تھا۔ یا مسح بمعنی مساحت کرنے والا۔ زمین کی پیمائش کرنے والا۔ یا زمین پر مسافت پیادہ کرنے والا۔ کیونکہ آپ نے ساری عمر تبلیغ دین کے لئے مسافتیں گزاریں اور کہیں مستقل رہائش اختیار نہ کی۔

اور مسیح اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے چہرے کا ایک رُخ صاف ہو یعنی نہ آنکھ ہونہ بھریں۔ اسی بناء پر دجال کو دَجَّال مسیح کہتے ہیں۔

== عِيسَى۔ عبرانی لفظ ایشوع کا معرب ہے بمعنی سید۔ سردار۔

== وَجِيهًا۔ صیغہ صفت۔ وَجَاهَةٌ مصدر۔ (باب کرم) وجاہت والا۔ قدرو منزلت والا باعزت

۲: ۴۶ = الْمَهْدِ۔ اسم۔ گہوارہ۔ پنگھوڑا۔ مراد شیرخوارگی کا زمانہ یا ماں کی گود میں ہونے کا زمانہ = كَهْلًا۔ بادقار۔ متوسط عمر کا آدمی جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہوں۔ عمر کا وہ حصہ جب دم کی قوتیں شباب پر ہوں۔

الکھل۔ ادھیڑ عمر کا۔ تیس سے پچاس سال تک کی عمر والا۔ (المہجد)

= يُكَلِّمُ النَّاسَ كَهْلًا۔ یعنی بچپن سے لے کر بچی عمر تک حکمت و دانش کی باتیں لوگوں کو

بتائے گا۔

۴۷:۳ = اِنِّیْ - کیونکر - کیسے - دیکھو ۲: ۲۳۲

= قَضٰی - ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءُ مصدر - قضاء فعلی ہو یا قولی - بشری ہو یا الہی - بہر حال فیصلہ کر دینا یا کر لینا - کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا - ضرور مفہوم قضا کے اندر ماخوذ ہے - صلوات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں -

بنانا - پورا کرنا - غزم کرنا - فیصلہ کرنا - حکم جاری کرنا - حکم دینا - مقدر کرنا - قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا - مقرر کرنا - حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا - فارغ ہونا - مرجانا - مار ڈالنا -

ان سب معانی کے لئے اس کا استعمال قرآن حکیم میں ہوا ہے - یہاں مراد فیصلہ کرنا ہے -

اِذَا قَضٰی اَمْرًا - جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے -

۴۸:۲ = آیتہ ۴۷ بطور جملہ مغرضہ بیچ میں آگئی - آیتہ ۴۶ میں فرشتوں کا کلام جو شروع ہوا تھا

آیتہ ۴۷ کے بعد اب پھر جاری ہو گیا - یہ سلسلہ کلام آیتہ ۴۹ کے اختتام سے قبل ہی ختم ہو کر حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کا کلام بغیر کسی تمہید کے شروع ہو جاتا ہے - یہ طرز کلام انشاء عربی میں انوکھا اور غیر معروف

نہیں ہے - اور قرآن حکیم میں اس کی اکثر مثالیں ملیں گی -

= دُعِیْمَةُ الْكِتَابِ کا عطف یُبَشِّرُکَ پر ہے اور ہر دُعِیْمَةُ اور یُبَشِّرُ میں ضمیر فاعل

اللہ کی طرف راجع ہے -

۴۹:۳ = الطِّیْنُ - گارا - مٹی - خاک - مٹی اور پانی کا آمیزہ - مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ طین ہے -

گو اس سے پانی کا اثر زائل ہی کیوں نہ ہو جائے -

= کَهَيْئَةِ - ک - حرف تشبیہ - هَيْئَةً - کسی چیز کی حالت - کیفیت - شکل و صورت - ہٹی ماد

= اَنْفَحُ - نَفَحٌ سے باب نصر - مضارع واحد متکلم - میں پھونک مالتا ہوں -

= اُبْرِئُ - اِبْرَاءُ (افعال) سے مضارع واحد متکلم - اِبْرَاءُ - ہر بری چیز - مرض وغیرہ سے

بری کرنا اور نجات دلانا - میں بری کر دیتا ہوں مرض سے - میں تندرست کر دیتا ہوں

= اَكْمَهَ - مادر زاد اندھا - صفت مشبہ کا صیغہ -

= اَبْرَصَ - کوڑھی - جس کو برص کی مرض ہو - ہر دو اکمہ و ابرص کی تائید و جمع بروزن اَفْعُ

(واحد مذکر) فَعْلَاءُ (واحد مؤنث) فَعْلٌ (جمع مذکر مؤنث) ہوگی -

= اُنَبِّئُکُمْ - میں تم کو بتاؤں یا بتاتا ہوں - نَبَأٌ یُنَبِّئُ - نَبَأٌ خَبْرٌ -

= تَدَخِرُوْنَ - (باب افعال) اصل میں تَدْ تَخِرُوْنَ تھا - اِذْ تَخَرَّ يَدٌ تَخِرٌ - پہلے

کو دال سے تبدیل کیا۔ پھر دال کو دال بنا کر دال کو دال میں مدغم کیا۔ اِدَّخَرَ يَدَّخِرُ ہو گیا۔
تَدَّخِرُونَ تم ذخیرہ کرتے ہو۔ تم آئندہ کے لئے جمع کرتے ہو۔

۵۲:۳ = اَحْسَسْ - اِحْسَاسٌ (افعال) سے محسوس کیا اس نے ماضی واحد مذکر غائب

ای عرف منهم اصراہم علی الکفر

= فَلَمَّا - میں ف فصاحت کے لئے ہے۔

= مِنَ النَّصَارَى إِلَى اللَّهِ ط کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں۔

= حَوَارِیُّوْنَ - حَوَارِیُّ کی جمع - حَوَارِیُّ حَوْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سپیدی

کے ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے۔ بقول شاہ عبدالقادر صاحب حواری

اصل میں دھوبی کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب میں سے پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے

دھوبی تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کو کہا تھا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھا دوں

وہ ان کے ساتھ ہوئے اس طرح سب کو یہ خطاب ٹھہر گیا۔

۵۴:۳ = مَكْرُؤًا ماضی جمع مذکر غائب - یہاں اس کا فاعل اہل یہود ہیں۔ مَكْرُؤٌ - سے جس کے معنی کسی

شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دیا جائے۔ یہ دو قسم پر ہے اگر اس سے کوئی اچھا فعل

مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے ورنہ مذموم۔ چال چلنا۔ فریب کرنا۔ دھوکہ دینا۔ دھوکہ کی سزا دینا یا سزا

دینے کی خفیہ تدبیر کرنا۔ مکر و فریب اردو میں ہم معنی آتے ہیں۔

۵۵:۳ = مُتَوَفِّیْكَ - مُتَوَفِّیٌّ - اسم فاعل واحد مذکر مضاف لک ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ۔

میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ میں تجھے اپنی گرفت میں لے کر اٹھائیوں والا ہوں۔ میں تجھے نیند میں سلاتے

والا ہوں۔ اور (اس حالت نیند میں) آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اس کا مصدر تَوَفَّیْتُ

ہے۔ جس کا معنی پورا پورا لینا۔ تمام حق گرفتار۔ تَوَفَّیْتُ الشَّيْءَ اِیْ اَخَذْتُهُ دَقَبَضْتُهُ تَامًا۔

سورۃ میں مُتَوَفِّیْكَ کا مطلب یہ ہوا۔ میں تجھے سارے کے سارے کو یعنی روح بمعہ جسم قبضہ میں

لینے والا ہوں۔ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ - اور اپنی طرف اٹھالینے والا ہوں۔ اگرچہ توفی کے اور معانی بھی

ہیں جیسا کہ اوپر مندرج ہے لیکن آیت کا مطلب متذکرہ بالا جمہور علماء کے نزدیک مقصود ہے اور

متعدد احادیث نبوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

= مُطَهَّرُكَ - مُطَهَّرٌ - اسم فاعل واحد مذکر لک ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول۔ تجھ کو پاکیزہ کرنے

والا ہوں۔ وَطَهَّرْتُكَ مِنَ الذِّنِّ کَفَرُوا اور تجھ کو ان لوگوں (کی تممتوں) سے پاک کرنے

والا ہوں۔ جنہوں نے (تیرا) انکار کیا۔

۵۷:۳ = فَوَقَّيْهِمْ - مضارع واحد مذکر غائب تَوْفِيَّةٌ سے۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا

۵۸:۳ = ذَلِكْ - یعنی - الذی ذکرته لك من اخبار عیسیٰ وامامہ مریم والحواریون وغیر ذلک من القصص (یعنی وہ ذکر جو میں نے حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ حضرت مریم اور ان کے حواری وغیرہ کے متعلق تجھ سے کیا ہے) = مِنَ الْآيَاتِ وَالَّذِي كُرِيَ الْحَكِيمُ یہ اللہ کی آیات اور کلام پر حکمت ہے جس میں سے یہ باتیں تجھے سنائی جا رہی ہیں۔

۵۹:۳ = اِنَّ مَثَلَ عِيسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ اللّٰهُ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے آدم اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش یکساں ہے وہ بھی اس کی قدرت کی جلوہ گری ہے اور یہ بھی۔

۶۰:۳ = الْحَقُّ - یعنی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تخلیق آدم و تخلیق عیسیٰ علیہما السلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہر دو اس کی قدرت کاملہ کی جلوہ گری کا نتیجہ ہیں بالکل حق و صداقت = مُنْتَرَيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر مُتَوَّاءُ مصدر باب افتعال - شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔

۶۱:۳ = حَاجَّكَ - حَاجَّ (مفاعله) يُحَاجُّ مُحَاجَّةً - اس نے تجھ سے جھگڑا کیا۔ حجت بازی کی۔

= خِيْدَ میں ۵ ضمیر واحد مذکر یا توقصہ عیسیٰ علیہ السلام متذکرہ بالا مراد ہے یا یہ ضمیر الْحَقُّ کی طرف راجع ہے۔

= تَعَالَوْا - تم آؤ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تَعَالَى سے جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہر اصل میں تَعَالٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ عَلُوُّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعت منزل کے ہیں۔ تو گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ علماء لغت کے نزدیک تَعَالٰ مطلقاً هَلُمَّ کے ہم معنی ہے۔

= نَبْتَهْلُ - جمع متکلم مضارع مجزوم۔ اِبْتِهَالٌ - (افتعال) مصدر۔ ہم مباہلہ کریں۔ مباہلہ کہتے ہیں کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

۲۶۲:۳ = مَا مِنْ إِلَهِ فِي تَأْفِيهِ هُوَ اور کھو میں لام تاکید کے لئے ہے۔

۶۲:۳ = کَلِمَةٍ سے یہاں مراد جملہ اَلَّا لَعَبْدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ ہے جو آیت شریفہ میں آگے چل کر مذکور ہے۔

= سَوَاءٌ بَيْنَنَا - اسم مصدر ہے۔ برابر۔ اِسْتَوَاء یعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سب پر اگر ہو تو قصر ہو گا جیسے سُوَّى (وَلَا اَنْتَ مَكَانًا سُوَّى) اور اگر سب پر ہو گا تو مَد کے ساتھ آتیکا جیسا کہ آیت ہذا میں۔ سَوَاءٌ بمعنی وسط کے بھی آتا ہے جیسے فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ط (۵۵:۳۷) دوزخ کے بیچوں بیچ۔ بمعنی تمام کے بھی آتا ہے جیسے فِي اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَاءٍ لِلْسَّائِلِينَ۔ (۱۰:۴۱) چار دن میں سائلین کی ضرورت کے مطابق پوری پوری۔

کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ۔ وہ بات جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے یعنی اَلَّا لَعَبْدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔

۶۶:۳ هَا اَنْتُمْ هَؤُلَاءِ۔ هَا حرف تنبیہ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع مبتدا۔ هَؤُلَاءِ۔ یہ هَا، اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو یہاں اُولَئِكَ خبر ہے۔ دیکھو تمہیں ہو وہ لوگ۔

= حَاجَجْتُمْ۔ حَاجَّ يَحَاجُّ مُحَاجَّةً سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے حجت بازی کی۔ تم نے جھگڑا کیا۔

۶۷:۳ = حَنِيفًا۔ سب باطل راہیں چھوڑ کر راہ حق کو پکڑنے والا۔ دیکھو ۲: ۱۳۵۔

۶۸:۳ = اَدُلِّي۔ زیادہ لائق۔ زیادہ مستحق۔ زیادہ قریب۔

دلی سے افعِل التفضیل کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے جیسے اَدُلِّي لَكَ خَادِلِي۔ (۷۵-۳۴-۳۵) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔ یہاں اَدُلِّي۔۔۔۔۔ بِاَبْرَاهِيمَ۔ لوگوں میں سے ابراہیم کے سب سے نزدیک یا قریب۔

۶۹:۳ = دَدَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ دَدَّ يُوَدُّ دُودٌ۔ مَوَدَّةٌ۔ مصدر۔ اس نے دل چاہا۔

= كَوَّ۔ بمعنی کہ۔

۷۰:۳ = تَشْهَدُونَ۔ تم شاہد ہو۔ تم حاضر ہو۔ تم گواہی دیتے ہو۔ شَهِدَ جس کے معنی حاضر ہونے کے اور موجود ہونے کے ہیں۔ یا شَهِادَةٌ سے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں۔ اِی وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُونَ حقیقتہا بلا شبہ بمنزلہ علم المشاہدۃ اور تم بلا شک حقیقت کو بمنزلہ علم مشاہدہ کے جانتے ہو۔ (روح المعانی)

۲: ۷۱ = تَلْبِسُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر تَلَسَّسٌ سے - تم غلط ملط کرتے ہو۔ مُلَابَسَةٌ باہم غلط ملط ہونا تَلْبِسُونَ - تَلَسَّسٌ سے بمعنی پہننا

۳: ۷۲ = وَجْهَ النَّهَارِ - دن کا شروع حصہ - جیسے وَجْهَ الدَّهْرِ - زمانہ کا شروع - اللہ کی رضا - جیسے فَعَلَ ذَلِكَ لِوَجْهِ اللَّهِ - اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ کام کیا - چہرہ - ذات جیسے يَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ (۵۵: ۲۷)

۳: ۷۳ = طَائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ - کا خطاب اہل کتاب کے دوسرے اشخاص سے ہے جو اسی طائفہ کے ہم مذہب ہیں۔

۳: ۷۴ = وَلَا تَوْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبَعَ رِيسُكُمْ مَا قُلْنَا إِنَّ الْهُدَىٰ هُدَىٰ اللَّهِ أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِّثْلَ مَا أُوتِيْتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ - مفسرین نے اس کو مشکل ترین آیت شمار کیا ہے (ضیاء القرآن)

وقال الواحدی ان هذه الآية من مشكلات القرآن واصعبه تفسيرا - اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اہل یہود کے طائفہ کا قول جو آیہ ماقبل (۳: ۷۲) میں دیا گیا ہے اس آیت کے ساتھ ہی ختم ہو گیا اور وَلَا تَوْمِنُوا سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہو جاتا ہے۔

یحتمل ان يكون الخبر عن اليهود قد تم عند قوله لَعَلَّكُمْ يَرْجِعُونَ - وقوله وَلَا تَوْمِنُوا "من كلام الله تعالى ثبت بذهلوب المؤمنين لئلا يشكوا عند تلبس اليهود وتزويرهم في دينهم يقول الله عز وجل لا تصدقوا يا معشر المؤمنين الا من تبع دينكم ولا تصدقوا ان يؤتى احد مثل ما اوتيتم من الدين والفضل ولا تصدقوا ان يحاجرکم عند ربکم اولى قد هو اعلى ذلك فان الهدى هدى الله وان الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء والله واسع عليم - فتكون الآية كلها خطابا للمؤمنين عند تلبس اليهود لئلا يرتابوا ولا يشكوا -

(احتمال ہے کہ اہل یہود کے متعلق بات لعلہم یرجعون پر ختم ہو گئی۔ اور وَلَا تَوْمِنُوا الخ کلام اللہ ہے (یہ اس لئے کہ) مؤمنین کے دل نہ ڈگمگائیں اور اہل یہود کی اپنے دین میں تزویر و تلبس باعث شک نہ بنے۔ سو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے مؤمنو! سوائے اپنے مذہب کے پیروکار کے کسی پر اعتبار نہ کرو۔ اور نہ ہی یہ باور کرو کہ جو عنایات تم پر ہوئی ہیں کسی اور پر بھی ہو سکتی ہیں اور نہ ہی اس امر کو دل میں جگ دو کہ وہ تم پر خدا کے حضور دلیل میں غالب آجائیں گے کیونکہ ہدایت تو وہی ہے

جو اللہ کی ہدایت ہے۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا ہے اور علیم ہے)

۲۔ اس میں قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدٰى اللّٰهِ جملہ معتضہ ہے اور دوسرے سب جملوں کا تعلق لَا تَوْفِئُوْا سَے ہے۔ یعنی لَا تَوْفِئُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ وَلَا تَوْفِئُوْا اَنْ يُّوْفٰى اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْتِيْتُمْ وَلَا تَصَدِّقُوْا اَنْ يُّحَاجَّوْكُمْ عِنْدَ دِيْنِكُمْ (ضیاء القرآن بحوالہ تفسیر قوطبی) مت مالو کسی کی بات ماسوائے ان لوگوں کے جو تمہارے دین کی پیروی کرتے ہیں اور مت یقین کر دو کہ جو انعام و فضل تم پر کیا گیا ہے وہ کسی اور کو بھی دیا جاسکتا ہے اور مت مالو یہ بات کہ وہ تمہارے رب کے نزدیک تم پر دلیل سے غالب آسکتے ہیں۔

تفسیر الخازن میں ہے ثم اختلفوا فيه فمنهم من قال هذا كلام معترض بين كلامين وما بعده متصل بالكلام الاول اي لَا تَوْفِئُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ وَلَا تَوْفِئُوْا اَنْ يُّوْفٰى اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْتِيْتُمْ وَلَا تَوْفِئُوْا اَنْ يُّحَاجَّوْكُمْ عِنْدَ دِيْنِكُمْ ۳۔ طائفة من اهل الكتاب کا کلام لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ پر ختم ہو جاتا ہے اور قُلْ اِنَّ الْهُدٰى سَے آیت کے اخیر تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہہ کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے کہ جس طرح وہ ہدایت تمہیں عطا ہوئی تھی اسی طرح وہ اسے کسی اور کو بھی عطا کر دے۔ یا وہ تمہارے رب کی عطائنگی کے بارہ میں حجت بازی کریں تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کہ ان الفضل بید اللہ الخ یہاں عِنْدَ دِيْنِكُمْ کا مطلب عِنْدَ فَعَلٍ دِيْنِكُمْ ہوگا۔

۴۔ علامہ عبد اللہ یوسف علی اپنی انگریزی تفسیر THE HOLY QURAN میں اہل یہود کے کلام کو لَا تَوْفِئُوْا سَے لے کر لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ پر ختم کر کے آگے یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

Say : "True guidance Is the guidance of God : (Fear ye) lest a revelation Be sent to someone (else) Like unto that which was sent Unto you? Or that those (Receiving such revelation) Should engage you in argument Before your Lord?"

۵۔ اور اگر اُد کو معنی اِنْ حرف شرط لیا جائے تو مطلب یوں ہو سکتا ہے کہ اگر اہل یہود وہ کہیں جو انہوں نے لِسَن تَبِعَ دِينَكُمْ تک کہا تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے) کہہ کہ اِنَّ الْهُدٰى مَا اَوْثَقُتُمْ۔ اگر وہ خدا کی دین (عطائیگی) پر کٹ جیتی سے کام لیں تو کہہ اِنَّ الْفَضْلَ مَنْ يَشَاءُ۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بات کہنے کے لئے ہدایت کی جاتی ہے یا تو مَنْ يَشَاءُ پر ختم ہو جاتی ہے۔ یا آیتہ ۴۷ کے اخیر تک چلی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا مذکورہ صورتوں کے علاوہ ان فقروں کی اور بھی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں

۳: ۴۷ = يَخْتَصُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مخصوص فرماتا ہے

= ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ الفضل موصوف العظیم صفت۔ صفت موصوف مل کر مضاف الیہ۔ ذو مضاف۔ فضل عظیم کا مالک۔

۳: ۵۷ = تَأْمَنُّهٗ مضارع واحد مذکر حاضر۔ ضمیر واحد مذکر غائب تو اس کو امانت دے۔ تو اس کو امین بنائے۔

= قِنْطَارٍ۔ مال کثیر۔ ڈھیروں۔ انبار۔ جمع قِنْطَارٍ۔

= يُوَدِّعُ۔ واحد مذکر غائب۔ مضارع۔ ضمیر واحد مذکر غائب۔ وہ اسے ادا کر دے گا۔ اداء مادہ۔ تَادِيَةٌ مصدر

= مَا دُمْتُ۔ مَا دَامَ افعال ناقص میں سے ہے باب نصر۔ ضرب) سے دوام مصدر۔

ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جب تک تو ٹھہرا رہا۔ جب تک تو رہا۔

مَا دُمْتُ عَلَيْهِ قَائِمًا۔ جب تک تو اس کے سر پر کھڑا ہے۔

= لَيْسَ عَلَيْنَا سَبِيلٌ۔ اسی لیس علینا فی مَا اَصْبَاه من اموال العرب عتَابٌ

وَذِمٌّ۔ اہل عرب کے مال میں سے جو بھی ہم ہتھیالیں اسی پر مواخذہ نہیں ہے۔ امیوں (غیر یہودیوں)

کے معاملہ میں ہم پر کوئی مواخذہ نہیں ہے ان سے وہ خلائی کریں۔ دھوکہ دیں۔ نقصان پہنچاویں۔

امانت کو ادا نہ کریں۔ کسی طور پر مال ایٹھ لیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳: ۷۶ = بَلٰی۔ حرف۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں

بَلٰی تھا۔ بلی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

۱۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے ذَعَا الَّذِیْنَ كَفَرُوا اَنْ لَّنْ يَّبْعَثُوْا قُلَّ بَلٰی وَرَبِّیْ

لَتُبْعَثُنَّ (۷۴: ۷۷) کافروں کو خیال ہے کہ وہ برگز نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں

قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔ ۱۲۔ یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو

نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے اَلَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ کیا زید کھڑا نہیں۔ جواب میں کہا جائیگا بلی۔ ہاں یعنی کھڑا ہے۔ یا استفہام توہینی ہو جیسے اَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ اَلَّذِي تَجْمَعُ عِظَامُهُ بَلَى قَادِرِينَ عَلَى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهُ (۵۱: ۲۰) کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

یا استفہام تقریری ہو۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا (۱۴۲: ۴) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں

نَعَمْ اور بلی میں فرق یہ ہے کہ نَعَمْ استفہام مجرد کے جواب میں آتا ہے۔ اور بلی بالاتفاق ایجاب کے جواب میں نہیں آتا۔ بلکہ اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو مقترن (متصل) منفی ہو۔ نیز بلی ابطال نفی کے لئے آتا ہے۔ اور نَعَمْ تصدیق ماقبل کے لئے۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ (۱۴۲: ۴) بلی کی مثال۔ اور نَعَمْ کی مثال۔ فَمَلْ وَجَدْتُمْ مَا دَعَا دَرْيُكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ۔

= اَدْنَى - اِيْفَاءُ سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پورا کیا۔

(۳: ۸۸) = يَكُونُ مضارع جمع مذکر غائب لِيْ مصدر۔ باب نصر۔ وہ گھاتے ہیں۔ وہ پھرتے ہیں۔ لِيْ۔ موڑنا۔ مروڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوِيْ يَلْوِي (ضرب) لَوِيْ لِسَانُهُ یا لَوِيْ يَلْسَانُهُ اس نے زبان پھیر لی یعنی جھوٹ کہا۔ خود اپنی طرف سے بات گھڑ لی۔ مطلب یہ کہ زبان مروڑ کر الفاظ بگاڑ کر ادا کرتے ہیں۔ مثال۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ كَوَيْلٌ اَنْ مَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پڑھنا۔

اگر لَوِيْ کے اول مفعول پر علی ہو تو متوجہ ہونے اور منہ پھیر کر دیکھنے کے ہیں لَدَلْوِيْ عَلَى اَحَدٍ۔ وہ ایسا بھاگا کہ کسی طرف منہ پھیر کر نہ دیکھا۔

(۳: ۷۹) = وَ لٰكِنْ - اور كُوْنُوا کے درمیان يَقُولُ محذوف ہے بلکہ وہ تو یہ کہے گا۔

= رَبَّنَا رَبَّنَا - زائد۔ خدا پرست۔ درویش۔ اللہ والے۔ ربی۔ مرشد خلق۔ رَبَّانِي کی نسبت رب کی طرف ہے اس نسبت سے اَنے رَبِّيٰ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مبالغہ کے لئے الف نون کا اضافہ کر دیا ہے۔ جیسے بڑی گھٹی ڈاڑھی والے کو یحیائی اور بہت فربہ گردن والے کو رَبَّانِي کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں رَبَّانِي کا مطلب ہوگا بالکل اللہ والا۔

= تَذْكُرُونَ - (باب نصر) مضارع جمع مذکر حاضر تم پڑھتے ہو

(۳: ۸۰) = وَلَا يَأْمُرُكُمْ - ثُمَّ يَقُولُ پر عطف ہے اور اس کا فاعل بشر ہے جو ابتدائی

آیت میں مذکور ہے اور وہ بندہ نہیں کم دے گا تمہیں۔

== اَيَّا مَزَكُمُ۔ تعجب اور استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی وہ ایسا حکم ہرگز نہیں دیگا۔ ضمیر فاعل بشر کی طرف راجع ہے۔

۳: ۸۱ = اس آیت میں میثاق النبیین کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبیوں کے بارہ میں میثاق لیا گیا۔ دوسرا وہ میثاق جو نبیوں سے لیا گیا تھا۔

بعض مفسرین نے پہلا مطلب اختیار کیا ہے اور ان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی ہیں اور بعضوں نے دوسرا مطلب اختیار کیا ہے۔ لیکن پہلا مطلب زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسرے مطلب کی صورت میں ما حاصل یہ ہوگا کہ اللہ نے نبیوں میں سے ہر ایک نبی سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کوئی دوسرا رسول اس کے عہد میں مبعوث ہو تو اس کا فرض ہے کہ اس کی تصدیق کرے۔ اور اس کا ساتھ دے۔

تاریخ میں کب اور کہاں ایسے حالات معرض وجود میں آئے کہ ایک امت کی جانب ایک رسول کتاب و حکمت لے کر آیا ہو اور اس کی حیات ہی میں ایک دوسرا رسول کتاب و حکمت کے ساتھ مبعوث ہوا ہو۔ اگر کبھی دو نبی ایک ہی وقت میں ایک ہی امت کی طرف بھیجے گئے تو دوسرا محض پہلے کی تائید اور نصرت کی خاطر مبعوث ہوا۔

اور جہاں تک اس آیت سے یہ مطلب اخذ کرنے کا سوال ہے کہ اس سے مراد تمام انبیاء سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی پیروی کا اقرار لیا گیا تھا تو امام رازی نے اس بارہ میں ایک بہت معقول سوال اٹھایا ہے کہ رسول مقبول کی بعثت کے وقت تمام انبیاء فوت ہو چکے تھے وہ کیسے ایسے وثاق کے مکلف ہو سکتے تھے۔ لہذا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا موقف ہے وہ درست ہے کہ یہ میثاق ہر امت سے لیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک کو بذریعہ رسول کتاب و حکمت دی گئی ہے لیکن جب کبھی اس کے بعد کوئی اور رسول منجانب اللہ کتاب و حکمت لے کر آئے جو پہلی کی تصدیق و تائید میں ہو تو اس وقت کی امت پر فرض ہوگا کہ نئے آنے والے رسول کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ تعاون کرے کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے اور جتنے بھی خدا کے رسول ہیں سب اسی کی دعوت دینے والے ہیں۔

== وَاِذَا خَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ۔ اور یاد کرو جب ہم نبیوں کے بارہ میں عہد لیا تھا۔

== لَتَوُ مِّنْهُ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ ہر دو فعل مضارع معروف باللام تاکید و نون ثقیلہ ہیں۔ تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

== اِصْرِيْ۔ میرا عہد۔ چونکہ عہد کی ذمہ داری کا بھی انسان پر بوجھ ہوتا ہے اس لئے اِصْرٌ کا

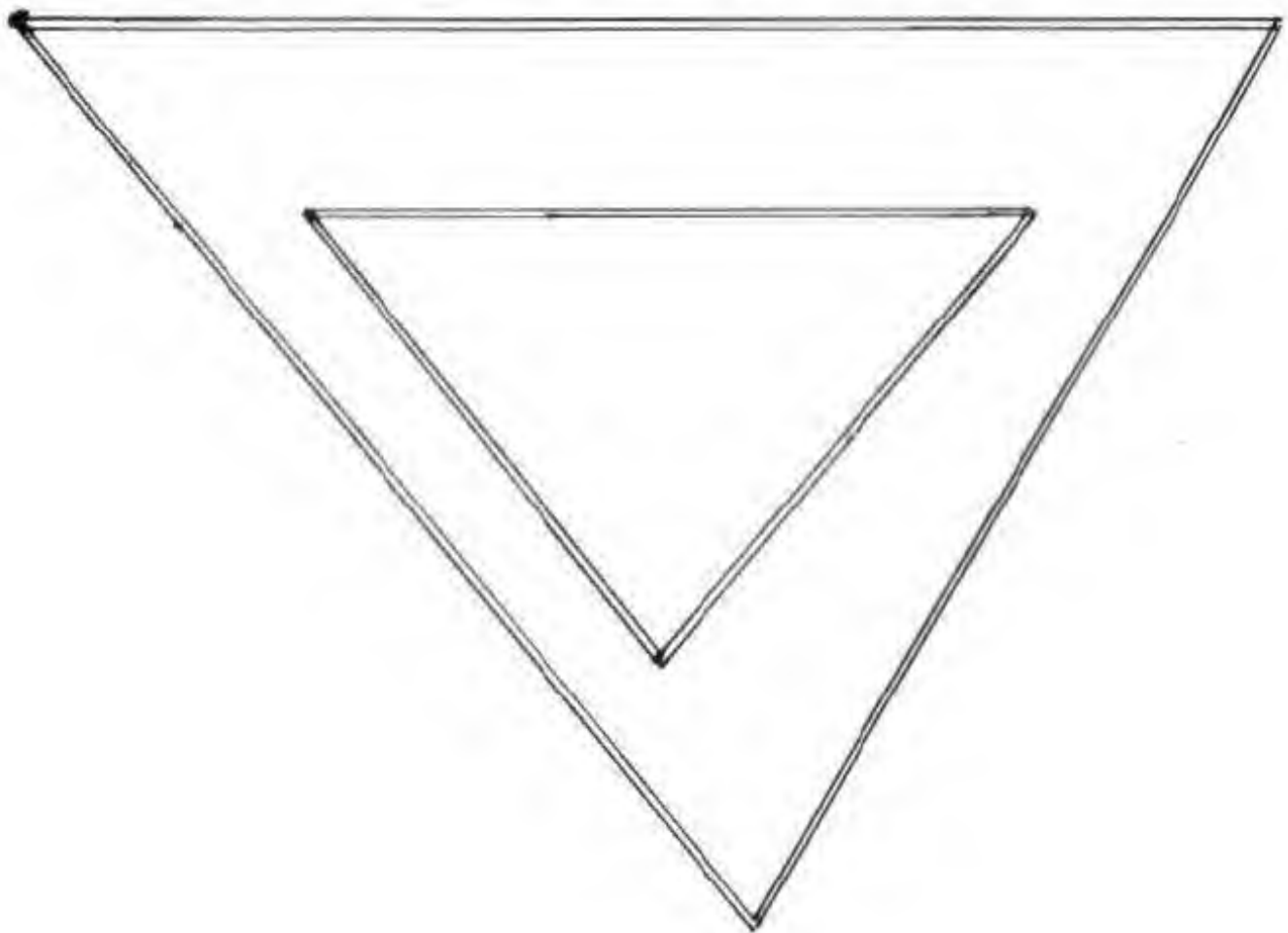
استعمال عہد کے معنی میں بھی ہوتا ہے جمع اَصَادُ

۸۴:۳ = اَسْبَاط - قبیلے - ایک دادا کی اولاد۔ سِبْطُ کی جمع جس کے معنی پوتے اور نواسے دونوں کے ہیں۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ آتا ہے یہاں حضرت یعقوب کی اولاد مراد ہے۔

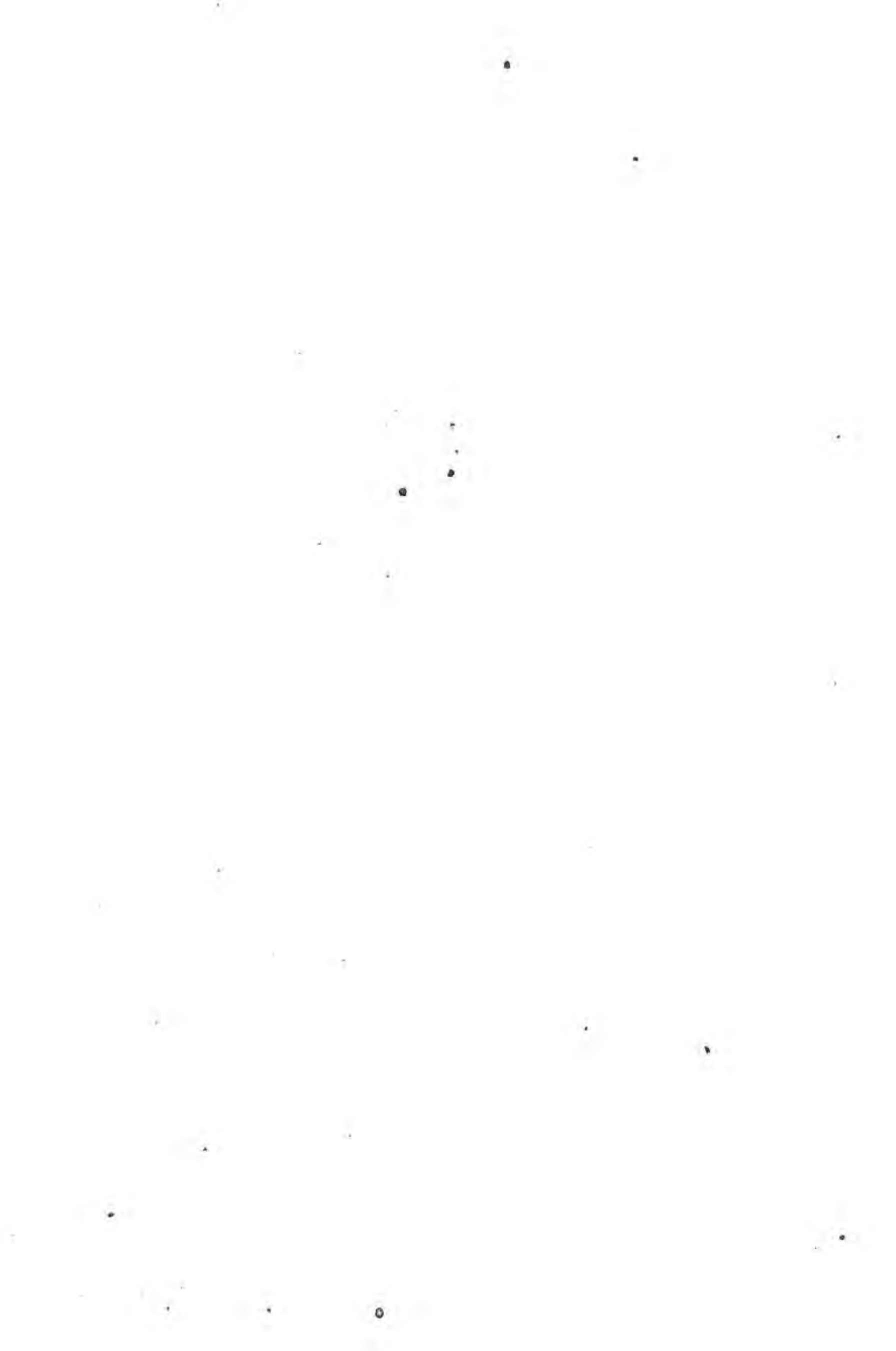
۸۵:۳ = يَبْتَغِ - اصل میں يَبْتَغِي تھا۔ من عامل کی وجہ سے غ جو آخری متحرک حرف تھا ساکن ہو گیا۔ ہی بوجہ ساکنین کے گر گئی۔ ی کی موجودگی کو ظاہر کرنے کے لئے غ مکسور کر دی گئی مضارع مجزوم واحد مذکر غَابَ - ابتغاء مصدر - چاہے۔ طو صوٹدھے۔ طلب کرے۔

۹۱:۳ = مِلُّواْ - وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ جمع اَمْلَآءُ
مِلُّواْ الرِّضَى - مضاف مضاف الیہ اتنی مقدار جو زمین بھر میں سما سکے۔

= اِفْتَدَى - اس نے اپنے چھڑانے کا بدلہ (فدیہ) دیا۔
ماضی واحد مذکر غَابَ اِفْتَدَا (افْتَعَلَ) کے وزن پر۔



يَا رَحْمَةً
لَنْ تَسْأَلُوا
(٢٢)
أَلَمْ عَمْرَأَن - الْبَيْتَاء



۹۲:۳ = لَنْ تَنَالُوا - مضارع نفی تاکید بَلَنْ - صیغہ جمع مذکر حاضر
اصل میں لَنْ تَنَالُونَ تھا۔ لَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ صیغہ جمع کو ظاہر
کرنے کے لئے اخیر میں الف زائد کر دیا گیا۔ تم ہرگز نہیں پاؤ گے۔ تم ہرگز نہیں پہنچو گے۔
نَيْلٌ سے (باب سَمْع)

= الْحَبْرَ - مصدر - مفعول بہ ہے فعل لَنْ تَنَالُوا کا - نیکو کاری - نیکی کرنا - مہلائی کرنا - طاعت
صلاحیت - سچائی - نیک برتاؤ۔

بَرْ - میں اعتقادی و عملی دونوں قسم کی نیکیاں شامل ہیں۔

مَثَل - لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ -----

(۱۷۷:۲)

= تَنْفِقُوا ۲ - انْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) سے جمع مذکر حاضر فعل مضارع معروف - نون اعرابی عامل
کی وجہ سے حذف ہو گیا ہے۔ تم خرچ کرو۔ تم خرچ کرو گے۔ تم خرچ کرتے ہو۔

۹۳:۳ = اِسْرَآئِیْلُ - سے اگر بنی اسرائیل مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ نزول توراۃ
سے قبل بنی اسرائیل نے رسماً بعض چیزیں حرام قرار دے لی تھیں جن کی حرمت توراۃ میں مذکور
نہیں ہے۔ اور اگر اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام لئے جا دیں تو اس کا مطلب
یہ ہوگا کہ انہوں نے طبعی کراہت کی وجہ سے یا کسی مرض کی بناء پر احتراز فرمایا تھا۔ پھر ان کے
بعد ان کی اولاد نے ان چیزوں کو ممنوع سمجھ لیا تھا۔

۹۴:۳ = اِخْتَرَا - اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔

اِخْتَرَا (اِفْعَالٌ) ماضی واحد مذکر غائب خری حروف مادہ اَلْفَعْلُ (نصر) کے معنی
چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لئے اُسے کاٹنے کے ہیں۔ اور اِخْتَرَاءُ (اِفْعَالٌ)۔

کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اِخْتَرَاءُ - جھوٹ - دشمنی۔

اِخْتَرَا عَلَیْهِ الْکَذِبَ کسی پر تہمت لگانا۔ کسی پر جھوٹ باندھنا۔

فَمَنْ الْکَذِبَ - پس جو شخص اللہ پر جھوٹا بہتان تراشا ہے۔

= مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ - اس وضاحت کے بعد جو آیت ۹۳ میں کی گئی ہے۔

۹۵:۳ = مِلَّةَ - دین کی طرح ملت بھی اس دستور کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء
کی زبان پر بندوں کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ قرب خداوندی حاصل کر سکیں
دین اور ملت میں فرق یہ ہے کہ ملت کی اضافت صرف اس بنی کی طرف ہوتی ہے جس کا

وہ دین ہوتا ہے پس فَا تَبْعُوا۔۔۔ اِبْرَاهِيمَ پس دین ابراہیم کی پیروی کرو۔
 حَنِيفًا = الْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الْحَنِيفُ۔
 بوزن فَعِيلٌ جو باطل کو چھوڑ کر استقامت پر آجائے، جو سب سے بے تعلق ہو کر صرف خدا کا ہو جائے
 ۹۷: ۳ = فِيهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ج ۵ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ اٰمِنًا فِيْهِ اُوْرِدْخَلَهُ
 میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب بَيِّنَات کی طرف راجع ہے جو آیہ ماقبل میں مذکور ہے۔
 فِيْهِ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ (ضمنہا) مقام ابراہیم۔ اس میں کئی روشن نشانیوں ہیں (ان میں سے
 ایک) مقام ابراہیم ہے۔

۹۹: ۳ = تَصَدُّوْنَ - صَدَّ و نَصَدَ تم روکتے ہو۔ تم بند کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔
 تَبْعُوْا نَهَا تَم اس کو چاہتے ہو بَعُوْا ہے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ هَا طمیر واحد مؤنث غائب
 جو سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔ سبیل مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔
 عَوَجَ يَعْوِجُ (سمع) سے اسم ہے ٹیڑھا ہونا۔ کج ہونا جو کجی آنکھوں سے نظر آجائے مثلاً دیوار
 کا ٹیڑھا ہونا۔ وہ عَوَجَ (بفتح عین) ہے اور جو نظر نہ آئے مثلاً سونچو سمجھ میں کجی۔ قول میں کجی (عین
 کے کسر کے ساتھ) ہے۔

۱۰۱: ۲ = يَعْصِمُ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِعْتَصَمَ (افتعال) مصدر۔ مضبوط ٹکڑنا
 ہے۔ عَصَمَ - گردن بند۔ حَمِلَ - عَصَمَ اور عَصَمَ کتے وغیرہ کی گردن کا پٹہ۔ عَصَام -
 مشک کا بندھن مِعَصَمٌ کلانی کا پونچھا۔ عَصَمٌ مصدر۔ لَصَوَّبَ سم اختیار کرنا۔ بچانا۔ محفوظ رکھنا
 عَصَمَ اِلَيْهِ اس نے اس کی طرف پناہ لی۔ اِعْتَصَمَ (اِفْتَعَالُ) گناہ سے بچے رہنا۔ اِلْعَصَامُ
 (الفعال) گناہ سے بچنا۔

۱۰۳: ۳ = اَلْفَ - اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَالِيفٌ (تَفْعِيلٌ) سے
 جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ تاليف القلوب دلوں کو اکٹھا کرنا۔ باہمی
 الفت پیدا کرنا۔

= شَقًا - کنارہ۔ یہ لفظ ہلاکت کے قریب ہونے کے لئے ضرب المثل ہے (شَف و حروف
 مادہ ہیں) چنانچہ کہتے ہیں اَشْفَى فُلَانٌ عَلَى الْهَلَاكِ فُلَانٌ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا
 = حَفْرَةٌ - گڑھا۔ حَفَرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ حَفَرٌ جمع حَفَارٌ
 گور کن۔ مِحْفَرٌ بیلچہ۔ شَفَا حَفْرَةٌ - مضاف مضاف الیہ۔ گڑھے کا کنارہ
 = اَلْقَدْ كُمْ - اَلْقَادُ (افعال) کسی خطرہ یا ہلاکت سے خلاصی دینا۔ نجات دینا۔ اس نے

تم کو پچالیا۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ فَوَيْتُ تَعَيَّنَ دشمن کے ہاتھ سے چھینا ہوا گھوڑا۔ گویا وہ دشمن سے پچالیا گیا ہے۔ جمع تَقَائِنُ۔

۱۰۴: ۳ = وَتَكُنْ مِنْكُمْ۔ تَكُنْ میں لام امر ہے صیغہ واحد مؤنث غائب۔ امر غائب و تکلم معروف بناوٹ کے لحاظ سے کوئی مستقل فعل نہیں بلکہ ایک دوسرا نام مضارع بلام امر کا ہے لام امر و مضارع غائب و تکلم معروف کے آٹھوں سیفوں سے خاص ہے جو صیغہ ہائے واحد کو جزم دیتا ہے۔ جیسے لِيَكُنْ (واحد مذکر غائب) تَكُنْ (واحد مؤنث غائب) اور لَا كُنْ واحد متکلم۔ نون اعرابی کے سقوط اور نون ضمیری کی قائمی میں مثل لَمْ کے عمل کرتا ہے۔ وَتَكُنْ۔ چاہتے کہ ہو ایک (جماعت) تم میں سے جو.....

= مِنْكُمْ۔ میں سے۔ تبیین کے لئے ہے تبعض کے لئے نہیں۔ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام تمام امت پر واجب ہے کسی مخصوص جماعت کی ذمہ داری نہیں۔ ۱۱۱: ۳ = لَنْ يَضُرَّكُمْ۔ مضارع معروف نفی تاکید بدن۔ صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ہرگز تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

= اَذَى۔ تکلیف۔ اذیت۔ کوفت۔

= يُوْثِقُكُمْ اِلَآ ذُبَارًا۔ وَلِيْ يُوْثِقُ۔ (باب تفعیل) پیٹھ دینا۔ پشت پھیر کر بھاگنا۔ اَذُبَارًا جمع ذُبُر کی۔ بمعنی پیٹھ۔ وہ تمہاری طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

۱۱۲: ۳ = ضُرِبَتْ۔ ڈال دی گئی۔ مار دی گئی۔ لازم کردی گئی۔ مسلط کردی گئی۔ لگادی گئی۔ ضَرْبٌ سے ماضی بھول واحد مؤنث غائب۔ علی کے ساتھ تار یک پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةُ۔ ذلت اور رسوائی ان پر لازم کردی گئی ضَرْبٌ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ۔ ذلت و رسوائی۔ محتاجی اور بے نوائی ان پر مسلط کردی گئی۔ ان پر لازم کردی گئی۔

= ثَقُّوا۔ ثَقَّفَ (سَمِعَ) کسی چیز کو پانا اور اس پر کامیاب ہونا۔ وہ پائے گئے۔

= حَبْلٌ۔ رستی۔ عہد و پیمان۔ چونکہ رگ بھی رستی سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے قرآن حکیم میں شاہ رگ کو حَبْلُ الْوَرِيدِ۔ (۱۶: ۵۰) فرمایا ہے۔

= بَاءُ ۱۔ انہوں نے کمایا۔ وہ پھر آئے۔ وہ لوٹے (باب نصر) بَوَّاءٌ۔ جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجازاً اس کے معنی کمانے۔ لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آئے ہیں۔ ب د ۶۔ مادہ۔

مَكَانٌ بَوَّاءٌ۔ اترنے۔ فروکش ہونے کے لئے سازگار اور موافق جگہ۔ بَوَّاتٌ لَهُ مَكَانًا۔

میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا۔ وَادْعَادُوتٍ مِّنْ أَهْلِكَ تَتَوَتَّى الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ۔ (۱۲۱:۳) اور جب تم صبح گھروں سے رخصت ہوئے اور مومنوں کو لڑائی کے لئے مناسب جگہ پر بٹھانے لگے۔

== ضَرَبَتْ عَلَيْهِمُ الدِّالَّةُ وَالْمُسْكَنَةُ۔ لازم کردی گئی ان پر ذلت اور رسوائی جہاں کہیں بھی وہ ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ کسی عہد نامہ کی رو سے اللہ سے یا دوسرے لوگوں سے پناہ حاصل کر سکیں (اللہ کی طرف سے عہد نامہ ان کا اہل کتاب ہونا اور پابند شریعت ہونا۔ اور لوگوں کی طرف سے عہد نامہ کسی سیاسی معاشرتی وجوہ کی بنا پر بشرائط پناہ حاصل کرنا) اور وہ مستحق ہو گئے اللہ کے غضب کے اور مسلط کر دی گئی ان پر محتاجی اور بے نوائی۔

۱۱۲:۳ = عَصَوْا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ انہوں نے اطاعت نہ کی۔ انہوں نے کہنا نہ مانا۔ مَعْصِيَةً اور عَصِيَّاتٍ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَصَوْا اصل میں عَصِيُوا تھا۔ یا متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا گیا اب واؤ اور یاء دوساکن اکٹھے ہو گئے لہذا الف گر گیا اور عَصَوْا رہ گیا۔

== كَانُوا يَعْتَدُونَ۔ ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِعْتَدُوا مصدر (افتعال) ع د۔ مادہ۔ وہ زیادتی کرتے تھے۔ وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے۔

۱۱۳:۲ = اَنَارَ۔ اوقات۔ گھڑیاں۔ اَنَى۔ واحد۔ وقت کا کچھ حصہ۔ اَنِی۔ حروف مادہ دیا جائے گا۔ مَضَارِعٌ مجہول نفی تاکید بَلَنْ۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۱۱۶:۳ = لَنْ تَغْنَى۔ مَضَارِعٌ معروف نفی تاکید بَلَنْ۔ صیغہ واحد مونث غائب (باب افعال) وہ کفایت ہرگز نہیں کرے گی۔ وہ ہرگز کام نہ آئے گی۔ هَذَا مَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا۔ یہ تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔

۱۱۷:۳ = صَرَّ۔ (مٹھڑ۔ پالا۔ سردی۔ مٹھنڈک۔ ٹو۔ بادِ سموم

۱۱۸:۳ = بَطَانَةٌ۔ ولی۔ دوستی۔ رازدار۔ بھیدی۔ اَسْتَرَّ۔ کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا ہے بطن سے مشتق ہے بطن کا استعمال ہر شے میں ظہر کے خلاف ہوتا ہے۔ باہر کی جانب کو ظہر کہتے ہیں۔ اور اندر کی جانب کو بطن بولتے ہیں۔ کپڑے کے اوپر کے حصہ کو ظہارہ اور اندرونی اور نیچے کے حصہ کو جو جسم سے ملا ہے بَطَانَةٌ کہتے ہیں۔

== لَا يَأْتُوكُمْ۔ مَضَارِعٌ منفی صیغہ جمع مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر مانر (باب نصر) اَلْوُ اَلْوُ۔ اَلْوُ۔ مصادر کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ دیر لگانا۔ کہتے ہیں كُمْ يَأْتِي الْجُهْدُ ۱۔ اس نے کوشش کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

== جَبَاكَ - تباہ کرنا - خرابی پہانا - فساد - تباہی - وہ خرابی یا فساد جس کے لاسحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے -

لَا يَأْتُوكُمْ جَبَاكَط وہ تمہیں خرابی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

== وَدُّوا - وہ پسند کرتے ہیں - وہ محبت کرتے ہیں - وہ تمنا کرتے ہیں - وَدٌّ - محبت - وَدُّوْهُ - محبت والا - (اللہ کے اسماء حسنی میں سے ہے) -

وَدَّ - يُوَدُّ - ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب -

== عَنْتُمْ - تم کو مضرت پہنچی - تم کو ایذا پہنچی - عَنَتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے -

عَنَتٌ - گناہ - بدکاری - زنا - تکلیف - مشقت - فساد - ہلاکت - غلطی - جور - اذیت

== اَنُوتَاهِنِم - مضاف مضاف الیہ - اَنُوتَاہُ - قُوَّة کی جمع ہے - کو اگر اکرم سے بدل کر دے - بمعنی منہ ہے -

== ۱۱۹:۳ هَانَتْكُمْ - ہاتنیک کے لئے ہے اَنْتُمْ - مبتدار اور اَدْلَاء خبر ہے -

== لَقُوتَكُمْ - وہ تم سے ملتے ہیں - ماضی جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر - لَقُوتُ اصل

میں لَقِيتُوا تھا - لَقِيتُ سے -

== حَلَوَا - وہ تنہا ہوئے - وہ اکیلے ہوئے - حَلَاوُ سے - ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

== عَصُّوا - انہوں نے کاٹ کاٹ کھایا - انہوں نے دانتوں میں دبایا - عَصٌّ سے (باب سماع)

ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب -

== اَلَا نَامِلَ - اَنَمِلَ کی جمع - جس کے معنی پہلے پورے کے ہیں جس میں ناخن ہوتا ہے -

انگلیاں - عَصُّوا عَلَیْكُمْ اَلَا نَامِلَ مِنَ الْغِیْظِ - تمہارے خلاف غصہ و غضب کی وجہ سے

انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں -

== ۱۲۰:۳ تَمَسَّسْتُمْ - (باب ضَرَبَ - نَصَرَ) وہ تم کو چھوئے - وہ تم کو پہنچے - مضارع

واحد مؤنث غائب -

== تَسَوَّهْتُمْ - وہ ان کو بری لگتی ہے - وہ ان کو ناخوش کرتی ہے مضارع واحد مؤنث غائب

ہُمْ - ضمیر جمع مذکر غائب -

== کَبِدٌ - مصدر اور اسم مصدر - اچھی تدبیر - بُری تدبیر - مکر و فریب - چال - داؤ -

== مُحِیْطٌ - اسم فاعل - اِحْاطَةٌ - مصدر - حوط - مادہ - ہر طرف سے گھیر لینے والا -

== ۱۲۱:۳ یہاں سے لے کر سورۃ کے اخیر تک کلام جنگِ اُحد کے بعد نازل ہوا - تَنْبِؤُیْ - دیکھو

== مَقَاعِدَ لِقِتَالٍ - مَقَاعِدَ صَيْغَةٍ جَمْعُ مَنْتَهَى الْجَمْعِ - ظَرْفُ مَكَانٍ - مَقْعَدٌ وَاحِدٌ - بِطَيْفَةٍ
کی جگہ گھات لگانے کے مقامات . مورچے
۱۲۲:۳ = هَمَّتْ - ماضی کا صیغہ واحد مَوْنَتْ غَائِبٌ - هَمٌّ - مصدر - هَمَّ يَهْمُ
(نَصَرَ) اس نے ارادہ کیا۔

== طَائِفَتَانِ - دو گروہ - دو جماعتیں - دو فرقے - طَائِفَةٌ کاتثنیہ ہے۔
جنگ احد کے لئے (۱) شوال بروز ہفتہ ۳ ہجری کو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک
ہزار مجاہدین کے ہمراہ مدینہ شریف سے نکلے۔ تو رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی ہریرہ تھا
لیکن راستہ میں شوط کے مقام پر وہ اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ الگ ہو گیا۔ اس کی
دیکھا دیکھی قبیلہ ادس کی شاخ بنی حارثہ اور خزرج کی شاخ بنی سلمہ جو نئے نئے اسلام میں
داخل ہوئے تھے ان کے دل میں بھی جنگ سے واپسی کا خیال ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان
کی دستگیری کی اور اس لغزش کے ارتکاب سے ان کو بچا لیا۔
== تَفْشَلًا - وہ دونوں بزدل کریں۔ فَشِلَ يَفْشَلُ (سمع) فَشِلٌ بزدل ہونا۔ بزدلی کرنا۔
ہمت ہار دینا۔ مضارع کا صیغہ تثنیہ مَوْنَتْ غَائِبٌ۔ نون اعرابی اَنْ کی وجہ سے گر گیا۔
= وَاللَّهُ - میں دادِ حالیہ ہے۔

۱۲۳:۳ = اِذْلَةً - کمزور۔ نرم دل۔ ذلیل۔ ذَلِيلٌ کی جمع ہے۔
۱۲۴:۳ = اَلَنْ يَكْفِيَكُمْ - آ - برائے استفہام۔ لَنْ يَكْفِي - مضارع منفی تاکید بَلَنْ صیغہ
واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کَفَى يَكْفِي (ضوب) كِفَايَةٌ سے کافی ہونا۔ كِفَايَةٌ
اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت کو اس طرح پوری کرے کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ کیا یہ
تمہارے لئے کافی نہیں ہے
== اَنْ يُمِدَّكُمْ - مَدَّ يُمِدُّ وَاَمَدًا يُمِدُّ - ب - کسی کو شکر یا رسد مہیا کرنا۔ يُمِدُّ کی
دال کے نمہ کو نصب بوجہ اَنْ آئی ہے۔

۱۲۵:۳ = يَا تَوَكُّمُ - میں ضمیر فاعل اہل کفار کی طرف راجع ہے جو جنگِ احد میں اہل اسلام
کے خلاف نبرد آزماتھے

== مِنْ خَوْرِهِمْ - خَوَّرَ - اسم فعل۔ جوش۔ اُبال۔ عجلت۔ فَوَّرًا - الْفَوَّرُ کے معنی سخت
جوش مارنے کے ہیں۔ یہ لفظ آگ کے بھڑک اٹھنے پر بھی بولا جاتا ہے اور ہانڈی اور غصہ
کے جوش کھانے پر بھی۔ قرآن مجید میں ہے وَقَارَ النَّوُّورُ (۱۱: ۴۰) اور تنور جوش مارنے لگا۔

ہانڈی کے اوبال کو فَوَادَةٌ کہا جاتا ہے پھر تشبیہ کے طور پر پانی کے ابلتے ہوئے چشمے کو بھی فَوَادَةٌ الْمَاءِ کہتے ہیں۔ ایک محاورہ ہے فَعَلْتُ كَذَا مِنْ فَوْرِي۔ میں نے جوش میں ایسا کیا۔
پس يَا تُوكَمَ مِنْ فَوْرِ هَذَا کا مطلب یہ ہوا کہ

اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعتاً حملہ کر دیں۔

== مُسَوِّمِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُسَوِّمٌ واحد تَسْوِيْمٌ مصدر سَوَّيْتُ سے اپنے لئے نشان مقرر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کا خصوصی نشان بنانے والے۔

== مَا جَعَلَهُ اللَّهُ۔ میں نے ضمیر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے اتارنے کے ذریعہ سے مسلمانوں کی امداد کے امر کے متعلق ہے

۳: ۱۲۷ = لَيَقْطَعَنَّ۔ قَطَعَ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب فتح) مضارع پر لام جار مکسور فعل کی علت یا سبب بیان کرنے کے لئے آئے تو اس کے بعد اَنْ مصدری ناصب کا آنا ضروری ہے اور مضارع پر اسی اَنْ کی وجہ سے نصب آیا ہے اگر اَنْ مذکور نہ ہو جیسا کہ آیت ہذا میں ہے تو محذوف مقدر قرار دیا جائیگا۔ لیکن اگر فعل سے پہلے لا نفی آیا ہو تو لام جر کے بعد اَنْ کو ذکر کرنا لازم ہے۔ جیسے لَيْلًا يَكُونُ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ (۲: ۱۵۰)

= لَيَقْطَعَنَّ۔ تاکہ کاٹ دے۔ ہلاک کر دے۔

= طَرَفًا۔ طَرَفٌ کی جمع اطْرَافٌ۔ ایک ٹکڑہ۔ ایک حصہ۔

= يَكْبِتَهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَبَيْتُ مصدر باب ضروب تاکہ وہ ان کو ذلیل کرے۔ مضارع پر نصب لام جار مکسور کی وجہ سے ہے جو کہ محذوف ہے اصل میں یہ لَيَقْطَعَنَّ کی طرح لَيَكْبِتَهُمْ تھا۔

= خَائِبِينَ۔ نامراد۔ خَيْبَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۳: ۱۲۶-۱۲۷ = ترجمہ۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ امداد کا وعدہ مسلمانوں کو خوشخبری اور ان کے اطمینان قلب کی خاطر کیا۔ اور دوم یہ کہ اہل کفار کا ایک بازو کاٹ جائے اور وہ ذلیل و خوار ہو کر نامراد واپس لوٹیں۔

۳: ۱۳۰ = التَّالِبُوْا۔ بیاج۔ سُود

= اَضْعَافًا مُّضْعَفَةً۔ کئی گنا۔ چند در چند۔ مُضْعَفَةٌ۔ اَضْعَافًا کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۳: ۱۳۱ = اَعِدَّتْ۔ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اِعْدَا اَفْعَالٌ سے

جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عِدَّتُ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی

۱۳۳: ۳ = سَارِعُوا۔ جلدی کرو، دوڑو۔ سرعت سے کام لو۔ مَسَارِعَةُ جس کے معنی دوڑنے اور دوڑانے کے ہیں۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔

۱۳۴: ۳ = اَسْرَاءُ۔ خوشی۔ خوشحالی۔ اَصْرَاءُ کا متضاد

= اَصْرَاءُ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ مرض۔ بیماری۔ مصیبت۔

= كَاظِمِينَ۔ كَاظِمٌ کی جمع ہے كَظْمٌ۔ كُظُومٌ۔ مصدر۔ (ضرب) غصہ روکنے والے غصہ لی جانے والے۔ كُظُومٌ کا اصل معنی ہے سانس رکنا۔ مجازاً خاموش ہو جانا۔

بَعِيرٌ كَاظِمٌ اور اِبِلٌ كُظُومٌ۔ وہ اونٹ جس نے جگالی کرنی چھوڑ دی ہو كَظَمَ السَّيَّءُ

اس نے پانی بھر کر مشک کا منہ باندھ دیا۔ كَظَمَ الْبَابَ اس نے دروازہ میں قفل لگانا

= الْعَافِينَ۔ عَفَا عَنْ۔ معاف کرنا۔ عَفُوٌّ سے۔ معاف کرنے والے۔

۱۳۵: ۳ = لَمْ يُصِرُّوا۔ مضارع نفی جہد بَلَمَ۔ انہوں نے اصرار نہیں کیا۔ جتے نہیں رہے۔

اٹے نہیں رہے۔

۱۳۶: ۳ = سُنُّنٌ۔ سُنَّةٌ کی جمع۔ طریقے۔ راہیں۔ مثالیں۔ سنت، قانون شرعی۔ طور و

عادت۔ دستور۔ طریقہ جاریہ۔ یہاں مراد مختلف قوموں کے عروج و زوال

۱۳۹: ۳ = لَا تَهِنُوا۔ وَهِنٌ سے۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سست مت ہو۔ تم

بزدل مت ہو۔ تم کمزور مت ہو۔

۱۴۰: ۳ = يَمْسِكُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تم کو لگتا ہے

تم کو پہنچتا ہے۔ تم کو چھوٹا ہے۔

= قَرْحٌ۔ کسی بیرونی شے سے پہنچنے والا زخم۔ مثلاً۔ تلوار کا زخم۔

الْقَرْحُ۔ اندر سے پیدا ہونے والا زخم۔ مثلاً پھوڑا۔ پھنسی کا زخم۔ اول متعدی ہے اور باب فتح

سے آتا ہے دوم لازم ہے اور باب سمع سے آتا ہے لیکن کبھی باب فتح سے آتا ہے۔ جیسے قَرْحٌ

قَلْبُهُ۔ اس کا دل زخمی ہو گیا۔ قَرْحٌ مصدر بھی ہے۔ زخمی کرنا۔ قَرْحٌ اس دکھ اور تکلیف کو بھی

کہتے ہیں جو کسی زخم سے پیدا ہو۔ یہاں زخمی ہونا اور دکھ پانا مراد ہے

۱۴۰: ۳ = نَادَوْا لَهُا۔ جمع متکلم مضارع۔ مَدَاوِلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) هَا ضمیر واحد مؤنث مفعول

ہم اس کو ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ دَلَّوْا دَوْلٌ ڈول (جوا پر نیچے آتا جاتا ہے) دَوْلَةٌ دَوْلَةٌ

مالی چکر۔ دولت کہ وہ بھی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ آتی جاتی رہتی ہے۔

۱۴۱: ۳ = لِيُمَخِّصَ - تَمَجِّصَ (تفعیل) تاکہ خالص اور صاف کر دے۔
الْمَخْصُ - کسی چیز کو کھوٹ اور عیب سے پاک کرنا۔ مَحَصْتُ الذَّهَبَ میں نے
سونے کو آگ میں گلا کر اس کے کھوٹ کو الگ کر دیا۔ دلوں کے پاک کرنے پر
تجیص کا استعمال بمثل ترکیب و تطہیر ہوتا ہے۔

دعا میں ہم کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ مَخِّصْ عَنَّا ذُنُوبَنَا۔ اے اللہ! ہمارے گناہوں
کو جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں دور کر دے۔

= يَمْحَقْ - مَحَقَّ مصدر (فَتْح) وہ گھٹاتا ہے۔ تاکہ وہ مٹا دے۔ تاکہ وہ ہلاک
کر دے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبُو وَيُزِلُ الصَّدَقَاتِ ط (۲: ۲۷۶) خدا سود کو نابود اور خیرات
کو بڑھاتا ہے۔

۱۴۲: ۳ = لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ - میں يَعْلَمُ مضارع مجزوم بوجہ لَمَّا کے ہے متحرک
کرنے کے لئے میم کو کسرہ دیا گیا۔ ابھی جانا ہی نہیں اللہ نے یعنی آزما کر دیکھا ہی نہیں
= وَلَعَلَّ الصَّابِرِينَ - میں میم پر فتح بوجہ ذیل ہے۔

۱۔ واو حرف عطف ہے اور يَعْلَمُ الصَّابِرِينَ کا يَعْلَمُ اللہ پر عطف ہے۔ دراصل
یہاں بھی مجزوم تھا۔ لیکن التقارر ساکنین کی وجہ سے میم سے قبل لام کی فتح کی رعایت سے
اسے فتح دیا گیا۔

۲۔ واو۔ واو الصرف ہے جس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہوتا ہے لہذا واو کے بعد اور يَعْلَمُ
سے پہلے اَنْ مقدر ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ لَا تَأْكُلِ السَّمْكَ وَتَشْرَبِ اللَّبَنِ
۳۔ امام حسن رضا کی قرأت میں یہاں بھی يَعْلَمُ کی میم کو زیر ہے۔ کیونکہ واو عطف ہے
اور یہ يَعْلَمُ پہلے يَعْلَمُ پر معطوف ہے اور لَمَّا کی وجہ سے مجزوم (یہاں لام ماقبل
میم کی حرکت کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی)۔

۴۔ ابو عمرو کی قرأت میں یہ يَعْلَمُ میم کے پیش کے ساتھ ہے۔ اس صورت
میں واو ابتدائیہ ہے اور جملہ نیا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالیٰ صابروں کو جانتا
ہے اور انہیں بقدر صبر اجر دے گا۔

۱۴۳: ۳ = كُنْتُمْ تَمْنَوْنَ - ماضی استمراری۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمْنَوْنَ اصل میں

تَتَمَنَّوْنَ تھا۔ ت کو ت میں مدغم کر دیا گیا ہے تَمَتَّی سے مضارع تَتَمَتَّی م ن ی مادہ باب تفعّل۔ تم تمنا کیا کرتے تھے۔ تم آرزو کیا کرتے تھے۔

== تَلَقَّوْهُ۔ لَقِیْ یَلْقَی (سمع) لِقَاء سے جمع مذکر حاضر۔ ک صمیر واحد مذکر غائب راجع الی الموت تم اس سے ملاقی ہو۔ تم اس سے ملو۔ تم اس سے ملاقات کرو۔ تم اس کو اپنے مقابل پاؤ۔ یہاں موت سے مراد جہاد میں شہادت ہے۔ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں جنگ و جدل سے قبل تم آرزو کیا کرتے تھے کہ تمہیں بھی ایسی شہادت کا موقعہ میسر آئے جو شہدائے بدر کو آیا تھا۔ تو لو اب اس جنگ (جنگ احد) میں تم اُسے اپنے سامنے پا رہے ہو۔ فی الحقیقت پا رہے ہو۔

== وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُونَ۔ برائے تاکید ہے۔

۳: ۴۴ = اَفَاَنْتُمْ اَسْتَفْهَامِیْ فِ زَاۡدٍ۔ اِنْ۔ اگر نہیں۔ تاکید و تحقیق۔

اِنْ کی چار صورتیں ہیں

۱۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ اِنْ تَعَذَّبْ بِہُمْ فَاِنَّہُمْ عِبَادُکَ۔ (۱۱۸: ۵) اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اِنْ یَنْتَهِوْا یَغْفِرْ لَہُمْ مَا قَدْ سَلَفَ۔ (۳۸: ۸) اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا۔

۲۔ اِنْ۔ مخففہ۔ جَوَاتٍ ثَقِیْلَہٗ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اس کے بعد لام مفتوح کا آنا لازمی ہے جیسے اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الدِّیْنِ لَطٰلِمِیْنَ۔ (۷۸: ۱۵) بلاشبہ اصحاب الایکہ ظالم تھے۔ اِنْ کَادَ لَیْضِلَّنَا عَنْ اِلٰہِتِنَا۔ (۲۵: ۲۲) تو ضرور یہ ہم کو ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا۔

۳۔ اِنْ۔ نافیہ۔ یہ جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ فعلیہ پر بھی۔ اِنْ یَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (جملہ فعلیہ) وَ اِنْ ہُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (جملہ اسمیہ) (۱۱۶: ۶) سو یہ کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے اپنے خیال کے اور کچھ نہیں مگر اُسکیں دوڑاتے ہیں۔ یَا اِنْ تَظُنُّ اِلَّا ظَنًّا۔ (۴۵: ۲۳) ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشْرِ (۲۵: ۴۴) یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے۔

اس کے بعد اکثر اِلَّا وَلَمَّا آتَا ہے مگر ہر جگہ ضروری نہیں۔ مثلاً اِنْ عِنْدَکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِہٰذَا تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

۴۔ اِنْ۔ موکدہ جو زائد ہوتا ہے اور مآنافیہ کی تاکید میں آتا ہے۔ مثلاً وَلَقَدْ مَكَّیْکُمْ فِیْمَا اِنْ مَّکَّیْکُمْ فِیْہِ۔ (۲۶: ۲۶) اور ہم نے ان کو مقدور دیا تھا اُن چیزوں کا جن کا تم کو مقدور نہیں دیا۔ لیکن یہاں اِنْ نافیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مآنافیہ نہ ہوگا بلکہ مآبیا نہ ہوگا۔

یا جیسے کہتے ہیں مَا اِنْ يَخْذُجْ زَيْدٌ زَيْدًا بَاہِرًا نَہِیْ سَکَلَمَا۔

== اِنْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ اَعْقَابِكُمْ۔ اِنْقَلَبَ يَنْقَلِبُ اِنْقِلَابٌ اِلٰى جَانَا۔ پھر جانا۔ لوٹ جانا۔ اَعْقَابٌ۔ عَقِبُ کی جمع۔ اِطْرِیَال۔ اِنْقَلَبَ عَلٰی عَقْبَيْهِ۔ وہ الٹے پاؤں واپس لوٹا وہ الٹے پاؤں پھر گیا۔

۳: ۱۴۵ = كِتَابًا مُؤَجَّلًا - كِتَابًا - حُكْمَ اِزْلِ - قَانُونٍ - فَرِیْقَةٍ - اِلٰہِی كِتَابٍ - قُرْآنٍ مُّحْمَدٍ
لوح محفوظ۔

مُؤَجَّلًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ تَأْجِلُ۔ مصدر (تفعیل) اجل مادہ مؤجَّلًا۔ مقرر الوقت وہ جس کا وقت مقرر ہو۔ تَأْجِلُ۔ وقت دینا۔ مہلت دینا۔ وقت مقرر کرنا۔ دیر کرنا۔
کِتَابًا مُؤَجَّلًا۔ موصوف و صفت ہیں۔ یہ یا تو موت کی تعریف ہے کہ موت ایسا تحریر شدہ امر ہے جس کا وقت مقرر ہے یا اذن اللہ کی تعریف ہے کہ اذن اللہ ایک ایسا حکم ہے کہ جس کے نفاذ کا وقت مقرر شدہ ہے۔

= ثَوْبُهُ مِنْهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب - دنیا کے لئے ہے - اور ضمیر واحد مذکر غائب
 ثواب کے لئے ہے یا مَنْ کی طرف راجع ہے - مِنْهَا میں مِّنْ - فِی کے معنوں میں بھی لیا
 جاسکتا ہے اب اس کا ترجمہ یوں ہو گا -

(۱) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم یہ صلہ دنیا سے ہی یا دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔

(۲) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم اس کو یہ صلہ دیتا ہے ہی یا دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔

۱۴۶:۳ = کَآِیْنٌ۔ اصل میں آئی تھا۔ اس پر کاف تشبیہ داخل کر کے نون تنوین کو نون کی شکل میں لکھ دیا۔ کَآِیْنٌ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے۔ خاص کر قرآن مجید میں یہ بصورت خبر ہی آیا ہے یہ مبہم کثرت تعداد پر دلالت کرتا ہے ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضرور ہوتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں وَکَآِیْنٌ مِّنْ بَنِي قَتْلَ مَعَهُ رَبَّیُّوْنَ کَثِیْرٌ۔ اور کتنے ہی بنی گذرے ہیں کہ ان کی معیت میں اللہ والوں کی کثیر تعداد نے جہاد کیا۔ اس مثال میں کَآِیْنٌ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا لیکن کس کی؟ یہ بات مبہم تھی جب اس کے بعد مِّنْ بَنِي قَتْلَ آیا تو ابہام دور ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی۔

کائنات - ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے۔ اس سے پہلے حرفِ جبر نہیں آتا۔ اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی

مفرد کبھی نہیں آتی۔

کَآئِنٌ۔ استفہام کے لئے بھی آتا ہے مثلاً حضرت ابی بن کعب رضی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی سے پوچھا تھا۔ کَآئِنٌ تَقْرَأُ سُورَةَ الْاَحْزَابِ آيَةً۔ آپ سورۃ احزاب کی کتنی آیات پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود رضی نے جواب دیا کہ ثَلَاثًا وَسَبْعِينَ۔ تہتر (۲۷) دیگر مثالیں۔

وَكَآئِنٌ مِّنْ آيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۲۶: ۱۰۵)

وَكَآئِنٌ مِّنْ دَآئِبَةٍ لَا تَحِصِلُ رِزْقَهَا (۲۹: ۶۰)

وَكَآئِنٌ مِّنْ ذُرِّيَةٍ عَمَلْتَ عَنْ اٰمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ (۶۵: ۸)

= رِبِّيُّوْنَ۔ زمخشری نے اس کا معنی رب ولے کیا ہے الرِّبِّيُّوْنَ الرِّبَّانِيَّةُ۔ قرطبی نے اس کا معنی انبوء کثیر کئے ہیں اس صورت میں اس کا واحد رِبِّيٌّ اور رَبَّةٌ ہوگا بمعنی جماعت کی طرف منسوب ہے۔

= وَهَنُوا۔ ماضی معروف جمع مذکر غائب وَهْنٌ سے مَا وَهَنُوا وہ کمزور نہیں پڑے۔ انہوں نے بزدلی نہیں دکھائی وَهْنٌ۔ کمزور اور ضعیف ہونا۔

= مَا اسْتَكَانُوا۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ باب افتعال مسکن مادہ۔ السُّكُونُ۔ حرکت کے بعد ٹھہرنا۔ (باب نصر) رہائش اختیار کرنا۔ سکون۔ راحت۔ تسلی سب کو محیط ہے۔ لیکن مفسرین نے مسکین کے معنی مَنْ لَا شَيْءَ لَهٗ (یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو) کئے ہیں۔ اور تَسَكَّنَ مسکین اور محتاج ہونا ہے۔ اور اسْتِكَانَ وَاسْتِكَانَةً وَاسْتَكَنَّ معنی ذیل و عاجز ہونا ہے۔ پس مَا اسْتَكَانُوا کا مطلب ہوا۔ وہ دب نہیں گئے۔ وہ عاجز نہیں آئے۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی ہمت نہیں ہاری۔ ہار نہیں مانی۔

۳: ۱۴۷ = اسْرَافْنَا۔ ہماری زیادتی۔ (افعال) اسْرَافٌ سے جس کا مطلب کسی کام میں انسان کا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ حد سے زیادہ خرچ کرنے کو بھی اسراف کہتے ہیں۔

۳: ۱۴۸ = فَاتَّهَمُوا۔ میں ف سبب کے لئے ہے یعنی بہ سبب ان کے جہاد فی سبیل اللہ اور استقامت فی الحرب۔ صبر و توکل علی اللہ کے اللہ تعالیٰ ان کو ثواب دینا (یعنی نصرت، غنیمت، غفران الذنوب) سے بھی نوازتا ہے۔ اور بہترین ثواب آخرت سے بھی۔

= وَحَسُنَ ثَوَابُ الْاٰخِرَةِ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اِنِّیْ کا مفعول ثانی ہے۔

اور اللہ (ان کو) آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیگا وادوا طافہ۔ حَسُنَ (حَسُنَ کا مصدر) بہتر

ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف۔ ثَوَابِ الْآخِرَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ حُسْنِ کا ثوابِ آخرت کا عمدہ ثواب یا بدلہ۔

۱۴۹:۳ = يَرْدُّكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ اے یوحنا کو الی امرک۔ الاول و هو الکفر۔ و الشُّرْکُ بِاللَّهِ۔ یعنی تمہیں تمہاری پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے جو کفر و شرک کی حالت تھی۔
۱۵۰:۳ = بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ۔ اضراب عن مفهوم الجملة الاولى (شوکانی) یہ پہلے جملہ کے مفہوم کا دوسرا پہلو ہے۔ یعنی اُدھر اگر تم کفار کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں کفر و شرک اور خسارے کی طرف لے جاویں گے۔ اور ادھر یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین دوست اور بہترین مددگار ہے۔

۱۵۱:۳ = سَنُلْقِيْكَ۔ سن مستقبل قریب کے لئے ہے۔ نُلْقِيْ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْقَاءً۔ مصدر (افعال) لقی مادہ۔ ہم ڈالنے کو ہیں۔ ہم عنقریب ڈالیں گے۔
= بِمَا۔ بوجہ۔ بمقابلہ۔ بدلہ میں

= سُلْطَانًا۔ زور۔ قوت۔ حجت۔ برہان۔ سند۔ حکومت

= مَأْوٰی۔ مصدر۔ اور اسم ظرف۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ پناہ گاہ
اولیٰ یَاوٰی۔ (ضرب)

= مَثْوٰی۔ ظرف مکان۔ مَثَاوٰی جمع۔ ٹھکانہ۔ قیام گاہ۔ فرود گاہ۔ ثَوٰی یَثْوٰی (ضرب) ثَوٰی ثَوٰیًا۔ مصدر متعدی بنفسہ بھی ہے۔ ثَوٰی الْمَكَاتِ اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اتر۔ ٹھہرا۔ اَثْوٰی بِالْمَكَاتِ۔ (افعال) وہ وہاں مدت دراز تک ٹھہرا رہا۔ اَثْوٰیْتُهُ۔ میں نے اس کو ٹھہرایا۔
ثَوٰی۔ یُثْوٰی (تفعیل لانم) وہ مر گیا۔ ثَوٰیْتُهُ (باب تفعیل متعدی) میں نے اس کو ٹھہرایا اور تَثَوٰیْتُهُ (باب تفعیل) میں اس کا مہمان ہوا۔

اگلی چند آیات کو سمجھنے کے لئے جنگ احد (جس سے ان آیات کا تعلق ہے) کا مختصر سائنقشہ نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔

شوال ۳ھ کی ابتداء میں کفار قریش تقریباً ۱۰ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تعداد کی کثرت کے علاوہ ان کے پاس ساز و سامان بھی مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ اور پھر جنگ بدر کے انتقام کا شدید جوش بھی رکھتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تجربہ کار صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں محصور ہو کر مدافعت کی جائے۔ مگر چند نوجوانوں نے جو شہادت کے شوق سے بے تاب تھے اور جنہیں بدر کی جنگ

میں شریک ہونے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ آخر کار ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکلنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ہمراہ نکلے مگر مقام شوط پر پہنچ کر عبداللہ بن ابی اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ عین وقت پر اس کی اس حرکت سے مسلمانوں کے لشکر میں خاصا اضطراب پھیل گیا۔ حتیٰ کہ نبی سلمہ اور نبی حارثہ کے لوگوں نے بھی دل شکستہ ہو کر پلٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ (آیہ ۱۲۲) مگر پھر اولوالعزم صحابہ کی کوششوں سے یہ اضطراب رفع ہو گیا اور ان ہر دو گروہوں نے پلٹنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ باقی ماندہ ۴۰۰ آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ لے کر آگے بڑھے۔ اور احد کی پہاڑی کے دامن میں اپنی فوج کو اس طرح صف آرا کیا کہ پہاڑ پشت پر تھا اور قریش کا لشکر سامنے۔

پہلو میں صرف ایک درہ ایسا تھا کہ جس سے اچانک حملہ کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ وہاں آپ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی زیر قیادت پچاس تیر انداز بٹھادیئے اور ان کو تاکید کر دی کہ کسی کو ہمارے قریب نہ پھٹکنے دیا جائے۔ اور کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہماری بوٹیاں پرندے توچے لئے جاتے ہیں تب بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ ابتدا میں مسلمانوں کا پہلہ بھاری دھڑا یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں اتاری پھیل گئی۔ لیکن اس ابتدائی کامیابی کو کامل فتح کی حد تک پہنچانے کے بجائے مسلمان مال غنیمت کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ ادھر جن تیر اندازوں کو عقب کی حفاظت کے لئے بٹھایا گیا تھا انہوں نے جو دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے اور غنیمت لٹ رہی ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکید فرماں یاد دلایا کہ بہت روکنے کی کوشش کی مگر چند آدمیوں کے سوا (جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی) کوئی نہ بھڑا۔

اس موقعہ سے خالد بن ولیدؓ نے جو اس وقت لشکر کفار کے رسالہ کی کمان کر رہے تھے۔ بروقت فائدہ اٹھایا۔ اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے اپنے باقیماندہ ساتھیوں کے ساتھ حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے۔ اور یہ سیلاب یکایک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہوئے۔

جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے حملہ ہوا تو ان کی صفوں میں اتاری پھیل گئی۔ کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے۔ اور کچھ احد پر چڑھ گئے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دس بارہ جاں نثار آپ کے ہمراہ تھے اور آپ بھاگنے والوں کو پکار رہے تھے اِلٰی عِبَادِ اللّٰهِ۔

اِلٰی عِبَادِ اللّٰهِ۔ میری طرف اَد اللہ کے بند۔

لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹنے سے مسلمان اس غیر متوقع صورتِ حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ایک بڑا حصہ پر اگندہ ہو کر بھاگ نکلا۔ تاہم چند بہادر سپاہی ابھی تک میدان میں ٹپٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں افواہ اڑ گئی کہ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس خبر نے صحابہؓ کے سب سے ہوش و حواس بھی گم کر دیئے۔

بعض کمزور دل کے مسلمانوں نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ کاش کوئی ہمارے لئے ابوسفیان سے (جو اس وقت لشکر کفار کے کمانڈر تھے) امان طلب کرے۔ بعض منافقوں نے تو یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر بنی ہوتے تو شہید کیسے کئے جاتے اور اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائیں۔ (اسی کے متعلق ایسے اشخاص کو آیہ ۱۴۴ میں سرزنش ہوئی ہے،

لیکن جلد ہی آپؐ کی شہادت کی افواہ غلط نکلی۔ اور تمام صحابہؓ کو معلوم ہو گیا کہ آپؐ زندہ ہیں۔ اس حقیقت نے مسلمانوں کو ہمت بندھائی۔ اور بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے لگے۔

ادھر اپنے قیدیوں کو چھڑا لینے اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینے نیز مسلمانوں کو وسیع پیمانے پر شہید کرنے کے بعد قریش نے خیال کیا کہ ان کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے انہوں نے اتنی ہی کامیابی پر اکتفا کیا۔ جو حالات نے ان کو نصیب میں کر دی تھی۔ مزید برآں شدتِ کارزار سے ان کی اپنی ہمت بھی قریب قریب جواب دے چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے بجائے مدینہ کا رخ کرنے کے اپنے سپہ سالار ابوسفیان کے حکم پر اپنا اسباب باندھا۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو دوبارہ دیکھ کر اور اپنے میں مزید لڑائی کی قوت نہ پا کر انہوں نے اس کو ہی غنیمت جانا کہ اب کے ہمارے ہاتھ اوپر ہے مزید خطرہ مول نہ لیا جائے۔ بہر کیف انہوں نے میدانِ کارزار کو چھوڑ کر مکہ کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔ ادھر بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں کچھ وقت آرام کر کے مدینہ کی طرف واپسی فرمائی۔

اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا پھر تعاقب کیا۔ اور حمرار الاسد جو مدینہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے جا کر قیام کیا۔ اس وقت ابوسفیان کا لشکر چند میل آگے روجا کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ہر دو فریق کو ایک دوسرے کے متعلق خبر ملی کہ مقابل فریق

ڈٹنے کو تیار ہے لیکن تین دن تک قیام کے بعد ابوسفیان اپنے میں دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ پا کر مکہ کی طرف چل دیا۔

(تفہیم القرآن - ضیاء القرآن - تفسیر علامہ عبداللہ یوسف علی - اردو دائرہ معارف اسلامیہ)

حیاء محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری

۱۵۲:۳ = تَحْسُوْنَ نَهْمٌ - تَحْسُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر (باب نصر) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول - الْحَاسَةُ - اس قوت کو کہتے ہیں جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسٌ ہے جس کا اطلاق شاعرہ خمسہ (یعنی سمع - بصر - شمع - ذوق - لمس) پر ہوتا ہے۔
حَسَسْتُ (نصر) وَاَحْسَسْتُ محسوس کرنا۔ اَحْسَسْتُ (افعال) دو طرح استعمال ہوتا ہے
(۱) قوت حس سے کسی چیز تک پہنچنا (محسوس کرنا)

(۲) کسی کے حاسہ پر مارنا جیسے كَبَدْتُہُ - میں نے اس کے جگر پر مارا۔ اور حاسہ پر مارنے سے کبھی انسان مر بھی جاتا ہے اس لئے حَسَسْتُہُ بمعنی قَتَلْتُہُ بھی آجاتا ہے۔ آیہ ہذا میں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی جب تم کافروں کو قتل کر رہے تھے۔

= فَشَلْتُمْ - ماضی معروف جمع مذکر حاضر فَشَلُّ مصدر - باب سمع - فَشَلُّ کے معنی ہیں لپست ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ یعنی جب تم لپست ہمت ہو گئے یا بزدلی کے ساتھ کمزور ہو گئے
= حَتَّىٰ اِذَا فَشَلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ - مندرجہ ذیل تین صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) فرار کے نزدیک اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور جملہ کی تقدیر یوں ہے حَتَّىٰ اِذَا تَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ فَشَلْتُمْ - تا آنکہ اس حکم کے متعلق جو تم کو دیا گیا تھا جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی۔ (یعنی اس حکم کی خلاف ورزی کی۔ جو تم کو اپنی پوزیشن کو نہ چھوڑنے کے متعلق دیا گیا تھا) پس تم بزدل ہو گئے اور لپست ہمت ہو گئے جیسا کہ مابعد کی جنگی صورت حالات نے بتا دیا۔

(۲) اللہ نے نصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا سچ کر دکھایا۔ لیکن تم نے بزدلی باہم جھگڑا اور نافرمانی سے کام لیا۔ (اور فتح کا موقع گنوا دیا)

(۳) بعض کے نزدیک یہ شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے یعنی تا آنکہ تم نے بزدلی اور لپست ہمتی دکھائی۔ اور بین حکم کی خلاف ورزی کی اور حکم عدولی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کو روک لیا
= مَا تَحِبُّوْنَ - سے مراد فتح و ظفر اور غنیمت ہے۔

= مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا - سے مراد وہ گروہ جو اپنی پوزیشن کو چھوڑ کر مال غنیمت کو

اصل کرنے کے حق میں تھا۔

= مِثْلُكُمْ الْاُخْرَى - سے مراد دوسرا گروہ جو حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجا آوری میں ہر صورت اپنی پوزیشن پر ڈٹے رہنے کے حق میں تھا۔

= صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ - صَرَفَ ۱ عَنِ - کسی کو کسی شے سے باز رکھنا۔ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ یہیں ان پر فتح حاصل کرنے سے باز رکھا۔ یا تمہیں ہزیمت کے ساتھ مشرکین سے پھیر دیا = لِيَبْتَلِيَكُمْ - تاکہ تم کو آزمائے اور تمیز کرے مومنوں کی منافقوں سے۔ دنیا پسندوں، آخرت پسندوں سے۔ صابروں کی شکوہ کنندگان سے۔ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کرنے والوں، ہٹ دھرمی سے کام لے کر اپنی رائے پر اڑے رہنے والوں کی۔

۱۵۳:۲ = تَصْعِدُونَ - باب افعال اِصْعَادُ سے مضارع جمع مذکر حاضر اَصْعَدَ اُصْعِدُ میں پر نشیب بلندی کی طرف یا بلندی سے نشیب کی طرف چلنا۔ یہاں مراد احد کی بلندی کی طرف بھاگ رہے تھے۔ یا دور بھاگ رہے تھے۔ صُعُودٌ بلندی مقام کی طرف چڑھنا۔ = لَا تَلُونِ عَلَى أَحَدٍ - لَوِيَ (ضَرْبٌ) رسی کا بٹنا۔ کسی چیز کو خمیدہ کرنا۔ وَارِدُ سَرَّهُمْ! (۵: ۶۲) تو وہ سر پھیر لیتے ہیں۔ يَلُوتُ السِّلَاحَ بِالْكِتَابِ کتابِ ذِی قُرْبَانِ موڑ موڑ کر پڑھتے ہیں۔

مجاورہ ہے فَلَاتٌ لَا يَلُوْنِ عَلَى أَحَدٍ۔ وہ کسی کی طرف گردن موڑ کر بھی نہیں دیکھتا سخت ہزیمت اٹھا کر بھاگ اٹھنے کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اسی سے ہے اِذْ تَصْعِدُونَ لَا تَلُونِ عَلَى أَحَدٍ جب تم دور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے = اُخْرٰیكُمْ - مضاف الیہ اُخْرٰی کی مَوْنَتُ اُخْرٰی - پچھلی۔ دوسری۔ اُخْرٰیكُمْ تمہاری پچھلی طرف سے (یعنی جب تم بھاگ رہے تھے تو پیچھے سے بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں واپس آنے کے لئے پکار رہے تھے۔

= اِثَابَكُمْ - اس نے تم کو عوض میں پہنچایا اِثَابٌ (افعال) ثَوْبٌ سے۔ اِثَابَةٌ بمعنی ل کی جزاء دینا خواہ وہ انعام ہو یا سزا۔ یہاں سزا کے معنی مراد ہیں اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ = غَمًّا كَثِیْمًا - راء، رنج کے سبب سے رنج۔ تم نے نافرمانی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رنج پہنچایا اللہ نے اس کے عوض تم کو (شکست کا) رنج پہنچایا۔

غَمٌّ بالائے غم، غمِ اول فتح و ظفر اور غنیمت کا ہاتھ سے نکل جانا۔ غمِ ثانی قتل و ہزیمت یا غمِ ل قتل و جراح۔ اور غمِ ثانی یہ افواہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔

== لِكَيْلَا : ل حرف جار۔ گئی۔ تاکہ۔ لَا۔ لافنی۔ گئی۔ کبھی ناصب مضارع ہوتا ہے جو معنی اور عمل دونوں میں اَنْ مصدری کی طرح ہوتا ہے جیسے آیتِ ہذا میں لِكَيْلَا تَخْزَنُوا = اور کبھی تعلیلیہ ہوتا ہے یعنی لام حرف جار کی طرح معنی کے اعتبار سے بھی اور عمل کے لحاظ سے بھی۔ اس کے بعد کبھی مَا استفہامیہ آتا ہے۔ جیسے کَيْمَ جِئْتُ۔ تو کیوں آیا۔ وقف کی صورت میں اس کے بعد ہا لایا جاتا ہے جیسے کَيْمَہ (کس لئے) کبھی مَ مصدری یا مَا کا فہ آتا ہے جیسے

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَنْفَعْ فَضِرْ فَاَنْتَ
يُزَجِّى الْفَتَى كَيْمَا يَضُرُّ وَ يَنْفَعُ

(ترجمہ۔ تو فائدہ رساں نہ ہو تو ضرر ہی پہنچا کیونکہ آدمی سے وہی وجہ سے امید کی جاتی ہے۔ ضرر کے لئے یا نفع کے لئے)

یہ اَنْ مصدریہ مقدریہ پر وجوہاً داخل ہوتا ہے جیسے جِئْتُكَ كَيْ تَكْرِمَنِ میں تیرے پاس آیا تاکہ تو میری عزت کرے۔ عام طور پر اس کا استعمال لام کے بعد ہوتا ہے۔ جیسے جِئْتُكَ لِكَيْ تَكْرِمَنِ۔

گئی ناصبہ سے پہلے کبھی لام حرف جر مذکور ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اسی طرح اس کے بعد کبھی لَا نفی ہوتا ہے کبھی نہیں۔ قرآن میں لِكَيْلَا کی مثالیں (۱۶ : ۱۷۰) (۲۳ : ۵۰) (۳۳ : ۲۴) (۵۰ : ۳۳) (۲۳ : ۵۴) کَيْلَا يَكُوْنَ ذٰلِكَ بَيْنَ الْاَعْيَانِ مِنْكُمْ (۵۹ : ۷) == فَاتَّكُمُ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ فَوْتُتُ مصدر و اسم فعل تم سے فوت ہو گئی۔ تمہارے ہاتھ سے نکل گئی۔ تم سے چھوٹ گئی۔ یا چھوٹ جائے یا تم سے بچ کر نکل جائے۔

== اَصَابَكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَصَابَةٌ سے تم کو پہنچی۔ تم کو پیش آئی۔ مَا فَا تَكُمُ اور مَا اَصَابَكُمْ میں مابیانہ ہے۔

۱۵۴ : ۳ = اَمْنَةٌ۔ امن۔ دلجمعی۔ چین۔ اَمْنٌ سے نَعَّاسًا۔ اونگھ۔ نَعَّسَانٌ۔ نیند سے بھرا ہوا آدمی۔ اونگھتا ہوا آدمی۔ نَعَّسٌ اور نَعَّاسٌ۔ مصدر۔ اونگھنا۔ اِنْعَاسٌ (اِفْعَالٌ) کسی کو سلا دینا۔ اَمْنَةٌ مَوْنٌ ہے اور نَعَّاسٌ مذکر۔ لہذا فعل یَفْعَسُ (جو نَعَّاس کے فوراً بعد آیا ہے) میں ضمیر فاعل نَعَّاس کی طرف راجع ہے اَمْنَةٌ نَعَّاس کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اَمْنَةٌ۔ فعل اَنْزَلَ کا مفعول ہے اور نَعَّاس اس کا بدل ہے یعنی بدل اور مبدل مِنْ اَمْنَةٍ۔

مطلب وہ ذہنی اور جسمانی سکون کی تحصیل ہے جس سے گزشتہ دماغی اور جسمانی پریشانیوں اور تھکاوٹیں دور ہو جائیں۔

۲ = نَعَّاسًا فَعَلَ أَنْزَلَ کا مفعول ہے اور آمَنَہ اس کا حال جو اس سے پہلے لایا گیا ہے مثال اس کی رَأَيْتُ دَاكِبًا رَجُلًا

(نوٹ) حال وہ اسم ہے جو کہ فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت (صورت) کو بیان کرے) یعنی اللہ نے ان پر اد نگھ نازل کی کہ وہ پر سکون حالت میں آگئے۔

۳ = نَعَّاسًا - آمَنَہ کا عطف بیان ہے (یعنی وہ تابع جو اپنے متبوع کو صاف طور پر بیان کرے) یعنی سکون و اطمینان کی وہ حالت جو ہلکی سی نیند کی صورت میں تھی۔

۴ = يَا آمَنَہ مفعول لہ ہے کہ (جس کے واسطے فعل واقع ہوا) اس نے نازل کیا اد نگھ کو تم پر اس واسطے کہ باعث سکون ہو

۵ = آمَنَہ اَمَن کی جمع ہے (جیسے بَرَزَہ بَارِجواصل میں بَارِج ہے کی جمع ہے) اور یہ کُم ضمیر مفعول پر حال ہے اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور نازل کیا اد نگھ کو تم پر جو کہ امن میں آچکے تھے۔

= لَعْنَتِي - مضارع واحد مذکر غَائِبَ عَشِيٍّ اور غَشِيَانٌ مصدر باب سَمِع اس نے ڈھانپ لیا۔ اس میں نَعَّاسٌ فاعل ہے

= اَهَمَّتَهُمْ - ماضی واحد مؤنث غَائِبَ اِهْمَامٌ (اِفْعَالٌ) سے بمعنی فکر میں ڈالنا ہُم ضمیر جمع مذکر غَائِب -

اَهَمَّتَهُمُ الْفُسْهُمُ - ان کی جانوں نے ان کو فکر میں ڈال دیا تھا۔ یعنی جن کو اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی۔

= هَلْ لَنَا مِنَ الدَّامِرِ مِثْلُ شَيْءٍ - کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے استفہام انکاری ہے۔ یعنی ہمارا تو اس کام میں کوئی دخل ہی نہیں (یہ ان منافقین کا قول ہے جو مدینہ میں رہ رہ کر مدافعت کا مشورہ دیتے تھے۔ لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ کے خلاف باہر نکل کر مقابلہ کا فیصلہ کیا)

= بَرَزَ - وہ نکلا۔ باب نصر۔ بَرُوزٌ کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ بَرُوزٌ کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک تو بذاتہ کسی چیز کا خود نما ہو جانا۔ جیسے وَتَرَى الدَّرَاصَ بَارِزَةً (۱۸)؛ (۱۹) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔ یہاں زمین کا صاف طور پر کھل جانا مراد ہے کیونکہ اس روز

زمین پر مختلف قسم کے جو نشانات ارضی از قسم مَآنَات، پہاڑ، ٹیلے، مکان و مکین وغیرہ مٹ جائیں گے کبھی چھپی ہوئی چیز کے کھل جانے کے متعلق اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے ذُبُرَاتِ الْجَحِيمِ لِلْعَذَابِ (۹۱: ۲۶) اور دوزخ ظاہر کر دی جائے گی گمراہوں کے لئے۔

میدان جنگ میں صف سے نکل کر سامنے میدان میں کھل کر آجانے کو مبارزت کہتے ہیں = مَضَاجِعِهِمْ۔ اسم طرف مکان۔ مضاف۔ هِمٌّ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ قتل گاہیں۔ مقتل۔ ضَجَّجَ سے جس کا اصل معنی سونا ہے لیکن سونے سے کبھی موت مراد لی جاتی ہے = لَبَرَزَ الدِّينَ مَضَاجِعِهِمْ۔ جن کا قتل لکھا جا چکا ہے وہ تو اپنے اپنے مقتول کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔

= وَلَيَبْتَليَ اللهُ۔۔۔۔۔ یہ سب مصائب اس لئے تھے کہ آزمائے اللہ تعالیٰ يُمَخِّصَهُمْ مَخْصَصٌ يُمَخِّصُ (باب تفعیل) تاکہ صاف کرے (دیکھو ۳: ۱۴۱) ۳: ۱۵۵ = اِسْتَزَلَّوْهُمْ۔ اس نے ان کو بہکا دیا۔ (باب استفعال) الزَّلَّةُ بلاقصد کے قدم پھسل جانا۔ زَلَّةٌ پھسلنے کی جگہ باب افعال سے اَزَلَّ يُزِلُّ پھسلانا۔ فَازَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ (۱۳۶: ۲) ان دونوں کو شیطان نے پھسلایا۔ = يَبْعُضُ مَا كَسَبُوا۔ ان کے کسی عمل کی وجہ سے۔

= حَلِيمٌ۔ حَلِمٌ سے بروزن فَعِيلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔ بہت تحمل والا۔

۳: ۱۵۶ = عَزَّی۔ جمع عَازِیْ واحد۔ عَازِیْ کی جمع عَزَاةٌ، مہی ہے عَزُو مصدر۔ عَزَا لِيَعَزُو (نصر)

= ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ۔ ای سافروا فی الارض لتجارة وغیرہا۔ یعنی تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرتے۔ ضَرَبُوا میں فاعل اخوانہم ہے۔

۳: ۱۵۷ = مُتَّمٌ۔ ماضی معروف جمع مذکر حاضر۔ مَوْتُ مصدر۔ باب نصر۔ یا اگر تم مرجاؤ۔ ماضی معجز مضارع۔ اصل میں نَصَرْتُمْ کے وزن پر مَتَّمْتُمْ تھا۔ پہلی ہر دو تا کو تاء ثالث میں مدغم کیا مَتَّمٌ ہو گیا۔ مصدر میں داؤ کی رعایت سے میم کو ضمہ دیا گیا مَتَّمٌ ہو گیا۔

۳: ۱۵۹ = فَبِمَا۔ مَا۔ زائدہ ہے اور تاکید کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ صرف اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ باوجود مخالفین کے قصور کے آپ کا رویہ ان کی طرف لطف و محبت کا ہے۔

= لَنْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر لَبِثٌ مصدر۔ تو نے نرمی کی۔ تو نے نرم مزاجی سے کام لیا

لَا تَنَالُوا (صَوَّبَ)

= فَنَالًا - بدکلام - بدخو - بد اخلاق - لفظ کی اصل وضع اس گندے پانی کے لئے ہے جو غلاظت سے بھری ہوئی آنتوں کے اندر ہوتا ہے۔

= غَلِظَ الْقَلْبُ - مضاف مضاف الیہ - سخت دل والا - بد اخلاق - بدخو۔

= لَا تُفْضُوا - میں لام تاکید کے لئے ہے - اِنْفَضُوا رِیَابَ الْفَعَالِ (الْفَضاض سے ہے - متفرق ہونا - تَشَرُّبٌ ہونا - وہ ضرور منتشر ہو گئے ہوتے -

= كَوْ - یہ چھ طریق پر مستعمل ہے۔

۱۔ زمانہ ماضی میں شرط کے لئے جیسے كَوْجَاءَنِي لَا كَوْ مُتَّهٍ - اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کی عزت کرتا۔

۲۔ زمانہ مستقبل میں تمنا کے معنی میں - كَوْ تَلْتَقِيْ اَصْدَاۗءُ بَعْدَ مَوْتِنَا - کاش ہمارے اصداء موت کے بعد ملے۔ كَوْ اَنْ لَّنَا كَرْهٌ - کاش ایک بار اور ہم کو دنیا میں جانا مل جاتا بعض نے کہا ہے کہ یہ كَوْ شرطیہ ہی ہے جس کو تمنیٰ کا معنی دیا گیا ہے۔

۳۔ مصدریہ - بمعنی اِنْ - لیکن یہ نصب نہیں دیتا - عَمُوْمًا دَدَّ يَوْذُ كے بعد آتا ہے جیسے وَدَّوْا كَوْ تَاتِيْهِمْ - وہ چاہتے ہیں کہ تو ان کے پاس آئے۔

۴۔ تمنا کے لئے - اس وقت اس کا جواب منصوب اور فار کے ساتھ آتا ہے جیسے كَوْ تَاتِيْتِيْ فَحَدَّثَنِيْ - کاش تو میرے پاس آتا اور مجھ سے باتیں کرتا۔

۵۔ عرض کے لئے - مثل اَلَا - اس کا جواب بھی منصوب اور فار کے ساتھ آتا ہے جیسے كَوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِیْبُ حَبْرًا - اگر تو ہمارے پاس آتا تو بہتری پاتا۔

۶۔ تقلیل کے لئے جیسے تَصَدَّقُوْا وَ كَوْ يَظْلِفُ مُحَرَّقٍ - صدقہ دو اگرچہ جلا ہوا کھری ہو

۳: ۱۶۰۔ يَخْذُ لَكُمْ - مضارع معروف واحد مذکر غائب لام پر جزم حرف اِنْ کی وجہ سے ہے۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر اِنْ يَخْذُ لَكُمْ - اگر وہ تمہیں بے مدد چھوڑ دے - تمہاری مدد نہ کرے۔ خَذَ لَاتٍ سے جس کے معنی ہیں ایسے شخص کا عین موقع پر ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جانا

جس کے متعلق گمان ہو کہ وہ پوری پوری مدد کرے گا۔ لہذا ساتھ چھوڑ دینا۔ دَعَا دِيْنَا - قرآن حکیم میں ہے وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْإِنْسَانِ خَذُوْلًا ط (۲۵: ۲۹) اور شیطان انسان کو عین

موقع پر دعا دینے والا ہے۔

۳: ۱۶۱۔ اَنْ يَخْلُ - مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ - صیغہ واحد مذکر غائب غَلَّ يَخْلُ

(باب نَصَرَ) سے غُلُّ غُلُولٌ۔ صرف مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔
اَنْ يَّغُلَّ کہ وہ مال غنیمت میں خیانت کرے۔

غُلُّ طوق جمع اغْلَالٌ۔ اِذَا اَلْعُلَّالُ فِیْ اَعْنَاقِهِمْ (۴۰: ۷۱) جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ کنایہ کے طور پر مَغْلُولُ الْیَدِ کنخوس شخص کو کہا جاتا ہے وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُولَةً اِلٰی عُنُقِکَ (۲۹: ۱۷) اور اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ کر لو یعنی بہت تنگ نہ کر لو۔

= تَوَفَّیْ۔ پورا دیا جائے گا۔ تَوَفَّیْتُ سے وُفِّیَ مادہ۔ مضارع مجہول واحد مَوْنَتْ غَائِبٌ۔
۱۶۲: ۳ = بَاءٌ۔ ماضی واحد مَدَّ غَائِبٌ بَاءٌ یَبْوِءُ بَبْوً۔ (نَصَرَ) اس نے کمایا۔ وہ لوٹا
الْبَوَاءُ۔ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزار کا مساوی (سازگار۔ موافق) ہونے کے ہیں۔ مَكَانٌ
بَوَاءٌ۔ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے سازگار اور موافق ہو۔

بَوَّاتٌ لَّہٗ مَکَانًا۔ میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا وَ اَوْحٰیْنَا اِلٰی مُوسٰی
وَ اٰخِیْہِ اَنْ تَبْوِءَا لِقَوِّ مِکُمْ بِمِصْرَ بَبْوً۔ (۸۷: ۱۰) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور
اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ۔

بَاءٌ بِسَخَطٍ۔ وہ ایسی جگہ اترے کہ اس کے ساتھ اللہ کا غصہ و عقوبت ہے
= سَخَطٌ۔ غصہ۔ وہ سخت غصہ ہو عقوبت کا مقتضی ہو۔

= مَادُو۔ مصدر۔ و نیز اسم طرف مکان۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت ٹھکانہ
اَوْحٰی یَادُو (ضَرْبَ)

= الْمَصِیْرُ۔ اسم طرف مکان و مصدر۔ صَیْرَ۔ مادہ۔ صَادَ لَیْصِیْرُ (ضَرْبَ) صَیْرُ
صَیْرُ وَرَہٌ۔ مَصِیْرُ۔ مصدر ہیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔
الْمَصِیْرُ۔ بطور اسم طرف مکان بمعنی لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرار گاہ۔

۱۶۳: ۳ = هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اشارہ ان دو گروہوں کے افراد کی طرف ہے
جن کا بیان آیت ماقبل میں ہوا ہے یعنی گروہ اول مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانُ اللّٰہِ اور گروہ ثانی
مَنِ بَاءٌ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰہِ۔ یعنی ان ہر دو گروہ کے افراد کے الگ الگ درجے ہیں
۱۶۴: ۳ = مَنِ۔ مصدر۔ بڑا احسان کیا۔

وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَمُنُّ عَلٰی مَنِ یَشَآءُ مِّنْ عِبَادِہٖ۔ (۱۴: ۱۱) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے
بندوں میں سے جسے چاہے اس پر احسان فرماتا ہے۔ بعض نے اس کے معنی غیر مقطوع

غیر محدود کئے ہیں فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (۹۵: ۶) ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔
مَنْ سَبَّ شَيْئًا مِمَّنْ هُوَ أَهْلُهَا لَا يَكُنْ لَهُ أَجْرٌ وَلَا يَكُنْ لَهُ عَمَلٌ (۵۷: ۲) اور ہر نے تم پر
مَنْ أَرْسَلُوا إِلَيْكَ رُسُلًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَبْغِي عَلَيْكَ أَمْرٌ حَتَّى يَأْتِيَكَ بِهَا بُرْهَانٌ مِّنَ رَبِّكَ (۱۸: ۶) اور ہر نے تم پر

۱۶۵۱۳ = اَصَابَتُكُمْ - ماضی واحد مؤنث غائب کُمہ صمیم جمع مذکر حاضر۔ وہ (مصیبت) تم کو پہنچی

اَصْبَتْہُمْ - تم نے پہنچائی۔ اَصَابَ یُصِیْبُ (ضَرْب) لازم اور متعدی ہر دو طرح مستعمل ہے۔ اِصَابَۃً سے جس کے معنی پہنچنا۔ پہنچانا۔ پالینا۔ مُصِیْبَۃً - وہ مشکل جو آئیے۔

== اَدَلَمَّا - میں واَد عطف کے لئے ہے اور ہمزہ استفہام کے لئے۔ لَمَّا جِب اَلَمَّا
کیا جب۔

آیت کا شروع کا جملہ کچھ اس طرح ہوگا۔ اَدَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةٌ قُلْتُمْ اَنَّا هَذَا
(وہ) قَدْ اَصْبَحَتْ مِثْلِهَا۔ کیا جب (اُحد میں) تم کو مصیبت (بصورت قتال و ہزیمت)
پہنچی تو تم پکار اُٹھے کہاں سے آپڑی یہ مصیبت (حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور نبی کریم صلی
اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بدر کے غزوہ میں) تم نے اس سے
دو گنی مصیبت ان کو پہنچائی تھی (جنگِ احد میں ستر صحابی شہید ہوئے تھے اور بدر کی
جنگ میں مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر قید کر لئے گئے۔ اور پھر بدر کی لڑائی فیصلہ
کن تھی اور کفار کی شکستِ فاش تھی جبکہ احد میں پہلے مرحلہ پر مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور
آخر میں اپنی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن باوجود پلہ بھاری ہونے
کے دشمن اپنی فتح کا خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکا)

۱۶۶:۳ = وَلِيَعْلَمَ میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے (تاکہ تیز کرے اللہ تعالیٰ مومنین اور منافقین میں
۱۶۷:۳ = اَوَاذُفْعُوا - اَوَاذُفْعُوا یا دفاع کرو اپنا۔

== لَوْ لَعَلَّمُوا قِتَالَ۔ اگر ہم جانتے کہ یہ ایسی جنگ ہے جو عام طور پر ان معنوں میں لی جاتی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے لیکن اپنے سے چار گنا مسلح اور ہر ساز و سامان سے لیس لشکر کے ساتھ ٹکر لینا جنگ نہیں خودکشی ہے۔

و لكن ما اهتم عليه ليس بقتال بل القاء بالنفس الى التهلكة (بيضاوی) ۛ
اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: اگر ہمیں یقین ہو تا کہ جنگ ضرور ہو گی تو ہم ضرور شامل ہو جا

لیکن ہمیں تو اس امر کا یقین ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔

= لَا تَتَّبِعْتُمُ - لام تاکید کے لئے ہے ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے

= هُمْ لِلْكَفَرِ لِلْإِيمَانِ - اس دن وہ ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ نزدیک تھے۔

= تَكْتُمُونَ = مضارع جمع مذکر حاضر کتم سے جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاتے ہوئے ہو

۱۶۸: ۳ = الَّذِينَ - سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو کہتے تھے کہ یہ کوئی جنگ ہے یہ تو خود کشی ہے

= لِيُخَوِّدَهُمْ - میں یا تو انہیں سے مراد یا تو منافقین ہیں جو جنگ احد میں قتل ہوئے یا وہ مسلمان جو جنگ احد میں شہید ہوئے تو اس صورت میں وہ ان کے نسب بھائی تھے دینی بھائی نہ تھے۔

وَقَعَدُوا - میں داؤدِ حالیہ ہے درآں حالیکہ وہ خود پیچھے بیٹھے رہے اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ قَعَدُوا - ماضی جمع مذکر غائب قَعَدَ مصدر جو قَاعِدٌ (ایک بیٹھنے والا) کی جمع بھی ہے = فَادْرَأُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر دَرَأَ مصدر باب فتح - تم ہٹالو۔ تم دفع کرو۔ تم دور کرو۔

۱۶۹: ۳ = لَا تَحْسَبَنَّ - مضارع منفی واحد مذکر حاضر نون ثقیلہ برائے تاکید - تو مت خیال کر۔ تو مت سمجھ۔

۱۷۰: ۳ = يَكْتَسِرُونَ - مضارع جمع مذکر غائب اسْتَسَارَ (اسْتَفْعَالٌ) مصدر خوش ہیں۔ خوش ہوتے ہیں بِالَّذِينَ ان کے متعلق لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ جواب جو نہیں آئے ان کے ساتھ۔ مِنْ خَلْفِهِمْ ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔

۱۷۲: ۳ = اسْتَجَابُوا - ماضی جمع مذکر غائب - اسْتَجَابَ مصدر اسْتَفْعَالٌ سے جواب مادہ - انہوں نے مانا۔ انہوں نے قبول کیا۔ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ - انہوں نے اللہ کا فرمان قبول کیا۔ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ (جو) اپنے پروردگار کا حکم قبول کرتے ہیں۔ (۸۲: ۳۸) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۱۹۵: ۳) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کر لی

= الْقَرْحُ - زخم۔ آبلہ۔ جمع قَرْحٌ

۱۷۳: ۳ = حَسْبُنَا اللَّهُ - کافی ہے ہمارے لئے اللہ کی ذات۔ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے حَسْبٌ مصدر حَسَبَ يَحْسِبُ (نَصْر) سے۔

= وَكَيْلٌ - صفت مشبہ - وَكَلٌ مصدر - باب ضرب، کار ساز۔ نگران۔ نگہبان۔ ضامن

ذمہ دار۔

= آیت ۱۷۲ میں اللہ اور اس کے رسول کا فرمان قبول کرنے والوں اور ان میں نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم کی بشارت ہے یہی بشارت ان کے لئے بھی ہے جن کا ذکر آیت ۱۷۳ میں ہوا ہے جو دشمن کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا اور انہوں نے کلیئہ اللہ پر دوری ڈال دی۔

۳: ۱۷۵ = يُخَوِّفُ أَذْلِيَاءَهُ - أَخَافَ يُخِيفُ (افعال) خَوْفَ يُخَوِّفُ (تفعیل) کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ فَلَا تَخَافُوهُمَ - کا قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں اس کے معانی يُخَوِّفُكُمْ أَذْلِيَاءَهُمْ ہیں۔ یعنی پہلا مفعول کُتْمَ محذوف ہے یعنی شیطان تم کو اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے۔ یعنی اپنے ساتھیوں کا ڈر تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے۔

= خَاوُونَ اصل میں خَاوُونَ ہے تم مجھ سے ڈرو۔

۳: ۱۷۶ = حَظًّا - حَظًّا (واحد) حُظُوظًا (جمع) حصہ - نصیب - مقررہ حصہ۔

۳: ۱۷۷ = اِشْتَرَوْا - انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا اِشْتَرَاءُ (افتعال) سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں کے آتے ہیں۔

۳: ۱۷۸ = اَنْتُمْ - بیشک - تحقیق - بجز اس کے نہیں۔ اَنْتَ - حرف مشبہ بالفعل مَا کا قاف ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنْتَ کو عمل سے روکتا ہے۔

= اِنْتُمْ - اَيْضًا۔

= تُمْلِئُ مَضَارِعَ جَمْعِ مُتَكَلِّمٍ - اِمْلَأُوْ - مصدر - مَلَى مادہ (باب افعال) ہم ڈھیل دیتے ہیں۔ ہم مہلت دیتے ہیں۔

۳: ۱۷۹ = لِيَذَرَ - مَضَارِعَ مَنْصُوبٍ واحد مذکر غائب - مَنْصُوبٍ بوجہ عمل لام ہے وَذَرُ مصدر کہ چھوڑ دے۔ ہر دو باب ضَرْبَ - نَصْر سے آتا ہے۔ اس کا مضارع يُوْذِرُ - يُوْذِرُ آئے گا۔ لیکن عموماً مضارع باب سَمْع سے آتا ہے۔ يُوْذِرُ کی وَاو حذف ہو گئی۔ يَذَرُ ہو گیا۔ لام کے عمل سے مَنْصُوب ہو کر لِيَذَرَ ہو گیا۔

= لِيُطْلِعَكُمْ - مَضَارِعَ واحد مذکر غائب - اِطْلَاعُ (باب افعال) سے مصدر طَلَعَ مادہ کُتْمَ ضمیر مفعول - جمع مذکر حاضر - کہ وہ تم کو واقف کر دے۔ تم کو آگاہ کر دے۔

۳: ۱۸۰ = يَبْخُلُونَ - مَضَارِعَ جَمْعِ مذکر غائب - (باب سَمْع) بَخْل کرتے ہیں۔ بَخْلٌ - مصدر بَخِلَ - بَخِلَ بَصِيفَةً مبالغہ بہت بڑا بکھوسا۔ بَخِلَ (سَمْع) - بَخِلَ (کُتْم)

کے مفعول اول پر علی یا عَنْ آتا ہے (سیوطی) اور دوسرے مفعول پر (اگر مذکور ہو تو) باء آتی ہے۔
جیسے بَخِلَ عَلَيْهِ يَوْمَ۔ اس نے اس کو وہ چیز دینے میں کنجوسی کی لیکن آیت نہ ایں يَبْخُلُونَ
اور بَخِلُوا کے بعد ایک ہی مفعول مذکور ہے اور اس پر ہر دو جگہ باء آتی ہے۔
= هُوَ سے مراد ان کا بخیلی کا فعل ہے۔

= سَيُطَوَّقُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ سَ مستقبل قریب کے لئے آتا ہے۔
تَطَوَّقُ (تفعیل) مصدر۔ طوق کی طرح ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ طَوَّقَ۔ گردن بند۔ گھیرا
طاقت۔ وسعت۔ قابو۔ رسی کا بل۔ طوق مصدر بھی ہے۔ اِطَاقَةَ (افعال) کسی چیز پر قابو
رکھ سکنا۔

= مِثْرَاتٌ۔ مصدر مرفوع۔ ملکیت

۱۸۱:۳ = ذُوقُوا۔ تم چکھو۔ ذُوقَ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ ذَائِقَةٌ۔ مزا
چکھنے والا۔

= حَرِيقٌ۔ جلا دینے والا۔ فاعل اور مفعول دونوں کے لئے آتا ہے۔ یعنی جلا نے والا۔
اور جلا ہوا۔ مُحْرِقٌ بھی فاعل آتا ہے جیسے تپ محرقہ اردو میں ہے۔

۱۸۲:۳ = قَدْ مَتَّ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيمُ مصدر۔ پہلے کر چکے یا پہلے بھیج چکے
= دَاتٌ۔ دَالِ مَوَاتٌ۔ وزن حقیقت تو یہ ہے

= ظَلَامٌ۔ فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

یہاں حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی سے نفی ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے
یہاں ظَلَامٌ میں مبالغہ کمیت کے لحاظ سے ہے نہ کہ کیفیت کے لحاظ سے۔ یعنی ذرا سا ظلم
بھی نہیں کرتا۔

یہ مطلب نہیں کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا اور تھوڑا سا ظلم کر لیتا ہے۔

۱۸۳:۳ = الَّذِينَ۔ یعنی وہ لوگ جن کو ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ۔ کہا گیا ہے۔

۱۸۴:۳ = الزُّبُرِ۔ کتابیں۔ اوراق۔ زبور کی جمع صحائف۔

= الْكِتَابِ الْمُنِيرِ۔ موصوف و صفت۔ روشن کتاب۔ یعنی جس میں شریعت کے احکام
درج ہوں۔ بعض نے الزُّبُرِ سے صحیفے مراد لیا ہے اور الْكِتَابِ الْمُنِيرِ سے توراۃ اور انجیل

۱۸۵:۳ = تُؤَفَّقُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تَوْفِيقٌ سے تم کو پورا دیا جائے گا۔

= زُحْرَجَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ ہٹا دیا گیا وہ بچا لیا گیا۔ زُحْرَجَ رَبَاعِيٌ مجرد

بروزن زَلَزَلَةٌ باب فَعْلَلَةٌ جس کا وزن کبھی فَعْلَلَةٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے زَلَزَالٌ اور کبھی فَعْلَلٌ کے وزن پر جیسے تَهَقَّرَ (پچھلے پاؤں چلنا)

= الْغُرُورُ۔ یہاں اسم فعل آیا ہے مصدر بھی ہے غَرَّ يَعُورُ (نصر) فریب دینا۔ کسی کو غافل پا کر اس سے اپنا مقصد حاصل کرنا۔ قرآن مجید میں ہے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ (۶: ۸۲) اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے متعلق دھوکہ دیا۔

وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا (۶۴: ۱۴) اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ سب دھوکہ ہے۔ وَلَا يَغُرُّ بَكُمُ بِاللَّهِ الْغُرُورُ اور دھوکہ دینے والا (اسم فاعل۔ شیطان) تمہیں خدا کے بارہ میں کسی طرح کا فریب نہ دے۔ بس غرور سے مال و جاہ۔ خواہش نفسانی شیطان اور ہر وہ چیز مراد جو انسان کو فریب میں مبتلا کر دے۔

غُرُورٌ مصدر۔ دھوکہ دینا۔ فریب دینا۔

مَتَاعُ الْغُرُورِ۔ دھوکہ کا سامان۔ مغرور بروزن مفعول دھوکہ کھایا ہوا۔ فریب خوردہ۔ غِرٌّ بھی بمعنی بھولا۔ فریب خوردہ۔

۱۸۶: ۳ = لَتُبْلَوْنَ۔ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر بِلَاءٌ سے بلی مادہ۔ بِلَاءٌ سے ماضی جب باب سَمِعَ سے آتی ہے تو اس کے معنی بوسیدہ ہونے کے آتے ہیں۔ بَلَى الثَّوْبُ کپڑا بوسیدہ اور پرانا ہو گیا۔ اور جب اس کی ماضی باب نصر سے آتی ہے تو امتحان اور آزمائش کے معنی ہوتے ہیں مثلاً إِنَّا بَلَوْنَا نَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ (۱۴: ۶۸) تحقیق ہم نے آزمایا ان کو جیسا کہ ہم نے اصحاب الجنتہ کو آزمایا تھا۔

= لَتُبْلَوْنَ۔ یقیناً تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔

= فِیْ۔ کے باب میں۔

= لَتَسْمَعَنَّ۔ سَمِعٌ سے مضارع معروف بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ضرور سنو گے۔ اَذَى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے۔

اذیت دینے والی باتیں۔ دلائل باتیں۔ اَذَى کَثِيرًا۔ لَتَسْمَعَنَّ کا مفعول ہے۔

= الْعَزْمُ۔ وَالْعَزِيمَةُ۔ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ مصمم ارادہ کرنا۔ عَزَمَ دَعَزَمَاتٍ۔ پختہ ارادہ۔ خدا کی طرف سے عائد کردہ فرض۔ عَزِيمَةٌ وَعَزَائِمٌ۔ ثابت قدمی۔ ارادہ کی پختگی۔ اَمْرٌ عَزِيزٌ۔ کام جس کا پختہ ارادہ کر لیا گیا ہو۔ وَعَزَمَ الْأَمْرُ۔ اس مخصوص کام کا کرنا واجب ہو گیا۔

مِنْ عَزْمِ الْمُؤْمِرِ - ای من صواب التدبیر الذی لا شک ان الرشید فیہ ولا ینبغی لعاقل ترکہ واصلہ من قولک عزمت علیک ان تفعل کذا ای الزمتک ان تفعلہ لا محالۃ ولا تترکہ وقیل معناه فان ذلک مما قد عزم علیکم فعلہ - درست تدبیر کہ جس کی راستگی کے متعلق کوئی شک نہیں - اور ایک عقلمند کو اسے ترک نہ کرنا چاہئے اور اس کے اصل معنی میں یہ قول ہے کہ عَزَمْتُ کذا - میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ تم ایسے کرو - یعنی تم پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ تم ہر حال میں اس کو کرو اور ترک مت کرو اور یہ بھی کہ اس کام کا کرنا تم پر لازم کر دیا گیا ہے - (المخازن)

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْمُؤْمِرِ - تو یہ فعلہ (اجراور تقویٰ) ان امور میں سے ہے جو تم پر واجب کر دیا گیا ہے فَانْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا کا جواب محذوف ہے جو فَانْ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْمُؤْمِرِ سے لیا گیا ہے - گویا آیت کی تقدیر ہے ان ذلک عزمۃ من عزمات اللہ - یہ خدا کی طرف سے عائد کردہ حقوق میں سے ہے (کشاف) صاحب المفردات - وموافین تفہیم القرآن وضیاء القرآن نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے - بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے - ۱۸۷: ۳ = لَتَبَيِّنَنَّ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ - صیغہ جمع مذکر حاضر - کہ تم ضرور بیان کرو گے یہ میثاق کا مضمون ہے یعنی اہل کتاب سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ تم ضرور بیان کرو گے لوگوں کے سامنے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں -

فَتَبَيِّنُوا - ضمیر میثاق کی طرف راجع ہے - ماضی جمع مذکر غائب - تَبَيَّنَ (ضرب) تَبَيَّنَ سے پھینکنا - تَبَيَّنَ (نصر) پھوڑنا - تَبَيَّنَ پھوڑا ہوا عرق - انہوں نے اس کو پھینک دیا - یا ڈال دیا -

۱۸۸: ۳ = اَتَوْا - ماضی جمع مذکر غائب - باب ضرب اِتيَانُ مصدر اِتيَ اُتیَ (ب) کوئی چیز لانا کسی کو لانا -

اَتَوْا - وہ لائے - وہ آئے - وہ پہنچے - اَتَوْا ب - انہوں نے کہا

يَفْرَحُونَ بِمَا اَتَوْا - خوش ہوئے اپنے کئے پر -

= مَفَاذَةٌ - فَازَ (مادہ فوز) کا مصدر ہے - باب نصر کامیاب ہونا - فَازَ يَفُوزُ بِالْأَمْرِ کسی امر میں کامیاب ہونا - فَازَ يَفُوزُ مِنَ الْمَكْرَدَةِ کسی تکلیف سے نجات پانا -

فَلَا تَحْسَبْتَهُمْ بِفَازَةٍ مِنَ الْعَذَابِ - ہرگز خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے نجات پالیں گے -

۱۸۹: ۳ = مُلْكٌ - اسم و مصدر - اقتدار اعلیٰ - بادشاہت -

۳: ۱۹۱۔ تَعُوذًا۔ جمع قَاعِدٌ کی۔ حالت نصب۔ بیٹھے ہوئے۔

= جُنُوبٌ بِہِم۔ جُنُوبٌ مضاف ہُمْ مضاف الیہ۔ جَنْبٌ کی جمع۔ ان کے پہلو۔
= فَقِنَا۔ ف زائد ہے۔ ق۔ امر واحد مذکر حاضر۔ وَقَى یَقِیْ وَقَايَةً سے نا ضمیر جمع متکلم۔
مفعول۔

۳: ۱۹۲۔ کَفِّرَ۔ امر معروف واحد مذکر حاضر۔ تَكْفِيرٌ مصدر۔ مٹا دے۔ معاف کر دے۔
دور کر دے۔

۳: ۱۹۵۔ فَاسْتَجَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔
اِسْتِجَابَةٌ سے۔ باب استفعال۔

= بَعْضُکُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ لفظ الاتصال والاتحاد۔ اتصال و اتحاد میں یگانگت کے لئے
یا مِنْ بمعنی الکاف ہے ای بعضکم کبعض۔ یعنی طاعت و فرمانبرداری پر ثواب اور معصیت
و نافرمانی پر عقوبت میں تم سب ایک دوسرے کی طرح ہو۔ کسی کے لئے الگ معیار جزا و سزا
نہیں ہے یا تم میں سے مرد اور عورتیں سب جزا و سزا کے ایک ہی اصول کے تحت ہیں
یہ ایک جملہ معترضہ ہے۔

= اُخْرِجُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نکالے گئے۔

= اُدْذُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ ستائے گئے۔ ان کو اذیت دی گئی (اذی مادہ)
اُدْذُوا اصل میں اُدْزِیُوا تھا۔ می مضموم ماقبل مکسور کی وجہ سے ی کا ضمہ ماقبل کو دیا گیا۔
ی اور واؤ دوساکنین اکٹھے ہو گئے۔ لہذا ی کو گرا دیا گیا۔ اُدْذُوا ہو گیا۔ جیسا اُدْزِیَ۔ اسے دیا گیا
(ماضی مجہول واحد مذکر غائب سے اُدْذُوا جمع مذکر غائب۔

= لَا کَفِّرَتْ۔ لام تاکید و نون ثقیدہ۔ اُکْفِرْ۔ مضارع واحد متکلم۔ میں ضرور مٹا دوں گا ان کے
نامہ عمل سے ان کے گناہ۔ یا میں ضرور معاف کر دوں گا ان کے گناہوں کو۔

= لَا دُخِلْتُمْ۔ لام تاکید بانون ثقیدہ مضارع واحد متکلم ہُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔
میں ان کو ضرور داخل کروں گا۔

= ثَوَابًا۔ جزاء۔ انعام کے طور پر۔ بدلے کے طور پر۔

۳: ۱۹۶۔ لَا یَغْرَنَکَ۔ واحد مذکر غائب نہی بانون تاکید ثقیدہ۔ مت دھوکہ میں ڈالے تجھ کو
غَرَّ یَغْرِ (نَصَرَ) غَرَدٌ مصدر

= تَقَلَّبَ بروزن تَفَعَّلَ۔ مصدر۔ پھرنا۔ پھر پھر آنا۔ آنا جانا۔ الٹنا پلٹنا۔ بلا روک ٹوک نقل و حرکت

کرنا۔ اپنے کاموں میں بلا روک ٹوک آزاد ہونا۔

= مَادُّهُمْ۔ اسم ظرف مکان۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ مَادُّی مصدر بھی ہے

= اَلْمِهَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانہ مراد ہے۔ قرار گاہ۔

۱۹۸:۳ = نَزْلًا۔ مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت۔

= اَلْاَبْرَارِ۔ بَرٌّ۔ بَارٌّ۔ کی جمع۔ نیک لوگ۔

۲۰۰:۳ = صَابِرُونَ۔ صیغہ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ مقابلہ میں مضبوط جھے رہو۔ مُصَابِرَةٌ سے

(مفاعلتہ) جس کے معنی صبر کے ساتھ کسی سے جنگ کرنے کے ہیں۔

صاحب مفردات لکھتے ہیں۔

الصَّبْرُ۔ کے معنی 'عقل و شریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو روک رکھنے کے ہیں۔ صبر ایک عام لفظ ہے جو کہ مختلف مواقع استعمال کے اعتبار سے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی مصیبت پر نفس کو روک رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے یہ جَزَع کی ضد ہے اور جنگ میں نفس کو روک رکھنا شجاعت ہے اس کی ضد جُبُن ہے یہی صبر اگر کسی پریشانی کسی حادثہ کو برداشت کرنے کی صورت میں ہو تو اُسے رَحْبُ الصَّدْرِ کشادہ دلی کہتے ہیں۔ جس کی ضد ضَجْر ہے۔ اگر کسی بات کو روک رکھے تو اسے کتمان کہتے ہیں اس کی ضد مَدَال ہے۔ (مجبور ہو کر راز کو فاش کر دینا)

قرآن سے ان تمام صفات کو صبر کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

اصْبِرُوا وصابِرُوا۔ ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو۔ یعنی عبادت الہی پر اپنے آپ کو روک رکھو۔ اور خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کرو!

= رَابِطُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دل لگائے رکھو۔ تم لگے رہو۔ تم آمادہ رہو۔ رِبَاطٌ اور مُرَابِطَةٌ سے جس کے معنی محافظت اور نگرانی کرنے اور چوکی دینے کے ہیں۔

غازن بغدادی لکھتے ہیں۔ مُرَابِطَةٌ کی اصل یہ ہے کہ ادھر کے لوگ اپنے گھوڑے اور ادھر کے لوگ اپنے گھوڑے اس طرح باندھیں کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے سے جنگ کرنے کے لئے مستعد رہیں۔ بعد میں ہر اس شخص کو جو سرحد پر اقامت گزین ہو کر سرحد پار کا دفاع کرنے لگا مرابط کہنے لگے گو اس کے پاس کوئی سواری بندھی ہوئی نہ ہو۔

شرعاً مرابطت کی دو قسمیں ہیں ایک اسلامی سرحد پر کافروں کے مقابلہ میں دفاع کے لئے چوکی دیتے رہنا۔ دوسرے نفس کی بندش اور نگرانی کرنا۔ اسی لئے حدیث میں ایک نماز

کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مصروف رہنے کو رباط کہا گیا ہے۔

(۴) سُورَةُ النِّسَاءِ (۹۲)

۴: ۱ = بَيْتٌ - اس نے بکھیرا۔ اس نے پھیلایا۔ بَيْتٌ سے ماضی واحد مذکر غائب باب ضرب۔ نصر۔

= نَفْسٍ وَاحِدَةٍ - ایک جان۔ من اصل واحد وهو آدم علیہ السلام یعنی ایک اصل سے جس سے مراد ذات آدم علیہ السلام ہے۔ صیغہ واحد مؤنث نفس کے لئے آیا ہے۔ حو مؤنث سماعی ہے۔

= زَوْجَهَا - جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت (جوڑا) کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو وہ اس کا زوج کہلاتی ہے۔

زَوْجَهَا میں ہا ضمیر مؤنث واحد نفس کے رعایت سے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ زوج سے مراد حضرت آدم کی زوجہ حضرت حوا مراد ہیں۔

= مِنْهُمَا - هُمَا - ضمیر تثنیہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف راجع ہے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

= تَسَاءَلُوْنَ بِهٖ - تم باہم سوال کرتے ہو اس کے نام سے۔ تم آپس میں مانگتے ہو اس کے واسطے سے۔ تَسَاءَلُوْا (تَفَاعَلُوْا) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَسَاءَلُوْنَ تھا تا تثنیہ کو حذف کر دیا گیا۔ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے۔

= وَالْاَرْحَامُ - منصوب ہے اس کا عطف لفظ اللہ پر ہے اَرْحَامٌ رَحْمَةٌ کی جمع ہے

— رَحْمٌ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ ہے جس میں بچہ پیدا ہونے سے پیشتر شکم مادر میں پلتا ہے۔ استعارہ کے طور پر رحم کا لفظ قرابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے والتقوا الارحام۔ اور ڈرو قطع رحمی سے۔

— رَقِيبًا نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ مطلع۔ منتظر۔ راہ دیکھنے والا۔ فَعِیلُ کے وزن پر اسم صفت ہے۔

۲:۴ = اَتُوا۔ اِيتَاءُ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دو۔

— لَا تَبْدَلُوا۔ نہی۔ جمع مذکر غائب۔ تَبَدَّلُ (تَفَعَّلُ) سے جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں۔ تم نہ بدل ڈالو۔

— اِنَّہُ۔ میں وہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اکل مال یتیم کی طرف راجع ہے جس سے وَلَا تَاْكُلُوا اَمْوَالِہُمْ اِلٰی اَمْوَالِکُمْ میں ممانعت فرمائی ہے۔

— حُوبًا۔ گناہ۔ وبال۔ اسم ہے۔ الْحُوبُ (باب نصر) سے جرم کا ارتکاب کرنا۔

۳:۴ = خِفْتُمْ۔ خَوْفٌ (اجوف واوی) باب سمع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں خَوْفْتُمْ تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدلا۔ دو ساکن جمع ہوئے۔ الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ بعد ازاں تاکہ کے فتح کو کسرہ سے بدلا کہ ماضی مکسور العین ہے۔ خِفْتُمْ۔ تم ڈرے۔ تم کو ڈر ہوا۔

— اَلَّا۔ اَنَّ لَا کا مخفف ہے۔

— تُقْسِطُوا۔ تم انصاف کرو۔ تم انصاف کرو گے۔

اقساط سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُقْسِطُونَ تھا۔ اَنَّ ناصب کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اَلَّا تُقْسِطُوا۔ کہ تم انصاف نہیں کرو گے۔ یا نہ کر سکو گے۔

— طَابَ۔ طَیِّبٌ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ خوش لگے۔ مہلّا معلوم ہے صاحب مدارک التنزیل نے مَا طَابَ لَکُمْ سے مراد لیا ہے جو تمہارے لئے حلال ہیں۔

— اَلَّا تَعْدِلُوا۔ کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے۔

— اَدْنٰی۔ دَانٍ اور دَنٰی کا اسم تفضیل ہے۔ اَلْدُّنُو۔ (باب نصر) کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یہ قرب ذاتی۔ حکمی۔ مکانی۔ زمانی۔ اور قرب بلحاظ مرتبہ کے سب کو شامل ہے۔ قرآن میں وَمِنَ النَّحْلِ مِثْنُ طَلْعِہَا قِنَوَانٌ دَانِیَةٌ (۶: ۹۹) اور (ہم) کھجور کے گاجھے سے (نکالتے ہیں خوشے یا گچھے جو جھکے پڑتے ہیں۔

اور آیت کریمہ ثُمَّ دَنَّا فَنَدَلٰی۔ (۵۳:۸)

پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ اس میں قرب حکمی مراد ہے۔

لفظِ اَدْنٰی کبھی بمعنی اَصْغَرَ آتا ہے اس صورت میں اَکْبَر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَکْثَرُ (۵۸:۷) نہ اس سے کم نہ زیادہ۔

اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَزْدَل آتا ہے اس وقت یہ خیر کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے جیسے اَلَسَّيِّدُ لَوْ نَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ۔ (۶۱:۲) مہلّا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔

اور کبھی بمعنی اول (نشأۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِرَ (نشأۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے جیسے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ (۲۲:۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَقْرَب آتا ہے اور اقصى کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جیسے اِنَّهُمْ بِالْعُدُوَّةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوَّةِ الْقُصْوٰی (۴۲:۸) جس وقت تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر۔

وَذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یَّآتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا (۱۰۸:۵) یہ طریقہ زیادہ قریب ہے کہ گواہ صحیح صحیح شہادت دیا کریں۔ یہاں اَدْنٰی بمعنی اقرب آیا ہے۔

== اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ تاکہ تم ایک طرف نہ جھک جاؤ۔ تم بے انصافی نہ کرو۔

تَعُوْلُوْا۔ عَوَلَ (نَصَرَ) سے مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جس کا معنی انصاف کو چھوڑ کر بڑھتی وصول کرنے کے ہیں۔ عَالَ الْمِيزَانُ۔ ترازو جھک گئی۔ عَالَ الْحَاكِمُ۔ حاکم نے بے انصافی کی۔ عَالَ السَّهْمُ۔ تیر نشانہ سے ہٹ گیا۔

۴:۴ = صَدَقْتُمْ۔ مضاف مضاف الیه۔ صَدَقَہ کی جمع ہے بمعنی مہر۔

== نِجْلَةً۔ مصدر۔ واسم۔ باب فتح۔ خوشدلی کے ساتھ۔ اپنی خوشی سے بغیر مطالبہ کے۔

== طِبْنٌ۔ وہ خوش ہوئیں۔ ان کو مہلا معلوم ہوا۔ طِبْتُ۔ مصدر۔ باب ضرب۔

== هَنِئًا۔ صیغہ صفت مشبہ۔ هَنَاءٌ۔ مصدر۔ (فتح۔ ضرب۔ نَصَرَ) خوش مزہ۔ پاکیزہ۔

فَعِیْلٌ کے وزن پر واحد جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ هَنِئٌ۔ خوش گوار۔ مُبَارَكٌ۔ وہ چیز جو بغیر محنت کے مل جائے۔

== مَرِئًا۔ صفت مشبہ۔ خوشگوار۔ مَرَاءَةٌ مصدر۔ خوش گوار ہونا۔ کَرْمٌ۔ سَمِعَ۔

فَتَحَّ - اِمْرًاؤ (اِفْعَالٌ) کھانے کو خوشگوار بنانا - اِسْتَمْرَاءُ (اِسْتِفْعَالٌ) - کھانے کو خوشگوار پانا۔

۴: ۵ = قِيَامًا - مصدر بھی ہے (باب نصر) جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا۔ بیٹھنے کی حالت سے اٹھنا۔ اور قَائِمٌ کی جمع بھی ہے۔ کھڑے ہونے والے۔ قیام کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے

۱۔ کسی شخص کا تسخیری طور پر یا اپنے ارادہ سے کھڑا ہونا۔ مثال - مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض تھس تھس ہو گئے ہیں تسخیری طور پر کھڑا ہونے کے معنی میں)

وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا (۲۵: ۶۴) اور وہ لوگ اپنے رب کے حضور سجدہ میں اور قیام میں راتیں گزارتے ہیں (قیام اختیاری کی مثال)

۲۔ قِيَامٌ لِلشَّيْءِ = کسی شے کی حفاظت اور نگرانی کرنا۔ اَلرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ (۴: ۳۴) مرد غورتوں پر راعی اور محافظ ہیں۔

۳۔ کسی کام کا نچتہ ارادہ کر لینا۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ (۵: ۶) مومنو! جب تم ارادہ کرو نماز پڑھنے کا۔

۴۔ قِيَامٌ اور قَوَّامٌ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقا وابستہ ہو۔ مثلاً آیت نہا۔ ذَلِكُمْ تَوَقَّوْا السُّفَهَاءَ آمَوَا لَكُمْ اَلَّتِي جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا - (۴: ۵) نہ دو نادانوں کو اپنے مال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے

= آمَوَا لَكُمْ - سے اصل مراد وہ مال ہے جو نادان یتیموں کا دوسروں کی تحویل میں بطور نگران دیا گیا ہے۔ ھُنَّ کی بجائے کُمْ کی ضمیر کا استعمال اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہوا ہے کہ یہ مال ایسا ہی قابل توجہ اور قابل احتیاط ہے جیسا کہ تمہارا اپنا مال۔ اس لئے اس کا ضیاع بہر نوع مذموم ہے۔ اور جَعَلَ اللهُ لَكُمْ قِيَامًا (جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے) کے الفاظ اس مال کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اس کو بے مقصد خرچ کرنا منع ہے تو اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ نابالغ۔ بے سمجھ یتیموں کے مال کی اپنا مال سمجھ کر حفاظت کرو یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اسے بے مقصد خرچ کے لئے ان کے مال ان نادان یتیموں کے حوالے نہ کرو۔ جو نادانی کی وجہ سے اسے چند دنوں میں اڑا دیں گے (لیکن ان کے کھانے

پینے اور لباس ضروریہ پر اس مال سے خرچ کر سکتے ہو)

۶:۴ = اِنْبَلَوْا۔ تم آزمائو۔ تم امتحان لو۔ اِنْبَلَدُوْا۔ (اِفْتَعَالُ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یعنی تم ان کی آزمائش مختلف طریقوں سے کرتے رہو کہ آیا شعور محکم کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کو صحیح طور پر پرکھ سکتے ہیں

= حَتّٰی اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ۔ نکاح مصدر ہے اس کے معنی نکاح کرنا یا جماع کرنا دونوں ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جاویں اور سنِ تمیز کو پالیں
= رُشِدًا۔ رُشِدُ کے معنی ہیں ہدایت۔ صلاحیت۔ راہ یابی۔ بھلائی۔ راستی۔ حسن تدبیر۔
رُشِدٌ یُرْشِدُ کا مصدر ہے، یہاں مراد صلاحیت ہے۔

= اِذْ فَعُوْا۔ تم دیدو۔ تم حوالہ کردو۔ دَفْعُ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
= وَلَا تَاْكُلُوْهَا۔ یعنی تم خود اس مال سے خرچ مت کرو۔
= اِسْرَافًا۔ فضول مدوں میں۔

= بِدَارًا۔ جلدی کر کے بروزن فَعَالٌ مصدر۔ یعنی شتابی اور سرعت سے کام لے کر ان کا ال بے دریغ خرچ نہ کر ڈالو کہ بڑے ہو گئے تو اپنا مال واپس لے لیں گے۔
= فَلَيْسَتْ بِعَفِفٍ۔ امر واحد مذکر غائب۔ اِسْتَعْفَفَ (اِسْتِفْعَالُ) مصدر وہ بچتا ہے۔ یعنی تنبیہ کے مال خود خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔
= بِالْمَعْرُوْفِ۔ مناسب مقدار میں۔

= حَسِيْبًا۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل ہے۔
= ۷:۴

= قَلَّ۔ ماضی معروف واحد مذکر غائب۔ وہ کم ہوا۔ قِلَّةٌ مصدر سے۔ کثْرَتُہ کی ضد ہے وہ تھوڑا
و یا زیادہ۔ قلیل ہو یا کثیر۔

= مَفْرُوْضًا۔ اسم مفعول۔ فَرَضَ مصدر۔ فرض کیا گیا۔ مقرر کردہ۔

۹:۴ = وَلْيَخْشَ۔ واحد مذکر غائب امر خَشِيَ مصدر باب سمع۔ اس کو ڈرنا چاہئے۔ وہ ڈرتا ہے۔

= ذُرِّيَّةً۔ چھوٹے چھوٹے بچے۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= ضِعْفًا = ضِعْفٌ سے۔ کمزور۔ ناتواں۔ ضَعِيفٌ کی جمع ہے۔

۹:۴ = خَافُوْا عَلَیْہِمْ۔ وہ فکر مند ہوئے ان کے متعلق۔

= دَلِيخَشْ خَافُوا عَلَيْكُمْ۔ پس جو لوگ یتیموں کے سر پرست ہیں وہ ڈریں یتیموں کے ساتھ سلوک کرنے میں اور سوچیں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے کمزور ناتواں بچے چھوڑ کر اس جہاں سے رخصت ہوں تو اپنے ان بچوں کے متعلق وہ کتنے فکر مند ہوتے۔ پس جیسے وہ اپنے پسماندگان اپنے بچوں کے متعلق سلوک کی تشریح کرتے ہیں ویسا ہی سلوک وہ اب اپنے سرپرستی یتیموں سے کریں۔

= سَدِيدًا۔ سَدِيدٌ بَرُوزَنٌ فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سَدِيدٌ سَدَدًا وَسَدَادًا درست ہونا۔ هُوَ لَيْسَ فِي تَوَلِيهِ وہ ٹھکانہ کی بات کہتا ہے۔ قُلْتُ لَهُ سَدَادًا مِنَ الْقَوْلِ میں نے اے ٹھیک اور سیدھی بات کہی۔ (سَدِيدٌ كَأَمِيرٍ استوار و درست منتہی الادب)

۴:۱۰ = سَيَصْلُونَ۔ سر۔ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ يَصْلَوْنَ مضارع جمع مذکر غائہ صَلَّى مصدر۔ باب ضرب۔ صَلَّى يَصْلِي صَلِيًّا۔ گوشت بھوننا۔ صَلَّى فَلَانُ النَّارِ وَفِيهَا وَعَلَيْهَا۔ آگ میں ڈالنا۔ صَلَّى (سَمِعَ) آگ کی گرمی برداشت کرنا۔ آگ میں جلنا۔ آگ میں داخل ہونا۔ يَصْلِي النَّارَ الْكُبْرَى (۸۴-۱۲) بڑی تیز آگ میں داخل ہوگا۔ باب افعال، اَصْلًا متعدی۔ آگ میں داخل کرنا۔ آگ میں پھینکنا۔ فَسَوْفَ نُصْلِيهِ نَارًا (۴:۳۰) ہم اسے عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔

= سَعِيرًا۔ السَّعِيرُ کے معنی آگ کے بھڑکنے کے ہیں۔ سَعَرَتِ النَّارُ میں نے آگ بھڑکائی سَعِيرٌ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا۔ عنقریب میں دہکتی ہوئی آگ (جہنم) جلیں گے۔

۴:۱۱ = يُؤْصِيكُمُ اللَّهُ۔ يُؤْصِي۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ اِصْأَ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وصی مادہ

الْوَصِيَّةُ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ طور پر ہدایت کرنے کو کہتے ہیں۔ الْوَصِيَّةُ الْاِصْأَةُ کا اسم ہے۔ هَذِهِ وَصِيَّتُهُ یہ اس کی وصیت ہے۔ جمع وَصَايَا۔ وَصَايَا اللّٰهِ اللّٰہ تعالیٰ کے احکام جو بندوں پر فرض ہوئے۔ اللّٰہ کی طرف سے وصیت بمعنی حکم کے ہے آیہ تَوَاصَوْا (تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت کرنا۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۳:۱۰۳) اور آپس میں حق کی تلقین اور صبر تاکید کرتے ہیں۔ يُؤْصِيكُمُ اللّٰہ۔ اللّٰہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

(۲۹: ۸) اور ہم نے انسان کو حکم دیا۔

= حَظُّ - حصہ - نصیب - مقررہ حصہ - جمع حُظُوظٌ۔

۱۔ ایک لڑکے کا حصہ = دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر

۲۔ اگر متوفی کی دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو کل جائداد کا $\frac{2}{3}$ حصہ ان کو ملیگا۔

۳۔ اگر متوفی کی صرف ایک لڑکی ہو تو کل جائداد کا $\frac{1}{3}$ حصہ اس کو ملے گا۔

۴۔ اگر متوفی کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو $\frac{1}{4}$ حصہ ملیگا۔ اور بقیہ اولاد کو حسب قسامہ تقسیم ہوگا۔

۵۔ اگر متوفی کی اولاد نہ ہو اور وارث صرف والدین ہوں تو اس کی ماں کو کل جائداد کا $\frac{1}{2}$ حصہ ملیگا باقی $\frac{1}{2}$ حصہ باپ کا ہوگا۔

۶۔ اگر متوفی کے بہن بھائی بھی ہوں اور اس کی اولاد نہ ہو تو متوفی کی وصیت پورا کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ماں کو $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔ - باپ کے باعث

بھائی بہنوں کو حصہ نہ ملے گا۔

= لَا تَدْرِيْنَ - مضارع نفی جمع مذکر حاضر - دِرَآيَةً مصدر - درسی مادہ - تم نہیں جانتے۔

= اَبَاءُكُمْ لَفَعًا - تم نہیں جانتے کہ نفع (حصہ) حاصل کرنے میں تمہارے ماں باپ یا لڑکے لڑکیوں میں تمہارے نزدیک کون زیادہ حقدار ہے۔ یا حق حاصل کرنے میں زیادہ قریب، یعنی کس کو کتنا ملنا چاہئے اور کون سی ترجیحات تم اختیار کرو۔

= خَرِيصَةً مِّنَ اللّٰهِ - اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ حصہ (بیان فرمائیے ہیں)

= ۱۲: ۴

بیوی کی وراثت کی تقسیم

۱۔ متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو $\frac{1}{2}$ حصہ ملے گا۔ خواہ بیوی ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔

۲۔ اگر اس کی اولاد ہو تو بیوی کو $\frac{1}{4}$ حصہ ملے گا۔ خواہ ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔

نوٹ:- ہر صورت میں متوفی یا متوفیہ کی جائداد پر اس کی وصیت اور اس کے قرض کا بار مع تجہیز و تکفین اولیت رکھتا ہے۔

دیگر صورتیں

۱۔ اگر کوئی مرد یا عورت بے اولاد مرے اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں (کلامہ) اور

اس مرد یا عورت کا اخیا فی (ماں ایک باپ الگ) ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اس بھائی یا بہن کو ۱/۴ حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر کلالہ (مرد یا عورت) کے ایک سے زیادہ اخیا فی بھائی بہن ہوں گے تو سب کو ملا کر ۱/۴ حصہ ملیگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔

ہر دو صورتوں میں جائداد پر پہلا بار متوفی یا متوفیہ کی وصیت اور اس کے قرض کی اور تجہیز و تکفین کا ہوگا۔

کلالہ — وہ میت جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ (حدیث)
کلالہ کی اصل کلال ہے۔ جس کے معنی ضعف کے ہیں۔ اعشیٰ کا شعر ہے

فَالَيْتُ لَا أَرْتِي لَهَا مِنْ كَلَالَةٍ
وَلَا مِنْ حَفَا حَتَّى تُلَاقِي مُحَمَّداً

(جب تک ادنیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچا دے گی مجھے اس کی تھکان اور فرسودہ پانی پر رحم نہیں آئے گا)

توسیع استعمال کے بعد عرف عام میں کلالہ سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو منقطع الطرفین ہوں (نہ ان کے والدین ہوں نہ ان کی اولاد) معجم القرآن

قریب کے رشتہ کو چھوڑ کر کوئی دور کا رشتہ دار ہو تو اس کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے مثلاً اگر حقیقی چچا کا لڑکا ہو تو اسے هُوَ ابْنُ عَمِّي کہیں گے اور اگر رشتہ کے چچا کا بیٹا ہو تو هُوَ ابْنُ عَمِّي کلالہ۔ کہیں گے۔

صاحب معجم القرآن (پروفیسر عبدالرؤف) نے لکھا ہے کہ۔

سلف کا اجماع ہے کہ آیت ہذا میں اخیا فی بھائی مراد ہیں۔ نہ مخشری نے بھی کشاف میں یہی معنی مراد لئے ہیں۔

= عَيْزٌ مُّصَارٌّ - جو نقصان دہ نہ ہو۔ یعنی ایسی وصیت۔ یا قرض نہ ہو جو محض داروں کو نقصان پہنچانے کی خاطر عائد کیا گیا ہو۔

مُصَارٌّ - اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں مُصَادِرٌ (ضرر سے بروزن مفاعل) سے ہے۔
= وَصِيَّةٌ مِّنَ اللَّهِ - (وراثت کے متعلق) یہ ہے حکم اللہ کا۔

۴: ۱۳ = يُدْخِلُهُ - میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہُ صمیر واحد مذکر حاضر من کی طرف راجع ہے۔

== يَنْصُ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ جو اسمِ لازمِ فعل ہے) اصل میں یَنْصِي تھا۔ عِصْيَانُ مصدر باب ضرب - مَنْ يَعْصِ - جو نافرمانی کرے گا۔
 == يَتَعَدَّ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں يَتَعَدِّي تھا (عُدَّ ان مصدر) مَنْ يَتَعَدَّ جو حدودِ الہیہ سے تجاوز کرے گا۔

== مُهَيِّنٌ - اسم فاعل واحد مذکر - اِهَانَةٌ مصدر - باب افعال - ذلیل و خوار کرنے والا۔
 ۱۵:۴ = يَأْتِيَنَّ - مضارع - جمع مَوْت غائب اِثْيَانٌ - مصدر باب ضرب - وہ عورتیں آئیں یہاں بمعنی متکب ہوئیں۔

== فَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ - فَاسْتَشْهِدُوا - امر - جمع مذکر حاضر - اِسْتِشْهَادٌ (استفعال) سے - تم گواہ لاؤ - اِسْتِشَاد - گواہ لانا - یا گواہ طلب کرنا - دونوں معنوں میں آتا ہے۔
 = فَاحِشَةً - اسم - حد سے بڑھ ہی ہوئی بُرائی - ایسی بے حیائی کا اثر دوسرے پر پڑے - زنا۔
 == يَتَوَفَّيَنَّ - يَتَوَفَّى - مضارع واحد مذکر غائب (فاعل موت) تَوَفَّى مصدر - (باب تفعّل) هُنَّ - ضمیر مفعول جمع مَوْت غائب - دَرَجَاتٍ - مادہ - وافی - پورا - باب افعال - پورا کرنا - یا پورا دینا باب تفعیل سے پورا پورا دینا - باب تفعّل (توفی مصدر) پورا پورا لینا - قبضہ کر لینا - کبھی مراد روح کا قبض کر لینا ہوتا ہے - (باب استفعال) اِسْتِيفَاءٌ پورا پورا وصول کر لینا۔
 يَتَوَفَّيَنَّ الْمَوْتَ - موت ان پر پورا پورا قبضہ کر لے - موت ان کو آ لے۔

۱۶:۴ = فَادْخُلْهُمَا اَدْوَاۤءَ - اِدْءَاۤءُ (افْعَالٌ) ہا - ضمیر مفعول تثنیہ (مذکر مَوْت دونوں کے لئے) غائب - ان دونوں کو ایذا دو - ان دونوں کو مار و پیٹو۔
 = اَعْرِضُوا - امر جمع مذکر حاضر - اِعْرَاضٌ سے تم درگزر کرو - تم کنارہ کشی کرو - تم چھوڑ دو۔
 ۱۷:۴ = اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِينَ - تحقیق اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنا اپنے ذمہ لے لیا ان لوگوں کے حق میں۔

== التَّوْبَةُ - تَابَ - اس نے توبہ کی - وہ پھر آیا گناہ سے وہ باز آیا - باب نصر سے اس نے قبول کیا جب اس کا تقدیر الٰہی کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی ہوتے ہیں، جیسے فَتَوَّابًا اِلٰی بَارِئِكُمْ (۵۴:۲) پس چاہئے کہ توبہ کرو تم اپنے خالق کے حضور۔
 اور جب علی سے ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے - فَتَابَ عَلَيْكُمْ (۵۴:۲) پھر حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔
 = مِنْ قَرِيبٍ - جلدی - شتاب۔

۴: ۱۸ = اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ اِعْتَادُ (اِفْعَالُ) مصدر۔ اَلْاِعْدَادُ۔ تیار کرنا مہیا کرنا۔ عدد مادہ۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّتٍ (۱۹: ۱۰۰) اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں۔ وآیہ ہذا۔ اور اگر مصدر اِعْتَدَا سے ہو تو معنی ہوتے ہیں زیادتی کرنے کے لیکن اس کا مادہ عَدُو ہے ۴: ۱۹ = تَرِثُوا۔ تم وارث ہو جاؤ۔ تم میراث میں لے لو۔ (حَسِبَ يَحْسِبُ) وَرَآئَهُ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی اُن ناصبہ کے آنے سے گر گیا = اَنْ تَرِثُوا..... کُوْھَا۔ کہ تم۔ (اس کے شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کو متوفی کی میراث سمجھ کر) زبردستی وارث بن جاؤ

= لَا تَعْضَلُوْهُنَّ۔ مضارع نفی۔ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تم ان کو نہ روکو۔ تم ان کو بند نہ کرو۔ تم ان کو منع نہ کرو۔ (باب نصر) عَضَلٌ سے۔ سختی کے ساتھ روکنا یعنی عدت ختم ہونے کے بعد ان کو نکاح ثانی سے مت روکو۔

= تَذْهَبُوْا ب۔ تم لے جاؤ۔ وَكُوشَا۟لِلّٰہِ لَذَّهَبٍ بِسَمْعِهِمْ وَالْبَصَارِہِمُ۔ (۲۰: ۲) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لیجائے ان کے سننے کی قوت اور ان کی بینائی۔ = بَعْضٍ۔ کچھ حصہ۔

= عَاشِرُوْهُنَّ۔ تم ان کے ساتھ زندگی گذارو۔ تم ان کے ساتھ برتاؤ کرو۔ مُعَاشِرَةٌ (مفاعلة) سے امر کا صیغہ جمع مذکر ماضی۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ الْمَعْرُوْفِ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہے۔ الْمُنْكَوْرُ۔ اس کی ضد ہے۔ دستور کے مطابق۔ مناسب طور پر۔

= عَسٰی۔ عنقریب۔ شباب۔ ممکن ہے توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے، ہو سکتا ہے ۴: ۲۰ = اِسْتَبْدَالٍ (استفعال) بدلنا۔ تبدیلی چاہنا۔ مصدر ہے۔

= قِنْطَارٍ۔ مال کثیر۔ مال کا اہبار۔

۴: ۲۰ = بُھْتَانًا۔ بہتان لگا کر۔

= اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ صریح گناہ کرتے ہوئے۔ صریح ظلم کرتے ہوئے۔

۴: ۲۱ = قَدْ اَفْضٰی بَعْضُكُمْ اِلٰی بَعْضٍ۔ قَدْ ماضی قریب کے لئے اَفْضٰی اِلٰی۔ کسی جگہ پہنچنا اَفْضٰی بِيَدِہِ اِلٰی كَذَا۔ کے معنی ہیں کسی جگہ ہاتھ پہنچ جانا۔ اَفْضٰی اِلٰی۔ اِی وَصَلَ۔ وَاَفْضٰی اِلٰی الْمَرْأَةِ۔ خَلَا بِہَا۔ اس کے ساتھ خلوت کی۔ جماع کیا۔ اَفْضٰی۔ وہ پہنچ گیا۔ وہ بے حجابانہ مل گیا۔

فَصَا اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں کوئی عمارت اس جگہ کی کسی چیز کے ادراک سے مانع نہ ہو۔
خلوت بھی اسی وجہ سے افشاء سے موسوم ہوئی کہ اس میں ہر وہ چیز جو مجامعت سے مانع تھی
دور ہو گئی۔

قَدْ أَفْضَى لِبَعْضِهِ۔ حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو۔

= اَخَذَنْ - ماضی جمع مؤنث غائب وہ لے چکی ہیں۔ یا انہوں نے لیا۔

۲۲:۴ = مَقْتًا۔ مصدر۔ منصوب۔ کسی شخص کو برائی کا مرتکب دیکھ کر اس سے بغض رکھنا۔

سبب بغض۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ (۳:۶۱) سخت مغضوب ہے اللہ کے نزدیک مَقْتٌ مادہ۔ یعنی تمہارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی سخت ناپسندیدگی کا سبب ہو گا۔

۲۳:۴ = ارْضَعْنَكُمْ۔ ماضی جمع مؤنث غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ رَضِعَ (رَمَعَ)

رَضِعَ (فَتَحَ) رَضَعًا وَرَضَعًا رَضَاعَةً۔ بچے کا ماں کا دودھ پینا۔ رَضَعَهُ رِضَاعًا وَ

مُرَاضَعَةً دودھ شریک بھائی کے ساتھ دودھ پینا۔ ارْضَعَهُ۔ دودھ پلایا اس کو۔

= رَبَابُكُمْ۔ رَبَابٌ۔ رَبِيبَةٌ کی جمع ہے۔ زیر پرورش لڑکی جو اگلے شوہر سے ہو۔

ربیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ماں کے دوسرے شوہر کی آغوش میں تربیت پاتی ہے

تمہاری جو رزوں کی پہلے خاوند سے لڑکیاں۔

= فِي حُجُورِكُمْ۔ حُجُور۔ حِجْر کی جمع۔ حفاظت۔ جو تمہاری حفاظت۔ نگرانی میں

= دَخَلْتُمْ بَیْنَہُمْ۔ جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

= حَلَائِلُ۔ جمع حَلِيلَةٍ۔ واحد بمعنی زوجہ۔ حَلٌّ سے مشتق ہے حَلٌّ گرہ کھولنا۔ اترنا

حلال ہونا۔

= مِنْ اَصْلَابِكُمْ۔ اَصْلَابٌ جمع صُلْبٍ کہ۔ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ مراد تمہاری نسل

تمہارے تخم سے۔



پَارَةُ
وَالْمُحْصَنَاتُ
سُورَةُ النِّسَاءِ (٥٠) ٤

۲۴:۴ = الْمُحْصَنَاتُ - اسم مفعول - جمع مؤنث - مُحْصَنَةٌ واحد مُحْصَنَةٌ
اسم فاعل - واحد - احْصَانٌ - مصدر - (بروزن افعال) آزاد پاکدامن عورتیں - دوشیزا ہوں
یا نہ ہوں (۲) شوہر والیاں یعنی منکوحہ (۳) آزاد دوشیزائیں۔

صاحب معجم القرآن نے لکھا ہے کہ سورۃ النساء میں مندرجہ بالا معانی محصنات کے بالترتیب
لئے کئے ہیں۔ جس ترتیب سے یہ لفظ سورۃ نسا میں آیا ہے۔

ثعلب نے لکھا ہے کہ ہر پاکدامن عورت کو مُحْصَنَةٌ (اسم مفعول) اور مُحْصِنَةٌ (اسم فاعل) کہا جاتا ہے
لیکن شوہر والی عورت کو مُحْصَنَةٌ (اسم مفعول) کہیں گے۔

قاموس میں ہے امْرَأَةٌ حَصَانٌ پاکدامن یا شوہر والی عورت۔

راغب نے اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر حُرْمَتٌ کے بعد الْمُحْصَنَاتُ قرآن
میں آیا ہے وہاں شوہر والیاں مراد ہے اور اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اگر حُرْمَتٌ کے بعد نہیں ہے
تو فتح دکسر برص دونوں صحیح ہیں۔ شوہر والیاں ہوں یا عام پاکدامن عورتیں۔

اصل میں احصان کا معنی ہے حفاظت رکھنا۔ حصن سے بمعنی قلعة

الْأَقْلِيلَ مَا تُحْصِنُونَ (۱۲: ۴۸) صرف وہی محوڑا سا رہ جائے گا، جو تم احتیاط سے محفوظ
رکھ لو گے۔

الْحِصَانُ کے معنی مُحْصِنَةٌ (بفتح الصاد وکسر عورت کے ہیں خواہ وہ احصان
پاکدامنی کی وجہ سے ہو۔ یا کسی کے ساتھ نکاح کر لینے سے یا اپنے شرف ذات اور حریت کی وجہ
سے محفوظ ہو۔ اگر کوئی عورت شرف ذاتی یا عفت اخلاقی کی وجہ سے بدکاری سے اپنے آپ کو
محفوظ رکھتی ہے تو مُحْصِنَةٌ (اسم فاعل) ہے۔ اور اگر شوہر حفاظت کرتا ہے تو مُحْصَنَةٌ
(اسم مفعول) ہے

= إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ - جنہیں تمہارے دائیں ہاتھوں نے قبضہ میں لے لیا۔ ان سے
مراد وہ لونڈیاں ہیں جو جہاد میں کفار کے ساتھ نہ ہوں جنگ کے نتیجے میں مسلمانوں کے قبضہ میں
آئیں۔ (مَسْئَلَةٌ) جو اسیر عورت کسی کے حصہ میں آئے وہ ایک ماہواری گذرنے کے بعد
اس سے صحبت کر سکتا ہے اگر اس کے شکم سے اولاد پیدا ہوئی تو اس کے حقوق بالکل
ویسے ہی ہوں گے جیسے دوسری اولاد کے۔ اب وہ لونڈی کو فروخت نہیں کر سکتا اور اس کے
مرنے کے بعد وہ خود بخود آزاد بھی ہو جائے گی۔ (ضیاء القرآن)

= كُتِبَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ کتاب مصدر موكده ہے اس کا فعل كُتِبَ محذوف ہے گویا

اس کی تقدیر یوں ہے ! كَتَبَ عَلَيْكُمْ كِتَابُ اللَّهِ - اے کتب اللہ علیکم تحریر ذلک کتاب (مصدر بمعنی حکم - فرض - حکم الہی - فریضہ - جیسے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (۱۸۳:۲) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

= اَنْ تَبْتَغُوا - مضارع جمع مذکر حاضر - اصل میں تَبْتَغُونَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈھتے ہو۔ تم تلاش کرتے ہو۔ اِبْتَغَاءً (اِفْتِعَالٌ) الْبَغْيُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنے کے ہیں۔ خواہ تجاوز کر سکے یا نہ بَغْيٌ - دو قسم پر ہے۔ (۱) محمود یعنی عدل و انصاف سے تجاوز کر کے (بڑھ کر) مرتبہ احسان حاصل کرنا اور فرض سے تجاوز کر کے تطوع بجالانا۔

(۲) مذموم - یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ یا شبہات میں پڑنا۔ بَغْيٌ (ثلاثی مجرد) کا استعمال قرآن میں اکثر مذموم معنی میں ہوا ہے۔ اَنْ تَبْتَغُوا کہ تم تلاش کرو۔ تم حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

اَنْ تَبْتَغُوا مفعول لہ ہے اُحِلَّ کا۔

یعنی ماسوا ان عورتوں کے ۱ جو آیتہ ۲۳ ماقبل میں حرام کی گئی ہیں، باقی تم پر حلال کر دی گئی ہیں یہ اس لئے کہ تم اپنے مال خرچ کر کے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکو۔
= مُحْصِنَاتٌ - اپنے نفس کو حرام کاری سے بچانے والے۔ اسم فاعل، جمع مذکر - منصوب۔
مُسَافِحَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) زنا کرنے والے۔

یعنی تم اپنا مال خرچ کر کے حلال عورتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہو۔ لیکن اپنے نفس کو پاکہ امن رکھتے ہوئے اور زنا کاری سے بچتے ہوئے۔ گویا ابتغاء کی اجازت مشروط ہے۔
= اِسْتَمْتَعْتُمْ - باب استفعال - تم کام میں لائے۔ تم نے فائدہ اٹھایا۔ تم برت چکے۔ یعنی جب تم نے نکاح کر کے ان سے ہمبستری کا فائدہ اٹھایا۔ تو مقرر شدہ مہر ان کو ادا کرو۔
اِسْتَمْتَعْتُمْ سے متعہ جو رافضیوں کے نزدیک جائز ہے اس پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے کیونکہ الفاظ مُحْصِنَاتٍ اور غَيْرُ مُسَافِحِينَ صاف طور پر اس کی تردید کرتے ہیں۔

= اُجُورَهُنَّ - ان کا حق ان کا مہر - مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر فَاَتَوْهُنَّ کا مفعول
اُجُورٌ - اُجْرٌ کی جمع ہے

= فَرِيضَةٌ - مقرر کیا ہوا مہر - لازم کیا ہوا حکم - صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مؤنث - فرض مادہ
۴: ۲۵ = طَوْلًا - بمعنی السعة والغنى - مال و دولت - تو نگرى - انعام - وسعت - گنجائش

مقدور - قدرت - طال - يطول کا مصدر - طَوَّلَ مادہ - اس کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے
ایک تو درازی اور فضیلت میں غلبہ حاصل کرنا - دوسرے کسی شخص کے ساتھ احسان کرنا - اور
اس کو انعام دینا - یہاں مراد مقدور بمعنی مہر و نفقہ ہے ۔

= فَوْنٌ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ - میں ف جواب شرط کے لئے ہے اور مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ سے
مراد وہ لونڈیاں ہیں جو دوسرے کی ملکیت ہوں جیسا کہ عبارت مَالِئِدٌ فَاَنْكِحُوهُنَّ بِاَذْنِ
اَهْلِهِنَّ سے ظاہر ہے

= مِنْ فَتْيَتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ - تمہاری باندیاں - کنیزی جو مسلمان ہیں -

= بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ - بعض (جمع البعاض) کے معنی ہیں حصہ - قسمت - ٹکڑا - جزو - کچھ -
کوئی سا - کوئی آدمی - کوئی چیز - کسی - یعنی تم ایک دوسرے کے حصے ہو - ایک دوسرے میں
سے ہی ہو - ایک دوسرے کی ہی جنس سے ہو - انسانی طور پر - بوجہ شرکت اسلام - بوجہ وحدت خیال
بوجہ وحدت دین و ایمان -

= مُحْصَنَاتٌ - مُسْفِحَاتٌ - دیکھو آیہ ماقبل -

= مُتَّخِذَاتٍ - اسم فاعل - جمع مَوْنٌ - اِتَّخَذَ - رَافِعًا (اَخَذَ) مادہ - کسی چیز کو اپنے
تسلط و تصرف میں داخل کر لینا - خواہ ہاتھ سے پکڑ لینا ہو یا کسی کی گرفت کر لینا - باب افتعال
سے اس کے معنی بنانا - اختیار کر لینا - اس باب سے یہ فعل متعدی بدو مفعول ہوگا -

لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا - کہ بنائیں ان میں سے بعض بعض کو اپنا غلام یا تابعدار -

(۳۲-۳۳) بَعْضًا مَفْعُولٌ بِمِ سَخْرِيًّا مَفْعُولٌ لِّ-

مُتَّخِذَاتٍ - بنانے والیاں - پکڑنے والیاں -

= اَخْدَانٍ - خِدْن کی جمع جس کے معنی مصاحب اور رفیق کے ہیں - مگر عام طور پر

اس مصاحب پر بولا جاتا ہے جو جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے ساتھ رہتا ہو - چھپے چھپے
آشنا - مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے -

= مُحْصَنَاتٌ اَخْدَانٍ - تاکہ وہ نکاح کے سنجیدہ فعل سے پاکدامن بن جائیں

اور اعلانیہ زنا کار اور چھپے چھپے یا رہنے والیاں بن کر نہ رہیں -

= اُحْصِنَّ - ماضی مجہول جمع مَوْنٌ غَائِبٌ - اِحْصَانٌ - سے بمعنی حریت - عصمت -

تزویج - اسلام - قید میں رکھنا - نکاح کی قید یا پناہ میں لائی گئیں -

= مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ - جو (سزا) آزاد عورتوں کے لئے ہے

= ذَلِكْ - یہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت کی طرف اشارہ ہے

= اَلْعَنَتَ - گناہ - بدکاری - زنا - تکلیف - مشقت - فساد - ہلاکت - غلطی - غطا - جور

اذیت - عِنْتَ لِعَنْتُ (سمیع) کا مصدر ہے۔ یہاں متفقہ طور پر مفسرین اس سے مراد زنا لیتے ہیں۔

= اَنْ تَصْبِرُوْا - اَنْ مصدر یہ ہے اور فعل کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہوتا ہے ای صَبَرْتُكُمْ - تمہارا صبر کرنا۔

۲۶: ۴ = سُنُّنٌ - سُنَّةٌ کی جمع ہے سُنَّةٌ کے معنی ہیں - راہ - رسم - دستور - طریقہ

جاریہ - يَهْدِيْكُمْ کا مفعول ثانی ہے۔ چلائے تم کو ان لوگوں کی راہوں پر

= يَتَوُوبَ عَلَيْكُمْ - تَابَ يَتُوْبُ (نَصَرَ) تَوَابًا - وَتَوْبَةً وَتَاْبَةً - تَابَ اِلَى

اللّٰهِ - نادم اور پشیمان ہو کر گناہ سے روگردانی کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ تَابَتْ تَوْبَةً کرنے والا۔ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ - اللہ تعالیٰ کا کسی کے گناہ معاف کر کے اس کو اپنے فضل و کرم سے نوازنا۔ تَوَابَتْ (توبہ قبول کرنے والا)

۲۷: ۴ = تَمِيْلُوْا - مَا لَ يَمِيْلُ (صَوَّبَ) مَيْلًا - درمیانی راہ سے کسی ایک طرف ہٹ جا

ایک طرف مائل ہو جانا۔ راست روی سے ہٹ جانا۔ تَمِيْلُوْا - تم بہک پڑو۔ کج روی اختیار

۲۸: ۴ = اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ - تم سے (پابندیوں کا بوجھ) ہلکا کرے۔

يُخَفِّفَ کا مفعول مخذوف ہے۔

۲۹: ۴ = شَرَّاحِي - باہمی رضامندی - آپس کی خوشی - ایک کا دوسرے سے راضی

ہونا۔ (باب تفاعل) مصدر ہے - ی - حرف علت بوجہ ثقالت - آخر سے گر گئی - رضی مادہ

۳۰: ۴ = عُدُوْنَا - عَدَا يَعْدُوْا عَدُوًّا وَعَدُوْنَا وَعَدُوْنَا وَعَدُوْنَا - (باب نصر

زیادت) - ظلم و ستم - سرکشی -

= نَصْلِيْہِ - اَصْلِيْ یُصْلِيْ اَصْلًا - (افعال) سے مضارع جمع متکلم - ہ ضمیر

مفعول واحد مذکر غائب ہم اس کو آگ میں (جہنم میں) داخل کریں گے۔

اَلصَّلٰی (سَمِعَ) کے اصل معنی آگ جلانے کے ہیں۔ (باب افعال) سے آگ میں

پھینکنا۔ آگ یہ ڈالنا۔

۳۱: ۴ = تَجْتَنِبُوْا - اجْتَنَابٌ (افعال) سے اگر تم بچتے رہو گے۔ اجتناب

کرو گے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَجْتَنِبُوْنَ تھا۔ اِنْ جازم فعل کی وجہ سے

فَنِ اَعْرَابِيٍّ كَرِيًّا۔

= تَكْفَرُ عَنْكُمْ۔ تَكْفَرُ۔ جمع متکلم مضارع جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ہم دور کر دیں گے تَكْفِيرُ۔ مصدر بروزن تفعیل۔

= مُدْخَلًا۔ داخل ہونے کی جگہ۔ اسم ظرف مکان۔ مُدْخَلًا۔ مصدر بھی ہے (باب افعال) پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے (یعنی حبّت میں) دوسری صورت میں۔ ہم تمہیں عزت کے ساتھ (جنت میں) داخل کریں گے۔

۳۲: ۴ = لَا تَتَمَنَّوْا۔ مضارع نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تَمَنَّىٰ باب تفعّل سے اصل میں تَتَمَنَّوْنَ تھا۔ لار نہی (جازم فعل) کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم آرزو مت کرو تم ہو س نہ کرو۔ تمنیٰ کا بیشتر استعمال کسی بے حقیقت چیز کے تصور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

التمنی عبارت عن ارادة ما يعمله او يظن انه لا يكون (رازی۔ روح البیان) تمنی وہ ارادہ ہے جو متمنی جانتا ہے کہ پورا نہیں ہو سکتا۔ یہ اس لئے کہ حقیقت کی دنیا میں یہ اس کی استطاعت سے باہر ہوتا ہے ورنہ جہاں تک اس کی اپنی ہمت اور کوشش کا تعلق ہے وہ اسی آیت میں فرمادیا کہ: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا۔ مردوں کے نصیب میں وہی ہے جو انہوں نے کمایا۔ یعنی جو جتنی محنت کرے گا اتنا ہی پھل پائے گا۔ = دَا سَلُّوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ۔ داؤ کا عطف وَلَا تَتَمَنَّوْا پر ہے یعنی بے کار ہو س نہ کرو بلکہ وہی چیز اللہ سے طلب کرو۔ لَا تَتَمَنَّوْا مَالِ النَّاسِ دَا سَلُّوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهِ۔ جو چیز لوگوں کو دی گئی ہے اس کی تمنّا مت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے خزانوں سے ویسی نعمت کی طلب کرو۔

۳۳: ۴ = بِكُلِّ شَيْءٍ مُّشْتَرِكٍ۔

= مَوَالِي۔ مَوَالِیٰ۔ کل جمع۔ چچا کے بیٹے۔ (بنوی) عصبات (مجاہد) کلالہ (البصالح) عام وارث (کلبی) دوست۔ مَوَکَل۔ محافظ (۴۴: ۴۱) آقا۔ مالک (۶: ۷۶)

= عَقْدَاتٌ۔ اس نے باندھا۔ عَقْد سے جس کے معنی باندھنے۔ گرہ باندھنا۔ سو گند کھانا۔ کسی چیز کے اطراف کو آپس میں جمع کر دینا (باب ضرب) عَقْدَةٌ گرہ۔ عَقْدٌ جمع۔ نَفْثٌ فِي الْعُقَدِ۔ گرہوں میں بھونکیں مارنے والیاں۔

عَقْدٌ۔ عہد باندھنا۔ قول و قرار۔ عہد و پیمان۔ اس کی جمع عُقُودٌ ہے۔ عَقْدِ یَمِینِ عہد و پیمان کی پختگی =

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے۔
= وَلِكُلِّ جَعَلْنَا..... وَالْأَقْرَبُونَ۔ اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔

۱۔ کُلِّ مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ احدٍ محذوف ہے۔

۲۔ کُلِّ مضاف ہے اور مالِ اس کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ اس مال کی صفت ہے۔

پہلی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ”ہر ایک شخص کے لئے اس ترکہ کے متعلق جو اس نے چھوڑا ہے ہم نے وارثان مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں الوالدان وَالْأَقْرَبُونَ وارثان (موالی) کی صفت ہے یعنی یہ وارثان والدین اور قریبی رشتہ دار ہیں۔

دوسری صورت میں ترجمہ یوں کیا جائے گا۔ ہر مال کے لئے جو والدان اور اقربوں نے ترکہ میں چھوڑا ہے ہم نے وارث (موالی) مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں والدان وَالْأَقْرَبُونَ موروثین ہیں۔

دوسری صورت جہور کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضی سے یہی مروی ہے

= وَالَّذِينَ عَقَدَتْ..... نَصِبُهُمْ۔ نیا فقرہ ہے

وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ۔ (اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے) سے کیا مراد ہے بعض نے اس سے مراد وہ عورتیں لی ہیں جن سے تمہارا عہد و پیمان (نکاح) بندھ چکا ہو (ترجمان القرآن ابوالکلام) لیکن اکثریت نے اس سے مراد وہ اشخاص لئے ہیں جن سے زندگی میں باہمی عہد و پیمان وراثت ہو چکا ہو۔ یہ رسم عہد باہمت سے بھی چلی آرہی تھی اور ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں ایک انصاری کی وفات کے بعد اس کا مہاجر بھائی بند وراثت ہوتا۔

اس آیت نے اس طریقہ کو منسوخ کر دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو۔ ان کی خیر خواہی کرو ان کو فائدہ پہنچاؤ۔ لیکن میراث انہیں نہیں پہنچتی۔ (ابن کثیر۔ عبداللہ یوسف علی)
بعد میں یہ دستور مابین انصار و مہاجرین آیت ۳۳ : ۶ سے منسوخ ہو گیا۔

۳۴ : ۴ = قَوَّامُونَ۔ جمع مرفوع۔ قَوَّامٌ۔ واعد صیغہ مبالغہ۔ نگران۔ سرپرست۔ محافظ۔ مسلح۔ برتر۔ قَوَّامٌ یَقِیْمُ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارہ یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلاتے اور اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔

= بِمَا۔ بوجہ۔ بسبب یہ ہے اور ما مصدریہ۔

= بَعْضَهُمْ۔ میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مردوں کے لئے ہے اور بَعْضُ عورتوں کے لئے (مدارک)

= فَالْصَّالِحَاتُ۔ پس نیک بیبیاں (وہ ہیں جو آگے بیان ہوئی ہیں)

= قَتَلَتْ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ فرماں بردار، اطاعت گزار۔ قَتَلَتْ سے قَاتِلٌ (مذکر مضارع) اور عاجزی کرنے والا۔ نماز میں طویل قیام کرنے والا۔ بندگی پر قائم و دائم رہنے والا۔ کُلُّ لَهَا قَتِلَتْ

(۱۱۶:۲) سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا (۱۲۰:۱۶) بے شک ابراہیم (لوگوں کے) امام اور (خدا کے) فرمانبردار تھے۔

= حِفْظٌ تَلْغِیْبٌ۔ مردوں کی عدم موجودگی میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں شوہروں کی عزت و آبرو کی ان کے نفع و نقصان کی اور ان کے بھیدوں کی حفاظت کرنیوالیاں (لام بمعنی فنی ہے) = بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ۔ جیسا کہ حفاظت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت و آبرو کی۔ ان کے حقوق کی۔ ان کی نگہداشت و نان و نفقہ کی مردوں کو حکم دے کر۔ بمائیں بسبب اور ما مصدریہ۔ یا اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔

(عبداللہ یوسف علی)

= تَخَافُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرتے ہو۔ تمہیں خوف ہو۔ خَوْفٌ (باب سیم) مصدر = نَشُوْرُهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ مصدر۔ باب نصر۔ ضرب) ان کی سرکشی۔ ان کی نافرمانی۔ مراد شوہر سے نفرت۔ اطاعت گریز۔ شوہر کے مقابلہ میں غور۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فعل تَخَافُونَ کا مفعول ہے۔

= فَعِظُوْهُنَّ۔ عِظُوا۔ امر جمع مذکر حاضر و عِظٌ سے هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ تم ایسی صورتوں کو نصیحت کرو۔ ان کو سمجھاؤ (باب ضرب) ابن فارس کہتے ہیں کہ اَلْوَعْظُ کے معنی خوف دلانے اور ڈرانے کے ہیں۔

= اَلْمُضَاجِعُ۔ اسم ظرف جمع المضجع واحد۔ بستر۔ خواب گاہیں۔ اضجع واضطجع پہلو کے لیٹنا۔ الضَّجِيعُ ساتھ لیٹنے والا۔

= فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِمْ سَبِيْلًا۔ بَغَى۔ تلاش کرنا۔ ڈھونڈھنا۔ چاہنا۔ عَلٰی بمعنی خلاف۔ یعنی پھر ان کے خلاف (کوئی ظلم کی) راہ تلاش مت کرو۔

تَبْغُوا اصل میں تَبْغُوْنَ تھا لاغربی کے سبب نون اعرابی گر گیا۔

۲۵:۲ = شِقَاقٌ۔ اَلشَّوْخُرُ۔ شکاف کہتے ہیں۔ جیسے شَقَقْتُہُ بِذِصْفَائِیْہِ میں نے

سے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ قرآن کریم میں ہے لَمَّا شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقَاقًا (۱۲۶:۸۶)

برہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ (۱:۸۴) جب آسمان پھٹ بلنے لگا۔

نَشِوْ (بکسرش) اس مشقت کو کہتے ہیں کہ جو تنگ و درو سے بدن یا جسم کو لاحق ہوتی ہو۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا نَفْسُہِ (۷:۱۶) مگر جان پر مشقت جھیلنے کے بعد۔

لَشِقَاقٌ۔ کے معنی مخالفت، عداوت۔ ناچاقی۔ کے ہیں۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ شِقْ طرف

شفاق بمعنی الگ الگ (مخالف) طرفوں میں ہونا۔

= فَاَبْعَثُوا۔ تم بھیجو۔ تم بلا بھیجو۔ تم اٹھاؤ۔ مقرر کرو۔ بَعَثٌ سے باب فتح امر کا صیغہ جمع مذکر کا

= حَكَمًا۔ مفعول بہ۔ منصف۔ بیچ۔ فیصلہ کرنے والا۔ حَكَمٌ سے صفت شجرہ کا صیغہ واہ

جمع۔ سب کے۔ لے استعمال ہوتا ہے۔ فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں۔ حاکم سے زیادہ بلیغ

— یُرِيدُ۔ تثنیہ مذکر غائب اس سے مراد در بیچ۔ ایک خاندان کی طرف سے ایک بیوی کی طرف سے۔ اصل

یُرِيدُ ان تھا۔ اُن ناصبہ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

= يُوَفِّي اللّٰهُ۔ يُوَفِّي مزارع مجزوم مکسور بالوصل واحد مذکر غائب تَوْفِيٌّ مصدر باب تَفْعِيل مَوَات

پیدا کر دے گا۔

= بَيْنَهُمَا۔ میں ہما ضمیر تثنیہ مؤنث، غائب مرد اور عورت کے لئے ہے۔

۳۶:۱۴ = وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔ اس کی تقدیر ہے وَاحْسِنُوا بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا۔

= وَبِذِي الْقُرْبَىٰ۔ اَيِّمَا نَكُم۔ میں ذَوِ الْقُرْبَىٰ۔ وَالْيَتَامَىٰ۔ وَالْمَسْكِينِ۔

وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ وَالْجَارُ الْجَنْبُ۔ وَالصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ وَابْنُ السَّبِيلِ۔ اور مَا مَلَكَتْ

اَيِّمَا نَكُم سے پہلے اَحْسِنُوا محذوف ہے۔

= الْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ الْجَارُ۔ جو جوار میں یعنی پہلو میں رہنے والا ہو بمعنی پڑوسی ذوی القربا

قربا بت دار ہو۔ یعنی رشتہ دار پڑوسی الجار الجنب۔ جُنُبُ بمعنی دور۔ اجنبی۔ یعنی وہ پڑوسی جو رشتہ

دار نہ ہو۔ صاحب بالجنب۔ پہلو کا رفیق۔ قریبی دوست سفر کا ساتھی۔ ابْنُ السَّبِيلِ۔ مسافر

= مُخْتَلًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کَانَ۔ اِخْتَالَ (افتعال) مصدر۔ معنی اکرنا

والا۔ اترانے والا۔ اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا۔

= فَخُودًا۔ خبر ثانی۔ کَانَ۔ مبالغہ کا صیغہ فاخر سے فَعُول بمعنی فاعِل بہت فخر کرنے والا

گھمنڈ کرنے والا۔ اترانے والا۔ شیعنی خور۔

۳۷:۱۴ = يَبْخُلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جُبُلٌ (باب سَمِعَ) مصدر وہ بخل کرنے

ہیں۔ کنجوسی کرتے ہیں۔

= فَضْلِهِ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ فضل کے معنی مال۔

برتری۔ قوت۔ حسن۔ مرتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ علم۔ وغیرہ میں زیادتی کے ہیں

= اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِعْتَادُ مصدر۔ عَتَدُ مادہ۔ اَلْعَتَا

ضرورت کی چیزوں کا پہلے سے ذخیرہ کر لینا یہی معنی اِعْدَادُ کے ہیں۔

اَعْتَدْنَا بَرُوزِنَ اَفْخَلْنَا۔ اِعْتَادُ سے فعل ماضی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اصل میں اَعْدَدْنَا ہے۔ ایک دال کو ت میں تبدیل کیا گیا ہے۔

۳۸:۴ = یَكُونُ۔ مضارع مجزوم فعل ناقص کُونُ سے (باب نصر) اصل میں یَكُونُ تھا۔ مَن جازم فعل کی وجہ سے ن ساکن ہو گیا۔ اجتماع ساکنین (واو۔ نون) کی وجہ سے واو گر گئی۔ قَرِیْنًا۔ بروزن فعل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے (باب کوم) سا تھی۔ دوست۔ اس کی جمع قُرُونًا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ وَ قِضْنَا لَهُمْ قُرُونًا۔ (۲۵: ۴۱) اور ہم نے شیطان کو ان کا ہم نشین مقرر کر دیا۔

ایک زمانہ کے لوگ یا امت قُرُونُ کہلاتی ہے۔ اس کی جمع قُرُونٌ ہے جیسے قُرُونِ اُولٰی۔ پہلی امتیں۔ قُرُونُ جانور کا سینگ بھی ہے۔ ذوالقرنین دو سینگوں والا۔ یہاں سینگ تشبیہ کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

= آیات ۳۶ = ۳۷ - ۳۸۔ میں مُخْتَلًا فَخُورًا۔ ان اشخاص کے لئے ہے جو اپنے مال و دولت، عزت و جاہ، وغیرہ پر اتراتے ہیں۔ اور فخر کرتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَبْخُلُوْنَ الخ۔ مُخْتَلًا فَخُورًا کی صفت ہے۔ کافرین سے مراد یہی مندرجہ بالا گروہ ہے کہ کفرانِ نعمت سے کام لیتے ہوئے اللہ کے دیئے ہوئے فضل پر بیجا گھنٹہ کرتے ہیں۔ اس کے صحیح استعمال میں کبھی کسی کرتے ہیں دوسروں کو اس کے صحیح استعمال سے منع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔

= اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ کی تین صورتیں ہیں

۱۔ یہ اَلَّذِیْنَ یَبْخُلُوْنَ۔ پر عطف ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اللہ ان لوگوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔ جو اپنا مال دکھا فے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ الخ
۲۔ یہ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ پر عطف ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے بھی جو اپنا مال دکھا فے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ الخ ہم نے ان کے لئے بھی رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے

۳۔ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ۔ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

اس صورت میں اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ بتدار اس کی خبر محذوف (فلهم الشیطان قَرِیْنًا۔ تو شیطان ان کا ساتھی بھڑا، اور جس کا ساتھی شیطان ہو) تو وہ

جان لے کہ شیطان) بہت بُرا ہے ایک سادھی کی حیثیت سے۔

۴: ۳۹ = وَمَا ذَاَعَلَيْكُمْ - اور کیا تکلیف ہوتی ان کو۔ اور کیا مصیبت آجاتی ان پر۔ اور کیا نقصان ہو رہا ان کا۔

۴: ۴۰ = مِثْقَالَ - وزن۔ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ - ایک ذرہ کے وزن کے برابر۔ ثَقُلَ مادہ - باب کرم اسم آلہ ہے۔

= تَكُ - اصل میں تَكُونُ تھا۔ ان کے عمل سے واو حرف علت حذف ہو گیا۔ اور نون کو بھی خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرت استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا کُون سے مضارع واحد مذکر غائب۔ افعال ناقصہ میں سے ہے۔ وہ ہوتی ہے وہ ہوگی = يُضَاعَفُهَا - مضارع معروف۔ مجزوم بوجہ جواب شرط۔ مُضَاعَفَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو حسنة کی طرف راجع ہے۔ وہ اس کو بڑھا دیگا۔ دو چند کر دے گا = مِنْ لَدُنْهُ - اس کی طرف سے (یہاں) اپنی طرف سے۔ لَدُنْ - ظرف مکان رَبَّنَا اِنَّا مِنْ لَدُنْكَ دَحْنَةً - اے رب ہمارے ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما۔

اور ظرف زمان - اَقْعَمْتُ عِنْدَكَ مِنْ لَدُنْ طُلُوعِ الشَّمْسِ إِلَى غُرُوبِهَا - میں اگر یاس طلوع آفتاب غروب آفتاب تک مقیم رہا۔

۴: ۴۲ = يَوَدُّ - مضارع واحد مذکر غائب يَوَدُّ (باب سماع) مصدر۔ وہ پسند کرتا ہے وہ آرزو کرتا ہے یا کرے گا۔

لَوْ تَسَوَّى بِهِمُ الْاَرْضُ - کاش انہیں دبا کر اوپر سے مٹی برابر کر دی گئی ہوتی۔ تَسَوَّى وہ برابر کر دی گئی۔ وہ برابر کر دی جائے۔ وہ ملا دی جائے۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ زمین ان کو اپنے اندر لے کر برابر ہو جاتی۔ لَوْ مصدر یہ بھی ہو سکتا ہے جملہ بتاویل مفرد يَوَدُّ کا مفعول ہوگا۔ اِی يَوَدُّونَ اَنْ يُّدْفَنُوْا -

= مَدِيْنًا - بات۔

۴: ۴۳ = سُكَارَى - سَكَوَاتُ کی جمع ہے سَكْرٌ وَسَكْرٌ - سَكِرَ - (سَمِعَ) سَكِرًا

من الشراب - شراب سے مدہوش ہو جانا

وَأَنْتُمْ سُكَارَى - دریاں حالیکہ تم شراب کے نشہ میں ہو۔

= وَلَا جُنُبًا - اور نہ حالت جنابت میں۔ دریاں حالیکہ تم پر غسل واجب ہو۔

= عَابِرِي سَبِيلٍ - عَابِرِي - اسم فاعل جمع مذکر۔ گزرنے والے۔ عبور کرنے والے۔ راہ چلنے

مسافر۔ عَابِرٌ۔ اصل میں عَابِرٌ تھا بوجہ اضافت نون جمع ساقط ہو گیا۔

= الْغَائِطُ۔ نشیبی وسیع میدان۔ مراد قضاے حاجت کا مقام۔ یا قضاے حاجت عرب قضاے حاجت کے لئے نشیبی میدان میں جایا کرتے تھے کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں۔ اس لئے بطور کنایہ براز یا قضاے حاجت کا مقام ہے۔ عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے
وَكَمْ مِنْ غَائِطٍ دُونَ سَلْمَى۔

اور سلمیٰ سے ادھر اور بھی وسیع میدان ہیں۔

= تَيْمَمُوا۔ تم قصد کرو۔ تم ارادہ کرو۔ تم تیمم کرو۔ تَيْمَمٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تیمم کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی کا یا اس چیز کا جو پاک مٹی کا قائم مقام ہو قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔

= صَعِيدًا۔ زمین خاک۔ الصَّعُودُ کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ صَعِيدٌ کالفظ وَجْهٌ الدَّرَیْضِ۔ یعنی زمین کے بالائی حصہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

۴۴: ۴ = اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ کہ تم راہ راست سے ہٹ جاؤ۔ بہک جاؤ۔

۴۵: ۴ = كَفَىٰ بِاللّٰهِ وَلِيًّا۔ كَفَىٰ يَكْفِي (ضرب) كَفَايَةُ الشَّيْءِ۔ کسی شے کا کافی ہونا۔ کسی چیز پر قناعت کرنا اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا۔ وَلِيًّا۔ صفت مشبہ (فَعِيلٌ) وَلَايَةٌ محافظ۔ حامی۔ بچانے والا۔ کار ساز۔ مددگار۔ دوست۔ رفیق۔ كَفَىٰ بِاللّٰهِ۔ میں اللہ فاعل ہے ب زائدہ کی وجہ سے مکسور ہے۔ وَلِيًّا تمیز ہے بطور دوست اللہ ہی کافی ہے۔

۴۶: ۴ = هَادُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب هُوْدٌ۔ مصدر۔ باب نصر۔ وہ یہودی ہوئے ہیں مِنَ الَّذِينَ هَادُوا۔ جو یہودی ہیں ان میں سے بعض لوگ۔

= يُحَرِّفُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تحریف (تفعیل) مصدر۔ تحریف کرتے ہیں۔ بدل ڈالتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ تحریف خواہ لفظی ہو یا معنوی یہاں دونوں مراد ہیں۔

= الْكَلِمَہ۔ جنس جمع ہے۔ کَلِمَةٌ واحد ہے۔ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَہَ عَنْ مَوَاضِعِہِ کلمات کو ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں (یہاں کلمات سے مراد کلماتِ تورات ہیں)۔

= مَوَاضِعِہِ۔ اسم ظرف جمع مَوْضِعٌ واحد۔ وَضَعَ مصدر باب فتح۔ رکھنے کے مقامات۔ اصلی جگہوں سے وَضَعَ اتار کر رکھ دینا۔

= اِسْمَعُ۔ تَوْسُن۔ سماع و سماعۃ۔ سے امر کا صیغہ۔ واحد مذکر حاضر۔

== غَيْرُ مُسْمَعٍ - مُسْمَعٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ باب افعال۔ اِسْمَاعٌ مصدر نہ سنا گیا۔

وَأَسْمَعُ غَيْرُ مُسْمَعٍ ۱ سنیئے نہ سنوائے جاؤ۔ کا محاورہ دو طرح بولا جاتا ہے۔

(۱) ایک بددعا کے طور پر۔ سنو تم بہرے ہو باؤ کچھ نہ سن سکو۔

(۲) دوسرا دعا کے طور پر۔ سنو۔ تمہیں کوئی ناگوار بات نہ سننی پڑے۔

== رَاعِيْنَا۔ ہماری رعایت کر۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہمارا خیال رکھ۔ مَرَاعَاةٌ سے امر کا صیغہ

واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ مزید دیکھیں ۱۰۴: ۲

== لِيْنَا۔ مصدر موڑنا۔ مردڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوِيْ يَلْوِي (ضَرْبٌ) زبان کو مروڑ کر

یہود ایک تو تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے تھے۔ کہ اس میں جو حصص حضور

بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت یا ان کی صفات کے متعلق تھے۔ ان کو حرفاً یا معنی تبدیل کر دیتے

تھے۔ دوسرے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور ان کو دعوت حق دی

جاتی تھی تو وہ کہتے تھے۔

(۱) سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یعنی یاواز بلند تو یہ کہتے ہیں سَمِعْنَا (ہم نے سن لیا۔ سمجھ لیا) اور

بعد میں آمہتہ سے یہ بھی کہہ دیتے۔ عَصَيْنَا۔ ہم قبول نہیں کرتے۔ ہم انکار کرتے ہیں ہم نہیں مانتے

(۲) اِسْمَعُ غَيْرُ مُسْمَعٍ۔ جو دعا اور بددعا دونوں کے معنی میں لئے جاسکتے ہیں تشریح اور پرکھ چکی

(۳) اور کہتے رَاعِيْنَا۔ (معنی اوپر دیئے گئے ہیں۔ مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ۱۰۴: ۲)

لِيْنَا۔ مصدر ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے

طَعَنَ فِي الدِّينِ (دین پر طعنہ زنی کرتے ہوئے) بھی ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے اور ان

کی نیت کو ظاہر کرتا ہے۔

فرمایا۔ اگر وہ مندرجہ بالا دو معنی فقرات کی بجائے نیک نیتی سے (۱) سَمِعْنَا أَلْهَعْنَا۔

(۲) اِسْمَعُ۔ توجہ فرمائیے۔ (۳) اُنْظُرْنَا۔ ہم پر نظر فرمادیں۔ ہماری طرف التفات فرمادیں۔ تو انہی

کے لئے بہتر اور درست ہوتا۔

۴۔ ۴ = نَطَمَسَ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنَّ۔ جمع متکلم۔ طَمَسَ مصدر باب

ضَرْبٍ وَنَصَرَ، کہ ہم صورت بگاڑ دیں۔ طَمَسَ کے اصل معنی مٹانا۔ بگاڑنا اور پاٹ

دینا کے ہیں متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے

== خَنَزَرًا۔ مضارع جمع متکلم دَرَّسَ سے باب نصر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب

جو دُجُو ہا کی طرف راجع ہے۔ ان کو پھیر دیں ان کا رُخ ان کی پیٹھوں کی طرف۔ عَلٰی اَذْبَارِهَا

ادبار جمع دبر کی۔ بمعنی پیٹھ) پھیر دیں۔

== نَلْعَنَهُمْ۔ مضارع جمع متکلم لَعَنَ مصدر (فتح) هَمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم اُن پر لعنت کریں، لَعَنَّا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے لعنت کی

اَصْحَابِ السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن والے۔ ۵۳۶ء سے ۶۲۸ء کے درمیان یہودیوں کے نبی یرمیاہ اور نبی حزقیل علیہما السلام کے وقت میں یہودیوں کو سبت یعنی ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایک گروہ نے خلاف درزی کرتے ہوئے صریحاً خلاف درزی کی دوسرا گروہ باز رہا لیکن پہلے گروہ کو منع نہ کیا۔ تیسرے گروہ نے سرگرمی سے پہلے گروہ کو اس خلاف درزی سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر نہ انکی لعنت نے ان کو آیا۔ اور پہلے گروہ کے چہرے مسخ کر کے ان کو بندروں کی شکل دیدی گئی۔

۴۸: ۴ = اِفْتَرٰی۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اِفْتَرٰءٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ یعنی اس نے گناہ عظیم کا ارتکاب کیا۔

۴۹: ۴ = يُزَكِّیْهِمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَزَكِيَةٌ مصدر۔ باب تفعیل۔ پاک قرار دیتے ہیں تزکیہ نفس کی دوسورتیں ہیں۔

ایک تزکیہ بالفعل۔ اچھے اعمال کے ذریعہ جو محمود طریقہ ہے۔ جسے قرآن مجید میں آیا ہے فَدَّ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى (۸۷: ۱۴) جس نے تزکیہ نفس کیا وہ فلاح پا گیا

دوسرا تزکیہ بالقول۔ انسان خود اپنے اچھا ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ طریقہ مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مَثَلًا لَا تَزَكُّوا اَنْفُسَكُمْ۔ (۵۳-۲۲) اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراؤ۔ یہاں اس آیت میں دوسرا طریقہ مراد ہے۔

== فَتَيِّدًا۔ باریک دھاگہ۔ ڈورا جو دو انگلیوں میں بکڑ کر ٹاجاتا ہے۔ کھجور کی گٹھلی کے شکاف میں جو ڈورا یا سوتا ہوتا ہے وہ بھی فتیل کہلاتا ہے مراد قلیل۔

۵۰: ۴ = وَكَفٰی بِہِمْ اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ اور یہی کھلا گناہ ہے ب زائد ہے ضمیر واحد مذکر غائب یہ جملہ یَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ کے لئے ہے جو اس جملہ میں فاعل ہے۔ نیز ملاحظہ ہو (۴: ۲۵) اور یہی افتراء علی اللہ ان مفتریوں کے لئے بطور ایک صریح گناہ کے کافی ہے۔

۵۱: ۴ = جِبْتٍ۔ بُت۔ جادوگر۔ شیطان۔ جادو۔ جبت اور طاغوت سے ہر وہ جنس مراد ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جائے۔ خواہ وہ بُت ہو یا آدمی ہو یا جن۔ یا شیطان طَلْعُوْتَ۔ شیطان۔ حق سے روکنے والا۔ بُت۔ معبود باطل۔ سحر کش۔ سحریت۔ طاعنی۔

طَغَىٰ مَادَّة۔ طَغَىٰ يَطْغَى طُغْيَانًا۔ سرکشی کرنا۔ اَطْغَاءُ (افعال) اسے سرکشی طغیان پر ابھارا۔
 اِنَّ الَّذِيْنَ لِيَطْغَىٰ۔ بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے۔

= هُوَلَاءَ۔ مراد الَّذِيْنَ كَفَرُوا۔ وَ۔ يَقُوْنُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ کافروں سے کہتے ہیں کہ
 اَنْتُمْ هُوَلَاءُ اِهْدِيْ۔۔۔۔۔ سَبِيْلًا۔ (تم ہی وہ لوگ ہو جو اہل ایمان سے زیادہ راہ راست

پر ہو) (الخازن)

لِلَّذِيْنَ۔ بمعنی ان کے متعلق۔ یعنی وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں
 کی نسبت زیادہ راہ راست پر ہیں۔

۵۳:۴ = فَاِذَا۔ اگر ایسا ہوتا تو۔ اس وقت۔ حرفِ جزا ہے، جواب اور جزاء کے لئے آتا ہے
 = لَا يُؤْتُوْنَ۔ نہیں دیتے ہیں۔ نہ دیتے۔

= نَفِيْرًا۔ اسم منصوب۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا۔ مراد حقیر ترین چیز۔

۵۴:۴ = فَقَدْ اَتَيْنَا آلَ اِبْرٰهِيْمَ۔ تو یاد رہے ہم نے چکے ہیں (قبل ازیں) آل ابراہیم کو
 کتاب و حکمت اور عظیم سلطنت۔ مثلاً حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو۔ یعنی ایسی ہی نعمت
 قبل ازیں آل ابراہیم کو بھی تودی جا چکی ہے پھر یہ اب مومنوں کو وہی نعمت دیئے جانے پر کیوں
 جلتے ہیں۔

بعض کے نزدیک الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ مراد ہیں۔

۵۵:۴ = اٰمَنَ بِہٖ۔ اے بالبنی صلی اللہ علیہ وسلم و ما اَنْزَلَ اِلَیْہِ۔ یعنی ان میں سے
 کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان پر نازل شدہ کلام الہی پر ایمان لے آئے۔

= صَدَّ عَنْہُ۔ صَدَّ۔ روکنا۔ رُکْنَا۔ صَدَّ يَصُدُّ (نَصَرَ) صَدَّ وَصَدَّ وَدَّ۔ مصدر

واحد کا صیغہ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بعض اس سے باز رہے۔ یعنی ایمان نہ لائے

= دَكْفًۢی بَجْہَتِّمْ سَعِيْرًا۔ جَعَتَّمَ بوجہ عجبہ اور تانیث غیر منصرف ہے۔ لہذا اس کا اعراب
 فتح سے آیا ہے۔ یہ فاعل ہے کَفًی کا۔ سَعِيْرًا تمیز ہے اور دھکتی ہوئی آگ کے طور پر جہنم
 ان کے لئے کافی ہے۔

۵۶:۴ = نُصَلِّيْنٰم۔ ہم ان کو داخل کریں گے۔ نیز ملاحظہ ہو مول ۴: ۳۰۰

= کُلَّمَا۔ کُلٌّ اور مَا سے مرکب ہے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلٌّ ہمیشہ

منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ ما حرف مصدری ہے
 یا اسم مکررہ ہے۔ بمعنی وقت کے۔ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے کُلَّمَا اَصْبَحَ لَہُمْ مَقَسُوْا

فِيهِ (۲: ۲۰) اور آیت لہذا۔

= نَضَجَتْ - واحد مَوْنَتْ غَائِب ماضی معروف لَضَجْ مصدر (سمع) پک جائیں گی
ران کی کھالیں، نَا ضَجَّ - پکا ہوا گوشت - پکا ہوا پھل۔

۵۷: ۴ = ظِلًّا ظَلِيلًا - ظِلٌّ - سایہ - پرچھائیں۔

ظَلِيلٌ صیغہ صفت ہے گھنی چھاؤں - ٹھنڈا سایہ - ظِلٌّ کے بعد اسے تاکید کے لئے لایا
گیا ہے - یعنی ہم ان کو گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے - ربیع بن انس کہتے ہیں کہ ظِلًّا ظَلِيلًا
سے مراد عرش کا سایہ ہے جو کبھی زائل نہ ہوگا۔

۵۸: ۴ = تَوَدُّدًا - تم ادا کرو - اصل میں تَوَدُّدٌ تھا - اَنْ حرف ناصبہ کے آنے سے نون
اعرابی گر گیا - مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر - تَأْدِيَةٌ (باب تفعیل) سے ادى - ادو - مادہ
الَدَّاءُ - یکبارگی اور پورا پورا حق دے دینا۔

= نِعِمًّا - یہ لفظ مرکب ہے نِعِمَّ اور مَا سے - بمعنی بہت عمدہ - بہت اچھا - نِعِمًّا
لِعِظْمِكُمْ بِهِ - کیسی ہی عمدہ بات کی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔

۵۹: ۴ = تَأْوِيلًا - تَأْوِيلٌ بروزن تَفْعِيلٌ - اَوَّلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے
کے ہیں - اسی لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مَوَائِلَ کہتے ہیں

اَوَّلِ الشَّيْءِ اِلَيْهِ اس کی چیز کو واپس لوٹا دو - يقال في الدُّعَاءِ اَوَّلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ ضَا
خدا تمہاری گم شدہ چیز کو واپس دلائے - اَحْسَنُ تَأْوِيلًا انجام کار بہتر ہے۔

Best and most suitable for final determination

۶۰: ۴ = يَرْغُمُونَ - مضارع جمع مذکر غَائِب - زَعَمٌ مصدر - باب نصر - وہ گمان کرتے ہیں
وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

= يَتَحَاكَمُونَ اِلَى - مضارع جمع مذکر غَائِب (اصل میں يَتَحَاكَمُونَ تھا - نون اعرابی
اَنْ ناصبہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا - تَحَاكَمٌ - تَفَاعُلٌ - مصدر - تَحَاكَمَ اِلَى الْحَاكِمِ - باہمی
جھگڑے کو کسی حاکم کے پاس فیصلہ کے لئے لے جانا - يُؤَيِّدُونَ الطَّاعُونَ - یعنی دعویٰ
تو یہ کرتے ہیں کہ جو کلام آپ پر نازل ہوا ہے اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان
لے رکھتے ہیں - اور ادھر باہمی جھگڑے کے فیصلے کے لئے ان لوگوں کے پاس لے جائیں جو اللہ تعالیٰ
سے سرکش ہیں۔

== وَحَدَّ امْرُؤًا یہ۔ حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ انکار کریں۔ باز رہیں ایسے لوگوں سے (طاغوت سے) کیونکہ ان کو تو حکم یہ تھا کہ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ (آیہ ماقبل)

۶۱: ۴ = تَعَالَوْا۔ تَعَالَى (تفاعل) جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَعَالٍ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔

بعض علماء کے نزدیک یہ عَلُو سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعت منزل کے ہیں گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ اہل لغت نے تَعَالٍ کو مطلقاً عَلُمُ (چلے آؤ۔ آؤ) کے معنی میں لیا ہے۔
== يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا۔ صَدَّ۔ مصدر بمعنی رکنا۔ باز رہنا۔ روک دینا۔ باز رکھنا۔ فعل لازم و متعدی ہر دو صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدَّ يَصُدُّ (نَصَرَ) بواسطہ عَنْ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ روک دینا۔ پھیر دینا۔ صَدِيدٌ مصدر (ضَرَبَ) رونا پینا۔ چیخنا۔ تَصْدِيدٌ مصدر (تَفْعِيل) تالی بجانا۔ صُدُودًا۔ آخر میں تاکید کے لئے ہے۔

۶۲: ۴ = اِنْ اَرَدْنَا۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

== تَوْفِيقًا۔ توفیق کے معنی ہیں دو چیزوں میں مطابقت کرنا۔ اسی لئے عرف عام میں تقدیر کے موافق اچھے اعمال سرزد ہونے کا نام توفیق ہے۔ یہاں مراد اصلاح باہمی اور ملاپ کے ہیں۔ باہمی مصالحت۔

۶۳: ۴ = فِيْ اَنْفُسِكُمْ۔ ان کے اپنے متعلق۔ ان کے لئے۔

== بَلِيغًا۔ اثر کرنے والا۔ پہنچنے والا۔ بلاغت والا۔ فَعِيلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ان سے ان کے حق میں اثر کرنے والی بات کہہ۔

۶۴: ۴ = اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جب وہ ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر جَاءُ ذٰلِكَ تمہارے پاس آجاتے۔ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اللہ سے بخشش طلب کرتے۔ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے۔

== لَوْ جَدُّوْا رَحِيْمًا جواب شرط۔

۶۵: ۴ = فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ اس جملہ میں فَلَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ نفی کے لئے۔ اِی لَیْسَ اَلَا مُرُکَمَا یَقُوْلُوْنَ یعنی بات وہ نہیں جو یہ کہتے ہیں یعنی

وہ جو قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اِنْ اَدْرٰنَا اِلَّا اِحْسَانًا وَّ تَوْفِیْقًا غلط کہتے ہیں۔ جھوٹ بکتے ہیں بلکہ تیرے رب کی قسم بات یہ ہے کہ لَا یُؤْمِنُوْنَ الخ۔
ب۔ یہ لَا تاکید کے لئے ہے یعنی قسم کی تاکید میں۔

ج۔ یہ نفی کے معنی میں ہے اور لَا یُؤْمِنُوْنَ کی نفی کی تاکید میں یعنی نہیں۔ تیرے رب کی قسم۔ یہ ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتے الخ۔ اس کے قریب قریب اُردو میں بھی ہم بولتے ہیں کہ نہیں خدا کی قسم یا یہ نہیں کروں گا۔ مطلب یہ کہ میں ہرگز ہرگز یہ نہیں کروں گا۔

= یُحَكِّمُوْكَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ لَکَ ضَمِیْرُ مَفْعُولِ واحد مذکر حاضر۔ حَکَمَ یُحَكِّمُ۔ تَحَكُّمًا (تفعیل) کسی کو منصف بنانا۔ یعنی جب تک آپ کو منصف نہ بنائیں گے۔

= شَجَرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ باب نصر۔ اختلاف ہوا۔ جھگڑا ہوا۔ شَجُوْرٌ سے جس کے معنی آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کے ہیں۔

= قَضَیْتَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَیْ یَقْضِی (باب ضرب) قضاء مصدر تو نے فیصلہ کر دیا تو نے حکم دیا۔

= حَرَجًا۔ تنگی۔ مضائقہ۔ حرج۔ خلش۔

۶۶: ۴ = مَا یُوعَظُوْنَ بِہِ۔ میں مابیانہ ہے۔ یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

= اَشَدَّ تَثْبِیْثًا۔ اَشَدَّ پختہ تر۔ اَفْعَلُ التَّفْضِیْلِ کا صیغہ۔ تَثْبِیْثًا مصدر باب تفعیل۔ ثابت کرنا۔ ثابت رکھنا۔ یعنی ان کے ایمان میں ثابت قدمی کی پختگی کا باعث ہوتا۔ یعنی اس طرح وہ سختی سے اپنے ایمان میں ثابت قدم ہو جاتے۔

۶۷: ۴ = اِذَا۔ حرف جزا ہے۔ جواب شرط۔ جزا کے لئے آتا ہے تب۔ اس وقت۔

(دیکھو ۵۳: ۴) اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف کی صورت میں بدل لیتے ہیں۔ یہاں اِذَا۔ وہ جواب ہے جس کا سوال مقدر ہے۔ جیسے کہ سوال ہے کہ اس خَیْرًا اَللّٰہُمَّ اور اَشَدَّ تَثْبِیْثًا کے بعد پھر کیا ہوتا تو جواب ہے۔ تو پھر ہم ان کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتے۔

= مِنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے لَدُنْ ظرف زمان ہے تو نہایت وقت کی ابتداء پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے اَقَمْتُ عِنْدَکَ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰی غُرُوْبِہَا۔ میں اس کے پاس مقیم رہا ابتداء طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک۔

ظرف مکان بھی ہے جس کا معنی ہے پاس۔ طرف۔ قرآن حکیم میں عموماً اسی کا استعمال ہے

مثلاً آیت نذر۔

۶۹:۴ = مِنْ أَرْبَابِهِ

= حَسَنٌ أَوْلَئِكَ أَرْبَابًا حَسَنٌ مَعْنَى مَا أَحْسَنَ تَجِبَ كے لئے ہے۔ بطاہر حَسَنٌ أَوْلَئِكَ رَفَقًا چاہئے تھا۔ علمائے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ اس کی تقدیر کلام یہ ہے حَسَنٌ كُلٌّ وَاحِدٌ مِنْهُمْ رَفِيقًا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ رفیق۔ برید کے الفاظ واحد۔ جمع۔ جنس سب معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے رفیق یہاں معنی رَفَقًا ہے۔

۷۱:۴ = حِذْرُكُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ جس کے ذریعہ بچاؤ کیا جاتا ہے۔ حذر کہلاتا ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ الْحِذْرُ اس خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ قرآن حکیم میں ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ ذَاوَلَدٍ رِکْمٌ سَدُّوا لَكُمْ فَاَحْذَرُوهُمْ۔ (۱۴:۶۵) تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو۔

حِذْرُ سے یہاں مراد اسلحہ جنگ وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ دشمن سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ حِذْرًا حِذْرُكُمْ۔ احتیاطی تدابیر مکمل رکھو۔ اپنے بچاؤ کا انتظام پورا رکھو۔ اپنے بچاؤ کے ہتھیار موجود رکھو۔ مقابلہ کے لئے چوکے اور تیار رہو۔

= اِنْفِرُوا۔ تم نکلو۔ تم کوچ کرو۔ (النَّصْرُ، ضَرْبٌ) نَفِیْرٌ اور نَفُورٌ سے۔ جس کے معنی نکلنے کوچ کرنے۔ اور بھاگنے (فسار ہونے) کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں نَفُورٌ کے معنی کسی چیز کے لئے بیتاب ہونے کے ہیں یا اس سے بیزار ہونے کے ہیں۔

فَاِنْفِرُوا۔ پس تم نکلو۔

= ثَبَاتٍ۔ جمع۔ ثُبَّةٌ واحد۔ گروہ۔ ٹولے۔ ثَبَاتٍ اِیْ فِی ثَبَاتٍ۔

= جَمِيعًا۔ سب اکٹھے ہو کر جماعت کی صورت میں۔

= اِنْفِرُوا۔ سے مراد مطلق باہر نکلنا بھی ہے اور جہاد کے لئے دشمنوں کے مقابلہ میں نکلنا بھی ہے یہاں دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جنگ احد کے بعد دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اُطْرَافِ دُنُوْحِ کے قبیلوں کے تیور بدل گئے تھے اور وہ ہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار تھے۔ اس لئے حکم ہوا کہ جب بھی باہر نکلو تو دشمنوں سے خطرہ کے پیش نظر مسلح ہو کر گروہ کی صورت میں نکلو تاکہ بوقت ضرورت خاطر خواہ مدافعت کر سکو۔

دوسری صورت میں پہلے خدا اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور اب دین کی سرابندی کے لئے جہاد

کی تعلیم دی جا رہی ہے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں متفق و مجتمع حالت میں نکلو۔ اور باقاعدہ اسلحہ جنگ سے لیس ہو کر۔

۴۲:۴ = لَيُبْطِلَنَّ - مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ - يَبْطَأُ يَبْطِئُ تَبْطِئُ (تفعیل) يَطَأُ مادہ - لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے - اَبْطُؤْ - چلنے میں دیر لگانا اور سستی کرنا - جملہ کے معنی یہ ہیں - اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خود بھی دیر لگاتے ہیں اور دوسروں سے بھی دیر لگواتے ہیں -

= شَهِيدًا ۱ - سے یہاں مراد موجود ہے -

۴۳:۴ = لَيَقُولَنَّ - مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ واحد مذکر غائب - تو ضرور کہہ اُٹھے فعل بافاعل يَلِيْتَنِي عَظِيمًا - مفعول

= كَانَتْ لَكُمْ تَكُنَّ مَوَدَّةً - لَيَقُولَنَّ اور يَلِيْتَنِي کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنی جیسے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی یا یاہمی محبت کا کوئی رشتہ تھا ہی نہیں - اور اسے محض اپنی خود غرضی ملحوظ ہے مومنوں سے اسے کوئی سروکار نہیں -

= مَوَدَّةً - مصدر - دوستی - محبت - دلی رغبت -

۴۴:۴ = فَلْيُقَاتِلْ - مُقَاتَلَةٌ (مفاعلة) مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر غائب - اس سے خطاب مومنین ہے جنہوں نے آخرت کے لئے اپنی دنیاوی زندگی زیچ دی فَلْيُقَاتِلْ پس چاہئے کہ لڑیں -

= وَمَنْ يُّقَاتِلْ - میں فعل مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ کے ہے -

۴۵:۴ - مَا لَكُمْ - کیا ہو گیا ہے تمہیں - کیا وجہ ہے - یہ استفہام تحریر علی الجہاد کے لئے ہے یعنی جہاد میں برانگیختہ کرنے کے لئے ہے -

= وَالْمُسْتَضْعَفِينَ - اسم مفعول جمع مذکر (باب استفعال) سَبِيلِ اللّٰهِ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے - یعنی کہ تم جنگ کیوں نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور بے بس مرد - عورتوں اور بچوں کی خلاصی کے لئے - یہاں بے بس مرد - عورتیں اور بچوں سے مراد ہیں وہ جو مکہ میں مسلمان ہوئے اور مشرکین نے ان کو ہجرت سے روک رکھا - اور ان پر طرح طرح کی اذیتیں اور سختیاں کیں ۴۶:۴ = كِيدٌ - تدبیر - (خواہ اچھی ہو یا بری) چال - دَاؤٌ - کید (باب ضرب) مصدر معبثنی چال چلنا - تدبیر کرنا -

۴۷:۴ = كُفُّواْ - امر - جمع مذکر حاضر - اصل میں اُكْفُواْ بروزن اُنْصَرُواْ - ہٹاؤ - تم روکو -

كَفَّ يَكُفُّ - كَفُّوا أَيْدِيَكُمْ (عَنِ الْقِتَالِ) امام قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمن بن عوف الزہری - المقداد بن الاسود الکندی - قدامہ بن مظعون - سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی۔

ان حضرات کا تقاضا تھا کہ ان کو مکہ میں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں اب جب کہ ان کی حالت بہتر ہو گئی ہے تو ان کو اپنے موذی دشمنوں کے ساتھ مقاتلہ کی اجازت دی جائے۔
لیکن چونکہ ابھی جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز اور روزہ پر زیادہ توجہ دینے کے لئے فرمایا کرتے تھے جو فرض کئے جا چکے تھے اور قتال سے منع فرماتے تھے۔
= کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ - جب ان پر جہاد فرض کیا گیا۔ اور مشرکین سے قتال کا حکم ہوا اور بدر کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم ہوا۔

= فَرِيقٌ مِّنْهُمْ - ان میں سے ایک فریق - ایک گروہ - سائے نہیں بلکہ ان میں سے ایک گروہ جو ایمان میں سچے نہ تھے

= بَخَشَوْنَ النَّاسَ - بَخَشَوْنَ جمع مذکر غائب خَشِيَ مصدر باب سمع سے
لوگوں سے ڈرنے لگے۔ یعنی مشرکین سے مقاتلہ سے خوف کھانے لگے۔ فَرِيقًا لفظ واحد ہے لیکن معنی جمع ہے۔

= لَوْلَا - کیوں نہ - اَخْرَجْنَا - تو نے ہمیں مہلت دی۔

= اَجَلٍ قَرِيبٍ - اجل مدت مقررہ کو کہتے ہیں موت کو اجل بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقت مقرر ہے الی اجل قَرِيبٍ - کچھ مدت تک - بھوڑا عرصہ اور۔

= فَتَيَلَّاهُ - کھجور کی گٹھلی کے ریشے برابر - ملاحظہ ہو ۴۹: ۴۰۔

۴۸: ۴ = يُدْرِكُكُمْ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - اِذْ رَاكَ سے - پستریا ہوا۔
بلند - قَصِيرٌ مَّشِيدٌ - (۲۲: ۴۵) بہت بلند محل - مُشِيدَةٌ تَشْيِيدٌ (تفعیل) سے اسم مفعول
اونچے اور مضبوط بنائے ہوئے۔

= فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ - اس قوم کو کیا ہو گیا ہے، یہ کیسی ہے۔ مَا شَأْنُ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ

= لَا يَكَادُونَ - كَادَ يَكَادُ (فتح) كَوَدُ مصدر - كَادَ يَكَادُ - اگرچہ افعال تامہ ہیں لیکن استعمال میں ان کے بعد دوسرا فعل ضرور آتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو کَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے
لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے۔

۴۰: ۸۰ = حَفِظًا - نگہبان - حفاظت کرنے والا - حَفِظَ سے بروزن فَعِلٌ بمعنی فَاعِلٌ -

۸۱:۴ = طَاعَةٌ۔ اِیْ یَقُولُوْنَ مِنْ اٰخِوَاهِمُ۔ یعنی منہ سے تو اطاعت کا دم بھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم مطیع فرمان ہیں۔ طَاعَةٌ اسم بمعنی حکم داری۔ قبول کرنا۔ حکم ماننا۔ طَوْعٌ سے۔

= بَرَزُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ نکلتے ہیں بَرَزُوا سے باب نصر۔ جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ یعنی جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

= بَدَّیْتَ۔ اس نے رات کے وقت مشورت کی۔ یعنی تو ایک طائفہ (گروہ) رات بھر (آپ کے خلاف) ایسے مشوروں میں لگا رہتا ہے جو عِدْرَالَّذِیْ لَقَوْلُ ہے۔ یعنی جو وہ کہتا ہے (کہ ہم فرمانبردار ہیں) اس سے بالکل مختلف ہے۔ تقول میں ضمیر واحد مؤنث غائب طَائِفَةٌ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر واحد مذکر حاضر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ طائفہ رات بھر مشورہ کرتا رہتا ہے ان باتوں کے خلاف جو آپ نے فرمائی ہیں۔

= یُبَدِّیُّوْنَ۔ جو وہ رات بھر مشورہ کرتے ہیں۔

۸۲:۴ = لَوْكَانَ۔ اِیْ لَوْكَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ۔ اگر یہ قرآن ہوتا (اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے)

۸۳:۴ = اَمْرٌ۔ کے معنی حکم کے ہیں لیکن یہ جملہ اقوال و افعال کے لئے بھی عام ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ وَ اِلَیْهِ یَرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهُ (۱۲۳:۱۱) اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے امر۔ یعنی کوئی بات۔ کوئی معاملہ۔ اس کی جمع اُمور ہے۔ وَ اِذَا جِآءَ هُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ۔ اس کا مطلب ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی خبر۔ کوئی امر، کوئی معاملہ (خواہ وہ امن کے متعلق ہو یا خوف کے متعلق) پہنچتا ہے۔

= اِذَا عُوْا بِہِ۔ وہ مشہور کر دیتے ہیں۔ اس کا تذکرہ عام کر دیتے ہیں۔ اس کو شہرت دیدیتے ہیں شاعت کر دیتے ہیں۔ افشا کر دیتے ہیں۔ اِذَا عُوْا۔ اِذَا عُدَّةٌ سے بمعنی شہرت دینا۔ خبر پھیلانا۔ اِذَا ظاہر کرنا۔ ذَلِیْلٌ مَّادَہ۔

اُولِی الْاَمْرِ۔ صاحب الامر۔ حاکم باقتدار۔ ذمہ دار۔ حاکم۔ اہل عقل و بصیرت۔ اہل الرائے۔

وہم کبار الصحابة کابی بکرو عمر و عثمان و علی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین یعنی صحابہ کبار جیسے حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم

= لَعَلِمَ الذِّیْنَ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ تو ضرور جان لیتے اس بات کو وہ جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں۔ عَلِمَ کا فاعل الذِّیْنَ ہے۔ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں۔

= یَسْتَنْبِطُوْنَہُ۔ اِسْتَبْطَاطُ (استفعال) مصدر۔ جو اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ جو غور و خوض کر کے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ تو گویا اس صورت میں متعلقہ خبر اپنے صحیح اور اصلی روپ میں سامنے

آجاتی اور امن و خوف کی غلط کیفیت جو بغیر سوچے سمجھے لوگ خبروں سے اخذ کر لیتے ہیں پیدا نہ ہوتی۔

۸۴:۴ = فَقَاتِلْ - میں ف جزائیہ ہے۔ اور فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ جواب شرط ہے شرط محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اِنْ اَخْرَدَكَ وَتَرَكُوكَ وَحَدَّكَ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ اگر (منافقین) تمہیں تنہا چھوڑ دیں تو تو اللہ کی راہ میں اکیلا ہی لڑ۔

= لَا تُكَلِّفُ الْاَنفُسَ - تو صرف اپنی ذات کی حد تک مکلف (ذمہ دار) ہے۔

= حَرَضَ - امر واحد مذکر حاضر۔ تو رغبت دلا۔ تو تاکید کر۔ تو تحریض دلا۔ تو ابھار۔ حَرَضَ عَلَى الْقِتَالِ

= عَسَى - عنقریب ہے۔ شباب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔

= عَسَى اَنْ يَّكُفَّ - ممکن ہے۔ یا توقع ہے کہ روک دے۔ کَفَّ مصدر۔ باب نصر۔

اَشَدُّ - افعل التفضیل کا صیغہ۔ شدید تر۔

= بَاسٌ - لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ زور۔ جنگ کی شدت۔ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جنگ کی

شدت کو روک دے۔ کیونکہ لڑائی کی شدت کے طور پر اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔

= اَشَدُّ تَكْنِيْلًا - عذاب دینے۔ سزا دینے۔ یا صغیف و عاجز کر دینے میں اللہ تعالیٰ بہت سخت (اُن سے)

= يَشْفَعُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ جزم فعل بوجہ عمل مَنْ ہے۔ جو سفارش کرتا ہے

جو معاونت کرتا ہے۔

= كِفْلٌ - حصہ۔ پورا پورا حصہ۔

= مُقَيَّنًا - اسم فاعل واحد مذکر۔ اِقْوَاتٌ مصدر۔ قُوْتُ - مادہ۔ قادر۔ نگران۔ محافظ۔ روزی

دینے والا۔ بعض نے اس کا معنی شاہد بھی لیا ہے۔ یعنی اللہ ہر بات پر نظر رکھنے والا ہے۔

۸۶:۴ = حَيِّيتُمْ - تمہیں دعا دی جائے۔ تمہیں سلام کیا جائے۔ نَحْيَةً سے ماضی کا صیغہ جمع

مذکر حاضر۔

= حَيُّوْا - تم دعا دو۔ تم سلام کرو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= حَنِيبًا - حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ برونزِنٌ فَعِيْلٌ بمعنی فاعل۔

۸۷:۴ = اَصْدَقْ - افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ سچ بولنے والا۔ زیادہ سچا۔

= فَمَا لَكُمْ - کیوں تم میں۔ فی الْمَنَافِقِيْنَ - منافقوں کے بارہ میں۔ فَتَنِيْنٌ - دو گروہ۔ یعنی

کیا وجہ ہے کہ منافقوں کے بارہ میں تم دو گروہوں میں ہو گئے ہو۔ بعض لوگ جنہوں نے اسلام

قبول کر لیا تھا وہ دنیاوی مفاد یا باہمی معاشرتی یا خانگی تعلقات کی وجہ سے مکہ سے یا دیگر مقامات سے ہجرت سے باز ہے۔ بعض انہی وجوہ کی بنا پر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہاں سے ناسازگی اب دہوایا دیگر بہانہ سازی سے واپس اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ اور وہاں کم و بیش اپنی کافر قوم کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ان کی کاروائیوں میں حصہ لیتے رہے۔ مسلمانوں کی رائے ان کے بارہ میں مختلف تھیں۔ ایک گروہ ان کو خارج از اسلام گردانتا تھا۔ جب کہ دوسرا گروہ ان کو مسلمان ہی گردانتا تھا۔ کہ کلمہ پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ ان میں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو حقیقت میں بالکل مجبور تھے۔ اور ہجرت نہ کر سکتے تھے۔ اور ان پر ان کے کافر و مشرک افراد طرح طرح کے ظلم و ستم ڈھاتے تھے قرآن حکیم میں ان کو مستضعفین شمار کیا گیا ہے۔

= اَزْكٰسَہُمْ مَّا صٰنٰی وَ اٰحَدٌ مِّنْ غٰمِبٍ هُمْ ضَمِیْرُ مَفْعُوْلٍ جَمْعُ مَذْکَرِ غٰمِبٍ اِذْ كَاسٰی سَہْمًا مِّنْہٗ اِلَیْہِمْ اَنْ كُوْفِرَ كَیْۤ اِیْ دَہٰہُمْ اِلَی الْكُفْرِ۔ ان کو کفر کی طرف الٹا پھیر دیا ہے۔ اَزْكٰسَ اور نَكَسَ ہم معنی ہیں۔

= اَتُرِیْدُوْنَ اَنْۢ ... اَصَلَّ اللّٰہُ۔ یعنی مستضعفین کے علاوہ اپنی مرضی سے وہیں کفار میں رہ گئے۔ یا اگر واپس چلے گئے انہوں نے دنیاوی مفاد کو اسلام پر ترجیح دی اور کفر کی طرف لوٹا دیے گئے۔ اب اس میں اختلاف کا کوئی موقع ہے۔

۸۹:۴ = فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءٌ۔ تاکہ تم بھی راہِ وہ بھی یکساں ہو جائیں

= فَاِنْ كُوْفِرُوْا۔ اگر وہ ہجرت سے منہ موڑیں۔ انکار کریں۔

۹۰:۴ = یَصِلُوْنَ۔ وہ پناہ پکڑیں یا جا لیں۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب وَصَلٌ بِاَضْرَبٍ مصدر۔

= حَصِرَتْ۔ حَصَرَ (سَمِعَ) مَاضِی وَ اَحَدٌ مِّنْ غٰمِبٍ وہ گھبرائی وہ تنگ ہو گئی۔ وہ رک گئی حِصَارٌ مَحْصُوْرٌ اسی سے مشتق ہیں۔

حَصِرَتْ صُدُوْدُہُمْ محصور ہو چکے ہیں ان کے سینے۔ (کوئی راہ نکلنے کی نہیں ملتی تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں)

جن منکرین ہجرت کو پکڑنے اور قتل کرنے کے متعلق حکم ہوا۔ ان میں دو گروہوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے (۱) جو اس قوم سے جا لیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ امن ہے۔

(۲) جو تمہارے پاس آجائیں لیکن ان کے دل اس قدر محصور ہو چکے ہوں کہ وہ کوئی راہ نہیں پاسکتے کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔

لَسَلَّطَهُمْ۔ اس نے ان کو زور دیا۔ ان کو مسلط کیا۔ سَلَّطَ (تغییل) بمعنی غلبہ اور مسلط کرنا۔
 یہاں تقویت قلب کے لئے آیا ہے۔ برائے ازالۃ الحصر (تنگ دل۔ ذہنی کرب۔ حصر کی کیفیت)۔
 مدارک۔ عبداللہ یوسف علی۔ الخازن۔

= فَلَقًا تَلَّوْكُمْ۔ عطف ہے لَسَلَّطَهُمْ پر یعنی اگر اللہ چاہتا تو وہ ان کو تمہارے ساتھ لڑنے کے
 لئے تقویت قلب دیدیتا۔ اور وہ حصور اور بے یقینی کی کیفیت اپنے دل میں نہ پاتے۔ تو پھر وہ ضرور
 تم سے قتال کرتے۔

بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے
 لیکن یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ جب وہ مسلط ہی ہو گئے تو لڑنے کی کونسی گنجائش رہ گئی۔
 ولو شاء الله..... فَلَقًا تَلَّوْكُمْ۔ جملہ معترضہ ہے۔

خدا نے مسلمانوں پر اپنی عنایت کا ذکر کیا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا
 اور وہ مسلمانوں سے قتال کی اپنے میں ہمت نہ پاسکے۔

= فَإِنْ اعْتَذَرُوا۔ پس اگر وہ تم سے اعراض کریں۔ ایک طرف رہیں۔ کنارہ کش رہیں
 (اعْتَذَرُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اعتزال) (افتعال) مصدر۔ كُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

= اسَلَّم۔ صلح۔ انقیاد۔ فرمانبرداری۔ اطاعت۔ تَسَلَّيْمٌ سے بمعنی سپرد کرنا۔ اسم ہے۔
 ۹۱: ۴ = رُدُّوْا۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھرے گئے۔ رُدُّ سے باب نصر۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔
 كَلَّمَا رُدُّوْا إِلَى الْفِتْنَةِ۔ جب کبھی حالات نے ان کو فتنہ کی طرف پھیرا۔ تو اُنْكِسُوا فِيْهَا۔
 وہ سر کے بل اس میں جا گرے۔

اُنْكِسُوا۔ وہ الٹ دیئے گئے۔ اِنْكَاسٌ سے۔ سر کے بل اوپر سے نیچے الٹ دینا۔
 ملاحظہ ہو ۴: ۷۴۔

اس جملہ میں اُنْكِسُوا۔ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔ بعض دفعہ قائل کو اس تیزی و تندی
 سے کرتا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو کوئی طاقت مجبور کر رہی ہے ورنہ وہ اپنے طور پر شاید اتنی
 جلد بازی نہ کرتا۔ اس سے اس کی بے تابی اور شدت خواہش ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت لوط
 کے قصہ میں۔ سورۃ ہود میں آیا ہے وَجَاءَكَ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ (۱۱-۱۲) جب فرشتوں کو
 انسانی شکل میں قوم لوط نے حضرت لوط کے ہاں دیکھا۔ تو اپنی مذموم خواہش کے زیر اثر وہ سر پٹ
 اس طرف دوڑے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ آبلہ زیر پا ہیں اور کوئی اور طاقت ان کو اڑائے
 لئے جارہی ہے اصل میں ان کی شدت خواہش ان کو بھگائے لئے جارہی تھی۔

اسی طرح آیت ہذا میں اُذْکُشُوا سے فی الحقیقت یہ مراد نہیں کہ ان کو کوئی اور مسلمانوں کے خلاف قتال میں حصہ لینے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ ان کا ایمان تو سچی تھا۔ ان کے یہاں غاندہ دل میں تو شرک اور کفر بسا ہوا تھا موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے خلاف جوش و خروش کے ساتھ ہر سر پیکار ہو گئے۔

= يُلْقُواْ وَ يَكْفُرُواْ عطف ہیں يَحْتَرِلُواْ پر۔ اس لئے لَمْ کا عمل ان ہر دو فعل پر ہے
= تَقِفْتُمُوهُمْ۔ تم پاؤ ان کو۔

= سُلْطَانًا مُّبِينًا۔ کھلا کھلا اختیار۔ پورا پورا اختیار۔

= ۹۲:۴ تَحْرِيرُ۔ آزاد کرنا۔ مصدر ہے (تفعیل)

= رَقَبَةً۔ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر جملہ انسانی بدن کے لئے استعمال ہونے لگا (اردو زبان میں بھی گردن سے مراد جان یا جسم انسانی مراد لیا جاتا ہے پھر عرف عام میں غلام کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ۔ غلام کا آزاد کرنا۔

= دِيَّةٌ۔ خون بہا۔ اصل میں دَدَى دَدَى کا مصدر ہے اور دَدَى تھا۔ واو کو حذف کر آخر میں لائی گئی ہے۔ دیت میں سواونٹ دیئے جاتے ہیں۔

= مُسَلَّمَةٌ۔ سالم۔ بے داغ۔ یعنی ایسے اونٹ جو بے داغ ہوں۔

= يَصَّدَّقُوا۔ تَصَدَّقَ يَتَصَدَّقُ۔ تَصَدَّقُ (تفعیل) مضارع۔ جمع مذکر غائب۔

وہ معاف کر دیں۔ اصل میں يَتَصَدَّقُوا تھا۔ ثناء کو صا دیں مدغم کیا۔ اور مدغم فیہ کو شدہ دی گئی تَوْبَةً۔ مصدر منصوب۔ یعنی بطور توبہ کے۔ اللہ سے توبہ کرنے کے طور پر۔

= ۹۳:۴ مُتَعَمِّدًا۔ تَعَمَّدُ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَمَدًا۔ جان بوجھ کر
= خَالِدًا۔ ہمیشہ رہیگا اس میں۔

= اَعَدَّ۔ اس نے تیار کیا۔ اِعْدَادُ (اِفْعَالُ) تیار کرنا۔ عَدُّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اعداد کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ شمار کی جائے

= ۹۴:۴ فَتَبَيَّنُوا۔ تم تحقیق کر لو۔ تم کھول لو۔ تَبَيَّنَ (تَفَعَّلَ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

= تَبَيَّنُوا۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈتے ہو۔ اِبْتِغَاءُ مصدر بغی مادہ۔ البغی کے معنی ہیں کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا۔

= عَرَضَ۔ مال و متاع سامان۔ اسباب۔ دنیاوی مال الْعَرَضُ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ دنیا کے لئے بولتے ہیں۔ الدُّنْيَا عَرَضٌ حَاضِرٌ۔ دنیا تو پیش افتادہ ساز و سامان کا نام

قرآن مجید میں آیا ہے تَرْيُدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (۸: ۶۷) تم لوگ پیش افتادہ ساز و سامان کے طالب ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

اور يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الدُّنْيَا (۱۶۹: ۷) وہ اس دنیا کے مال و متاع لیتے ہیں۔

عَرَضَ کے اور بھی معانی ہیں جو اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔

= كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِّن قَبْلُ تَمَّ بھي تو پہلے ایسے ہی تھے یعنی ابتداء میں تمہاری بھی زبانی شہادت اسلام پر اعتبار کر لیا گیا تھا۔ قَبْلُ ظرف زمان ہے ظرف مکان بھی آتا ہے اس کو بَعْدُ کی طرف اضافت لازمی ہے جب بغیر ظرف کے آئیگا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔

= مَتَّ اللَّهُ۔ اللہ نے احسان فرمایا۔

= فَتَبَيَّنُوا ۱۔ کا لفظ دوبارہ قتل میں انتہائی احتیاط برتنے کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

= شان نزول آیت نہا یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کی قیادت میں کفار کے خلاف لشکر روانہ فرمایا۔ جب کفار کو خبر ملی تو وہ سب بھاگ گئے۔ مرد اس نامی ایک شخص جو مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ اپنے مال مولیشی کے ساتھ وہیں ٹھہرا رہا جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہوں نے نعرہ بکیر بلند کیا۔ مرد اس نے بھی جواب میں اللہ اکبر کہا۔ اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ان کے پاس آگیا اور السلام علیکم کہا۔

لیکن حضرت اسامہؓ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا ریوڑ ہانک کر مدینہ لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو رنجیدہ خاطر ہوئے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۹۵: ۴۔ اَنْتَاعِدُونَ۔ بیٹھنے والے۔ یعنی جو جہاد پر نہ گئے اور پیچھے گھروں میں بیٹھے رہے۔

= غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ۔ ماسوائے معذوروں کے عذر خواہ بیماری کے سبب ہو۔ یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے۔

= كُلًّا۔ ہر ایک کے لئے۔ سب کے لئے۔ یعنی سب مسلمانوں کے لئے خواہ وہ قاعدوں میں سے ہیں یا مجاہدین میں سے۔ ہر ایک فریق کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اچھے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے قاعدین پر اور ان کو اجر عظیم دے گا۔

كُلٌّ۔ لفظ واحد ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے۔ واحد جمع۔ مذکر مؤنث۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ كُلًّا بوجہ فعل وَعَدَا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

۴: ۹۷ = اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفَّيْنَاهُمُ الْمَلَائِكَةُ۔ بے شک وہ لوگ جن کی روحوں کو فرشتوں نے قبض کیا۔

یہ آیت ان مسلمان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو بلا کسی معذوری یا مجبوری کے اپنے عزیز و اقارب اور مال و جائیداد کی وجہ سے مکہ میں ہی رہ گئے جب کہ ہجرت اس وقت فرض تھی۔ فرشتوں اور ان کے درمیان یہ مکالمہ ہوا۔ جب فرشتے ان کی روحيں قبض کر رہے تھے = تَوَفَّيْنَاهُمْ۔ ان (فرشتوں کی جماعت) نے ان (کی روحوں) کو قبض کیا۔ اس نے ان کو اٹھایا وہ ان کو قبض کرتی ہے۔ تَوَفَّيْ فعل ماضی بھی ہو سکتا ہے اور فعل مضارع بھی۔ تَوَفَّيْ سے قبض کرنا۔ مضارع کی صورت میں اصل میں تَتَوَفَّيْ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔ صیغہ واحد مَوْنَتْ غائب باب تفعیل۔ لفیف مفروق۔ حُمَّ ضمیر مفعول جمع نہ کر غائب

= ظَالِمِي۔ اصل میں ظَالِمِيْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع گر گیا۔ ظَالِمِيْ اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کے دشمن۔

تَوَفَّيْنَاهُمْ کی ضمیر مفعول ضم سے حال ہے یعنی درآں حالیکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ یا کر رہے ہوں گے۔

= قَالُوا۔ کہیں گے فرشتے۔ فَيَمَّ كُنْتُمْ۔ تم کس شغل میں تھے۔ تمہارے کیا طور طریقے تھے یعنی تم نے ہجرت کیوں نہ کی۔

= قَالُوا۔ کہیں گے وہ لوگ۔ كُنَّا مُسْتَضْعِفِيْنَ فِي الْاَرْضِ۔ ہم وہاں ہجرت سے مجبور و معذور تھے = قَالُوا کہیں گے فرشتے۔ اَلَمْ تَكُنْ۔۔۔۔۔ فِيْهَا۔ کیا اللہ کی زمین اتنی فراخ و وسیع نہ تھی کہ تم وہاں سے دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔

= قَاوْلِيْكَ۔ پس یہی لوگ ہیں۔

= مَاوَاهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانہ۔ ان کا مقام سکونت۔ مَاوٰی اسم ظرف بھی ہے اور مصدر بھی۔

= مَصِيْرًا۔ اسم ظرف۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرار گاہ۔ ٹھکانہ۔

۴: ۹۸ = الْمُسْتَضْعِفِيْنَ۔ جو درحقیقت مجبور و معذور تھے۔ مُسْتَضْعِفِيْنَ۔ کمزور۔ ناتواں ضعیف لوگ۔

= لَا يَسْتَطِيعُوْنَ حِيْلَةً۔ کسی حیلہ و چارہ کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔

= وَلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا۔ اور نہ (باہر نکلنے کی) کوئی راہ تلاش کر سکتے تھے۔

۴: ۱۰۰ = سَعَةً - کِشَاشٍ - وَسْعَةٍ - فَرَاخٍ - طَاقَتٍ - تَبَهُّجٍ - وَسِعٌ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اول سے واؤ کو حذف کر کے آخر میں اس کے عوض تار لائے ہیں جیسے عِدَّةٌ (وعدہ) زِمْنَةٌ (وزن)

سَعَةً کا استعمال مقامات کے لئے بھی ہوتا ہے اور حالت کے لئے بھی۔ اور فعل کے لئے بھی چنانچہ مقام کے بارہ میں ارشاد ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسِعَةً (آیت ہذا) کیا اللہ کی زمین اتنی کشادہ نہ تھی۔ حالت کے بارہ میں ہے لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ (۶۵: ۷) اور صاحب دولت اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے۔ فعل کے بارہ میں ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۲: ۲۵۵) اور اس کی حکومت آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے (یہاں کِشَاشِ رِزْقِ مراد ہے۔

— مُرَاغِمًا - صاحب کشف نے مراغم کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔ مراغم کا معنی ہجرت گاہ یا ہجرت کا راستہ ہے۔ المنجد میں اس کے معنی بھاگنے کی جگہ۔ قلعہ۔ جائے پناہ۔ (یعنی اس کو بہت جگہیں ایسی مل جائیں گی جہاں وہ پناہ لے سکے)

= يَذْرُؤُكُمْ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ اِذْ ذٰلِكَ سے (موت) اس کو آپکڑے۔ ۴: ۱۰۱ = ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ - (جب) تم زمین میں سفر کرو۔ ضَرْبٌ فِي الْمَاءِ پانی میں تیرنا۔

= تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ - تم قصر کرو نماز میں۔ یعنی نماز کو مختصر کر لو۔ = يَفْتِنَكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ فَتَنٌ وَفُتُونٌ مصدر باب ضرب۔ کہ تم کو پریشانی میں ڈال دیں گے۔ مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔ آیت ہذا میں کلام اِنْ خِفْتُمْ..... كَفَرُوا۔ کلام ماقبل سے منفصل ہے اور کلام مابعد سے متصل۔ اس صورت میں یہ شرط ہے اور جواب شرط اس کے بعد محذوف یعنی "تو بھی قصر نماز کر لو۔ اور اگر اس کو کلام ماقبل کے ساتھ لیا جائے تو مطلب ہے کہ "تم قصر نماز کر سکتے ہو جب تم حالت سفر میں ہو اور جب دشمنوں کی طرف سے تکلیف و گزند کا اندیشہ ہو۔ بہر کیف بحالت سفر اور بحالت خوف کفار۔ دونوں حالتوں میں قصر جائز ہے۔

۴: ۱۰۲ = وَلْيَاْخُذْ وَاَسْلِمْ عَلَيْهِمْ (اور چاہئے کہ وہ پکڑے رکھیں اپنے ہتھیار) اس گروہ کے لئے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع نماز میں نماز کے لئے کھڑا ہوا ہے۔

= فَاِذَا سَجَدُوا - (پس جب یہ پہلا گروہ سجدہ کر چکے) فَلْيَكُونُوا مِنْ دَرَاكِكُمْ (تو یہ نیچے

چلے جائیں حفاظت کرنے کے لئے)

= كَمْ يُصَلُّوْا۔ (جس دوسرے گروہ نے ابھی نماز پڑھنا شروع نہیں کی)

= اَمْتَعْتِكُمْ۔ تمہارا ساز و سامان۔ مَتَاع کی جمع۔

= يَمِيلُوْنَ۔ مضارع۔ مِيلٌ مصدر ضرب، وہ حملہ کر دیں گے۔

= مَيْلَةً وَّاحِدَةً۔ یکبارگی حملہ کرنا۔ مَا لَ يَمِيْلُ (ضَرْبٌ) جھک جانا۔ ادھر ادھر مڑ جانا۔ مَا لَ عَلٰی

حملہ کرنا۔ مَا لَ عَنْ۔ اعراض کرنا۔ کنارہ کشی کرنا۔ وَمَا لَ اِلٰی۔ کسی کی طرف رغبت کرنا۔

= تَضَعُوْا۔ تم اتار رکھو۔

= حِذْرَكُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ تمہارے بچاؤ کا سامان۔ اپنا بچاؤ ملحوظ رکھو۔

۱۰۳:۴ = اِطْعَمَانْتُمْ۔ تم مطمئن ہو جاؤ۔ تم مطمئن ہو گئے۔ اِطْمِئْنَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب

= مَوْقُوْتًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وَقْتُتٌ مصدر۔ وقت مقرر کیا ہوا۔ یعنی جس کا وقت مقرر شدہ ہے

کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ ایک فرض جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے

۱۰۴:۴ = لَا تَهْتَنُوْا۔ تم سست مت ہو جاؤ۔ تم کمزور دل نہ ہو جاؤ۔ وَهْنٌ۔ سے فعل نہی جمع

مذکر حاضر۔

وَلَا تَهْتَنُوْا..... القوم = دشمن قوم کو ڈھونڈھ نکالنے اور اس کا مقابلہ کرنے میں بزدلی نہ دکھانے

= تَكُوْنُوْا تَاَكْمُوْنَ۔ تم درد مند ہوتے ہو۔ تم تکلیف پاتے ہو۔ اَكْمٌ سے، درد۔ تکلیف۔

مضارع جمع مذکر حاضر۔ (یعنی اگر تم کو دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کا تعاقب کرنے میں دکھ یا تکلیف

پہنچتی ہے تو ان کو بھی تمہاری طرح تم سے مقابلہ کرنے سے ویسی ہی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے)

= اَدَاكَ اللّٰهُ۔ جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے۔ یعنی جو حقیقت حال کا علم خدا نے تمہیں عطا کیا ہے

= وَلَا..... خَصِيْمًا۔ ای ولا تکن خصیما للخصائین۔ اور خیانت کرنے والوں کے

لئے جھگڑا کرنے والا۔ یا طرداری کرنے والا نہ بن۔

لَا تَكُنْ۔ فعل ناقصہ۔ لَا تَكُنْ کی ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اسم لا تکن۔ خصیماً خبر۔

۱۰۵:۴ = لَا تُجَادِلْ۔ تو مت جھگڑ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جَدَلَ مَا ذَه۔ باب مفاعلة

مُجَادَلَةٌ سے۔

= خَوَّانًا۔ بہت زیادہ خیانت کرنے والا۔ بڑا دغا باز۔ خِيَانَةٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔

= اَثِيْمًا۔ گنہگار۔ اَثِيْمٌ بمعنی اَثِمٌ۔ فَعِيْلٌ بمعنی فاعل۔

= يَسْتَخْفُوْنَ۔ وہ چھپتے ہیں۔ وہ چھپے رہ سکتے ہیں۔ اِسْتَخْفَاءٌ۔ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر خفی مادہ

يُبَيِّنُونَ - بَيَّنَّتُ مصدر باب - تفعیل - رات کو سوچتے ہیں - رات کو سوچتے اور تدبیریں کرتے ہیں - مَا لَا يَرْضَى مِنَ الْقَوْلِ - ایسی باتیں سوچتے اور کہتے ہیں جن پر خدا راضی نہیں ہے - مُحِيطًا - اسم فاعل - مفرد إحاطة مصدر - ہر طرف سے گھیرے ہوئے - پورا پورا قابو رکھنے والا - ہر طرح سے جاننے والا - یہاں احاطہ علمی مراد ہے -

۱۱۲: ۴ = يَزِمُ بِهِ - رَمَى يَزِمْنِي (ضَرْب) سے مضارع واحد مذکر غائب - رَفَى مصدر - اس کی تہمت لگائے - الزام لگائے - بِهِ میں ۵ ضمیر خطیئة اور اثم کی طرف راجع ہے - يَزِمُ اصل میں يَزِمْنِي تھا - مَنْ شرطیہ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی - = بَرِيئًا - بے تعلق - بے گناہ -

ثُمَّ يَزِمُ بِهِ بَرِيئًا - پھر اس گناہ کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دیتا ہے - = اِحْتَمَلَ - اس نے اٹھالیا اِحْتِمَالٌ سے بمعنی برداشت کرنا - اٹھانا - فَقَدْ اِحْتَمَلَ بُهْتَانًا ذَاتًا مَبِينًا تو اس نے بہتان اور ایک صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھالیا ۱۱۴: ۴ = نَجَّوْهُمْ - اسم نکرہ - سرگوشی - سرگوشی کرنے والے - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف مضاف الیہ - واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے - اس کا مادہ ن ج و ہے - اَلنَّجْوَى - بلند جگہ - جگہ جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو - نَجْوَى کسی کو علیحدہ بلند مقام پر چھوڑنے کے بھی ہیں - نَجَّيْتُهُ کے معنی سرگوشی کرنے کے ہیں - یا اپنے مجید کو دوسروں پر افشاء ہونے سے بچانے کے ہیں - اس سے اِسْتِنَجَاء ہے - استنجاء کرنے اور رفع حاجت کے لئے علیحدہ جگہ تلاش کرنا - گویا ہر صورت میں علیحدگی اور خلوت کا مفہوم غالب ہے -

= لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ - ان کے اکثر خفیہ مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں - = اَلَا..... بَيِّنَاتٍ لِّلنَّاسِ - ہاں وہ جو (ایسے مشوروں میں) صدقہ خیرات کی تلقین کرے - یا نیکی و محبت کی بات کہے یا لوگوں میں اصلاح کی بات کہے تو وہ مستثنیٰ ہے - یعنی ایسے خفیہ مشورے خیر سے خالی نہیں کہلائے جائیں گے - یہاں اَمَرَ بمعنی ترغیب و تلقین ہے -

۱۱۵: ۴ = يُشَاقِقُ - واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ - يُشَاقِقُ ہوا - ق ثانی بوجہ حرف مابعد کے ساتھ وصل کے لئے مکسور ہوا - جو مخالفت کرتا ہے شَقَاقٌ مصدر باب مفاعل سے ہے شَقَّ (مضاعف) کے معنی طرف - ضد - مخالفت - ٹکڑہ -

= نُوَلِّهِ - جمع متکلم مضارع ۵ ضمیر مفعول راجع الی مَنْ تولیۃ مصدر باف تفعیل - ہم بھیر دیں گے -

اُسے۔ ہم اس کو مختار بنادیں گے۔

= مَا تَوَلَّى - اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ وہ متولی ہوا۔ وہ پھر گیا۔ تَوَلَّى (تَفَعَّلَ) نَوَلَّیْہِ مَا تَوَلَّى - جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے ہم اسے ادھر ہی جانے دیں گے۔

= نَصَلَّیْہِ - مضارع جمع متکلم۔ اصْلَآءُ مصدر۔ باب افعال سے۔ صَلَّیْہِ مادہ اصل میں نَصَلَّیْہِ تھا جواب شرط کی وجہ سے ی گزرتی۔ ہم اس کو داخل کریں گے۔ ہم اس کو آگ میں پھینکیں گے۔

۱۱۷:۴ = اِنَّ - نافیہ ہے۔

= اِنَّشَا عورتیں۔ اُنْثٰی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔ معبودانِ باطل کو اِناث کہا ہے کیونکہ مشرکین اپنے بتوں کو انواع و اقسام کے زیوروں سے آراستہ کرتے اور ان کو عورتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ جیسے لات، منات، عزیٰ۔ نائلہ۔ یہ سب مونث نام ہیں۔

۲۔ ضحاک کا بیان ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور مدعی تھے کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ بارگاہِ الہی میں ہمارے قرب کا موجب ہیں چنانچہ انہوں نے خوبصورت شکل میں ان کے مجسمے تراشے اور کہا کہ یہ اللہ کی بیٹیوں کی شبیہ ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے وَجَعَلُوا لِلْمَلَائِكَةِ الذِّیْنَ اِنَّشَا۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں۔ عورتیں قرار دیا۔

۳۔ راعب اصفہانی فرماتے ہیں معبودانِ عرب (لات و منات و عزیٰ وغیرہ) چونکہ پتھروں سے بنائے ہوئے تھے۔ اس لئے منجملہ عبادات تھے اور بقول حسن بصری جس کو ابن جریر اور حاتم نے نقل کیا ہے۔ بے جان چیز جس میں روح نہ پائی جائے۔ اِناث میں شامل ہے لہذا یہ پتھر کے بت جو سراسر منفعل اور غیر فاعل ہیں یعنی یہ اثر تو قبول کر لیتے ہیں لیکن موثر ہونے کی ان میں ذرا بھی اہلیت و قوت نہ ہے کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں۔

= مَرِيْدًا - صفت مشبہ۔ سرکش۔ ہر خیر سے خالی۔ مارد۔ متمرد۔ اطاعت سے خارج۔

۱۱۸:۴ = لَعَنَهُ اللّٰهُ - میں ہُوَ ضمیر شیطان کی طرف راجع ہے اور قال فعل کا فاعل بھی شیطان ہی ہے۔ لَا تَخِذْ - مضارع واحد متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ اتخاذاً افتعال سے۔ بہت سی چیزوں میں سے کسی ایک کو لینا۔ یا اختیار کرنا۔ یعنی میں ضرور لوں گا۔

= نَصِيْبًا مَّفْرُوضًا - نَصِيْبًا حصہ۔ مَفْرُوضًا کاٹ کر الگ کیا ہوا۔ مقرر شدہ۔ یعنی تیرے بندوں ایک معتد بہ حصہ کاٹ کر ضرور ہی اپنی طرف کر لوں گا۔

= لَا ضِلَّكُمْ - میں ان کو ضرور مہکاؤں گا۔ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔ اِضْلَالٌ سے۔

== لَا مَنِيْنَهُمْ۔ باب تفعیل۔ میں ان کو (طرح طرح کی) امیدیں دلاؤں گا۔

نَمْنَةً وَتَمَيُّنَةً۔ مَنِيٌّ يُمْنِيٌّ۔ آرزو دلانا رغبت دلانا۔

== لَا مَوْنَهُمْ۔ میں ان کو ضرور حکم دوں گا۔ اَمَوْس سے

== لَيْبَتِكُنَّ۔ بَتَّكَ يَبَّتْكَ تَبَّتْكَ (تفعیل) کاٹنا۔ کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کرنا۔ چیرنا یَبَّتْكَ

۱۲۰: اَذَانُ الْاَنْعَامِ۔ وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے (کفار عرب اس اونٹنی کو جو پانچ بچے جنتی اور پانچواں نہ ہوتا تو اس کے کان چھید کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے۔ اور اس سے کسی قسم کا کام نہ لیتے۔ یہ بھی شرک کی ایک شکل ہے

وَلَا مَوْنَهُمْ فَلْيُبْتِئَنَّ اَذَانُ الْاَنْعَامِ۔ میں ان کو شدت یا اصرار سے حکم دوں گا اور اس کے نتیجہ میں وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے۔ ف پھلے فعل کے نتیجہ کو ظاہر کرتی ہے۔

== وَلَا مَوْنَهُمْ فَلْيُغَيِّرَنَّ خَلْقَ اللّٰهِ۔ اور میں ان کو حکم کروں گا پس وہ ضرور ہی اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق کی شکلیں بگاڑیں گے۔

تغییر (تفعیل) غَيَّرَ يَغْيِرُ بگاڑنا۔ بدلنا۔ مسخ کرنا۔ یہ صورت کا بگاڑ یا مسخ کرنا جسمانی بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً پہرہ داروں کی آنکھیں نکالنا۔ عورتوں کا بال کٹا کر اپنی نسوانیت کو بگاڑنا وغیرہ (یہ بگاڑ غیر فطری استعمال مخلوق بھی ہو سکتا ہے) مثلاً جانوروں کے ساتھ خواہش رانی کرنا یا مردوں کے ساتھ صاحب کشف کی تشریح کے مطابق دین اسلام جو دین فطرت ہے اس میں رد و بدل اور کاٹ پھاٹ کرنا وغیرہ وغیرہ۔

۱۲۰: ۴ = لَعِدُهُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ وَعْدٌ وَعِدَةٌ۔ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان سے وعدہ کرتا ہے۔ وہ ان کو ڈراتا ہے

= يُمَيِّنُهُمْ۔ اور غلط امیدیں دلاتا ہے جھوٹی آرزوئیں پیش کرتا ہے۔

= غُدُوْرًا۔ دسوکہ۔ فریب

۱۲۱: ۴ = مَحِيْصًا۔ جاسکے پناہ۔ بچ نکلنے کی جگہ۔ حَاصٌ يَحِيْصُ (اجوف یا ئی) بامَضَبٍ

بچنا۔ الگ ہونا۔ مَنْ حَاصٌّ عَنِ الشَّوْرِ سَلَمٌ۔ جو بامنا اور شر سے الگ راہ محفوظ رہا۔ مَحِيْصٌ اسم ظرف مکان۔ بھاگ کر پناہ لینے کی جگہ۔

۱۲۲: ۴ = جَعَلْتُ اِيْ فِيْ جَدَّتِ۔

= قِيْلًا (اپنی) بات میں کلام میں۔ قول میں۔

۱۲۳: ۴ = اَمَانِيْكُمْ۔ اَمَانِيْ۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع۔ تمہاری ٹھہرائی ہوئی امیدیں۔ تمہارے خیالات

کے اندازے۔ اس میں خطاب بت پرستوں سے ہے۔

= لَيْسَ کا اسم محذوف ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ لَيْسَ الْأَمْرُ مَنُوطًا بِمَا فِيكُمْ أَيُّهَا الْمُشْرِكُونَ۔ اے مشرکوبات
(یعنی انجام کار) تمہاری امیدوں پر منحصر نہیں ہے۔

۱۲۴:۴ = لَقِيُوا۔ کھجور کی گھٹلی کے اوپر کا چھلکا بمعنی ذرہ برابر۔

۱۲۵:۵ = أَحْسَنُ۔ بہتر۔ اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ۔

= مَنْ أَحْسَنُ۔ استفہام انکاری ہے یعنی کوئی بہتر نہیں ہو سکتا بلحاظ دین کے۔۔۔۔ الخ۔

= مَنْ أَسْلَمَ دَجَعَهُ لِلَّهِ جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔

= حَنِيفًا۔ ایک طرف ہونے والا۔ حَذَفُ سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہِ حق پکڑ لے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ خلیف کہلائے۔ حَنِيفًا حال ہے اس کا ذوالحال وہ شخص ہے جس نے ملتِ ابراہیمی کی پیروی اختیار کی۔ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا۔ اور جس نے تمام ادیانِ باطلہ کو چھوڑ کر صرف دینِ ابراہیمی کا اتباع کیا۔

۱۲۶:۴ = مُحِيطًا۔ ملاحظہ ہو ۱۰۸:۴۔ یہاں احاطہ قدرت مراد ہے۔

۱۲۷:۴ = يَسْتَفْتُونَكَ = مضارع جمع مذکر غائب۔ اسْتَفْتَاءٌ۔ اسْتَفْعَالٌ۔ مصدر لک ضمیر مفعول۔ واحد مذکر حاضر۔ آپ سے فتویٰ لیتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اسْتَفْتَاءٌ کسی مشکل بات کا حل دریافت کرنا۔ اسْتَفْتَاءٌ کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنا۔ ف ت ی حروف مادہ۔

= يُفْتِيكُمْ۔ وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ تم کو مشکل بات کا حل بتاتا ہے اسْتَفْتَاءٌ اِفْعَالٌ سے واحد مذکر غائب۔ تَوْغِيُونَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم رغبت کرتے ہو۔ رَغْبَةٌ مصدر مضارع جمع مذکر حاضر۔ رَغِبَ إِلَيْهِ طلب یعنی خواہش کرنا۔ و رَغِبَ عَنْهُ تَرْكُهُ متعمداً۔ کسی چیز کو عمداً چھوڑ دینا۔ اس کی طرف رغبت نہ رکھنا۔ اس آیت کی ترکیب میں حسب ذیل ملحوظ رہیں۔

يُفْتِيكُمْ (وہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے۔ مشکل بات کا حل بتاتا ہے) ان باتوں میں۔

يُفْتِيكُمْ۔ (۱) فِيهِنَّ اِي فِي النِّسَاءِ۔ (جن کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔ يُفْتِيكُمْ (محذوف)

رَبِّ اِي فِي النِّسَاءِ۔ تَنْكِحُوهُنَّ۔ يُفْتِيكُمْ (محذوف)

رَبِّ اِي فِي الْمُسْتَضْعِفَاتِ مِنَ الْوِلْدَانِ يُفْتِيكُمْ (محذوف)

يُفْتِيكُمْ (محذوف) (۲) فِي آتٍ تَقُومُوا لِلْيَتَامَى بِالْقِسْطِ۔

= يَتَامَى النِّسَاءِ (مضاف مضاف الیه) بیوہ عورتوں کے یتیم بچے۔ اِیْ اَوْلَادُ النِّسَاءِ بدھن نے اس کا مطلب النِّسَاءِ الیتامی (موصوف و صفت) یتیم لڑکیاں لیا ہے۔

= تَرْغَبُونَ۔ کاصلہ عَنْ یَا اِلٰی یَا فِیْ مذکور نہیں لہذا۔ تَرْغَبُونَ عَنْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کا مطلب ہوگا جن سے تم نے نکاح کرنا نہیں چاہتے (بوجہ ان کے عدم حُسن اور عدم مال و دولت کے) اور تَرْغَبُونَ اِلٰی یَا فِیْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کا مطلب ہوگا جن کے ساتھ تم نکاح کی خواہش رکھتے ہو (بوجہ ان کے حُسن اور مال و دولت کے)۔

= تَرْغَبُونَ کا عطف لَوْ تَوْنُ پُر بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کی تقدیر ہوگی وَلَا تَرْغَبُونَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اور نہ تم خواہش رکھتے ہو ان کے ساتھ نکاح کی۔

یتامی النساء اور مستضعفین کے متعلق احکام سورۃ النساء سورۃ ہذا کے رکوع ۱ و ۲ میں ارشاد فرمائے ہیں۔ وَمَا یُثَلِّیْ سَ عَلَیْمًا تَحْتَ اَصْلِ اسْتِفَاء کا جواب نہیں ہے بلکہ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِنُکُمْ فِیْہِیْ (کہہ دے اے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کہ (ابھی) اللہ تعالیٰ تم کو ان عورتوں کے بارہ میں بتاتا ہے) یہ کہہ کر لوگوں کی توجہ سابقہ احکام کی طرف مبذول کرائی جا رہی ہے۔ جو اسی سورۃ کے آغاز میں یتیم لڑکیوں کے متعلق بالخصوص اور یتیم بچوں کے متعلق بالعموم فرمائے گئے تھے اس سے یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیکیت میں ان کے حقوق کی کتنی اہمیت ہے۔

۱۲۸:۴ = یہاں سے اصل استفاء کا جواب شروع ہوتا ہے۔

= بَعْلُہَا۔ اس عورت کا خاوند۔

= نَشُوْرًا۔ مصدر۔ منصوب نکرہ زسر۔ ضرب زیادتی۔ ناموافقت۔ شوہر کی طرف سے نشوز سے مراد ہے کہ عورت کو ذلیل سمجھ کر۔ ہمبستری ترک کر دینا۔ یا مصارت کم کر دینا۔ لاپرواہی۔ بدسلوکی = اِعْرَاضًا۔ بے رخی۔ کنار کشی۔ رد گردانی۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے دوسری طرف مائل کر دے۔ یعنی جھکا دے وہ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ کنایۃً حرج اور مضائقہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔

= خِلَافَ جُنَاحٍ عَلَیْہِمَا۔ ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔ = یُضْلِعَا۔ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں۔ مضارع منصوب تنبیہ مذکر غائب۔ اِضْلَاحٌ سے = اُخْصِرَتْ۔ وہ حاضر کی گئی۔ اِخْصَارٌ سے جس کے معنی ممانعہ کرنے کے ہیں ماضی مجہول واحد

مَوْنَت مَاتَب -

= الشُّحَّ - خود غرضی - کنجوسی - بخل - حرص - راغب لکھتے ہیں کہ شح وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو - خود غرضی - یہ مصدر ہے اور ابواب - سمع - ضرب - نصر - تینوں سے آتا ہے وَمَنْ يُؤْتِ شُحَّ نَفْسِهِ (۹: ۵۹) اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا وَأُحْصِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ - اور طبائع تو خود غرضی کی طرف مائل ہوتی ہیں -

= وَإِنْ تَحْسَبُوا ----- اور اگر تم احسان کرو - یہاں خطاب صرف مردوں سے ہے کہ وہ احسان کریں اور خدائی سے کام لیں - کیونکہ بحیثیت قَوَّامُونَ عَلَى النَّاسِ اس پر فرض ہے بھی زیادہ ماند ہوتے ہیں اور اسی سے عالی ظرفی اور جذبہ فیاضی کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے - ۱۲۹: ۴ وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا - تم ہرگز نہیں کر سکتے - تم ہرگز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے - طوع مَادَہ - لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنْفُسِهِمْ (۴۳: ۲۱) وہ نہ تو آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں -

= اَنْ تَعْدِلُوا - کہ تم عدل و انصاف کر سکو - پورا پورا انصاف کر سکو -

= فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمِيلِ - مَالٌ يَمِيلُ مَيْلًا - مَالٌ عَلَى - مخالفت کی طرف مائل ہونا - یعنی مکمل بے تعلقی اختیار کر دو - مَالٌ إِلَى - کسی سے رغبت کی خاطر اس کی طرف مائل ہونا - مَالٌ عَنْ - روگردانی کرنا -

یہاں صلہ چھوڑ دیا گیا ہے - جس سے - حانی میں وسعت پیدا ہو گئی ہے - اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ تم بالکل ایک بیوی کی طرف ازراہ محبت مائل نہ ہو جاؤ - یا یہ کہ تم بالکل ایک بیوی کے خلاف ہو یہ نفرت نہ ہو جاؤ - دونوں بیک وقت بھی یہ حالتیں بعید از قیاس نہیں کہ ایک کی طرف تو شدت کی رغبت ہو اور دوسری کی طرف شدت نفرت لیکن عبارت مابعد کا فریہ بتا رہا ہے کہ یہاں تَمِيلُوا عَلَى کے صلہ کے ساتھ ہے - یعنی ایک بیوی سے مکمل کنارہ کشی اور قطع تعلقی اختیار نہ کر دے اسے لٹکتا چھوڑ دو - یعنی نہ تو اس کی بیوی کی حیثیت ہے نہ مطلقہ کی -

= تَذَرُوهَا - تم اس کو چھوڑ دو -

= الْمُعْلَقَةُ - اسم مفعول واحد مَوْنَت - تَعْلِيْقٌ مصدر - باب تفعیل لُکائی گئی - نہ ادھر نہ ادھر - نہ بیوی بن کر رہنے کے قابل اور نہ آزاد کہ نکاح ثانی کر سکے -

۱۳۰: ۴ يَتَفَرَّقَا - وہ دونوں الگ ہو جائیں -

= يُغْنِ اللَّهُ - يُغْنِ اصل میں يُغْنِي تھا - جواب شرط کی وجہ سے ی گئی - اَعْنَى يُغْنِي اِعْنَاؤُ (افعال) اللہ اس کو بے احتیاج بنادے گا - محتاج نہ رکھیگا - بے نیاز کر دیگا -

= مِنْ سَعَةٍ - وسعت بخشش سے - یعنی اللہ خود ان کی ضروریات کو پورا کر دے گا -

سَعَةٌ - وسعت - گنجائش - کشائش - فراخی - وَسِعَ يَسْعُ (سَمِعَ) کا مصدر

۴: ۳۱ = وَصَيْنَا - ماضی جمع متکلم - تَوْصِيَةٌ (باب تفعیل) ہم نے حکم دیا -

۴: ۱۳۲ = وَكَيْلًا - صفت مشبہ - کارساز - مددگار - نگہبان -

۴: ۱۳۵ = قَوَّامِينَ - جمع قَوَّامٌ واحد - اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی ہیں - انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے -

= الْقِسْطُ - اسم مصدر - انصاف - یہ ظلم اور جور کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اگر باب ضَرْبَ (قَسَطَ يَقْسِطُ - قَسَطًا وَقَسُوطًا سے آئے تو معنی ہوتے ہیں حق سے تجاوز کرنا - حق کے خلاف کرنا - صفت قَاسِطٌ سے - جس کی جمع قَاسِطُونَ وَقَسَّاطٌ ہے اگر باب افعال سے آئے تو بمعنی انصاف کرنا - عدل کرنا کے ہیں -

پہلی مثال - وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا - (۲: ۱۵) اور جو دوسروں کا حق مانتے والے ہیں - وہ درزخ کا ایندھن بنے - یہاں مراد راہِ حق سے مڑ جانے والے بھی ہیں -

دوسری مثال - وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ - (۹: ۴۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے -

كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ - اِی كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْعَدْلِ فِي جَمِيعِ الشَّهَادَاتِ لَوَجْهِ اللَّهِ - یعنی ہر شہادت میں خدا کی رضا کی خاطر عدل و انصاف کرنے والے بنو -

= اِنْ يَكُنْ - خواہ وہ مشہود علیہ ہو یعنی وہ فریقِ حبس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہو - خواہ وہ امیر ہو یا غریب -

= اَدْلٰی بِهِمَا - اَدْلٰی - اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے - زیادہ لائق - زیادہ مستحق - زیادہ قریب - وَدْلٰی سے -

جب اس کا صلہ لام واقع ہو - تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے - اس صورت میں خرابی اور بُرائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے - مثلاً قرآن مجید میں ہے اَدْلٰی لَكَ فَاَدْلٰی - (۳۴: ۴۵) کم بختی ہو تیرے لئے کم بختی -

فَاللَّهُ اَدْلٰی بِهِمَا - اللہ ان دونوں کا بہتر خیر خواہ ہے - (یعنی غنی کا بھی اور فقیر کا بھی) - یعنی تم کو ان کی خیر خواہی کی خاطر جھوٹی گواہی دینے کی ضرورت نہیں - تم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کا

يَخُونُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ الخ۔

سورۃ الانعام مکی ہے اور یہ ہدایت مشرکین مکہ کی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کے متعلق ہے جہاں میں وہ آیات الہی پر نکتہ چینی کرتے تھے۔

موجودہ سورۃ النساء میں کم و بیش یہودیوں کی ایسی ہی مجالس میں بیٹھنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے جو اپنی ان مجلسوں میں آیات الہی کا مذاق اڑاتے تھے۔ نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور انکار کرتے تھے۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔

= اِذَا سَمِعْتُمْ کے لفظی معنی ہیں جب تم سنو۔ لیکن اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب تم دیکھو۔ (کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے اور مذاق اڑایا جا رہا ہے) تو فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ ان کے پاس مت بیٹھو۔

= يَخُونُوا۔ مضارع جمع مذکر غائب اصل میں يَخُونُونَ تھا۔ حتیٰ حرف جر کے بعد ان مقدمہ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ وہ مشغول رہیں (ایسی باتوں میں۔ خَوْضٌ مصدر باب نصر۔ = حَتَّى يَخُونُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ۔ (ان کے پاس مت بیٹھیں) اس وقت تک کہ وہ۔ (یہ کفر و استہزاء چھوڑ کر) کسی دوسری بات کو چھڑیں۔

۴: ۱۳۱ = يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ۔ انتظار کر رہے ہیں کہ تمہارے ساتھ کیا گذرتی ہے (نیکی یا بدی کا میابی یا ناکامی) یعنی تمہارا کیا انجام ہوتا ہے۔ تَرَبَّصٌ (تَفَعُّلٌ) سے۔

= الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ کا عطف نِ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ (آیت ۱۳۹) پر ہے اور منافقین متذکرہ آیت ۱۳۸ کے متعلق ہے لہذا فعل بَشِّرُوا (آیت ۱۳۸) کا اطلاق الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ اور الَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ پر ہو گا۔ یعنی اے نبی علیہ السلام ان منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت فرمادے۔ جنہوں نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اور جو تمہاری ناکامی یا ناکامیابی پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ کس طرح ہر دو صورت میں مالی فائدہ حاصل کیا جائے۔

= قَالُوا۔ ای المنافقین یعنی یہ منافقین تم سے کہتے ہیں

= اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ۔ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ یعنی ہم تمہارے ساتھ شریک جنگ تھے ہمیں بھی مال غنیمت سے حصہ ملنا چاہئے۔

= اَلَمْ نَسْتَحْوَذْ عَلَيْكُمْ۔ نفی جہد بلم کا صیغہ جمع متکلم۔ اسْتَحْوَذَ (استفعال) مصدر کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے۔ اسْتَحْوَذَ الْعِذْرُ عَلَى الْاِثَانِ۔ گور خر گدھی پر غالب آ گیا یعنی گدھے

کا مادہ خر کی پشت پر چڑھ کر (جیسا کہ جفتی کی صورت میں ہوتا ہے) دونوں جانب سے قابو میں کر لینا
حَوِّذُ مَادَّة

= تَمَنَعَكُمْ مِّنْ - اِی اَلَمْ تَمْنَعَكُمْ مِّنْ - کیا نہیں بچایا تھا ہم نے تم کو (مومنوں) سے
کیا ہم نے تمہاری حفاظت نہ کی تھی۔

۴: ۱۴۲ = یُخَذُّ عُوْنٌ - وہ فریب کرتے ہیں وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ مُخَادَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ)
مصدر۔ اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں جو کچھ دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے
بھیر دینا جس کے وہ در پے ہو۔

= یُخَذُّ عُوْنُ اللّٰهِ - یہ (اپنے زعم میں) خدا کو حکم دیتے ہیں۔ یہاں اللہ کو دھوکہ دینا اس کے
رسول اور صحابہ کو فریب دینا مراد ہے۔

دَهُوْ خَادِعُهُمْ - (وہ انہیں کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے) بعض نے اس کے معنی کئے ہیں
کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی فریب کاریوں کا بدلہ دے گا۔ بعض نے کہا ہے کہ مقابلہ اور مشاکلہ کے
طور پر کہا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت دَمَكُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ (۵۴: ۳) میں ہے

(مشاکلہ - مقابلہ - علم بدیع کی معانی خوبیوں میں سے دو خوبیاں ہیں۔

مقابلہ - دو یا دو سے زائد متوافق معنی کو لاکر ہر ایک کے مقابل کو ذکر کر دیا جائے ترتیب کے ساتھ
مشاکلہ - شئی کو ایسے لفظ کے ساتھ ذکر کرنا جو اس کے لئے موضوع نہ ہو اس کے غیر کی صحبت
میں واقع ہونے کی وجہ سے۔

= کُسَالَى - کَسَلَانٌ کی جمع ہے سُسْت کابل۔ جس کام میں سستی نہ کرنی چاہئے اس
میں سستی کرنے کو کَسَل کہتے ہیں۔ کَسِلَ یُکْسَلُ (سمع) سستی کرنا۔ مِبْشَلُ سُكَارَى
سُكُوَانٌ۔

= یُرَاءِدُنَّ - مضارع جمع مذکر غائب۔ مُرَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مصدر (مَأْی) سے
(مہموز العین اور ناقص یائی) وہ دکھا دے کرتے ہیں۔ وہ ریاکاری کرتے ہیں۔ وہ دکھلاتے ہیں
(لوگوں کو)

یا سَرَّایَ یَرَى سے مضارع مجہول ہے وہ دیکھے جاتے ہیں۔ یا کہ وہ دیکھے جائیں لوگوں سے
یعنی لوگ انہیں دیکھیں۔ (عبداللہ یوسف علی)

۴: ۱۴۳ = مُذَبِّذَ بَیِّنٍ - اَلذَّبُّ ذَبَّہٌ - اصل میں معلق چیز کی ہلنے کی آواز کو کہتے ہیں
پھر بطور استفادہ ہر قسم کی حرکت اور اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مُذَبِّذَ بَیِّنٍ

بَيْنَ ذَلِكَ - یعنی ہمیشہ مضطرب رہتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کی طرف اور کبھی کفار کی طرف۔
 ذَبَذَبَ فَلَدَتْ تَرَدَّدَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ وَلَا تَثْبُتُ صُحْبَتُهُ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا
 دو امور یا دو آدمیوں کے درمیان حالت تردد میں ہونا اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ
 ثابت قدم نہ ہونا۔

۱۴۴: ۴ = سُلْطَانًا - سلطان - زور - قوت - حجت - دلیل - اختیار - برہان - سند - حکومت
 سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ اسی معنی میں ارشاد الہی ہے۔ لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا
 بِسُلْطَانٍ ط (۳۳: ۵۵) نہیں نکل سکتے تم بدوں سند کے۔ کبھی اس سے مراد معجزہ لیا جاتا
 ہے۔ جیسے اِذَا رَسَلْنَاهُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبٰیِّنٍ ط (۳۸: ۵۱) اور جب بھیجا ہم نے ار
 کو فرعون کے پاس کھلی سند دیکر۔ (یہاں مراد معجزہ بھی لیا جاسکتا ہے۔ اور کھلی دلیل بھی۔)
 یہاں واضح دلیل مراد ہے۔ یعنی کفار کے ساتھ اس قسم کے قریبی تعلقات اور پختہ مراسم
 منافقت کی کھلی دلیل ہیں۔ اس کے بعد اگر تم پر اللہ تعالیٰ کی گرفت آئے تو تم کو گلہ شکوہ کیہ
 ۱۴۵: ۴ = الدَّرَكِ - طبقہ - درجہ۔ الدَّرَكُ اور الدَّرَكُ دونوں لغتیں ہیں۔
 بلند کی طرف جو یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو اہل عرب درجات کہتے ہیں اور پستی
 کی طرف یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو دَرَكَات کہتے ہیں۔ جہنم کے مختلف طبقات۔
 (درکات) علی سبیل التنزل یہ ہیں۔

(۱) جہنم - (۲) لفظی - (۳) حطہ (۴) سعیر ۵۱، سقر (۶) جیم (۷) ہادیہ - سب کے نیچے منافقوں کا
 یہی ٹھکانہ ہے۔

۱۴۷: ۴ = مَا - استفہامیہ ہے۔ اِنَّہٗ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ الشَّاکِرِ الْمُؤْمِنِ
 یعنی اللہ تعالیٰ شکر گزار اور مؤمن بندے کو عذاب نہ دے گا۔
 کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے گا اور تم شکر گزار اور مؤمن ہو۔
 = شَاکِرًا - قدر شناس - قدر دان -

پَارَةُ
لَا يُحِبُّ اللهُ
(٩١)
النِّسَاءَ وَالْمَأْيِدَةَ

۱۴۸:۴ = لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ

لَا يُحِبُّ فعل نفی مضارع - اللَّهُ فاعل الْجَهْرَ مفعول

= الْجَهْرَ - مصدر - زور سے کہنا - ظاہر کرنا - اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کے کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام جہر ہے جَهْرَ (فتح) جَهْرًا و جَهْرَةً - جَهْرًا بِالْأَمْرِ - اعلان کرنا جَهْرًا بِالْقَوْلِ - آواز بلند کرنا - جَهْرَ الصَّوْتِ - آواز اٹھانا - كَلَّمْتُهُ جَهْرًا و بِالْجَهْرِ میں نے اس سے کھلے اور صاف الفاظ میں بات کی -

لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّى تَرَى اللَّهَ جَهْرَةً - (۵۵:۲) کہ جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں تم پر ایمان نہیں لائیں گے - اَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً (۱۵۳:۴) ہمیں نمایاں اور ظاہر طور پر خدا دکھا دو -

لَا يُحِبُّ اللَّهُ کا مفعول ہے الْجَهْرَ بِالشَّوْرِ - بری چیز کا کھلم کھلا علی الاعلان اظہار - مِنَ الْقَوْلِ - کلام - زبانی - یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ کوئی بری بات علی الاعلان برملا کہی جائے = إِلَّا مَنْ ظَلَمَ - إِلَّا حرف استثناء - بعض کے نزدیک إِلَّا مَنْ ظَلَمَ میں استثناء منقطع ہے اور اس صورت میں إِلَّا مَنْ ظَلَمَ کا مطلب ہوگا فَلَا يُؤْخَذُ اللَّهُ بِالْجَهْرِ بِهٖ - البتہ مظلوم کے بری بات برملا کہنے پر اللہ تعالیٰ مؤاخذہ نہیں فرمائے گا -

اور بعض کے نزدیک یہ استثناء متصل ہے - اور اس میں مضامین محذوف ہے - اور آیت کا تقدیر یوں ہے - لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالشَّوْرِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا جَهْرًا مَنْ ظَلَمَ - یعنی سوائے مظلوم کے ظالم کو علانیہ بُرا کہنے کے اللہ تعالیٰ کسی کو پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی کو علانیہ بُرا کہے -

= سَمِيعًا - مظلوم کے شکوہ کو سننے والا ہے

= عَلِيمًا - ظالم کے ظلم کو بخوبی جاننے والا ہے -

۱۴۹:۴ = تَبْدُوْا - مضارع جمع مذکر حاضر اصل میں تَبْدُوْنَ تھا - اِنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا - اِبْدَاءً سے - تم ظاہر کرو -

= تَعْفُوْا عَنْ - عَفُوٌّ سے جمع مذکر حاضر - یہ بھی اصل میں تَخْفُوْنَ تھا - اِنْ شرطیہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا - عَفَا عَنْ - معاف کرنا - سزا نہ دینا - تَعْفُوْا عَنْ - تم برائی کو معاف کر دو - تم درگزر کرو - تم برائی کی سزا نہ دو -

= عَفُوًّا - بروزن فَعُولُ عَفُوٌّ سے مبالغہ کا صیغہ ہے - اور عَفُوٌّ کے معنی برائی سے یا گناہ سے درگزر کرنے کے ہیں - عَفُوًّا - بہت زیادہ معاف کرنے والا - یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے

۴: ۱۵۱ = حَقًّا - بِمَعْنَى يَقِينًا - وَرَحِيقَتِ.

۴: ۱۵۳ = تَنْزِيلٌ - تَنْزِيلٌ مُضَارِعٌ كَاصِيغَةٍ وَاحِدَةٍ مَذْكُورَةٍ تَوَاتَرًا لَانِ - تَوَاتَرًا لَانِ
تَنْزِيلٌ بَرُوزٌ تَفْعِيلٌ - تَرْتِيبٌ اور یکے بعد دیگرے تفریق سے نازل کرنا - اتارنا - تَنْزِيلٌ
منسوب لہذا ان ناصبہ ہے ۔

= الصَّعِقَةُ - سَجَلِی کی کڑک - صَاعِقَةُ کے اصل معنی فضا میں سخت آواز اور ہولناک دھماکہ کے
ہیں ۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور نقصان کا
سبب بن جاتی ہے اور کبھی اس سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے ۔ لہذا ان آثار کی وجہ سے صاعقہ
بمعنی آگ - عذاب - موت تینوں طرح قرآن میں مستعمل ہے مثلاً وَیُوسِلُ الصَّوَاعِقُ (۱۳: ۱۳) اور
وہی بجلیاں بھیجتا ہے - اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (۱۳: ۴۱) میں تم کو
مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ (عذاب) آیا تھا - اور فَاحْذَرُوا الصَّاعِقَةَ
(۴۴: ۵۱) سو تم کو (ایک ہولناک کڑک کے نتیجہ میں) موت نے آکھڑا - صَاعِقَةُ یَا تَوَصَّعَتْ
یَصَعَقُ (سبع) کا مصدر ہے ، بے ہوش ہونا - یَا صَعَقُ سے بمعنی مذکور اسم فاعل کا صیغہ واحد
مثنیٰ ہے - بے ہوش کرنے والی -

= بِظُلْمِهِمْ - اِیْ بِسَبَبِ ظُلْمِهِمْ - یعنی بسبب ان کے ظلم کے ۔

= ثُمَّ اتَّخَذُوا الْاَنْجِلَ - کے بعد اِلَیْہَا محذوف ہے یعنی اس کے بعد انہوں نے بچھڑے
کو (اپنا معبود) بنالیا ۔

= عَجَلَ - بچھڑا - گو سالہ گائے کا بچہ - امام ابو منصور ثعالی نے فقہ اللغة میں گائے بیل کی عمر کے
لحاظ سے تین الفاظ استعمال کئے ہیں - (۱) عَجَلَ بچہ الشبوب جوان - ۳ - فَارَضَ عمر رسیدہ
= الْبَیِّنَاتُ - یعنی الدلائل الواضحات صریح اور واضح دلیلیں مثلاً عصا - ید بیضاء
سمندر کا مچھڑ جانا ۔

= سُلْطَنًا مُّبِينًا - روشن معجزات - واضح دلائل - یارب ودیدہ - واضح غلبہ ۔

۴: ۱۵۴ = رَفَعْنَا - باب فتح - رَفَعَ سے ماضی جمع متکلم - ہم نے بلند کیا - ہم نے اٹھایا ۔

= وَرَفَعْنَا قَوْقُسَهُ الطُّورَ - ہم نے بلند کیا ان کے اوپر کوہ طور کو - ان کے سروں پر کوہ طور کو
معلق کر دیا - (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان کے اوپر کھڑا کر دیا کہ ان پر سایہ فگن ہو گیا تاکہ وہ ڈرجائیں اور
نقض عہد سے باز رہیں (الخازن) پہاڑ کے دامن میں میثاق لیتے وقت ایسی خوفناک صورت حال

پیدا کر دی گئی تھیں کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پہاڑ ان کے اوپر آپرے گا۔

عہد سے مراد وہ میثاق ہے جو کوہ طور کے دامن میں بنی اسرائیل کے نمائندوں سے لیا گیا تھا۔ (تفہیم القرآن مودودی)

اور ہم نے کوہ طور کی بلند یوں کے دامن میں ان سے عہد لیا تھا۔ (عبداللہ یوسف علی) صاحب المفردات لکھتے ہیں:-

الرَّفْعُ - (فتح) کے معنی بلند کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ یہ کبھی تو مادی چیز کو جو اپنی جگہ پر پڑی ہوئی ہو اسے اس کی جگہ سے اٹھا کر بلند کرنے پر بولاجاتا ہے جیسے فرمایا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ (۱۶۳:۲) اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر لاکھڑا کیا۔ یا آیتہ نہا۔ اور اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا - (۲:۱۳) اللہ تعالیٰ وہ قادر مطلق ہے جس نے آسمان کو بدوں کسی سہارے کے جسے تم دیکھ سکو اونچا بنا کھڑا کیا۔

اور کبھی ناموری اور شہرت ذکر بلند کرنے کے لئے۔ جیسے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۴:۹۴) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آواز بلند کیا۔

اور کبھی مرتبہ کی بلندی بیان کرنے کے لئے جیسے نَزَعَ دَرَجَاتٍ مِّنْ نَّشَاءٍ (۷۶:۱۲) اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں۔

= بِمِثْقَا قِهْرٍ - میں ب سبب ہے۔ یعنی بِسَبَبِ اخَذِ مِثْقَا قِهْرٍ - ان سے پختہ وعدہ لینے کے لئے۔ الميثاق - پختہ عہد و پیمان جو قسموں کے ساتھ ہو کہ کیا گیا ہو وثق سے۔
= لَا تَعْدُوا - فعل نہی تم تعدی نہ کرو۔ تم تجاوز نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ عَدُوٌّ سے باب نصر۔

= السَّبْتِ - روزِ شنبہ۔ سینچر کا دن۔ اہل یہود کے نزدیک سینچر کا دن مہربک اور تعظیم کا دن تھا۔ اور اس دن وہ اپنے کام کاج سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ یہودیوں کا عزت و حرمت کا دن انگریزی اور عبرانی شبات کا عربی مترادف۔

اس روز ان پر بعض کام کرنے اور بعض نہ کرنے کے احکام عائد تھے۔ اسی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ سبت کے روز احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ حدود جو مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا۔

= مِثْقَا غَلِظَةٍ - پختہ وعدہ۔ غَلِظَةُ غَلِظَةٍ صفت مشبہ سخت۔ شَدِيدُ الْغِلْظَةِ - بمعنی موٹاپن۔ گاڑھاپن۔ سخت پن۔ مَثَلًا فَاسْتَغْلِظَ فَاَسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقَيْهِ (۲۹:۲۸) پھر

مولیٰ اور سخت ہوئی۔ اور پھر اپنی نال (تے) پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۴: ۱۵۵ = فَبِمَا - میں ب سببیت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور مآزائدہ ہے اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

= فَبِمَا لَقَضِهِمْ - نقض مصدر لَقَضُ سے بمعنی توڑ دینا۔ نقض مضاف ہم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے توڑ دینے کی وجہ سے۔

= فَبِمَا لَقَضِهِمْ قِيَّتَانَهُمْ میں تقدیر عبارت یوں ہے فَبِمَا لَقَضِهِمْ قِيَّتَانَهُمْ لَعَنَهُمْ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت مسلط کر دی اور كُفِّرْهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ اور قَتَلِهِمْ إِلَّا نَبِيَّاءَ بَغَيْرِ حَقٍّ۔ اور قَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ کا عطف فَبِمَا لَقَضِهِمْ قِيَّتَانَهُمْ پر ہے۔ یعنی وہ ہماری لعنت کے نیچے اس واسطے بھی آگئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا اور (گستاخانہ) یہ بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف پڑھے ہوئے = غُلْفٌ جمع۔ اس کا واحد اَغْلَفٌ ہے اصل میں لام پر ضمہ تھا جو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا۔ اَغْلَفٌ وہ چیز ہے جو کسی غلاف میں بند ہو۔ قُلُوبُنَا غُلْفٌ یعنی ہمارے دل غلافوں کے اندر بند ہیں تمہاری نسیحت کی رسائی ہمارے دلوں تک ناممکن ہے۔

= بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا۔ جملہ معترضہ ہے اور ان کے قول قُلُوبُنَا غُلْفٌ کے جواب میں آیا ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر کیا بند ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے (بوجہ ان کے کفر کے) اس لئے ان میں محوڑے ہی ہوں گے جو ایمان لائیں گے۔

= طَبَعَ۔ اس نے مہر لگادی۔ اس نے چھاپ لگادی۔ اس نے مٹھ لگادیا۔ (باب فتح) سے صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۴: ۱۵۶ = وَبِكُفْرِهِمْ - کا عطف بھی فَبِمَا لَقَضِهِمْ قِيَّتَانَهُمْ آیتہ ماقبل پر ہے اسی طرح قَوْلِهِمْ دَسْوَالِ اللَّهِ کا عطف فَبِمَا لَقَضِهِمْ پر ہے۔ یعنی وہ بدیں سبب بھی مورد لعنت ہوئے کہ انہوں نے پیہم کفر کا ارتکاب کیا۔ (یعنی پہلے حضرت موسیٰ کا اور پھر حضرت عیسیٰ کا اور انہوں نے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا) اور حضرت مریم پر بہتان عظیم باندھا۔ ۴: ۱۵۷ = قَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ کا عطف حسبِ بَالَا فَبِمَا لَقَضِهِمْ قِيَّتَانَهُمْ پر ہے۔ = مَا قَتَلُوهُ۔ سے لے کر آیتہ ۱۵۹ تک جملہ معترضہ ہے۔

= مَا صَلَبُوهُ۔ مَا نافیہ ہے۔ صَلَبُوا صَلَبٌ سے (باب ضرب) ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے، ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا تھا۔
الصلب هو تعلیق الانسان للقتل۔ کسی انسان کو لٹکادینا تاکہ وہ مرجائے یہ صلب ہے،
= مُشْتَبَہ۔ وہی صورت بنا دی گئی۔ مانند کر دیا گیا۔ تَشْبِیْہٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو کسی چیز کے مانند کر دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

وَلَكِنْ مُشْتَبَہٌ لَّهُمْ۔ بلکہ سولی چڑھانے کا معاملہ ان پر مشتبہ کر دیا گیا۔ ان کو یوں معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو سولی چڑھا دیا۔ لیکن حقیقت میں حضرت عیسیٰ کو وہ نہ قتل کر سکے اور نہ ہی سولی پر چڑھا سکے۔ محض مصلوب کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی
= وَانِ الْمُذْنِبِينَ اخْتَلَفُوا..... اِلَّا اتَّبَعَ الظَّالِمُ يَ اِنْ اخْتَلَفَ كَرَنَ دَالُوں کے متعلق ہے جو عیسائی تھے اور ان میں آپس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر کوئی متفق علیہ قول نہیں بلکہ ان میں بیسیوں اقوال ہیں جن کی کثرت اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصل حقیقت ان کے لئے بھی (یعنی نصاریٰ کے لئے بھی جنہوں نے یہود کے دعویٰ قتل و تصلیب پر پراعتبار کر لیا ہے) مشتبہ ہی رہی۔ کوئی فرقہ ان میں سے کہتا ہے کہ جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ مسیح نہ تھا۔ بلکہ ان کی شکل کا کوئی اور آدمی تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر چڑھایا تو مسیح کو ہی تھا مگر ان کی وفات صلیب پر نہ ہوئی تھی۔

اور کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر موت مسیح کے جسم انسانی کی واقع ہوئی تھی مگر الوہیت کی روح جو اس میں تھی وہ اٹھالی گئی۔

اور کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد مسیح علیہ السلام جسم سمیت زندہ ہوئے اور پھر جسم سمیت اٹھائے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

= وَمَا قَتَلُوهُ يَقِيْنًا۔ ان کی مندرجہ بالا غلطیوں کا قرآن حکیم نے ازالہ کر دیا۔ کہ یقیناً انہوں نے حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بس یہ حقیقت ہے اور پھر اس کی مزید تصریح کر دی بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف (جسمانی طور پر زندہ) اٹھالیا۔

۱۵۸:۴ = رَفَعَهُ کی مزید تشریح کے لئے دَفَعْنَا ۴: ۱۵۴ کے تحت ملاحظہ ہو۔

۱۵۹:۴ = اِنْ نَافِیَہ ہے۔

= يَهْ قَبْلَ مَوْتِهِ۔ میں ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع ہے۔

یعنی جب حضرت عیسیٰ زمین پر نزول فرمائیں گے تو ان کی طبعی موت سے قبل تمام اہل کتاب (یہودی

اور عیسائی (جو اس دقت میں مبتلا ہوں گے۔ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لا کر اسلام میں داخل ہوں گے۔

بعض کے نزدیک اس کا مرجع اہل کتاب میں سے کا ہر فرد ہے لیکن اکثر مفسرین پہلے ہی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

۱۶۰:۴ = فَيُظْلَمُ میں باء سببیہ ہے۔

= لِيَصِدَّ هُمْ - صَدَّ - رُكْنَا - رُكْنَا - صَدَّ لِيَصِدَّ (لِيَصِدَّ) کا مصدر۔ ان کے (لوگوں کو اللہ کے راستے سے) روکنے کی وجہ سے۔

= كَثِيرًا - نَاسًا كَثِيرًا - (بہت لوگوں کو) بھی ہو سکتا ہے۔ اور صَدَّ كَثِيرًا - (کثرت سے روکا) بھی۔

۱۶۱:۴ = نَهَوْا - نَهَى سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ ان کو منع کیا گیا۔ ان کو روکا گیا۔ نَهَى يَنْهَى (فتح) وَنَهَى يَنْهَى نَهَوْا - اصل میں نَهَيْتُمْ اتھا۔ ماقبل مکسور کی وجہ سے یا، پر ضمہ دشوار تھا۔ اس لئے یہ ضمہ ماقبل کو دیا۔ اب ہی اور وَ ساکنین ہونے کی وجہ سے ہی گر گئی۔

= جو چیزیں باوجود پہلے حلال ہونے کے اب اہل یہود پر حرام کر دی گئی تھیں ان کی وجوہات یہ چار جرائم تھے۔ ان کا ظلم کرنا۔ لوگوں کو راہ حق سے روکنا۔ سود کھانا۔ اور لوگوں کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔

۱۶۲:۴ = لَكِنِ التَّوَّابُونَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ - میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب آیہ ۱۶۰ میں الَّذِينَ هَادُوا کی طرف راجع ہے۔

= يُؤْمِنُونَ کا فاعل تَوَّابُونَ فِي الْعِلْمِ اور الْمُؤْمِنُونَ ہیں۔

= الْمُقِيمِينَ الصَّلَاةَ - نماز کو عزم و اہتمام کے ساتھ پڑھنے والے۔ مُقِيمِينَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔

= الْمُقِيمِينَ کا عطف الْمُؤْمِنُونَ پر ہے۔ نحوی قاعدہ کے مطابق الْمُقِيمُونَ ہونا چاہئے تھا اسے اپنے معطوف علیہ کے خلاف اعراب کیوں دیا گیا۔ اس کے متعلق علماء نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ توجیہ ہے جو سیبویہ نے کی ہے۔ کہ مُقِيمِينَ پر نصب تعظیم کی وجہ سے ہے۔ اور اس نے اس کی کئی مثالیں بھی دی ہیں وھذا اصح ما قيل فيه (قطبی)

= اُولَئِكَ سَنُوْهُمْ اَجْرًا عَظِيْمًا - (یہی لوگ جنہیں ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے) اشارہ اُولَئِكَ کے مشار الیہم لَا سِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ - الْمُؤْمِنُونَ - مُقِيمِينَ الصَّلَاةَ - مُؤْتُونَ

الزَّكَاةَ - الْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ - هِيَ -

= مُؤْتُونَ - اسم فاعل جمع مذکر ماضی - اَلْمُؤْتَىٰ واحد اِیْتَاءٍ مصدر باب افعال - ینے دے دئے۔
ادا کرنے والے۔

۴: ۱۶۳ - اَوْحَيْنَا - ہم نے وحی بھیجی - ہم نے حکم بھیجا - اِنْجَاءً اِفْعَالٌ - سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم
وَحٰی مصدر - اشارہ سے بتانا - اشارہ سے بات کرنا - دل میں بات ڈالنا - لغت عربی میں وحی کا معنی
اشارہ کرنا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحٰی اِلَيْهِمْ
اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا (۱۹-۱۱) مہر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس
آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ خدا کو صبح و شام یاد کرتے رہا کرو۔

لیکن اس کا اطلاق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے مثلاً ۱:- بطریق الہام کسی چیز کو دل
میں ڈال دینا - جیسے وَاَوْحَيْنَا اِلٰی اُمِّ مُوسٰی اَنْ اَدْخِلِیْهِ (۲۸: ۴) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف
وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

(۲) اپنے طبعی اور غیر فطری فرائض کی انجام دہی کے لئے فطری طور پر ہدایت خالق کی طرف سے ہوتی
ہے اور اسے وحی تسخیری بھی کہتے ہیں - جیسے وَاَوْحٰی رَبُّكَ اِلٰی النَّحْلِ (۱۶: ۲۸) اور تمہارے رب نے
شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا۔

(۳) کسی کو پراسرار طریقہ پر کسی امر کی تعلیم دینے کو بھی وحی کہتے ہیں جیسے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ
عَدُوًّا شَیْطٰنِیْنَ الْاِنْسِیِّ وَالْجِنِّ یُوحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۹: ۱۱۳)
اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) جنوں اور انسانوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنادیا وہ دھوکہ دینے
کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔

۴- شریعت میں کلمہ الہیہ کو وحی کہا جاتا ہے جو انبیاء و اولیاء کی طرف القاء کیا جاتا ہے اس کی چند
صورتیں ہیں - مثلاً فرمایا۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یَّكَلِمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحِیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا
فَیُوحِیْ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ (۲۲: ۵۱) اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ خدا اس سے بات
کرے - مگر الہام کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے - یا کوئی فرشتہ بھیج دے - تو وہ خدا کے حکم
سے جو خدا چاہے القاء کرے۔

الہام کی مثال اُمِّ مُوسٰی کے بارہ میں اوپر گزر چکی ہے۔
وحی کی دوسری دو قسمیں بذریعہ فرشتہ یا از پس حجاب بلا واسطہ یہ دونوں انبیاء کے لئے

جیسے ارشاد ہے وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ (۲۵۵:۲) اور وہ اس کی منشاء کے بغیر کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔) یہاں بھی علم سے مراد اللہ کا خاص علم ہے جو صرف وہی جانتا ہے۔ اور صرف اسی قدر اپنے بندوں کو دیتا ہے جتنا کہ وہ خود چاہے۔

۱۶۷:۴ = صَدُّوا - صَدُّ سے انہوں نے روکا۔

۱۶۹:۴ = يَسِيرًا - آسان - سہل - يُسْرًا مادہ - صفت مشبہ واحد مذکر منصوب۔

۱۷۰:۴ = وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ مَأْنِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ -

اِنْ تَكْفُرُوا کے بعد فَهُوَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَتَضَرَّدُ بِكُمْ۔ اگر تم انکار کرو گے یا کفر کرو گے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے وہ تمہارے کفر و ایمان سے بالاتر ہے اور تمہارے کفر سے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

۱۷۱:۴ = لَا تَغْلُوا - فعل نہی - جمع مذکر حاضر غُلُوٌّ (باب نصر) تم مبالغہ مت کرو۔ تم حد نہ بڑھو۔ تم زیادتی مت کرو۔

= عَلَى اللَّهِ - عَلَى اکثر استعلاء کے معنوں میں آتا ہے جیسے حُمِلَ عَلَى الدَّائِبَةِ - جانور پر لا دیا گیا۔ يَا اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - اللہ ہر شے پر قادر ہے۔

لیکن یہاں صرف متعلق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

= كَلِمَتُهُ - صاحب ضیاء القرآن نے کلمہ کی بڑی اچھی اور عام فہم تشریح کی ہے۔

فرماتے ہیں کلمہ کا لغوی معنی تو ہے مَا يَنْطِقُ بِهِ الْإِنْسَانُ جس کے ساتھ نطق کیا جائے

یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق حقیقی معنوں میں نہیں ہوتا بلکہ مجازاً ہے

اب دیکھنا یہ ہے کہ وجہ مجاز کیا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ :-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمہ کے اطلاق کی وجہ یہ ہے کہ ہر مولود کے دو سبب ہوتے ہیں

ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی تخلیق سے متعلق ہو اور وہ اپنی زبان قدرت سے کُنْ فرما کر اذنِ ظہور دے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مادہ منویہ شکم مادر میں قرار پکڑے اور وقت معین گزرنے کے

بعد اس کی ولادت ہو۔

پہلا سبب اگرچہ حقیقی ہے لیکن نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس لئے اسے سبب بعید

کہہ لیجئے۔ اور دوسرا سبب کیونکہ عادی اور عام ہے اور اسے ہر ایک جانتا ہے مومن ہو یا غیر مومن

اس لئے اسے سبب قریب کہہ لیجئے۔ اب یہاں دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ سبب قریب

یعنی ماد، منور موجود نہیں۔ اس لئے اس پر سبب بغیر یعنی کلمہ کُن کا اطلاق کر دیا۔ اور آپ کو کَلِمَةُ اللَّهِ یا کَلِمَةُ مَنَّدُ کہہ دیا۔ اور عربی لغت میں سبب کا اطلاق مستبب پر عام ہوتا ہے جیسے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا انا دعوة ابی ابراہیم یعنی میں اپنے پدر بزرگوار ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ حالانکہ آپ دعا نہ تھے دعا کا جواب تھے۔ دعا ابراہیمؑ کی چونکہ آپ کی تشریف آوری کا سبب بنی تھی اس آپ پر دعا کا اطلاق کر دیا۔

تیز کلمہ کا لفظ بشارت اور آیت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا رہتا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ وہ بشارت ہیں جو حضرت مریم کو دی گئی۔ یا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیت (نشانوں میں سے ایک روشن نشانی) ہیں۔

== دُوحٌ مِّنْهُ - ضیاء القرآن میں ہے : روح کا معنی ہے مابہ الحیاء جس کے ساتھ زندگی قائم ہو۔ اور زندگی دو قسم کی ہوتی ہے۔ حسی اور معنوی۔ حسی زندگی وہ ہے جس کے ذریعے چلنا پھرنا۔ بولنا سُننا۔ سمجھنا یاد کرنا وغیرہ قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں اور معنوی زندگی وہ ہے جس سے مکارم اخلاق رحم۔ محبت۔ سخاوت وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے قرآن حکیم کو بھی کئی بار روح کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حیات معنوی کا سبب ہے۔ وَكَذَلِكَ اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِّنْ أَمْرِنَا۔ (۵۲:۴۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر روح یعنی قرآن نازل کیا حضرت مسیح کیونکہ حیات حسی اور معنوی دونوں کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کو بطورِ مبالغہ روح یعنی سراپا روح کہہ دیا۔ جیسے ہم بہت کسی کو بصورت انسان کو حُسنِ مجسم کہہ دیتے ہیں۔

المفردات میں ہے۔ کبھی روح کا اطلاق سانس پر ہوتا ہے جیسے شعر ہے :-

وَقُلْتُ لَهُ ادْفَعْهَا إِلَيْكَ وَاحِيهَا

بِرُوحِكَ وَاجْعَلْ لَهَا قِيَتَهُ قَرَرًا

تو میں نے کہا اسے اٹھاؤ۔ اور قدرے نرم پھونک مار کر اسے سلگاؤ اور اس میں تھوڑا سا

ایندھن ڈال دو۔

کبھی روح کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس کے ذریعہ زندگی۔ حرکت۔ منافع کا حصول

اور مفرات سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ آیت کریمہ : وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (۸۵:۱۷) اور تجھ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو اُن سے کہہ دیجئے یہ میرے پروردگار کا حکم ہے۔

روح کے دیگر معانی۔ روح۔ جان۔ بھید کی بات۔ فیض غیبی بھی ہیں۔

کبھی روح کو آل کے ساتھ بطور معرفت حضرت جبریل کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ (۴:۷۰) فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔ حضرت جبریل کو رُوحُ الْقُدُسُ (۲:۲) اور رُوحُ الْاَمِينِ (۱۹۲:۲۶) سے بھی ذکر کیا ہے۔

== مِنْهُ۔ اس سے۔ روح کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جزئیت کی نہیں بلکہ تشریف اور تفضیل کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا اس چیز کے لئے شرف اور فضل کا اظہار ہے۔ اور ایسی اضافت کا استعمال قرآن حکیم اور کلام عرب میں عام ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ شیطان کو فرماتے ہیں۔ اِنَّ عِبَادِي لَكِنِّي لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ (۲۲:۱۵) یعنی میرے بندوں پر تو قابو نہیں پاسکتا۔ بندے تو سب اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔ مومن ہوں کافر ہوں۔ نیک ہوں یا بُد۔ لیکن اطاعت شعار بندوں کی اضافت اپنی طرف کی اور ان کو اپنا مخصوص اور مخلص بندہ ہونے کا شرف بخشا۔

یہاں بھی رُوحُ مِنْهُ یا روح اللہ کہہ کر اس خصوصی شرف و مقبولیت کا اظہار مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارگاہِ الہی میں حاصل ہے مِنْهُ کے لفظ سے یہ کہنا کہ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اللہ کی جزد ہیں بالکل ناحق ہے۔ کیونکہ آپ اس طرح جزئیت ثابت کرنے پر لبثہ ہوں تو پھر اس میں حضرت عیسیٰ کی خصوصیت باقی نہیں رہتی کیونکہ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف موجود ہے وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ (۲۹:۱۵) میں نے اپنی روح آدم میں بھونکی۔ صرف آدم ہی نہیں بلکہ تمام اولاد آدم کے متعلق ارشاد ہے ثُمَّ جَعَلْنَا نَسْلَهُ مِنْ سُلاٰلِہِ مِنْ مَّاءٍ مَّهِیْنٍ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوحِہِ (۲۲:۱:۸:۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ آدم کو مادہ منور سے تخلیق کر کے اور اس کے اعضاء درست کر کے اس میں اپنی روح بھونکی۔ صرف آدم اور بنی آدم ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کا جزو ماننا پڑے گا جیسے کہ ارشاد باری ہے وَسَخَّوْکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِنْہُ (۱۳:۲۵) اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مطیع کر دیا۔ لہذا مِنْ رُّوحِیْ۔ مِنْ رُّوحِہِ۔ مِنْہُ کے الفاظ سے کسی چیز کی جزئیت ثابت نہیں ہوتی۔ (ضیاء القرآن)

== اَلْقٰہَا۔ اس کو ڈالا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ کلمہ کی طرف راجع ہے۔

== ثَلَاثَةٌ۔ تین۔ اسم عدد ہے اشارہ ہے عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث کی طرف۔

== اِنْشَہُوْا۔ تم رک جاؤ۔ تم چھوڑ دو۔ اِنْشَہَا (اِنْشَہَا) سے جس کے معنی جس کام سے منع کیا جائے

اس سے باز رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۱۴۲:۴ = لَنْ يَسْتَكْفِيَ السَّيِّئُ - اسْتِنَكَافُ سے مضارع نفی تاکید بَلَنْ باب استفعال سے

صیغہ راند مذکر غائب۔ وہ ہرگز نہ۔ عار نہیں سمجھے گا۔ وہ ہرگز حقیر سمجھ کر سرتابی نہیں کرے گا۔

وَمَنْ يَسْتَكْفِ - مضارع مجزوم بالشرط۔ جو عار کرے گا۔ یا جو حقیر سمجھ کر سرتابی کرے گا۔ جو حقیر سمجھ کر غرور کے ساتھ سرتابی کرے گا۔

۱۴۳:۴ = فَيُؤْتِيهِمْ - تَوْفِيَةً (تفعیل) سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر

غائب۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا۔

= اُجُوزَهُمْ - ان کا حق ان کا بدلہ۔ اُجُوزُ جمع ہے اُجْرُ کہ مفعول بہ فعل فَيُؤْتِيهِمْ کا۔

= اسْتَنَكَفُوا - اسْتِنَكَافُ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ دیکھو ۱۴۲:۴ (آیہ ماقبل)

يَسْتَكْفِ۔

۱۴۵:۴ = اِعْتَصَمُوا بِهِ - انہوں نے اس کو مضبوطی سے پکڑا۔ یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے

پکڑا۔ اعتصام (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۱۴۶:۴ = يَسْتَفْتُونَكَ - اسْتَفْتَاؤُ (استفعال) مضارع جمع مذکر غائب۔ لَكَ ضمیر مفعول۔

واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ سے فتویٰ چاہتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ آپ سے حکم پوچھتے ہیں

اس کے بعد فی الکَلَلَةِ محذوف ہے۔ یعنی کلالہ سے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں۔ جو مکہ جواب میں کَلَلَةٍ

کا ذکر آگیا اس لئے یہاں محذوف کر دیا گیا۔

= يُفْتِيَكُمْ - وہ تم کو فتویٰ دیتا ہے۔ حکم دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول

جمع مذکر حاضر۔

= اَلْكَلَلَةُ - وہ لوگ جو منقطع الطرفین ہوں۔ یعنی نہ ان کے والدین ہوں اور نہ ان کی اولاد ہو۔

حدیث شریف میں ہے کہ کلالہ وہ میت ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ بعض اہل لغت نے لکھا

کہ کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میت کا نہ باپ ہو نہ اولاد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کلالہ اولاد کے علاوہ دوسرے وارثوں

کو کہتے ہیں۔

۱۴۶:۴ - اَنْ تَصَلُّوا - اَنْ نافیہ ہے۔ کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ تم بھٹک نہ جاؤ۔ تم ٹھیک راہ

پر نہ چلو۔ صَلَّوْا سے جمع مذکر حاضر۔ مضارع معروف۔ اصل میں تَصَلُّونَ تھا۔ اَنْ نافیہ کے

سبب سے نون اعرابی گر گیا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سُورَةُ الْمَائِدَةِ

۵: ۱ = اَذْفُوْا - تم پورا کرو۔ اِيْفَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِيْفَاءٌ وعدہ۔ وعدہ کا پورا کرنا = عَقُوْذٌ۔ قول و قرار۔ عہد و پیمان۔ عَقْدٌ کی جمع۔ عقد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مضبوطی سے باندھنا۔ اور گرہ لگانا۔

یہاں اس سے مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ ہیں کہ جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے اور اسی میں داخل ہیں امانات اور معاملات کے جملہ عہد و پیمان کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔

عقدہ۔ گرہ۔ مسمہ۔ گنجلک امر۔

= بِهَيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ بہیمہ اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جس میں نطق نہ ہو۔ مالا نطق له۔ (بلاغت) بے زبان جانور۔ عرف عرب میں درندوں اور پرندوں کو اگرچہ وہ بھی بے زبان ہیں بہیمہ نہیں کہا جاتا۔ مگر دوسرے چار پائے چہرے والے جانور مراد لئے جاتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر چوپائے کو بہیمہ کہا جاتا ہے (اسم لکل ذی اربع) اس صورت میں اس کی اضافت انعام کی طرف بیانیہ ہے۔

اَنْعَامٌ نَّعَمٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی اصل میں تواونٹ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر مولیٰ بھیڑ۔ بکری۔ گائے بھینس کو بھی شامل کیا جاتا ہے

اگر ان میں اونٹوں کو داخل نہ کیا جائے تو دوسروں کو انعام نہیں کہا جاسکتا۔

بِهَيْمَةِ الْاَنْعَامِ۔ بے زبان مولیٰ قسم کے جانور۔

= غَيْرَ مُحْلًى الصَّيْدِ۔ مُحْلًى۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں مُجْلَيْنٌ تھا۔ بوجہ اضافت نون حذف کر دیا گیا۔ مُحْلًى۔ واحد اِخْلَالَ۔ مصدر حلال قرار دینے جانے والے۔ اِخْلَالَ کسی چیز کو

= تَعَادَنُوا۔ تم آپس میں مدد کرو۔ تم آپس میں تعاون کرو۔ تَعَادَتْ (تَفَاعَلٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= لَا تَعَادَنُوا۔ اصل میں تَتَعَادَنُوا تھا۔ ایک ت کو گرا دیا گیا ہے۔ یہی جمع مذکر حاضر مت تعاون کرو۔ مت مدد کرو ایک دوسرے کی۔

= الْعُدْوَانِ عَدَا يَعْدُو (نَصَرَ) سے مصدر ہے۔ ظلم و ستم۔ زیادتی۔ تعدی۔ حد سے گزر جانا۔

= عِقَاب۔ مار۔ عذاب۔ سزا۔ عقوبت۔ سزا دینا۔

عَاقِبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے۔ عقاب وہ سزا ہے جو جرم کے سرزد ہونے پر دی جاتی ہے یعنی پہلے ارتکاب جرم ہوتا ہے اور بعد میں اس پر سزا ہوتی ہے۔ عقیب پیچھے کو کہتے ہیں۔

۳:۵ = أَهْلٌ - أَهْلًا (افعال) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پکارا گیا۔ ہلال نیا چاند۔ أَهْلٌ - نیا چاند نکلا۔ نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانا یا پکارنا۔ حاجیوں کا لبیک کہنا۔ أَهْلٌ بِذِكْرِ اللَّهِ۔ اس نے (کام کرتے وقت) اللہ کا نام لے کر پکارا۔

أَهْلٌ ب کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ کا نام لے کر پکارنا۔ أَهْلٌ لِخَيْرِ اللَّهِ۔ پکارا گیا غیر اللہ کے لئے۔ اس میں وہ جانور بھی شامل ہے جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا جائے۔ اور وہ جانور بھی جو اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کر دیا گیا ہو۔ خواہ بوقت ذبح بسم اللہ بھی پڑھی جاوے۔

= الْمُنْخَفَقَةُ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ انخفاق (انفعال) مصدر۔ گلا گھونٹ کر مارا ہوا۔ گلا گھٹنے سے مرنے والی۔ اسی سے مرض خناق ہے جس سے گلا گھونٹ جاتا ہے۔

لَمَوْقُوذَةً وَقَدْ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) چوٹ کھا کر مرا ہوا۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔

= الْمُتَرَدِّیَّةُ۔ اسم فاعل واحد مؤنث (باب تَفَعَّلَ) وہ جانور جو اوپر سے گر کر ذبح کرنے سے پہلے مرجائے۔ التردی (سمع) بمعنی ہلاکت۔ اور التردی (تفعل) اپنے آپ کو ہلاکت کے سامنے پیش کرنا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمَا يُغْنِي عَنْهُ مَالُهُ إِذَا تَرَدَّى۔ (۱۱: ۹۲) اور جب وہ جہنم میں گرے گا اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

تَرَدَّى فِي النَّيْرِ۔ کنویں میں گرنا۔ پس الْمُتَرَدِّیَّةُ اوپر سے گر کر مرا ہوا جانور

= النَّطِیْحَةُ۔ صیغہ صفت بروزن فَعِيلَةٌ۔ بمعنی مَفْعُولَةٌ۔ نَطِیْحَةٌ بمعنی مَنْطُوحَةٌ۔ نَطَحَ مصدر (فتح۔ ضرب) وہ جانور جو دوسرے کے سینک کی چوٹ سے مرا ہو۔ نَطَحَ الثَّوْرُ

لیجایا جا رہا ہو۔

= اَنْقَلَبَ ثَدٌّ - قَلَادِثُ جمع قَلَادِثُ کی ہے وہ چیز جو گردن میں لٹکائی جائے۔ ہار۔ رسی۔ پٹہ۔
اَنْقَلَبَ ثَدٌّ سے مراد ذَوَاتُ اَلْقَلَادِثِ وہ جن کے گلے میں رسیاں یا پٹے ڈالے گئے ہیں۔
یہ ہَدَی کی صفت میں ہے یعنی وہ جانور جن کی گردنوں میں پٹے ڈالے ہوئے ہیں اور حرم کی طرف ذبح کرنے کے لئے لیجائے جاتے ہیں۔

= اَمْتِنَ - اَمٌّ کی جمع اَمٌّ ہے جس کے معنی قصد کرنے کے ہیں۔ اَمْتِنَ قصد کرے ہوئے ہیں۔
(ریت الحرام کا) اسم فاعل جمع مذکر اَمٌّ (باب نصر) قصد کرنا۔

= اَلشَّهْرُ اَلْحَرَامُ - اَلْهَدَى - اَلْقَلَادِثُ - اَمْتِنَ سب شعائر اللہ کے معطوف ہیں۔

= اِذَا حَلَلْتُمْ - جب تم احرام سے نکلو حِلٌّ اور حَلَالٌ سے ماضی جمع مذکر ماضی۔

= اِصْطَادُ ذَا - تم شکار کر لو۔ تم شکار کر سکتے ہو۔ اِصْطَادُ (اِفْتِعَالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر ماضی۔
یہاں امر سے یہ مطلوب نہیں کہ احرام سے باہر نکلنے کے بعد ضرور شکار کرو بلکہ مقصود یہ ہے کہ پھر تمہیں شکار کرنے کی اجازت ہے اور پہلے جو بندش لگائی گئی تھی۔ غَیْرِ عَلٰی الصَّیْدِ وَ اَمْتِنَ حَرَمِ اب و ہ نہیں رہی۔

= لَا يَجْرِمَنَّكُمْ - فعل نہی۔ واحد مذکر غائب تاکید بانون ثقیلہ۔ جَزَمَ مصدر (باب ضرب) اگہ ضمیر مفعول۔ باعث نہ بن جائے۔ برا نگیختہ نہ کرے۔ آمادہ نہ کرے۔

= مَشَانُ - دشمنی کرنا۔ بغض رکھنا۔ یہ مصدر سماعی ہے خلاف قیاس۔ اس کا فعل فَعَمَ اور سَمِعَ دونوں آتا ہے۔ بغض۔ عداوت۔ دشمنی۔

= تَعْتَدُوا - تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد سے گزر جاؤ۔ اِعْتَدَاؤُ - (اِفْتِعَالٌ) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

= لَا يَجْرِمَنَّكُمْ مَشَانُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوا -
مَشَانُ قَوْمٍ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ - وجہ عداوت
کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا تھا جس کے لئے فعل کی نفی آئی ہے۔ اَنْ
تَعْتَدُوا کہ تم زیادتی کرو۔

اگر مخالفین کے ساتھ تمہیں مسجد حرام میں جانے سے روکنے کی وجہ سے رنج و عداوت ہے
تو یہ رنج تمہیں ان کے خلاف زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کر دے۔ معجم الوسیط میں اس کا مطلب لَا
يَحْمِلَنَّكُمْ بَعْضُ قَوْمٍ عَلَى الْاِعْتِدَاءِ عَلَيْهِمْ لکھا ہے۔

خَا مِصَّ پچکے ہوئے پیٹ والا آدمی۔

عَبْرٌ مُتَجَاوِفٌ لِذَاتِهِ۔ متجائف اسم فاعل واحد مذکر تَجَافَتْ (تضاعل) مصدر۔ گناہ کی طرف میلان رکھنے والا۔ حق سے پھرنے والا۔ یعنی گناہ کی طرف میلان یا رغبت یا حق سے روگردانی محرک فعل نہ ہو بلکہ محض اضطراری و مجبوری اس کا باعث ہو تو مندرجہ بالا ممنوعات کا استعمال فوت لاموت کی حد تک جائز ہے اور اللہ غفور یم ہے اسے معاف کر دے گا

۵: ۴ = عَلَّمْتُمْ۔ باب تفعیل تعلیم سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے سکھلایا۔ تم نے تعلیم دی۔
= الْجَوَارِحِ۔ شکاری جانور۔ زخمی کرنے والے۔ جَارِحَةٌ کی جمع جس کے معنی شکاری جانور کے ہیں؛ خواہ وہ پرندہ ہو از قسم باز۔ عقاب وغیرہ۔ یا درندہ از قسم کتا وغیرہ۔ یَجْوَحُّ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں زخمی کرنا۔

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ کا عطف الطبیعات پر ہے اور ما علمتم من الجوارح کا عطف مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے والحد لکم صید ما علمتم من الجوارح اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار بھی تمہارے لئے حلال ہے جنہیں تم نے سکھلایا اور سدھایا ہوا ہے۔
= مُكَلِّبِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مَكَلَّبٌ واحد تَكْلِيبٌ (تفعیل) مصدر۔ شکاری جانور کو شکار کی تعلیم دینے والے۔ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑنے والے مَكَلَّبٌ۔ کتیا درندہ۔ بھونکنے والا جانور۔
مکلبین علمتم کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی جب تم سدھائے ہوئے جانوروں سے شکار کر رہے ہو۔ تو ان سدھائے ہوئے جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے۔

= تَعْلَمُوهُمْ میں هُنَّ کی ضمیر الجوارح کی طرف راجع ہے تم ان کو سکھلاتے ہو۔ تم ان کو تعلیم دیتے ہو مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ۔ جو اللہ نے تمہیں بتایا ہے۔ یا سکھلایا ہے یا جس کی اس نے تعلیم دی ہے۔
= اَمْسِكْنَ عَلَيْكُمْ۔ جسے وہ پکڑ رکھیں تمہارے لئے۔

۵: ۵ = مُحَصِّنِينَ۔ مسافحین۔ متخذی الخدان۔ دیکھو ۴: ۲۵-۲۶

= حَيْطٌ۔ اکارت گیا۔ ضائع گیا۔ باب سمع۔

۶: ۵ = الْمَرَاتِقِ۔ جمع۔ الْمَرَاتِقُ الْفَرَاتِقُ۔ واحد کمینیاں۔ الْمَرَاتِقُ۔ وہ چیز جس سے سہارا لیں۔ وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے۔ اسی سے ہے مَرَاتِقُ الدَّارِ۔ گھر کے منافع کی چیزیں۔ لوازمات خانہ۔ جیسے کنواں۔ نلکا۔ باورچی خانہ۔ پائخانہ وغیرہ۔

= اَرْجَلَكُمْ۔ منصوب ہے لہذا اس کا عطف اَیْدِیْكُمْ پر ہے

= جُنُبًا۔ دور۔ اجنبی۔ جنبی۔ جَنْبٌ سے بمعنی دور رہنا۔ دور کرنا۔ جنبی جسے جنابت لاحق ہو یعنی جس پر

وَنَحْوَهُ بِل كَا يَا اس جیسے سنگوں والے جانور کا سب سے مارنا۔

= السَّبْعُ - درندہ - واحد اسْبَعٌ وَصِبَاغٌ وَتَسْبِيحٌ جمع -

= ذَكَيْتُمْ ماضی جمع مذکر مانعہ - تم نے ذبح کیا ذَكَّى الذَّابِحَةُ اس نے جانور کو ذبح کیا
إِلَّا مَا ذَكَيْتُمْ (سوائے اس کے جسے تم ذبح کر لو) یہ استثنایا تو الغنخنة سے ہے کہ کرنا
أَكَلَ السَّبْعُ تک جتنے جانور مذکور ہوئے ہیں سب کے لئے ہے اور جمہور نے اسی معنی میں اس
کو لیا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے اگر اس جانور کو مرنے سے قبل ذبح کر لیا جائے تو وہ المنخفَذ
الموقوذة المتروية اور النطیحة کے معنی میں آتا ہی نہیں

یا یہ استثناء منقطع ہے جیسا کہ امام رازی نے تحریر کیا ہے کہ مذکورہ جانور حرام ہیں البتہ ان کے
علاوہ جو حلال جانور تم ذبح کر لو وہ تمہارے لئے جائز ہیں۔

الکلبی کا قول ہے کہ یہ استثناء صرف مَا أَكَلَ السَّبْعُ کے لئے ہے۔

= النَّصَبُ اسم مفرد - بُت - جمع نَصَبٌ بمعنی مَنصُوب مَالُصِبٌ دَعْبٌ مِنْ دُؤُبِ
الله (المعجم الوسيط)

نصب کرنا - گاڑنا - کعبہ کے ارد گرد پتھر گاڑے ہوئے تھے جن پر بعض بتوں کے نام پر قربانی
کے جانور قربان کئے جاتے تھے اور ان کا خون ان پر چھڑکا جاتا تھا اور گوشت ان پتھروں پر رکھا جاتا تھا
= تَسْتَقْسِمُوا - باب استفعال - تم قسمت معلوم کرو - تم بانٹو - تم تقسیم چاہو اسْتَقْسَمُوا
معنی تقسیم کا خواستگار ہونا اور جوئے کے تیروں سے حصہ کی تقسیم چاہنا۔

= الْأَذْلَامُ - تیر - زَكُّوا واحد - انلام سے وہ تیر مراد ہیں جن کے ذریعے مشرکین عرب کسی اہم
کام کو کرنے یا نہ کرنے کے متعلق فیصلہ کرتے تھے - یہ تیر خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے کسی پر امرِ ربی
اور کسی پر نہائی ربی نکھا ہوا ہوتا تھا۔

= فَسَقَ اسم فعل مصدر - گناہ - نافرمانی کرنا - حدود شریعت سے نکل جانا - گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا وغیرہ

= يَتَمَيَّنُ - ماضی واحد مذکر غائب - وہ یوں ہوا - ناامید ہوا - (باب سمع)

= اضْطَرَّ ماضی مجہول واحد مذکر غائب - اضْطَرَّ اضْطَرَّ سے - وہ بے اختیار کیا گیا - وہ مجبور کیا گیا

وہ لاچار کیا گیا - باب افتعال ضَرَّضَ اصل میں اضْطَرَّ تھا تاہم کو ط میں تبدیل کیا گیا۔
عام طور پر اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو ایسے امر پر مجبور کیا گیا ہو جسے وہ ناپسند
کرتا ہو۔

= مَخْمَصَةٌ - اسم معنی المجاعة - بھوک - ایسی بھوک جس سے پیٹ پک بوائے دَجُلٌ

غسل واجب ہو۔ جنبی کو جنب اس لئے کہ اباتا ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے نماز اور مسجد سے دور رہتا ہے۔ یہ لفظ واحد۔ تشنیرہ۔ جمع۔ مذکر۔ نونٹ سب کے لئے یکساں بولا جاتا ہے۔

= الْغَائِطُ۔ قضاے حاجت کی جگہ۔ دیکھو ۴: ۴۳

= صَعِيدًا۔ زمین۔ خاک۔ دیکھو ۴: ۴۳

= حَدَجٌ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں حَدَجٌ کے معنی ہیں کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ۔ ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے۔

= مِيثَاقٌ۔ عہد۔ وَآتَيْنَاكُمْ بِهِ (جس کے پورا کرنے کے لئے) اس نے تم کو پابند کیا تھا وَآتَى مَوَاقِفَ دُونَا قَا۔ کسی کو کسی معاہدہ کا پابند کرنا۔ وَثَاقٌ۔ وَثَاقٌ۔ جمع وَثَقٌ۔ رسی، زنجیر، بندش۔ اخلاقی بندش اسی سے وثیقہ (اقرار نامہ، تحریری معاہدہ وغیرہ) اور وثیقہ نویس ہے۔

۵: ۸ = قَوَّامِينَ۔ جمع منصوب قَوَّامٌ واحد اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی میں ہے انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے حقوق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔

اللہ میں مضاف محذوف ہے اس کی تفسیر یوں ہے قَوَّامُونَ لِحُقُوقِ اللَّهِ۔ اولاد امر اللہ اولدین اللہ۔ اولعہد اللہ۔

= شَهِدَاءُ بِالْقِسْطِ۔ حال من الضمیر فی قَوَّامِينَ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا مومنو! انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کے دین کے لئے یا اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ۔ یا پہلے فقرہ پر عطف ہو سکتا ہے۔ کوئو اس شہداء بالقسط اور انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ۔

= وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ۔ دیکھو ۲: ۵

۵: ۱۱ = هَمَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ اس نے ارادہ کیا۔ هَمٌّ بمعنی ارادہ غم۔ جمع هُمُومٌ۔

= فَكَفَّ۔ اس نے روک دیا۔ كَفَّ مصدر باب نصر

۵: ۱۲ = لَعَنَّا۔ ہم نے بھیجے۔ ہم نے مقرر کئے۔ ہم نے اٹھائے۔

= نَفِیْبًا۔ اسم منصوب۔ سردار۔ قوم کی طرف سے ایفائے عہد کے ذمہ دار۔ قوم کے حالات کی تفتیش کرنے والا۔ ہر ایک کی پوچھ گچھ کرنے والا۔

نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے صحیح حالات سے باخبر ہو۔ اور ان کی بہتری اور برتری کا ذمہ دار

اور ان کے کردار پر کڑی نظر رکھنے والا ہو۔

== وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ۔ یہ خطاب نقیبوں سے ہے اس کی تقدیر یوں ہے وَقَالَ اللَّهُ لِلنَّبِيِّ إِنْ أُنِيتُ مَعَكُمْ۔ اور بعض کے نزدیک اس کی مخاطب بنی اسرائیل کی ساری قوم ہے۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے کیونکہ ضمیر اکثر قریب ترین اسم ماسبق مذکور کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اس کے بعد کلام کی نئے سرے سے ابتدا ہوتی ہے اور لَئِنْ سے لے کر سَوَاءَ السَّبِيلِ تک کلام قوم بنی اسرائیل سے ہے۔

== لَئِنْ أَقَمْتُمْ سے لے کر قَرْضًا حَسَنًا تک شرط ہے۔ جو ان پانچ امور پر مشتمل ہے اِقَامِ الصَّلَاةَ اِيْتَاءَ الزَّكَاةَ اِيْمَانًا بِالْوَسْلِ۔ تقدیر الرسول قَرْضًا حَسَنًا۔ اور لَا كُفْرًا سے لے کر اِلٰهًا تک جواب شرط ہے۔

== عَزَّوَجَلَّ۔ تم نے ان کی مدد کی۔ تم نے ان کو قوت پہنچائی۔ تم نے ان کی تعظیم کی۔
تحریر سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ وَاَوْ اَشَاعَ کا ہے یعنی ہم ماقبل کی حرکت کو لمبا کرنے کے لئے۔
== لَا كُفْرًا۔ میں محو کردوں گا۔ میں مٹا دوں گا۔ تَكْفِيرٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس طرح چھپا اور ڈھاپ دینے کے ہیں گویا وہ کبھی تھی ہی نہیں۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مکمل۔
== سَوَاءَ السَّبِيلِ۔ سیدھی راہ۔ راہ مستقیمہ۔ ہدایت و رشد کی راہ۔

۱۲:۵ = فِيمَا۔ میں ب سبب ہے اور مَا لَفْظًا زَائِدٌ اور مَّا کلام میں قوت و زور پیدا کرنے کے لئے ہے۔

== لَقَضَيْتُمْ اَنْ كَا (عہد شکنی کرنا۔ نَقَضُ مصدر۔ نقض ینقض (نصر) توڑ دینا۔

== لَعَنَهُمْ۔ ماضی جمع مشکل۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لَعَنَ مصدر (باب فتح) ہم نے لعنت کی ہم نے رحمت سے دور کر دیا۔

اللَّعْنُ الْاِجْعَادُ مِنَ الرَّحْمَةِ۔ لعنت رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں

== قَبِيْةٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ سخت دل۔ سنگدل۔ ایسے کہ ایمان کے لئے نرم نہیں پڑتے۔
== خَائِنَةٌ۔ اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ مصدر ہے بمعنی خیانت، دغا۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔ تمہیں متواتر ان کی طرف سے خیانت کے ارتکاب کی اطلاع ہوتی رہیگی۔

۲۔ یہ اسم فاعل ہے اصل میں خَائِنٌ متھاۃ مبالغہ کے لئے آئی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے تمہیں ہمیشہ ان میں سے کسی بڑے خائن کا علم ہوتا رہے گا۔

۳۔ خَائِنَةٌ صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔
وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَوَافَةٍ خَائِنَةٍ مِنْهُمْ۔ اور آپ کو اکثر ان میں سے کسی نہ کسی خیانت کرنے والی عجا

کی اطلاع ملتی رہیگی۔

= لَا تَزَالُ۔ افعال ناقص میں سے ہے۔ تو ہمیشہ رہیگا۔ فاعل کے ساتھ استمرار فعل کے معنی دیتا ہے۔
= تَطْلُعُ۔ تو خبردار ہوگا۔ تو اطلاع پائے گا۔ لَا تَزَالُ تَطْلُعُ۔ تو ہمیشہ اطلاع پاتا رہیگا۔ تجھے متواتر اطلاع ملتی رہیگی۔

= وَاصْفَحْ۔ تو درگزر کر۔ صَفَحَ۔ (باب فتم) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

۱۴:۵ = فَأَعْرَبْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے لگا دی۔ ہم نے چسپاں کر دی۔ ہم نے ڈال دی۔
اعْرَأُ سے جس کے معنی لگائیے۔ ڈالنے۔ رغبت دلانے اور چسپاں کرنے کے ہیں۔ مادہ غری
اغریٰ بین القوم۔ ای افسد۔ اور اغری العداۃ بینہم ای القی العداۃ بینہم۔

قرطبی نے الاغراء بالشیء کا مطلب اللصاق من جهة التسليط علیہ لکھا ہے کسی چیز کا
اس طرف سے چسپاں کرنا جس طرف جوڑنے والی چیز لگی ہوئی ہو۔

۱۵:۵ = يَخْفُوا۔ مضارع واحد مذکر غائب عَفُوَّ سے وہ معاف کرتا ہے۔ اس فعل کا فاعل
رَسُولُنَا ہے

= نُوْرٌ۔ سے مراد رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن بھی ہے۔

۱۶:۵ = سُبُلَ السَّلَامِ۔ سلامتی کی راہیں۔ يَهْدِي کا مفعول ہے۔ اور یھدی بد میں ضمیر
ہ کِتَابٌ مُبِيْنٌ۔ کی طرف راجع ہے۔

= بِإِذْنِهِ۔ بِتَوْفِيقِهِ۔ وبادادہ۔

۱۸:۵ = الْمَصِيْرُ۔ صَارَ يَصِيْرُ۔ (ضَرْبٌ) سے اسم طرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا قرار گاہ
الْمَصِيْرُ۔ مصدر بھی ہے۔

۱۹:۵۔ عَلَى فِتْرَةٍ مِّنَ الرَّسْلِ۔ فِتْرَةٌ۔ اسم فعل۔ مصدر۔

دھیما ہو جانا۔ سست ہو جانا۔ کسی نبی کی شریعت کا دھیما پڑ جانا۔ اور آئندہ نبی کا اس وقت تک مبعوث
نہ ہونا۔ دونوں کے درمیانی وقفہ کو فِتْرَةٌ کہتے ہیں۔ جب کوئی چیز چلتے چلتے رک جائے تو کہتے ہیں کہ
فِتْرَ الشَّيْءِ اور اگر کوئی کام پہلے بڑی سرگرمی سے ہو رہا ہو اور پھر وہ بند ہو جائے تو اس کے لئے بھی فِتْرَ کا
استعمال ہوتا ہے۔ اور دونوں کے درمیانی زمانہ کو فِتْرَةٌ کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔ یعنی نبیوں کے
مدتوں تک آنے کے بعد۔

اَنْ۔ مبادا۔

۲۱:۵ = لَا تَوْتَدُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت پھرو۔ تم مت لوٹ جاؤ۔ اَرْتَدُّوا (افتعال)

بھیر جانا۔ لوٹ جانا۔

= علی ادبارکم ادبار جمع دُجُر کی ہے بمعنی پیٹھ۔ پیٹھ دے کر پھر جانا۔ پیٹھ پھیرنا۔

= فَتَقَلَّبُوا۔ ف اول الذکر فعل کے انجام کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے

تَنَقَّلُوا۔ تم پھرو گے۔ تم لوٹو گے۔ یعنی پیٹھ پھیر کر مڑ نہ جاؤ ورنہ انجام اس کا یہ ہوگا کہ تم خسار دکھانے والے بن کر لوٹو گے۔

۲۳:۵ = يَخَافُونَ۔ ای يَخَافُونَ اللہ۔ اللہ سے ڈرنے والے۔

= اَنَعَمَ اللہ عَلَیْہِمَا۔ یہ ان دو آدمیوں کی صفت ہے یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور وفاء عہد کی نعمت سے نوازا تھا۔

= اَدْخُلُوا عَلَیْہِمُ الْبَابَ۔ ای ادخلوا الباب علیہم ان پر (چڑھائی کرتے ہوئے) دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

۲۶:۵ = فَاِنَّہَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث الارض المقدسة (آیہ: ۲۱) کی طرف راجع ہے

= يَتَّبِعُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَاہَ يَتَّبِعُ تَتَّبِعُ تَتَّبِعُونَ تَتَّبِعُونَ مصدر۔ سرگراں گھومتے رہیں گے۔ يَتَّبِعُ۔ لوق ووق بیابان۔ وہ بیابان جس میں مسافر گم ہو جائے۔

= فَلَا تَأْسَ۔ (باب سمع) تو غم نہ کھا۔ اصل میں تَأْسَى (اسی بمعنی غمگین ہونا سے) تھا لام نہی کے آنے سے آخر سے ی گری۔

۲۷:۵ = وَاَتْلُ۔ ای و اتل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَتْلُ۔ تو پڑھ تو تلاوت کر۔ تو پڑھ کر سنا۔ تِلَاوۃ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

= عَلَیْہِمْ۔ میں ہم ضمیر جمع مذکر غائب اہل یہود کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ انہیں رنج تھا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان کو بتی بنا کر کیوں بھیجا گیا

= قَرَبًا قُرْبَانًا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب تَقَرَّبَ تَقَرَّبَ۔ مصدر۔ دونوں نے قربانی دی۔ تَقَرَّبَ

پیش کرنا۔ نزدیک لانا۔ قرب حاصل ہونے کی امید پر بھینٹ دینا۔ تقرب کا مادہ قُرْب ہے

قربان اس چیز کو کہتے ہیں جو قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہو۔ خواہ کوئی چیز ہو جاندار ہو یا بے جان یا

اعمال صالحہ اسلامی عرف میں اس ذبیحہ کو قربان کہا جاتا ہے جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے

ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع قربانیں ہیں

۲۸:۵ = بَسَطْتَ الْيَدَ۔ تو نے میری طرف (باستھم) بڑھایا۔ تو نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ (یعنی ماننے

یا حملہ کرنے کے لئے)

۲۹:۵ = تَبَوَّأَ - تو حاصل کرے - تو سمیٹے - تو کمائے - تو لوٹے - تو پھر جاوے - بَاءَ تَبَوَّأَ
تَبَوَّأَ - او تَبَوَّأَ -

= اَنْ تَبَوَّأَ بِاِثْمِيْكَ اِثْمُكَ (کہ تو ہی سمیٹ لے میرا گناہ اور اپنا گناہ) تیرا گناہ یعنی میرا
قتل اور میرا گناہ - اس نقصان کا گناہ جو اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے ہوئے میرے ہاتھ سے
تجھے پہنچ جائے - (تفہیم القرآن) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بِاِثْمِيْ سے مراد مجذوف مضاف بِاِثْمِ
قَتْلِيْ (میرے قتل کرنے کا گناہ) یعنی اپنے سابقہ گناہوں میں تو میرے اس قتل کا گناہ بھی شامل
کر لے - یا بِاِثْمِيْ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے سابقہ کردہ گناہ بھی تیرے کندھوں پر ہی
پڑ جائیں - اور مظلومیت کی وجہ سے ان کا یو جھ میرے کندھوں سے تیرے کندھوں پر چلا جائے
اور میرا قتل میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے -

۳۰:۵ = طَوَّعَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب - تطويع (تفخيل) سے اس (کے نفس) نے رغبت
دلائی - اس نے راضی کر لیا - اس نے آمادہ کر لیا - اس نے آسان کر دیا -

اس کے نفس نے تسویل و ترغیب سے اس پر آمادہ کر لیا اور وہ اس کام کے کرنے پر رضامند ہو گیا
۳۱:۵ = فَبَعَثَ اللّٰهُ نُورًا اَبَا - پس بھیجا اللہ نے ایک کو - فَ اس فقرہ میں محذوف عبارت
پر دلالت کرتا ہے - علماء نے مابعد کے فقرہ لِيُرِيْدَ كَيْفَ يُوَارِي سَرَّآةَ اَخِيْهِ (تاکہ وہ اسے
دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے) سے استدلال کیا ہے کہ ہابیل کے قتل کے بعد قابیل
کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو مردار خور جانوروں درندوں پرندوں سے کیسے محفوظ کرے -
اسی الجھن میں وہ لاش کو کئی دن اٹھائے پھرتا رہا - تا آنکہ اللہ نے کوؤں کا ایک جوڑا بھیجا ایک کوئے نے
دوسرے کوئے کو مار دیا اور پھر اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کو کھود کر اس گڑھے میں مردہ کوئے کو دفن کر دیا
= يَبْعَثُ - مضارع واحد مذکر غائب بَعَثُ مصدر باب فتح سے بمعنی کریدنا - کھودنا - تلاش کرنا -
اسی سے بحث مشتق ہے کہ بحث میں بھی مختلف پہلوؤں کو لا کر اصلی نکتہ کو تلاش کیا جاتا ہے -

= لِيُرِيْدَ - (تاکہ اسے دکھائے) میں ضمیر مفعول واحد مذکر تو صاف طور پر تاویل کی طرف راجع ہے
لیکن ضمیر فاعل اللہ کی طرف یا کوئے کی طرف راجع ہو سکتی ہے -

= يُوَارِي - مضارع واحد مذکر غائب وَارِي يُوَارِي مُوَارَاةً (مفاعلة) وہ چھپائے وہ چھپاتا
ہے - تَوَارِي چھپ جانا - جیسے حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ط (۳۲:۳۸) یہاں تک کہ (آفتاب) پردے
میں چھپ گیا - اَلْمُوَارَاةُ - چھپے - پچھلی جانب - خلف - جیسے دَمِنُ وَءَاوِ اسْحَاقَ يَعْقُوبُ ط
(۱۱-۱۲) اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی -

= سَوَاءٌ - لاش - عیب - فضیحت - مرد و عورت کی شرمگاہ کو بھی کہتے ہیں مادہ سَوَاءٌ -
السَّوَاءُ - ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کر دے اسے سَوَاءٌ کہا جاتا ہے - خواہ وہ امور دنیوی کے قبل
سے ہو یا اخروی کے - اور عام اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے -

= يَا وَيْلَتِي مضاف مضاف الیہ اصل میں يَا وَيْلَتِي تھا - ہائے میری بربادی - لیکن ندا کے وقت
افسوس اور حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ی کو الف سے بدل دیا - اور اس کے ماقبل کو یعنی ت کو
فتح دیدیا - اس طرح يُوْنَلَّتَا ہو گیا لیکن ضمیر داند متکلم کو ظاہر کرنے کے لئے ی کو بدستور رکھ کر الف کو
اس کے اوپر لگا دیا -

وَيْلٌ ہلاکت، بربادی - عذاب کی شدت - عذاب دوزخ کی ایک دادی - وَيْلَةٌ رسوائی
تباہی - کلمہ حسرت و ندامت -

= اَعْجَزْتُ - میں عاجز رہا - میں قاصر رہا (میں تو اس سے بھی قاصر رہا کہ اس کو بے کی مانند ہی ہوتا)
= اَجَلَ - مصدر ہے اَجَلَ کا - واسطے - غرض - سبب - وجہ - مِنْ اَجَلِ ذَٰلِكَ - اسی وجہ سے -
بایں سبب -

۳۲:۲۵ = مُسْرِفُونَ - اسراف سے حد اعتدال یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے - بجا صرف
کرنے والے -

۳۳:۵ - يُنْفَوْا - مضارع مجہول جمع مذکر غائب نفی مصدر (باب صَوَّبَ) نفی ینفون - ینفون
ان کو نکال دیا جائے - نفی التَّوَجُّلِ مِنْ بَلَدٍ - آدمی کو اس کے شہر سے شہر بدر کرنا -
۳۴:۵ = تَقْدِرُوا عَلَيْنَا - تم ان پر قادر ہو یا نہ - تم ان پر قابو پاؤ، تم ان پر قدرت حاصل کر لو باب
(ضرب) مضارع جمع مذکر ماضی

۳۶:۵ = لِيَقْتَدُوا بِهِ - کہ اس کو قدیہ کے طور پر ادا کریں (تاکہ روز قیامت کے عذاب سے نجات
حاصل کریں -

۳۸:۵ = كَسَبَا - ماضی ثنیتہ مذکر غائب - ان دونوں نے کمایا -

= نَكَالًا - اسم منصوب - عبرت - عبرتناک سزا دینا - نَكَلٌ يُنَكِّلُ تَنْكِيلًا (تفعیل) رسوا کرنا -
مہنگا دینا - اپنے سے ایک طرف گردینا

۴۰:۵ = لَا يَخْزُوكَ - تجھے رنجیدہ نہ کرے - تجھے دگیر نہ کرے -

= يُسَارِعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - مُسَارِعَةً (مفاعلة) مصدر - جو ایک دوسرے کے
ساتھ دوڑ لگاتے ہیں اس میں دو گروہوں کا ذکر ہے الذین یسارعون فی الکفر - اور الذین ھا

اور اگر ایک ہی گروہ مثلاً الذین یسارعون فی الکفر مراد ہے تو پھر اس گروہ کے آدمیوں کا آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے لئے دوڑ لگانا ہے۔

= سَمْعُونَ - خوب کان لگا کر سننے والے جاسوس۔ سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر سَمَاعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننا۔ کبھی تو نقص بینی اور جاسوسی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کے لئے۔ چنانچہ سَمَاعٌ کا استعمال جاسوس اور مطیع دونوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں بھی دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے پہلے معنی اختیار کئے ہیں اور بعض نے دوسرے۔

= لَكِنَّ يٰ میں لام تعلیل معنی "کو" بھی آ سکتا ہے اور معنی "کے لئے" بھی۔

اول الذکر میں اس کا مطلب ہو گا کہ وہ ہر قسم کے جھوٹ اور افتراء کو خوب کان لگا کر سنتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہو۔ اور مؤخر الذکر میں: کہ وہ کان لگا کر سنتے ہیں تاکہ نقص بینی سے کام لے کر اس میں کذب و افتراء کی آمیزش کر کے آگے سنائیں۔

= يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ - يُحَرِّفُونَ مضارع تحریف (تفعیل) سے۔ بدل دیتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ الْكَلِمَ جمع ہے الْكَلِمَةُ کی۔ کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ حوقولی بھی ہو سکتی ہے جیسے میری بات سنو! اور فعلی بھی جیسے یہ بات کرو۔

یہاں بات قول کے معنوں میں ہے اور سے صریحاً اس سے مراد کلام اللہ ہے اللہ کی کلام یا اللہ کے احکام جن سے مراد وہ کلام یا احکام مراد ہیں جو توریت میں موجود تھے جیسا کہ آیت ۵: ۱۳ اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۲ سے مترشح ہے) توفیق کا مطلب ہو گا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام میں تحریف کر دیتے ہیں

= مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ فقرہ ماقبل کی تشریح میں آیا ہے یعنی یہ تحریف الفاظ کو یا احکام کو اپنی صحیح جگہ سے ادھر ادھر کر کے کرتے ہیں۔

مَوَاضِعِهِ مضاف مضاف الیه ہے اور ہ کی ضمیر الْكَلِمَ کی طرف راجع ہے۔ مَوَاضِعُ جمع ہے مَوَاضِعُ کی جو اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف زمان بھی جیسا کہ عبد اللہ یوسف علی نے لیا، آیت ۵: ۱۳ میں يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ استعمال ہوئے ہیں اور آیت ہذا میں مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ لفظ بعد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مواضع ایک مخصوص حالت اختیار کر چکے ہیں۔ یا تو اللہ کی جانب سے ان کا صحیح محل متعین ہو چکا ہے۔ جیسا کہ مدارک التنزیل میں ہے: یمیلونہ عن مواضعہ الّتی وضعہ اللہ فیہا۔ علیحدہ کر دیتے ہیں کلام کو اس کے صحیح مقام سے جس میں اللہ نے اس کو متعین کیا ہے۔ یا بَعْدِ کے بعد لفظ علم محذوف ہے۔ کہ مواضع کے صحیح محل کا علم ہوتے ہوئے بھی کلام کو ان مواضع سے بدل دیتے ہیں جیسا کہ مولوی محمد علی نے ترجمہ کیا ہے۔

اس آیت میں وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا کے شروع اور آخر میں علامت شیخ واقع ہوئی ہے یہ وقف معانقہ کی علامت ہے۔ تفصیل کے لئے ۲:۲ لفظِ فِیْہِ ملاحظہ ہو۔

اگر قُلُوْا بُھُتْہُہ پر وقف کریں تو دَمِنَ الَّذِينَ سے نیا جملہ شروع ہو گا۔ اور یہ بیان فَاخْذُوْہَا تک چلا جائے گا۔ اور اگر الَّذِينَ هَادُوا پر وقف کریں تو مابعد کی عبارت فَاخْذُوْا تَمَّکَ الَّذِينَ یَسَارِیْعُوْنَ اور دَالَّذِیْنَ هَادُوا ہر دو کے متعلق ہوگی۔ یہی جمہور علماء و مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ ازاں بعد مَنْ یُّزِیْرِ اللّٰہُ سے لے کر مِنْ اللّٰہِ شَیْئًا تک جملہ معترضہ ہے۔ اور اُولَئِکَ الَّذِينَ سے لے کر عَذَابٌ عَظِیْمٌ تک ان ہر دو گروہوں کی سزا مذکور ہے۔

= اِنْ اَوْ قِیْسْتُمْ هٰذَا۔ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے (جو ہم تمہیں بتاتے ہیں) وَاِنْ لَّمْ تُوْتُوْہُ اور اگر یہ حکم (جو ہم نے بتایا ہے) تم کو نہ دیا جائے۔

= فَاخْذُوْہَا۔ تم بیچ جاؤ۔ تم ڈرو (نہ مانو) (باب سمع) حَذَّاءُ سے جس کے معنی کسی خوف کی بات کرنے اور نہ پکنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= یَقُوْلُوْنَ فَاخْذُوْہَا۔ صاحب مینیاء القرآن نے الکشاف کے حوالہ سے ایک خاص واقعہ بیان کیا ہے جس کی طرف اس فقرہ میں اشارہ کیا جا رہا ہے مختصراً :

خیبر کے دو اعلیٰ خاندانوں کے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا۔ توراۃ میں مندرجہ احکام کے مطابق علماء یہود نے ان کو رجم کرنا مناسب نہ سمجھا اور ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حکم کے لئے بھیجا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ اگر حضور ڈرے لگانے اور منہ کالا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا اور اگر رجم کا حکم دیں تو انکار کر دینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے عالمِ صوریہ کو حکم بنا کر تورات کا حکم ان پر صادر فرمایا اور ان کو مدینہ میں رجم کیا گیا۔

آیت کے مختلف جزویات کی تشریح کے بعد اس کا ترجمہ مطابق جمہور علماء یوں ہو گا :
اے رسول جو منافقین زبانی ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دل سے ایمان نہیں لائے یا جو یہودی بن گئے ہیں ان ہر دو میں سے ان لوگوں پر تو غمگین اور دل گیر نہ ہو جو کفر کی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں یہ لوگ بڑے کان لگا کر تجھے سنتے ہیں کہ بعد میں اس میں کذب و افزار کی آمیزش کریں۔ اور آگے ان لوگوں کو جا کر سنائیں جو ابھی تک تیرے پاس خود نہیں پہنچے یہ لوگ کتاب اللہ کے الفاظ اور معانی کو ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل مواضع سے بدل کر بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں ایسا حکم دیا جائے جیسا کہ ہم نے بتایا ہے

تو اس کو قبول کر لو۔ اور اگر اس سے مختلف ہے تو قبول نہ کرنا۔

مختلف الفاظ کے جو مختلف معنی اور تشریح میں بیان ہوئے ہیں ان کے مطابق بھی معانی درست ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ الفاظ کا انتخاب اور پھر ان کی ترکیب استعمال بمثلہ مندرجہ بالا معانی کو شامل ہے اور یہی کلام کا اعجاز ہے۔

= فَتَنَّا - اس کا فتنہ اس کی آزمائش، اس کا امتحان۔ فتنہ۔ نیز بمعنی عذاب۔ بربادی۔ فساد۔ ۲۲:۵ = اَكْلُوْنَ - بڑے کھانے والے۔ اَكَلَ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر ہے

= لِلَّسُحْتِ - سُحْت - حرام۔

۲۳:۵ = يُحْكَمُونَكَ - تحکیم (تفعیل) مصدر وہ آپ کو منصف بناتے ہیں۔ وہ آپ سے فیصلہ کراتے ہیں۔ کیف یحکمونک۔ وہ کیسے آپ کو منصف بناتے ہیں جبکہ..... اس میں

بھی اشارہ ہے مندرجہ بالا واقعہ زنا کا۔ (۲۱:۵)

۲۴:۵ = اَسْلَمُوا - وہ تابع ہوئے۔ وہ حکم بردار ہوئے۔ یعنی تورات کے احکام کے خود بھی فرما بردار تھے۔ اور لوگوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے ہیں۔

یہاں نبیین سے مراد وہ انبیاء ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اور ان کی اپنی الگ کتاب یا شرع نہ تھی۔

= الرَّبُّوْنَ - زاہد۔ خدا پرست۔ درویش۔ اشد دلے۔ مربی۔ مرشد۔ سریانی لفظ ہے اہل عرب کے کلام میں قلیل الوجود ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ رب کی طرف منسوب ہے۔ بعض کے نزدیک رب مصدر کی طرف منسوب یعنی ربانی وہ ہے کہ بر علم کی پرورش کرے۔ یا علم کے ذریعے اپنے نفس کی تربیت کرے۔

= اَحْبَار - حِزْب کی جمع۔ علماء

رَبُّوْنَ اور اَحْبَار - کا عطف النَّبِيُّوْنَ پر ہے۔

یعنی اس کے مطابق حکم بردار مسلمان۔ انبیاء ربانیوں اور اجار یہودیوں کو پیروی کی تلقین کرتے ہیں۔ یا اس کے مطابق فیصلے دیتے تھے۔

= اَسْتَحْفِظُوا - باب استفعال۔ ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر قائب۔ وہ نگران کھڑے گئے اِسْتَحْفَظُوا - نگہبان بنانا

= النَّبِيُّوْنَ - الرَّبُّوْنَ - اَلْاَحْبَار - ہر فعل یَحْكُمُ کے فاعل ہیں۔

بِمَا اَسْتَحْفِظُوا - صرف ربانیوں اور اجار کے لئے آیا ہے۔ النَّبِيُّوْنَ کی صفت اَسْلَمُوا

سے پیشتر انہیں کر دی گئی ہے۔

لیکن بعض نے اسے ہر سہ گروہ کے لئے لیا ہے کیونکہ کتاب اللہ کی حفاظت ان سب کے ذمہ کی گئی تھی۔

= فَلَا تَخْشَوُ النَّاسَ قَلِيلًا - اس میں مسلمانوں کو بھی تنبیہ کی جا رہی ہے کہ علما، یہود کی طرح بادشاہوں اور امیروں سے ڈر کر تم بھی قرآن کے معانی میں ہیر پھیر شروع نہ کر دینا بلکہ ان ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔

۴۵:۵ = فِيهَا مِثْرَةٌ لِّمَا نَزَّلَ اللَّهُ فِيهَا مِثْرَةٌ لِّمَا نَزَّلَ اللَّهُ کی طرف راجع ہے جس کے مراد تورات ہے۔

= الْجُرُوحُ - جُرْح کی جمع - زخم۔

= قِصَاصٌ - بدلہ - ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ - قتل کا بدلہ قتل - عضو کا بدلہ عضو۔

= تَصَدَّقَ - اس نے خیرات کی - اس نے بخش دیا - ماضی معروف (تَقَعَّلَ) واحد مذکر غائب۔

إِنَّ اللَّهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ (۸۸:۱۲) خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے - وَآتَ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ (۲۸۰:۲) اور اگر (زر قرض) بخش دو تو تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

= كَفَّارَةٌ - گناہ کا شرعی اتار - الْكَفَّارَةُ - جو چیز گناہ کو دور کر دے اور اسے ڈھاپ دے

اسے کفارہ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے ذَلِكْ كَفَّارَةٌ لِّمَا نَكَلُمُ إِذَا حَلَفْتُمْ (۸۹:۵) یہ تمہاری

قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھاؤ۔

۴۶:۵ = قَفَّيْنَا - ماضی معروف جمع مکمل - تَقْفِيَةً (تَفْعِيل) مصدر - پیچھے بھیجنا - پیچھے کر دینا

اس کا مادہ قَفَّأ ہے - معنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ - قَفُوْ - قَفُوْ - کسی کے پیچھے چلنا - پیروی کرنا

(اس معنی میں باب نصر سے مستعمل ہے)

تَقْفِيَةً دو مفعول چاہتا ہے - جیسے قَفَّيْتُ زَيْدًا اَعْمَرًا - میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیج دیا

کبھی مفعول دوم پر ب آتا ہے - جیسا کہ آیت ہذا میں ہے قَفَّيْنَا لِعِيسَى - اُو (ان کے پیچھے) ہم نے

عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔

= عَلَى اَنْثَارِهِمْ - ان کے نقش قدم پر - ان کے پیچھے پیچھے۔

۴۷:۵ = وَلِيَحْكُمَ - پس چاہئے کہ وہ ضرور فیصلے کریں - یا حکم دیں - امر کا صیغہ واحد مذکر غائب

۴۸:۵ = مُهَيِّمًا - مُهَيِّمًا - اسم فاعل واحد مذکر منصوب - بمعنی نگران - مشاہد - مُهَيِّمًا

مصدر - نگرانی کرنا - حفاظت کرنا - هَمَمَ - مَادَهُ - الْمُهَيِّمُونَ - اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے

نگران۔ حفاظت کرنے والا۔ مخلوق کے اعمال و ارزاق و آجال کا کفیل و ذمہ دار۔

= عَمَّا۔ جس چیز سے۔ اصل میں عَنْ مِمَّا تھا۔ نون کو میم میں مدغم کیا گیا۔

= لَا تَتَّبِعْ۔ تو اتباع نہ کر تو پیروی نہ کر۔

= وَلَا تَتَّبِعْ..... مِنَ الْحَقِّ۔ اور اس حق بات سے جو تمہارے پاس آگئی ہے پھر گمان کی

خواہشات کا اتباع نہ کر۔ (اگرچہ خطاب بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن یہاں مخاطب سے دوسرے لوگ مراد لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ان کی خواہشات کا اتباع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

= كُلِّ۔ ہر ایک کے لئے۔ يَكُلُ مِنْكُمْ۔ تم میں سے ہر امت کے لئے۔ مراد امتِ موسیٰ ۲ و امتِ عیسیٰ ۳ و امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم اجمعین۔

= شِرْعَةً۔ بمعنی شریعت۔ لغت میں شریعت اس راستے کو کہتے ہیں جو یانی کی طرف لے جاتا ہو۔ اسی مناسبت

سے شرع و شریعت اس راستہ کو کہا جاتا ہے جو نجات دارین کی طرف راہنمائی کرتا ہو۔ اسی سے شمارتا بمعنی امام راستہ۔ شرک ہے۔

= مِنْهَاجٌ۔ کھلا راستہ۔ واضح اور روشن راستہ۔ نہج مصدر۔ (باب فتح) لازم و متعدی

ونوں کے لئے آتا ہے۔ نَهَجٌ۔ مَنَهَجٌ و مَنَهَاجٌ۔ تینوں ہم معنی ہیں۔

بعض کے نزدیک دونوں (شرع و منہاج) کے معنی طریق کے ہیں۔ اور طریق سے یہاں مراد دین ہی ہے۔ لیکن جب لفظ مختلف ہوں تو متحد الفاظ کو تاکید کے لئے اکٹھا لایا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس کے نزدیک شرع وہ ہے جس کو قرآن لے کر آیا ہو اور منہاج وہ سبیل یا راستہ جو منت میں وارد ہوا ہے۔

= فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ ف محذوف

بابت پر دلالت کرتا ہے یعنی تم ان بار نیکیوں اور تحکیموں میں مت پڑو۔ بلکہ اللہ کے اس آخری دین۔ آخری

تاب اور آخری رسول پر ایمان لا کر نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے بازی یگانے کی کوشش کرو۔

۴۹:۱ = اَنْ يَفْتَنُوكَ۔ اَنْ۔ بمعنی مبادا۔ ایسا نہ ہو کہ۔ يَفْتَنُوكَ۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب

مَنْ سے۔ لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں۔

= خَاِنٌ تَوَلَّوْا۔ (پس اگر وہ منہ پھیر لیں) سے مراد مخالفین اسلام ہیں۔ یعنی سداگر بار بار نپوند نصاب

برفمائش و تنبیہ کے باوجود وہ اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہوں۔

۵۱:۱ = يَكُوْكُهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَلَّى (تَفَعَّلَ) اصل میں يَتَوَلَّى تھا۔ ضمیر هُمْ

لے آنے سے ہی گر گئی۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جو ان سے محبت کرتا ہے۔ دوستی کرتا ہے

دانا بتاتا ہے۔ منہ رڑنا، پیٹھ پھینا۔ اعراض کرنا کے محنوں میں بھی آتا ہے۔

۵۲:۵ = یَسَارِعُونَ فِي مَوَدَّةِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَىٰ وَمَوَالِهِمْ لَا تَنفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا تَضُرُّكُمْ اِذَا هُمْ فِي شَرٍّ يَذَلُّونَ۔ یعنی یہود کی محبت اور دوستی کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے تھے کیونکہ وہ اہل ثروت اور اہل دولت تھے۔

= دَايِرَةٌ۔ گردش۔ مصیبت۔ دَوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ جس کے معنی چکر لگانا اور پھر مصیبت۔ گردش، ذکر بھی دائرہ کا وارہ کہہ دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے دِیْتَرِیْصُ بَکْمُ الدَّعَا عَلَیْہِم دَاوْرَةُ السُّوْرِ (۹۸:۹) وہ تھا کے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں ان ہی پر یہی مصیبت واقع ہو۔
= اسْتَوُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ ایسوں نے چھپایا۔ اسْتَوَوْا سے

۵۳:۵ = جَعَلْنَا آيَاتِنَا فَتَنًا۔ بڑی بڑی قسمیں۔ سخت سے سخت قسمیں۔ بہت کڑی قسمیں۔ بڑی کچی قسمیں۔

۵۴:۵ = اَزَلَّ ذَلِّذٍ۔ نرم دل۔ کمزور۔ ذلیل۔ ذَلَّیْلٌ کی جمع قلت۔

ذَلَّیْلٌ کے معنی کبھی تو متواضع اور نرم دل کے ہوتے ہیں۔ (جیسا کہ یہاں مراد ہے) اور کبھی کمزور اور ذلیل کے۔

= اَعِزَّةٌ۔ زبردست۔ سخت (جیسا کہ یہاں مراد ہے) عزت والے۔ عزیز کی جمع۔

= لَوْمَةً لَا تُبْرِئُ۔ لَا تَمْ یُکُوْمُ۔ (نَصْرًا) لَوْمَةٌ مصدر۔ کسی چیز کو بُرا سمجھ کر ملامت کرنا (خواہ وہ چہ بری ہو یا نہ ہو) لَا تُبْرِئُ اسم فاعل واحد مذکر۔

۵۵:۵ = وَلَیْسَ لَکُمْ۔ تمہارا دوست۔ تمہارا مددگار۔

= یَتَوَلَّ۔ دیکھو ۵:۵۱۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ دوست رکھتا ہے۔

۵۶:۵ = تَنْقِمُونَ مِنَّا۔ تَنْقِمُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم انکار کرتے ہو۔ تم بُرے کہتے ہو۔

تم عیب دیتے ہو ہم کو۔ نَقَمٌ سے۔ اِنْقَمَ مِنْہُ۔ کسی سے بُرا رکھنا۔ کسی میں عیب نکالنا۔ کسی سے بدلہ لینا۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْہُمْ فَاسْتَوَيْنَا سَوَیًۢا فِی الْیَمِّ (۳۶:۴) تو ہم نے ان سے بدلہ لیکر چھوڑا کہ ان کو دریا میں غرق کر دیا۔

= هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا۔ الخ کیا تم ہم میں عیب نکالتے ہو یا ہم سے نفرت کرتے ہو۔ کیونکہ

ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

= دَاۤ اَنَّ اَکْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ (اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں) کا عطف اَنَّ امثال پر ہے۔

واو حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اکثریت تم میں سے فاسقوں کی ہے۔ (لہذا تم کس بل تو

ہم میں عیب نکالتے ہو) باوجود اس کے کہ تم میں سے اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ سحانوی
 ۶۰:۵ = اُنَبِّئُكُمْ۔ میں تم کو بتاؤں۔ تَبَيَّنَتْ سَے مضارع واحد مکمل۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر
 مفعول۔

= مَتَّوِبَةٌ۔ بدلہ بڑا ثواب۔ مَتَّوِبَةٌ باعتبار بڑا و سزا یا ثواب کے بطور ثواب کے بحیثیت ثواب کے
 لغوی حیثیت سے ثواب اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کی جزا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عرف
 عام میں زیادہ تر نیک اعمال کی جزا کے لئے مستعمل ہے۔
 = هَلْ اُنَبِّئُكُمْ۔۔۔۔۔ عِنْدَ اللَّهِ۔ اللہ کے نزدیک جزا یا سزا پانے کے لحاظ سے ان میں سے
 کون بُرا ہے۔

ذٰلِكَ کا اشارہ کس کی طرف ہے اس میں مختلف بیانات ہیں۔
 صاحب تفسیر القرآن نے اس کا اشارہ فاسِقُوْنَ لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کیا میں ان لوگوں کی نشاندہ
 کروں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے۔
 ابن کثیر نے ذٰلِكَ سے مراد فاسقین کا یہ گمان لیا ہے جو وہ اہل ایمان کے متعلق رکھتے تھے کہ
 غلط راستہ پر ہیں اور ترجمہ یوں کیا ہے۔
 ”تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو اؤ میں تمہیں بتاؤں کہ خدا کے پاس بدلہ پانے میں کون
 بدتر ہے۔“

قریب قریب یہی معنی صاحب مدارک التنزیل نے لئے ہیں فرماتے ہیں
 ذٰلِكَ اشارة الى الايمان اى بشر مما نقتم من ايماننا ثوابا يعنى هما ايمان پر
 جو سزا ترتیب ہونے کا تم گمان کرتے ہو۔
 مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ۔۔۔۔۔ السَّبِيلَ یہ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ کی وضاحت یہ ہے۔

۶۱:۵ = يَكْتُمُوْنَ۔ (جس کو وہ چھپاتے ہیں یعنی نفاق۔
 ۶۲:۵ = الْعُدُوَانِ۔ عَدَايَعْدُو کا مصدر ہے (باب نصر) ظلم و ستم۔ زیادتی۔
 = الشُّخْتُ۔ حرام۔ دیکھو ۴۲:۵

= لَوْكَ۔ اگر ماضی پر داخل ہو تو زبرد تو نیخ کے لئے ہوتا ہے یعنی انہوں نے کیوں ایسا نہ کیا۔ کیوں
 اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کی۔
 اور اگر مضارع پر داخل ہو تو کسی کام پر برا نگیختہ کرنے اور اکسانے کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں مضارع
 پر داخل ہے اور مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے علماء اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں

(اس میں علمائے اسلام کو بھی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی تاکید بلیغ ہے)

= لَوَاذَ..... الشَّحْتِ گیموں نہیں رہتے بائین اور اجار اٹھ کھڑے ہوتے اور منع کرتے لوگوں کو گناہ اور مصیبت کی باتوں سے اور حرام کھانے سے۔

= ۶۴:۵ مَعْلُولَةٌ۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث غَلَّ مصدر۔ (نَصَرَ) گردن سے بندھا ہوا۔ بند۔ بخیل۔ غَلَّ کے معنی ہیں باندھنا۔ جکڑنا۔ طوق۔ بٹری۔ پھکڑی۔ پیٹ کی جلیں۔ بدخلق عورت وغیرہ۔ یہاں باندھنا اور جکڑنا کے معنی ادا ہیں۔

= غُلَّتْ اَيْدِيْہُمْ وَ لَعْنُوْا۔ (بدو عائدہ کلمات م جکڑے جائیں ان کے ہاتھ اور پچھکار زبان پر۔ = مَبْسُوْطَاتٍ۔ اسم مفعول۔ تشبیہ مؤنث۔ مَبْسُوْطَةٌ۔ مفرد۔ ابلا اس کے دونوں ہاتھ کھینچے ہوئے میں فراخ کیا۔ وہ بڑا کریم اور بڑا۔ سِیْطَ اَيْدِیَّتِ۔ سخی آدمی۔

= وَلَیَزِیْدَنَّ..... کُفُّوْا۔ لَیَزِیْدَنَّ۔ فعل بلام تاکید و تون ثقیدہ۔ کُفُّوْا مِّنْہُمْ مفعول مَّا اَنْزَلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فاعل۔ طُعِیَانًا وَ کُفُّوْا۔ خبر۔

اور جو کلام تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر کو مزید طعیان اور کفر میں دھکیل دینا دیکھو کہ وہ بہت دھرمی سے مخالفت اور نافرمانی کرتے ہیں۔

= اَوْقَدُوْا۔ انہوں نے آگ سلگائی۔ اِیْقَادُ (افعال) مصدر ماضی جمع نکر غائب۔

= اَطْفَاھَا۔ اس نے اس کو بجھا دیا۔ اَطْفَاءُ (افعال) سے مصدر ماضی واحد نکر غائب ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔

= ۶۶:۵ لَوَاثِمَ اَقَامُوْا۔ اگر وہ (اپنے عمل سے) قائم کرتے۔ یعنی ان پر پورا پورا عمل کرتے۔

= لَا کُلُوْا۔ لام برائے تاکید ہے اَکَلُوْا۔ انہوں نے کھایا۔ وہ ضرور کھاتے۔ وہ ضرور فراموشی رزق پاتے

= مِّنْ فَوْقِہُمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہُمْ۔ اظہار مبالغہ کے لئے آیا ہے، یعنی ان کو اوپر سے اور نیچے سے

(یعنی ہر طرف سے) رزق کی فراخی اور کثرت نصیب ہوتی۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے وَ کُوْنَتْ اَھْلُ الْقُرٰی

اٰمَنُوْا وَ اتَّقُوْا لَعَنَّا عَلَیْہُمْ بَرَکَاتِ مِّنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ (۹۶:۶) اور اگر ان بستیوں و ملے

ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے (یعنی

ان کو بے شمار برکتوں سے لوازے۔

= مُقْتَصِدَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ اِقْتَصَادُ (افعال) مصدر۔ قصد مادہ۔ مید سے راستہ

پر قائم۔ راستہ

= ۶۷:۵ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَہٗ۔ تو تو نے اس کی رسالت یا پیغام بری کا حق ادا نہیں کیا۔

= یُعْصِمُكَ - مضارع جمع مذکر غائب - عَصَمَ مصدر (باب ضوب) ك ضمیر مفعول واحد مذکر ما ضر۔ وہ تم کو بچا لیگا۔

= اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِيْنَ - ای لا یمكنہم مما یدون بك - جو گزند تم کو پہنچانے کے ارادے رکھتے ہیں۔ ان کی ان کو توفیق نہ دے گا۔

کافروں کو تمہارے مقابلہ میں کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا تفہیم القرآن
۶۸:۵ = لَسْتُ عَلَى شَيْءٍ - تم کسی چیز پر نہیں ہو۔ تم کسی اصل پر نہیں ہو۔ تم کسی دین پر تصور نہیں کئے جاؤ گے۔

= فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ - آپ افسوس نہ کریں کافروں پر۔
فَلَا تَحْزَنَ عَلَيْهِمْ فَاِنَّ ضَرْبَ ذَلِكَ لَاسِقٌ بِهِمْ - آپ غم نہ کھائیں ان پر اس کفر کا بدلہ وہ خود ہی پالیں (کشاف)

۶۹:۵ = اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّبِيْئُوْنَ وَالنَّصَارَى مِنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ -

آیت ہذا میں اگر الصَّبِيْئُوْنَ کو اَن کے تحت لیا جائے تو اس کو منصوب ہونا چاہئے تھا اور
الصَّبِيْئِيْنَ ہوتا جیسا کہ آیت ۶۲:۲ میں ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

اول تقدیر میں آیت یوں ہو - اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارَى مِنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا - فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ - وَالصَّابِتُوْنَ كَذٰلِكَ -

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے (یعنی جو مسلمان ہے) اور جو یہودی بنے۔ یا جو نصرانی ہیں ان میں سے جو
اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور
یہی حال صابیوں کا ہے۔

دوم یہ کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا کی خبر محذوف لی جائے اور النَّصَارَى کو الصَّبِيْئُوْنَ
پر معطوف سمجھا جائے۔ اور مِنْ اٰمَنَ کو ان دونوں گروہوں کی خبر لیا جائے اس صورت میں معنی یہ ہوگا

بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان
لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور صابیوں اور نصاریٰ میں

سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ
غمگین ہوں گے۔

۷۰:۵ = لَا تَقْوِيْ - هَوَى (باب سمع) سے مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ نہیں چاہتی ہے

وہ نہیں پسند کرتی ہے۔ هَوَىٰ۔ نفس کا خواہش کی طرف مائل ہونا۔

= بِمَا لَا تَهْوَىٰ۔ ایسا حکم لے کر جسے ان کے نفسوں نے (یعنی انہوں نے) پسند نہ کیا۔

= فَرِيقًا۔ یعنی رسولوں کے ایک گروہ کو۔

= فِتْنَةً۔ آفت، مصیبت، عذاب۔ فَتَنَ سے جسکی اصل معنی سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا جانچنا۔ یا آگ میں ڈالنا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔

۷۲:۵ = لَقَدْ كَذَرَ كَافِلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ..... ابْنُ مَرْيَمَ ہے یعنی جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔ وہ کافر ہو گئے۔

۷۳:۵ = ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ۔ تین (خداؤں) میں سے تیسرا (خدا) ہے۔ تین خدا۔ اللہ۔ دوسرا مسیح۔ تیسرا۔ حضرت مریم یا روح القدس۔

۷۵:۵ = اِنِّیْ یُؤْفَكُوْنَ ہ اِنِّیْ۔ جہاں۔ کیونکر۔ جب۔ اسم طرف زمان و مکان۔ طرف زمان ہو تو بمعنی متی (جب۔ جس وقت) طرف مکان ہو تو بمعنی اِنِّیْ۔ (جہاں۔ کہاں)

اور استغناء یہ ہو تو بمعنی کَیْفَ۔ (جیسے۔ کیونکر۔ یُؤْفَكُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِنْفَکٌ سے۔ (باب ضرب) پھیرے جاتے ہیں۔ بھٹک رہے ہیں۔ اِنْفَکٌ سے۔ پس جو اِنْفَکٌ۔ جھوٹ۔ بہتان۔ کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام اِنْفَکٌ ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو اِنْفَکٌ کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو اِنْفَکٌ کہا گیا ہے۔

بعض دفعہ فعل مجہول اس لئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ظاہر کیا جاسکے کہ فاعل نے فعل کو اس تیزی سے اور اندھا دھند کیا۔ گویا اس کا فعل اس کے اختیار سے باہر تھا۔ یا اس کے پس پشت محرک فعل کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے۔

اس کی دیگر مثالیں۔ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ یُهَوِّعُونَ اِیَّہُ۔ (۱۱-۷۸) اور اس کی قوم اس کی طرف بھگٹ ڈوڑ کر آئی۔

اور اَلْقِیَ السَّحَابَ سَاجِدًا لِّہٖ (۷:۱۲۰) اور جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے

۷۷:۵ = لَا تَعْلَمُوْا۔ تم مبالغہ نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ تم غلو مت کرو۔ غُلُوْا (نَصَرَ) کے معنی ہیں حد سے گذرنا۔ مضارع نہی جمع مذکر حاضر۔

= صَلُّوْا۔ فعل لازم۔ وہ گمراہ ہو گئے۔ وہ گمراہ ہوئے۔

= اَصْلَوْا۔ فعل متعدی۔ انہوں نے (دوسروں کو) گمراہ کیا۔

۸:۵ = عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر۔ یعنی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے اپنی زبان سے ان کے لئے بد دعا کی اور وہ ملعون ہوئے۔ یعنی اللہ کی مہشکاران پر پڑی۔

= عَصَوْا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔

= كَانُوا يَعْتَدُونَ۔ وہ حد سے بڑھ جایا کرتے تھے۔ زیادتیاں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔

۹:۵ = كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ۔ وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری نہی۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۱۰:۵ = يَتَوَكَّلُونَ۔ دوستی رکھتے ہیں۔ تَوَكَّلَ سے بمعنی دوستی رکھنا۔ منہ موڑ لینا۔ اعراض کرنا۔ الفاظ تضاد میں سے ہے۔

= سَخِطَ۔ (سَمِعَ) وہ غصہ ہوا۔ وہ ناراض ہوا۔

اِنَّ سَخِطَ اللّٰهُ..... خَالِدُونَ۔ یہ قَدَّ مَتَّ کی تعریف ہے یعنی انہوں نے کیا آگے بھیجا۔ (۱) اللہ کی ناراضگی (۲) دائمی عذاب۔

۱۱:۵ = النَّبِيِّ۔ سے یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جنہوں نے صریحاً حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی۔ اگر یہودی صحیح طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو مانتے تو وہ کبھی بھی مخالفین رسول اکرم سے محبت یا تعلق نہ رکھتے۔

= اِتَّخَذُوهُمْ۔ میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آیہ ماقبل) کی طرف راجع ہے۔ ۱۲:۵ = لَتَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیدہ۔ تو ضرور پائے گا۔

= لَتَجِدَنَّ۔ فعل با فاعل۔ اَلَيْهٖمُودَ۔ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا دونوں مفعول۔ اَشَدَّ النَّاسِ..... ۱۲۔ اَمَنُوا۔ حال۔ یعنی تو ضرور پائے گا اہل یہود اور مشرکین کو ایمان والوں کی عداوت میں تمام لوگوں سے سخت ترین۔

اسی طرح دوسرے فقرہ کا بھی ترجمہ ہوگا۔ اور تو ضرور پائے گا ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ایمان والوں کی دوستی میں ان سب کے قریب ترین۔

= قَتِيْبِيْنَ۔ جمع منصوب۔ قَتِيْبُوْنَ۔ جمع مرفوع۔ اس کی واحد قَتِيْبٌ اور قَتِيْبٌ ہے۔ بمعنی عیسائی عالم۔ یا درویش۔ یہ سریانی لفظ ہے۔

== زُهْبَانٌ - زاهدانِ اہل کتاب - اہل کتاب کے درویش -

رَاهِبٌ - واحد - جیسے فَارِیْسٌ کی جمع فُرُسَانٌ اور رَاکِبٌ کی جمع رُکَبَانٌ ہے
راہب اس عبادت گدار کو کہتے ہیں۔ جو دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ خالقانوں اور مجروں
میں مصروف ذکر و فکر رہتا ہے۔

علامہ قرطبی نے رہبانیت کی یوں تشریح کی ہے۔

الزُّهْبَانِيَّةُ وَالرَّهْبُ النَّجْدُ فِي صَوْمِ مَعَةٍ -

قِتِّيْسِيْنَ اور زُهْبَانًا - اَنَّ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہیں -

پَارَةُ
وَإِذَا سَمِعُوا
الْمَاءَ يَدْعُونَ^(ك)هُ وَالْأَنْعَامُ

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ

۸۳:۵ = تَفِيضٌ - فَاصٌ يَفِيضُ فَيْضًا - (ضَرْبٌ) سے مضارع واحد نون غائب - وہ بہتی ہے - وہ جاری ہوتی ہے - فَاصُ الْمَاءِ کے معنی ہیں کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا - یہاں آنسوؤں کے آنکھوں سے بہنے کے لئے آیا ہے -
= الدَّمْعُ جمع - آنسو - اشک - واحد - دُمُوعٌ وَاذْمَعٌ جمع -

= دَبَّنَا سے جو کلام شروع ہوا تھا وہ آیت ۸۴ کے اختتام پر الصَّالِحِينَ پر ختم ہوتا ہے -
۸۴:۵ = فَأَنَابَهُمْ - فَ سببیہ ہے - أَنَابَ يُنِيبُ إِثَابَةً (باب افعال) بدلہ دینا انعام دینا - ثواب دینا - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - اس نے ان کو بدلہ یا انعام دیا - یہاں ماضی مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے - یعنی وہ ان کو بدلہ دے گا - انعام دے گا -
= جَنَّتْ فِيهَا - أَنَابَ کا مفعول ثانی

۸۹:۵ = عَقَّدَ ثَمَّ الْإِيمَانَ - عَقَّدَ يُعَقِّدُ لَعَقِيدًا (باب تفعیل) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر - تم نے پختہ کیا - تم نے مضبوط کیا - تم نے گرہ باندھی - الْإِيمَانَ - يَمِينٌ کی جمع - قسمیں معاہدے - یعنی وہ قسمیں جن کا تم نے پختہ اقرار کر لیا ہے - جو نیتاً و ارادۃً تم نے اٹھائی ہیں -
= تَحْرِيرٌ - (باب تفعیل) مصدر ہے آزاد کرنا - کسی کو مسجد کی خدمت یا خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دینا - جیسے نَذَرْتُ لَكَ مَالِي بَطْنِي مُحَرَّرًا (۳۵:۳) جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو تیری نذر کرتی ہوں - لکھنا - تحریر کرنا - وغیرہ - یہاں آزاد کرنے کے معنی میں آیا ہے -
الْحُرُّ - آزاد مرد -

= رَقَبَةٍ - گردن - جان - غلام - رقبہ اصل میں گردن کو کہتے ہیں - پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا - اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑ گیا - جس طرح الفاظ راسخہ اور ظہور کا استعمال سواروں کے لئے کیا جانے لگا - تَحْرِيرٌ رَقَبَةٍ کے معنوں میں اور جگہ فَلْتُ رَقَبَةٍ بھی آیا ہے
۹۰:۵ = الْمَيْسِرُ - اسم و مصدر - جوا - جوا کھیلنا - قمار بازی -

يُسْرًا سے - يُسْرًا کے معنی آسانی - اور سہولت کے ہیں یہ عُسْرًا کی ضد ہے - چونکہ جوا کھیلنے میں بھی مال آسانی اور بلا کلفت حاصل ہوتا ہے - اس لئے اس کو الْمَيْسِرُ کہا جاتا ہے -
= الْأَنْصَابُ - نَصَبٌ کی جمع - بُت وہ تمام چیزیں جو عبادت کے لئے نصب کی جائیں - خواہ وہ مورتی ہو یا پتھر - یا اور کچھ - ان کو انصاب کہا جاتا ہے - یہاں انصاب سے مراد وہ پتھر ہیں جو حرم

میں کعبہ کے ارد گرد نصب تھے اور کفار ان کے لئے جانور ذبح کرتے اور ان کا خون ان پتھروں پر مل دیتے اور گوشت ان پتھروں پر رکھ دیتے۔ جسے قرآن مجید نے حرام فرمایا۔ دیکھو ۵: ۳۔

== اَلَاذِ لَا مُـ تیر۔ تیر پھینک کر شگون لینا۔ دیکھو ۵: ۳

== رِجْسٌ۔ ناپاک، پلید، گندہ۔ عقوبت۔ عذاب۔ بلا۔ اَرْجَاسٌ۔ جمع (حرمت شراب کے متعلق ملا حظ ہو۔ (۲۱۹: ۲)

۹۱: ۵ = يُوقِعْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِيقَاعٌ (افعال) مصدر۔ وہ ڈال دے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اُن ہے۔

== يَصْدُكُمُ۔ وہ تم کو روک دے۔ صَدَّ مصدر۔ کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مضارع منصوب بوجہ عمل اُن۔

== مُنْتَهَوْنَ۔ باز آنے والے۔ منع ہو جانے والے۔ رُک جانے والے۔ اِنْتِهَاءٌ (افعال) مصدر اصل میں مُنْتَهِيُونَ تھا۔ مادہ نَحَى

۹۲: ۵ = اِخْذَرُوا۔ باب سَمِعَ۔ حَذَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو۔ تم بچو۔

== تَوَلَّيْتُمْ۔ تَوَلَّى سے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑ لیا۔ تَوَلَّى کا معنی والی ہونا۔ حاکم ہونا بھی ہے۔

۹۳: ۵ = اس آیت میں الفاظ۔ اٰمَنُوا۔ عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ۔ اتَّقُوا۔ بہ تکرار استعمال ہوئے ہیں بعض کے نزدیک یہ تکرار تاکید و مبالغہ کے لئے ہے اور ایمان و تقویٰ اور ان پر مزید درجہ احسان حاصل کرنے کے لئے ابھارنے اور جوش دلانے کے لئے ہے

اور بعض کے نزدیک عَلَى الَّذِينَ کے متصل اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ زمانہ ماضی کے متعلق ہے یعنی وہ لوگ جو صاحب ایمان تھے اور نیک اور صالح اعمال کے حامل تھے اگر حرمت سے پہلے انہوں نے میسر و انصاف و اِزلام سے کام لیا تو ان کو وہ معاف ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی اِذَا مَا شَرَطَ کے لئے ہے اور اس سے متصل اتَّقُوا وَاٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مستقبل کے لئے۔ یعنی بشرطیکہ وہ آئندہ بھی ڈرتے رہیں گے ان چیزوں سے جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور اچھے کام کریں گے۔ پھر جس چیز سے روکا جائے اس سے رُکیں۔ اور جو فرمان الہی ہو اسے مانیں پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ اختیار کریں (الْحَازِنِ۔ تفہیم القرآن)

صاحب ضیاء القرآن اور عبد اللہ یوسف علی نے علامہ بیضاوی کی تشریح نقل کی ہے کہ فرماتے ہیں۔ ان مکرر الفاظ سے صحابہ کرام کی تین حالتوں یا ان کے تین مقامات کا ذکر کیا جا رہا ہے پہلے اتَّقُوا

وَأَمْتُوا سَے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس حالت کا بیان ہے جس کا تعلق ان کے اپنے قلب اور روح کے ساتھ ہے۔

دوسرے اِتَّقُوا وَاٰمَنُوْا سَے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس کیفیت کا بیان ہے جو ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان مہتی اور آخری اِتَّقُوا وَاٰحْسَنُوْا سَے تقویٰ اور احسان کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان مہتی۔ یا پہلے ان کے ابتدائی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ان کے درمیانی حالت کی طرف اور آخر میں ان کے اعلیٰ ترین مقام کی طرف جبکہ عابد و معبود۔ ساجد و سجد میں دوری کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور نعمت مشاہدہ سے دل کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اِس لَے اِتَّقُوا وَاٰحْسَنُوْا فرمایا۔ جب کہ انسان مقام احسان پر فائز ہوتا ہے۔ اور احسان کا مفہوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِنَّ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا تَكُ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ بَرَآک۔

یعنی احسان اس کیفیت کو کہتے ہیں جبکہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر (حالت عبادت میں) تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۹۴:۵ = لَبَسُوا ثَلَابًا۔ مضارع واحد مکرر غائب مضارع بلام تاکید و لون ثقیلہ۔ کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو ضرور آزمائے گا۔ وہ تمہاری ضرور جانچ کر لے گا۔

بَلَاءٌ۔ سے (باب نصر) مادہ بلی۔

= رِمَا حَكْمٌ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے نیزے۔

= تَنَالُہُ۔ اس کو پاتی ہے۔ اس تک پہنچتی ہے۔ نَبْلٌ سے (باب فتح)۔

۹۵:۵ = دَاثَمْتُمْ حُرْمًا وَاَوْ حَالِیہ (در آنحالیکہ) اَنْتُمْ حُرْمٌ دَاثَمْتُمْ حالتِ احرام میں ہو تم احرام باندھے ہوئے ہو۔

= مُتَعَمِّدًا ۱۔ عَمَدًا ۱۔ جان بوجھ کر۔ ارادۃً (باب فَعَل)۔

= التَّعَمُّدِ۔ اسم جنس۔ جو پایہ۔ اونٹ بکری۔ گائے۔ بھینس وغیرہ جمع اَلْعَامُّ وَاَلْعُمَانُ

= ذَوَا عَدْلٍ۔ دو معتبر عادل شخص۔

= هَدُیَا۔ اسم نکرہ منصوب۔ قربانی کا جانور جو ماہِ حُرْم میں حُرْم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے

= بَالِغُ الْكَلْبَةِ۔ بالغ۔ پہنچنے والا۔ بُلُوْغٌ سے بمعنی پہنچنا۔ کعبہ سے مراد حدودِ حرم ہے کیونکہ جانور کعبہ میں نہیں ذبح کئے جاتے۔

پیمائش یوں ہے۔

شرقی دیوار کا طول ۱۱ میٹر ۵۸ سینٹی میٹر

مغربی دیوار کا طول ۱۱ میٹر ۹۳ سینٹی میٹر

دشمالی، شمالی جانب کی دیوار کا طول ۱۰ میٹر ۲۲ سینٹی میٹر

(جنوبی، یعنی جانب کی دیوار کا طول ۱۰ میٹر ۱۳ سینٹی میٹر

(رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان)

کعبہ کی سطح زمین سے بلندی = ۱۵ میٹر
دیوار شرقی سے مقام ابراہیم تک فاصلہ = ۱۱ میٹر ۱۰ سینٹی میٹر

(الحرم المکی - الحاج عباس کرارۃ) القاہرہ

= الْبَيْتُ الْحَرَامُ - عزت والا گھر - حرمت والا گھر۔

= الشَّهْرُ الْحَرَامُ - عزت و حرمت والا مہینہ - یا اگر الشَّهْرُ کو اسم جنس لیا جائے تو اس کے

منی اشْهُرُ الْحُرُمِ ہوں گے۔ عزت و حرمت والے مہینے - یعنی ذوالقعدہ - ذوالحجہ، محرم -

اور رجب المرجب

= الْهَدْيُ وَالْفَلَاذِلُ - کے لئے دیکھو ۲:۵ - قربانی کے جانور اور وہ جانور جن کے گلے میں

پٹے پڑے ہوئے ہوں۔

= قِيَامًا لِلنَّاسِ - قِيَامٌ وَقِيَامٌ - اس چیز کو کہتے ہیں جس کے سہارے کوئی قیام

رہ سکے۔ جس طرح کہ عِمَادٌ وَسِنَادٌ - اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو سہارا لگادیا جائے

بناخیزہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تَوَلُّوْا السُّفْهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا - (۵:۴) اور بے عقلوں

کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے۔ مت دو۔

اسی طرح آیت ہذا میں ہے کہ:-

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے لوگوں کے لئے بقاء کا باعث بنایا ہے۔

لَبَيْتُ الْحَرَامِ - کعبہ کی صفت ہے۔ الشَّهْرُ الْحَرَامُ - الْهَدْيُ - الْفَلَاذِلُ

سب کا عطف الکعبۃ پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو لوگوں کی بقاء اور ان کی اجتماعی زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔ قِیَامًا۔ جَعَلَ کا مفعول ثانی ہے

۵: ۹۸ = سَدَّ يَدُ الْعِقَابِ ۙ سَخَتْ سَرَّائِيْنِ وَالَا۔

۵: ۹۹ = مَا بُدُّوْنَ - جو تم ظاہر کرتے ہو یا جو تم ظاہر کر دو گے۔ اِبْدَاءُ (افعال) سے

= مَا كُنْتُمْ وَاَنْتُمْ - جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاؤ گے۔ كُنْتُمْ سے۔

۵: ۱۰۱ = اِنْ تَبَدَّ - اصل میں تَبَدَّى تھا۔ اِنْ کے عمل سے ی حذف ہو گئی۔ مضارع کا صیغہ واحد مَوْتُ غَائِب۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے۔

اِبْدَاءُ۔ مصدر بَدَّءَ مادہ۔

= تَسْوُؤُكُمْ۔ وہ تم کو برسی لگے۔ وہ تم کو نا خوش کرتی ہے۔ مضارع واحد مَوْتُ غَائِب۔ سَاءَ يَسْوُؤُ (نصر) سَوَّءٌ - سَوَّءٌ سے مادہ۔ سَوَّءٌ۔ السَّوَّءُ ہر وہ چیز جو انسان کو غم پر مبتلا کر دے۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل سے ہو۔ یا اخروی کے اور عام ہے اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے یا ان امور خارجیہ سے جن کا تعلق جاہ و جلال کے چلے جانے یا کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کے فوت ہو جانے سے ہوتا ہے۔ قرآن میں لفظ یا اس کے مشتقات بمعنی بیماری۔ رسوائی۔ برائی بھی آیا ہے۔

اس آیت کے ترجمے میں بعض نے اِنْ تَبَدَّ لَكُمْ تَسْوُؤُكُمْ۔ وَاِنْ تَسْأَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يَنْزِلُ الْقُرْآنُ تَبَدَّ لَكُمْ کو اکٹھا لیا ہے اور اسے اَشْيَاء کی صفت لکھا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اے ایمان والو! مت پوچھ گچھ کیا کرو ایسی باتوں کے متعلق کہ اگر تم پر عیاں کر دی جائے ان کی حقیقت تو تمہاری ناگواری یا تنگی کا باعث بنیں۔ اور اگر اس وقت دریافت کی جائیں جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو تم پر ان کی وضاحت کر دی جاتی۔ (یعنی احکام الہی کے سمجھنے میں جو تمہیں مشکلات یا دقتیں درپیش ہوتیں ان کی وضاحت کر دی جاتی)

اس ترکیب کو صاحب مدارک التنزیل اور مولانا محمد علی نے لیا ہے۔ دوسروں کے نزدیک يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا..... تَسْوُؤُكُمْ۔ اور وَاِنْ تَسْأَلُوْا..... تَبَدَّ لَكُمْ کو الگ الگ لیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر ظاہر کی جائیں تو تمہارے لئے تنگی کا باعث بنیں (جیسے قوم موسیٰ نے گلے کے متعلق سوال کر کر کے اپنے اوپر دائرہ اختیار تنگ کر لیا تھا۔ دیکھو۔ ۲: ۶۸-۷۱) (ہاں) اگر تم ایسی باتیں

جب قرآن نازل ہو رہا ہو (تو کسی مشکل یا دقیق امر کو سمجھنے کی خاطر) دریافت کرو تو وہ تم پر واضح کر دی جائیں۔ (۱۷۱ النازن - ضیاء القرآن - اور تفسیر عبد اللہ یوسف علی میں اختیار کیا گیا ہے) = عَفَا اللَّهُ عَنْهَا۔ کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ ایک تو یہ کہ اس بائے میں تم نے جواب تک کیا ہے اسے اللہ نے معاف کر دیا ہے۔ (مدارک التنزیل - النازن - تفسیر القرآن)

۲۔ یعنی جب قرآن کے کسی حکم کے نزول کے وقت تم نے وضاحت کی خاطر سوال کئے تو خدا تمہیں یہ معاف کر دے گا (عبد اللہ یوسف علی)

۱۰۲:۵ = سَأَلَهَا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اشیاء نہیں بلکہ المسئلة (پوچھ دریافت - سوال و جواب) محذوف ہے۔ یعنی ایسا ہی مسئلہ اٹھایا تھا ایک قوم نے تم سے پہلے بھی (یہاں قوم سے مراد کسی ایک خاص نبی کی قوم نہیں بلکہ سوال کرنے والوں کی ایک جماعت یعنی کئی سوال کرنے والوں نے ایسے سوال کئے تھے مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کے متعلق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کو بالجہر دیکھنے کے متعلق۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے المائدہ کے متعلق)

= ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ۔ بہا بمعنی بترکہ العمل بہا مراد ہے پھر وہ منکر ہو گئے اس وضاحت پر عدم عمل کی وجہ سے۔ پھر وہ ان احکام کا انکار کرنے والے ہو گئے۔ ۱۰۳:۵ = بِحَيْرَةٍ۔ بروزن فعیلہ بمعنی مفعولۃ۔ کان پھٹا۔

بَحَرْتُ الْعَيْرَ۔ میں نے اونٹ کے کان اچھی طرح کاٹ ڈالے۔ اہل عرب کی کفر کی رسموں میں سے ایک یہ تھی کہ اگر کسی بت کے لئے کسی مولیشی کی نذر مانتے تو اس کے کان پھاڑ دیتے نشان کے لئے اور اس کو بحیرہ کہتے۔

= سَائِيَةً۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں وہ جانور جو بت کے نام کر کے چھوڑ دیا جاتا تو اُسے سائبہ کہتے تھے۔ سَابَ يَسِيبُ (ضرب) بے مقصد گھومنا۔ جانور کا آزاد کرنا۔ سائبہ وہ اونٹنی جو تمام مشقت سے آزاد کر دی گئی ہو۔

یہ جانور سائبہ بھی بے روک ٹوک جدھر چاہے پھرتا رہتا۔ کوئی اس کو روکتا نہ تھا = دَصِيلَةً۔ وہ نوخیز اونٹنی جس کے سب سے پہلے حمل میں مادہ بچہ ہو اور دوسرے حمل میں بھی مادہ ہو۔ اس کو وصيد کہا جاتا تھا کیونکہ دو متواتر دو حملوں میں مادہ بچے ہوتے۔ درمیان میں نہ پیدا نہیں ہوا۔ دونوں مادہ بچے متصل پیدا ہوتے اس لئے

وہ اونٹنی وصیلہ کہلاتی تھی۔ اس اونٹنی کو مشرک بتوں کے نام پر مچھوڑ دیتے تھے اور اس کا دودھ نہیں دوتے تھے۔

= حَامٍ - حَامِی - جنوانے والا اونٹ۔ جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے ہوتے یعنی سواری اور بوجھ کے قابل ہو جاتے تو اس اونٹ پر لادنا موقوف کر دیتے اور چائے یا پانی پر سے نہ ہٹاتے۔ اسے حامی کہتے۔

۱۰۵: ۵ = عَلَیْكُمْ أَنْفُسُكُمْ - اپنے نفسوں کی حفاظت کرو۔ تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے
۱۰۶: ۵ = شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ ذَوَا عَدْلٍ مِنْكُمْ آپس میں تمہاری گواہی تم میں سے دو معتبر اور صاحب عدل شخص ہیں۔

= أَوْ آخَرَاتٍ یا دو اور شخص مِنْ غَيْرِكُمْ - غیروں میں سے۔ غیر قبیلہ۔ غیر مسلم (جمہور)
= تَحْبِسُونَهُمَا - تم ان دونوں کو روک لو۔ حَبَسَ یَحْبِسُ (ضَرْبَ) روکے رکھنا مضار جمع مذکر حاضر۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔

= إِنْ اِذْتَبٰتُمْ - اگر تم شک میں پڑے۔ اگر تمہیں شک پڑ جائے۔ اِذْتَبٰتٌ (افتعال) رَنِیْتُ - (مادہ)

= لَا تَشْتَرِیْ بِہ لَمِنَ الْاِثْمِیْنَ - یہ الفاظ جن گواہان سے قسم لی جا رہی ہے وہ کہیں گے۔

۱۰۷: ۵ = عِثْرَ عَلٰی - اسے اطلاع کر دی گئی۔ اسے خبر کر دی گئی (باب نصر۔ ضرب) عِثْرُ سے جس کے معنی بغیر چاہے کسی چیز پر مطلع ہو جانے کے ہیں ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
عِثْرَ یَعِثْرُ عِثَارًا وَعِثْرًا - کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔ اور مجازاً اس کا استعمال کسی شخص کے اچانک بلا طلب کسی بات پر مطلع ہو جانے کے لئے ہوتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَعِثْرْنَا عَلَیْہُمْ - (۸: ۲۱) اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے باخبر کر دیا۔ یعنی لوگوں کے قصد کے بغیر ہی ہم نے ان کے حال پر مطلع کر دیا۔

= اِسْتَحَقَّ - وہ دونوں حقدار ہوئے۔ اِسْتَحَقَّ ماضی کا صیغہ تثنیہ غائب اِسْتَحَقَّا اِنَّمَا وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہوئے۔ یا کسی گناہ کے سزا دار ہوئے۔ گناہ کر کے مستحق سزا ہوئے۔

= اِسْتَحَقَّ عَلَیْہِمْ الْاَوَّلَیْنِ - پہلے دونوں نے جن کا حق ضائع کیا تھا۔
= فَبُقِیْسِمَیْنِ - پس وہ دونوں قسم اٹھاویں یعنی وہ دو نئے گواہ جو حقداروں میں سے

لئے جاویں۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب اِقْسَامٌ (افعالٌ) مصدر

= لَشَهَادَتُنَا..... إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ۔ یہ قسم کے الفاظ وہ دو نئے گواہ کہیں گے جو کہ حقداروں میں سے لئے گئے ہیں۔

۱۰۸: ۵ = اَدْنَىٰ = زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔ جب یہ اکبر کے مقابلہ میں ہو تو ا صغر کے معنی دیتا ہے اور جب خیر کے مقابلہ میں ہو تو اذل کے معنی دیتا ہے اور جب اقصى (دور) کے مقابلہ میں ہو تو نزدیک کے معنی دیتا ہے۔ یہ دَانِ اور دَنِی کا اسم تفضیل ہے۔ پہلی صورت (دَانِ سے) اقرب (نزدیک) اور دوسری صورت میں اذل کے معنی میں آتا ہے۔

= يَأْتُوا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں يَأْتُونَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون گر گیا۔ يَأْتُوا ب۔ وہ لائیں۔ اَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ کہ وہ گواہی دیں۔

= عَلَىٰ وَجْهِهَا۔ کما حقہ۔ جیسا کہ چاہئے۔ ٹھیک ٹھیک۔

= اَنْ تَرَدَّ اَيْمَانٌ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ (یا وہ خوف کھائیں کہ) ان کی قسموں کے بعد قسم کو (وارثانِ میّت کی طرف) لوٹایا جائے گا۔ یعنی ان کی قسم پر دوسرے فریق کی قسم لی جائے گی۔ اور ان کی قسم کی تردید ہو جائے گی۔

آیات نمبر ۱۰۶-۱۰۷-۱۰۸ = مطلب یہ ہو گا! اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجائے۔ اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لئے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحبِ عدل آدمی گواہ بنائے جائیں۔

یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے۔ تو غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لئے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ:-

”ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں اور خواہ ہمارا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا کے واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو گنہگاروں میں شمار ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو اور شخص ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کا حق پچھلے دو گواہوں نے مارنا چاہا تھا۔ اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے“

اس طریق سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک شہادت دیں گے یا کم از کم اس بات کا ہی خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے اللہ سے ڈرو اور سنو! اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

۵: ۱۰۹ = مَاذَا أُجِبْتُمْ۔ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ اِجَابَةٌ جس کے معنی جواب دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

یعنی جب تم نے لوگوں کو دین حق کی دعوت دی تو اس کے رد عمل میں ان کا کیا جواب تھا۔ انہوں نے کہاں تک اسے قبول کیا اور کہاں تک اس کے منکر ہوئے۔

لَا عَلِمَ لَنَا۔ ہمیں کوئی علم نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سرے سے اس بات کا علم ہی نہ تھا۔ کہ ان کی تبلیغ کا کیا اثر ہوا۔ اس جواب کی مختلف وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔

۱۔ یہ کہ یوم حشر کی ہولناکی کی وجہ سے مخاطبین دین حق کے رد عمل کا مفصل بیان بڑا مشکل ہوگا۔

۲۔ یہ کہ کمال انکساری کی وجہ سے۔ کہ اے خدا ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں اس قدر حقیر اور نامکمل ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

امام فخر الدین رازی رح فرماتے ہیں کہ :-

قَالُوا لَا عَلِمَ لَنَا لَا نَكَ تَعْلَمَ مَا أَظْهَرُوا وَمَا أَضْمَرُوا وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ إِلَّا بِمَا أَظْهَرُوا
فَعَلِمْتُ فِيهِمْ الْقُدْرَةَ مِنْ عَلِمْنَا فَلِهَذَا الْمَعْنَى لَفَعُوا الْعِلْمَ عَنْ أَنْفُسِهِمْ لِأَنَّهُمْ
عِنْدَ اللَّهِ كَلَّا عَلِمُوا (انہوں نے) جواب دیا (اے اللہ) تو ان کے (مخاطبین کے) ظاہر اور
باطن کو جانتا ہے۔ اور ہم ان کے ظاہر کو جانتے ہیں۔ بتر علم ان کے بارہ میں ہمارے علم سے کہیں
زیادہ عمیق اور دقیق ہے بدین وجہ انہوں نے اپنی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کیونکہ ان کا علم
اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

۳۔ یہ کہ ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ہم اپنی زندگی میں ان کے ظواہر سے یا خبر رہے لیکن
مرنے کے بعد ہمیں کوئی علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا عمل کئے اور ان کا رد عمل کیا رہا۔ اس کا علم تو ہی
رکھتا ہے۔

ایسا ہی جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آیت ۵: ۱۱ میں دیا۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا
دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ۔ میں ان پر گواہ رہا جب
میں ان پر گواہ رہا جب

تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی ان پر نگران تھا۔
 = عِلْمٌ - علم سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔

عِلْمُ الْغُيُوبِ - ایسا نہ بردست جاننے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گونا گوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو۔ جو اب موجود ہے اسے بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا اسے بھی جانتا ہے جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اسے بھی۔ جو تھا۔ جو ہے۔ جو ہوگا سب کچھ جانتا ہے۔

۵: ۱۱ = اَيَّدْتُكَ - میں نے تیری مدد کی۔ اَيَّدْتُ تَأْيِيدٌ (تفخیل) سے بمعنی مدد دینا۔ قوت دینا۔ اَيَّدْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم لک ضمیر مفعول بہ

= بِرُوحِ الْقُدُسِ - جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے۔ روح القدس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا روح القدس سے مراد پاک مقدس روح ہے کیونکہ ارواح اپنی ماہیت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ کچھ روحیں مقدس پاک۔ نورانی اور مشرف ہیں اور کچھ ارواح خبیث۔ مکدر اور آلودہ ہیں یہاں مراد کہ ہم نے ایک پاک۔ صاف۔ مقدس ملکہ روح سے نوازا۔

= اَلْمُهْدِ - اسم۔ گہوارہ۔ مراد شیر خوارگی کا زمانہ۔ یا ماں کی گود میں فی الْمُهْدِ - بحالت طفولیت۔
 = كَهْلًا - ادھیڑ عمر کا آدمی جس کے کچھ بال کالے اور کچھ سفید ہو گئے ہوں۔ بحالت کہولت۔
 كَهْلًا حال ہے جبکہ تَكَلَّمَ النَّاسُ ذوالحال ہے۔

= تَكَلَّمَ النَّاسُ تو باتیں کرتا ہے تَكَلَّمَ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْمُهْدِ وَكَهْلًا یعنی بحالت طفولیت و کہولت ہر دو حالت میں تو باتیں کرتا تھا دلائل و برہان سے۔

= وَإِذْ عَلَّمْتُكَ - اس کا عطف إِذْ اَيَّدْتُكَ پر ہے۔

= الْكِتَابِ سے مراد تورات ہے۔ تمہیں کتاب کی تعلیم کی اور توریت کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ پر اتاری گئی تھی۔ حدیث میں بھی توراۃ کا لفظ ہے۔ اور اس سے مراد توریت بھی اور دوسری۔ اب بھی۔ ابن کثیر۔ الکتاب بمعنی الخط۔ لکھنا پڑھنا۔

الطِّينِ - گارا۔ مٹی۔ خاک۔ مٹی اور پانی کا آمیزہ

= كَهَيْئَةِ ك - بمعنی مثل۔ مانند۔ ہیئت۔ اسم صورت۔ شکل۔

= تَنْفُخُ - تو پھونک مارتا ہے۔ تَفْخُ سے واحد مذکر حاضر۔

= فِيهَا - میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب ہیئۃ کی طرف راجع ہے۔

= بُنِرِي - تو تندرست کرتا ہے۔ تو صحت یاب کرتا ہے اِبْرَاءُ سے بُرِي - مادہ - مضارع واحد مذکر حاضر - فعل با فاعل

= اَلَا كُمَّة - مادر زاد اندھا - کُمَّةٌ واحد - بمعنی نابینا - صفت مشبہ کا صیغہ ہے بُنِرِي کا مفعول بہ -
= اَبْرَصَ - کوڑھی - اس کا عطف اَلَا کُمَّة پر ہے -

= تُخْرِجُ الْمَوْتَى - تو مردوں کو (قبر سے زندہ حالت میں) نکالتا تھا -

= كَفَفْتُ - میں نے روک دیا تھا كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَآئِيلَ عَنْكَ - میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے روک دیا تھا -

اس آیت میں جہاں خداوند تعالیٰ نے ان احسانات اور انعامات کا ذکر کیا ہے جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فرمائے گئے تھے لیکن اِذْ تَخْلُقُ سے لے کر تُخْرِجُ الْمَوْتَى بِاِذْنِي تک بار بار لفظ بِاِذْنِي (میرے حکم سے) فرمایا ہے - جس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود کہ یہ تمام خسرِ عادت کام محض اللہ تعالیٰ کے حکم پر تمہا سے ہاتھوں سرانجام ہوتے تھے کیونکہ حقیقت میں وہی ذات باری تعالیٰ خالق کل ہے اور شافی الامراض ہے - اور مردوں کو زندہ کرنے والی ہے مخلوق میں بذاتِ خود کوئی ایسی قدرت نہیں رکھتا -

۵: ۱۱۱ = اَلْحَوَارِیُّنَ - حواری جمع کا صیغہ اس کا مفرد حَوَارِیٌّ ہے جو حَوْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی 'سپیدی' کے ہیں - یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے ان کو سپیدی سے نسبت اس لئے دی گئی کہ ان کے کپڑے سفید تھے یا بقول بعض وہ دھوبی تھے اور کپڑے دھو کر صاف کیا کرتے تھے اور حواری نبطی زبان میں دھوبی کو کہتے ہیں -

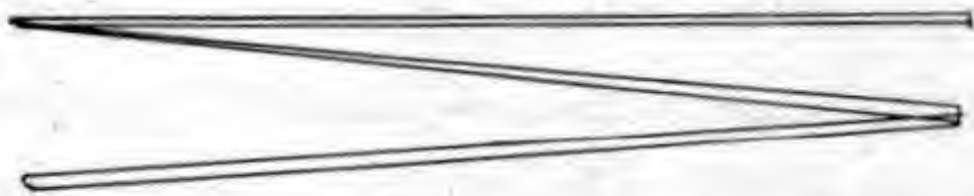
= اَوْحَيْتُ - یہاں وحی سے مراد الہام ہے یعنی میں نے بذریعہ الہام ان کے دلوں میں ڈالا - اِذْ اَوْحَيْتُ ... الاية کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہم نے حواریوں کے دل میں بذریعہ الہام یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر دل سے ایمان لے آویں تو انہوں نے تمہاری دعوت الی الحق سنکر اسے قبول کر لیا - اور تمہیں کہنے لگے ، سم ایمان لے آئے ہیں اور (مے پیغمبر) تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں -

۵: ۱۱۲ = هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ - کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے - يَسْتَطِيعُ مضارع واحد مذکر غائب استنطاع استفعال مصدر حواری تو قبل ازیں دل میں مسلمان ہو چکے تھے اس لئے ان کا یہ کہنا کہ کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے - کسی شک پر مبنی نہ تھا - بلکہ جیسا کہ کلام مابعد و تطمئن قُلُوبُنَا سے واضح ہے - محض مزید اطمینان قلب اور تقویت ایمان کی خاطر انہوں نے ماندہ طلب کیا تھا - جیسا کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔ رَبِّ ارِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ اَوْر خدا تعالیٰ کے ارشاد اَوَلَمْ تُؤْمِنْ بِرَبِّكَ اَوْ لَمْ يَأْتِكَ الْكِتَابُ وَلَكِنْ لَّيَطْمَئِنَّ قُلُوبُكَ (۲: ۲۶۰) لیکن میں دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں کہ میرا دل اطمینان حاصل کرے۔

= مَا يَذْكُرُ۔ کھانا جو دسترخوان پر چنا ہوا ہو۔ یا وہ دسترخوان جس پر کھانا چنا ہوا ہو۔
= اتَّقُوا اللَّهَ۔ اللہ سے ڈرو اور ایسے سوال مت کرو جو اب شرط ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ
شرط ہے عموماً جواب شرط شرط کے بعد ہی آتا ہے۔ لیکن عربی ادب میں اور دیگر زبانوں میں بھی اکثر جواب شرط کو شرط سے قبل لایا جاسکتا ہے

۵: ۱۱۷ = تَوَفَّيْتَنِي۔ تو نے مجھے اٹھالیا۔ تو نے مجھے قبض کیا۔ تو نے مجھے وفات دی۔
تَوَفَّيْتَنِي سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔
تَوَفَّيْتُ کے اصل معنی لغت میں کسی چیز کو کامل طور پر قبضہ میں لینے کے ہیں۔ جیسے نمیند کی حالت میں ہوش کو پورے طور پر اٹھالیا جاتا ہے یا موت کے وقت روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔ تَوَفَّيْتُ کا استعمال موت کے لئے کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اس کے حقیقی اور لغوی معنی نہیں ہیں بلکہ مرادی اور تعبیری معنی ہیں۔
= الرَّقِيبُ عَلَيْكُمْ۔ الرَّقِيبُ۔ نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ راہ دیکھنے والا۔ کُنْتُ کی خبر ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۶) سُورَةُ الْاِنْعَامِ (۵۵)

۱:۶ = ثُمَّ حَرْفِ عَطْفِ ہے۔ لیکن کوئی دوسرا حرفِ عطف اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ معنی عطف پر دلالت کے ساتھ ساتھ کفار کی نادانی اور ان کے عقیدہ کی قباحت کو بھی عیاں کر رہا ہے ثُمَّ دَالَةٌ عَلَى قُبْحِ فِعْلِ الْكَافِرِينَ (قرطبی)

= يَعِدُ لُوْنٌ - مضارع جمع مذکر غائب عَدَلَ - مصدر - (باب ضرب)

یعنی وہ الوہیت میں اپنے معبودانِ باطل کو خداوند تعالیٰ کا ہمسرا اور اس کے برابر بنائے ہوئے ہیں۔ (وہ عدل و انصاف کرتے ہیں یہاں یہ معنی مراد نہیں) یہاں يَوْمَ يَعِدُ لُوْنٌ کو وَهُمْ يَوْمَ مُشْرِكُوْنَ (۱۱۶: ۱۰۰) کے ہم معنی لیا گیا ہے۔

بعض نے اس کو عَدُوْلٌ سے مشتق لیا ہے اور يَوْمَ يَعِدُ لُوْنٌ میں ب بمعنی عَنْ مراد لیا ہے یعنی عَنْ رَبِّهِمْ يَعِدُ لُوْنٌ اپنے رب کی حکم عدولی کرتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعِدُ لُوْنٌ (۲۴: ۶۰) بلکہ یہ لوگ راستہ سے الگ ہوئے ہیں۔

۲:۶ = قَضَى - مقرر کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءُ مصدر۔ قضاء میں فیصلہ کر دینا یا کر لینا۔ کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا کا مفہوم ضرور موجود ہوتا ہے۔ سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ مقرر کرنا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مار ڈالنا۔ ان سب معانی کے لئے قضا کا استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے اور اس آیت میں مراد مقرر کی ہے

= اَجَلًا - ميعاد - قَضَى اَجَلًا - یعنی اس نے موت کے وقت کا فیصلہ کر چھوڑا ہے۔ اَجَلًا مفعول ہے قَضَى کا۔

= وَاَجَلَ مُسَمًّى عِنْدَكَ - اَجَلَ - ایک دوسری مدت - مُسَمًّى - طے شدہ - نامزدہ - مقرر کردہ شدہ - اور اذل الذکر ميعاد کے علاوہ جو زندگی اور موت کے متعلق ہے ایک دوسری مدت بھی اس

کے ہاں طے شدہ ہے یعنی اس کا وقت بھی متعین ہے جو صرف اس کے علم میں ہے۔

= ثَمَّ - بعینہ وہی مفہوم ادا کرتا ہے جس کے لئے یہ لفظ پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔

= تَمْتَرُونَ - تم شک کرتے ہو۔ تم تردد کرتے ہو۔ اِمْتَرَاءُ (افتعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِمْتَرَاءُ کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کی بابت حجت کرنا اور جھگڑنا کہ جس میں شک و شبہ یا تردد ہو۔

۴:۶ = مَعْرِضِينَ - اعراض کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ (افعال) سے۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔

= كَذَّبُوا بِالْحَقِّ - انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ الْحَقُّ مفعول بہ ہے كَذَّبُوا کا۔

= اَنبَاءُ - اَلْبُؤْسُ - خیریں - حقیقتیں - بِنَاءُ کی جمع۔ جس کا بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو۔ اسے بِنَاءُ کہا جاتا ہے۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو بِنَاءُ نہیں بولتے۔ کیونکہ اس وقت تک کوئی خبر بِنَاءُ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب کے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تو اتر ثابت ہو یا جس کو اللہ و رسول نے بیان کیا ہو۔

۶:۶ = قَرْنٍ - سینگ - عورت کے گیسو، بالوں کا ہٹا ہوا حصہ (پٹی) زمانہ - ایک زمانہ کے لوگ -

قَرْنُ الشَّمْسِ - سورج کا کنارہ - عمر - سِنٌ - هُوَ عَلَى قَرْنٍ - وہ میرا ہم عمر ہے - ۱۰ - ۲۰ - ۳۰ - ۴۰ - ۵۰ - ۶۰ - ۷۰ - ۸۰ - ۹۰ - ۱۰۰ - ۱۲۰ سال کو بھی قرن کہتے ہیں۔ قرن کی جمع قرون ہے۔ یہاں مراد وہ قوم جو کسی ایک زمانہ میں ہو۔

= مَكْنَهُمْ - ہم نے ان کو بااقتدار بنایا۔ ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا۔ تَمْكِينُهُمْ تَفْعِيلٌ سے ماضی جمع متکلم - مَكُنْ يَمْكُنُ (باب کوْم) حاکم کے پاس مرتبہ حاصل کیا۔ اَمْكَنَ - يُمْكِنُ (افعال) بااقتدار ہونا۔ قابو پانا۔ کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ باب کوْم - افعال سے فعل لازم آئیگا اور تفعیل سے متعدی۔

= السَّمَاءُ - اى المطر - یعنی بارش۔ کیونکہ یہ اوپر سے آتی ہے۔

= مِدْرَارًا - دَرٌّ اور دَرَّةٌ سے بہت برسے والا۔ لگاتار برسنے والا۔ (صیغہ مبالغہ)

سَّمَاءٌ - مِدْرَارٌ - لگاتار اور بکثرت برسے والا مینہ۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا - (۷۱ - ۱۱) وہ تم پر لگاتار مینہ برساتے گا۔

= مِنْ تَحْتِهِمْ - مِنْ تَحْتِ اشْجَارِهِمْ - مِنْ تَحْتِ بَسَاتِينِهِمْ - ان کے باغوں میں اَنْشَأْنَا - ہم نے پیدا کیا۔ اِنْشَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

۶: ۷ = فِي قُرْطَاسٍ - کاغذ پر لکھی ہوئی صحیفہ کی صورت میں - قُرْطَاسٌ کی جمع قُرَاطِيسُ
 ۶: ۸ = لَقُضِيَ الْأَمْرُ - پھر تو فیصلہ ہی ہو گیا ہوتا - پھر تو سارا قصہ ہی ختم ہو گیا ہوتا - (ان کی)
 ہلاکت کا فیصلہ ہو گیا ہوتا -

= لَا يُنْظَرُونَ - مضارع منفی مجہول - جمع مذکر غائب - ان کو مہلت نہیں دی جائے گی -
 = لَوْ أَنزَلْنَا سَ لَا يُنْظَرُونَ تک - اگر ہم فرشتہ اتار دیتے تو بات ختم ہی ہو گئی ہوتی - قصہ ہی ختم
 ہو گیا ہوتا - پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی -

قُضِيَ الْأَمْرُ کے مختلف معانی کے پیش نظر اس فقرے کے مختلف معانی مفسرین نے
 لئے ہیں -

۱- اگر فرشتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتارا جاتا تو فرشتہ کو اس کی اصلی
 صورت میں دیکھ کر معترضین یا تو ہلاک ہو گئے ہوتے یا مجبوظ الحواس ہو جاتے - لیکن ان دونوں
 صورتوں میں پھر ان کو مہلت دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی -

۲- اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ فرشتہ ان کی تصدیق رسالت کے لئے یا لوگوں
 کو ڈرانے اور تبلیغ کے لئے اتارا جاتا تو پھر ان کے ایمان لانے یا نہ لانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا
 اس صورت میں حقیقت آشکار ہو گئی ہوتی اور سوائے اس حقیقت کے اعتراف کرنے کے

کوئی چارہ کار ہی نہ ہوتا - اور نہ ہی مزید مہلت کی ضرورت رہتی - پھر تو صرف حساب لینا ہی باقی رہ جاتا
 ۶: ۹ = لَوْ جَعَلْنَاهُ - اگر ہم بناتے کسی فرشتہ کو نبی کا ضمیر واحد مذکر بنی (مخدوف) کے لئے

ہے - لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا - تو ہم اس کو ضرور انسان کی شکل میں بناتے - اس میں کا ضمیر
 مَلَكًا کی طرف راجع ہے - انسانی شکل میں بنانے کی ضرورت اس واسطے کہ فرشتوں کی اصلی
 صورت غیر مرقی ہے جسے مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی -

= لَلْبَشَاءِ عَلَيْهِمْ - لَبَسَ عَلَيْهِ (صَرَبَ) کسی پر معاملہ کو مشتبہ یا مغلوط کر دینا - ہم ان کے
 لئے حقیقت کو مشکوک کر دیتے -

(یا خود ہی پھر بات مشکوک ہو جاتی کیونکہ جب فرشتہ انسان کی شکل میں آتا ایک مزید شک
 یہ پیدا ہو جاتا کہ یہ حقیقت فرشتہ ہے یا پھر انسان ہی ہے)

= مَا يَلْبِسُونَ - ای مایلبسون علیٰ انفسہم جس شک میں انہوں نے خود اپنے آپ کو
 ڈال رکھا ہے -

۶: ۱۰ = اُنْزِلَتْ بَ اس سے ٹھٹھا کیا گیا - (رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا تھا اور ان کا

نذاق اڑایا گیا تھا، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

= حَاقَّ - حَاقَّ يَحِيقُ (ضَوَّبَ) اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حقیق مادہ

= سَخِرُوا - سَخَرُوا - انہوں نے ہٹھا کیا۔ مذاق کیا۔ انہوں نے ہنسی کی۔

فَحَاقَّ يَسْتَهْزِءُونَ -

حَاقَّ فعل -

مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ فاعل -

الَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ - مفعول -

جس حقیقت کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان مذاق اڑانے والوں کو سزا

دینے کے لئے آگھیرا۔ نیز ملاحظہ ہو (۲۱: ۲۱)

۱۲: ۶ = لَمَنْ - کس کا ہے۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔

كُتِبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةُ - رحمت فرمانے کو اس نے اپنے اوپر لازم اور واجب کر لیا ہے۔ یہاں واجب سے مراد یہ ہے کہ اس نے رحمت کرنے کا وعدہ موکدہ کر لیا ہے

۱۳: ۶ = سَكَنَ - وہ ٹھہرا۔ وہ بساؤہ رہا۔ اس نے آرام پکڑا۔ سکون جس میں حرکت کرنے کی صلاحیت ہو اس کے حرکت نہ کرنے کا نام ہے۔

۱۴: ۶ = فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ - اللہ تعالیٰ کی صفت ہے

= وَلَا تَكُونُوا نَزًّا - فعل نہیں بانوں ثقیلہ - تو ہرگز نہ ہو۔ لَا تَكُونُوا سے قبل دَقِيلَ لِي

محذوف ہے۔ یعنی مجھ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بننا۔

۱۶: ۶ = يَصْرَفُ (ضرب) صَرَفٌ - مصدر - مضارع مجہول مجزوم واحد مذکر غائب

صَرَفَ يَصْرِفُ صَرَفٌ - وہ ہٹا لیا جائے گا۔ وہ بچا لیا جائے گا۔ اس سے ٹال دیا جائے

= عَنْهُ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب - عذاب کی طرف راجع ہے۔

= فَقَدْ رَحِمَهُ - تو یقیناً رحم فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس پر کہ کی ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے

۱۷: ۶ = يَمْسَسُكَ - مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ - واحد مذکر غائب مَسَّ سے

(باب سمع) لگائے۔ پہنچائے۔ اَلْمَسَّسُ کے معنی امپھونا کے ہیں اور لَمَسَّ کے ہم معنی

ہے لیکن لَمَسَّ کسی چیز کے تلاش کرنے کو بھی کہتے ہیں اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز مل بھی جائے

لیکن مَسَّ کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب حاسہ لمس کے ساتھ اس کا ادراک بھی ہو کہنا

عورت سے مجاہدت کے منوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اَنِّي يَكُونُ لِي وَلَدٌ وَلَمْ يَمَسُّنِي

بَشَرٌ (۳: ۴۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہو گا حالانکہ کسی انسان نے ہاتھ تو لگایا نہیں (یعنی میرے ساتھ مجامعت نہیں کی) آیت ہذا کے معنوں میں مَسْتَهْجَا أَبَا سَاءٍ وَالضَّرَّاءُ (۲: ۲۱۴) ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= كَاشِفٌ - اسم فاعل مفرد - كَاشِفُونَ اور كَاشِفِينَ - جمع قیاسی - كَشَفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ برہنہ کرنا۔ ضرر کو دفع کرنا۔ باب ضرب - متعدی اور باب سماع سے لازم آتا ہے یعنی شکست کھانا۔ كَاشِفٌ ضرر کو دفع کرنے والا۔ تکلیف سے رہائی دلانے والا۔

۱۸: ۶ = الْقَاهِرُ - الْقَهْرُ کے معنی کسی پر غلبہ پا کر اسے ذلیل کرنے کے ہیں اور تذلیل و غلبہ ہر دو کے معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔

وَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (۹: ۹۳) تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرو۔ یعنی اسے ذلیل نہ کرو الْقَاهِرُ خبر ہے هُوَ مبتدا کی۔

۱۹: ۶ = قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً - أَيُّ شَيْءٍ مِّتْدَارُ الْبُرْخَرِ شَهَادَةً تَمِيزًا (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کہ گواہی کے لحاظ سے کونسی چیز سب سے بڑی (معتبر) ہے۔ یہ اس سوال کے جواب میں ہے جو کبھی کی روایت کے مطابق کفار مکہ نے کیا تھا۔ اَرِنَا مَنْ يُشْهِدُ اَنْتَ دَسُوْلُ اللّٰهِ - آپ نے ان سے پوچھا جواب میں کہ کونسی شہادت سب سے معتبر ہے اور پھر فرمان خداوندی کے مطابق ان کو بتایا۔ اَللّٰهُ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔

بعض کے نزدیک اللہ پر وقف ہے۔ اور یہ پہلے سوال اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً کا جواب اور شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ نیا جملہ ہے۔ اور اس سے پہلے وَهُوَ مَحْذُوفٌ سمجھا جاتا تھا۔ لَا نُنْذِرُكُمْ۔

= لَا نُنْذِرُكُمْ - اُنْذِرَ - اِنْذَارٌ سے مضارع ہے اور بوجہ عمل لام منصوب ہے۔ یہ لام لام کئی کہلاتا ہے لام کئی کے بعد اَنْ مقررہ ہے جو مضارع کو نصب دیتا ہے۔ صیغہ واحد متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تاکہ میں تم کو ڈراؤں

= مَنْ يَبْلُغْ - لَا يَنْدَمُ مَنْ بَلَغَ هَذَا الْقُرْآنُ - تاکہ جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان کو متنبہ کروں۔

= اَنْتُمْ - الف استفہامیہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کیا واقعی تم

تَشْهَدُونَ۔ لام تاکید تَشْهَدُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم گواہی دیتے ہو۔
أَتُكْمُ لَتَشْهَدُونَ کیا تم واقعی یہ شہادت دیتے ہو۔

= الْإِلَهَةُ الْآخَرَى۔ الْإِلَهَةُ بہت سے معبودِ الہ کی جمع۔ الْآخَرَى۔ الْإِلَهَةُ کی صفت ہے
لموصوف جمع غیر ذوی العقول ہو تو صفت واحد مؤنث آتی ہے جیسے وَلِيَّ فِيهَا مَا رِبُّ الْآخَرَى
۱۸:۱ اور اس میں اور بھی بہت سی ضرورتیں پوری کرتا ہوں۔ آیت ہذا میں پتھروں اور ٹکڑی کے بنے ہوئے
وں کو الْإِلَهَةُ کہنے کی وجہ سے تحقیر کے طور پر ان غیر ذوی العقول الْإِلَهَةُ کی صفت بجائے جمع
کے واحد مؤنث لائی گئی ہے۔

= بَرِيءٌ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ بے گناہ۔ بروزن فعلٌ بَرَاءَةٌ سے بمعنی اسم فاعل ہے
۲۰:۱ = يَخْرِقُونَهُ۔ میں ہضمیر واحد مذکر غائب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ کہ آپ کا
ایہ مبارک شامل۔ صفات تورات اور انجیل میں مذکور ہیں۔

= خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ۔ أَهْلَكُوا أَنْفُسَهُمْ۔ اذْهَبُوا أَنْفُسَهُمْ۔ (جنہوں نے) اپنے نفسوں کو ہلاکت
پر گھائے میں ڈال دیا۔ بانکار ہم بنوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
سلم کی نبوت سے انکار کر کے۔

= فَعَمَّ لَا يُؤْمِنُونَ۔ اِی لَا یُؤْمِنُونَ بِہم۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے۔
۲۲:۱ = یَوْمَ۔ مفعول بہ۔ تقدیر کلام ہے اُذْکُورُ یَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیعًا۔

= تَزْعُمُونَ۔ تم دعویٰ کرتے تھے (باب نصر) زَعَمٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ زَعَمٌ کا
استعمال زیادہ تر دعویٰ باطل اور ایسے قول کے بیان کرنے کے متعلق ہوتا ہے جو مظنہ کذب ہو۔
تحقق نہ ہو بلکہ مشکوک ہو۔ اس لئے قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا استعمال ہوا ہے مذمت کے
لئے ہوا ہے۔

= کُنْتُمْ تَزْعُمُونَ۔ اِی کُنْتُمْ تَزْعُمُونَ اَنَّهَا تَشْفَعُ لَكُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ۔ جن کے متعلق تمہارا
ہر زعم تھا کہ وہ خدا کے ہاں تمہاری سفارش کریں گے۔

۲۳:۶ = فِتْنَةٌ۔ اس کا لغوی معنی پرکھنا اور آزمائش کرنا ہے لیکن یہاں فتنہ سے مراد عذر
ور بہانہ ہے

= ثُمَّ لَا تَكُنْ۔ مُشْرِکِیْن۔ پھر ان کے پاس کوئی عذر نہ ہو گا بجز اس کے کہ وہ
جھوٹ کا سہارا لے کر کہیں گے۔ اللہ کی قسم جو ہمارا پالنے والا ہے ہم شرک کرنے والے تھے
۲۴:۱ = ضَلَّ۔ گم ہو گیا۔ گمراہ ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔

== مَا كَانُوا يَفْتَزُونَ ۝ جَوَّبَتْ وَهْ گھڑ کر پو جا کیا کرتے تھے وہ سب بناوٹی معبود گم ہو جائیں گے
(یعنی وہ ان کو وہاں نہ پائیں گے۔)

۶: ۲۵ = يَسْمَعُ إِلَىٰ - کان لگا کر سنتے ہیں

= اَكْبَنَ - كِنَانٌ کی جمع - پردے - غلاف -

= وَفَرًا - اسم مصدر - منصوب - ثقل - گرانی - بہرہ پن -

مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین و کفار میں سے بعض تیری باتوں کو کان لگا کر سنتے ہیں لیکر ان کی ہٹ دھرمی - ضد - تعصب اور جمود کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہو گیا ہے کہ سننے کے باوجود نہ وہ کچھ سمجھ پاتے ہیں اور نہ کچھ ان کے پلے پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ گواصل سبب ان کی محرومی تو ان کا متواتر اعراض و انکار ہے لیکن سبب پر مسبب کا مترتب ہونا یا موثر پر اثر کا مترتب ہونا ۲۱ قانون فطرت کے تحت ہے جو خدا نے بنایا ہے اس لئے سبب اور موثر کی بجائے ان کو خود ذات باری کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

= اَكْبَنَ اَوْ وَفَرًا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔

حَتَّىٰ - جب تک - جہاں تک - لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ يَلْبَغْ تَكُنْ يَبْلُغُ إِلَىٰ اَنْتُمْ ان کا اعراض و تکذیب اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب بھی وہ تیرے پاس آتے ہیں جھگڑا کرتے ہیں
= يُجَادِلُونَكَ مَصَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ مُّجَادَلَةٌ سے جدال مادہ - باب مفاعلة - وہ تم سے جھگڑا کرتے ہیں۔

= اِنْ - نافیہ ہے۔

۶: ۲۶ = يَنْهَوْنَ عَنْهُ - مَصَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ مَنَعَىٰ مصدر (باب فتح) وہ منع کرتے ہیں

وہ روکتے ہیں - عَنْهُ سے مراد عَنْ اَبْلِغِ النَّسْوِلِ - صَلَّى اللہ علیہ وسلم۔

= يَنْهَوْنَ عَنْهُ - دور رہتے ہیں - مَصَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ نَاهَىٰ مصدر۔

۶: ۲۷ = وَقِفُوا - ماضی مجہول - جَمْعِ مَذْكَرِ غَائِبٍ وَقَفَ اَوْ وَقُوفٌ مصدر - باب ضرب

جب ان کو روک کر کھڑا کیا جائے گا۔

اِذْ دَفَقُوا عَلَى النَّارِ - جب وہ دوزخ کے کنارے لاکھڑے کئے جا دیں گے (ماضی

بمعنی مضارع) اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں جب وہ دوزخ کے متعلق مطلع کئے جا دیں گے۔ یا

دوزخ کے کنارے پیش کئے جائیں گے۔ یا عَلٰی بمعنی فِي ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جب

وہ تار جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

مثال اس کی عَلَىٰ مُلْكٍ سَلِيمَانَ اِیٰ فِیْ مُلْكٍ سَلِيمَانَ (۱۰۲:۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں۔

= یَلِیْتَنَّا۔ یا۔ حرف تنبیہ۔ یا۔ حرف نداء جس کا منادی محذوف ہے۔ کِیْتُ حرف مشبہ بفعل تننا کے لئے مستعمل ہے۔ نَا اسم۔ اے کاشش ہم۔

= نُرُدُّ۔ مضارع مجہول جمع مکمل۔ رُدُّ۔ مصدر۔ (باب نصر) ہم پھیر دیئے جائیں یا پھیر دیئے جاتے ہیں۔ ہم لوٹا دینے جائیں۔ یا لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

= وَ لَا تَكْذِبْ۔ مضارع منفی منصوب بوجہ جواب تننا۔ یَلِیْتَنَّا نُرُدُّ۔ وَاوْشَلَفَ کے ہے جو تننا کے جواب میں ہے

= تَكُوْنُ۔ مضارع جمع مکمل منصوب بوجہ جواب تننا۔

= بَلْ۔ للاضراب عن الوفاء بما تمّنوا۔ ان کے ایفائے تمنا کے رد میں آیا ہے یعنی ان کی یہ تمنا یا آرزو کہ اگر وہ واپس دنیا میں لوٹائے جائیں تو وہ تکذیب قرآن سے باز رہیں گے اور مومن بن جائیں گے۔ بالکل غلط اور جھوٹ ہے بلکہ وہ یہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اب بِدَّ اَلْهَمُّ مَا كَانُوا یُخْفَوْنَ مِنْ قَبْلُ۔ ان کے راز افشا ہو گئے ہیں۔ ان کی جھوٹی قسموں کی حقیقت کھل گئی ہے۔ اور سوائے یہ کہنے کے انہیں کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

= بَدَا۔ ظاہر ہو گیا (باب نصر) بَدَّوْ اور بَدَاءُ سے جس کے معنی 'کھلم کھلا ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= كَانُوا یُخْفَوْنَ۔ ماضی استمراری۔ یُخْفَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِخْفَاءُ سے وہ چھپا کر تے تھے۔

= لَعَادُوْا۔ لام جواب کو میں واقع ہے وہ پھر کریں۔ وہ پھر کرتے ہیں۔ عَوْدُ مصدر

= نَهَوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۶۱:۴)

۶: ۲۹ = اِنْ نَافِیْہُ ہے۔

= مَبْعُوْثِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے

۶: ۳۰ = اَلِیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ۔ الاشارة الى البعث۔ دوبارہ اٹھائے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ کیا یہ حق نہیں۔

۶: ۳۱ = لِقَاءَ۔ حاصل مصدر۔ پیشی۔ ملاقات۔ لَقِیَ۔ یَلْقِیَ لِقَاءً (سَمِعَ) استقبال

کرنا۔ پانا۔ ملاقات کرنا۔ لَدَتْنِ یُکَدَتْنِ (مفاعلة) مُلَاقَاةٌ۔ آمنے سامنے آنا۔ ملنا۔ ملاقات کرنا
= بَعَثَ۔ ایک دم۔ اچانک۔ یَکَا یَک۔ بَعَثَ یَبْعَثُ بَعْثًا۔ اچانک آنا۔ یکا یک آنا
ناگاہ آنا۔

= يُحْسَرَتْنَا - کلمہ تاسف وائے قسمت۔ ہائے افسوس۔ یا حرفِ نداء۔ حَسْرَتْنَا مضاف
مضاف الیہ مل کر مُنادی۔ حسرت منادی حقیقی نہیں۔ صرف کثرتِ حسرت کے اظہار کے
لئے اسے منادی بنایا گیا ہے۔

== عَلٰی مَا قَرَطْنَا فِيْهَا۔ اُس کوتاہی پر جو ہم سے اس زندگی میں ہوئی۔ مَآ نَافِیَہ نہیں ہے
بیانیہ ہے۔ قَرَطَ فِيْہ۔ قَصْرَ فِیْہ و ضِیْعَہ حَتّٰی مَات۔ ترکہ و اغفلہ۔ کوتاہی کرنا۔ غفلت
برتنا۔ قَرَطَ سے باب تفعیل۔ افراط و تفریط اسی سے ہے۔ یعنی کسی شے میں معمول سے کمی یا بیشی
کرنا۔ باب تَنْزِیْل میں تقصیر اور کوتاہی کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

== يَحْمِلُونَ ... سے وہ اٹھائیں گے، اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

= اَدُزَارَهُدْ - اُنْ - - جم - اَدُزَا اُ جمع ہے وزو کی

= اَلَا - حرف تنبیہ - اور مرر - اسم فاعل ہے - خبر دار "جان لو، سُن لو۔

= سَاء۔ سَاءَ كَيْسُوْ (احمر)۔ ہے۔ فعل۔ ہے۔ سَوُوْ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۶:۳۳ = اِيَحْزُنْكَ۔ لام تاکید۔ يَحْزُنْكَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول۔ تم کو رنجیدہ کرتی ہے (یہ بات) اس کا نازل الذی یَقُولُونَ ہے یعنی وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں

= يَجْعَدُونَ ه جَعَدَ بِحُودٍ مصدر - باب فتح - وہ انکار کرتے ہیں۔

۶:۳۴ = اُدْزُوا۔ وہ ستائے گئے۔ ان کو ایذا دی گئی۔ اِيْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی
مجهول کا صیغہ۔ جمع مذکر غائب۔

اذى مادّه. اذى يُؤذِي اِيْذَاءً وَاُوْذِيْ اِيْوْذَاءً

= مُبَدِّل - اسم فاعل واحد مذکر - مَبْدُؤُ (تفعیل) مصدر - تبدیل کرنے والا۔

= مَبْنِیَّ - اسم مجرور - مضاف - خبر اَنْبَاءُ جمع - خبریں -

۶:۳۵ = کَبُرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب باب کَرُمَ یَکْرُمُ۔ اس باب میں اس کا مصدر۔
کَبُرَ۔ کَبُرَ اور کِبَارَةٌ آتا ہے جس کے معنی بڑا ہونا۔ کَبُرَ شاق ہے۔ دشوار ہے۔ ناگوار

= اِعْرَاضُهُمْ۔ ان کی روگردانی۔ فاعل ہے کَبُرَ کا۔

= اَنْ تَبْتَغِيَ۔ کہ تو ڈھونڈھے یا تلاش کرے۔ اِبْتَغَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

= نَفَقًا۔ اسم منصوب مفعول۔ سرنگ۔ نَافِقَاءُ اور نَفَقَةٌ گوہ کالیٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں۔ ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور جب تھکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے نکلتا ہے۔ نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دورخی کا نام ہے۔

= سَلَامًا۔ اسم منصوب مفعول۔ سیڑھی۔ زینہ۔ سَلَّمَ کی جمع سَلَالِمٌ اور سَلَالِمٌ ہے سَلَّمَ السَّلَامَةُ سے مشتق ہے۔

= فَتَأْتِيهِمْ۔ تو لے آئے اُن کے پاس۔

فَإِنْ اسْتَطَعْتَ حبلہ شرط ہے جس کا جواب فَاَفْعَلُ محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی
فَإِنْ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سَلَمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيهِمْ
بِآيَةٍ فَاَفْعَلُ اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ ڈھونڈھ نکالے زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان
تک جانے کے لئے کوئی سیڑھی کہ لے آئے ان کے پاس کوئی معجزہ تو کر دیکھ
یہ شرط۔ اور اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ جواب شرط ہے۔

بعض کے نزدیک آیت ہذا میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن یہی کا
رعایہ نہیں کہ رسول کریمؐ ایسا کر رہے تھے اور آپ کو منع کیا گیا بلکہ یہ اسلوب کلام کسی چیز سے
برہیز اور اجتناب کی تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔

اور بعض کے نزدیک یہ خطاب امت کے ہر فرد کو ہے۔ علامہ ابو حیان نے اسی قول کو
اختیار کیا ہے۔ لیکن قرآن حکیم کے فرمودات کی روشنی میں پہلا قول زیادہ صحیح معلوم دیتا ہے۔
قرآن کریم میں قریب قریب اسی حالت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

۱۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِّنَفْسِكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهٰذَا الْحَدِيثِ اَسَفًا
(۶: ۱۸) اور آپ جو ان پر اتنا غم کھاتے ہیں سو شاید آپ ان کے پیچھے غم کے مارے جان
ی دے گے۔ اگر یہ لوگ مضمون قرآنی پر ایمان نہ لائے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہ ہلاکت
رہے)

۲۔ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ لِّنَفْسِكَ اِنْ لَّمْ يَكُونُوا مُؤْمِنِيَّۃً (۳: ۲۶) شاید آپ ان کے

ایمان نہ لانے پر (رنج پر رنج کرتے کرتے) اپنی جان دیدیں گے

(۳) اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ
(۵۶:۲۸) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے
اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے۔

سو صریحاً آیت نہ ایں بھی خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے اور فرمایا جا رہا ہے
کہ اگر تم پر ان کا اعراض کرنا شاق گذرتا ہو تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سُرنگ
لگاؤ اور وہاں سے خدا کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور اوپر سے کوئی
نشانی ڈھونڈھ نکالو اور لا کر پیش کر دو۔ اگر ہو سکتا ہے تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لا لیں
ہی نہیں۔ اگر خدا کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انہیں خود ہدایت پر جمع کرتا۔ (ابن کثیر)
۳۶:۶ = يَسْتَجِيبُ - مضارع واحد مذکر غائب - استجابة (استفعال) سے مصدر
ج و ب حروف مادہ - دعوت قبول کرتے ہیں۔

= اَلْمَوْتِ - المیت کی جمع - مَرَدٌ -

یہاں اَلَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ کے مقابلہ میں اَلْمَوْتِ واقع ہوا ہے سننے والوں سے مراد
یہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں جو نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مُرَدہ وہ
لوگ ہیں جو لیکر کے فقیر ہیں۔ اور اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب کی وجہ سے کوئی اثر قبول نہیں
کرتے۔

= يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ - يَبْعَثُ مضارع واحد مذکر غائب - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
ن کو اٹھائے گا۔

وَالْمَوْتِ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ - ہے مُرَدے تو انہیں تو اللہ تعالیٰ بس قبروں ہی سے اٹھائے
(تفہیم القرآن) یعنی جو مردہ دل اور مردہ ضمیر ہیں وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔ اور روز محشر
قبروں سے ہی اٹھیں گے۔ اور اپنے کئے کی سزا بھگتے کے۔ لئے خدا کے حضور لوٹائے جائیں گے
۳۸:۶ = دَابَّةٌ - جانور۔ چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ
مذکر مونث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اس میں وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَابٌّ ہے
قرآن مجید میں دَابَّةٌ کا لفظ ہر حیوان کے لئے آیا ہے۔

= مَا فَرَّطْنَا - ماضی منفی جمع متکلم تَفَرُّطٌ مصدر (باب تفعیل) ہم نے کسی یا کوتاہی
نہیں کی۔ ہم نے کسی ضروری چیز کو نہیں چھوڑا۔ (ملاحظہ ہو ۶:۲۱)

۳۹ = صَمٌّ - اصَمُّ کی جمع ہے۔ بہرے۔

بِكُمْ - اَبِكُمْ کی جمع ہے۔ گونگے۔

۴۰ = اَرَبَيْتُكُمْ - اَخْبَرُونِي مجھے بتاؤ۔ بھلا بتاؤ تو۔

۱۔ ہمزہ استفہام۔ رَأَيْتَ فعل یا فاعل جس میں ت فاعل ہے۔ اس کے بعد كَ۔ کما
مذہب خطاب کے لئے ہیں۔ اور محض ضمیر فاعل کی تاکید کے لئے لائے جاتے ہیں۔ ت کو حالت
نہ۔ جمع اور تانیث میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ان حالتوں میں بجائے ت کے
تے میں حسب مقام تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اگر كَ۔ کما۔ کُم براے تاکید نہ لائے جائیں
ت میں ضمیر کے مطابق تبدیلی ہو جائے گی۔ مثلاً اَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى (۹: ۹۶) کیا تم نے
شخص کے حال پر نظر کی جو منع کرتا ہے۔

اور قُلْ اَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ۔ (۴: ۴۵) (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو کہ بھلا دیکھو تو سہی
بن کو تم (اللہ کے سوا) پکارتے ہو۔ رَأٰی مادہ۔ مہموز العین اور ناقص یائی ہے۔ اس سے مشتق رُؤْدَہ
ہے۔

۴۱ = يَكْشِفُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ كَشَفَ مصدر (باب ضرب) وہ دور کرتا ہے۔
تَنْسَوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ نَسِيَ مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کو ضبط میں نہ رکھنے
ہیں۔ خواہ یہ ترک ضعف قلب کی وجہ سے ہو یا ازراہ غفلت۔ یا قصد کسی چیز کی یاد بھلا دی
ئے۔ حتیٰ کہ وہ دل سے محو ہو جائے۔ نَسِيَ يَنْسِي (سمع)
(جب مصیبت کا انتہائی وقت آتا ہے تو بدترین مشرک بھی اپنے دوسرے معبودوں کو بھلا
صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہی پکارتا ہے۔)

۴۲ = بَأْسَاءٌ - سختی۔ فقر۔ اِسْمٌ مَوْنٌ - بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔
الضَّرَاءُ = تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ بیماری۔ مصیبت۔ اِسْمٌ ہے۔ بَأْسَاءٌ اور الضَّرَاءُ
نوں مَوْنٌ ہیں۔ اور ان کا مذکر نہیں آتا۔
يَتَضَرَّعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب تَضَرَّعٌ (تفعل) مصدر۔ عاجزی کرتے ہیں
گڑاتے ہیں۔ تاکہ عاجزی کریں۔

آیت میں فَآخِذْهُمْ سے قبل فَكْفُرُوا وَاكْذِبُوا محذوف ہے۔
یعنی ہم نے رسول بھیجے لیکن انہوں نے انکار کیا اور ان کی نافرمانی کی اور تکذیب کی تو ہم
ان کو تکالیف میں مبتلا کیا۔ (بیضاوی) لیکن اگر متن کو بعینہ لیا جاوے تو معانی ہونگے

ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے اور ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ہمارے سامنے جھک جائیں۔ (تفہیم القرآن)

صاحب کشف اور صاحب روح المعانی نے اول الذکر کو اختیار کیا ہے۔

۴۳:۶ = لَوْلَا۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) امتناعیہ (اگر نہ) کو حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ لفظاً کوئی تغیر پیدا نہیں کرتا دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ۔ جملہ فعلیہ۔ پہلے جملہ کا ایک جزو ضرور محذوف ہوتا خواہ خبر ہو یا فعل۔

ابن مالک کا قول ہے کہ لَوْلَا کے پہلے جملہ کی خبر اگر عام ہو جیسے کائنات ثابت وغیرہ تو واجب الحذف ہے۔ اور اگر عمومی خبر نہ ہو بلکہ کسی مادہ کے ساتھ مقید ہو مثلاً اَجَلٌ شَارِب۔ قَائِم۔ قَاعِد۔ ذَاہِب۔ مَاشِی۔ وغیرہ اور بغیر ذکر کے معلوم نہ ہو سکے تو ذکر واجب ہے۔ جیسے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے لَوْلَا قَوْمُ مَلِكٍ حَدِیثٌ عَہْدٌ بِالْاِسْلَامِ لَهْدَمَتِ الْکَعْبَةُ۔ اگر تیری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہو تو میں کعبہ کو ڈھا دیتا۔ (اور ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرتا) اور ذکر کے بغیر اگر خبر معلوم ہو سکے ہو تو ذکر و حذف دونوں جائز ہیں۔ مثلاً لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُهُ (۴۳:۸۳) اَعَلَیْکُمْ۔ فَضْلُ اللّٰهِ کے متعلق ہو تو خبر محذوف ہوگی۔ ورنہ نازل کے متعلق ہو کر فضل اللہ کی خبر ہوگی۔

اور اگر لَوْلَا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہونی ضروری ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ کُمْ مُؤْمِنِیْنَ (۳۴:۳۱) مبرّد کے نزدیک ضمیر کا مرفوع ہونا ضروری نہیں۔

(۲) تخصیض اور عرض کے لئے بھی لَوْلَا آتا ہے یعنی فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا، تخصیض نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا (عرض) اس وقت لَوْلَا کے بعد مضارع آنا چاہئے۔ خواہ لفظاً ہو یا معنی۔ لَوْلَا تَسْتَخْفِرُونَ اللّٰهَ۔ (۲۶:۴۶) تخصیض اور لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ (۱۰:۶۳) عرض۔

۳۔ زحیر و توبیخ کے لئے۔ اس وقت یہ ماضی پر داخل ہوگا۔ لَوْلَا جَاءُوْا عَلَیْهِ بِاَدْبَعِ شَہْدَآءٍ۔ (۲۴:۱۳) اور فَلَوْلَا اِذْ جَاءَهُمْ بَآسُنَا تَضَرَّعُوْا۔ (۴۳:۶)

(۴) استغناء کے لئے لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ مَلٰٓئِکَ (۶:۸۸) اور لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْ اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ (۱۰:۶۳) لیکن جہور اہل ادب کے نزدیک اول آیت میں توبیخ اور دوسری آیت

میں عرض کے لئے ہے۔

= فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا - فَلَوْلَا تَضَرَّعُوا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا - پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو کیوں نہ انہوں نے زاری کی اور توبہ کی۔

= قَسَتْ مَاضِي وَاحِدٌ مَوْتٌ غَائِبٌ مَشُوَّةٌ مصدر - قَسُوْا مَادَّةٌ ناقص وادی قَسَا يَفْسُوْا (نصر) اصل میں قَسَوْتُ تھا وادِ ساقط ہو کر قَسْتُ ہو گیا۔ (دل) سخت پڑ گئے۔ خشک ہو گئے حق کو قبول نہیں کرتے۔

۴۴:۶ = فَتَحْنَا عَلَيْكُمْ أَبْوَابَ حُلٍّ شَيْءٍ ہم نے ہر مٹے کے دروازے ان پر کھول دیئے یعنی ان کو ہم قسم کی نعمتوں سے نوازا۔

= بَفْتَةٍ - اچانک - یک دم - یکایک۔

= مُبْلِسُونَ - اسم فاعل جمع مذکر - مرفوع - مُبْلِسٌ واحد -

مایوس - غمگین - پشیمان - متحیر - خاموش - جن کو کوئی بات بن پڑی ممکن نہیں - اشد کی رحمت سے مایوس - بکس - بے خبر آدمی۔

۴۵:۶ = دَابِرٌ - سبج - بنیاد - پچھاڑی - جڑ - پیچھا - دُبُورٌ سے جس کے معنی پشت پھیر کے ہیں - اسم فاعل واحد مذکر۔

= وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - حمد الہی اس واسطے کہ ظالم قوموں کی بیخ کنی سے خدا کی مخلوق کو نجات نصیب ہوئی - اس نعمت پر خدا کی حمد انسان پر لازم ہے۔

۴۶:۶ = آدَعَيْنُكُمْ - ملاحظہ ہو ۴۰:۶ -

= نَصَرْتُ - مضارع جمع متکلم تَصَرَّفْتُ مصدر - (باب تفعیل) ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں - ہم کھول کھول کر ہر پہلو سے بیان کرتے ہیں۔

= يَصْدِفُونَ - مضارع جمع مذکر غائب صَدَفٌ مصدر (باب صرّب) اعراض کرتے ہیں

۵۲:۶ = لَا تَطْرُدْ - فعل نہی واحد مذکر حاضر (باب نصر) طَرَدْتُ سے جس کے معنی ذلیل سمجھ کر ہانکنے اور دور کرنے کے ہیں - دھکمارنا۔

= عَدَاوَةٌ - ٹرکا - طلوع فجر اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت

= الْعِشِيِّ - (۱) زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت - اسی بنا پر ظہر اور عصر کو صَلَاتَا الْعِشِيِّ - بولتے ہیں۔

(۲) دن کا پچھلا وقت - (۳) زوال سے لے کر صبح صادق تک کا وقت (۴) عِشِيِّ وَ

عِشَاءُ نماز مغرب کے لئے کہ عشاء کی نماز تک کا وقت۔

= فَتَطْرُدَهُمْ - کہ تو ان کو اپنے سے دور ہٹا دے۔ تَطْرُدُ واحد مذکر حاضر منصوب بوجہ جواب نہیں (مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابٍ) ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری تجھ پر نہیں (فَتَكُونُ مِنَ الظَّالِمِينَ) جواب نہیں (لَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ) یہ بھی جائز ہے کہ فَتَطْرُدَهُمْ پر عطف ہے بوجہ تَسْبِی کے کہ ظالمین میں سے ہونا بوجہ ان کو اپنے سے دور ہٹانے کے ہے۔

یہ آیت حضرت بلال - جناب - سلمان - عمار وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی تھی کہ اکابرین مکہ حضور سے کہتے تھے کہ ہم آپ کے پاس حاضر تو ہوں لیکن ان گنواروں - ناداروں کے ساتھ بیٹھنا ہماری ہمت تک ہے۔

۵۳:۶ = فَتَنَّا - ماضی جمع متکلم - ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ اس کے علاوہ مصیبت سے بچانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ماضی معنی مضارع بھی ہو سکتا ہے ہم آزمائش میں ڈالتے ہیں۔

= مَنَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ - خدا نے ان پر بڑا احسان کیا مَنَ یَعْنُ (نَصَرَ) مَنَ مصدر احسان کرنا۔ مَنَّا احسان کرنے والا۔ اَلْمَنَّا - خدا تعالیٰ کے اسماء حسنی میں سے ہے۔

۵۵:۶ = تَسْتَبِیْنَ - مضارع واحد مؤنث غائب - اِسْتَبَانَہُ (استفعال) بین مادہ وہ ظاہر ہو جائے۔ کھل جائے۔

= سَبِيلٌ - راستہ۔ راہ۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔

۵۶:۶ = نُهَيْتُ ماضی مجہول واحد متکلم - نَهَيْتُ سے مجھے روکا گیا ہے۔ مجھے ممانعت کر دی گئی ہے۔

۵۷:۶ = بَيِّنَةٌ - واحد۔ بَيِّنَاتٌ - جمع۔ روشن اور کھلی دلیلیں۔ ایسی دلیلیں جو حق اور باطل کے فرق کو واضح کر دیں۔

= كَذَّ بْتُمْ بِهِ - میں ہ ضمیمہ واحد مذکر غائب سے مراد اللہ تعالیٰ ہے (کشاف) یا اللہ کی جانب سے آئی ہوئی کلام - یعنی الْقُرْآنُ ومعجزات الباہرۃ وبراہین الواضحۃ (المازن) = تَسْتَعْجِلُونَ - تم جلدی کرتے ہو۔ تم عجلت کرتے ہو۔ یعنی جس عذاب یا پاداش کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو۔ استعجال (استفعال) سے جمع مذکر حاضر۔

= يَقْصُ - قَصَّ يَقْصُ (نَصَرَ) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ بیان کرتا ہے۔ یعنی اللہ

تعالیٰ بیان کرتا ہے۔

= الْفَاصِلَيْنِ - اسم فاعل جمع مذکر فیصل مصدر فیصلہ کرنے والے - حق کو باطل سے الگ کرنے والے۔

۵۸:۶ = لَقَضِيَ الْأَمْرُ - بات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا الْقَضَاءُ کا معنی قَوْلًا یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔ حکم کرنا۔ خبردار کرنا۔ تمام کرنا کے معنی میں بھی آتا ہے ملاحظہ ہو (۲:۶) ۵۹:۶ = تَسْقُطُ - مضارع واحد مؤنث غائب (باب نصر) وہ گرتی ہے۔ سَقُوطٌ بمعنی گرنا ہے۔

= دَرَقَةٍ - اسم مفرد - نکرہ - کوئی ایک پتہ - دَرَقٌ چاندی کا سکہ - (فَالْبَعْثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ - تو اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر میں بھیجو۔ (۱۹:۱۸) = حَبَّةٌ - دانہ - غلہ - اناج - گندم - جو وغیرہ اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں حُبُوبٌ جمع۔

= رَطِبٍ ہرا - يَابِسٍ خشک - دونوں مجبور بوجہ حرف جار - مِنْ کے ہیں۔

= كِتَابٍ مُّبِينٍ - لوح محفوظ

۶۰:۶ = يَتَوَفَّكُمُ - مضارع واحد مذکر غائب تَوَفَّى مصدر - (بَابُ تَفَعَّلَ) کُنْ ضمیر مفعول - تمہاری جانوں کو لے لیتا ہے - یا لے لیگا۔

یہاں تَوَفَّى کا لفظ نیند کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ نیند بھی موت کی بہن ہے۔ = جَرَحْتُمْ - تم نے کمایا۔ (باب فتح) جَرَحٌ سے جس کے معنی زخمی کرنے کے کمانے اور کسی میں طعن کرنے کے ہیں۔ یہاں کمانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ يُقَالُ خُلَانٌ يَجْرَحُ لِعِيَالِهِ - وہ اپنے کنبے کے لئے کماتا ہے۔

۵۸:۶ = ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيهِ - پھر اٹھاتا ہے تم کو (نیند سے) دن کے وقت کی ضمیر النَّهَارِ کی طرف راجع ہے۔

= لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى تاکہ پوری کردی جائے (اس نیند اور بیداری کے تسلسل سے تمہاری عمر کی) میعاد مقررہ۔

۶۱:۶ = حَفَظَةً - حَافِظٌ کی جمع - نگہبان - حفاظت کرنے والے۔

= تَوَفَّاهُ دُسَلْنَا - (فرشتوں کی جماعت) اس کو اٹھا لیتی ہے۔ اس کی رُوح کو قبض کر لیتے ہیں۔

= لَا يُفَرِّطُونَ - وہ (اس میں) کوتاہی نہیں کرتے۔ یعنی اللہ کے فرستادے اس کے حکم کی بجا آوری میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو ۳۱:۶ - ۲۸:۶
 ۶۲:۶ = رُدُّوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب رُدُّ سے۔ وہ واپس لائے گئے۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھیرے گئے۔ یعنی عبادۃ - اس کے بندے موت کے بعد اس کے حضور لوٹائے جائیں گے۔

= اَسْرَعُ الْحُسَيْنِ - حساب کرنے والوں میں سب سے زیادہ جلد اور تیز حساب کرنے والا
 ۶۳:۶ = تَضَرَّعًا۔ عاجزی کرنا۔ گر گڑانا۔ بروزن تَفَعَّل مصدر ہے
 = لَتَيْنِ اَنْجَنَّا۔ اگر وہ (اللہ) ہمیں نجات دیدے (یہ ان کی دعا ہے لَتَيْنِ اَنْجَنَّا مِنْ هٰذِهِ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ)

۶۴:۶ = كَذِبٍ - اسم مصدر۔ نکرہ۔ سخت غم۔ دم گھونٹنے والا غم
 ۶۵:۶ = يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا۔ يَلْبِسَ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَبَسَ مصدر (باب ضَرَبَ) كَمْ ضمیر مفعول وہ تم کو ملا دے۔ یعنی باہم دست و گریباں کر دے۔ شَيْعٌ جمع شَيْعَةٍ کی۔ اَلْبَسَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ۔ جب بات مشتبہ اور گڈمڈ ہو جائے۔ وَلَبَسَ عَلَيْهِ الْاَمْرُ خَلطَ ملط ہو جانا کہ حقیقت پہچانی نہ جا سکے۔ قرآن میں ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲۲:۲) اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو۔ يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا تم کو مختلف فرقوں میں بانٹ دے کہ آپس میں الجھ جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے لگو
 = يُذِيقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِذَاقَ مصدر (باب اَفْعَال) وہ چکھائے۔

يَلْعَثُ - يَلْبِسَ اور يُذِيقُ منصوب آئے ہیں بوجہ عمل اَنْ کے۔
 = بَأْسٍ۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ آفت۔ جنگ کی شدت۔
 = يُذِيقُ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ۔ تم میں سے ایک فرقہ کی سختی دیندہ دوسرے کا مزہ دوسرے فرقہ کو چکھائے

۶۶:۶ = كَذَّبَ بِهِ میں ۱ ضمیر قرآن حکیم کے لئے ہے
 = دَكِيْلٌ ذمہ دار۔ کارساز۔ نگران۔ نگہبان۔

۶۷:۶ = مُسْتَقَرٌّ۔ القرار۔ الثبوت۔ نہایت۔ غایت۔

لِكُلِّ نَبَأٍ مُسْتَقَرٌّ۔ یعنی قرآن کی ہر ایک خبر میں ایک حقیقت ایک غایت ہے یا خدا بتائی ہوئی ہر خبر کے لئے اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت اور مکان ہے اور اس میں کوئی

تاخیر یا رد و بدل نہیں ہے۔

۶۸:۶ = يَخْوَضُونَ مضارع جمع مذکر غائب خَوْضٌ سے (باب نصر) وہ مشغول ہوتے ہیں۔ اردو میں غور و خوض استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اٹھنا اور طعن آیت ربانی (قرآن حکیم) پر بحث کرتے ہیں یا نکتہ چینی کے لئے انہیں زیر بحث لاتے ہیں۔
= يَخْوَضُوا مضارع مجزوم منصوب حتیٰ کے عمل کی وجہ سے

= اِمَّا اِنْ اور مَّا سے مرکب ہے۔ کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ بطور حرف تفصیل۔ جیسے اِمَّا هَدَيْتُهُ السَّبِيلَ اِمَّا مَّا كَرِهْتَ اِمَّا كَفُورًا۔ (۳:۷۶) ہم نے انسان کو راستہ دکھایا اس کے بعد وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکر بن جائے۔
(۲) شک و ابہام کے موقع پر جیسے جَاءَ اِقَامًا ذَيْدًا اِمَّا عَمْرُو۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو۔
(۳) اباحت و تنجیر کے لئے۔ تَعَلَّمَهُ اِمَّا الْفِقْهَ وَاِمَّا اللُّغَةَ۔ فقہ سیکھ یا لغت۔ یہاں اگر کے معنی میں ہے۔

— يُنْسِيَنَّ مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیدہ لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَسِيَ سے وہ تم کو بھلا ہی دے۔

= لَا تَقْعُدْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ (باب نصر) قُعُودٌ۔ تُوْنَهْ بُلُيْہ۔ تجھے بیٹھنا نہ چاہئے
الذِّكْرٰی۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پسند۔ موعظت۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ کا مصدر ہے۔
نصیحت کے معنوں میں آیا ہے۔ وَذَكَرْنَاكَ الذِّكْرَی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ۔ (۵۵:۵۱)
اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مؤمنوں کو نفع دیتی ہے۔ ان ہی معنوں میں یہ اگلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں بمعنی یاد آیا ہے۔ یعنی یاد آنے کے بعد۔

۶۹:۶ = مِنْ حِسَابِهِمْ میں ضمیر ھِمَّ کافروں کے لئے ہے یعنی تقویٰ اختیار کرنے والوں پر کافروں کے حساب سے کچھ بوجھ نہ ہو گا۔ انہیں معنوں میں آیت ۵۲ میں استعمال ہوا ہے۔
= ذَلِكُنْ ذِكْرٰی۔ لیکن نصیحت کرنا تقویٰ اختیار کرنے والوں پر فرض ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے وَذَلِكُنْ عَلَیْہُمْ ذِكْرٰی۔

= لَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب بھی کافروں کے لئے ہے۔

۷۰:۶ = ذَرَّ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر وَذَرَّ سے (باب سمع وفتح) تو چھوڑ دے۔

= غَرَّہُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غَاب۔ ھُمَّ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ دنیاوی زندگی نے ان کو بہکا رکھا ہے۔

وَذَكِّرْ بِهِ۔ اور نصیحت کرد قرآن کے ذریعہ سے۔ یعنی ان مشرکوں کو قرآن کی روشنی میں نصیحت کرو۔ ذَكِّرْ۔ فعل امر واحد مذکر ماضیہ میں ہا ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کی طرف راجع ہے۔
= اَنْ۔ کہ۔ یہ کہ۔ اَنْ۔ مبادا کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے اِنْ جَاءَ كُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ قَبِيْئٍ اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۙ جَهْلًاۙ فَتُصَدِّحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نَدِيْۢمًاۙ (۶:۴۹)
اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو۔ اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

اکثر مفسرین نے یہاں اَنْ کو انہیں معنوں میں لیا ہے۔ لیکن اگر اسے ”کہ“ کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے لیا ہے تو عبارت کے معنی زیادہ واضح ہو جائے ہیں اس صورت میں اَنْ کے بعد کا جملہ ذَكِّرْ کا مفعول بہ ہوگا۔
صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَنْ جَعَلَ (اٰی تُبْسَلْ نَفْسٌۭ اِیْمَا كَسَبَتْ) مفعولا بہ لَذکر۔ ان میں سے بعض نے ”تُبْسَلْ نَفْسٌۭ اِیْمَا كَسَبَتْ“ کو ذَكِّرْ کا مفعول بہ لیا ہے۔
= تُبْسَلْ۔ وہ گرفتار ہو جائے۔ وہ ہلاکت کے سپرد کی جائے۔ اِبْسَالٌ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب بُسِلٌ بمعنی تَهْلُکٌ (ابن عباس) تَحْبَسَ۔ (قتادہ) اٰی فی نارِ جہنم۔ تَحْرِقُ بِالنَّارِ (الضحاك)
= تَعْدِلُ۔ وہ بدلہ دیوے (ضروب) عدل سے جس کے معنی اصل میں مساوی اور برابر کرنے کے ہیں۔ چونکہ بدلہ کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جس چیز کا بدلہ ہے اس کے برابر ہے۔ اس لئے بدلہ کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔
= وَذَكِّرْ بِهِ اَنْ تُبْسَلْ نَفْسٌۭ الخ۔ اور نصیحت کر قرآن کے ذریعہ سے کہ۔ پکڑا جائیگا آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے اور نہیں ہوگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی۔ اور اگر وہ ہر چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

= اُدْلِکْ۔ وہ لوگ جو دین کو کھیل اور دل لگی سمجھتے ہیں اور جنہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ میں رکھا ہوا ہے۔

= اِبْسِلُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ ہلاک کئے گئے وہ ہلاک ہوئے۔ وہ گرفتار کئے گئے۔ وہ پکڑے گئے۔ وہ ثواب سے محروم کئے گئے۔ (اوپر تُبْسَلْ ملاحظہ کیا جائے)

= حَمِيمٌ - نہایت گرم پانی۔ اس سے حمام مشتق ہے جہاں گرم پانی مل سکتا ہے۔
 حَمِيمٌ قَرِيبِ دوست کو بھی کہتے ہیں حَمِيمٌ سے۔
 ۶: ۷۱۔ نَزْدَ - مضارع مجہول جمع مکمل۔ دَزَّ يَزْدُ (باب نصر) سے ہم پھیر دیئے جائیں۔
 ہم لوٹائے جائیں۔ ہمیں لوٹا دیا جائے۔

= اَعْقَابِنَا - عَقِيتُ کی جمع مضاف مضاف الیہ۔ ہماری اڑیاں۔ الرَّدُّ عَلَى الْأَعْقَابِ
 بمعنی الرَّجُوعُ إِلَى الشِّرْكِ وَالضَّلَالِ۔

= كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ - لغت مصدر محذوف۔ اِیْ اَنْزِدْ رَدًّا مَثَلِ
 رَدِّ الَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ - اور نہ عوار دعاء مثل دعاء الَّذِي اسْتَهْوَتْهُ
 الشَّيَاطِينُ - کیا ہم پھر جائیں مثل پھر نے اس شخص کے جسے شیاطین نے بھٹکا دیا ہو۔
 یا پکاریں مثل پکارنے اس شخص کے الخ۔

= اِسْتَهْوَتْهُ - اس نے اس کو راستہ بھلا دیا۔ اِسْتَهْوَاءٌ - (استفعال) راستہ
 بھلا دینا۔ فریفتہ کرنا۔ بلندی سے پستی کی طرف لانا۔

= حَيْرَانَ - حیران۔ سر اسیمہ۔ بھکا ہوا۔ متردد۔ حیرۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔

= لَهُ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب الَّذِي کی طرف راجع ہے۔

= اِئْتِنَا - ہمارے پاس آ۔ اِئْتِ صیغہ امر۔ نا ضمیر جمع مکمل اَتَى يَأْتِي اِئْتِیَاتُ
 (ضَرْبَ) سے

= لَهُ اصْحَابٌ اِئْتِنَا - اس کے ساتھی ہوں جو اسے بلا رہے ہوں ہدایت کی
 طرف۔ اور پکار رہے ہوں کہ ہماری طرف آ جا۔

۶: ۷۲ = وَانْ اَقِمْوْا الصَّلٰوةَ وَآتَقُوْهُ - اِیْ وَامْرِنَا لِنَقِمْوَا الصَّلٰوةَ وَ
 اَتَقُوْهُ - (اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ) تم نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو۔

۶: ۷۳ - وَیَوْمَ یَقُوْلُ کُنْ فَیَکُوْنُ - اور جس دن وہ کہیگا کہ حشر ہو جائے اسی دن
 وہ ہو جائے گا۔ (تفہیم القرآن)

یَوْمَ بمعنی حَیْنَ (وقت) بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے (وہ
 وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا) اور جس وقت (بھی)
 وہ کسی شے کو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

= قَوْلُهُ الْحَقُّ - اس کا ارشاد عین حق ہے۔ عین حقیقت ہے۔ جو وہ حکم دیتا ہے وہ

ہو کر ہی رہتا ہے اس کا قول اٹل ہے قَوْلُهُ مُبْتَدَا۔ الْحَقُّ۔ خبر۔

۶: ۷ = اَرْبَكَ - اَدَى - مضارع واحد متکلم رَأَى يَرَى رَأْيًا وَرُؤْيَةً (فتح مہسوز العین ناقص یائی) میں دیکھتا ہوں - لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھے دیکھتا ہوں۔ میں تجھے پاتا ہوں۔

۶: ۷ = كَذَلِكَ - اسی طرح - كَمَا اَدَيْنَا قَبْلَ الشَّرِكِ جس طرح ہم نے اس کو شرک کی قباحت (باپ کی اور اس کی قوم کی گمراہی) دکھائی تھی - اسی طرح ہم نے چشم بصیرت سے اس کو ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کرا دیا۔

= نَرَى - مضارع جمع متکلم - اَدَى يَرَى (باب افعال) اِدَاعَةٌ - ہم دکھاتے ہیں یہاں مضارع ماضی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= مَلَكُوتٌ - مصدر - مُلْكٌ سے مبالغہ کا صیغہ بذریعہ ایزادی و ت اقتدار کامل - غلبہ تامہ حکومت حقیقیہ - بقول راغب - ملکوت - اللہ کی بادشاہت کے لئے مخصوص ہے۔
= وَ لِيَكُوْنَنَّ - اے فعلنا ذلک لیکون (ہم نے ایسا اس لئے کیا) کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

= اَلْمُؤَقِّنِينَ - اسم فاعل جمع مذکر - معارفہ - مجرور - اَلْمُؤَقِّنُ - واحد - اِيقَاتٌ مصدر - عین الیقین کے مرتبہ پر فائز ہونے والے۔

۶: ۷ = جَنَّ عَلَى - اس نے ڈھانپ لیا - اس نے چھپا لیا۔ جَنَّ سے (باب نصر) اَخْلَ - وہ غائب ہو گیا۔ وہ غروب ہو گیا۔ (ضَرَبَ - نَصَرَ - سَمِعَ) اَقُولُ سے بمعنی آفتاب - ماہتاب - وغیرہ ستاروں کا غروب ہونا۔ اَخْلَ اسم فاعل جمع اَخْلَيْنَ
۶: ۷ = بَارِزًا - درخشاں - روشن - بُرُؤْعٌ سے بمعنی طلوع ہونا - چمکنا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

۶: ۸ = هَذَا اَدْبَى - اَهْذَا اَدْبَى کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اَنْ اَسْتَفْهَمَ محذوف ہے اور استفہام انکاری کے طور پر آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اے میری قوم کیا یہ میرا رب ہے؟ ہرگز نہیں۔

۶: ۹ = دَجَّعْتُ - ماضی معروف واحد متکلم - تَوَجَّيْتُ مصدر (باب تفعیل) میں نے اپنا رخ پھیر لیا۔

= فَطَرَ - مصدر - وہ عدم سے وجود میں لایا۔ اس نے پیدا کیا۔ فَطَرُ کے اصل معنی

بھاڑ دینے کے ہیں یعنی عدم کے پردہ کو بھاڑ کر وجود میں لایا۔

= حَنِيفًا - الْحَنْفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الحنیف یروزن (فعل) جو باطل کو چھوڑ کر حق واستقامت کی طرف آجائے۔ اس کی جمع حُنَفَاءُ ہے۔ حَنِيفٌ حَنْفٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۶: ۸۰ = حَاجَّةٌ - مُحَاجَّةٌ (مفاعلة) سے باہم حجت کرنا۔ دلیل بازی کرنا۔ الْحُجَّةُ اس دلیل کو کہتے ہیں جو صحیح مقصد کی وضاحت کرے۔ اور دو متناقض امور میں سے ایک کی صحت کی مقتضی ہو۔

حَاجَّ اس نے حجت بازی کی۔ اس نے جھگڑا کیا۔

= هَدَانِ - اصل میں هَدَا اِنِی ہے اس نے مجھے ہدایت دی۔ مجھے ہدایت یافتہ کیا۔ هِدَايَةٌ سے (باب ضرب)

= اِلَّا اَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا - اللہ میرا رب ہے کوئی تکلیف مجھے پہنچانا چاہے تو۔

(ورنہ میں ان سے نہیں ڈرتا۔ جن کو تم رب کا شریک ٹھہراتے ہو)

= اَخْلَا تَتَذَكَّرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ہمزہ استفہامیہ۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑو گے۔ تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے (باب تفعّل)

۶: ۸۱ = لَمْ يُنْزَلْ - مضارع نفی جہد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ اس نے نہیں نازل کیا۔ اس نے نہیں اتارا۔ یعنی جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ تم کو کوئی اجازت نامہ نہیں دیا۔

= اَلْفَرِيقَيْنِ - موحّدین کا فرق اور مشرکین کا فرق۔ حضرت ابراہیم اور اس کے پیروکار ایک فرقہ۔ مشرکین مخالفین دوسرا فرقہ۔

= بِالْاٰمِنِ - اٰی امن من العذاب - عذاب سے بے خوفی اور اطمینان

۶: ۸۳ = لَمْ يَلْبِسُوا - مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب لَبَسُوا مصدر۔ انہوں نے نہیں ملایا۔ انہوں نے مخلوط نہیں کیا۔

= آیت ۸۲ پر حضرت ابراہیم کا کلام ختم ہوا۔

۶: ۸۳ = ذُرِّيَّةٌ ذُرِّيَّةٌ سے۔ نسل۔ اولاد۔ ذُرِّيَّةٌ ذُرِّيَّةٌ مہر۔

۶: ۸۶ = حَبِطَ عَنْ - الْحَبِطُ - (حسب یحسب) کے معنی کسی کام کے ضائع ہو جانے

اور اکارت ہونے کے ہیں۔ آیت ہذا۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے

سب ضائع ہو جاتے۔ ارشاد ہے لِيَحْبِطَنَّ عَمَلُكَ - (۶۵: ۳۹) تو یقیناً تمہارے عمل برباد ہو جائے
حَبِطَ عَنْهُ اِی ذہب عنہ -

۸۹: ۶ = بِهَا - ہا ضمیر واحد مونث - الکتاب - والحکمہ - والنبوۃ کی طرف راجع ہے - یا
اس کا مرجع آیات قرآنی ہیں جو دلائل التوحید والنبوۃ کے متعلق ہیں -

= هُوَ لَا - یعنی اہل مکہ -

= وَكَلْنَا بِهَا - وَكَلْنَا - ماضی معروف - جمع متکلم - تَوَكَّلْ (تفعیل) مصدر - ہم نے مقرر کر دیا

= قَوْمًا - گروہ - جماعت - بلا تخصیص نسل و وطن (اُس صورت میں جب کہ ایسی قوم بلا واسطہ
مطاب نہ ہو) ایک نسب اور وطن سے تعلق رکھنے والی جماعت (جہاں پیغمبروں نے ان کو خطاب
کیا ہو جیسے يَا قَوْمِ یا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ)

یہاں اس آیت میں قوم سے مراد اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام - انصار - مہاجرین - تابعین
تبع تابعین - عربی، عجمی سب مراد ہیں جو اہل ایمان تھے -

۹۰: ۶ = اُولَٰئِكَ سے مراد وہ اٹھارہ انبیاء ہیں جو اوپر مذکور ہیں -

= اِقْتَدَۃٌ - تو اس کی پیروی کر - تو اس کی اقتدا کر - اقتدار کا معنی ہے کسی کے کام کے
موافق کوئی کام کرنا

علامہ قطب الدین الکشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :-

کہ یہاں اقتدار سے مقصود صرف اخلاق فاضلہ اور صفات کمال میں ان جلیل القدر انبیاء کی پیروی
کرنا ہے - ۵ ضمیر واحد مذکر فہمداھم میں ہدٰی کی طرف راجع ہے -

= اُولَٰئِكَ الَّذِينَ رَاۤیْتَ (آیت ۸۹) سے لے کر اِقْتَدَۃٌ (آیت ۹۰) تک ترجمہ یوں ہوگا -

یہ تھے انبیاء جنہیں ہم نے کتاب و حکمت اور نبوت عطا کی - پس اگر یہ لوگ (اہل مکہ) انہ
(کتاب و حکمت - نبوت یا آیات قرآنی) سے انکار کرتے ہیں - تو ہم نے مقرر کر دیا ہے ایک ایسی

قوم کو (اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام - انصار - مہاجرین وغیرہ) جو ان (کتاب و حکمت - نبوت یا آیات
قرآنی) سے منکر نہیں ہے (بلکہ ان پر ایمان رکھتی ہے) یہی (انبیاء علیہم السلام) وہ لوگ تھے جن کو

اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی تو بھی ان کی سہایت کی (جو میں نے ان کو عطا کی) پیروی کر

= عَلَیْہِ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن یا تبلیغ قرآن ہے - اور اسی طرح ھُوَ ضمیر

کا مرجع بھی قرآن ہے -

= اِنْ نَافِیَہُ ہے -

= ذِكْرِي - نصیحت - اوپر ۶: ۶۸ ملاحظہ ہو۔

۹۱: ۹ = مَا قَدَرُوا - ماضی منفی معروف - صیغہ جمع مذکر غائب - انہوں نے تعظیم نہیں کی - انہوں نے نہیں پہچانا۔

= تَجْعَلُونَهُ قَرَاطِيسَ = جن کو تم نے متفرق اور مختلف کاغذوں میں لکھ رکھا ہے (تاکہ اپنے مطلب کے اوراق مختلف مواقع پر پیش کئے جاسکیں جیسا کہ ان کے اپنے مفاد میں مناسب ہو) = قَرَاطِيسَ - الْفِرْطَاسُ - ہر وہ چیز جس پر لکھا جاتے - کاغذ وغیرہ

= قُلِ اللّٰهُ جَوَابُ مَنْ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَىٰ كَا - قُلِ اللّٰهُ كُو اگر جملہ اسمیہ لیا جاتے تو تقدیر ہوگی قُلْ هُوَ اللّٰهُ - اور جملہ فعلیہ کے اعتبار سے اس کی تقدیر ہوگی - قُلْ أَنْزَلَهُ اللّٰهُ۔

= خَوْضِهِمْ - ان کی بیہودہ گوئی - باتیں بنانا - گھسنا - خَاضَ يَخْوضُ کا مصدر ہے خَوْضٍ کے معنی پانی میں گھسنے کے ہیں بطور استفادہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۹۲: ۶ = لِيُنْذِرَ - کہ ڈرائے تو - تو ڈراتے گا - تو ڈراتا ہے - اِنْذَارٌ - سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

= اُمّ الْقُرَى - مکہ معظمہ - بستیوں کی اصل اور جڑ - بستیوں کی ماں -

= مَنْ حَوْلَهَا - جو اس کے ارد گرد ہے - یعنی تمام اہل مشرق و مغرب۔

۹۳: ۶ = اخْتَرَى - اس نے جھوٹ باندھا - اس نے بہتان تراشا - اِشْتَرَأُ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= مَنْ قَالَ - اے من اظلم مہن قال - اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو کہے۔

= دَلُّوا نَرَى - کاشش تو دیکھے - کاشش تو دیکھ سکے۔

= غَمَرَاتٍ - غَمَرَةٌ کی جمع - موت کی کسختیاں - جو سائے اعضاء پر چھا جائیں - غَمَرَةٌ وہ شیر پانی جس کی تہ نظر نہ آئے - بطور تشبیہ اس سے مراد جہالت - غفلت لی جاتی ہے - جو قوی پر غالب آجائے۔

= بَاسِطُوْا - اصل میں بَاسِطُوْنَ تھا - اَيْدِيْهِمْ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ن ساقط ہو گیا - کھولنے والے - بڑھانے والے۔

یعنی کاشش تو ان ظالمین کو اس حالت میں دیکھ سکے جب موت کی کسختیاں ان پر غالب ہوں گی - اور فرشتے ان کی جان مکالنے کے لئے ہا اپنے ہاتھ ان کی طرف بڑھا رہے ہوں گے۔

= اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ - اس سے پہلے یَقُولُونَ لَنْفُسُكُمْ محذوف ہے۔ اَخْرِجُوا اَنْفُسَكُمْ لا واپسی جانیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر ہو سکتا ہے تو چھڑا دو اپنی جانیں، ہمارے ہاتھوں سے اَخْرِجُوا فعل امر حاضر۔ اَنْفُسَكُمْ مفعول بہ۔

= تَجُزُّونَ - تم بدلہ دینے جاؤ گے۔ تم جزا دینے جاؤ گے۔ جزاء سے جمع مذکر حاضر۔

= عَذَابَ الْهُونِ - اسم ہے۔ الْهُونُ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔

(۱) انسان کا کسی ایسے موقع پر نرمی کا اظہار کرنا کہ جس میں اس کی سبکی نہ ہو۔ یہ قابل ستائش ہے قرآن حکیم میں ہے دَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ هَوْنًا (۶۳: ۲۵) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں۔

(۲) هَوَانٌ بمعنی ذلت اور رسوائی کے بھی آتا ہے یعنی دوسرا انسان اس پر مسلط ہو کر اس کو سبکسار کرے۔ تو یہ قابل مذمت ہے قرآن حکیم میں ہے فَآخَذَ تَهُمُ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ (۱۷: ۴۱) تو..... کرطک نے ان کو آکچڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا۔

اور اگر علی کے ساتھ آئے تو معنی معاملہ کے آسان ہونے کے ہیں جیسے هُوَ عَلٰی هَآئِنٍ

(۳۱: ۱۹) کہ یہ مجھے آسان ہے۔

سَوْعَذَابِ الْهُونِ بمعنی ذلت کا عذاب۔

= تَسْتَكْبِرُونَ - اِسْتَكْبَارٌ (استفعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم تکبر کرتے تھے تم گھمنڈ کرتے تھے۔

۶: ۹۴ = جِئْتُمُوْنَا - تم ہمارے پاس آپہنچے۔ اس میں واو اشباع کا اور نا ضمیر جمع متکلم

= فُرَادٰی - فَرَدٌّ - کی جمع۔ اکیلے اکیلے۔ ایک ایک۔

= خَوَّلْنٰكُمْ - ہم نے تم کو عطا کیا۔ ہم نے تم کو دیا۔ تَخْوِيلٌ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے

معنی ایسی چیزوں کے عطا کرنے کے ہیں جن کی نگہداشت کی ضرورت پڑے۔ جیسے عربی میں کہتے ہیں فَلَانٌ خَالٌ مَّالٍ اَوْ خَائِلٌ مَّالٍ - یعنی فلاں مال کی خوب نگہداشت کرنے والا ہے (آیت ہذا میں: جو مال و متاع ہم نے تم کو دیا تھا تم سب پیچھے چھوڑ آئے)

ماضی جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= فِیْكُمْ - اِیْنَ اُمُوْرُكُمْ - تمہارے معاملات میں۔

= شُرَكَاءُ لِعِنِّ شُرَكَاءُ لِلّٰہِ

یعنی جن کو تم یہ سمجھتے تھے کہ تمہاری فلاح و بہبود اور نفع و نقصان میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں

اور عمل و دخل رکھتے ہیں۔

== تَفَطَّعَ - کٹ گیا۔ ٹوٹ گیا۔ قطع قطع ہو گیا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ تَفَطَّعَ (تَفَعَّلَ) سے
تَفَطَّعَ بَيْنَكُمْ - ای قطع ما بینکم من الوصل - بے شک تمہارے درمیان جو رشتہ تھا
وہ ٹوٹ گیا۔

== صَلَّ - کھو گیا۔ گم ہو گیا۔ ضائع ہو گیا۔ ہلاک ہو گیا۔ گمراہ ہو گیا۔ بھٹک گیا۔ راہ سے
دور جا پڑا۔

== مَا كُنْتُمْ تَرْعَمُونَ - اور جو دعویٰ تم کیا کرتے تھے (وہ کھو گئے)

۶: ۹۵ = خَالِقٌ - اسم فاعل واحد مذکر۔ خَلَقَ مصدر۔ پھاڑنے والا۔ بیج اور گٹھلی کو پھاڑ
کر سبزہ نکالنے والا۔ (خَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَى) تاریکی کو پھاڑ کر صبح کرنے والا۔ خَالِقُ الْأَصْبَاحِ
= الْحَبِّ - دانہ۔ غلہ۔ گندم۔ انج - اس کی جمع حبوب ہے۔ عام (دوائی وغیرہ کی گولیوں کو)
بھی حَبّ کہتے ہیں۔

= النَّوَى - النَّوَاثِ - اس کی واحد۔ کھجور کی گٹھلیاں۔

== تَوَخَّكُونَ - تم پلٹائے جاتے ہو۔ تم پھیرے جاتے ہو۔ اخَذْتُ سے جس کے معنی کسی شے
کے اپنے اصلی رخ سے پھرنے کے ہیں۔

یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف
در فعل میں نیکو کاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر
= ذَلِكُمُ اللَّهُ فَاَنَّى تَوَخَّكُونَ - یہ ہے اللہ (ان خوبیوں والا) اور (تم دیکھو) تم کدھر
ہکے چلے جا رہے ہو۔

۶: ۹۶ = سَكَنَّا - برائے تسکین۔ آرام۔ راحت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔
سَكُونٌ سے اسم ہے۔ بسنے کی جگہ۔ آرام و سکون کی جگہ یا وقت۔ محلاً للسکون (قوٹبی)
= حُسْبَانًا - برائے حساب۔ شمار۔ حُسْبَانٌ بمعنی حساب و شمار۔

حَسَبَ يَحْسِبُ (نصر) کا مصدر ہے۔

قرآن مجید میں جو یہ آیا ہے وَبُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا (۱۸: ۴۴) اور بھیج دے اس پر عذاب
تو یہاں حُسْبَانٌ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ (۱) ایک آگ یا مہجوکا۔ (۲) دوسرا عذاب
اور حقیقت میں حساب کے مطابق سزا۔

= تقدیر۔ اندازہ۔ مقدار کو مقرر کرنا۔ خواہ کسی نوعیت کے متعلق ہو۔

۹۷:۶ = يَهۡتَمُّوۡنَ يَعْلَمُوۡنَ اہل دانش و اہل علم کے لئے۔

۹۸:۶ = مُسْتَقَرٌّ - ظرف مکان - بروزن اسم مفعول اِسْتَقَرَّ اُ مصدر - قرار گاہ - بٹھرنے کی جگہ
= مُسْتَوْدَعٌ - ظرف مکان - بروزن اسم مفعول اِسْتَوْدَعَ (اِسْتَفْعَالَ) مصدر - امانت رکھنے کی جگہ - حفاظت کی جگہ - رحم مادر۔

مُسْتَقَرٌّ اور مُسْتَوْدَعٌ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ مستقر سے مراد شکم مادر اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد باپ کی پیٹھ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مستقر سے مراد زمین ہے جہاں انسان دنیوی زندگی بسر کرتا ہے اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد قبر ہے۔ جہاں مرنے کے بعد حشر تک کا درمیانی عرصہ گزارنا ہوتا ہے اور بعض کے مطابق مستقر سے مراد دنیوی زندگی (ظرف زمان) اور مُسْتَوْدَعٌ روحانی کا (ظرف زمان) وداع سے رخصت ہونا۔ اس کی تقدیر ہے۔ فَلَكُمْ مُسْتَقَرُّوۡا مُسْتَوْدَعُوۡا۔

= يَفْقَهُوۡنَ - مضارع جمع مذکر غائب - سمجھ رکھتے ہیں - سمجھتے ہیں۔

۹۹:۶ = بَنَاتٍ - گھاس - سبزی - زمین کی پیداوار - روئیدگی - زمین سے پیدا کرنا۔ زمین سے اگنے والی ہر چیز۔

= مِنْہُ - میں ضمیر بنات کی طرف راجع ہے۔ یعنی بنات سے ہم سرسبز کو نیلیں نکالتے ہیں

= خَضِرًا - سبزہ - سبز - خَضَرٌ سے جس کے معنی سبز اور ہرا ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= مُتَرَآكِبًا - اسم فاعل واحد مذکر - تَرَآكِبٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر - تہ برتہ - ایک پر ایک

سوار۔ رَكْبٌ اور رُكُوْبٌ کے معنی کسی جانور پر سوار ہونا۔ اناج کی بالی کے دانے باہم متصل ہوتے ہیں۔ ایک دانہ دوسرے سے وابستہ ہوتا ہے۔ کوئی اوپر ہوتا ہے کوئی نیچے۔ اس لئے اس کو تراکب کہا گیا ہے۔

گویا تہ برتہ ہونے کے سبب ایک دانہ دوسرے پر سوار ہوتا ہے۔ مکی کا سٹہ۔ اور اناج کے دانے بہترین مثال ہیں۔

= طَلْعَهَا - اس کا گامبا۔ اس کا خوشہ۔ اس کا شگوفہ۔

= قِنَوَاتٌ - قِنُوۡۃٌ کی جمع - کھجوروں کے گچھے۔

= دَانِيَةً - جھکنے والے۔ لٹکنے والے۔ دُنُوۡۃٌ سے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔

جھکنے اور لٹکنے میں بھی قربت کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔

= اَعْنَاب - عنب کی جمع۔ انگور

= التُّرْمَان - انار

= مُشْتَبِهًا دُخَانًا مُشْتَابِهًا - اپنی نوع اور قسم کے لحاظ سے ایک جیسے لیکن اپنی اپنی انفرادی شکل و شباہت کے لحاظ سے الگ الگ۔ مثلاً ایک مکی کا خوشہ بطاہر ہر خوشہ مکی سے مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کا سائز دانوں کی قطاروں کی تعداد، ہر قطار میں دانوں کی تعداد۔ ان کا باہمی فاصلہ وغیرہ ایسی چیزیں جو کسی دونوں میں ایک جیسی نہیں ہو سکتیں۔ لہذا ہر خوشہ کی انفرادیت اپنی اپنی

= يَنْعِيهِ مصدر۔ مجرور۔ مضاف ہ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کے پچنے کو۔ يَنْعَج (ضرب فتم) پھل پکنا۔

۶: ۱۰۰ = دَخَلَهُمْ - واو حالیہ ہے خَلَقَ میں فاعل اللہ ہے۔ هُمْ ضمیر الجنت کی طرف راجع، حالانکہ اللہ نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔

= خَوَّطُوا الدَّ - انہوں نے تراشا۔ خَرَّقُ سے۔ ماضی، جمع مذکر غائب۔

الْخَرَقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا۔ قرآن میں ہے کہ: خَوَّطَهَا لِتُخْرِقَ أَهْلَهَا (۱۵: ۱۷) کیا تو نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ مسافروں کو غرق کرے۔ خَرَّقُ - خَلَقُ کی ضد ہے۔ جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانے کے ہیں اور خَرَّقُ کے معنی کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنے کے ہیں۔ آیت میں اور بے سمجھے (جھوٹے، بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں

۱۰۱: بَدَّلِعْ - اَلِدِّ بَدَلْعُ - کسی کی تقلید اور اقتدار کے بغیر کسی چیز کو ایجاد کرنا۔ اسی سے نئے موئے ہوئے کنویں کو وَكِیَّةٌ بَدَّلِعْ کہتے ہیں۔ جب اَبْدَلْعُ کا لفظ اللہ عزوجل کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ۔ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی نئے کو ایجاد کرنا۔ یہ معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مختص ہیں

بَدَّلِعْ بمعنی مُبَدِّلٌ یعنی اس چیز کا پیدا کرنے والا جس کی سابق میں کوئی مثال نہ ہو اللہ الٰہی کے اسماء حسنی میں سے ہے۔

= اَنَّى - کس طرح۔ کیونکر۔ کیسے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اَنَّى تُحْيِي هٰذَا الَّذِیْ لَہُ بَعْدَ مَوْتِہَا (۲۵۹: ۲) اللہ تعالیٰ ان بستیوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔

۱۰۳: = وَکِیْلٌ - صفت مشبہ۔ وَکَلٌ سے (ضرب) نگران۔ نگہبان۔ کارساز۔ مامن۔ گواہ۔

لَا تُدْرِكُ. مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ اس کو نہیں پاسکتی اَذْرَكَ کسی چیز کی غایت کو پہنچنا اَذْرَكَ الصَّيْتُ۔ لڑکا بچپن کی آخری حد کو پہنچ گیا۔ یعنی بالغ ہو گیا۔

حَتَّىٰ اِذَا اَذْرَكَ الْغُرُقُ (۹:۱۰) یہاں تک کہ اس کو غرق (کے عذاب نے) آچڑا۔
ادراک کا معنی ہے کسی چیز کو گھیر لینا۔ اس کا احاطہ کر لینا۔ ظاہر ہے کہ احاطہ اس چیز کا ہو سکتا ہے جو محدود ہو اور کسی خاص سمت میں پائی جاتی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات نہ تو محدود ہے اور نہ کسی خاص سمت میں موجود۔ اس لئے اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ آیت ہذا میں ترجمہ ہوگا۔

نظریں اس کو نہیں گھیر سکتیں اور وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔
۱۰۴:۶ = بَصَائِرُ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ بَصِيرَةٌ کی جمع۔ جس طرح جسم کے لئے بصائر (بینائی) ہے اسی طرح روح کے لئے بصیرت ہے۔

= اَبْصَرَ۔ اس نے دیکھا۔ (افعال) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
= عَمِيَ۔ وہ اندھا ہوا۔ عَمِيَ مصدر۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب یہاں کو رہ دل ہونا مراد ہے
= حَفِظْتُ۔ نگہبان۔ حَفِظْتُ سے بروزن فَعِلٌ بمعنی فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ہے
کیونکہ وہ کل کا نگہبان ہے۔

۱۰۵:۶ = نُصَرِّفُ الْآيَاتِ۔ ہم پھیر پھیر کر۔ طرح طرح سے آیات (توحید) کو بیان کرتے ہیں
= دَرَسْتُ۔ دَرَسْتُ اور دَرَسْتُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر
تو نے پڑھا۔ تو نے پڑھ سنایا۔ دَرَسْتُ۔ الْقِرَاءَةُ عَلَى الْغَيْرِ۔ دوسرے کو پڑھ کر سنانا
= نَبِّئَنَّهُ مَضَارِعَ صَيْغِ جَمْعٍ مُتَكَمِّلٍ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ہم ظاہر کر دیں۔ ہم کھول دیں
۱۰۶:۶ = لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ۔ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان آگیا ہے
۱۰۸:۶ = لَا تَسُبُّوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ سَبُّ سے (باب نصر) تم بُرا مت کہو۔ تم گالیاں نہ دو۔

= عَدَدًا۔ ظُلْمًا وَعَدَدًا۔ زیادتی۔ تعدی۔ ظلم و ستم۔ حد سے بڑھنا۔ زیادتی کرنا۔
(یعنی بُرا کہنے لگیں گے خدا کو زیادتی اور بے سمجھے۔

۱۰۹:۶ = جَهَدَ۔ تاکید پوری کوشش، مشقت۔ جَهَدَ يَجْهَدُ کا مصدر ہے۔
اَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ وہ پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔
= آيَةٌ نَّشَانٍ۔ یہاں نشانی سے مشرکین کی مراد کوئی خاص نشانی ہے جیسے عصا موسیٰ
حضرت عیسیٰ کا مردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ کوڑھیوں کو تندرست کرنا وغیرہ۔

محمد بن کعب القرظی اور اسکلبی نے کہا ہے کہ مشرکین نے بطور خاص نشانی کے یہ مطالبہ کیا تھا کہ کوہ صفا سونا ہو جائے۔ ہمارے کچھ مرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں کہ آپ کی تصدیق کریں مابعد الممات کے متعلق۔ اور ہمیں فرشتے دکھائیے کہ ہم ان سے آپ کی صداقت کے متعلق دریافت کریں۔

== اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ۔ کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ مشیت ایزدی ہے کہ ان کو ظاہر کرے یا نہ کرے۔ یا کب اور کن حالات میں کرے۔

== مَا يُشْعِرُكُمْ۔ میں منا طبین اہل ایمان ہیں۔ (گو بعض کے نزدیک یہاں خطاب مشرکین سے ہے) تمہیں کیا خبر۔ تمہیں کیسے سمجھایا جائے۔ يَشْعِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِشْعَارٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ آگاہ کرے۔ واقف بنائے۔ سمجھائے۔

== اَنَّهُآ اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آ بھی جائے تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یا تقدیر یوں ہے۔ اَنَّهُآ اِذَا جَاءَتْ يُؤْمِنُونَ اَوْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آجائے تو یہ ایمان لائیں گے یا نہیں لائیں گے۔

== نَقَلَبْ۔ مضارع جمع معکلم۔ تَقْلِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ ہم (حق کی طرف) پھیر دیتے ہیں۔ موڑ دیتے ہیں۔

== كَمَا۔ جیسے۔ جیسا کہ جس طرح۔ كَمَا تَعْلِيْلُ کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسا کہ بعض کے نزدیک اس کا استعمال ان آیات میں آیا ہے۔

۱) كَمَا اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ۔ (۱۵۱:۲) فَاذْكُرُوْنِيْ۔ ...۔ (۱۵۲:۲) چونکہ میں نے پیغمبر بھیج دیا تمہیں میں سے۔ ... اس لئے میری یاد کرو۔ یہاں ارسال رُسل ذکر الہی کی علت ہے؛ ۲) وَ اِذْ كُرُوْهُ كَمَا هَدٰكُمْ۔ (۱۹۸:۲) چونکہ اللہ نے تمہیں ہدایت کر دی اور ذکر کا طریقہ بتا دیا۔ اس لئے اس کی یاد کرو۔ یہاں ہدایت ذکر کی علت ہے۔

۳) وَ نَقَلَبْ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ اَدْلَ مَرَّةً۔ (آیت ہذا) کیونکہ وہ پہلی مرتبہ اس کے ساتھ ایمان نہیں لائے تھے ہم ان کے دلوں اور نظروں کو پھیر دیں گے۔ یہاں ان کے پہلی مرتبہ کے معجزوں (آیات) پر ایمان نہ لانا علت بن گیا ان کے تقلیب قلوب و البصار کا۔

انکشاف اور ابن کثیر نے اس آیت میں کاف کو تعلیل کے معنوں میں لیا ہے۔ المنجد میں ہے کہ کاف کبھی تعلیل کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اُذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا هَدٰكُمْ (۱۹۸:۲) اللہ کو

یاد کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔

لغات القرآن میں ہے کہ: کاف کو تغلیل کے لئے اخفش اور بعض کوفیوں نے قرار دیا ہے اور اکثر اہل عربیت نے الکار کیا ہے۔

== اَدَّلَ مَسَّحًا۔ پہلی مرتبہ۔ اس سے مراد یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقہ معجزات ہیں مثلاً شق القمر وغیرہ۔ یا سابقہ انبیاء کے معجزات مثلاً عصا موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ کا کوڑھوں تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔

== نَذَرُ هُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ دَذَرُ مصدر باب سَمِعَ ہم ناقابلِ پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں۔ صرف مضارع اور امر مستعمل۔

== طَغْيَا نِهِمْ۔ ان کی گمراہی۔ ان کی سرکشی۔ ان کی شرارت۔ ان کی بے راہی۔

== يَعْمَهُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَهُ مصدر۔ (باب فتح۔ سَمِعَ) وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ حیران و پریشان پھرتے ہیں۔ عَمَهُ۔ سرگردانی۔ حیرانی۔ گمراہی۔

== لَيُؤْمِنَنَّ بِهَا۔ میں کفار کے قول کی نقل ہے۔ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ میں ان کا جواب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ہے) اور وَمَا يُشْعِرُكُمْ سے لے کر آخر آیت ۱۱ تک پارہ ۸ مسلمانوں سے خطاب (مبنا ب اللہ) ہے۔

== قُلْ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ سے يَعْمَهُونَ تک عبارت کچھ یوں ہوگی۔ قُلْ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اِنَّمَا اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ اَوَّلَ مَرَّةٍ (بِذَلِكَ) وَنَقَلْتُمْ عَنْهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ تَنَزَّلُ فِي طَغْيَا نِهِمْ يَعْمَهُونَ..... اور آپ کو کیسے سمجھایا جائے کہ جب یہ خاص نشانیاں (جن کا یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں) آجائیں گی جب بھی یہ ایمان نہ لادیں گے جیسے کہ وہ ایمان نہ لاتے تھے جب پہلی مرتبہ (جب اللہ کی طرف سے خاص نشانیاں اس کے انبیاء کی معرفت ظہور میں آئی تھیں) اور (اب ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے) ہم ان کے دلوں کو (حق طلبی کے قصد سے) اور ان کی نگاہوں کو (حق بینی کی نظر سے) پھیر دیں گے۔ اور ان کو (ان کی) سرکشی (وکفر) میں حیران و سرگرداں چھوڑ دیں گے۔

(ملاحظہ ہو بیان القرآن از مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء القرآن پبلشرز شاہ

صاحب بھیروی)

يَا رَحْمَةً
وَلَوْ أَنَّنَا
(١٨)

الْأَنْعَامُ وَالْأَعْرَافُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةَ

۶: ۱۱۱ = حَشَرْنَا۔ ہم نے اکٹھا کیا۔ ہم نے جمع کیا۔ الْحَشَرُ (نَصَرَ) کے معنی۔ لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی کی طرف لیجانے کے ہیں۔
 ایک روایت میں ہے اَلنِّسَاءُ لَا يُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے۔
 اور یہ انسان اور غیر انسان سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (۵: ۸۱) اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے قیامت کے دن کو بھی یوم الحشر کہا جاتا ہے کہ سب کو اس روز اکٹھا کیا جائے گا۔
 = قُبُلًا۔ جمع۔ قَبِيلٌ واحد۔ جماعت در جماعت۔ گروہ در گروہ۔ بعض کے نزدیک قَابِلٌ کی جمع۔ یعنی آنکھوں کے سامنے۔ آگے۔
 = يَجْهَلُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَهْلٌ۔ جَهَالَةٌ مصدر (باب سَمِع) وہ نہیں جانتے۔ وہ جاہل ہیں۔ وہ جہالت کرتے ہیں۔ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔
 ۶: ۱۱۲ = كَذَلِكَ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔ یعنی جس طرح یہ لوگ آپ کے عداوت رکھتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیاطین جن و انس سے اس کے دشمن پیدا کئے۔

= يُؤْخَى۔ مضارع واحد مذکر۔ إِخَاءٌ سے وہ دوسرے ڈالتا ہے وہ وحی بھیجتا ہے۔ یہاں شیاطین جن و انس کی دوسرے اندازی کو وحی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں بھی بڑی رازداری اور چپکے چپکے ہوتی ہیں

= ذُخُوفٌ۔ ملع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ اور کسی شے کے کمالِ حُسْن کو زخوف کہتے ہیں۔ اسی لئے سونے کو بھی زُخُوفٌ کہا جاتا ہے۔ لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے

ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ یہاں ملمع اور زیب کے معنی میں آیا ہے۔

= عُرُودًا۔ دھوکہ دینے کے لئے۔ تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔

= مَا فَعَلُوهُ۔ میں ۛ ضمیر واحد مذکر غائب شیاطین جن والنس کا لوگوں کے دلوں میں

وسوسہ ڈالنا۔ اور جھوٹی باتیں ملمع کی صورت میں اذہان میں ڈالنے کی طرف راجع ہے

= يَفْتَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْتَرَاءً (اِفْتَعَالٌ) مصدر۔ وہ دروغ بازی کرتے

ہیں۔ وہ افتراء بہتان باندھتے ہیں۔

۶: ۱۱۳ = تَصْغٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ جھکتی ہے۔ وہ جھکتے ہیں۔

صغوا اور صغی سے ر باب سمع۔ نصر اَصْغٰی اِلٰی حَدِّیْثٍ۔ کان لگانا۔ کان دھرنا۔

اصغی الیہ سننے کے لئے جھکنا۔ جھکنا۔ مائل ہونا۔

الیہ اور یَرْضَوْهُ میں ۛ ضمیر ان دسوسوں اور ملمع فریب کی باتوں کی طرف راجع ہے

جو شیاطین جن والنس ایک دوسرے کو سکھاتے اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈالتے

تھے۔۔

= يَقْتَرِفُونَ = مضارع جمع مذکر غائب اِقْتَرَفَ (اِفْتَعَالٌ) سے۔ وہ کمائیں۔ وہ کریں

اِقْتَرَفَ۔ کے اصل معنی درخت سے چھال اتارنے کے ہیں اور زخم سے چھلکا کریدنے کے۔

جو چھال یا چھلکا اتارا جاتا ہے اسے قرف کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ اِقْتَرَفَ کمانے کے معنی

میں استعمال ہوتا ہے خواہ وہ کسب اچھا ہو یا بُرا جیسے قرآن پاک میں ہے سَيُجْزَوْنَ بِمَا

كَانُوا يَكْتَرِفُونَ (۱۲۰: ۶) وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

اور دَآمَوا لِنِ اِقْتَرَفْتُمُوهَا (۲۴: ۹) اور مال جو تم کماتے ہو۔

لیکن اس کا بیشتر استعمال بُرے کام کرنے پر ہوتا ہے۔

= وَلِیَصْغٰی اِلَیْهِ مَعْطُوف ہے عُرُودًا پر۔ کہ دھوکہ میں رکھیں..... ان کو۔ اور یہ کہ مائل

ہو جائیں اس کی طرف ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔

اسی طرح وَلِیَرْضَوْهُ اور وَلِیَقْتَرِفُوْا کا عطف بھی عُرُودًا پر ہے۔ یعنی اس لئے کہ

وہ ان ملمع باتوں کو پسند کرنے لگیں۔ اور جو گناہ وہ کر رہے ہیں وہ کرتے رہیں (اور حق و صدا

کی طرف سے غافل اور دھوکہ میں رہیں)

۶: ۱۱۴ = اَفْخِرَ اللّٰہُ اَبْتٰغٰی مُفْصَلًا۔ سے قبل قل یا محمد رصلى

اللہ علیہ وسلم لہٰؤلآءِ العشرکین محذوف ہے۔

= اَبْتَغَىٰ - مضارع واحد مکمل - میں تلاش کروں - میں چاہوں اِبْتِغَاءُ (افتعال) سے

= حَكَمًا - منصف - فیصلہ کرنے والا - حَكَمٌ سے صفت مشبہ کامیغہ واحد اور جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ خصوصی فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں اس لئے یہ حاکم سے زیادہ بلیغ ہے۔

= مَفْصَلًا - اسم مفعول تفصل وار - یعنی ادا مروا ہی کو الگ الگ کیا گیا ہے۔

۱۱۴:۶ = اَلْمُمْتَرِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر - اَلْمُعْتَرِیْ وَاحِدٍ اِمْتِرَاؤُ (افتعال) مصدر - شک میں پڑنے والے - تردد کرنے والے۔

۱۱۵:۶ = حَلَمْتُ - حکم - یا ازلی تحریر - یا قرآن - یا ثواب و عذاب کا وعدہ۔

کَلِمَتٌ سے یہاں مراد قرآن مجید ہے۔ کیونکہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ وہ کلمات کثیرہ جو کہ مقصد واحد سے متعلق ہوں ان کو بسا اوقات کلمہ (واحد) کہہ دیا جاتا ہے۔ جس طرح زہیر کا قصیدہ جو کہ کثیر اشعار کا مجموعہ ہے۔ اسے کلمہ زہیر بھی کہہ دیتے ہیں۔

یا کلمہ سے مراد خداوند تعالیٰ کی ہر بات ہے جس کے متعلق فرمایا کہ تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل پر ختم ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ فرماتا ہے وہ امر حق ہے۔ امر حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہ عدل کے سوا اور کچھ نہیں۔ (ابن کثیر)

۱۱۶:۶ = تُطِيعُ - تو حکم مانے - تو حکم مانے گا۔ اِطَاعَةٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تَطِيعُ - اصل میں تُطِيعُ تھا۔ اِنْ شَرَطِیْہ کے آنے سے تِی حذف ہو گئی۔

= اِنْ يَتَّبِعُونَ اور اِنْ هُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= يَخْرُصُونَ - مضارع جمع مذکر غائب خَرَصٌ سے (باب نصر) وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں

اَلْخَرَصُ - پھلوں کا اندازہ کرنا۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خَرَصٌ بمعنی مَخْرُوصٌ کہتے ہیں۔ اٹکل کرنا اور جھوٹ بولنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیہ مذ میں اور آیت (۲۰:۴۳) میں ہے اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُونَ - یہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔

اور بعض کے نزدیک يَخْرُصُونَ بمعنی يَكْذِبُونَ ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

۱۱۹:۶ = فَصَلَ - ماضی واحد مذکر غائب تَفْصِيلٌ (تفعیل) مصدر - تفصیل دار بیان

کر دیا ہے۔ الگ الگ بیان کر دیا ہے

= اُضْطَرُّرْتُمْ (اضْطَرَّارٌ) (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر مادہ ضرر تم مجبور

کئے گئے۔ تم مجبور ہو جاؤ۔ تم لاچار ہو جاؤ۔ یا کئے جاؤ۔

= اَلَيْسَ - ای الیٰ اعلم - اس کے کھانے کے لئے - اس کے کھانے پر۔

= کَثِيرًا - ای کثیراً من الذین یجادلونک فی احل المیتة وغیرہ۔

یعنی ان لوگوں میں جو آپ سے مجادلہ کرتے ہیں مردہ کے کھانے کے متعلق یا دیگر ایسے احکام کے متعلق بہت سارے اپنی خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اور بے علمی کے سبب گمراہ ہیں اور صداقت کو نہیں جانتے۔

= لَيُضِلُّونَ - یُضِلُّونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے لام برائے تاکید۔ بلاشبہ وہ گمراہ کرتے ہیں۔

= اَلْمُعْتَدِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر منصوب ومجرور۔ اَلْمُعْتَدِيْ واحد۔ اِغْتَدَاؤٌ۔

(افعال) سے مصدر۔ حق سے ہٹنے والے۔ حد سے تجاوز کرنے والے۔

۱۲۰:۶ = ذُرُّوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذُرُّوا سے تم چھوڑ دو۔ ملاحظہ ہو ۱۰۹:۶۔

= كَانُوا يَقْتَرِفُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ كَانُوا يَقْتَرِفُونَ - ماضی استمراری

(جس کا) وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو ۱۱۴:۶

۱۲۱:۶ = فِسْقٌ - اصطلاح شریعت میں فِسْقٌ کے معنی ہیں حدود شریعت سے نکل جانا۔

گناہ کرنا۔ عموماً عملی گناہ کو فِسْقٌ کہتے ہیں۔ اور ضروریات دین کے انکار کو کفر۔ عربی میں ہے فَسَقَتِ الرَّطْبَةُ عَنْ قَشْرِهَا۔ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔ فاسق بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے۔

= يُؤْخَذُونَ - مضارع جمع مذکر غائب (افعال) مصدر۔ وہ جی کرتے ہیں۔ وہ

دل میں ڈالتے ہیں۔ وہ دھوکہ ڈالتے ہیں۔

۱۲۲:۶ = يَمْشِيْ فِي النَّاسِ - کا مطلب ہے (ہم نے اس کے لئے نور بنادیا) جس کے

اجالے میں۔ (یا جس کی مدد سے) وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے۔ یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے کہ (ہم نے اس کے لئے نور بنادیا) جس کو لے کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے (اور اس طرح دوسروں کو بھی روشنی مہیا کرتا ہے)

= كَذٰلِكَ - ای کہا ذین للمؤمن ایمانكہ۔ یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا

ایمان خوبصورت و دلکش بنادیا گیا اسی طرح کافروں کے لئے ان کا عمل جاذب و دلکش کر دیا گیا۔

۱۲۳:۶ = وَكَذٰلِكَ - ای دیکھا جعلنا فی مکة صنادیدھا (اکابرھا) لیمکروا

فیہا۔ یعنی جس طرح مکہ میں ہم نے وہاں کے بڑے لوگوں کو (مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارت کرنے والا بنا رکھا تھا اسی طرح ہم نے ہر بستی میں
= جَعَلْنَا۔ ہم نے بنایا۔ ہم نے پیدا کیا۔

= اَکَابِرَ۔ اَکْبَرُ کی جمع ہے رئیس لوگ۔ مُجْرِمِيْہَا۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب مضاف
ہا مضاف الیہ۔ اصل میں مُجْرِمِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔
اَکَابِرَ مُجْرِمِیْہَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ اَکَابِرَ۔ مضاف مجرمیہا (مضاف مضاف الیہ مل کر) مضاف الیہ۔ اور مضاف
مضاف الیہ مل کر مفعول جَعَلْنَا کا۔ اس صورت میں جَعَلْنَا کا مفعول اول فِی کُلِّ قَرْیَۃٍ
ہوگا۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔

جس طرح مکہ میں ہم نے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول۔ مسلمانوں۔ اور اسلام کے خلاف)
شرارتیں کرنے والا بنایا ہے۔ اسی طرح ہم ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول
مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کرنے کے لئے کھڑے کر دیتے ہیں۔

۲۔ مُجْرِمِیْہَا۔ اَکَابِرَ کا بدل ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔

جس طرح ہم نے بڑے بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول۔ مسلمانوں۔ اور اسلام کے خلاف)
شرارتیں کرنے کے لئے مکہ میں بنایا ہے اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول
مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کرنے کے لئے بنا دیتے ہیں۔

۳۔ اَکَابِرَ اور مُجْرِمِیْہَا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔ اور مطلب آیت یوں ہوگا

جس طرح ہم نے مکہ میں رئیسوں کو اس بستی کے مجرم بنادیا ہے تاکہ وہ (رسول اور
مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں کو وہاں کے
مجرم بنا دیتے ہیں تاکہ وہ رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں شرارتیں کریں۔

۴۔ مُجْرِمِیْہَا۔ مفعول اول ہے جَعَلْنَا کا اور اَکَابِرَ مفعول ثانی۔ اور یہاں مفعول
ثانی کو مقدم کیا گیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔

جس طرح ہم نے مکہ میں یہاں کے مجرموں کو بڑے لوگ بنادیا ہے کہ (رسول۔ مسلمانوں
اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں مجرموں کو بڑے لوگ بنا دیتے ہیں
تاکہ وہ وہاں (رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کریں۔

۶: ۱۲۴ = جَاءَ ثَمُودُ مِنْهُمْ صَمِیْرَ جَمْعِ مَذْکَرِ غَائِبِ اکابر مکہ کی طرف راجع ہے (یہ اکابر

کفار قریش تھے

= سَيُصِيبُ - مضارع واحد مذکر غائب اِصَابَةً (افعال) سے مصدر پہنچے گا۔

= اَجْرَ مُوَا - انہوں نے جرم کیا۔ اِجْرَامٌ (افعال) سے ماضی جمع مذکر غائب

= صَعَادٌ - ذلت - خواری۔ صَغُرَ يَصْغُرُ (کَرُمٌ يَكْرُمُ) کا مصدر ہے جس کے

معنی ذلیل ہونے کے ہیں۔ یہاں بطور اسم بمعنی ذلت و خواری مستعمل ہے۔

۱۲۵: ۶ = ضَيِّقًا - تنگی - مضائقہ - گناہ۔ اصل میں حَرْجٌ کے معنی کسی چیز کے مجتمع

ہونے کے ہیں۔ اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی

اور گناہ کو حرج کہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی کنانہ کے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ

مَا الْحَرْجَةُ - اس نے جواب دیا الْحَرْجَةُ فِينَا الشَّجَرَةُ تَكُونُ بَيْنَ الْأَشْجَارِ

الَّتِي لَا تَصِلُ إِلَيْهَا رَاعِيَةٌ وَلَا وَحْشِيَةٌ وَلَا شَيْءٌ۔

(حرج ہمارے ہاں اس درخت کو کہتے ہیں جو درختوں کے جھنڈ کے درمیان ہو کہ وہاں نہ

لو چر رہا جا سکے نہ کوئی وحشی جانور اور نہ کوئی اور چیز وہاں پہنچ سکے)

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

كَذَلِكَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ لَا يَصِلُ إِلَيْهِ شَيْءٌ مِّنَ الْخَيْرِ۔

(منافق کے دل بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہاں تک کوئی نیک بات نہیں پہنچتی۔

= كَانَمَا يَصْعَدُ - كَانَ - حرف مشبہ بالفعل اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو

رفع - ما زائد ہے اس کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ كَانَ کا لفظی تصرف

باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔

یہاں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گویا۔ جیسے مثلاً كَانَ زَيْدًا أَسَدٌ

گویا زید شیر ہے۔

= يَصْعَدُ - مضارع واحد مذکر غائب تَصَعَّدُ - مصدر (باب تَفَعَّلَ) اِصْعَادٌ

(افعال) چلنا - سیر کرنا - پہنچنا۔ اس کے مفعول پر فِی آنا ضروری ہے۔ جیسے اَصْعَدَ

فِی الْأَرْضِ وہ زمین پر چلا۔ اس نے زمین پر سیر کی۔ (باب تَفَعَّلَ) سے (صَعَدَ

يَصْعَدُ) چڑھ کر اوپر پہنچ جانا۔ مفعول پر فِی یا عَلٰی آتا ہے۔

تَصَعَّدَ (باب تَفَعَّلَ) میں اس کا معنی دشوار گزرنا اور شاق ہونا کے ہیں جیسے تَصَعَّدَ

فِي الشَّيْءِ۔ وہ چیز مجھ پر شاق گذری۔ لیکن اگر باب تفعیل کی ت کو ص میں ادغام کر کے اصْعَدَ بنا لیا جائے جس مضارع آیت ہذا میں آیا ہے تو چڑھ کر پہنچ جانے کا معنی ہوتا ہے اور مفعول پر فی آثار ہے۔ يَصْعَدُ اصل میں يَتَصَعَّدُ تھا۔ ت کو ص میں مدغم کیا۔ ص پر نشہ دیا گیا کَانَمَا يَصْعَدُ فِي السَّمَاءِ۔ گویا وہ (دستواری سے) آسمان پر چڑھ رہا ہے۔
= يَجْعَلُ عَلَىٰ۔ ڈال دیتا ہے۔ مسئلہ کر دیتا ہے۔

= الرَّجْسِ۔ رِجْسِ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔ عذاب۔ عقوبت۔ گناہ۔

= الرَّجْسِ سے مراد شیطان بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابن کثیر میں ہے۔

۶: ۱۲۶ = هَذَا۔ اشارہ ہے اس طرف جو قرآن میں آیا ہے۔ یا اشارہ ہے اسلام کی طرف

یا اس بیان کی طرف جو خدا نے توفیق شرح صدر اور خذلان کے تعلق اور فرمایا ہے (بیضادی)

قرآن۔ اسلام۔ دین حق۔

= مُسْتَقِيمًا۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے۔

= يَدَّ كُرُونًا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَدَاكُرُ (تَفَعَّلُ) سے۔ نصیحت

پکڑتے ہیں۔

۶: ۱۲۷ = دَارُ السَّلَامِ۔ سلامتی کا گھر یعنی جنت۔

= دَلِيْلُهُمْ۔ ان کا ولی۔ ان کا دوست۔ ان کا حامی و ناصر۔

۶: ۱۲۸ = وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ۔ ای اذکر یَوْمَ يُحْشَرُهُمْ۔ اور یاد کرو وہ دن جب وہ

(اللہ) ان سب کو اکٹھا کرے گا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جمع جن والنس کے لئے ہے۔

الحازن۔ صاحب مدارک التنزیل اور بیضادی نے حَشَرُ (نون کے ساتھ صیغہ جمع

مکمل پڑھا ہے)

= يَمْعَشَرُ الْجِنَّ۔ اس سے پہلے يَقُولُ محذوف ہے تقدیر ہے وَيَقُولُ يَمْعَشَرُ الْجِنَّ

..... اے جنات کے گردہ۔ یہاں جنات سے مراد شیاطین ہیں۔ الْمَعْشَرُ اسم مفرد

مَعَاشِرَ جمع۔ بڑا گردہ

= اسْتَكْثَرْتُمْ۔ تم نے بہت زیادہ (تابع) کر لیا۔ اسْتِكْثَرْتُ۔ (استفعال) سے۔ کسی

کام کو بہت زیادہ کرنا۔ اسی باب سے لفظ استحصال ہے بہت زیادہ وصول کرنا۔ یہاں

اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ سے مراد یہ ہے کہ انسانوں میں بہتوں کو تم ضلالت اور

سرکشی کی طرف لے گئے تھے۔

= اَذْلِيلُهُمْ مِّنَ الدِّنْسِ - انسانوں میں سے جو ان شیاطین کے دوست - ہمنوا ان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔

= اسْتَمْتَعَ - اس نے فائدہ اٹھایا۔ اس نے کام نکالا۔

= اَجَلْتُ - تو نے مدت مقرر کی - تَأْجِيلٌ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی مدت مٹھانے اور دیر کرنے کے ہیں۔ اَجَلٌ - وقت مقررہ - مدت مقررہ - چونکہ موت کا وقت بھی مقرر ہے اس لئے اَجَلٌ موت کو بھی کہتے ہیں۔

= قَالَ - اِی قَالَ اللّٰهُ۔

= مَثَوٰلُکُمْ - مَثْوٰی - ظرف مکان مفرد - مَثَاوِیْ - جمع ٹھکانہ - دراز مدت تک - ٹھہرنے کا مقام - فرودگاہ۔

۶: ۱۲۹ = نُوَلِّیْ - مضارع جمع متکلم - تَوَلَّیْتُ (تَفْعِلُ) ہم حاکم بنا دیتے ہیں۔ ہم مسلط کر دیتے ہیں۔ یا ہم دوست بنا دیتے ہیں۔

صاحب مدارک نے نُوَلِّیْ بَعْضَ الظَّالِمِیْنَ بَعْضًا کی تشریح تین طرح کی ہے

۱:- ایک کو دوسرے کے پیچھے دوزخ میں داخل کرنا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ مَوَالَاة ہوگا۔ کسی کام کا پیہم پے درپے کرنا۔

۲:- ایک ظالم کو دوسرے ظالم پر مسلط کرنا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَایَۃ ہوگا حکومت - غلبہ - تسلط۔ یہ قول عام اہل تفسیر کا ہے

۳:- ایک کو دوسرے کا دوست اور مددگار بنادینا۔ اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَایَۃ ہوگا۔ دوستی - مدد - قتادہ کا یہی قول ہے۔ ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے۔

۶: ۱۳۰ = یَقْصُصُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ قَصَصٌ مصدر (باب نَصَو) وہ نقل کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں یا بیان کرتے تھے۔

= یُنْذِرُکُمْ - مضارع جمع مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِنْذَارٌ (افعال) وہ ڈراتے تھے۔

= غَرَّتْهُمْ - غَرَّتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں رکھا ہوا تھا۔ ان کو بہکا رکھا تھا۔

۶: ۱۳۱ = ذٰلِکَ - ذٰلِکَ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے اِی الامر ذٰلِکَ -

حقیقت یہ ہے۔ یا بات یہ ہے۔

یہ اشارہ ہے ارسالِ رُسل کی طرف۔ یعنی یہ رسولوں کا بھیجنا اور ان کا لوگوں کو سوءِ عاقبت سے ڈرانا۔ اس وجہ سے ہے کہ بر
 اَنْ - مصدر یہ ہے۔

= لَمْ يَكُنْ - نہیں ہے۔ لَمْ يَكُنْ فعل ناقص۔ مضارع مجزوم۔ نفی جَدْبَلَمْ کوْتُ
 سے باب نصر۔

= مَهْلِكِ الْقُرَىٰ - بستیوں کو ہلاک کر نیوالا۔

یعنی تیرا رب بستیوں کو ہرگز ہلاک نہیں کرتا۔ مضاف مضاف الیہ ہو کر خبرِ کان کی
 = يَظْلِمُ - کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱) يَظْلِمُ قَوْمَهُ - (۲) يَظْلِمُ مِثْلَهُ (من اللہ) جمہور نے اول الذکر کو ترجیح دی ہے
 = غَفَلُونَ - غفلت کرنے والے۔ بے خبر۔

مطلب یہ ہے کہ۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر اس لئے بھیجتا ہے
 کہ وہ کسی بستی یا قوم کو ان کے ظلم و شر اور کفر و شرک کی وجہ سے جبکہ وہ ان بدیوں کے مالِ نادانانہ
 اور بے خبر ہوں ہلاک نہیں کرتا۔ (بلکہ باقاعدہ خدا کے فرستادہ جو انہی میں سے ہوتے ہیں ان کو
 نیک و بد سے مطلع کرتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے وعدے و وعید سے ان کو باخبر کرتے ہیں۔
 پھر اس کے بعد وہ اگر بدیوں کے عمداً مرتکب ہوں تو مکافاتِ عمل میں ہلاکت ان کا مقدر بن جاتی ہے
 ۶: ۱۳۲ = لِكُلِّ - لِكُلِّ مِّنَ الْمُكَلَّفِينَ - لِكُلِّ عَامِلٍ - ہر عاقل بالغ عامل کے لئے۔
 ۶: ۱۳۳ = يَسْتَخْلِفُ - مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔ بوجہ جواب شرط (تمہارا جانشین بنائے
 تمہاری جگہ لے آئے۔

= مَا يَشَاءُ - مَا يَشَاءُ ہے۔ جسے چاہے۔ جیسے چاہے۔

ذُرِّيَّةٍ - اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّةٌ ہے۔ لیکن عرف عام میں چھوٹی اور
 بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں
 کے لئے مستعمل ہے۔

ذُرِّيَّةٌ کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱۔ یہ ذُرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کی ہمزہ متروک
 ہو گئی ہے جیسے رَوِيَّةٌ اور بَرِيَّةٌ میں

۲۔ اس کی اصل ذُرِّيَّةٌ سے ہے۔ (۳) ذُرٌّ سے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ فُعْلِيَّةٌ

کے وزن پر بیسے قُمرِیَّةٌ - ذُرَّارِیٌّ - ذُرِّیَّاتٌ جمع۔

= قَوْمٌ آخَرِیْنَ - الْآخِرُ کی جمع ہے۔ دوسری قوم۔ دوسرے لوگ۔

مِنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ آخَرِیْنَ - ایک دوسری قوم کی نسل سے۔

۱۳۴:۶ = لَا تِ - اَنْتِ - آنے والا - اِثْبَاتٌ سے جس کے معنی آنے کے ہیں۔ لام تاکید کے لئے

آیا ہے۔ اسم فاعل واحد مذکر

= مُعْجِزِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز کر دینے والے۔ ہر ادینے والے - اِعْجَازُ (افعال) سے

دوسرے کو عاجز بنا دینا۔ عاجز کر دینا۔ مُعَاجِزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ یعنی

تم اس کو ایسا کرنے سے ہرگز روک نہیں سکتے۔

۱۳۵:۵ = عَلَى مَكَانَتِكُمْ - عَلَى غَايَةِ اسْتَطَاعَتِكُمْ جِنَانًا سے ہو سکے۔ اِعْمَلُوا عَلٰی

مَكَانَتِكُمْ۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر گزرو۔

= اِنِّیْ عَامِلٌ - اِی اِنِّیْ عَامِلٌ مَا اَمَرَنِیْ بِهِ رَبِّیْ - میں تو وہی کرتا رہوں گا جو میرے رب نے

مجھے حکم دیا ہے۔ یا یوں بھی ہو سکتا ہے اِنِّیْ عَامِلٌ عَلٰی مَكَانَتِیْ - جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے میں

کرتا رہوں گا۔

= عَاقِبَةُ الدَّارِ - مضاف مضاف الیه - عَاقِبَةٌ - عَاقِبَتٌ - انجام امر۔

عَقِبَ يَعْقِبُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیچھے آنے کے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال ہر شے

کے آخر اور انجام کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا استعمال ثواب کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَالْعَاقِبَةُ

لِلْمُتَّقِیْنَ - (۲۸:۳) اور انجام نیک تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ مگر اضافت کی صورت میں کبھی

عقوبت کے معنی میں آتا ہے جیسے ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اسَاءُوا السُّوءَ (۱۰:۳۰)

پھر جن لوگوں نے بُرائی کی ان کا انجام بھی بُرا ہوا۔

= الدَّارُ - (دَوْرٌ - مَادَّة) مکان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ چار دیواری سے گھرا ہوتا ہے۔ اس کی جمع

دِيَارٌ ہے۔ پھر دار کا لفظ شہر۔ علاقہ۔ بلکہ سائے جہان پر بولا جاتا ہے۔ اور الدَّارُ الدُّنْيَا

اور الدَّارُ الْآخِرَةُ (موصوف - صفت) نشأۃ اولی - نشأۃ ثانیہ میں دو قرار گاہوں کی طرف

اشارہ ہے۔

بعض نے دار الدنیا۔ دار الآخرة کو مضاف مضاف الیه بھی کہا ہے۔ الدَّارُ الدُّنْيَا کے

گھر کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور آخرت کے گھر کے لئے بھی۔

اسی طرح اس آیت کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

کس کے لئے انجام اچھا ہوتا ہے اس دنیا کے گھر کا۔ یعنی کس کی دیوی زندگی کا اچھا نتیجہ برآمد ہوتا ہے (ضیاء القرآن)

۲۔ آخرت میں انجام اچھا کس کا ہوتا ہے

۳۔ انجام کار کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

صاحب روح المعانی کے قول کے مطابق لفظ دار سے مراد دار دنیا ہے نہ کہ دار آخرت الخازن یوں رقمطراز ہیں۔

فسوف تعلمون عذابا فی یوم القیامة لمن تكون عاقبة الدار وہی الجنة۔ کل قیامت کے دن تم جان لو گے عاقبتہ الامر کس کا ہو گا۔ یعنی جنت کس کے نصیب میں ہوگی۔ ان تمام صورتوں میں مَنْ موصولہ ہوگا۔

= علامہ زبخری اور علامہ بیضاوی نے مَنْ کو استفہامیہ معنی میں لیا ہے۔ ان کے نزدیک تقدیر کلام یوں ہے۔

این تكون له العاقبة التي خلق الله تعالى لها هذه الدار۔

= عام فہم ترجمہ وہ ہے جو ابن کثیر نے اختیار کیا ہے: قریب میں تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ عاقبت کی بھلائی کس کے لئے ہے۔

۱۳۶:۶ = جَعَلُوا۔ انہوں نے کیا۔ انہوں نے ٹھہرایا۔ انہوں نے مقرر کیا۔ جَعَلُوا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ (۶: ۱۰۰) انہوں نے اللہ کے شریک بنائے۔ (وصفی طور پر) اور آیدہا میں: انہوں نے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے ان کھیتیوں اور مویشیوں سے جو اس نے پیدا کئے ہیں (فعلی طور پر۔ ای فعلوا بالفعل)

= ذَرَأَ۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔ ذَرَأُ (باب فتح) سے۔ جس کے معنی پیدا کرنے۔ ظاہر کرنے اور بکھیرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب = الْحَرْثُ۔ حَرْثٌ یَحْرِثُ (ضرب) کا مصدر۔ کھیتی۔ زراعت۔ کھیت کو حَرْثٌ کہتے ہیں جیسے نِسَاءُکُمْ حَرْثٌ تَکْمُ (۲: ۲۲۳) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔

= الدُّنْعَامُ۔ مویشی۔ بھڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ لَحْمٌ کی جمع۔

= نَصِيبًا۔ حصہ (اللہ کی نذر و نیاز کے لئے)

= سَاءَ۔ بُرّا ہے۔ سَاءَ یَسُوؤُ (نَصَرَ) سَوَّءٌ مصدر

۱۳۷:۶ = زَیِّنَ۔ اس نے سنوارا۔ اس نے زینت دی۔ اس نے بھلا کر کے دکھایا۔

تَزَيُّرٍ (تَفْعِيلٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل شُرَكَائُهُمْ۔ اور قَتَلَ
اَوْ لَدَىٰ هِمَ مفعول۔

= يُوْذِذُهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِذْدَاعُ (اِفْعَالٌ) مصدر رَدَّى۔ مادہ۔ کردہ
ہلاکت میں ڈال دیں ان کو۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ كَثِيرَاتٍ الْمُشْرِكِينَ کی
طرف راجع ہے۔ رَدَّى ہلاک رَدَّى اور رَدَّيَاتٌ مصدر۔ لازم (باب صَوَّبَ) کو ذکر
چلنا۔ لڑھکنا۔ متقدمی۔ ریزہ ریزہ۔ چورا کر دینا۔ کوٹنا۔ رَدَّى۔ مصدر (باب سَمِعَ) ہلاک ہونا
اِذْدَاعُ (اِفْعَالٌ) ہلاک کرنا۔ مشقت ڈال دینا۔

= لِيُؤْذِيَهُمْ میں لام عاقبت۔ یا لام مآل ہے۔ جو کسی فعل پر مرتب ہونے والے نتیجہ کو
ظاہر کرتا ہے یا لام ملت ہے۔

= لِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ وَيُنْهَهُمْ۔ تاکہ مستتبہ کر دیں ان پر ان کا دین۔ يَلْبِسُوا۔ مضارع منصوب
لَبَسٌ مصدر۔ (باب صَوَّبَ) تاکہ وہ خلط ملط کر دیں۔ گر پڑ کر دیں۔

۱۳۸:۶ = حَجَرٌ۔ ممنوع۔ عقل۔ اصل میں جس مکان کا احاطہ پتھروں سے بنایا جائے اسے
حجر کہا جاتا ہے۔ اس لئے عظیم کعبہ اور دیارِ ثمود کو حجر کہا گیا ہے۔ قرآن میں ہے :-
وَلَقَدْ كَذَّبَ أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ۔ (۸۰:۱۵) اور وادیِ حجر کے لئے والور
بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اور حجر (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے
معنی لے کر عقل انسانی کو بھی حجر کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قِسْمٌ
لِّدِيْ حِجْرٍ۔ (۵:۸۹) کیا بے شک یہ چیزیں قسم کھانے کے لائق ہیں۔ حَجَرٌ حرام چیز کو بھی کہتے
ہیں کیونکہ اس کا تادل ممنوع ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں وَقَالُوا هٰذِهِ اَنْعَامٌ وَّحَرَّتْ حِجْرٌ اور یہ بھی
کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں۔ یہاں حَجَرٌ اسم مصدر ہے جو اسم مفعول (مَحْجُورٌ) کے
مفعول میں استعمال ہوا ہے جس طرح ذَبْحٌ مَذْبُوح کے مفعول میں استعمال ہوتا ہے

= يَزْعُمُهُمْ۔ يَزْعُمُ الباطل من غير حجة۔ اپنے گمان باطل سے بغیر کسی حجت یا دلیل
یا حقیقت کے۔ یعنی یہ بات محض وہ اپنے گمان باطل کی بناء پر رکھتے ہیں

= وَالْأَنْعَامُ حُرِّمَتْ ظُهُورُهُمْ وَالْأَنْعَامُ لَدَيْكُمْ حُرِّمَتْ أَسْمَاءُ اللَّهِ عَلَيْهَا۔ اور بعض چوپائے
ایسے ہیں جن کی پشتیں انہوں نے حرام قرار دے رکھی ہیں (یعنی ان پر نہ سواری کرتے ہیں اور نہ بار لاتے
ہیں کیونکہ ان کو کسی نہ کسی بت یا دیوتا بصورت بت یا انسان کے نام منسوب کر رکھا ہے اور بعض
چوپائے ایسے ہیں جن کو ذبح کرتے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے (اور اگر کسی کا نام لیتے ہیں تو ماسوی اللہ

کسی اور بُت یا شریک کا نام لیتے ہیں اور اس طرح اس کو شرعاً حرام کر دیتے ہیں۔
اور پھر یہ ممنوع و مذہوم افعال کو متجانب اللہ قرار دیتے ہیں۔

= اِخْتَرَاءً عَلَیْهِ۔ یہ ان کا فعل اللہ تعالیٰ پر محض ایک بہتان اور من گھڑت اور افتراء پر دازی ہے۔
خدا نے ایسا کوئی حکم یا اجازت نہیں دے رکھی
۶: ۱۳۹ = هُدًی - (متذکرہ بالا آیت ۱۳۸) یا وہ جانور جو سائبہ اور عبیرہ کہلاتے تھے جس کے
لئے ملاحظہ ہو ۵۱: ۱۰۳

= فَهَمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب۔ تو مرد اور عورتیں سب (اس میں شریک ہو سکتے ہیں)
= سَيَجْزِيهِمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ (اللہ) ان کو ان
کی مشرکانہ کرتوتوں کی جزا دے گا۔ بدلہ دے گا۔
وَصَفَّهُمْ۔ مصدر۔ مضاف۔ هم مضاف الیہ۔ ان کے بیان کی۔ ای وصفهم الکذب علی اللہ
ان کا جھوٹا اور بے بنیاد بیان اللہ کے خلاف

۶: ۱۴۱ = مَعْرُوشَتٍ۔ اسم مفعول کی جمع مَوْنَت۔ مَعْرُوشَةٌ واحد۔ عَرَشٌ سے
عَرَشٌ۔ اس نے لکڑی کا گھر بنایا۔ عَرَشٌ چھتر۔ ٹٹی۔ عَرَشَتُ الْکَرَمِ۔ میں نے انگور
کی بیل کے لئے چھتری بنادی۔ (باب ضرب) ہر چھتری کے لئے ادنچا ہونا لازم ہے اسی علو کے
مفہوم کے لحاظ سے عرش بادشاہ کے تخت کو بھی کہتے ہیں۔ اور مجازاً اقتدار و سلطنت بھی مراد
لیتے ہیں۔

مَعْرُوشَتٍ۔ چھتری پر چڑھائی ہو بلیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے عام بلیں مراد ہیں
خواہ چھتریوں پر چڑھائی گئی ہوں یا نہ۔ مگر اوپر پھیلانی جاتی ہوں۔ مثلاً انگور۔ خرہوزہ۔ ترہوزہ۔ کدو وغیرہ
غَیْرَ مَعْرُوشَتٍ۔ وہ پودا جو چھتری پر نہ چڑھایا جائے۔ جس کی بیل نہ ہو اور اپنے تنہ پر کھڑا ہو۔
مثلاً کھجور کا درخت۔ گیہوں۔ جو۔ وغیرہ۔

= اُكْلُهُ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ مضاف مضاف الیہ۔ ایسی کھیتیاں جس کے پھل۔ میوہ
الگ الگ ہوں اپنے ذائقہ اور کیفیت میں مختلف ہوں۔ یا اپنے مزہ اور غذائیت میں مختلف ہوں
ہ ضمیر الزدع کے لئے ہے۔

= مُتَشَابِهًا۔ رنگ و شکل میں غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ذائقہ میں۔ کھانے میں۔ یا نوع کے لحاظ سے
ایک جیسے لیکن انفرادی خصوصیات میں مختلف۔

= ثَمَرٍ۔ میں ہ ضمیر ان میں سے ہر ایک کے لئے ہے۔ ای کل واحد من ذلک

== التَّوَّاحِقَةُ - اور اللہ کا حق ادا کرو۔ یعنی اس میں سے اللہ کی راہ میں دو۔

یہ فطر کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور صدقہ اور خیرات کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ نہیں۔ کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدنیہ میں فرض ہوئی تھی۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور یہاں مراد زکوٰۃ ہے۔

== یَوْمَ حَصَادِهِ - اس کے کاٹنے کے دن۔ یہاں حصاد سے مراد وہ کھیتی ہے جو صحیح وقت میں کاٹی گئی ہو فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا (۱۰: ۲۴) میں سے مراد وہ کھیتی جو بے وقت حصاد اور تباہی کی غرض سے کاٹی گئی ہو۔ قرآن میں ہے مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ (۱۱: ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا۔ (یہاں تباہ کی گئی بستیاں مراد ہیں)

== لَا تَسْرِجُوا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اسراف (افعال) سے۔ تم بیجا مت اڑاؤ۔ تم حد سے نہ بڑھو ۱۲۲: ۶ = دَمِيتَ الْاَنْعَامِ - اور پیدا کیا اس نے چوپایوں میں سے

= حَمُولَةً - لانے والے جانور۔ بوجھ اٹھانے والے۔ حِمْلٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ چوپائے از قسم اونٹ۔ گھوڑا۔ گدھا۔ وغیرہ۔

= فَتَرَشَّأ - مصدر۔ بھی ہے لیکن اس جگہ ایسے چھوٹے چوپائے مراد ہیں جو کہ ان پر بوجھ نہیں لاداجاتا جیسے بکریاں بھیریں وغیرہ۔ یا ایسے جانور جو فرش پر لٹا کر ذبح کئے جاتے ہیں۔

= خُطَوَاتٍ - خُطْوَةٌ کی جمع۔ قدم۔ شیطان کی پیر دی مت کرو

۱۲۲: ۶ = ثَمْنِيَّةٌ اَنْدَاجٍ - کی مندرجہ ذیل سورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ حَمُولَةٌ وَفَرَشَّأ کا بدل ہے۔

۲۔ یہ كُلُوا کا مفعول ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ثَمْنِيَّةٌ اَنْدَاجٍ اس سورت میں وَلَا تَتَّبِعُوا خُطَوَاتِ الشَّيْطَانِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ جملہ مقررہ ہے۔

۳۔ اس کا فعل محذوف ہے ای اَنْشَأَ ثَمْنِيَّةٌ اَنْدَاجٍ اس نے پیدا کئے آٹھ جوڑے۔

اَنْدَاجٍ - جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ اقران ۱ ذُوْجٌ کی جمع ہے۔ حیوانات کے جوڑے میں نر اور مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ لہذا ثَمْنِيَّةٌ اَنْدَاجٍ کے معنی ہوئے آٹھ زوج یعنی آٹھ چوپائے مشتمل بر نر و مادہ۔ (پیدا کئے)

= الضَّانِ - اسم جنس۔ بھیر۔ مادہ۔ دنبہ وغیرہ جن پر اون ہو۔ ضان کی جمع ہے جیسے اَلْاَكْبِ کی جمع رَكْبٌ ہے ضَائِئَةٌ مَوْنٌ ہر دو کی جمع ضَانٌ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اسم جمع ہے۔ اَلْمَعَزِ - اسم جنس۔ بکریاں۔ اس کا واحد مَاعِزٌ ہے اور مَوْنٌ مَاعِزَةٌ۔

= مِنَ الضَّائِنِ اثْنَيْنِ۔ بکریوں میں سے دو چوپائے (ایک نر اور ایک مادہ)
 = وَالَّذِ كَرَيْنِ حَرَّمَ۔ کیا دونوں نر حرام کئے ہیں اس نے (ایک نر ضان میں سے ایک نر
 معز میں سے)؟ اس میں غالف استنبار ہے یعنی کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا خواہ (۱) بصورت
 استفہام ہو یعنی بطور سمجھنے کے۔ جیسے اَتَجَعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا (۲۰: ۲) کیا تو مقرر کرے گا
 زمین پر اس شخص کو بطور خلیفہ جو اس میں فساد کرے گا۔ یا (۲) بطور تہدید یعنی زبرد تو بیخ جیسے آیہ
 ہذا میں

= اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنثَيَيْنِ۔ یا وہ (بچہ) جیسے ان درنوں مادیوں (یعنی مادہ
 بھیڑ اور مادہ بکری کے) رحم لئے ہوئے ہیں؟ یعنی جو ان کے پیٹ میں ہے اس کو اللہ نے حرام کیا
 ہے؟

= يَتَّبِعُنِي بِعِلْمٍ۔ مجھے کسی علمی دلیل سے بتاؤ۔

= (آیہ ۱۴۳-۱۴۴) اس امر پر تو بیخ کی گنتی ہے کہ خدا نے ان چاروں قسم کے چوپایوں میں سے (بھیڑ
 بکری۔ اونٹ، گائے) یا ان کی مادیوں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کو حرام نہیں کیا۔ یہ محض
 تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں کہ کسی کو سائبہ، بحیرہ وغیرہ کا نام دے کر حرام کر لیا۔ اور کسی کو مردوں کے
 لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام کر دیا۔

۶: ۱۴۴ = وَضَعَكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَوْصِيَةً (تفعیل) مصدر کم ضمیر مفعول جمع
 مذکر حاضر اس نے تم کو حکم دیا۔ وَضَعِي ماضی

۶: ۱۴۵ = مَسْفُوحًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَفَحَ مصدر باب فتح، بہایا ہوا۔ بہتا ہوا۔

= رِجْسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ عذاب۔ بلا۔ اَرْجَاسٌ جمع۔

= فَإِنَّهُ۔ میں ضمیر لَحْمِ الْخِنْزِيرِ کی طرف راجع ہے۔

= فِسْقًا۔ اسم فعل۔ حالت نصب۔ گناہ کی چیز۔ فِسْقٌ کے معنی ہیں دائرہ شریعت سے نکل جانا

عربی میں محاورہ ہے فِسْقَ الرَّطْبِ عَنْ فِشْرِهِ کھجور اپنے مچھلے سے باہر نکل آئی۔

اَوْفِسْقًا۔ یا ناپاک گوشت لہذا یہاں چونکہ جانوروں کے گوشت کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے فِسْقَ

مراد وہ گوشت ہے جو نافرمانی کا سبب بن سکے یا گناہ کا موجب ہو سکے۔ یا ایسا ہو کہ وہ شریعت کے

احکام کے خلاف ہو)

فِسْقًا کا عطف ہے لحم الخنزیر اور فَإِنَّهُ رِجْسٌ جملہ معترضہ ہے۔ اُھْلٌ لِغَيْرِ اللَّهِ بِہ

فِسْقٌ کی صفت ہے۔ یعنی (کھانے والے پر حرام ہے) مردار بہتا ہوا خون۔ سور کا گوشت یا وہ

یا وہ جانور جو اللہ کے۔ واکسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

= اُھِلَّ۔ پکارا گیا اُھِلَّ سے ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔ اُھِلَّ کے معنی نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ پس جس جانور کو بھی اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کیا جائے خواہ وہ غیر مت ہو یا جن یا خبیث رُوح۔ یا پیر پیغمبر یا کوئی مکان یا تھان۔ اور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ اس سے ان کی خوشنودی یا تقرب حاصل ہوگا سو وہ جانور حرام اور مَا اُھِلَّ بِهِ لِخَبَرِ اللہ میں داخل ہوگا خواہ بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے یا نہ۔

اسی طرح وہ جانور بھی جس پر بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے۔ اس زمرہ میں شامل ہے۔ اُھِلَّ لِلہِ۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا۔ (الفراندریہ)

= اِضْطَرَّ۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ اِضْطَرَّ (افتعال) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اضطرار کے معنی ہیں انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنا۔ عام طور پر اس کا استعمال انسان کو کسی ایسی چیز یا ایسے امر پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔

= غَيْرَ بَاغٍ۔ بَاغِ اصل میں بَاغِي تھا۔ مَی ساقط ہو گئی۔ حد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ بَاغِي سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

= عَادٍ۔ زیادتی کرنے والا۔ عَادُو سے جس کے معنی ظلم کرنے اور حد سے بڑھنے کے ہیں اسم فاعل واحد مذکر عَادٍ اصل میں عَادُو تھا۔ واو پہلے یار ہوا۔ پھر گر گیا۔ قاعدہ ہے کہ جو واو اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یا ہو کر گرجاتی ہے۔

۶: ۱۴۶ = هَادُوۃ ماضی جمع مذکر غائب هُوْدُو مصدر (باب نصر) یہودی ہوئے

یعنی جو یہودی ہیں هُوْدُو یہودیوں کی جماعت

= ذِي ظُفْرِ۔ جس کے پنجے ہوں۔ پنجہ والے شکار کرنے والے جانور۔

ظُفْرُ ناخن۔ خواہ انسان کا ہو یا حیوان کا۔ لیکن آیت ہذا میں پنجہ والے شکاری جانور مراد ہیں۔

= الْغَنَمِ۔ اسم جنس۔ بکری۔ بکریاں۔

= شَحُوْمَہُمَا۔ ان دونوں (گائے اور بکری) کی چربی۔ شَحُوْمٌ۔ شَحْمٌ کی جمع ہے

= الْحَوَايَا۔ انتڑیاں۔ آنتیں۔ حَوِيَّةٌ کی جمع

= اِخْتَلَطَ بِعَظْمٍ۔ اَوْ مَا اِخْتَلَطَ بِعَظْمٍ۔ اِی ما لَصِقَ بِالْعِضَامِ مِنَ الشَّحُوْمِ۔ وہ چربی

جو بڈیوں سے چھٹی ہوتی ہو۔

۶: ۱۴۷ = يَزِدُّ مضاف مع مجہول واحد مذکر غائب سَرَّد مصدر (باب نصر) لَا يَزِدُّ نہیں لوٹا یا جائے گا۔

= بِأَسَدٍ - اس کا عذاب - مضاف مضاف الیہ۔

۶: ۱۴۸ = تَخْرُصُونَ مضاف مع جمع مذکر حاضر تَمَّ الْكُلِّيس ماضی ہو۔ تم تجھوٹ بولتے ہو تَخْرُصٌ سے باب نصر۔

۶: ۱۴۹ - الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ - دلیل کامل - الحجة الدلیل - البالغة اسم فاعل۔

واحد مؤنث - پہنچی ہوئی - پہنچنے والی (حقیقت کو پہنچنے والی - انتہا کو پہنچنے والی - دلیل تامہ۔

۶: ۱۵۰ = هَلُمَّ - اسم فعل بمعنى امر - واحد تثنیہ - جمع سب کے لئے آتا ہے تذکیر و تانیث ہر حالت میں هَلُمَّ ہی آتا ہے - لازم بھی ہے متعدی بھی ہے - لاؤ - حاضر کر دو - آؤ - آیہ ہذا میں متعدی استعمال ہوا ہے - اور آیت ۲۲: ۱۸ میں هَلُمَّ اَلَيْنَا لازم استعمال ہوا ہے۔

= يَعْدِلُونَ مضاف مع جمع مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے عدل (ہمسرہ) اور دوس کو بھی بناتے ہیں۔

۶: ۵۱ = تَعَالَوْا - تم آؤ - تَعَالَى سے باب تفاعل امر کا صیغہ جمع - مذکر حاضر - يَعْزِلُونَ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں۔ لہذا جب کوئی شخص دوسرے کو تعال کہہ کر بلاتا ہے تو گویا دعوت کے حصول کی طرف دعوت دیتا ہے قرآن حکیم میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے جیسے تَعَالَوْا اِلَى كَلِمَةٍ (۶۴: ۳) جو بات یکساں تسلیم کی گئی ہے اس کی طرف آؤ۔

اور تَعَالَوْا اِلَى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ (۶۱: ۴) جو حکم خدا نے نازل کیا ہے اس کی طرف رجوع کر دو۔ تعال - هَلُمَّ کے ہم معنی ہے

= اَتْلُ اصل میں اَتْلُو ہے۔ مضاف مع مجزوم واحد متکلم میں پڑھ کر سناؤں۔ تِلَادَةٌ سے (ت

ل و مادہ تِلَادَة (نَصَرَ) کے معنی کسی کے پیچھے پیچھے اس طرح پلنے کے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی اجنبی چیز حائل نہ ہو یہ کہیں تو جسمانی طور ہوتا ہے اور کہیں اس کے احکام کا اتباع کرنے سے۔

اس معنی میں اس کا مصدر تَكْلُو تَلَوْ آتا ہے اور کبھی یہ متابعت کسی قرأت (پڑھنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لئے غور و فکر کرنے کی صورت میں ہوتی ہے اس معنی میں اس کا مصدر تِلَادَةٌ ہے

پہلی مثال وَالْقَمَرِ اِذَا تَلَّاهَا (۲: ۹۱) اور چاند کی قسم جب وہ سورج کا اتباع کرتا ہے۔ اور وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُمْ (۱۱: ۱۷) اور ان کے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اس کی جانب سے ہو۔ یعنی ایسا شاہد

جو اس کی پیروی کرتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔

يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ (۱۱۳: ۲) وہ آیات الہی کی تلاوت کرتے ہیں۔

التِّلَادَةُ۔ بالخصوص خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کے اتباع کو تلاوة کہا جاتا ہے۔
کبھی یہ اتباع ان کے اوامر و نواہی (احکام) ترغیب و ترہیب اور جو کچھ ان سے سمجھا جاسکتا ہے ان کی اتباع کی صورت میں۔ مگر یہ لفظ قرأت (پڑھنے) سے خاص ہے یعنی تلاوت کے اندر قرأت کا مفہوم پایا جاتا ہے مگر قرأت کے اندر تلاوت کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ کسی کا خط پڑھنے کے لئے تَلَوْتُ رُفَعَتَكَ نہیں بولتے۔ بلکہ یہ لفظ صرف قرآن پاک کے کچھ پڑھنے پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

= مَاحَرَمَ دَبَّكُمُ عَلَيْكُمْ۔ جو تمہارے رب نے تمہارے لئے حرام کیا ہے۔ (اس کی تفصیل آیت ہذا اور آیات نمبر ۱۵۱-۱۵۲-۱۵۳ میں دی گئی ہے)

= اِمْلَاقٍ طَبَرِزْنِ اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ مفلس۔ تنگ دست ہونا۔ اَمْلَقَ مفلس ہونا۔
اَمْلَقَ الدَّاهِرُ مَا لَهٗ۔ زمانہ نے اس کے مال کو ہاتھ سے نکال دیا۔ کنکال کر دیا۔
مِنْ اِمْلَاقٍ تَنگدستی کی وجہ سے۔

۱۵۲: ۶ = اَشْدَّكَ۔ اس کی عقل و تمیز اور قوت کا مکمل ہونا۔

اَشْدَّكَ کے معنی ہیں قوت و عقل و تمیز کا مکمل ہونا۔

= اَوْفُوا۔ تم پورا کرو۔ اِيفَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= اَنْكِيْلَ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ غلہ ناپنا۔ صِلْتُ الطَّعَامَ۔ میں نے اسے غلہ ناپ کر دیا۔

كَالَ يَكِيْلٍ كَيْلًا (ضوب) گیموں وغیرہ (اناج غلہ) کی مقدار کو کسی پیمانہ سے ناپنا۔

اِكْتَالَ يَكْتَالُ۔ اِكْتِيَالٌ مِنْهُ وَعَلَيْهِ۔ اپنے لئے ناپنا۔ اَلْمِكْيَالُ۔ ناپنے کا آلہ۔

= بِالْقِسْطِ۔ انصاف و عدل کے ساتھ۔

= تَذَكَّرُوْنَ۔ تم نصیحت پکڑو۔ تم دھیان رکھو۔ تَذَكَّرَ (تَفَعَّلَ) سے مضارع

جمع مذکر حاضر۔

۱۵۳: ۶ = فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ۔ تمہیں تفریق کر دے گی تمہیں جدا جدا کر دے گی۔ اس کا

فاعل السَّبِيلُ ہے (سبیل کی جمع) راستے۔ راہیں۔

ای فتمیل بکہ هذه الطرق المختلفة المضلة عن دينه وطريقه الذي ارتضا

لعباده۔ کہ یہ مختلف اور گمراہ کن راستے تمہیں اللہ کے اس دین اور طریق مستقیم سے ہٹا دیں

جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔

= ذَلِكُمْ وَشُكْرُكُمْ بِهِ - اے امرکہ بابتباعِ دینہ و طریقہ یہ ہے اس کا وہ طریقہ جس کے اہل ان کا وہ تمہیں مکمل دیتا ہے۔

۶: ۱۵۴ = ثُمَّ إِنِّي أَنَا مُوسَى الْكِتَاب - یہاں ثُمَّ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں
۱۔ ثُمَّ - پھر - التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے - یعنی ماقبل سے مابعد کے وقت کے لحاظ سے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے - لیکن بعض دفعہ التراخی فی الزمان کے لئے بھی بولتے ہیں۔
۲۔ لے موقع پر اس کے معنی ہوں گے مزید برآں - اس سے بڑھ کر - ان معنوں میں یہ آیت ۲: ۲۶ میں استعمال ہوا ہے - ارشاد باری ہے - هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَنَاقِبِ الْأَرْضِ مِنْ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ ذَاكَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ ذَاكَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ ذَاكَ سَمَوَاتٍ وَهُوَ ذَاكَ سَمَوَاتٍ
۳۔ واسطے پیدا کیا - اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان مکمل کر دیئے۔
۴۔ یہاں تراخی فی الوقت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ سورۃ والنشاعات ۹: ۲۸ میں آسمان کے پیدا کرنے کے بعد آیت ۲۰ میں فرمایا وَالْأَرْضَ مَعْدًا ذَلِكُمْ دَخَّهَا (۹: ۲۰) اس کے بعد اس نے زمین کو بچھایا۔

لیکن یہ محض لغوی بحث ہے درحقیقت قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا پہلے ذکر ہے اور آسمانوں کی پیدائش کا ذکر بعد میں اور کہیں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ کسی جگہ بھی مقصود کلام یہ نہیں ہے کہ کس کو پہلے بنایا گیا اور کس کو بعد میں - بلکہ موقع محل کے مطابق ہر ایک کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے - (ملاحظہ ہو بیضاوی - ۶: ۱۵۴ - تفہیم القرآن ۹: ۲۰)

ثُمَّ عَاطَفَکُمْ پر ہے - اور اس کا عطف وَشُكْرُکُمْ پر ہے - اور یہ عطف ایک خبر کے بعد دوسری خبر بنانے کے لئے ہے کہ جب اللہ پاک اپنے قول دَاثَ هَذَا صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدحِ تورات پر ثُمَّ کے ذریعہ عطف فرمایا - کہ اب تمہیں یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰؑ کو بھی کتاب دی تھی جو کہ تَمَامًا عَلَی الَّذِی ... الخ تھی۔

= تَمَامًا - پورا کرنا - پورا ہونا - تمام کرنا - تمام ہونا - کسی شے کے تمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکی کہ اب کسی خارجی شے کی اس کو احتیاج نہیں رہی - مکمل - ناقص کی ضد ہے ناقص وہ ہے جو کسی خارجی شے کا محتاج ہو (یہاں پورا ہونا بطور نعمتوں اور نصائح کے ہے)

= عَلَی الَّذِی أَحْسَنَ عَلَی کُلِّ مَن أَحْسَنَ - ہر وہ شخص جو نیک عمل کرے - بھلائی کی روش اختیار کرے۔

۶: ۱۵۵ = وَهَذَا كِتَابٌ - یعنی قرآن حکیم

۱۵۶:۶ = اَنْ تَقُولُوْا۔ اَنْ اَنْزَلْنَاهُ كِي عِلْت ہے یعنی ہم نے اسے نازل فرمایا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو
 = طَائِفَتَيْنِ۔ یعنی یہود اور نصاریٰ۔
 = اِنْ كُنَّا۔ اِنْ ثَقِيْلَه سے مخفف ہے۔ وَ اِنَّهٗ كُنَّا اُوْرِيْہ کہ ہم (ان کے پڑھنے اور پڑھانے
 سے بالکل بے خبر تھے)

= دِهَاسْتِهْد۔ ان کا پڑھنا پڑھانا۔ ان کی تلاوت۔ دِهَاسِي يَدِي مَرَسِي کا مصدر ہے۔
 مضاف ہے۔ هِهْد۔ ضمیر جمع مذکر غائب جو ان کتب کے متعلق ہے جن کا ذکر ابھی ابھی ہوا ہے کہ
 کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی تھی۔ مضاف الیہ ہے
 ۱۵۷:۶ = اَوْ تَقُولُوْا۔ قبل الذکر اَنْ تَقُولُوْا پر عطف ہے ای۔ اَوْ اَنْ تَقُولُوْا۔ یا تم
 یہ نہ کہہ سکو۔

= بَيِّنَةٌ۔ کھلی دلیل۔ واضح دلیل۔ روشن نشانی۔ واحد۔ بَيِّنَاتٌ جمع۔
 = صَدَقَ عَنْهَا۔ صَدَقَ يَصْدِقُ (صَوَّبَ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اُس نے اُس
 منہ پھیر لیا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب راجع الی آیات اللہ۔ صَدَقَ۔ روگردانی کرنا
 منہ موڑنا۔ کترانا۔

۱۵۸:۶ = يَنْظُرُوْنَ۔ نَظَرَ يَنْظُرُ (نَصَرَ) مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ وہ انتظار کرتے ہیں
 وہ دیکھتے ہیں۔

هَلْ يَنْظُرُوْنَ۔ وہ کس کی انتظار کر رہے ہیں اِلَّا اَنْ۔ سوائے اس کے کہ۔ یہاں استفہام انکاری
 بمعنی کہ وہ کسی اور بات کا انتظار نہیں کر رہے بجز اس کے کہ۔
 = الْمَلٰٓئِكَةُ۔ سے مراد موت یا عذاب کے فرشتے ہیں۔

= رَبُّكَ۔ سے مراد اَمْرُ رَبِّكَ بِالْعَذَابِ۔ تیرے رب کا حکم ان کے عذاب کے لئے۔
 = اٰیَاتِ۔ سے مراد اٰیَاتِ قٰہِرَہ ہیں۔

۱۵۹:۶ = فَزَفُّوْا۔ فَزَقَ يَفْزِقُ (تَفْعِيل) انہوں نے ٹکڑے کر دیئے۔ یعنی انہوں
 نے مذہب کے کئی فرقے بنا دیئے۔ ماضی جمع مذکر غائب

= وَكَانُوْا شِيعًا۔ اور ہو گئے کئی گروہ۔ اور گردوہوں میں بٹ گئے۔ شِيعًا جمع ہے شِيعَةٌ
 کی۔ اصل میں شیع کے معنی انتشار اور تقویت کے ہیں۔ اس کا اطلاق واحد تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث
 سب پر ہوتا ہے۔

= لَسْتُ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ۔ تو کسی امر میں بھی ان میں سے نہیں ہے۔ یعنی آپ کا ان سے کوئی

سروکار نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

== يَنْبَغُكُمْ - نَبَاً يَنْبَغِي تَنْبِغًا (تفہیل) وہ بتائے گا۔ وہ خبردار کر دے گا۔ مضارع جمع مذکر غائب
ہم ضمیر جمع مذکر غائب۔

۱۶۱: ۶ == قِيَمًا - صیغہ صفت ہے یا قیام کا مخفف ہے۔ درست۔ ثابت۔ صلاح و بقا کا مدار
احوال دنیا و آخرت کو درست کرنے والا۔ مستقیم۔ مستحکم۔

== حَيِّفًا - تمام باطل راستوں سے ہٹ کر ایک راہ حق اختیار کرنے والا۔
دِينًا قِيَمًا اور مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ دونوں صراط مستقیم کی تعریف ہیں۔ حَيِّفًا ابراہیم کی صفت ہے
يَا دِينًا قِيَمًا۔ (۱) صراط کا بدل محل ہے (۲) ہدائی کا دوسرا مفعول ہے (۳) اس سے فعل
عَرَفْنِي وغیرہ محذوف ہے۔ اور مِلَّةَ اِبْرَاهِيمَ۔ دین کا عطف بیان ہے۔

۱۶۲: ۶ == نُسُكِي - نُسُكٌ عبادت۔ پرستش۔ قربانی۔ النُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں۔
نَاسِكٌ عابد کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ ارکان حج کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔ الْمَنَاسِكُ اعمال حج
ادا کرنے کے مقامات، فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَہْرَجِہِ تم حج کے تمام ارکان پورے ادا کر چکے ہو عبادت کے
معنوں میں آیا ہے یعنی میری عبادت

لسان العرب میں ہے النُّسُكُ وَالنُّسُكُ - الْعِبَادَةُ وَالطَّاعَةُ وَكُلُّ مَا يَتَقَرَّبُ بِهِ
إِلَى اللَّهِ تَعَالَى - یعنی ہر وہ عبادت اور اطاعت اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ ہو
== بِذَلِكَ کا اشارہ مندرجہ بالا اقوال کی طرف ہے جو آیات ۱۶۱ میں مذکور ہوئی ہیں۔

۱۶۳: ۶ == اَلْبَغْيُ - میں تلاش کروں۔ بَغْيًا يَبْغِي (ضرب) بَغْيًا مصدر
== اَلْأَعْيُنُ - مگر اس کا بوجھ (یعنی عمل کا) اس (نفس) پر ہوگا۔ اس کے ذمہ ہوگا۔ وہی اس کا ذمہ وار ہوگا
یعنی کوئی شخص بھی جو عمل کرتا ہے اس کی ذمہ داری اسی کی گردن پر ہوگی۔

== تَزَرُّوْا - وہ بوجھ اٹھاتی ہے یا بوجھ اٹھاوے گی۔ تَزَرَّوْا مصدر (باب ضرب) یعنی بوجھ اٹھانا۔ وَازِرَةٌ
بوجھ اٹھانے والی۔ تَزَرُّوْا بوجھ۔ تَزَرُّوْا بوزن فعیل) بادشاہ کا مددگار۔ حکومت کا بوجھ اٹھانے والا۔
۱۶۵: ۶ == لَيَسْلُوكُمْ - بَلَا يَسْلُوْا - (نَصْر) لام تعلیل کے لئے يَسْلُوْا مضارع واحد مذکر
غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر ماضی۔ تاکہ تم کو آزمائے۔ بَلَاءٌ مصدر۔

== مَا آتَاكُمْ - (وہ نعمت) جو اس نے تم کو دی۔

== سَرِيعُ الْعِقَابِ - سریع۔ سرعت سے کرنے والا۔ فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل صفت
مشبہ کا صیغہ ہے۔ عقاب سزا۔ عقوبت۔ عذاب۔ سزا دینا۔ عَاقِبَ يُعَاقِبُ (مفاعلة) سے

عقوب - عاقبت، و عقاب ٹیلوں الفاظ مذاہب کے لئے مخصوص ہیں

۷۱ سورۃ الاعراف (۳۹)

۱:۷ = الْقَصَص - حروف مقطعات ہیں جن کا علم خدا تعالیٰ کی ذات کو ہے۔
= کِثْبٌ - خبر ہے جس کا مبتدأ محذوف ہے یعنی هُوَ كِتَابٌ - کِثْبٌ سے مراد یہاں القرآن ہے۔

= صَدْرِكَ - تیرا سینہ - صَدْرٌ سے - مضاف - كَ ضمیر واحد مذکر مانسہ - مضاف الیہ - وَاوَدَّ صُدُورٌ - جمع - بعض حکماء کے نزدیک قرآن میں جہاں کہیں قَلْبٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں صرف ظم و نقل کی طرف اشارہ ہے - جیسے فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی لِمَنْ كَانَ لَهُ قَلْبٌ (۵۰: ۳۷) جو شخص دل آگاہ رکھتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے - اور جہاں صَدْر - استعمال ہوا ہے وہاں علم و عقل کے علاوہ شہوت - ہوائے نفس اور غلبہ وغیرہ قوی نفسانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے - چنانچہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِیْ (۲۰: ۲۵) میں نفسانی قوی کی اصلاح کا سوال ہے۔

= حَرْجٌ - تنگی - مضائقہ - شک - گناہ - تنگ - اصل میں حَرْجٌ کے معنی اشیاء کے مجتمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں - اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو بھی حرج کہا جاتا ہے - چنانچہ اور جگہ آیا ہے ثُمَّ لَا يَجِدُ ذٰلِیْنَ اَلْقُسْبِیْمِ حَرْجًا (۴: ۶۵) اور... میری، اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں (نہ محسوس کریں) کبیدہ خاطر نہ ہوں۔

= فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرْجٌ مِّنْهُ - پس نہ چاہئے کہ نہ ہو تیرے سینہ میں کوئی شک یا تنگی خاطر اس سے۔

تقدیر کلام یوں ہے - هٰذَا كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ لِتُبَيِّنَ رَّبِّهِ وَذِكْرٰی لِلْمُؤْمِنِيْنَ
فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرْجٌ مِّنْهُ - یہ کتاب (القرآن) ہے - جو نازل کی گئی ہے تیری طرف تاکہ تو ڈرائے (لوگوں کو) اس (کی نواہی سے) پرہیز نہ کرنے کی عاقبت، سے اور یہ ایک نصیحت ہے مومنوں کے لئے - پس چاہئے کہ تیرے سینہ میں اس (کی تبلیغ) کے متعلق کوئی تنگی و شک و شبہ نہ ہو۔
یعنی آپ بلا جھجک اور بے دھڑک اس کی تبلیغ فرمادیں - مخالفین کی تکذیب اور تنقید کا کوئی ڈر دل میں نہ رکھیں - کیونکہ تیرے اللہ کی طرف سے یہ حق و صداقت پر مبنی کتاب ہے۔

= ذِکْرُی - نصیحت کرنا بہت ذکر کرنا - یاد - پند و نصیحت - موعظت - ذِکْرٌ کَرِیْمٌ (نَصْر) کا مصدر ہے - کثرت ذکر کے لئے ذِکْرُی بولا جاتا ہے - یہ ذکر سے زیادہ بلوغ ہے -
ذِکْرُی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں -

۱۔ یہ بحالت نصب ہے اضماع فعل کے ساتھ ای لِتُذِّنْ رَبِّہٖ وَتُذْکِرُنَّ کَبِیْرًا - اس صوت میں الذِکْرُی معنی التذکرہ ہے

۲۔ یہ بحالت رفع ہے - اور اس کا عطف کِثْبٌ پر ہے - ای هُوَ کِثْبٌ وَذِکْرُی لِّلْمُؤْمِنِیْنَ -
۳۔ یہ بحالت جر ہے - والعطف علی محل لِتُذِّنْ رَیْیَ لِّلْاِذْنِ اِیْ ذِکْرُی دُرْلے کے لئے اور نصیحت کے لئے -

۴۔ ۳ = اِتَّبِعُوْا - تم پیروی کرو - اِتَّبَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر -
اس کی دو صورتیں ہیں -

۱۔ اس سے قبل لفظ قُلْ محذوف ہے - کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ دے لوگوں سے -
۲۔ یہ بلا واسطہ لوگوں سے خطاب ہے -

= وَلَا تَتَّبِعُوْا - فعل نہیں جمع مذکر حاضر - یعنی لَا تَتَّخِذُوْا - تم مت بناؤ - تم مت پیرویو لَا تَتَّبِعُوْا سے مراد لَا تَقُولُوْا ہے - تم مت کہو -

= قَلِیْلًا مَّا تَذْکُرُوْنَ - تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو - یہ قلت قلت زمانی بھی ہو سکتی ہے یعنی قلیل عرصہ کے لئے نصیحت پکڑتے ہو اور پھر فراموش کر دیتے ہو - مَّا عَمَلًا زَائِدٌ ہے لیکن قلت کی تاکید کرتا ہے -

۷ : ۴ = کَمْ - سوالیہ استفہام کے لئے آتا ہے - کتنی دیر - کتنی مقدار - کتنی تعداد - کتنی مدت - اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منسوب ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے مثلاً کَمْ دِرْہَمًا عِنْدَکَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں - کبھی محذوف ہوتی ہے مثلاً کَمْ لَبِثْتَ - یعنی کَمْ زَمَانًا لَبِثْتَ - تو کتنی مدت ٹھہرا -
۱۔ خبر یہ - جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ - میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا - کبھی اس صورت میں اس کی تمیز پر میں جارہ : اخل ہوتا ہے جیسے کَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَھْلَکْنَاھا - (آیت ہذا) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں -

= بَیِّنَاتٌ - الْبَیِّنَاتُ وَالْبَیِّنَاتُ - رات کے وقت دشمن پر حملہ کرنا - شجھون مارنا - آیت ہذا - بَیِّنَاتٌ رَّہْمَ قَائِلُوْنَ رات کے وقت جب وہ سو رہے تھے یا دن کو جب وہ قیلو (دوپہر کا سونا) آرام کرنا

کر رہے تھے۔ بَيَّتَ يَبِيَّتَ بَيِّتَ (تفعیل) رات کو مشورہ کرنا۔ بَيَّتَ طَائِفَةً مِّنْهُمْ (۴۱: ۸۱) ان میں بعض لوگ مشورہ کرتے ہیں۔ بَاتَ يَبِيَّتَ (ضرب) رات گزارنا۔ رات ہونا۔
 = قَاتِلُونَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ قَتَلُوا۔ مصدر۔ دوپہر میں سونے والے، دوپہر کو آرام کرنے والے۔ آہ بڑا میں سونا مراد ہے۔

۷: ۷ = فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ۔ لَنَسْأَلَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیدہ سو ہم ضرور پوچھیں گے۔ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ۔ ان لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے (کہ انہوں نے رسولوں کا کہاں تک اتباع کیا۔

= الْمُرْسَلِينَ۔ رسولوں سے کہ انہوں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا)
 ۷: ۸ = فَلَنَقْصُرَ عَنْهُمْ۔ نَقْصُرَ۔ مضارع جمع متکلم لام تاکید بانون ثقیدہ۔ قَصَّ يَقْصُرُ۔ (نصَرَ عَلٰی کسی سے کوئی بات بیان کرنا۔

= يَعْلَمُ۔ اپنے علم کی بناء پر (یعنی ان کے احوال ظاہر و باطنہ اور ان کے اقوال و افعال کے متعلق خدا کے علم محیط کی بناء پر)
 = هُنَّ کی ضمیر رسل اور مرسل الیہم کی طرف راجع ہے۔
 = وَمَا كُنَّا بِبَيِّنٍ۔ غیر حاضر۔ غائب ہونے والے۔ اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔ (ان کے قول و فعل کے وقت) ہم بے خبر نہ تھے۔

۷: ۸ = الْوِزْنُ۔ (توڑنا) یعنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنا۔
 وَزَنَ يَزِنُ۔ (ضرب) کا مصدر ہے۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو۔ یا ترازو کے ذریعہ معین کی جاتی ہے۔ وَاقِمُْوا الْوِزْنَ بِالْقِسْطِ (۵۵: ۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔

= الْحَقُّ۔ حق۔ برحق۔
 الْوِزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
 (۱) الْوِزْنُ موصوف۔ الْحَقُّ صفت۔ صفت موصوف مل کر مبتدا۔ يَوْمَئِذٍ خبر۔ (يَوْمَئِذٍ اصل میں جملہ محدث یَوْمَ یَسْأَلُ اللّٰهُ الْأُمَمَ وَرُسُلَهُمْ کی جگہ آیا ہے)
 (۲) الْوِزْنُ۔ مبتدا۔ اور الْحَقُّ خبر۔ يَوْمَئِذٍ متعلق خبر۔ پہلی صورت میں معنی ہوں گے۔ جس دن رسل اور مرسل الیہم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اس دن پورا پورا تول تولا جائے گا۔
 دوسری صورت میں معنی ہوں گے اور اس دن (اعمال کا) تولنا برحق ہے۔

== مَوَازِينُهُ - اسم آکر - میزان کی جمع - یا اسم مفعول مَوَازُونُ کی جمع ہے - وزن کرنے کا آلہ یعنی ترازو - یا وزن کئے جانے والے افعال -

۹: ۷ = خَسِرُوا (باب سمع) خُسْرَانٌ مصدر - خَسِرُوا انْفُسَهُمْ - انہوں نے اپنی جانوں کو گھائے میں ڈالا -

== بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ - اِی بَكْنَ بُوُنَ - جھٹلاتے تھے - یا بے انصافی کیا کرتے تھے

۱۰: ۷ = مَكَّنْكُمْ - ماضی جمع متکلم - تَمْكِيْنٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر - ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا - ہم نے ان کو با اقتدار بنایا - ہم نے ان کو آباد کیا -

== مَعَالِشٍ - مَعِيشَةٍ کی جمع - سامان زندگی - زندہ رہنے کے اسباب -

۱۱: ۷ = صَرَّفْنَاكُمْ - ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر صَوَّرَ يُصَوِّرُ (باب تفعیل) تمہاری شکل و صورت بنائی -

یہاں خطاب تو حاضرین کو ہے لیکن مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یعنی ہم نے آدم کو پیدا کیا اس کو اچھی صورت بخشی اور پھر فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا -

یہ اسلوب بیان قرآن میں عام ہے مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم عصر یہودیوں کو فرمایا گیا وَ اِذْ نَجَّيْنَاكُمْ مِّنْ اِلٰ قُرْعَوٰتٍ (۲۹: ۲۱) اور یاد کرد اس وقت کو جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دلائی - اس میں حالانکہ خطاب رسول اکرم کے زمانہ کے یہودیوں سے ہے لیکن مراد ان کے اسلاف ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہو گزرے تھے

۱۲: ۷ = طِينٍ - گارہ خاک - مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ -

۱۳: ۷ = فَاهْبِطْ مِنْهَا - امر واحد مذکر حاضر - تَوَاتَرَجَا - هَبَطَ يَهْبِطُ (ضوب) اترنا - هَبُوطٌ - مصدر - ہٹا ضمیر واحد مؤنث غائب - اس سے مراد یا تو جنت ہے یا آسمان سے زمین کی طرف مراد ہبوط - بلندی سے پستی کی طرف ذلت و خواری کی صورت میں نیچے آنے کو کہتے ہیں یہاں یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہماری بارگاہ سے دفع ہو جاؤ -

== فَمَا يَكُونُ لَكَ - یہ تیرے لئے درست نہیں ہے - تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے - اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا - کہ تو تکبر و زور کرے اس جگہ - (جنت یا سماں یا بارگاہ خداوندی میں) یعنی تیرا کوئی حق نہیں کہ تکبر کرے اور پھر بھی تو یہاں ہے -

== الصَّغِيرَيْنِ - ذیل - بے عزت لوگ -

۱۴: ۷ = اَلْطَّرِيقُ - تو مجھ کو مہلت دے - اَلْطَّرِيقُ (اَفْعَالٌ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر

حاضر۔ ن وقایہ۔ ی ضمیر واحد متکلم۔

= یُبْعَثُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ بَعَثَ یَبْعَثُ (فتح) وہ (یعنی لوگ) اٹھائے جاویں گے۔
یوم قیامت۔

۱۵:۱۰ = الْمُنْظَرِیْنَ۔ اسم مفعول جمع۔ مُنْظَرٌ واحد۔ انْظَرُ۔ مصدر۔ باب افعال جن کو مہلت دی گئی۔ مہلت یافتہ۔ ڈھیل دیے ہوئے۔

۱۶:۷ = فَبِمَا۔ ب اس میں سبب ہے۔

= اَعْوَيْتَنِي۔ اِعْوَاءُ (افعال) سے۔ اَعْوَى یُعْوِي اِعْوَاءُ۔ عَنِي اور عَوَى کے معنی ہیں بہک جانا۔ گمراہ ہونا۔ لعنتی ہونا۔ برباد ہونا۔ ناکام و نامراد ہونا۔ خائب و خاسر ہونا۔ زندگی خراب ہونا۔ باب افعال سے۔ بہکانا۔ گمراہ کرنا۔ برباد کرنا۔ خائب و خاسر کرنا۔ زندگی خراب کرنا یا گمراہی کی سزا دینا۔ یعنی سزاؤ گمراہ کرنا۔ جیسے اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيدُ اَنْ يُغْوِيَكُمْ (۳۴:۱۱) اگر خدا یہ چاہے کہ تمہیں تمہاری گمراہی کی سزا دے۔

۱۔ غوار کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو ایسا حکم دینا کہ جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس آیت میں یہ آخری دو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حکم پر سجدہ نہ کرنے کی سزا میں ابلیس کو جنت سے (یا درگاہ سے) نکل جانے کا حکم دیا تھا۔
یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کی حکم عدولی اس کی گمراہی کا سبب بن گئی۔ سو فَبِمَا اَعْوَيْتَنِي کا ترجمہ ہو گا۔

بدیں وجہ کہ میری حکم عدولی پر تو نے سزاؤ راہ مستقیم سے مجھے دور کر دیا ہے
= لَا قُعْدَنَ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیدہ صیغہ واحد متکلم۔ قَعَدَ یَقْعُدُ (نصر) قُعُودٌ سے میں ضرور بیٹھوں گا۔ میں تاک میں بیٹھوں گا۔

= صِرَاطَكَ۔ تیرا راستہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صِرَاطُكَ اِیْ عَلٰی صِرَاطِكَ تیرے راستہ پر۔

= لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ تیرے سیدھے راستہ سے ان کو گمراہ کرنے کے لئے میں ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔

۱۷:۷ = لَا تَتَّبِعْهُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیدہ صیغہ واحد متکلم۔ میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (ان کو بہکانے کے لئے)۔

۱۸:۷ = مَذْمُومًا۔ حقارت کیا ہوا۔ ذلیل۔ ذَامَّةٌ (باب تفعیل) اِیْ عَابَدَ وَحَقَّرَ

وطردہ - عیب لگانا - ذلیل کرنا - دھتکارنا - ذامہ - ذِیمًا وَذَامًا (ضرب) عیب لگانا - مذمت کرنا
 = مَذْحُورًا - دَحْرَیْدًا حَرًّا دَحْرًا وَدَحْرًا (فتح) دھتکارنا - دور کرنا - ہٹانا - مَذْحُورًا -
 مردود - دھتکارا ہوا - راندہ ہوا - قرآن میں آیا ہے وَیُقَذَّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُورًا (۹۸:۳۷)
 اور وہ ہر طرف سے دھتکار کر نکال دیے جاتے ہیں

= لَا مَلَكُوتَ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ - میں ضرور بھر دوں گا - مَلَأْتُ سے (باب فتح)
 جس کے معنی بھرنے اور پر کرنے کے ہیں - الْمَلَأْتُ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری
 حسن اور جمال اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے - قرآن میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَأِ مِنْ
 بَنِي إِسْرَءِیْلَ (۲۴۶:۲۱) مہلّا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا - اور دَقَالَ
 الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ (۲۷:۷) اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے -

اور کہتے ہیں خُلِدَتْ مَلَأُ الْعُیُونِ - یعنی سب اسے عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں - گویا اس نے
 ان کی نظروں کو اپنے جلوے سے بھر دیا ہے - الْمَلَأُ کسی چیز کی اتنی مقدار کہ برتن کو بھر دے - قرآن
 میں ہے - فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلُّ الدَّرَنِ ذَهَبًا وَلَیُؤْتَدِیْ بِهِ - (۹۱:۳۱) سو
 ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائے گا - اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کو دینا بھی چاہے -
 = مِنْكُمْ - ای منك و منهم - مخاطب کی ضمیر غالب آئی ہے -

۲۰: ۷ = لَیُبْدِیْ لَهُمَا - لام عاقبت کے لئے ہے - یعنی شیطان نے ان کے دلوں میں دوسو
 اندازی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی لباس اتار دیا گیا - اور وہ اپنے آپ کو برہنہ دیکھنے لگے -
 یُبْدِیْ مضارع واحد مذکر غائب - ابْدَأْتُ (افعال) مصدر کہ ظاہر کر دے - کھول دے - نمایاں
 کر دے - بَدَأْتُ مادہ -

= دُورِیْ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب وَارِیْ یُورِیْ مَوَادَّ (مفاسلہ) روی مادہ -
 وہ چھپایا گیا - وہ پوشیدہ رکھا گیا -

= سَوَاتِهِمَا - مضاف مضاف الیه - ان دونوں کی شرمگاہیں - سَوَاءٌ کی جمع ہے -
 = لَیُبْدِیْ لَهُمَا مَا دُورِیْ عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِهِمَا - یہ بھی شیطان کے دوسو ڈالنے کی
 غرض و غایت ہے - یعنی ان دونوں کی شرمگاہوں کے وہ حصے جو ڈھانپ کر ان سے چھپاتے گئے
 تھے ان پر بے پردہ کر دے - (کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر دونوں اس کے دھوکہ میں آگئے تو نتیجتاً وہ
 بے پردہ ہو جائیں گے)

= مَا تَهْلِكُمَا مِنْ مَّافِیْ مَا نَفَعِیْ کے ہے نہیں منع کیا تھا اس نے تم دونوں کو -

== عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ. یعنی عن الاكل من هذه الشجرة اس درخت کا پھل کھانے سے۔

۲۱: ۷ = وَقَاسَمَهُمَا انْ كے سامنے قسم اٹھائی۔

۲۲: ۷ = فَذَلُّهُمَا بِغُرُورٍ۔ ان دونوں کو ڈھلایا۔ ان دونوں کو نیچے ڈال دیا۔ ان دونوں کو کھینچ لیا۔ ان دونوں کو نیچے گرا دیا۔ ذَلًی تَذْلِيَّةٌ (تفیل) سے جس کے معنی کسی کو جیل سے کام میں لگا دینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَذْلِيَّةٌ اِذْ لَآءَالِدَ لُو سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی ڈول ڈالنے کے ہیں اسی مناسبت سے نیچے ڈال دینے اور کھینچ لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
بِغُرُورٍ۔ غرور۔ دھوکہ۔ فریب۔ جھوٹی امید۔ لالچ۔

= مَكَاتٍ۔ ظاہر ہو گئی۔ مَكَاتٍ اور مَكَاتٍ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

= طَفِقًا۔ وہ دونوں لگے۔ (اس کام کو جو آگے مذکور ہے) طَفِقَ (سمع) کَاذ کی طرح افعال مقاربت میں سے ہے۔ جس طرح کَاذ کی خبر مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے اسی طرح طَفِقَ کی خبر بھی مضارع ہوتی ہے۔ اور بغیر اَنْ کے آتی ہے۔ جیسے يَكَاذُ الْبَرْقُ يَخْطِفُ الْبَصَارَهُمْ (۲۰: ۲) برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نے ان کی بینائی لے لی۔

اور طَفِقَ کی مثال آیت ہذا۔ طَفِقًا يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ ذَرْقِ الْجَنَّةِ۔ اور چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے۔

= يَخْصِفْنَ مضارع تنزیہ مذکر غائب خَصَفَ مصدر (باب ضرب) وہ دونوں چپکانے لگے۔

۲۴: ۷ = اهْبِطُوا۔ تم سب اترو۔ هَبْطُ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نیچے اترنا۔ ہبوط آدم۔ حضرت آدم کا جنت سے زمین پر اترنا۔

= مُسْتَقَرٌّ۔ ظرف مکان۔ استقرار (استفعال) مصدر۔ قرار گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد۔ اَمْتَعَةٌ جمع۔ معین وقت تک فائدہ اٹھانا۔ سامان جو کام میں آتا ہے جس کے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔

= اِلَى حِينٍ۔ ایک وقت تک۔

۲۶: ۷ = اَنْزَلْنَا۔ کالغوی معنی ہے اوپر سے نیچے آنا۔ جیسے اَنْزَلْنَا الْمَاءَ ہم نے پانی ربارش

کی سورت میں، نازل کیا۔ انسانی ضروریات زندگی کو بہم پہنچانے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر ارضی چیزیں تدبیرات سماویہ سے ظہور میں آتی ہیں۔ مثلاً یہی لباس کہ کپاس سے تیار ہوتا ہے جو اپنی نشوونما کے لئے پانی کی محتاج ہے جو اوپر سے برستا ہے۔ اسی طرح

آیہ ہے وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ (۶: ۳۹) اور اس نے تمہارے لئے چوپائے (مولیشی) بھیجے یا نازل کئے۔ پیدا کئے۔

= رِيْشَاطٌ - باعث زینت - رِيْشٌ - رونق - لباس زینت - رِيْشٌ اصل میں پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں۔ اور اس کا واحد رِيْشَةٌ ہے۔ اور چونکہ پرندوں کی پروں سے رونق ہے اور وہ ان کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے انسان کے لئے کپڑے۔ اس لئے اس کا استعمال بطور استعارہ رونق - زیب و زینت اور کپڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ رِيْشًا صفت بھی ہو سکتا ہے لِبَاسًا کی جو اس سے قبل محذوف ہے = وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

یہ نیا جملہ ہے لِبَاسُ التَّقْوَىٰ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اور ذَٰلِكَ خَيْرٌ - خبر گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوَىٰ هُوَ خَيْرٌ بعض نے لِبَاسُ التَّقْوَىٰ کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس کو لِبَاسًا پر عطف لیا ہے۔ لیکن جمہور اول الذکر کی طرف گئے ہیں۔ لِبَاسُ التَّقْوَىٰ سے مختلف علما نے مختلف معانی لئے ہیں۔ مثلاً لباس الحرب - (دُھال - زرہ وغیرہ) خشية الله - الايمان - السمت الحسن - عمل صالح - الحیا، وغیرہ۔

= ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ میں ذَٰلِكَ کا اشارہ انزال اللباس کی طرف ہے۔ اور آیات سے مراد اللہ کی نعمتیں۔ اس کا فضل و کرم بھی ہو سکتا ہے۔ اور نشانیاں بھی۔

= لَعَلَّكُمْ يَذَكَّرُونَ - تاکہ وہ (انسان) نصیحت پکڑیں۔

۲۷: ۷ = لَا يَفْتِنَنَّكُمْ - مضارع منفی بانون ثقیلہ - فَاتَنَ يَفْتِنُ (ضَوْبٌ) سے صیغہ واحد مذکر غائب - تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دے۔ تمہیں گمراہ نہ کر دے۔

= يَنْزِعُ - مضارع واحد مذکر غائب نَزَعَ مصدر (باب ضرب) اتر وادیا۔ بمعنی ماضی۔

= لِيُرِيَهُمَا - مضارع منصوب - إِدَاءَةٌ سے - هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ۔ تاکہ وہ ان دونوں کو دکھائے۔

= يَنْزِعُهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاءٌ تَرِيَهُمَا - حال ہے ابَوَيْكُم سے۔

= إِنَّهُ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب شَيْطَان کی طرف راجع ہے۔

= قَبِيلُهُ - اس کا قبیلہ - اس کی جماعت - اس کا گروہ۔

۲۸: ۷ = فَاحْشَةٌ - اسم - حد سے بڑھی ہوئی بدی - ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے ہر وہ چیز جس کی ممانعت اللہ نے کر دی ہے۔ مثلاً برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا۔ جس کی یہاں ان

آیات میں مذمت کی گئی ہے۔ زنا وغیرہ۔

۲۹: ۷ = بِالْقِسْطِ - بالعدل وھو الوسط من كل امرٍ - قسط سے مراد عدل یعنی ہر کام میں درمیانی راستہ اختیار کرنا نہ اس میں افراط ہو نہ تفریط۔

= وَأَقِيمُوا دُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی تقدیر یوں ہے قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَقَالَ أَقِيمُوا دُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الخازن) تو کہہ دے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے رب نے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے اپنے چہرے سیدھے کرو (قبلہ کی طرف) ہر نماز کے وقت۔

= أَقِيمُوا - اقامۃ الشئ اعطاء الشئ حقہ و توفیتہ شروطہ - یعنی کسی چیز کو کما حقہ اس کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے ادا کرنا۔ أَقِيمُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم قائم کرو۔ تم درست کرو۔ اقامۃ (باب افعال) سے بمعنی قائم کرنا۔ درست رکھنا۔

= دُجُوهَكُمْ - تمہارے چہرے۔ الوجہ سے مراد دلی توجہ اور نیت صحیحہ بھی مراد ہو سکتی ہے = مَسْجِدٍ - اسم ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی ہے۔ سو اس کا معنی وقت نماز بھی ہو سکتا ہے اور مسجد اور ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے۔

= بَدَأَ - اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتداء کی (باب فتح) بَدَأَ - يَبْدَأُ - كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ (۲۹: ۲۰) اس نے کیسے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

= تَعَوَّذُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَادَ يَعُوذُ عَوْدًا (باب نصر) الْعَوْدُ - کسی کام کو ابتداء کرنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف پلٹنے کو عَوْدٌ کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ پہلے ابتداء ہو یا قول و غم سے۔ جیسے دَلُّوا ذُو الْعَادُونَ لِمَا نَهَوْا عَنْهُ (۲۸: ۶) اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی کرنے لگیں۔ اور اَوَلْتَعَوَّذُونَ فِي مِلَّتِنَا (۸۸: ۷) یا تم ہمارے مذہب میں آ جاؤ۔

= تَعَوَّذُونَ - تم پھر آؤ گے۔ تم پھر لوٹو گے۔

= كَمَا بَدَأَكُمْ تَعَوَّذُونَ - جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم لوٹو گے۔

۳۰: ۷ = كَمَا بَدَأَكُمْ تَعَوَّذُونَ - فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ - (جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم اس کی طرف لوٹو گے ایک گروہ کو تو اللہ نے ہدایت دیدی اور ایک گروہ ہے کہ جس پر گمراہی واجب ہو گئی۔) اس کے معانی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ کیا ننگے پیدا ہوئے تھے تو ننگے ہی اٹھائے جائیں گے۔ یا جس بنا پر کسی کی خلقت

ہوئی تھی اسی پر اس کی واپسی ہوگی۔ یا جیسا قرآن میں ہے: **هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ** (۲: ۶۴) کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو تو من پیدا کیا اور کسی کو کافر۔ اور پھر ایسا ہی اٹھائے گا جیسا کہ پیدا کیا۔ (ابن کثیر)

۳۱: ۷ = **زِينَتِكُمْ**۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری زینت۔ یہاں زینت سے مراد لباس ہے
 = **لَا تُسْرِفُوا**۔ تم اسراف نہ کرو۔ حد سے نہ بڑھ جاؤ۔ تم بیجا خرچ نہ کرو۔
 ۳۲: ۷ = **مَنْ كَسْنِي**۔

= **أَخْرَجَ**۔ یہاں بمعنی اس نے پیدا کی۔

= **خَالِصَةً**۔ خاص کر۔ صرف (انہی کے لئے روز قیامت کو)

۳۴: ۷ = **أَجَلٌ**۔ مدت مقررہ۔ مقررہ وقت۔ (عذاب کے نازل ہونے کا)

موت کو بھی اجل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا وقت بھی مقرر ہے

= **لَا يَسْتَأْخِرُونَ**۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ دیر نہیں کر سکتے۔ وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

= **لَا يَسْتَقْدِرُونَ**۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ پہلے نہیں ہو سکتے (باب استفعال)

۳۵: ۷ = **إِمَّا أَوْ**۔ یا۔ خواہ۔ جیسے **إِمَّا أَنْ تُخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا** (۸۶: ۱۸) خواہ ان کو عذاب دے خواہ ان سے حسن سلوک کر۔ آیت ہذا میں بمعنی اگر استعمال ہوا ہے نیز ملاحظہ ہو

۳۷: ۷ = **يَنَالُهُمْ**۔ مضارع واحد مذکر غائب **هُمْ** ضمیر جمع مذکر غائب۔ **نِيلٌ**۔ مصدر (باب سمع) پہنچ جائے گا۔ پہنچتا رہیگا۔

= **نَصِيبُهُمْ**۔ ان کا حصہ۔ یعنی خوراک۔ عمر۔ صحت۔ بیماری۔ اچھا یا برا کام کرنے کے مواقع گناہ کرنے یا توبہ کرنے کے مواقع۔ وغیرہ وغیرہ۔

= **مِنَ الْكِتَابِ**۔ (جوان کی قسمت میں) لکھا ہوا ہے۔ **الْكِتَابِ**۔ نوشتہ تقدیر۔
 = **حَتَّىٰ إِذَا**۔ یہاں تک کہ جب۔

= **يَتَوَخَّوْنَهُمْ**۔ مضارع جمع مذکر غائب **هُمْ** ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔

یہ ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو زندگی میں اللہ تعالیٰ کے خلاف جھوٹی بہتان بازی کرتے تھے اور اس کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ **يَتَوَخَّوْنَ** حال ہے **دُسَلْنَا** سے یعنی در آنحالیکہ وہ

(یعنی اللہ کے فرستادہ فرشتے) ان کی روحیں قبض کر رہے ہوں گے۔ یا قبض کریں گے۔ وہ جان نکالتے ہیں یا نکالیں گے۔ یا ان کی جان لینے کے لئے يَتَوَفَّوْنَ رَبَّاب (تفعیل)
= قَالُوا۔ اِذَا کا جواب۔

= اَيْنَمَا۔ یہاں۔ اَيْنَ (کہاں۔ ظرف مکان) اور مَا موصولہ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔
تقدیر کلام یوں ہے۔ اَيْنَ الْاِلهَةِ الَّتِي كُنْتُمْ تَدْعُوْنَهَا۔ اِی تَعْبُدُوْنَهَا۔ کہاں
ہیں وہ جن کو تم مبود پجارتے تھے (اللہ کے سوا)۔ اَيْنَمَا۔ یعنی جہاں کہیں جس طرف۔
اَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ (۴۸: ۴) جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تم کو آ لے گی۔
= ضَلُّوْا عَنَّا۔ ہم کو چھوڑ گئے۔ ہم سے گم ہو گئے ہیں۔

۴۸: ۴ = لَعَنْتُ اُخْتَهَا۔ لَعَنْتُ۔ یعنی لعنت بھیجے گی۔ یعنی وہ جماعت جو نئی جہنم میں داخل ہو رہی
ہو گی) اُخْتَهَا۔ اپنی بہن پر یعنی اپنی جیسی جماعت پر جو اس سے قبل جہنم میں داخل ہو چکی ہو گی۔ اپنی جیسی
سے مراد یہ کہ جس پاداش میں دونوں جہنم میں پہنچی ہیں یعنی مشرکین کی جماعت مشرکین پر۔ یہودی کی جماعت
یہودی پر۔ وغیرہ وغیرہ)

= اِذَا رَكُوزًا۔ تَدَارَكَ يَتَدَارَكَ (تفاعل) تَدَارَكَ کے تَدَارَكَ کو دال میں ادغام کر کے شروع
میں ہمزہ وصل لائے اِذَا رَكَ ہو گیا۔ اِذَا رَكُوزًا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَدَارَكَ سے۔
التَّارَكَ اور التَّارُج کے ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن التَّارُج کا لفظ اوپر چڑھنے کے اعتبار
سے بولا جاتا ہے اور التَّارَكَ کا لفظ نیچے اترنے کے لحاظ سے۔ اسی لئے درجات الجنة اور
درجات النار کا محاورہ ہے۔ قرآن میں ہے وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ (۲۵: ۲) اور بعض
کو بلند درجات سے نوازا۔ يٰۤاَيُّهَا الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرَكِ الذِّسْقِلِ مِنَ النَّارِ (۱۴۵: ۴)
بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے۔

سمندر کی گہرائی کی تہ کو اور اس رسی کو جس کے ساتھ پانی تک پہنچنے کے لئے دوسری رسی ملائی
جائے۔ اس کو بھی درک کہتے ہیں۔ یادہ رسی جو بڑی رسی سے باندھی جائے یا وہ رسی جو ڈول کے کندھے
سے باندھی جائے۔ درک کہلاتی ہے۔ اس لئے یکے بعد دیگرے ایک چیز کے کسی دوسری چیز سے ملنے کو
(تاکہ غایت کو پہنچ سکے) ادراک کہتے ہیں۔ اسی طرح پیہم کوششوں سے کسی حقیقت کے پالینے کو
بھی ادراک کہتے ہیں۔

پس تدارک کے معنی پے در پے ایک دوسرے سے ملنے کے ہیں۔ عربی محاورہ ہے تَدَارَكَ
الْقَوْمُ قوم کے فرد ایک دوسرے سے جا ملے۔ (ہلاک ہو گئے) آیت ہذا میں اِذَا رَكُوزًا سے مراد یہی ہے

کہ جب ان کی جماعتیں ایک دوسرے سے ملتی ملتی ختم ہو جائیں گی۔ یعنی جب سب امتیں اس میں (دوزخ میں) یکے بعد دیگرے جمع ہو جائیں گی۔

= اٰخِرُہُمْ - ان میں کی آخری - یا پچھلی - یا دوسری - اٰخِرُ اور اٰخِرُ کی مَوْنَت -

= اَوَّلُہُمْ - ان کی پہلی - اگلی - اَوَّلُ کا مَوْنَت -

= قَالَتْ اٰخِرُہُمْ لِاَوَّلُہُمْ - کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں -

۱ - سب سے آخری امت (دوزخ میں داخل ہوگی) اپنے سے پہلی امتوں کو کہیں گی !

۲ - (دوزخ میں) ہر چھپے آنے والی امت اپنے سے پہلے والی امت کو کہے گی !

۳ - جو امت زمانہ کے لحاظ سے بعد میں آئی تھی - وہ اپنے سے پہلی امت کو کہے گی - کیونکہ یہ پہلی امت

تھی جو اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے گمراہی کے دین کو چھوڑ گئی تھی (دنیا میں)

۴ - یا مرتبہ کے لحاظ سے آخری امت وہ ہوگی جو تابعین کی جماعت تھی - اور اولیٰ وہ جماعت ہو گئی جو کہ

قائدین کی جماعت تھی - لہذا تابعین قائدین کو کہیں گے -

۳۶:۷ = کُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ہ جو تم کما یا کرتے تھے - جو تم کماتے ہے تھے -

۴۰:۷ = يَلِجْ - وَ لِجْ يَلِجْ سے مضارع منصوب واحد مذکر غائب - وُجُوْجٌ مصدر - داخل

ہو جائے -

= سَمِ الْخِيَاطِ - مضاف مضاف الیہ - سم - ناکہ - سوراخ - خياط - سوزن - سوئی - سم الخياط

سوئی کا ناکہ -

۴۱:۷ = مِهَادٌ - بچھونا - ٹھکانہ - قرار گاہ - مَهْدٌ گہوارہ - پالنا - زمین - مَهْدٌ مصدر

(باب نصر) بچھانا - اختیار کرنا - کام کرنا - تمہید - کام کو ہموار کرنا - عذر سنا - عذر قبول کرنا

= غَوَاشٍ - غَوَاشِيَةٌ کی جمع - اصل میں غَوَاشِيٌ تھا - حالتِ رفع کے سبب ی کو ساقط کر دیا

گیا - معنی آگ کے برے - ہر طرف سے ڈھانک لینے والی آگ -

۴۳:۷ = نَزَعْنَا - ماضی معروف - جمع منکلم - نَزَعَ مصدر - (باب فتح) ہم نکال دیں گے

چھین لیں گے - ملاحظہ ہو آیت ۲۷:۷

= غِلٌّ - اسم فعل - دلی کدورت - قلبی عداوت - غِلٌّ يَغِلُّ (باب ضرب) کینہ سے سیر

کا پرہونا - غِلًّا وَغِلِيًّا مصدر غِلٌّ يَغِلُّ غُلُوًّا - دھوکہ دینا -

= نَحْتِمُ - ان کے نیچے - تَحْتَ قُصُورِهِمْ - ان کے محلوں کے نیچے - یا ان کے حکم پر -

یعنی نہریں ان کے حکم پر چلیں گی - فرعون نے کہا تھا - وَ هٰذِهِ اَلَانْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِیْ

(۵۲:۴۳) بیضادی نے اس کے معنی لکھے ہیں۔ تحت قصری - تحت امری - اوبین میدی -

= نُوْدُوْا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب - نِدَاءٌ مصدر - باب مفاعلة - ان کو پکارا جائیگا۔
(ماضی بمعنی مستقبل)

= اُدْرِثُمُوْهُمَا - تم اس کے وارث بنائے گئے۔ تمہیں وہ میراث میں دی گئی۔ واؤ اشباع کا ہے۔ اصل میں صیغہ اُدْرِثْتُمْ ہے جو اِیْرَآثُ (افعال) سے ہے۔

۷: ۴۴ = نَادَى - ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ - صدر (باب مفاعلة) اس نے پکارا یہاں ماضی بمعنی مضارع ہے۔

= اَذِنَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے پکارا۔ اَلْاَذِنُ سے مشتق ہے۔ اَذِنَ بمعنی کان - استعارہ کے طور پر وہ شخص جو ہر ایک کی بات سن کر اسے مان لیتا ہے جیسے قرآن میں ہے وَیَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذِنُ (۶۱: ۹) اور کہتے ہیں کہ وہ نرا کان ہے یعنی ہر ایک کی بات سن کر مان لیتا ہے۔

اُذِنَ سے دیگر مشتقات اِذْنٌ - حکم - اجازت - ارادہ - مشیت - اِذِنَ - اس نے سنا اس نے حکم دیا۔ وَ اِذِنْتَ لِیْرِثْهَا وَ حَقَّتْ - (۲: ۸۴) اور وہ اپنے رب کا فرمان سننے لگی۔ اور اسے واجب بھی ہے۔ اور لَا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اِذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (۲۳۸: ۷۸) نہیں کلام کریں گے۔ مگر وہ (کلام کر سکیگا) جسے اس کا رخص (اللہ تعالیٰ) حکم دے گا۔ وَ اِذِنَ (باب تفعیل) وہ پکارا۔ مُؤَذِّنٌ - پکارنے والا۔ اور (باب تفعیل) سے وَ اِذِنَا اَذِنَ رَبُّكَ - (۱۶۷: ۷) اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کر دیا تھا۔

= مُؤَذِّنٌ - سے مراد بعض نے اسرافیل (صاحب صور) لیا ہے بہر کیف اس سے مراد کوئی فرشتہ ہے جو اہل بیت اور اہل دوزخ دونوں کو سن سکتا ہے۔

۷: ۴۵ = یَبْغُوْا نَهَا - مضارع جمع مذکر غائب - ہا ضمیر واحد مؤنث غائب ہو سبیل کی طرف راجع ہے۔ وہ اس کو چاہتے ہیں۔ بَغَى مصدر۔

= عَوَجًا - ٹیڑھا۔ عَوَجٌ کجی۔ ٹیڑھا پن۔ عَوَجَ یَعُوْجُ (سَمْع) سے۔

۷: ۴۶ = الْاَعْرَافِ - سے مراد - وہ دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان مائل ہے۔ اَعْرَافٌ عُرْفٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مکان مرتفع - بلند جگہ - عُرْفُ الْفُرُوسِ - گھوڑے کے

کی گردن کے بال - عُرْفُ الدَّيْدِ . سرخے کی کلغی ۔

= سَيِّئُهُمْ - ان کا چہرہ - ان کی نشانی - سَيِّئًا کے معنی نشانی اور علامت کے ہیں ۔ یہ اصل میں دَسْمُی تھا ۔ دَاڈ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ پر رکھا گیا ۔ تو سَوَّی ہوا چہرہ او کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے دَاڈ کو یاء کر لیا گیا تو سَيِّئُ ہو گیا ۔ سَيِّئُ مضاف ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ۔

= نَادُوا - ماضی جمع مذکر غائب نَادَا مصدر - یاب مفاعلہ - انہوں نے پکارا ۔ (یا ماضی بمعنی ماضی) وہ پکاریں گے ۔ اس کا فاعل رِجَالٌ ۔

= لَمْ يَدْخُلُوْهُ هَا - (ابھی) وہ اس میں (جنت میں) داخل نہیں ہوئے ہوں گے ۔

= وَهُمْ يَطْمَعُونَ - اور وہ (جنت میں) داخل ہونے کے خواہش مند ہوں گے ۔

لَمْ يَدْخُلُوْهُ هَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ (رَأَى اصْحَابُ الْاَعْرَافِ)

اصحاب اعراف کے بارہ میں کہ یہ کون ہوں گے ؟ مفسرین میں اختلاف ہے لیکن راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونے کی وجہ سے ابھی خداوند کریم نے ان کو بہشت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی ہوگی ۔ لیکن وہ داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے ۔ جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوتا ہے کہ وہ اہل جہنم کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے ۔ اے ہمارے رب ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے ۔

۴۷: ۷ = صُرِفَتْ - ماضی مجہول واحد مؤنث غائب وہ پھیری گئی ۔ (ماضی بمعنی مضارع وہ پھیری جائیں گی) یعنی جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی ۔ یا پھیریں گے = تِلْقَاءَ طرف - لِقَاءُ سے ۔ جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں ۔ اسم ہے ۔ ملاقات کرنے اور آتے سامنے ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءُ کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔

۴۸: ۷ = اَعْنَى عَنْ - فائدہ بخشنا کام آنا ۔ غنی بنادینا ۔ مَا اَعْنَى عَنْكُمْ وہ تمہارے کسی کام نہ آیا ۔ اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا ۔

= جَمْعُكُمْ - تمہاری جمعیت ۔ تمہاری جماعت ۔ تمہارا جمع ہونا ۔

= مَا اَعْنَى میں مانا فائدہ ہے اور مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ میں مَا بیانہ ہے ۔

= مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ - جس کا تم گھمنڈ کیا کرتے تھے ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر

۴۹: ۷ = اَهْلُوْا لِلَّذِيْنَ فِيْ اَسْتَقَامِيْہِ هَؤُلَاءِ اسم اشارہ قریب (مبتدا)

اس کا مشار الیہ اصحاب الجنة محذوف ہے۔ الذین خبر۔ اقسمتم (تم قسمیں کھاتے تھے) = لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ۔ الذین کے صلہ میں داخل ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ اهلؤلد هم الذین اقسمتهم علیهم بأن لا ینالهم الله برحمته۔ کیا یہ جنتی لوگ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کو نہیں نوازے گا۔

= ادخلوا..... تحزنون۔ (کلام متذکرہ بالا کے بعد اہل جنت کی طرف متوجہ ہو کر وہ یہ کہیں گے یا ان کا کلام برحمته پر ختم ہو گیا اور یہ جملہ اصحاب اعراف کے حق میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ اب تم نے اصحاب الجنة اور اصحاب النار کا حال دیکھ لیا۔ تم بھی جنت میں جاؤ داخل ہو جاؤ۔۔۔ الخ یا اصحاب اعراف یہ کہیں گے کہ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں۔۔۔ الخ۔ یہاں اصحاب اعراف کا کلام ختم ہوا۔

۵۰:۴ = اَفِیْضُوا عَلَیْنَا مِنَ الْمَاءِ۔ اَفِیْضُوا۔ تم بہاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِفَاضَةً سے۔ اِفَاضَ الْمَاءُ۔ کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آتا ہے جیسے فرمایا تَرَىٰ اَعْيُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو رہے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے ثُمَّ اَفِیْضُوا مِنْ حَیْثُ اِفَاضَ النَّاسُ (۱۹۹:۲) پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو۔ یہاں اِفَاضَةً کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں۔ اور یہ فِیْضَانُ الْمَاءِ (یعنی پانی کا زور سے بہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے ۵۱:۴ = الذین..... یہ نیا جملہ ہے اور یہاں سے کلام اللہ کی طرف سے ہے۔ اصحاب النار کی التجا اور اہل جنت کا جواب علی الکافرین پر ختم ہو گیا۔ الذین بمعنی جن لوگوں۔ مَا كَانُوا یَجْحَدُونَ۔ مَا بمعنی کما۔ كَانُوا یَجْحَدُونَ۔ ماضی استمراری۔ وہ انکار کیا کرتے تھے۔

۵۲:۲۷ = فَصَّلْنَاكَ۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْصِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ہم نے اس کو کھول کر بیان کر دیا۔ ہم نے اس کی الگ الگ (مختلف پہلوؤں سے) تفصیل (وضاحت) کر دی = عَلَی عَلِمَ۔ یہ اللہ کا حال بھی ہو سکتا ہے اور کتب کا بھی۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ ہم نے اپنے علم کامل سے اس کی وضاحت کر دی۔ دوسری صورت میں معنی ہوں گے کہ ہم نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور وہ تمام علوم پر مشتمل ہے۔ = هُدًی وَرَحْمَةً۔ حال ہے فَصَّلْنَاكَ کا۔ یعنی در آل حالیکہ وہ ہدایت اور رحمت ہے۔

۵۳:۷ = يَنْظُرُونَ - ای منتظر کرتے ہیں۔ یا انتظار کر رہے ہیں۔
 = هَلْ - یہ حرف استخبار اور کبھی استفہام کے لئے آتا ہے۔ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ
 فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۙ (۶۱: ۱۴۹) کہہ دو تمہارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے سامنے
 لاؤ۔ اور کبھی تنبیہ۔ تبکیت یا نفی کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا (۹:
 ۶۵) مہلا تم اس کا کوئی مہنام جانتے ہو۔

(نفی) هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ (۳: ۳۷) کیا تجھے کوئی شکاف نظر آیا۔
 (نفی) هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ۔ (۳: ۲۱) هَلْ هَذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ۔ یہ شخص (کچھ بھی)
 نہیں ہے مگر تمہارے جیسا آدمی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تنبیہ اور اس کی سطوت پر تحریف۔ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ
 ان کو کسی بات کا انتظار نہیں مگر صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار۔ کیا یہ اس کی دھمکی یا اس کی تعبیر
 کے سچ بچ وقوع پذیر ہو جانے کا انتظار کر رہے ہیں۔ یعنی یہ کس بات کے منتظر ہیں۔ کیا یہ انتظار
 کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو وعید آئی ہیں وہ فی الواقع انجام کار ٹھیک بیٹھتی ہیں یا نہیں (تنبیہ)
 = يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ۔ جس روز آجائے گا اس کا انجام۔ یعنی جس دن اس کتاب کے وعدے
 وعید کے عواقب اور نتیجے ظاہر ہوں گے۔

= نَزِدُّ۔ ہم لوٹائے جائیں۔ مضارع مجہول رَدُّ مصدر۔ (باب نصر)

= فَتَعْمَلْ۔ تاکہ ہم عمل کریں۔ مضارع منصوب بوجہ جواب استفہام صیغہ جمع متکلم۔

= خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ۔ ملاحظہ ہو (۹: ۷۷)

= ضَلَّ عَنْهُمْ۔ گم ہو گئے ان سے۔ چھوڑ گئے ان کو۔ (یعنی جو بہتان بازی وہ کیا کرتے تھے
 اور جن معبودانِ باطل کی وہ پرستش کیا کرتے تھے وہ ان کو چھوڑ گئے)

۵۴:۷ = اِسْتَوٰی اَعْلٰی۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ متمکن ہوا
 ملاحظہ ہو (۲۹: ۲) اِسْتَوٰی کا یہ معنی نہیں کہ خداوند تعالیٰ عرش پر بیٹھ گیا۔ کیونکہ مکان اور جگہ
 سے پاک ہے۔ اس کے استوٰی کی جو کیفیت ہے وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔

عرش کے معنی کے لئے ملاحظہ ہو ۱۰: ۳۔

= يَغْشٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب اَغْشٰی يَغْشٰی (باب افعال متعدی بدو مفعول)

يَغْشٰی اللَّیْلَ النَّهَارَ۔ وہ رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے۔ غَشٰی يَغْشٰی (سمع)۔
 چھا جانا۔ ڈھانک لینا۔

= حَيِّثًا۔ دوڑتا ہوا۔ شتاب۔ جلد۔ حَتُّ سے جس کے معنی کسی کام پر ابھانے اور رغبت دلانے کے ہیں۔ فَعِيلٌ بمعنی فاعِلٌ یعنی حَاتٌّ (رغبت کرتے ہوئے) یا مَبْتَنٍ مَفْعُولٌ یعنی مَحْتَوُّتٌ (جسے رغبت دلائی گئی ہو) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جس کا استعمال سریع یعنی جلد اور شتاب کے معنی میں ہوتا ہے۔

= يَطْلُبُهُ حَيِّثًا۔ اگر يَطْلُبُهُ کا فاعل لَيْلٌ ہے تو یہ الیل کا مال ہے یعنی وہ دن کو جلد پالنے کی کوشش میں ہے۔ اور اگر اس کا فاعل النہار ہے تو یہ النہار کا حال ہے یعنی دن رات کو جلد پالنے کی کوشش میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں رات اور دن سرعت سے ایک اور دوسرے کے پیچھے پیسم رواں رواں ہیں۔

= مُسَخَّرَاتٍ۔ اسم مفعول جمع مَوْتٌ مُسَخَّرَةٌ واحد تسخیر مادہ باب تفعیل۔ تابع تسخیر میں۔ زیر فرمان۔

= تَبَادُلًا۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ اور صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے۔ اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے۔ ۵۵:۷ = اَدْعُوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ غم بیکار و دَعْوَةٌ سے۔ باب نصر۔

= تَضَرُّعًا۔ عاجزی سے۔ گڑ گڑا کر۔ بردن تَفَعُّلٌ مصدر ہے۔

= خُفْيَةً۔ پوشیدہ۔ چھپا ہوا۔ یہاں بمعنی چپکے چپکے۔ آہستہ آہستہ۔

= مُعْتَدِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِعْتَدَاءٌ۔ (افتعال) مصدر۔ حد سے آگے بڑھنے والے۔ حد سے تجاوز کرنے والے۔

۵۶:۷ = طَعَنًا۔ توقع۔ امید۔ رکھتے ہوئے۔

۵۷:۷ = بُشْرًا۔ خوشخبری دینے والی بُشْرٌ بردن فَعْلٌ بِشِيرَةٍ کی جمع ہے (ہوائیں نیوالی بارش کی خوشخبری دیتی ہیں)۔

= بَيْنَ يَدَيْ۔ بَيْنَ۔ درمیان۔ بَیْج۔ جب اس کی اضافت آئیدی (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ جیسے ثُمَّ لَذِيتَهُمْ مِّنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ (۱۷:۷) پھر میں ضرور آؤں گا ان پر سامنے سے۔ یا اس کے معنی قبل (پہلے) کے ہوتے ہیں۔ مثلاً آیت ہذا۔ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ۔ اس کی رحمت سے پہلے (یہاں رحمت سے مراد بارش ہے)۔

= أَقَلَّتْ۔ قلت اور کثرت اصل وضع کے لحاظ سے صفات عدد سے ہیں جس طرح

کہ عِظَمٌ اور صِغَرٌ صفاتِ اجسام سے ہیں۔ بعدہ کثرت و قلت اور عظم و صغر میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ استعمال ہونے لگا ہے۔ مثلاً۔ قُمِ النَّيْلُ إِلَّا قَلِيلًا (۲۲:۴۳) رات کو قیام کرو مگر تھوڑی رات۔ اس میں قلیل کا استعمال تعداد کے لئے نہیں بلکہ وقت کی کمی کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اب (افعال) سے اِخْلَالَ کے معنی قلیل پانے یا ہلکا سمجھنے کے ہیں۔ کسی چیز کو ہلکا سمجھنا محض حکمی و تلہے مثلاً اَقْلَلْتُ مَا اَعْطَيْتَنِي میں نے تمہارے دیئے کو حقیر سمجھا۔ اور کبھی اس شے کی وُت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے آیتہ ہذا میں ہے۔ اِذَا اَقْلَلْتُ سَحَابًا نَقَالَ حَبٌّ وَهَبَّارٌ بھاری پھروں کو اٹھالاتی ہے۔

یہاں اَقْلَلْتُ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کہ وہ بادل جن کو اٹھالاتی ہے اگرچہ فی نفسہ بھاری ہوتے ہیں لیکن ہوا کی قوت کے اعتبار سے نہایت ہلکے ہیں اَقْلَلْتُ بمعنی حَمَلْتُ ہے۔

= سَقْنَهُ۔ سَاقٍ يَسُوقُ۔ سَوْفٌ (باب نصر) سے ماضی جمع مشکلم ۶ ضمیر واحد مذکر غائب ام اسے ہانک لیجاتے ہیں۔ (ماضی بمعنی مضارع)

= لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ۔ ویران بستی۔ خشک و بے گیاه علاقہ۔

= فَاَنْزَلْنَاهُ۔ پھر ہم اس سے اتارتے ہیں۔

۶ ضمیر واحد مذکر غائب کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ یہ بَلَدٍ مَّيِّتٍ کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے اور معنی ہوں گے۔ ہم پانی کو ویران بستی پر اتارتے ہیں۔ (۲) یا یہ سحاب کے لئے ہے کہ ہم ان بادلوں سے پانی اتارتے ہیں۔

(۳) یا یہ سَوْفٍ کے لئے ہے کہ ہمارا ان کو ہانک کر لیجانا ویران بستی پر پانی برسانے کے لئے ہے = اَخْرَجْنَاهُ۔ میں ۶ ضمیر واحد مذکر غائب المائد کے لئے ہے۔

= لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ یعنی یہ مثال تمہیں اس لئے دی ہے کہ اس سے تم یہ نصیحت قبول کر لو کہ اسی طرح وہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیگا اور قیامت وقوع ہوگی ۵۸:۴ خُبَّتْ۔ وہ خبیث ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ الَّذِي اسْمُ مَوْصُولِ الْبَلَدِ کے لئے ہے یعنی وہ بستی جو خبیث اور خراب ہے۔

= تَكِدًا ۱۔ اسم صفت منصوب۔ بے فائدہ۔ قلیل النفع۔ گھٹیا۔ شعر ہے

باراں کہ در لطافتِ طبعش کلام نیست

در باغِ لاله روید و در شوره بوم و خس

= نَصْرَفُ - ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں - ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں -
نَصْرَفُ - مصدر - مضارع جمع متکلم -

۶۰: ۴ = الْمَلَأُ - اسم جمع - معرف باللام - سرداروں کی جماعت - بڑے لوگوں کی جماعت -
مَلَأَ يَمْلَأُ - بمعنی بھر دینا - قوم کے سردار چونکہ قوم کے دلوں کو اپنی خوبیوں اور محاسن -
بھرتے ہیں اس لئے انہیں مَلَأُ انہیں کہتے ہیں - مَلَأَ الدَّرَجَاتِ زِمِينَ کی وسعتوں کو ممتلئ
بھر دینا - (نیز ملاحظہ ہو: ۱۱: ۹۷)

۶۱: ۴ = كَيْنَ بِي ضَلَالَةٍ - كَيْسَ - فعل ناقص - واحد مذکر غائب - بمعنی نہیں -
ضَلَالَةٍ - گمراہی - كَيْسَ بِي ضَلَالَةٍ مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے -

۶۲: ۴ = أَبْلَغُكُمْ - بَلَغَ يَبْلُغُ (تَفْعِيلٌ) سے مضارع واحد متکلم - میں تم کو پہنچا
ہوں - کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر -

= رَسَلْتُ - رِسَالَةٌ کی جمع - پیغامات -

۶۳: ۴ = عَلَى رَجُلٍ - عَلَى لِسَانِ رَجُلٍ - (تم میں سے) ایک شخص کی زبان سے یا اس -
ذریعہ سے -

۶۴: ۴ = عَمِيْنٌ - عَمٍ کی جمع - بحالت نصب - عَمٍ - عَمِيٌّ سے بروزن فعلٌ صف
مشبہ کا صیغہ ہے - یہ اصل میں عَمِيٌّ تھا - چونکہ ناقص پائی میں صفت مشبہ کا ی حذف
ہو جاتا ہے - اس لئے یاء حذف ہو گئی - اور عَمٍ رہ گیا - حالت رفع میں جمع عَمُوْنَ آئیگا

۶۵: ۴ = اِلَى عَادٍ سے پہلے .. اَرْسَلْنَا مَحْذُوْفٌ ہے - یہ عطف بھی ہو سکتا ہے نوح پر آج
(۵۹) عَادٍ سے مراد قوم عاد ہے - عاد حضرت نوح کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے - اس کا
نسل اسی کے نام سے موسوم ہوئی -

عاد بن عوص بن ارم بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام

۶۶: ۴ = سَفَاهَةٍ - سَفِهَ يَسْفَهُ (سَمِعَ) کا مصدر - بے عقلی - بے وقوفی - جہالت
= اَمِيْنٌ - امانت دار - معتبر - امن والا - اَمَانَةٌ اور اَمْنٌ سے - اسم فاعل کا صیغہ بھی
ہے - اور اسم مفعول کا بھی - کیونکہ فَعِيلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے -

۶۹: ۴ = بَصُطَةً - بَسَطَ - کشادگی - وسعت - کشائش - بسیط - کشادہ - وسیع
= اِلَآءِ - اِلَآءِ کی جمع - احسانات - نعمتیں -

۷۰: ۴ = اَجْتَنَّا - اَلْفَ اسْتَفْهَامٍ - جِئْتُ ماضی واحد مذکر حاضر - ناظم

ح متکلم۔ کیا تم (اس لئے) ہمارے پاس آئے ہو۔

= ذَنَدَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل لِنَعْبُدُ) جمع متکلم۔ وَذُرُّ۔ مصدر (باب جمع) درخور اعتناء سمجھ کر چھوڑ دینا۔ ناقابلِ پرواہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں
ف مضارع اور امر مستعمل ہیں۔ ذَنَدَ۔ ہم ناقابلِ پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیں۔

= بِمَعَالِدُنَا۔ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ وَعَدَ يَعِدُ (ضرب) سے مضارع واحد مذکر حاضر
صیغہ ہے۔ مَا صَمِيرٌ جمع متکلم۔ تم ہمیں دھمکاتے ہو۔ وَعَدَ يَعِدُ۔ وعدہ کرنے کے لئے بھی آتا ہے
لیکن یہاں وعید کے معنی مراد ہیں۔

۱۷ = دَقَعَ۔ واجب ہو گیا۔ لازم ہو گیا۔ (باب فتم) وَقُوعٌ مصدر وَقَعَ الشَّيْءُ مِنْ
ثَاثٍ۔ چیز کا ہاتھ سے گرنا۔ دَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ۔ قول کا ان پر واجب ہونا۔ دَقَعَ الْحَقُّ۔ حق کا
بت ہونا۔ دَقَعَ الْأَمْرُ۔ کسی امر کا واقع ہونا۔ وَقُوعٌ پذیر ہونا۔

= رَجَسٌ۔ عقوبت۔ عذاب۔ أَرْجَسٌ۔ جمع۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔

= أَتَجَادِلُونَنِي۔ الف استفہامیہ۔ تُجَادِلُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ می نمیر
متکلم۔ مُجَادَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے۔ کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو۔

= مَا نَزَّلَ اللَّهُ۔ میں مانافیہ ہے (نہیں اتاری اللہ نے ان ناموں کے لئے کوئی سند)

۲۰ = دَابَرٌ۔ جُرٌ۔ بِيخٌ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ بِيحَاذِ بُؤْءٍ سے جس کا معنی پشت پھیرنے کے
ب۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

۲۱ = إِلَى تَمُودَ۔ إِلَى قَوْمِ تَمُودَ۔ ثمود بن عاد بن ارم سام بن نوح علیہ السلام۔

= لَكُمْ آيَةٌ۔ اِیْ آيَةٌ لَّكُمْ نَاقَةٌ کا حال ہے۔

= فَذَرُوهَا۔ ف۔ پس۔ ذَرُوهَا۔ امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذُرُّ سے (ملاحظہ ہو: ۱۷)

= لَا تَمْسُوْهَا۔ اس کو مت چھوؤ۔ اِی لَا تَضْرِبُوْهَا۔ لَا تَعْقِرُوْهَا۔ اولاد تپڑ دوھا۔ اس کو
ت گزند پہنچاؤ۔

= فَيَاْخُذْكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ جواب نہی۔ اور اسی لئے مضارع منصوب ہے۔

۲۲ = بَوَّأَكُمْ۔ تم کو جگہ دی۔ بَوَّيَّةٌ (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی ٹھکانا دینے اور

سب جگہ فروکش کرنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ الْبَوَاءُ۔ کے اصل معنی کسی

کے اجزاء کا مساوی (سازگار موافق) ہونے کے ہیں۔ مَكَائِ بَوَاءُ اس جگہ کو کہتے ہیں

اس جگہ پر اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَوَّأْتُ لَهُ مَكَانًا۔ میں نے اس کے لئے

جگہ کو ہوار اور درست کیا۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوگا: تم کو ٹھکانہ کے لئے عمدہ اور مناسب جگہ دی۔
 دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ مَبْوًۢا۟ صِدْقٍ۔
 (۱۰: ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔ يَٰۤاَيُّهَا الْمُؤْمِنِينَ مَقَآعًا
 لِّبِقِتَالٍ (۳: ۱۲۱) ایمان والوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر (مناسب جگہ) متعین کرنے لگے۔
 = تَنَجِّدُونَ مِنْ سُهُولِهَا۔ اِی تَنَجِّدُونَ قَصُورًا مِنْ سُهُولِهَا۔ اس کے میدانی
 علاقوں میں عالی شان محل بناتے ہو۔ سُهُولٌ سَهْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہر
 جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نرم زمین سے (مٹی لے کر) محل تعمیر کرتے ہو۔
 لیکن رَجُلٌ سَهْلٌ کے معنی ہیں میدانی علاقہ کے رہنے والا آدمی۔
 = تَذَحُّوْنَ۔ تَحْتُ (باب ضرب) سے۔ تم تراشتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔
 = لَا تَفْسُوْا۔ تم فساد نہ کرو۔ اَلْحَيْثُ وَالْعَيْثُ (سخت فساد پیدا کرنا) دونوں تقریباً ہم معنی ہیں
 لیکن عَيْثٌ کا لفظ زیادہ تر فساد حسّی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اَلْحَيْثُ حکمی یعنی ذہنی یا فکر
 فساد کے لئے آتا ہے آیت ہذا میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ آیہ (۲: ۶۰) میں بھی یہ جملہ انہی معنوں
 کے لئے آیا ہے۔

۷: ۷۵ = اُسْتَضِعُّوْا۔ وہ ضعیف سمجھے گئے۔ وہ کمزور خیال کئے گئے۔ استضعاف۔
 (استعمال) سے ماضی بھول۔ جمع مذکر غائب۔
 ۷: ۷۷ = فَحَقَّرُوْا۔ پس انہوں نے کوچیوں کا ٹڈالیں۔ عَقَرُوْا سے جس کے معنی کو بغیر
 کاٹنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
 = عَقَوْا۔ انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ سرتابی کی حد سے گذر گئے۔ وہ شرار
 میں انہما کو پہنچ گئے۔ عَقُوْا سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَتَا يَعْتُوْا عَتُوٌّ وَعِتْيٌ۔ حکم
 عدولی کرنا۔ (باب نصر) ملاحظہ ہو ۲۳: ۵۔ اور ۲۵: ۲۱۔
 ۷: ۷۸ = الرَّجْفَةُ۔ الرَّجْفُ۔ اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ السَّمَا۟ءُ۔ زمین
 متزلزل ہوئی۔ یا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ یَوْمَ تَرْجُفُ اَلْاَرْضُ وَالْجِبَالُ۔ جب زمین اور پہا
 چنے لگیں گے۔ الرَّجْفَةُ۔ بمعنی زلزلہ۔ بھونچال۔ کپکپاہٹ۔ لرزش۔
 = جِثْمَانٍ۔ جِثْم (باب ضرب۔ نصر) جِثْمٌ جِثْمُوْمْ۔ پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل
 بیٹھنا۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ اسی سے استعارہ کے طور پر آیہ ہذا میں استعمال ہوا۔
 جس کے معنی ہیں: صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں ادندھے پڑے ہوئے تھے۔ یعنی منہ کے

بل گرے پڑے تھے۔

۸۰:۷ = وَلَوْ طَا-ای وارسلنا لوطًا۔

= اَتَا تَوْنُ الْفَاحِشَةِ = کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ ملاحظہ ہو ۲۸:۷
۸۱:۷ = مُسْرِفُونَ۔ اسم فاعل۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حد اعتدال سے یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ بے جا دیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ غرض حد حلال سے حد حرام کی طرف بڑھنے والے۔

۸۳:۷ = الْغَابِرِينَ۔ الْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جائے۔ اسی سے غُیْبٌ ہے۔ گھنوں میں باقیماندہ دودھ۔ عِبَادٌ وہ گردا جو قافلہ کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جاتا ہے۔ مٹی اڑنے کے بعد فضا میں باقی رہ جائے۔ لہذا الْغَابِرِينَ پیچھے رہ جانے والے۔

۸۴:۷ = اَمْطَرْنَا۔ ہم نے برسایا۔ اَمْطَارٌ۔ برسانا۔ (باب افعال) مطر (نصر)
(آسمان کا) بارش برسانا۔ مَطَرٌ۔ بارش۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مَطَرٌ کا استعمال بارانِ رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرٌ کا نزول عذاب میں۔

۸۵:۷ = اَخَاهُمْ۔ ان کا بھائی۔ اس سے قبل اَرْسَلْنَا محذوف ہے۔

= اَوْفُوا۔ تم پورا کرو۔ اِيفَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وَفٍ
يَفِيْ اِيفَاءً۔ پورا کرنا۔ اَوْفَى يُوْفِيْ اِيفَاءً (افعال) پورا کرنا۔ اَوْفَى بِالْوَعْدِ۔ وعدہ پورا کیا۔ اَوْفَى الْكَيْلِ۔ پیمانہ پورا ناپنا۔ اَوْفُوا الْكَيْلَ۔ پیمانہ پورا ناپو۔
= اَلْكَيْلُ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ پیمانہ سے غلہ ناپنا۔

= اَلْمِيزَانُ۔ وزن سے وزن کرنا۔ اِيَّا اَوْفُوا الْمِيزَانَ۔ وزن کو پورا کرو۔ یعنی پورا پورا تولو۔
= لَا تَبْخَسُوا۔ تم گھٹا کر نہ دو۔ بَخْسٌ سے جس کے معنی ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

۸۶:۷ = لَا تَقْعُدُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم نہ بیٹھو۔ تم نہ بیٹھا کرو۔ قُعُودٌ سے بمعنی بیٹھنا۔ (باب نصر)

= تَوَعِدُونَ۔ تم ڈراتے ہو۔

لَا تَقْعُدُوا۔ تمام راستوں پر مت بیٹھو کہ لوگوں کو (شعیب اور حق پر ایمان لانے سے) ڈراؤ۔ یعنی شعیب اور حق پر ایمان لانے کے تمام راستوں کو دھمکیوں اور

تہدید سے بند مت کرو۔ حل طریق سے مطلب کل طریق من الحق والدین (حق اور دین کی طرف جانے والے تمام راستے)

== وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ - (ای ولا تقعدوا بكل صراط تصدون عن سبیل اللہ من آمن به - ای ولا تمنعوا من یرید الایمان باللہ - اور جو اللہ پر ایمان لانا چاہتا ہے اس کو خدا کی راہ سے روکنے کے لئے تمام راستے بند مت کرو۔)

== تَبْغُوا نَهَا - تم اس کو چاہتے ہو یعنی سے مضارع جمع مذکر حاضر ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔

== عِوَجًا - عوج - کجی - ٹیڑھا پن۔

== لَا تَقْعُدُوا عِوَجًا - یعنی راستہ پر ہو ابن کر مت بیٹھ جاؤ۔ کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خدا کی راہ سے روکے رکھو۔ اور طریق حق میں مین میخ نکالتے رہو۔

پَارَةُ
وَقَالَ الْمَلَأُ

(۹)
الْأَعْرَافُ وَالْأَنْفَالُ

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا

۸۸:۷ لَتَعُولُنَّ۔ منارِ بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھر آؤ گے۔ تم مڑ آؤ گے۔
 تم پلٹ آؤ گے۔ عَادَ يَعُولُ مَعُولًا (باب نصر) کسی شے سے پلٹنے کے بعد (پلٹنا خواہ بذاتِ
 خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم و ارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کو کہتے ہیں۔

۸۸:۸ مِلَّتِنَا۔ ہمارا مذہب۔ دَاوُ لَتَعُولُنَّ فِي مِلَّتِنَا۔ یا تمہیں واپس ہمارے دین میں لوٹ
 آنا ہو گا۔ یہ خطاب کفار اور مشرکین کا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے پیروؤں سے تھا۔
 ان کے پیرو قبل ازیں مشرکین ہی کے مذہب سے تھے۔ لہذا مشرکین کے مذہب میں واپس
 لوٹ آنے کا خطاب ان پیروکاروں سے ہے جو بذاتہ حضرت شعیب سے نہیں ہے کیونکہ وہ تو کبھی
 بھی مشرکین کے دین پر نہ تھے

۸۸:۹ اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے دَاوُ برائے حال۔ تقدیر کلام یوں ہے
 التعلیل و تنافی ملتکم فی حال کواہتنا ومع کوننا کارہین۔ کیا تم ہمیں اپنے دین کی
 طرف لوٹاؤ گے حالانکہ ہمیں اس سے کراہت ہے۔ نفرت ہے۔

۸۹:۷ اِفْتَرَيْنَا۔ اِفْتَرَاءُ۔ سے ماضی جمع متکلم۔ ہم نے بہتان باندھا۔

۸۹:۸ قَدْ اِفْتَرَيْنَا۔۔۔۔۔۔ منها۔ تقدیر کلام یوں ہے ان عدنان فی ملتکم بعد اذ
 نجّنا اللہ منها قد اِفْتَرَيْنَا علی اللہ کذبًا۔ باوجود اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس (تمہارے
 دین) سے ہمیں نجات بخشی ہے اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ اللہ
 تعالیٰ پر صریحاً جھوٹا بہتان ہو گا

۸۹:۹ وَمَا يَكُونُ لَنَا۔ اور نہیں ہے (کوئی وجہ) ہمارے لئے۔

۸۹:۱۰ فِيْهَا مِمْسِرٌ وَاحِدٌ مِّنْ غَائِبٍ مِّلَّتِ مَشْرُكِيْنَ كِي طَرَفٍ رَاجِعٍ ہے۔

۸۹:۱۱ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّنَا۔ یعنی ماسوائے اس کے کہ مشیت ایزدی ہی یہی ہو اور یہ ہمارا
 مقدر ہو چکا ہو۔

= وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا - تمیز - اس کا علم ہر شے کو محیط ہے -

= اِفْتَحْ - امر - واحد مذکر حاضر - تو فیصلہ کرے - اَلْفَتْحُ - قاضی - فیصلہ کرنے والا - اَلْفَتْحَةُ حکومت - فَتْحٌ سے - فَتْحٌ کے معنی فتح و نصرت بھی ہیں -

۹۱: ۷ = الرَّجْفَةُ - الزلزلة - زلزلہ - مہو پچال - لرزش - کپکپاہٹ -

= جَثِمَيْنِ - اوندھے پڑے ہوئے - منہ کے بل گرے ہوئے -

۹۲: ۷ = لَمْ يَخْنَوْا فِيهَا - مضارع نفی مجہولم - غنی مصدر - (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا رگویا وہ کبھی بستے ہی نہ تھے غَنِيْتُ بِالْمَكَانِ - میں مکان میں ٹھہرا - قیام کیا - غنى الغوم في دارهم - لوگوں نے اپنے گھروں میں مدت تک قیام کیا - مَعْنَى - قیام گاہ -

۹۳: ۷ = اُسْنَى - میں افسوس کروں - میں غمگین ہوں - میں غم کھاؤں - اُسْنَى سے (باب سَمِعَ) مضارع کا صیغہ واحد متکلم - اُسْنَى اصل میں اءُ سْنَى تھا - دوسری ہمزہ الف میں بدل گئی - اُسْنَى ہو گیا -

= كَيْفَ اُسْنَى - میں کیسے غم کھاؤں - میں کیوں غم کھاؤں -

(یعنی اس قدر نصیحت و وعظ کے بعد ان کے مسلسل انکار اور ہٹ دھرمی کی جو ان کو یہ سزا

ملی ہے وہ کسی رنج و ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں)

۹۴: ۷ = اَلْبَاسَاءُ - اسم مؤنث ہے بُؤْسٌ سے مشتق ہے - بَاسٌ بُؤْسٌ اور بَاسَاءٌ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں - مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے - اور اَلْبَاسُ و اَلْبَاسَاءُ جسمانی زخم - بدنی تکلیف - جسمانی امراض اور نقصان کے لئے آتے ہیں -

= الضَّرَاءُ - ضرر سے وہ تکلیف مراد ہے جو فقر و حاجت سے ہوتی ہے - تکلیف - سختی

تنگی - اَلْبَاسَاءُ وَالضَّرَاءُ - دونوں اسم مؤنث ہیں ان کا ذکر نہیں آتا -

= يَضْرَعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - تَضَرَّعٌ (تَفَعَّلَ) مصدر - اصل میں يَضْرَعُونَ تھا - ت کو ض میں مدغم کر دیا گیا - (تاکہ وہ زاری کریں - عاجزی کریں)

۹۵: ۷ = السَّيِّئَةُ اصل میں سَوَاءٌ تھا وَاَوْ كَوَيْ سے بدل کر ی کو ی میں مدغم کر دیا گیا ہے

معنی برائی - خطا کاری - گناہ - فعل صرہ - ہر وہ شے جو فی نفسہ یا نتیجۂ ناگواری اور تکلیف کا باعث بنے - نہ یوں حالی - یا مصیبت یا سختی -

= الْحَسَنَةُ - السَّيِّئَةُ کی ضد ہے ہر وہ شے جو فی نفسہ یا نتیجۂ آسائش - فرحت و اطمینان

کا باعث بنے - نیکی - نیکو کاری - خوشحالی - سلامتی -

== عَفْوًا - عَفَا يَعْفُو (نَصَرَ) وہ بڑھ گئے - وہ زیادہ ہو گئے - عَفْوٌ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں - عَفْوًا - اسی کثرتِ ذاتی النفسہ و اموالہم - مال و جان میں کثرت ہونا۔
 == السَّرَّاءِ - نعمت - فراخی - خوشی - اصل میں حالت شادمانی کا نام ستر ہے۔
 == بَعَثَةً - اچانک - ایک دم - یکایک - دفعتاً۔

= آیات ۹۴ - ۹۵ میں بعض کے نزدیک بَنِي کے بعد فَكَذَّبُوهُ محذوف ہے - یعنی ہم نے جب کبھی کسی بستی میں نبی بھیجا - تو انہوں نے اسے جھٹلایا - تو ہم نے ان کو محتاجی اور بیماری میں پکڑ لیا۔

لیکن بعض کے نزدیک لَيَضْرَعُونَ کے بعد اضمار ہے - یعنی وَلَكِنْ لَّمْ يَضْرَعُوا محذوف ہے کہ ہم نے ان پر محتاجی اور بیماری عائد کر دی کہ وہ سرکشی سے باز آئیں - لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا - تو ہم نے ان کو دوسرا موقع دیا اور ان کی تشنگی اور بیماری کو فراخی اور مال و جان کی کثرت میں بدل دیا - کہ شاید اب اللہ کی طرف جھکیں گے اور ہمارے رسولوں کا اتباع کریں گے - لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اچانک ستر کے طور پر ہم نے ان کو اپنی گرفت میں جکڑ دیا
 ۹۷: ۷ = آمِنَ - وہ بے خوف ہو گیا - وہ نڈر ہو گیا - آمِنٌ سے (بابِ سَمْع) ماضی واحد مذکر غائب - آمِنٌ بمعنی امن - بے خوفی - دلجمعی۔

= بَأْسُنَا - ہمارا عذاب۔

= بَيَاتًا - رات کے وقت - راتوں رات۔

۹۸: ۷ = ضَحًى - چاشت کے وقت - دوپہر کے وقت۔

۹۹: ۷ = مَكْرٌ - چال - الْمَكْرُ کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں - اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی بُرا فعل مقصود ہو تو مذموم ہوتا ہے۔

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ محمود ہے - جیسے وَاللَّهُ خَيْرٌ

الْمُكْرِنِينَ ۵ (۵۴: ۳) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے - اور وَكَذَلِكَ يَحْيِي الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا

بِأَهْلِهِ - (۱۴۲: ۳۵) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر ہوتا ہے

۱۰۰: ۷ = لَمْ يَهْدِ - مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ - هِدَايَةٌ مصدر - باب ضرب - اصل

مِنْ يَهْدِي مَتَا - لَمْ کی وجہ سے مضارع بمعنی ماضی ہوا - کیا ہدایت نہیں کی - کیا موجب ہدایت

نہیں ہوا۔

جب لازم کو حرف صد یا حرف جر لگا کر متحدی بنایا جائے تو معنی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ذَهَبَ گیا ذَهَبَ بِہ لے گیا۔ موجودہ صورت میں هَدٰی يَهْدِيْ پر اللام حرف صد لایا گیا، يَهْدِيْ لِ . واضح کرنا۔

== اَدَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ بِذُنُوْبِهِمْ۔ کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں اس امر واقعی نے واضح نہیں کر دیا۔ کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں۔

== وَ نَطْبَعُ لَا يَسْمَعُوْنَ۔ اگر یہ جملہ پہلے پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوگا:-

”اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا سکتے ہیں کہ وہ کچھ سنیں ہی نہیں۔“

اور اگر یہ نیا جملہ ہے تو اس کا معنی ہوگا۔ (اگر یہ حقائق سے سبق نہ سیکھیں گے تو ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ وہ کچھ سُن ہی نہ سکیں۔) انسان دھیمان دے کر نصیحت تنبیہ سنتا ہے اگر اس کا دل اثر قبول کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ اگر دل پر مہر لگی ہوئی ہے تو پھر سنتا کون ہے؟

۴: ۱۰ = اَنْبَاۡئُہَا۔ اَنْبَاۡءُ نَبَاۡءُ کی جمع ہے۔ خبریں۔ نَبَاۡءُ اس خبر کو کہتے ہیں جس کا فائدہ اور یقین یا طمّین غالب حاصل ہو۔ جس خبر میں یہ باتیں نہ ہوں اس کو نَبَا نہیں کہتے۔ کوئی خبر اس وقت تک نَبَا کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو۔ یا جس کو اللہ اور اللہ کے رسول نے بیان فرمایا ہو۔

= ہَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب القرئی کی طرف راجع ہے۔ بستیوں سے یہاں مراد حضرت نوح۔ لوط۔ ہود۔ شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیاں ہیں۔

= فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا۔ لام تاکید کے لئے۔ اور ہرگز نہ ہوا یہ کہ وہ ایمان لاتے۔ یعنی وہ ہرگز ایمان نہ لائے۔ (اس پر جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے) نیز ملاحظہ ہو ۴: ۸۹۔

۴: ۱۰۲ = فَمَا دَجَدْنَا مِنْ عٰہِدٍ۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا۔ مَا نَافِعُہُ = اِنَّ۔ مخفف ہے اِنَّ سے۔ اِنَّا دَجَدْنَا ضرور پایا ہم نے۔

= فَاسِقِيْنَ۔ حکم عدولی کرنے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانے والے

۴: ۱۰۳ = فَظَلَمُوْا بِہَا۔ فَكَفَرُوْا عَنِہَا۔ انہوں نے ان آیات سے انکار کر دیا۔ ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو۔ یہاں ظلم اس لئے استعمال ہوا کہ بجائے ان آیات پر ایمان لانے کے انہوں نے انکار کر دیا۔

۱۰۵:۷ = حَقِيقٌ - سزاوار لائق ثابت - قائم حَقٌّ سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ حَقٌّ کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جیسے کہ دروازے کی چول اپنے گڑھے میں - اس طرح میں نٹ آجاتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے۔
لفظ حق کئی طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

۱۔ وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے۔ اس معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مَثَلًا ثُمَّ رُدُّوْا اِلٰی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقُّ (۶۲:۶) پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک پر حق اللہ تعالیٰ کے پاس بلائے جائیں گے۔

۲۔ ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو۔ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل برحق ہے۔ مَثَلًا مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ (۵:۱۰) (اس نے سورج چاند کو منور بنایا۔ ان کی منزلیں مقرر کیں) یہ سب کچھ اس نے حکمت کے تقاضوں کے عین مطابق پیدا کیا۔
۳۔ کسی چیز کے بارے میں اس طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ بعث - ثواب - عقاب اور جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے۔

۴۔ وہ قول یا عمل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے اور اس مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار میں جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے:-
وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ (۳۳:۱۰) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہو کر رہا۔ یا حَقٌّ الْقَوْلُ مَنِیْ لَا مَلٰئِكَ جَعَلَمَ۔ (۱۳:۳۲) میری طرف سے یہ بات طے پا چکی ہے کہ میں دوزخ مہر دوں گا۔۔۔۔۔

حَقِيقٌ عَلٰی اَنْ - حق یہی ہے کہ - (میرے لئے) واجب یہی ہے کہ - (میرے لئے) سزاوار یہی ہے۔

۱۰۷:۷ = اَلْقٰی - اَلْقٰی یُلْقِیْ (افعال) ماضی واحد مذکر نائب اس نے زمین پر پھینکا
= فَاِذَا - اذا یہاں دفعۃً - ناگہاں - فوراً - کے معنوں میں آیا ہے۔ - دلے اس کا معنی حب اس وقت - بھی ہے۔

= ثَعْبَانٌ - بہت بڑا سانپ - اژدھا - اسم ہے۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے
= مُبِیْنٌ - صاف - ظاہراً - کھلا - سچ مچ کا۔

۱۰۸:۷ = نَزَعَ - ماضی واحد مذکر نائب (باب فتح) نَزَعَ سے باہر نکالا۔
= بَيَضَاءٌ - سفید - صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث بَيَاضٌ سے۔ اس کی جمع بَيَاضٌ ہے

اور مذکر ابیَضُ

۱۱۱: اَرْجِدْ - اَرْجِبْ تو اس کو ڈھیل دے۔ تو اسے مہلت دے اَرْجَاءُ (اَفْعَالٌ) سے جس کے معنی ڈھیل دینے یا مہلت دینے کے ہیں یا ملتوی کرنے کے۔ رجاء مادہ - اَرْجِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ضمیر واحد مذکر غائب

آیات ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ میں مختلف اقوال ہیں

۱، اِنَّ هَذَا سے لے کر فَمَاذَا تَأْمُرُونَ تک سردارانِ قوم فرعون کا کلام ہے اور خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے۔

۲، یہ کلام سردارانِ قوم فرعون کا ہے لیکن خطاب فرعون سے ہے۔ اور جمع کا صیغہ برائے تعظیم لایا گیا ہے

۳، اِنَّ هَذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِكُمْ تک سردارانِ قوم کا خطاب فرعون سے ہے اور فَمَاذَا تَأْمُرُونَ فرعون کا خطاب سردارانِ قوم سے ہے کہ تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

اسی طرح آیت ۱۱۱ میں قَالُوا کے متعلق مختلف صورتیں ہیں۔

۱، اگر خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے تو جمع مذکر غائب کی ضمیر ان حاضرین کی طرف راجع ہے۔

۲، اگر خطاب سردارانِ کافر فرعون سے ہے (ممبر ۲ مذکورہ بالا) تو قَالُوا سے مراد انہی سرداروں سے ہے۔ جنہوں نے خطاب کے بعد فرعون کو از خود تجویز پیش کی۔

۳، مذکورہ نمبر ۲ کی صورت میں ضمیر فاعل سرداروں کی طرف راجع ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں نمبر ۲ - اور (ج) سے عبارت زیادہ واضح ہو جاتی ہے

علاوہ ازیں ایک اور امر حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیات نمبر ۱۰۹ - ۱۱۰ - ۱۱۱ میں اِنَّ هَذَا

سے لے کر مِنْ اَرْضِكُمْ تک کلام سردارانِ قوم فرعون کی طرف منسوب ہے لیکن سورۃ الشعراء

(۲۶: ۳۴-۳۵) میں یہ خطاب فرعون کی طرف سے سرداران کو ہے۔ عبارت یوں ہے قَالَ

لِلْمَلَأِ هَٰذَا السَّاحِرُ عَلِيمٌ ﴿۳۴﴾ يُرِيدُ اَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ فَمَاذَا

تَأْمُرُونَ ﴿۳۵﴾ لیکن حقیقت میں ہر دو میں کوئی اختلاف یا تضاد نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر جب ناظرین (فرعون اور اس کے سرداران و دیگر

حاضرین) بھونچکے رہ گئے تو باہمی چہ میگوئیوں میں یہ خدشہ ہر ایک کے دل میں تھا جو وہ اپنی اپنی زبانوں

سے ادا کرنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر معلوم دیتا ہے جس کا ارادہ اپنے جادو کے زور سے قبیلیوں کو

ان کے ملک سے باہر نکالنے اور حکومت پر خود قبضہ کرنے کا ہے۔

= الْمَدَائِینَ - مَدِیْنَتُهُ کی جمع - مدینہ کی جمع مَدَائِین بھی ہے۔ معرف ہا ل

== حَشِرِينَ۔ ہر کائے اکٹھے کرنے والے۔ جمع کرنے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ حَاشِرٌ واحد
 ۱۱۲: ۷ = يٰۤاَتُوْكَ بِكُلِّ سَاحِدٍ عَلَیْمٍ۔ کہ وہ لے آئیں تمہارے پاس تمام سرکردہ ماہر بادوگروں کو
 ۱۱۳: ۷ = السَّحَرَةُ۔ جادوگر۔ اس کی واحد سَاحِدٌ ہے۔
 ۱۱۵: ۷ = اِمَّا۔ یہ کئی معنی دیتا ہے۔

(۱) حرف تفصیل ہوتا ہے جیسے اِنَّا هَدٰی نُّهَ السَّبِيْلَ اِمَّا سَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا۔ (۳: ۷۶)
 ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا۔ اب وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکر۔
 (۲) شک و ابہام کے موقع پر بھی آتا ہے جیسے جَاءَ اِمَّا زَيْدٌ وَّ اِمَّا عَمْرُوٌ۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو
 گویا یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون آیا ہے۔
 (۳) اباحت اور تنخیر کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے آیۃ نذار نیز ملاحظہ ہو (۲۵: ۷)

۱۱۶: ۷ = وَاَسْتَرْهَبُوْهُمْ۔ انہوں نے ان کو ڈرایا۔ دہشت زدہ کر دیا۔ اِسْتَرْهَبَ (استغلا)
 سے ماضی جمع مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الناس کے لئے ہے
 الرَّهْبُ۔ الرَّهْبَةُ۔ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب بھی ہو جیسے لَا اَنْتُمْ اَشَدُّ
 رَهْبَةً (۱۳: ۵۹) تمہاری ہیبت تو ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر ہے۔
 ۱۱۷: ۷ = تَنَقَّفُ۔ وہ نگل جاتی ہے۔ وہ نگل جائے گی۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی وہ نگل گئی (باب
 سَمِعَ) تَنَقَّفَ سے جس کے معنی پھرتی سے لے لینے اور جھٹ اتار لینے کے ہیں خواہ منہ میں نگلنے کی صورت
 میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں۔

== يٰۤاَتِيْكُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب اَتٰی سے (باب ضرب) جس کو وہ پلٹ رہے تھے۔
 جس کو وہ جھوٹے طور پر بنا رہے تھے۔ اَتٰی جھوٹ۔

۱۱۹: ۷ = هُنَالِكَ۔ اسم ظرف زبان و مکان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔
 = صَغِرِيْنَ۔ ذلیل۔ بے عزت۔

۱۲۰: ۷ = اُلْقٰی۔ وہ ڈالا گیا۔ وہ پھینک دیا گیا۔ اِنْقَاءُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
 جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت کو دیکھ کر وہ اس طرح بے اختیار سجدہ میں گر گئے گویا کسی بیرونی
 طاقت نے ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

امام رازئیؒ نے لکھا ہے کہ وہ اس طرح فوراً سجدہ میں گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بیرونی طاقت
 پکڑ کر ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔

سورۃ ہود میں ہے وَاِذَا رَاٰ سُوْرَةَ يٰۤاٰتُوْنَ اِلَيْهِ۔ (۱۱: ۷۸) اور اس کی قوم کے

لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آئے (یعنی وہ یوں دوڑ کر آئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو پیچھے سے کوئی ہانک کر مہلکائے لارہا ہے۔ یعنی ان کی شدت بذبات اور سرعتِ کار سے یوں نظر آ رہا تھا کہ ان کو اس فعل پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اس اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے

۱۲۳: ۷ = مَكَدٌ - چال - نیز ملاحظہ ہو ۷: ۹۹ -

۱۲۴: ۷ = لَأَقْطَعَنَّ - مضارع بلام تاکید و نون تقييد واحد متکلم۔

میں ضرور ضرور کاٹوں گا۔ (تَقْطِيعٌ) (تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں قطع کا لفظ ہر قسم کی چیز کے جدا کرنے کے لئے آتا ہے خواہ مادی ہو یا غیر مادی۔
= مِنْ خِلَافٍ - مختلف طرفوں سے۔ یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔
= لَأُصَلِّبَنَّكُمْ - مضارع بلام تاکید و نون تقييد میں تم کو ضرور سولی چڑھاؤں گا (تَصْلِيْبٌ) (تَفْعِيلٌ) سے۔ جس کے معنی سولی چڑھانا کے ہیں۔ صَلَّيْتُ - سولی۔

۱۲۶: ۷ = تَنْقِمُ - تو بیر کرتا ہے۔ تو انکار کرتا ہے۔ تو عیب دیتا ہے۔ تو ناپسند کرتا ہے (باب ضَوْبَ سَمِعَ) نَقَمٌ سے جس کے معنی غصہ ہونے۔ ناپسند کرنے اور انکار کرنے کے ہیں خواہ اس کا اظہار زبان سے ہو یا سزا دے کر۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَا اسْتَفْهَمِيهِ ہے۔
= اَفْرَغْ عَلَيْنَا - تو ہم پر بہا دے۔ تو انڈیل دے۔ دہانہ کھول دے۔

اِفْرَاغٌ (اِفْعَالٌ) جس کے معنی بہانا یا دہانہ کھولنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں ایک مادی چیز کے طور پر صبر کے بہانے اور دہانہ کھولنے کا سوال کیا جا رہا ہے۔ یعنی صبران پر اس طرح بہایا جا کہ وہ سب چھا جائے گویا صبر بمنزلہ ظرف کے ہو اور ملنگنے دملے بمنزلہ مفعول فیہ کے۔

۱۲۷: ۷ = تَذَرُ - تو چھوڑتا ہے۔ تو چھوڑے گا۔ وَذَرْتُ سے۔ اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں ہے۔
= يَذْرَاكَ - وہ تجھے چھوڑ دیتا ہے اس میں فاعل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ك صمیر مفعول فرعون کے لئے ہے۔

= قَاهِرُونَ - غالب مسلط۔

۱۲۹: ۷ = اُذْنِيَا - ہم کو سنا گیا۔ ہم کو سزا دی گئی۔ اِذْنَا (اِفْعَالٌ) ماضی مجہول جمع متکلم اذی

ماضی معروف۔ اُذِيَا - ماضی مجہول اذی۔ مادہ

فَيَنْظُرُ - مضارع واحد مذکر غائب (باب نَصَرَ) کہ وہ دیکھے۔

۱۳۰: ۷ = سِتِينَ - قحط۔ سال۔ برس۔ سَنَةٌ کی جمع۔ قحط سالی۔

= نَقِصٌ - مصدر کم کرنا۔ اسم کمی۔ (باب نَصَرَ)

۳۱:۷ = لَنَا هَذِهِ - یہ ہمارا حق تھا۔ اس کے ہم مستحق تھے۔
 = تُصِيبُهُمْ - ان کو پہنچے۔ أَصَابَ يُصِيبُ إِصَابَةً (افعال) کسی کو تکلیف کا آئینہ تکلیف پہنچنا۔ مضارع واعد مؤنث غائب۔

= يَطْيَرُوا - مضارع جمع مذکر غائب۔ تَطِيرُ (تَفْعِلُ) سے اصل میں يَتَطَيَّرُونَ تھا۔ اَنْ کی ذبح سے نون اعرابی گر گیا۔ يَتَطَيَّرُوا ہو گیا۔ ت کو ط میں مدغم کر کے ط کو مشدّد کر دیا يَطْيَرُوا ہو گیا۔ معنی وہ بُرا شکون لیتے تھے۔ وہ بد شکونی کرتے تھے۔ يَتَطَيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ - حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بد شکون ٹھہراتے۔

= طَيْرُهُمْ - ان کا شکون بد۔ ان کی فال بد۔ ان کی بُری قسمت۔ ان کی غوست۔ ان کی نامبارکی اصل میں۔ طائر کے معنی اڑنے والا کے ہیں۔ طَارَ يَطِيرُ طَيْرَانٌ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے لیکن عرب جاہلیت کا معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو لٹکاتے اور ان سے فال لیتے۔ اگر پرندے دائیں سے بائیں نکل جاتے تو اسے بُرا سمجھتے اور منخوس تصور کرتے اور پھر اس کام کو نہ کرتے۔ چنانچہ اس طرح اس کا استعمال پرندوں سے بُرا شکون لینے کے معنی میں ہونے لگا۔ پھر ہر اس شے کے لئے کہ جس سے بد فالی لی جائے۔ یا اسے منخوس سمجھا جائے اس کا استعمال ہونے لگا۔

الغبرض چونکہ عرب پرندے کو شوم اور غوست کی دلیل سمجھتے تھے اس لئے مدلول کو دلیل کا نام دے کر خود طائر اور طیر کو شوم سے موسوم کر دیا۔ طائر کا استعمال حصہ اور نصیب میں بھی کرتے ہیں۔

= عِنْدَ اللَّهِ - مِنْ جَانِبِ اللَّهِ - اللہ کی طرف سے ہے۔ (مکاناتِ عمل کے قانون کے مطابق ان کے نصیب میں کر دیتا ہے)

۱۳۲:۷ = مَهُمَا - جو کوئی بھی۔ جو کچھ بھی۔ جب کبھی۔ مَهُمَا تَفْعَلُ أَفْعَلْ - جو کچھ تم کرو گے بس بھی کروں گا۔

مَهُمَا تَأْتَانِ مِنْ آيَةٍ - تو کوئی بھی نشانی لائے گا۔ توجب کبھی بھی کوئی نشانی لائے گا۔ زمخشریؒ نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ یہ کی ضمیر لفظ کی رعایت سے اور چھا لی مؤنث ضمیر معنی کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ ہر دو میں ضمیر آیت کی طرف راجع ہے۔

۱۳۳:۷ = الْجَوَادُ - اسم جنس۔ مڈی۔ ملح۔ جَوَادَةٌ واحد۔ الْقُمَّلُ - اسم جنس۔ غلہ کو کھا جانوالا۔ یسٹرا۔ چھڑی کی جنس۔ جوتیں۔ الضَّفَادِعُ - مینڈک۔ جمع۔ اس کی واحد ضِفْدَعٌ ہے۔

= مُفَصَّلَتْ - اسم مفعول - جمع مَوَث - تَفْصِيلٌ مصدر - جُدَّاجِدًا - کھلی ہوئی - واضح

۱۳۴: ۴ = اَلرَّجُزُ - عقوبت - بلا - عذاب - کپکپا دینے والا - اور لرزرا دینے والا عذاب

= اُذْعُ - توماناگ - تودعا کر - توبلا - دباب نصرہ دعْوَةٌ سے - امر - واحد مذکر حاضر -

= بِمَا عٰهَدَ عِنْدَكَ - اس عہد کے واسطے سے جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے -

= كَشَفْتَ عَنَّا - تو نے ہم پر سے ہٹا دیا -

۱۳۵: ۴ = اِلٰى اَجَلٍ - ایک مقررہ مدت کے لئے - ایک مقررہ مدت تک -

= هُمْ مَا لِعٰوَةٍ - جس کو انہوں نے مکمل کرنا ہی تھا - اس مدت تک انہوں نے پہنچنا ہی تھا -

یعنی جب ان کو لامحالہ عذاب عظیم آنا ہی تھا -

یہ عذاب عظیم ان کا دریا مے قلزم میں غرق ہونا تھا - ان کو جو مہلت دی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کے نتیجہ میں وہ ایک مقررہ وقت تک تھی اور وہ وقت مقررہ ان کی غرقابی کا وقت تھا - اس وقت تک ان کا زندہ رہنا بہر کیف ان کا مقدر تھا - اور اس درمیانی عرصہ کے لئے ان کو پہلے عذاب سے (یعنی جراد - قمل - نفادع - دم سے) نجات دی گئی - اس وقت مقررہ کو وہ پہنچنے والے تھے کہ انہوں نے پھر توبہ کا عہد جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا توڑ دیا - اور وہ اس طرح اپنی کرتوت پر غرقابی کے عذاب کے مستحق ہو گئے اور کیفر کردار کو پہنچ گئے -

= اِذَا - يَكْلَخْت - نیز ملاحظہ ہو ۱۰۴: ۴ -

= تَبْكُثُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب - تَكُثٌ مصدر (باب نصر) وہ توڑنے لگتے ہیں -

وہ توڑ دیتے ہیں -

۱۳۶: ۴ = فَاَنْتَقَمْنَا - ماضی جمع متکلم - پس ہم نے انتقام لیا - بدلہ لیا -

= اَلْيَمِّ - اسم جنس - دریا - يَمٌّ - مصدر - دریا میں ڈالنا - دریا کا ساحل پر چڑھانا -

۱۳۷: ۴ = كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ - جو کمزور سمجھے جاتے تھے - جسے حقیر و ذلیل سمجھا جاتا تھا - یعنی

بنی اسرائیل - ماضی استمراری مجہول -

= مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا - زمین کے شرق و غرب کا - ارض سے مراد یہاں مصر و شام کے

دونوں ملک ہیں - والارض هي ارض الشام والمصر - (قرطبی)

= كَلِمَةُ الْحَسَنِ - وعدہ خیر - وہی وعدہ ہم بالنصر علی اعداؤہم والتمکین فی الارض

من بعدہم - ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت - اور ان کے بعد ملک میں اقتدار کا وعدہ -

= دَمَرْنَا - ہم نے ہلاک کر دیا - ہم نے خراب کر دیا - ہم نے اکھڑ مارا - تَدْمِيرٌ (تَفْعِيلٌ) سے

ماضی جمع متکلم۔

== كَانُوا يَعْرِشُونَ (باب ضَرَبَ - نَصَرَ) جو بلند عمارتیں وہ بنایا کرتے تھے۔ جن عمارتوں کو وہ اونچا بناتے تھے۔ جو چھتریوں وہ بناتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَرِشٌ۔ مصدر۔ لکڑیوں کی چھتری بنانا۔ مکان بنانا۔ تَعْرِيشُ الْبَيْتِ۔ گھر کی چھت بنانا۔

۴: ۱۳۸۔ جَوَزْنَا۔ جَاوَزَ۔ يُجَاوِزُ مُجَاوِزَةً۔ پار کرنا۔ آگے گزر جانا۔ یا پار کرنا۔ پار اتارنا ہم نے پار کر دیا۔ ہم نے پار اتار دیا۔ جَوَزْتُ سے جس کے معنی وسط کے ہوتے ہیں۔ جَوَزَ الطَّرِيقَ راستے کا وسط۔ جَاوَزَهُ۔ کسی چیز کے وسط سے آگے گزر جانا۔ فَلَمَّا جَاوَزَهُ هُوَ۔ (۲: ۲۴۹) پھر جب وہ (حضرت طالوت) اس دریا کے وسط سے آگے گزر گئے۔ یعنی پار ہو گئے۔ آئینہ میں: ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا۔ جائزہ۔ خوانہ۔ جائزہ۔ مجازہ۔ سب جَوَزْتُ سے مشتق ہیں == فَاتَوَّاعِلَى قَوْمٍ۔ تو ان کا ایک قوم پر گذر ہوا۔ وہ ایک قوم پر جانکے۔

== يَعْكُفُونَ۔ عَكَفَ يَعْكُفُ (باب نَصَرَ) عُكُوفٌ سے جس کے معنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا۔

شریعت کی اصطلاح میں الاعتکاف کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور اس سے باہر نہ نکلنا۔ يَعْكُفُونَ عَلَى أَصْنَامٍ لَهُمْ۔ اپنے بتوں کی عبادت میں مگن بیٹھے ہوتے تھے۔

۴: ۱۳۹۔ هُوَ لَكَ۔ قوم کی طرف اشارہ ہے

== مُتَبِّرٌ۔ اسم مفعول۔ واحد۔ تَتَبَّرُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ ٹوٹ جانے والا۔ ٹوٹا ہوا۔ تباہ برباد۔ ہر ٹوٹے ہوئے برتن کو بھی مُتَبِّرٌ کہتے ہیں۔

تَبَادُرٌ۔ ہلاکت۔ متبر۔ کلہاڑا۔ (جس سے ہلاک کیا جاسکتا ہے) قرآن میں ہے وَلِيَتَّبِعُوا مَا عَكُوا تَتَبِّرُوا (۷: ۱۷) اور جس چیز پر غلبہ پاویں اسے تباہ کر دیں۔

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ط (۱۱: ۲۸) اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی لا۔

== مَا هُمْ فِيهِ۔ جس (کام) میں وہ لگے ہوئے ہیں۔ (وہ ہلاک و برباد ہونے والا ہے)

۴: ۱۴۰۔ اَلْبَغْيُ كُمْ۔ میں تمہارے لئے تلاش کروں۔ اَلْبَغْيُ۔ مضارع واحد متکلم۔ كُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

۴: ۱۴۱۔ اِذْ بِمَعْنَى اِذْ كُرِدَا۔ یاد کرو۔

== يَسْؤُمُوْا نَفْسَكُمْ۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سَوَمٌ۔ مصدر۔

نیز ملاحظہ ہو۔ ۴۹:۲ اور ۱۴:۳۔

= مِلَّاءٌ آزمائش۔ مصدر ہے۔ جب باب نصر سے ہو تو بمعنی آزمائش۔ آتا ہے۔ اور جب باب مع سے آئے تو بمعنی زائل ہونا۔ بوسیدہ ہونا آتا ہے۔ جیسے هَلْ أَذُكَ عَلَى شَجَرَةِ الْخُلْدِ مَلِكٌ لَا يَبْلَى (۱۲۰:۲) کیا میں تم کو ایک ایسا درخت نہ بتاؤں جو ہمیشہ ہے اور ایسی باد شاہت جو کبھی زائل نہ ہو۔

۱۴۲:۷ = خَاثَمْنَاَهَا بِعَشِيرٍ اور پورا کیا ہم نے ان (تیس راتوں) کو (مزید) دس راتوں سے۔

= خَتَمَ۔ پس تمام ہوا۔ یعنی پورا ہو گیا۔

= مِيقَاتٌ۔ طرف زمان۔ مقررہ وقت۔ میعاد۔ وہ میعاد وقت جس میں مقررہ کام کیا جائے۔ امام راغب نے اس کو اسم آلہ (بروزن مفعول) کہا ہے۔
= اَذْبَعَيْنَ لَيْلَةً۔ چالیس راتیں۔ یہی مدت چلہ کشی کی اصل ہے۔ وضاحت کے لئے کتبہ تفسیر کی طرف رجوع کریں۔

۱۴۳:۷ = اَرِيتِ۔ اے ادنی ذاتک او نفسک۔ مجھے اپنی ذات اقدس دکھائیں۔
= اَنْظُرْ اَيْتِكَ۔ کہیں تجھے دیکھ سکوں۔ تیرا دیدار کر سکوں۔

= اِسْتَقَرَّ۔ وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ استقرار (استفعال) سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور قرار پانے کے ہیں۔

= تَجَلَّى۔ اس نے تجلی کی۔ وہ روشن ہوا۔ وہ ظاہر ہوا۔ وہ جلوہ افروز ہوا۔ تَجَلَّى سے جس کے معنی ہویدا اور ظاہر ہونے کے ہیں ماضی واحد مذکر غائب۔ باب تفعّل۔

= دَكَّا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کوٹ کر ہموار کرنا۔ دَكَّ سے جس کا معنی ہموار اور نرم زمین کے ہیں۔ چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے۔ دَكَّةٌ (باب نصر) مصدر۔

= خَرَّ۔ وہ گر پڑا۔ خَرَّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= صَعِقًا۔ بے ہوش۔ صَعِقَ يَصْعَقُ۔ صَعَقٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

صَعَقٌ۔ قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً ب۔

۱) صَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۶۸:۳۹) تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مرجائیں گے۔

(۲) نَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ ضِعْفَةَ مِثْلِ ضِعْفَةِ عَاذِرٍ وَثَمُودَ - (۱۳:۴۱) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔

(۳) دُيِّرَ سِلُّ الصَّوَاعِقِ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (۱۳:۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار ہیں سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی توفنا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے (بجلی کی کڑک) اور کبھی وہ عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے۔

قتادہ نے یہاں موت کے معنی ہی لئے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں بیہوشی اور غشی مراد ہے (لیکن یہ بھی نیند کی طرح ایک قسم کی موت ہے)۔

= اَخَاتٌ - وہ ہوش میں آیا۔ اسے افاقہ ہوا۔ افاقۃً سے (باب افعال) نشہ یا غشی کے بعد ہوش آنا۔ یا مرض کے بعد قوت پانا۔ فوق مادہ۔

۱۴۴: ۷ - اِصْطَفَيْتُكَ - میں نے تجھ کو امتیاز دیا۔ میں نے تجھ کو برگزیدہ کر دیا۔ میں نے تجھ کو سرفراز کیا۔ اِصْطَفَاءُ (افتعال) صَفَوُ مادہ۔ الصَّفَاءُ کے اصل معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا کے ہیں۔ اَلْاِصْطِفَاءُ کے معنی پاک اور صاف چیز کا لے لینا۔ جیسے اَلْاِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز کا منتخب کر لینا اسی سے ہے المصطفیٰ اور المعجبتی۔

۱۴۵: ۷ = اَلَا تَوَاحُ - تَوَحُّ - کی جمع۔ تختیاں۔ (جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی)۔

= مِنْ كُلِّ شَيْءٍ - کَتَبْنَا کا مفعول

= مَوْعِظَةً (بطور نصیحت کے و تفصیلاً (بطور تفصیل کے)

لِكُلِّ شَيْءٍ - مبدل منہ - یعنی ہر وہ شے کچھ دی جس کی بطور نصیحت یا بطور تفصیل بنی اسرائیل کو ضرورت تھی = اَحْسِنَهَا - اس کی خوبیوں کو۔

= سَأُرِيكُمْ - میں عنقریب تمہیں دکھاؤں گا۔ سَیَ مستقبل قریب کے لئے۔ اُرِيكُمْ - میں

تم کو دکھاؤں گا۔ اَرَى یُرَى اِدَاءً - (افعال) دکھانا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر رای۔ مادہ۔

= دَارَ الْفَاسِقِیْنَ - نافرمانوں کا گھر۔ مفسرین کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

آخرت کا ٹھکانہ۔ جہنم (مجاہد) جہنم (الحسن و عطار) ملک شام جہاں قرون ماضی کے نافرمانوں کے لسنڈرات ہیں۔ (قتادہ) ملک مصر جہاں فرعون اور اس کی قوم کے کھنڈرات ہیں۔

۱۴۶: ۷ = سَأَصْرِفُ - میں عنقریب پھیر دوں گا۔ فعل با فاعل - اَلَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُونَ مفعول

نَا اَلْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ - اَلَّذِیْنَ یَتَكَبَّرُونَ سے حال - عَنْ اِیَّائِیْ - متعلق فعل - جو لوگ زمین

پر بغیر حق کے تکبر و نخوت سے کام لیتے ہیں عنقریب میں ان کو (اس پاداش میں) اپنی آیات (کی پیروی) سے بھیر دوں گا۔

اور تصرف کیا ہوگی؟ اس کا بیان دَانِ يَتَّوْا اَكْلَ آيَةٍ..... سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا میں کیا گیا ہے کہ اگر وہ تمام معجزات و حقائق کو دیکھ بھی لیں تو بھی ایمان نہ لاویں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ بھی لیں تو اختیار نہ کریں۔ (اس کے برعکس) اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو جھٹ اپنائیں (وائے محرومی)

= ذٰلِكَ - اشارہ ہے تصرف کی طرف۔ یعنی یہ تصرف اس لئے ہے کہ بِأَنَّهُمْ..... غٰفِلِينَ۔
۱۴۷: ۷ = هَلْ - استفہام انکاری۔ (نہیں دی جائے گی ان کو جزاء مگر اس فعل کی جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے)

۱۴۸: ۷ = اِتَّخَذَ - بنالیا۔ اختیار کر لیا۔ پسند کر لیا۔ ٹھہرایا۔

= حُلِيِّهِمْ - ان کے زیورات۔ ان کے گہنے۔ حُلِيٌّ حُلًى کی جمع۔ مضاف مضاف الیہ۔
حُلًى يَحُلًى - (سمع) آراستہ ہونا۔ حُلًى آراستہ کرنا۔

يُحَلِّوْنَ فِيهَا أَسَادَ مِنْ ذَهَبٍ (۱۸: ۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے
= عِجْلًا - گائے کا بچڑا۔ گو سالہ۔ جَسَدًا ۱۔ خون و گوشت رکھنے والا۔ یادھا پنچہ بغیر روح کے۔
= لَهُ خَوَادُّ - گائے کی آواز (اس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی)

(جب حضرت موسیٰ میقاتِ رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے تھے تو سامری نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر بچڑے کا سا مجسمہ بنایا۔ جو گائے کی سی آواز نکالتا تھا)
= اِتَّخَذُوهُ - ای اتخذه الہا۔

۱۴۹: ۷ - سَقَطَ - گرادیا گیا۔ (باب نصر) سَقُوطٌ سے جس کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔

سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ - محاورہ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ نادم ہوئے۔ اصل میں تھا سَقَطَ التَّدْمُ فِي أَيْدِيهِمْ۔ ندامت ان کے ہاتھوں میں ڈال دی گئی۔

وَلَمَّا سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ - جب حقیقت پا کر کہ نہ تو وہ عجل بات کر سکتا ہے اور نہ کوئی راہ ہدایت دکھا سکتا ہے۔ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔

۱۵۰: ۷ = غَضَبَانَ - صیغہ مبالغہ۔ سخت غضبناک۔ غضبان وہ شخص جس کے غصہ میں شدت ہو۔ غَضَبَةٌ - وہ شخص جس کو جلد غصہ آجائے۔

= اَسِفًا - مصدر ہے۔ افسوس کرنا۔ پچھتاوا۔ شدید الغضب (شدید غصہ میں) -

حَزِينًا - مَنَاسِفَ -

= بِئْسَمَا - بُرَابٌ جو کچھ - بُری ہے وہ چیز - مَا بمعنی شئی کے قیڑ ہے بِئْسَ کے فاعل مضمَر کی یا مَا موصولہ ہے بمعنی الذَّی - اور بِئْسَ کا فاعل ہے -

= خَلَفْتُمُونِي - تم نے میری جانشینی کی - تم نے میرے بعد کیا -

= أَعَجَلْتُمْ - ۱ - استقہامیہ - عَجَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر - تم نے جلدی کی - تم نے جلد بازی کی - عَجَلٌ اور عَجَلَةٌ سے -

= أَعَجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ - کیا تم نے اپنا رب کا حکم آنے سے پہلے ہی یہ جلدی کر ڈالی - یعنی میں جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کے احکام و ممول کرنے کے لئے گیا ہوا تھا تاکہ تمہارے پاس لاؤں اور تم ان احکام کے مطابق عمل کرو - لیکن تم نے اس کا انتظار کئے بغیر اتنی شتابی سے ایک گوسالہ کو خدا بنا ڈالا -

= يَجُوزُ - مضارع واحد مذکر غائب - حَزْبٌ مصدر (باب نصر) ۙ ضمیر مفعول اس کو کھینچے ہوئے = ابْنُ أُمٍّ - یا حَسْرَتِ ندا محذوف - ابْنُ أُمٍّ مضاف الیہ کل کر منادی -

یا ابْنُ أُمٍّ میں بعض نے میم کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اصل میں ابْنُ أُمٍّ تھا - ی کو تخفیفاً ماقط کر دیا گیا - میم کو مفتوح پڑھنے والوں کے نزدیک بھی میم پر فتح زیادہ تخفیف کی وجہ سے ہے - = اِسْتَضَعُّونِي - انہوں نے مجھے کمزور سمجھا - مضارع جمع مذکر غائب - باب استفعال - ن قایہ - ی ضمیر مفعول واحد متکلم -

= لَا تَشِيتُ بِي - تَوْنٌ ہنسا - تَوْنٌ خوش کر - الشَّمَاتَةُ کے معنی دشمن کی مصیبت پر خوش ہونے کے ہیں - اَشْمَتَ اللَّهُ بِهِ الْعَدُوُّ - کے معنی ہیں - اللہ اسے مصیبت پہنچائے جس کے اس کے دشمن خوش ہوں -

فَلَا تَشِيتُ بِي الْعَدَاةُ - تو ایسا نہ کر کہ دشمن مجھ پر ہنسیں - لَا تَشِيتُ - فعل ہنسی - واحد مذکر حاضر - اِشْمَاتٌ (افعال) مصدر - حدیث شریف میں ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَدَرَكِ الشَّقَاءِ وَشَمَاتَةِ الْعَدَاةِ - اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بُری تقدیر سے اور بد بختی سے اور ایسی بات سے جس سے دشمن خوش ہوں

۱۵۲: ۷ - سَيِّئًا لَهُمْ - سَی - مستقبل قریب کے لئے ہے یَتَالُ مضارع واحد مذکر غائب - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - عَنْقَرِبَ ان کو آپہنچے گا - عَنْقَرِبَ ان کو آلیگا - نِيلٌ مصدر - نَالَ یَتَالُ (باب سجع)

== الْمُفْتَرُونَ - اسم فاعل - جمع مذکر افتراء پرداز - بہتان باندھنے والے - اِفْتَرَاءُ (افعال)
مصدر - فری - مادہ -

اِفْتَرَاءُ کا لفظ صلاح اور فساد دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔ ذَمَّتْ يَشْرِكُ بِاللّٰهِ فَقَدْ افْتَرٰى اِثْمًا عَظِيْمًا - (۴: ۲۸)
جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُونَ (۱۱: ۵۰)
تم (شرک کر کے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

۱۵۳: ۷ = مِنْ اَبْعَدِهَا - اِى مِنْ اَبْعَدِ السَّيِّئَاتِ (من بعد التوبة) هَا ضَمِير
سَيِّئَاتِ کے لئے ہے۔

۱۵۴: ۷ = سَكَتَ - وہ سکتا گیا۔ اس نے سکوت (خاموشی) اختیار کیا۔ (باب نصر) سَكُوْتُ
سے ماضی واحد مذکر غائب - السَّكُوْتُ - سکوت ترکِ کلام کے ساتھ مخصوص ہے اور چونکہ
سکوت سکون کی بھی ایک قسم ہے۔ اس لئے یہاں اس آیت میں اس کا استعمال بطور استعارہ
سکون ہی کے معنوں میں ہوا ہے۔

= فَسَخَتْهَا - نسخہ یعنی کتاب - لکھی ہوئی تحریر - مضامین - ان کے مضامین میں رحمت اور
ہدایت تھی

= يَرْهَبُونَ - وہ ڈرتے ہیں - مضارع جمع مذکر غائب - رَهَبٌ (باب فتح) سے
۱۵۵: ۷ = اِخْتَارَ قَوْمَهُ - اِى اِخْتَارَ مِنْ قَوْمِهِ - اِخْتِيَارَ (افتعال) سے اس نے
اپنی قوم سے چن لئے۔

= لِمِيقَاتِنَا - ہمارے مقررہ وقت پر - مضاف مضاف الیہ - مِیْقَاتٌ اسم ظرف زمان -
طے شدہ - مقرر شدہ وقت -

= الرَّجْفَةُ - الزلزلة الشدیدة - الرَّجْفُ (باب نصر) اضطراب شدید کو کہتے ہیں -
رَجَفَتِ الارْضُ - زمین زلزلہ سے ہل گئی - بَجُرُ رَجَافٍ - متلاطم سمندر (نیز دیکھو: ۷: ۹۱)
= مِنْ قَبْلُ - مِنْ بَعْدُ کی ضد ہے - قَبْلُ اور بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر
انضافت کے آئے گا - یا تو اس پر ختم ہوگا - یا اس پر دوزبر ہوں گے - بَعْدًا -

قرآن مجید میں بَعْدًا استعمال نہیں ہوا ہے -

= اِنْ هِیَ - میں اِنْ نافیہ ہے -

== فِتْنَتَكَ - فتنہ مضات ك ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیری آزمائش۔ فتنہ کے معنی عذاب کے بھی ہیں جیسے ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ۔ (۵۱: ۱۳) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔ یا یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (۵۱: ۱۳) جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

۱۵۶: ۷ = اِنَّا هَذَا نَالَيْكَ - بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کر لیا ہے۔ هَاذَ يَمْوَدُّ (باب نصو) سے۔ هَذَا ماضی جمع شکم کا صیغہ ہے هَاذَ بمعنی دَجَّعَ ہے۔ اس کا معنی بٹنا ہو سکتا ہے ہم (اپنے) کئے پر تائب ہیں۔

= اُصِيبَ بِهِ - جسے میں اس کو دیتا ہوں (جسے میں چاہوں) اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً (افعال) سے مضارع واحد مکمل۔

= سَاكِنُهَا لِلَّذِينَ - میں اس کو لکھ دوں گا ہا۔ ضمیر واحد مونث غائب رَحْمَةً کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو مقدر کر دوں گا۔ اسے (رحمت کو ان کی تقدیر میں) لکھ دوں گا۔

۱۵۷: ۷ = الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ بَدَلُ هُمُ الَّذِينَ يَتَّقُونَ -

فَسَاكِنُهَا كَانَتْ عَلَيْهِمْ۔ کا ترجمہ ہو گا۔ میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کی قسمت میں لکھ دوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو پیری کرتے ہیں اس رسول اور نبی امی کی جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور بُرائی سے روکتا ہے۔ حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزوں کو۔ اور ان پر سے اس بوجھ کو اتارتا ہے (جس میں وہ بے ہوتے ہیں) اور وہ بندش یا زنجیریں کھولتا ہے جنہوں نے ان کو جکڑ رکھا ہے

= الرَّسُولُ - پیغمبر۔ بھیجا ہوا۔ رِسَالَةٌ سے بروزن فَعُولٌ۔ اور یہ مُرْسَلٌ بروزن مَفْعَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہا گیا ہے۔

= النَّبِيُّ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے اصل میں نَبِیُّ تھا۔ ہمزہ کو یا آء سے بدل کر یا۔ میں مدغم کر دیا گیا۔ نَبِیُّ ہوا۔ بمعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بناء پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ خدا تعالیٰ کے تعلق خبر پانے والا۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کے باعث النبی کہا گیا ہے۔

= اَلْاُمِّيَّ - جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے۔ حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا مِمَّا لَا تَكْتُبُ وَلَا نَحْسِبُ۔ ہم امی جماعت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرنا۔ بعض کے نزدیک اُمِّیُّ اُمُّ کی طرف منسوب ہے جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ

پرہنا لکھنا نہیں جانتا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔
 بعض نے کہا ہے کہ اُمّی۔ اُمّ القُرَیْ امکہ کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اہل مکہ یعنی قریش من حیث
 لقوم بے پڑھے لکھے ہی تھے۔ اس لئے بے پڑھے لکھے شخص کو اُمّی کہا جانے لگا۔
 لفظ اُمّی آپ کے حق میں صفت مدح ہے دوسروں کے حق میں نہیں۔ جس طرح صفت کبر
 ذات باری تعالیٰ کے لئے صفت مدح ہے اور غیر کے لئے مذموم۔
 = اِصْرَهُمْ۔ ان کے بوجھ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہاں مراد ان سخت احکام سے جو یہودیوں
 پر عائد تھے۔ اِصْرٌ۔ بھاری بوجھ۔ تکلیف شاقہ۔ دشوار امر۔
 = يَضَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَضَعَ مصدر۔ بفتح۔ وہ اتارتا ہے۔ وہ دور کرتا ہے۔
 = اَلْغُلَّالُ۔ قیدیں۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ زنجیریں۔ غُلٌّ کی جمع۔ غُلٌّ اس شے کے ساتھ
 مخصوص ہے جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضا باندھ دیئے جائیں۔
 = اٰمَنُوْا بِہِ۔ میں ۛ ضمیر واحد مذکر غائب الرَّسُوْلُ النَّبِیُّ کی طرف راجع ہے
 = عَزَّوَجَلَّ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۛ ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الرَّسُوْلِ النَّبِیِّ۔
 تَعَزَّيْرٌ (تَفْعِيلٌ) سے انہوں نے اس کی تعظیم کی۔ انہوں نے اس کو قوت دی۔ انہوں نے اس
 کی رفاقت کی۔

= الشُّور۔ اِی الْقُرْآنُ الْعَظِیْمُ۔

آیات ۱۵۶ = ۱۵۷ میں اِنَّا هُدُّنَا اِلَيْكَ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی
 اور قَالَ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دعا کا جواب شروع ہوا۔
 بعض نے یہ جواب آیت ۱۵۷ کے اختتام اَلْمُفْلِحُونَ پر ختم کیا ہے۔ اس صورت میں
 آیت ۱۵۷ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشین گوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ نبی امی
 ان صفات کا حامل ہوگا جو کہ یَا مُؤْمِرًا بِالْمَعْرُوفِ سے لے کر کَانَ عَلَیْہِمْ تِلْكَ مذکور ہیں۔
 اور اس کا مبارک ذکر تورات۔ انجیل اور بھی تک یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں نازل
 نہیں ہوئی تھیں، میں ملے گا۔ پس اس نبی امی کی پیروی کا حکم فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے لیکر
 اُنْزِلَ مَعَهُ تک ارشاد ہوا۔

شروع میں ارشاد ہوا۔ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ (اتباع رسول)
 اور پھر ارشاد ہوا۔ وَاتَّبِعُوا الشُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهُ۔ (اتباع القرآن) لہذا یہ اشارہ ہے اتباع
 القرآن و اتباع السنۃ کی طرف۔

بعض کے نزدیک حضرت موسیٰ کی دعا کا جواب آیت ۱۵۶ کے ساتھ ختم ہو گیا اور آیت نمبر ۱۵۷ میں بنی اسرائیل کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے ان کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے۔

۱۵۸: ۷ = صَلَّيْتَهُ - کلمات جمع کلمۃ کی - مضاف ہ ضمیر واحد مذکر غائب (راجع الی اللہ) مضاف الیہ - بمعنی قرآن - یا ما انزل علیہ وعلیٰ سائر الرسل من کتبہ ووحیہ - جو آ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور جو کتابیں یا وحی دوسرے تمام رسولوں پر نازل ہوئیں۔
 ۱۵۹: ۷ = أُمَّةٌ - گروہ - جماعت - نیز اس کے معنی مدت - طریقہ - دین - بھی ہیں - أُمَّةٌ - گروہ - باعتبار لفظ واحد ہے اور باعتبار معنی جمع ہے۔

= يَهْدُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - وہ ہدایت کرتے ہیں - هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) هَدَى يَهْدِي -

= وَبِهِ يَعْذَلُونَ - اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتے تھے - ہ ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔
 يَعْذَلُونَ - عَدَلَ يَعْذِلُ (ضوب) سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

۱۶۰: ۷ = قَطَعْنَاهُمْ - ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - تَقَطَّعَ مصدر (باب تفعیل) الْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں - خواہ اس کا تعلق جائیداد بصر سے ہو جیسے اجسام وغیرہ یا بصیرت سے ہو جیسے معنوی چیزیں - قرآن میں ہے۔

السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَانْطَعُوا اَبْدِيَهُمَا - (۲۸: ۵) اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو - اور دوسری جگہ ہے۔

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنَ النَّارِ - (۱۹: ۲۲) جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔

یہاں اس آیت میں جملہ کا مطلب ہے کہ ہم نے ان کو بانٹ دیا - ہم نے ان کو تقسیم کر دیا۔

= اَسْبَاطًا - سَبَطٌ کی جمع - قبیلے - ایک دادا کی اولاد - ۲ ثنتی عشرۃ کا بدل ہے۔

= أُمَّةً - فرقے - قبیلے - جماعتیں - امتیں - انواع - أُمَّةٌ کی جمع - ہر وہ جماعت جس میں کہ قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو - اسے اُمت کہا جاتا ہے - موجودہ صورت میں یہ رابطہ مشترک ان کا ایک ہی جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہونا ہے - (نیز ملاحظہ ہو ۱۵۹: ۷) أُمَّةً بدل ہے اَسْبَاطًا سے - یعنی ہم نے بانٹ دیا ان کو بارہ قبیلوں میں - ہر ایک کی الگ الگ جماعت

بنادی گئی۔

== اسْتَسْقَاهُ۔ ماضی دائمہ مذکر غائب ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (باب استفعال) اس نے اس سے پانی مانگا۔ سقی مادہ۔ ساقی۔ پلانے والا۔

== اِنْجَسَ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ پھوٹ نکلی۔ اِنْجَسَ سے جس کے معنی کسی ٹکڑے سے پانی کے بہ نکلنے کے ہیں۔ جَبَسَ وَ اِنْجَسَ الْمَاءُ۔ پانی پھوٹ کر بہ نکلا۔ ۱۲۱: ۲۰ جیسار ۲۰: ۶۰ میں آیا ہے۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ اس رنگ مقام یعنی پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

== اُنَاسٌ۔ لوگ۔ نَوَسٌ سے ماخوذ ہے۔

== مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْهِ۔ اسم ظرف مکان۔ پینے کی جگہ۔ چشمہ۔

== ظَلَّلْنَا۔ ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سائبان کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔ ہم نے سایہ کیا (ان پر ابرکام ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ باب تفعیل۔

== ۱۶۱: ۷ الْقَرْيَةِ۔ یہاں اور ۵۸: ۲ میں الْقَرْيَةِ سے مراد بیت المقدس ہے

== مِنْهَا۔ ای من اثم القریۃ و من روعها۔ یعنی شہر میں پائے جانے والے بھل وغیرہ

== حِطَّةٌ۔ ہم بخشش مانگتے ہیں۔ تو ہمارے گناہ جھاڑ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۵۸: ۲)

== ۱۶۲: ۷ رَجَزًا۔ عذاب۔ بلا۔ عقوبت۔ الرَّجَزُ کے اصل معنی اضطراب کے ہیں۔

اسی سے رَجَزَ الْبَعِيرُ۔ جس کے معنی صنعت کے سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں۔

== ۱۶۳: ۷ الْقَرْيَةِ۔ مدین اور کوہ طور کے درمیان سمندر کے ساحل پر ایک بستی۔

== حَاضِرَةُ الْبَحْرِ۔ لب دریا۔ سمندر کے کنارے۔ حَاضِرَةٌ۔ حُضُور سے اسم فاعل

ہے۔ مضاف البحر مضاف الیہ۔ بحر سے بحیرۃ قسزم مراد ہے۔

== يَعْدُدُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عُدُّوَانُ مصدر۔ باب نصر۔ حدّ شرعی سے

تجاوز کر رہے تھے۔ زیادتی کر رہے تھے۔

== السَّبْتِ۔ سنیچر کا دن۔ یوم شنبہ۔ سنیچر کے دن کی تعلیم کرنا۔ کام کاج سے چھٹی کرنا۔

== شُرْعًا۔ الشَّرْعُ۔ سیدھا راستہ ہو و انحراف ہو۔ چنانچہ واضح راستہ کو شُرْعٌ شُرْعٌ

شُرْعَةً کہا جاتا ہے پھر استعارہ کے طور پر طریق الہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔

شُرْعًا شَارِعٌ کی جمع اسم فاعل ہے۔ شَارِعَةُ الطَّرِيقِ کی جمع شَوَارِعُ آتی ہے

جس کے معنی کھلی سڑک ہے۔ آیہ ہذا میں شُرْعًا کے معنی ہیں کہ (مچھلیاں ان کے سامنے) پانی کے اوپر واضح طور پر آجائیں۔

== لَا يَسْبِتُونَ - جب وہ سینچر نہیں مناتے تھے۔ یعنی جس دن سینچر کا دن نہ ہوتا تھا (اور ان کو مچھلیاں کپڑے کی ممانعت نہ ہوتی تھی) مضارع منفی جمع مذکر غائب۔

== لَا تَأْتِيهِمْ - وہ ان کے سامنے (بے دھڑک اور نمایاں) نہ آتی تھیں

== يَبْلُغُهُمْ - مضارع مجزوم جمع مکمل۔ بَلَغُوا سے باب نصر۔ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا

۱۶۴: ۷ = أُمَّةٌ مِنْهُمْ - ان میں سے کا ایک گروہ۔ ایک جماعت۔ سینچر کے دن مچھلیوں کے

شکار نہ کرنے کے متعلق اس بستی کی آبادی تین مختلف الحیال گروہوں میں بٹ گئی۔

ایک گروہ کھلم کھلا نافرمانی کا مرتکب تھا۔ اور بے دھڑک اس روز شکار کرتا تھا۔

دوسرا گروہ خود تو شکار کرنے کے حق میں نہ تھا اور نہ شکار کرتا تھا۔ لیکن شکار کرنے والوں کو

روکتا بھی نہ تھا۔

تیسرا گروہ نہ صرف شکار سے اجتناب کرتا تھا بلکہ شکار کرنے والوں کو اس حکم عدولی سے

منع بھی کرتا تھا۔

== لَمَّا تَعْظُمُونَ - تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔ وَ غُظُّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

یہاں مخاطب تیسرا گروہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے اور متکلم دوسرا گروہ ہے۔

== مَعَذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ - سوال کا جواب ہے۔ اِیٰ اَنْ مَوْعِظَتِنَا اِیَّا هُمْ مَعَذِرَةٌ

اِلٰی رَبِّكُمْ لَا اَنْ اَمْرًا بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاجِب عَلَيْنَا۔ یعنی ہمارا ان کو نصیحت

کرنا اپنے اللہ کے حضور اپنی معذرت کے طور پر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہم پر واجب ہے

(ہم اس حکم کی تعمیل میں ایسا کر رہے ہیں)

۱۶۵: ۷ = نَسُوا مَا فِيْ مَعْرُوفٍ جمع مذکر غائب نَسِيَانٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ بھول گئے۔

یعنی انہوں نے چھوڑ دیا (متذکرہ بالا پہلے گروہ کے افراد مراد ہیں)

== بَشِيرٍ - شدید۔ سخت۔ بردزن فعل۔ بَأْسٌ اور بُؤْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۱۶۶: ۷ = عَتَوْا - انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی۔ سرتابی میں حد سے گذر گئے۔ شرارت

میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عَتَوْا سے۔

== نَهَوْا - نَهَى سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو منع کیا گیا۔

== قِرَدَةً - جمع۔ قِرَدٌ واحد۔ بندر۔ لنگور۔

== خَشِيْنٌ - ذلیل - خوار - خَسَاۗءُ ہے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۱۶۷: ۷ = تَاَذَّنَ - اس نے اعلان کیا۔ اس نے خبر دی۔ اِذْنٌ سے باب تَفَعَّلَ تَاَذَّنُ میں سنا دینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

== لَيَبْعَثَنَّ - مضارع واحد مذکر غائب تاکید بانون ثقیلہ جواب قسم کے لئے بے بَعَثُ سے وہ ضرور ہی بھیجے گا۔

== يَسُوۡمُهُمْ - مضارع واحد مذکر غائب۔ سَوَمٌ مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو تکلیف دیتا ہے یا تکلیف دیگا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۴۹ و ۳: ۱۴۔

هُمْ کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے۔ اس میں علماء میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر اس گروہ کے افراد کے لئے جنہوں نے متواتر حکم عدولی کرتے ہوئے سبت کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کیا۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد پوری یہودی امت ہے۔

اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر یہودی مراد ہیں۔ اس آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

۱۶۸: ۷ = قَطَعْنٰهُمْ - ملاحظہ ہو۔ ۱۶۰: ۱۷۔ ہم نے ان کو بانٹ دیا۔ تقسیم کر دیا۔

۱۶۹: ۷ = خَلَفَ - وہ جانشین ہوا۔ وہ پیچھے آیا (باب نصر) اول معنی میں خِلَافَةُ - جانشین ہونا۔ اور دوسرے معنی میں خَلَفٌ (پیچھے آنا) سے ہے۔

= خَلَفٌ - ناخلف۔ بُرے جانشین۔ امام بغوی لکھتے ہیں خَلَفٌ اس قرن (نسل) کو کہتے ہیں جو دوسرے قرن کے بعد آتا ہے۔

ابن الاعرابی کا قول ہے کہ خَلَفٌ (لام کے زبر کے ساتھ) نیک کے لئے آتا ہے اور خَلَفٌ (لام کے جزم کے ساتھ) بد کے لئے آتا ہے۔

= وَرِثُوۡا الْكِتٰبَ - جو کتاب الہی (توریت) کے وارث ہوئے یعنی پہلی نسلوں کے بعد اب جن پر اس کتاب الہی پر گامزن رہنا فرض ٹھہرا۔

= عَرَضَ - مال و متاع - سامان و اسباب - امام راغب لکھتے ہیں الْعَرَضُ - ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ ابو عبیدہ کے نزدیک جملہ متاع دنیا اس میں شامل ہے۔ یہ جو بولا جاتا

ہے الدنیا عرض حاضر۔ (کہ دنیا تو پیش افتادہ سامان کا نام ہے) یہ بھی دنیا کی بے ثباتی ہی بتانے کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ہے تَرٰبُیْدُوۡنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ

يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۙ (۶۷: ۸) تم لوگ ہمیشہ افتادہ ساز و سامان کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

= اَدْنَىٰ - زیادہ نزدیک - مذکر کے لئے بولا جاتا ہے دَاۤیِّنِ دَدْنِیٰ کا اسم تفضیل ہے دُنْیَا (مَوْنِث ہے یہاں یہ لفظ دنیا کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

يَا خُذْ دُونَ عَرَضٍ هَٰذَا الْآدْنَىٰ - وہ اس دنیا کا مال و دولت لیتے ہیں۔

= سَيُخَفِّرُ لَنَا - وہ ہمیں ضرور بخش دیا جائیگا۔ یعنی جو یہ مال حلال و حرام ہم حاصل کر رہے ہیں اس کا ہم سے مواخذہ نہ ہوگا۔

= وَاِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهُ - واد حال یہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ بجائے حرام مال کے ہتھیانے پر توبہ کرنے اور مغفرت طلب کرنے کے ویسے ہی طریقہ کا مزید مال حاصل کرنے پر مصر ہیں۔

= مِثَاقُ الْكِتَابِ - ای الميثاق المذكور فی الكتاب - وہ وعدہ جو کتاب (تورات) میں مذکور ہے یعنی اَنْ لَا يَقُولُوا عَلٰی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔

= دَرَسُوا - انہوں نے پڑھا۔ دَرَسُوا اور دَرَسَتْہ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

= مَا فِيْهِ - میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ الكتاب کی طرف راجع ہے

۱۷۰: ۷ = يُمْسِكُونَ - جمع مذکر غائب تَمْسِكُ باب تَفْعَلُ سے۔ وہ پکڑے ہوئے ہیں وہ پابند ہیں۔ اِمْسَاكُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز سے چپٹ جانا۔ اور اس کی حفاظت کرنے کے ہیں۔

۱۷۱: ۷ = نَتَقْنَا - ماضی جمع متکلم نَتَقُ سے (باب نصر) ہم نے اٹھایا۔ رسیوٹی، ہم نے

اکھاڑ دیا (بغوی)، ہم نے سعلق کر دیا (فرار)، نَتَقُ (باب ضرب و نصر) کھینچنا، ہلانا۔ بات کہنا کسی چیز کو کھینچنا اور ہلانا اس طرح کہ وہ ڈھیلی پڑ جائے (راغب)

لسان العرب میں ہے کہ النقی - الزعزعة - والهمز والجدب والنقص یعنی نق کا معنی جھٹکا دینا۔ نور سے ہلانا۔ کھینچنا اور جھاڑنا ہے۔ جب پہاڑ میں زلزلہ آتا ہے تو یہ کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور جو لوگ پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوتے ہیں انہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ان پر ابھی گرا چاہتا ہے۔ اس قسم کی صورت حال سے بنی اسرائیل کو دوچار کر دیا گیا۔

= ظَلَّہُ - سابقان کی طرح سایہ دار بدلی۔ پھر ہر چیز پر جو سابقان کی طرح بچھا جانوالی ہو اس پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ (۳۱: ۳۲) جب (بادلوں کی طرح) سمندر کی بڑی بڑی موجیں انہیں ڈھانپ لیتی ہیں۔

= الْجَبَل سے مراد کوہ طور ہے۔

= قَاقِعٌ۔ گر پڑنے والا۔ وَقَعُ سے (باب فتح) اسم فاعل واحد مذکر۔

= خَذُوا۔ قُلْنَا لَهُمْ خُذُوا

= مَا آتَيْنَاكُمْ۔ یعنی تورات۔

۱۷۲: ۷ = ظُفُورِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ظُفُورٌ۔ ظُفُور کی جمع ہے پیٹھیں

پشتیں۔ نسلیں۔

= ذُرِّيَّةٌ۔ کے اصل معنی مچھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے

اصل میں یہ لفظ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے

قرآن میں آیا ہے ذُرِّيَّةَ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ (۳۴: ۳) ان میں سے بعض بعض کی اولاد

ذُرِّيَّةٌ کے اصل کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱)۔ بعض کے نزدیک یہ ذُرَّاءُ اللہُ الْخَلْقُ سے ہے یعنی اصل میں مہموز اللام ہے مگر کثرت

استعمال کے سبب دَوْنَهُ دَبْرِيَّةٌ کی طرح ہمزہ کو ترک کر دیا گیا۔ اور ذُرِّيَّةٌ ہو گیا۔ (سادہ

ذہر۶)

(۲)۔ بعض کے نزدیک یہ اصل میں ذُرَّوِيَّةٌ بروزن فُعْلِيَّةٌ تھا اور ذُرٌّ (ذہر۷) سے مشتق

ہے جیسے قُرِّيَّةٌ قَرَّ سے۔

(۳) کہ آیت کریمہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْجَحَّمَ (۷۹: ۷) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے میں ذَرَأْنَا

ذَرَيْتُ الْجَنْطَةَ (گیہوں کو ہوا میں صاف کرنا) سے مشتق ہے۔ اس صورت میں مادہ ذہر۷

= وَإِذَا خَذَ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ میں مِنْ ظُفُورِهِمْ بدل ہے مِنْ ابْنِي آدَمَ کا اور

ذُرِّيَّتَهُمْ (مضاف مضاف الیہ) مفعول ہے اخذ کا۔

ترجمہ :- اور جب تیرے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔ (یعنی اپنے

ردہرولا حاضر کیا)

= أَشْهَدَهُمْ۔ اس نے ان کو گواہ بنایا۔ اس نے ان کی شہادت لی۔

= اَنْ تَقُولُوا عَم غُفْلِينَ۔ یہ جملہ مفعول لئے ہے فَعَلْنَا ذَلِكَ کا جو محذوف ہے۔

۱۷۳: ۷ = اَوْ تَقُولُوا۔ عطف ہے اَنْ تَقُولُوا۔ (آیہ سابقہ پر)

= أَفْتَهْلِكُنَا۔ الف لام استفہام کے لئے ہے۔ تَهْلِكُ مضارع واحد مذکر حاضر ناظمیر

مفعول جمع منکلم کیا تو ہمیں ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

مُبْطِلُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو۔ جھوٹے۔ اہل باطل۔
 ۱۷۵۔ اُتْلُ۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔ تِلَاوَةٌ سے جس کے معنی پڑھنے۔ تلاوت کرنے اور معنی
 تدبیر کرنے کے ہیں۔ امر واحد مذکر حاضر۔ خطاب حضرت رسول کریم سے ہے۔
 نَبَأٌ خَبْرٌ۔ حال۔ نَبَأٌ الَّذِي حال اس شخص کا۔

بَنَاهُ اٰیَتِنَا۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیاں دیں۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیوں کا علم دیا۔
 فَانْسَلَخْنَا مِنْهَا۔ وہ چھوڑ نکلا۔ وہ گزر گیا۔ اَنْسَلَخْنَا کے اصل معنی ہیں کھال کھینچنا۔ (باب انفعال)
 سے معاورہ ہے سَدَخْتُهُ فَانْسَلَخْنَا۔ میں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھینچ گئی۔ اسی سے ہے سَلَخْتُ
 عَهْدَ۔ میں نے اس کی زرہ کھینچی یعنی اتار لی۔ گزر جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے فَاذَا اَنْسَلَخْنَا
 شَهْرُ الْحَرَمِ (۵:۹) جب حرمت کے مہینے گزر جائیں۔ سانپ کی کنگلی اتار دینے کو عرب میں
 نہیں انسخت الحیة من جلدھا (سانپ اپنی جلد سے نکل گیا) پس فانسلخ منها کا یہ
 لمب ہوا کہ۔ اس شخص نے ان آیات و ہدایات کو چھوڑ دیا۔ اور گمراہی میں چلا گیا۔
 = اَتَّبَعَهُ۔ وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔

= عَوَيْنَا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاوَيْنَا واحد۔ گمراہ۔ کج رو۔
 بَہَا۔ میں ضمیر اٰیَتِنَا کی طرف راجع ہے۔

= اَخْلَدَ اِلَى الدَّرَهِصِ۔ اسی مال الی الدنیا درغیب فیہا۔ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا
 اس کی رغبت اس میں رتج لیس گئی۔
 = تَحَمَّلَ عَلَيْهِ۔ تو اس پر حملہ کرے۔

= يَلْهَثُ۔ ہانپنا۔ زبان باہر نکالنا۔ و ذربان باہر نکال دیتا ہے (باب فتح) لَهْثٌ وَ لُهْثٌ۔
 وغیرہ کا عاجزی اور پیاس سے زبان باہر نکالنا۔ لُهْثٌ۔ پیاس کی گرمی۔ موت کی سختی۔ باب
 یح۔ پیاسا ہونا۔ لَهْثَاتٌ پیاس۔ التھات (باب افتعال) پیاس و تکان وغیرہ سے زبان باہر نکال
 بنا۔

۱۷۷۔ سَاءَ مَثَلَانِ الْقَوْمِ۔ میں مَثَلًا تمیز ہے۔ یعنی مثال کے لحاظ سے بُری ہے وہ قوم۔

۱۷۸۔ الْمُهْتَدِيُّ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ معرفہ۔ ہدایت یاب۔
 = وَمَنْ يُضِلُّ۔ اے وہ من یُضِلُّ اللہ۔ اور جن کو اللہ گمراہ کر دے۔

۱۷۹۔ ذَرَأْنَا۔ ہم نے پیدا کیا۔ ماضی جمع متکلم۔

= لِحَبْثِهِمْ۔ میں لام عاقبت کا ہے۔ غایت کا نہیں۔ یعنی ان کو پیدا کرنے کی غایت ان کو جہنم میں

ڈالنے کی نہ تھی۔ بلکہ اپنے کفر و نافرمانی کے انجام کے طور پر وہ جہنمی بن گئے۔

قرآن میں اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ مثلاً فَانْقَطَعَتْ اِلٰی فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَرَزًا۔ پس فرعون کے آدمیوں نے اس کو اٹھایا تاکہ بڑا ہو کر وہ ان کا دشمن بنے اور باعثِ زحمت ہو۔ تو یہاں انہوں نے اس نیت اور اس غرض کے لئے نہیں اٹھایا تھا کہ واقعی ان کا دشمن نکلے۔ بلکہ ان کی نیت اور مقصد تو یہ تھا کہ جب یہ بڑا ہو گا۔ تو ہمارے کام آئیگا لیکن ان کے اٹھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انجام کار وہی موسیٰؑ ان کی اور فرعون کی بربادی کا باعث بنا۔

۱۸۰:۴ = ذُرِّيَّتًا - تم چھوڑ دو، دُذِرْتُمْ سے امر۔ جمع مذکر حاضر

= يُلْحِدُونَ - الْخَادُ مصدر۔ وہ کجراہی کرتے ہیں۔ وہ غلط نسبت کرتے ہیں۔ الحاد کا معنی سیدھی راہ سے منہ موڑنا۔

يُلْحِدُونَ فِيْ اَسْمَانِهٖ۔ جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں یعنی اس کے اسماء الحسنیٰ کا اطلاق اس کے سوا کسی غیر پر کرتے ہیں جیسے مسیدہ کذاب کے پیروکار اس کو رحمن بیلہ کہہ کرتے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ کو ایسے ناموں سے پکارنا جو اس نے اپنے لئے نہیں رکھے۔ یا جو اس کی شان کے شایان نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کو يَادَفِئِیْ کہہ کر پکارنا وغیرہ۔ لَحْدٌ۔ بغلی قبر ۱۸۱:۴ = يَعْدِلُونَ۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ بہ میں ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔ ۱۸۲:۴ = سَفَتَدِرْجُهُمْ۔ استدراج (استفعال) سے۔ اس کے معانی عملانے مختلف پہلوؤں سے کئے ہیں لیکن اصل میں کوئی اختلاف نہیں۔

- (۱) ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں (مولانا مٹھانویؒ)
- (۲) استدراج کے معنی ہیں مخفی طریقہ سے آہستہ آہستہ کسی چیز کی طرف چلنا۔ (معالم)
- (۳) ہم ان کے ساتھ ایسی تدبیریں کرنے والے ہیں جن کا ان کو پتہ بھی نہ ہو۔ (عطار)
- (۴) ہم ان کے اعمال کو ان کی نظر میں پسندیدہ بنا دیں گے پھر ان کو ہلاک کر دیں گے (کلبی)
- (۵) جب وہ کوئی نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم ان کو جدید نعمت بخشتے ہیں۔ (ضحاک)
- (۶) ہم ان پر اپنی نعمتوں کو بہاتے ہیں۔ لیکن شکر ادا کرنا فراموش کر دیتے ہیں (سفیان)
- (۷) ہم ان کو آہستہ آہستہ پستی میں گرا دیں گے اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو۔ (کرم شاہ)

دَرَجَاتٍ زُرِيَّةٍ کی بیڑیاں تَدَارُجٌ درجہ بدرجہ چڑھنا۔

(۸) ہم قَلِيلًا قَلِيلًا ہلاکت کی طرف لیجائیں گے۔ (مظہری)

= مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ۔ اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو گا۔

= اُمِّلَیْ - میں ڈھیل دوں گا۔ میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ اِمْلَءُ (اِفْعَالُ) جس کے نئی مہلت میں ڈالنے۔ ڈھیل دینے۔ اور لمبی لمبی امیدیں دلانے کے ہیں۔ مضارع احد متکلم۔

= کَیْدِی - میری تدبیر۔ کَیْدُ ہر اچھی یا بُری تدبیر کو کہتے ہیں قرآن حکیم میں اس کا استعمال بطور استہزاء ہے وہاں اس کے مذموم معنی مراد ہیں جہاں بھی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو اس کے در معنی مراد ہیں۔ حَسَنِ تدبیر۔

= مَتَّیْنُ - میغہ صفت مشبہ - مضبوط۔ محکم۔ بڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو متن کہتے ہیں۔ اس سے مَتَّنُ فعل بنایا گیا۔ مَتَّنَ اس کی پشت قوی اور مضبوط ہو گئی۔ اس کے اعتناء نت اور مضبوط ہو گئے۔ مَتَّیْنُ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال سے متین کا معنی قوی محکم ہو گیا۔ متانت۔ مضبوطی۔ سنجیدگی۔

۱۸۴:- جَنَّةٌ - جنوں۔ سودا۔ دیوانگی۔ جَنُّ سے مشتق ہے۔ چونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی ہے اس لئے اسے جَنَّةٌ کہتے ہیں۔

= اِنْ هُوَ یَنْ اِنْ نافیہ ہے۔

۱۸۵ = مَلَكُوتٌ - مَلَكٌ فعل مبالغہ کے لئے تا بڑھادی گئی ہے۔

مدارِ کامل۔ غلبہ تامہ۔ حکومت حقیقیہ۔ بقول راعب ملکوت اللہ کی بادشاہی و حکومت کے خاص ہے۔

اِخْتَرَبَ - وہ قریب آگئی۔ اِخْتَرَابٌ (اِنْفِعَالُ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

اَجَلُهُمْ - ان کی مدت مقررہ۔ ان کی موت۔

اَدَلَمَ یَنْظُرُ میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

ملکوت ارض و سماء۔

مختلف النوع مخلوق جو اس ارض و سما میں ہے۔

اجل کا کسی وقت بھی آگنا۔

بَعْدَهُ یس ہ ضمیر (واحد مذکر غائب) قرآن کی طرف راجع ہے۔

۱۸۶ = یَذَرُهُمْ - وہ چھوڑ دیتا ہے ان کو۔ وَذَرُّسَ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ

مفعول جمع مذکر غائب

طَغْيًا نِہِمٌ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گمراہی۔ سرکشی، نافرمانی۔

= يَعْهُونَ - وہ سرگردان و گمراہ پھرتے ہیں - عَمَهُ - مصدر - (باب فتح - سمع) عَمَهُ نَكْرَ عَمَهُ - عَامَهُ - سرگردان و حیران - متردد -

۱۸۷: ۷ = آيَاتٍ - کب - مَتَى کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے آتا ہوتا ہے -

بعض اس کی اصل آتَا اَدَانِ بمعنی کو نساوقت - بتاتے ہیں - الف کو حذف کر کے دَاؤ یار کیا گیا پھر اس یار کو آتَا کی یار میں مدغم کیا گیا - آيَاتٍ ہو گیا -

= مَوْسَمًا - مَوْسَا مضاف ہا مضاف الیہ - مصدر مہمی ہے مٹھیرانا - جمانا - مادہ د ہے دَسَايُو سُو (نصر) مٹھیرنا - جگہ پر جم جانا - اس سے مصدر مہمی مَوْسَا آتا ہے لیکن ثلاثی مز میں باب افعال سے اِدَسَاءُ مصدر - اور مصدر مہمی مَوْسَا آتا ہے - مٹھیرانا - جمانا - کشتی نگر انداز ہونا -

آيَاتٍ مَوْسَمًا - اس کا وقوع کب ہوگا -
= لَا يُجَلِّئُهَا - مضارع منفی واحد مذکر غائب ہا ضمیر واحد مؤنث غائب (تَجْلِيَةٌ) مصدر - اس کو نمودار نہیں کرے گا - لَا يُجَلِّئُهَا لِوَقْتِهَا - اَيُّ لَا يُظْهِرُ لَوْقْتِهَا الْمَعِينِ اِنَّ اللَّهَ - وَلَا يَقْدِرُ عَلَى ذَلِكَ غَيْرُهُ - اس کا وقت معین وہی ظاہر کر سکتا ہے مارتا سکتا - اور کسی اس کے سوا قدرت نہیں ہے -

= ثَقُلْتُ - (باب کرم) ثَقُلْتُ مصدر - وہ بھاری ہوئی - ماضی بمعنی مضارع - وہ بھا ہوگی - حَسَنُ کہتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض و سما پر بہت بھاری گزرے گی (بوجہ متعدد اسباب کے کہ آسمان پھٹ جائیں گے - ستارے ٹوٹ پڑیں گے - پہاڑ جائیں گے - زمین متزلزل ہو جائے گی - وغیرہ وغیرہ -

= بَفْتَةٍ - اک دم - اچانک - یکایک - اَنَّا فَنَّا -
= حَفِيٌّ - باخبر - جو تحقیق و تدقیق کر چکا ہو - بڑا مہربان - متلاشی - محقق -

كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا - اس میں تقدیم و تاخیر ہے - تقدیر کلام یوں ہے يَسْأَلُونَكَ عَنْكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ بِهِمْ - وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو - یا وہ تم سے اس انداز میں پوچھتے ہیں کہ تاسخ و قوع سے تم واقف ہو - یا تم اس کی خور تحقیق کر چکے ہو -

۱۸۸: ۷ = لَا اسْتَكْثَرْتُ - میں ضرور بہت جمع کر لیتا - اسْتَكْثَرْتُ (اسْتَفْعَالٌ) سے ج -

معنی کسی چیز کو کثیر سمجھنے یا کسی کام کو بہت زیادہ کرنے کے ہیں۔

یہاں اگر غیب سے مراد وقت موت لیا جائے تو لَا سَتَكُنْ تَكُنْ کا مطلب ہوگا کہ میں بہت نیکیاں جمع کر لیتا ہوں صالحہ کے اور اعمال سوء سے اجتناب کر کے۔

اور اگر عام معنی لئے جاویں تو مطلب ہوگا کہ نقصان سے بچتے ہوئے اور نفع کو اختیار کرتے ہوئے میں بہت کچھ جمع کر لیتا۔ اور ایذا وغیرہ سے بچ جاتا۔

۱۸۹:۷ = دَذَبَهَا۔ اس (مَوْت) کا جوڑا۔ یعنی خاوند۔ اور دَذَبْتُ اس (مذکر) کا جوڑا۔ یعنی اس کی بیوی۔ گویا زوج کا مطلب ہوا بالمقابل صنف سے ساتھی۔

= لَيْسَ لَكُنْ تَكُنْ تاکہ تسکین پائے۔ اطمینان حاصل کرے۔ اس میں فاعل نَفْسُ ہے جو کہ مَوْت استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں صیغہ مذکر کا لایا گیا نَفْسُ کے معنی کے لحاظ سے کیونکہ اس سے مراد یہاں آدم (مرد) ہے۔ اور اسی مناسبت سے زوج کا لفظ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد بیوی ہے۔

= تَغَشَّاهَا۔ اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانکا۔ کنایہ "اس مرد نے اس عورت سے ہمبستری کی۔ تَغَشَّى الْمَرْأَةَ۔ وہ عورت کے پاس گیا (اس سے مجامعت کی) غَشَادَةٌ سے پردہ جس سے کوئی شے ڈھانپ دی جائے۔

= فَمَوَّتَ بِهِ۔ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب حَسَلًا کی طرف راجع ہے وہ اس حمل کو لئے پھرتی ہے۔

= دَعَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب (اگرچہ تثنیہ میں ایک مرد اور ایک عورت شامل ہیں لیکن مرد کی جنس کے غلبہ کی وجہ سے تثنیہ مذکر لایا گیا) ان دونوں نے پکارا۔ ان دونوں نے دعا کی۔

۱۹۱:۷ = مَا لَا يَخْلُقُ۔ میں ما موصولہ ہے۔

لَا يَخْلُقُ۔ اور هُمْ يَخْلُقُونَ میں دونوں ضمیروں کا مرجع ما موصولہ ہے۔ لیکن يَخْلُقُ میں هُوَ (مستتر) ضمیر واحد ہے اور يَخْلُقُونَ میں هُمْ ضمیر جمع ہے اس کی توضیح علماء نے یوں کی ہے کہ ما موصولہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ لفظی اعتبار سے وہ واحد ہے اور لَا يَخْلُقُ میں اس کی اسی حیثیت کو معتبر رکھا گیا ہے۔ اور معنوی لحاظ سے جمع ہے اور هُمْ يَخْلُقُونَ میں اسی معنوی حیثیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے دوسری بات جو یہاں غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ شرکار سے یہاں مراد بت ہیں۔ اور وہ بے جاں تھے قاعدہ کے مطابق تو ان کے لئے ضمیر مَوْت ہونی چاہئے مگر یہاں جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ ان کے متعلق یہ تھا کہ یہ بت عقل و حیات رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے عقیدہ کے مطابق ان کا ذکر کیا گیا

۱۹۲:۷ = لَا يَسْتَطِيعُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ (باب استفعال) وہ استطاعت

نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔ وہ طاقت نہیں رکھتے۔ طَوْعٌ مَادَہ۔
 = لَہُمُ میں ضمیر ہُنْد کا مرجع مشرکین ہیں اور اَنْفُسُہُمْ میں ضمیر ہُم وہ بُریت ہیں جن کو مشرکین
 نے اللہ کا شریک بنایا ہوا تھا۔

۱۹۳: ۷ = تَدْعُوْهُمْ۔ تم ان کو پکارتے ہو۔ تم ان کو بلاتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں
 تَدْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ ہُمُ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام و
 اوثان کے لئے ہے۔

= اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلٰی الْہُدٰی لَا یَتَّبِعُوْکُمْ۔ اِی اِلٰی مَا هُوَ ہُدٰی و رِشَاد و اِلٰی
 اِنْ یُہْدٰوْکُمْ و اِلٰی الْمَعْنٰی و اِنْ تَطْلُبُوْا مِنْہُمْ کَمَا تَطْلُبُوْنَ مِنْ اللّٰهِ الْخَیْرِ و اِلٰی الْہُدٰی لَا
 یَتَّبِعُوْکُمْ اِلٰی مَرَادِکُمْ و تَطْلُبْتُمْ وَلَا یَجِیْبُوْکُمْ کَمَا یَجِیْبُکُمُ اللّٰهُ اِلٰی الْہُدٰی۔
 رشد و ہدایت کی طرف اس واسطے کہ تمہیں راہ ہدایت دکھائیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سے خیر و ہدایت کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیر و ہدایت
 کی دعا کرتے ہو تو جس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری پکار کو سن کر پورا کرتا ہے یہ تمہاری مراد یا طلب کو پورا نہیں
 کر سکتے۔

یا اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے اگر تم ان کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں
 = اَدْعُوْهُمْ۔ خواہ تم ان کو پکارو۔ ان کو دعوت دو۔ دَعْوَتُکُمْ۔ دُعَاءٌ سے ماضی جمع
 مذکر حاضر۔ وَاِذَا اشْبَاعُ کَاہِ ہُمُ۔ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام کے لئے ہے۔
 = صَامِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ خاموش۔ چپ۔ صَمْتُ سے جس کے معنی خاموش
 ہونے کے ہیں۔ صَمْتُ یَصْمُتُ۔ (نَصَرَ) خاموش رہنا۔ ناطق کی ضد ہے۔
 ۱۹۴: ۷ = تَدْعُوْنَ۔ تم پکارتے ہو۔ اِی تعبدون۔ (جن کی) تم عبادت کرتے ہو۔ و تَسْمُوْنَ
 الْہِمَۃ۔ جنہیں تم الہ کا نام دیتے ہو۔

= عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ۔ تم ہی جیسے بندے۔ بت اگرچہ پتھر اور لکڑی کے بے بان مجسمے ہو کرتے
 تھے ان کو تمہارے جیسے بندے کہنا وجوہ ذیل کی بنا پر ہو سکتا ہے۔
 ۱۔ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے اعتقاد کے مطابق
 ان سے بات کی گئی۔

۲۔ یہ الفاظ بطور استہزار استعمال کئے گئے ہیں کہ اے عقل کے دشمنو! اگر تمہاری بات کو مان بھی
 لیا جاوے کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں تو پھر بھی زیادہ سے زیادہ تمہاری طرح کے انسان ہی

ہوں گے۔ تو پھر اپنے جیسے انسان کی بندگی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنا کہاں کی دانشمندی؟
(۳) بتوں کو عباد کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بھی تمہاری طرح اس کے ملوک ہی ہیں۔ جس طرح
تم مخلوق ہو اس طرح پر یہ بھی مخلوق ہیں۔

== فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ پس پکار دیکھو ان کو، انہیں چاہئے کہ تمہاری پکار کو قبول کریں
اگر تم اپنے اعتقاد پر سچے ہو (لیکن بھلا یہ ایسا کرتے ہیں ہرگز نہیں؟)
۱۹۵: ۴ = قُلْ اِیُّ قُلٍ یَّامُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم)

== کَیْنُدُوْنِ۔ میرے خلاف تدبیریں کر لو۔ میرے خلاف سازش کر لو، تم سب اور تمہارے
شرکا،

== فَلَا تَنْظُرُوْا۔ تم مجھے ڈھیل مت دو۔ تم مجھے مہلت نہ دو۔ اِنْظَارٌ (افعال) سے
مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ہی ضمیر واحد متکلم۔ محذوف ہے۔

(یعنی تم جو یہ دھمکی دیتے ہو کہ تمہارے بت اگر ناراض ہو گئے تو میری خیر نہیں تو بلا لو اپنے ان
شرکا کو۔ اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر میرے خلاف جو سازش چاہو تیار کر لو، تم میرا کچھ نہیں بگاڑ
سکتے۔ کیونکہ مجھے اللہ کی حمایت پر یقین ہے)

۱۹۶: ۴ = دَلِیٍّ۔ میرا حمایتی۔ میرا مددگار۔ میرا ناصر۔

== اَلْكِتَابِ - القرآن

== یَتَوَلَّیَّ۔ جو مدد کرتا ہے۔ جو دوست رکھتا ہے۔

۱۹۸: ۴ = فَاِنْ تَذَعُوْهُمْ اِلَی الْهُدٰی - ملاحظہ ہو (۱۹۳: ۴)

اگر یہاں ہم کی ضمیر مشرکوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ الحسن کا قول ہے تو اس کا مطلب یہ
ہوگا۔ کہ اگر تم ان (مشرکین) کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ نہیں سنیں گے اور تو ان کو
دیکھے گا کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن کچھ دیکھ پا نہیں رہے (یونہی بھٹی بھٹی آنکھوں سے
دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں پکار کو سمجھ نہیں رہے)

لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک ہم کی ضمیر کا مرجع وہ اسام داوتان ہیں جن کو مشرکین اللہ
کے شریک ٹھہرا رہے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ (یا ہدایت کے لئے بلاؤ)
تو اپنی مصنوعی آنکھوں سے معلوم دیں گے کہ دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اس قابل ہی نہیں
کہ دیکھ سکیں۔

یہ مضمون آیت ۱۱ کے بعد دوبارہ لایا گیا ہے کہ ان بتوں کی لاچارگی اور بے بسی ان کے

ذہن نشین کرائی جائے

۱۹۹: ۷ = خُذْ - تو کپڑے - تو اختیار کر۔ اَخِذْ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
= اَلْعَفْوُ - آسان - حاجت سے زیادہ - معاف کر دینا۔ عَفَا يَعْفُو ۱۔ (باب نَصْر) کا مصدر
اور اسم بھی ہے۔ عربی میں کہتے ہیں خُذْ مَاعَفَا لَكَ جو تمہیں آسانی بغیر مشقت کے ملے وہ
لے لو۔

اور قرآن میں ہے وَلَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْغَفْوُ (۲۱۹: ۲) (اے محمد) لوگ
تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا مال خرچ کریں۔ تو ان سے کہہ دو جو تمہاری حاجت سے زیادہ
(جس کے خرچ سے تمہیں تکلیف نہ ہو) اور معاف و درگزر کرنے کے معنوں میں قرآن میں اکثر استعمال
ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسمِ حسنیٰ میں سے عَفُوٌّ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴۴)
(۴۳) بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

اور ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكَ (۵۲: ۲) سمجھ اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا۔
اور مَنْ عَفَا ذَا صَلَاحٍ (۴۲: ۴۰) مگر جو درگزر کرے اور معاملے کو درست کر لے۔ آیتِ ہذا
میں معاف کرنے اور درگزر کرنے کے معنی ہیں

= اَلْعُرْفُ - عُرْفٌ بُرُوزٌ فُعْلٌ اسم ہے مَعْرُوفٌ کے معنوں میں۔ پسندیدہ کام۔ نیک کام
نیکی۔ مَعْرُوفٌ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جو کہ اس کی خوبی شریعت یا عقل سے ثابت ہو۔
مُنْكَرٌ کی ضد ہے جس سے مراد ہر وہ بات جو شریعت و عقل کی رو سے بُری سمجھی جائے۔
= اَعْرِضْ - تو منہ پھیر لے۔ تو کنارہ کش ہو جا۔ اِعْرَاضٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

۲۰۰: ۷ = اِمَّا اِنَّ شَرْطِيْہِ اور ما زائدہ سے مرکب ہے۔ اگر۔ یا۔ ملاحظہ ہو ۱۱۵: ۱۱۔
= يَنْزَعُ عَنْكَ - مضارع واحد مذکر غائب بالنون ثقیلہ نَزَعَ نَزْعٌ سے لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر
نَزَعَ کے معنی ہیں انگلیوں کے پوروں سے کسی کو گد گدانا۔ کسی کو برائی پر اکسانا۔ اور کسی گناہ پر
آئادہ کرنا۔ النَزْعُ الصَّرْبُ بَرُوسُ الْاَصْلِ وَالْمُرَادُ هُنَا التَّحْرِيْكُ اِلَى الشَّرِّ وَالْاِغْوَاعِ
وَالْوَسْوَسَةِ (منظہری)

المفردات میں ہے النَزْعُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونا۔
مِنْ بَعْدِ اَنَّ نَزَعَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ (۱۰۰: ۱۲) بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ
میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا۔
یہاں بمعنی دوسوہ میں ڈالے۔ برائی پر اکسائے۔

= فَاسْتَعِذْ - تو پناہ مانگ - استعاذۃ (استفعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
 ۲۰۱: ۴ = مَسَّهُمْ مَسٌّ يَمُشُّ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو چھو جائے۔ وہ ان کو پہنچائے، وہ ان کو لگ جائے۔ کبھی اس سے مراد قربت منفی (جماع) بھی ہوتی ہے۔ مَثَلًا إِنَّ طَلَفْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ (۲۳۴: ۲) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔ لازم اور متعدی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔

= طُفْتُ - دسوسہ - خطرہ - پھر جانے والا - پھیرے والا - پہلے معنی مجازی ہیں۔ اور دوسرے حقیقی طُفْتُ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ طَوْفٌ کے معنی کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا۔ قرآن میں ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا (۱۵۸: ۲) اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے، اسی طرح خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو طواف کہتے ہیں، اسی طرح جو شخص گھروں کے گرد اگر دھفاٹے کے لئے چکر لگاتا رہتا ہے اسے طائف کہتے ہیں۔ اور اسی سے جنت۔ خیال۔ حادثہ وغیرہ کو بطور استعارہ طائف بولتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہدایں ہے اِذَا مَسَّهُ طُفْتُ مِنَ الشَّيْطَانِ۔ جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی دسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ یا جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر۔ یعنی جو شیطان انسان پر چکر کاٹتا رہتا ہے اور اس کو فسکار کرنا چاہتا ہے اس کا دسوسہ اور خطرہ اتر کر گیا۔

اور فطافَ عَلَيْهَا طُفْتُ مِّنْ ذَيْكَ (۱۹: ۶۸) پھر پھیرا کر گیا اس پر کوئی پھیرا کرنے والا میرے رب کی طرف سے۔ یعنی اس پر آفت پھر گئی۔

= تَذَكُّرًا۔ تَذَكُّرٌ (باب تفعّل) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چونک گئے۔ انہوں نے یاد کیا۔ (ما امر اللہ بہ و نہی عنہ جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا تھا اور جس سے اس نے منع فرمایا ہوا تھا) یادہ پا گئے۔ سمجھ گئے۔ شیطان کے دسوسہ کو اور اس کی چال کو۔

= مُبْصِرُونَ (توفوراً) ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ حقیقت کو جان گئے۔

۲۰۲: ۴ = إِخْوَانُهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ الشیاطین کی طرف راجع ہے۔ ماقبل میں اگرچہ الشیطان (مفرد) استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد جنس شیطان ہے اس لئے یہاں ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ یعنی اخوان الشیاطین۔ وہ گروہ جو متقین کے متضاد ہے

= يَمْدُدُونَهُمْ۔ يَمْدُدُونَ کا فاعل الشیاطین ہے اور ہم ضمیر کا مرجع اِخْوَانُهُمْ (اخوان الشیاطین) ہے۔ اَخَى - اسم فعل۔ گرا ہی۔ بد راہی۔ غدی مادہ۔

= ثُمَّ لَا يَقْصِرُونَ۔ (انہیں پھر گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے) مصادر غ منفی جمع مذکر غائب

(باب انعال) اِتْصَادُ سے وہ باز نہیں ہتے۔ وہ کمی نہیں کرتے۔ وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ اَقْصَوْ عَنِ الشَّيْءِ کے معنی ہیں وہ اس چیز سے رُک گیا۔

۲۰۳: ۷ = لَمْ نَأْتِهِمْ۔ تو نہیں لاتا ان کے پاس۔ نفی تجدد بلم۔ واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب = نَوْلَ۔ کیوں نہ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ۲۲: ۶۔

= اِجْتَبَيْتَهَا۔ جَبَى (ضَرْب) جَبَى الْمَاءِ فِي الْحَوْضِ۔ اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔ بڑے حوض کو جَابِيَة کہتے ہیں اور اس کی جمع جَوَاب ہے قرآن میں ہے وَجِفَانِ كَالْجَوَابِ (۱۳: ۳۴) اور (ایسے) لگن جیسے بڑے بڑے حوض۔ باب افتعال سے اِجْتَبَا۔ انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ جیسے اَلْمُجْتَبَىٰ منتخب شدہ۔ برگزیدہ۔

آیت نہ ا میں اِجْتَبَيْتَ بِمَعْنَى اِخْتَرْتَ وَاخْلَقْتَ کے ہے کیوں نہیں تم خود گھڑ لیتے۔ کیوں نہیں تم خود بنا لیتے۔ کیوں نہیں تم خود اختراع کر لیتے۔ (جیسا کہ بقول کافرین کے وہ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کو از خود گھڑ کر پیش کرتے تھے) ہا ضمیر کا مرجع آیت ہے۔

= اَتَّبِعْ۔ میں اتباع کرتا ہوں اِتِّبَاعُ (افتعال) مضارع صیغہ واحد مکمل۔
= يُوسَىٰ۔ وحی کی جاتی ہے۔ اِتِّبَاعُ (افعال) سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب
= هَذَا۔ اِی القرآن۔

= بَصَائِرُ۔ بَصِيرَةٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ واضح براہین۔

۲۰۴: ۷ = اِسْتَمِعُوا۔ تم کان لگا کر (غور سے) سنو (استمعا) (افتعال) سے امر جمع مذکر حاضر

= اَلصِّتُوا۔ تم خاموش رہو۔ چپے سنے رہو۔ اِلْصَاتُ (باب افعال) سے نَصَتْ

يَنْصِتُ (ضرب) چپ رہنا۔ خاموشی سے سننا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۲۰۵: ۷ = تَضَرَّعًا بَرُوزًا تَفَقُّلًا۔ مصدر ہے۔ عاجزی کرنا۔ گر گڑا کرنا۔

= خِيفَةً۔ خَافَ يَخَافُ (فتح) کا مصدر ہے۔ خوف۔ ڈر۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ خِيفَةً کے معنی ہیں خوف کی حالت۔ قرآن میں ہے کہ:

فَادْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ (۶۷: ۲۰) (حضرت موسیٰ علیہ السلام)

نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈر۔ کبھی خِيفَةً بمعنی خوف بھی آتا ہے۔ مثلاً وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ (۱۳: ۱۳) اور فرشتے سب اس کے خوف سے۔

= دُونَ الْجَهْرِ۔ چپکے چپکے۔ بغیر بلند آواز کے۔

= الْغَدُوّ - صبح صبح کو نکلنا - صبح صبح کو پہنچنا - فجر اور طلوعِ آفتاب کا درمیانی وقت - دن کا ابتدائی حصہ میں چلنا - یہ الْغَدَاۃ کی جمع بھی ہے -
 = الْاَصَالُ - شام - شام کا وقت - اَصْل کی جمع ہے جس کے معنی شام کے وقت کے ہیں
 ۴: ۲۰۶ - اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ - بے شک وہ جو تیرے رب کے قرب میں ہیں یہاں مراد فرشتے ہیں۔

(۸) سورة الانفال (۸۸)

۸: ۱ = اَلَا نُنْفَالُ - مال غنیمت نَفْل کی جمع جس کے معنی زیادتی کے ہیں - اسی لئے
 زائد نماز کو نَافِلہ کہتے ہیں - چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ نَافِلًا ۙ تِلْكَ
 (۴۹: ۱۷) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہو کر تہجد کی نماز پڑھا کر یہ تمہارے لئے نفل ہے -
 اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلہ کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے :- وَوَهَبْنَا لَهُ اِسْحٰقَ
 وَیَعْقُوْبَ نَافِلَةً (۲۱: ۷۲) اور ہم نے اس کو (حضرت ابراہیم کو) اسحق عطا کیا اور مزید برآں
 یعقوب بھی -

بھر عطیہ اور بخشش کے معنی میں استعمال ہونے لگا - کیونکہ بخشش بھی بغیر استحقاق
 ایک شئی مزید ہے -

بعض کے نزدیک نفل اور غنیمت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں - ان میں صرف اعتباری
 فرق ہے وہ مال جو فتح کے بعد چھینا ہوا ہوتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے اور اس لحاظ سے فتح
 کا لازمی نتیجہ مال حاصل ہونا نہیں بلکہ محض ایک عطا غیر لازم ہے لہذا مال مستزاد یا نفل کہلاتا ہے
 بعض کے نزدیک ان میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے یعنی غنیمت عام ہے اور ہر اس
 مال کو غنیمت کہتے ہیں جو لوٹ سے حاصل ہو خواہ مشقت سے یا بغیر مشقت کے - فتح سے قبل
 حاصل ہو یا بعد میں - استحقاق سے حاصل ہو یا بلا استحقاق - اور نفل خاص کر اس مال کو کہتے
 ہیں جو مال غنیمت سے قبل از تقسیم حاصل ہوا ہو -

بعض کے نزدیک نفل وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے -
 اور اسے نئے بھی کہتے ہیں - اور بعض نے کہا ہے کہ جو سامان وغیرہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد

بانٹا جاتا ہے اسے نفل کہتے ہیں۔

عام استعمال میں ہر دو نفل اور غنیمت ایک ہی معنی میں لئے جاتے ہیں۔

== لَيْسَلُونَكَ مِنَ الْاَنْفَالِ - اے لیسلونک من قسمۃ الغنائم - مال غنیمت کی تقسیم کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

== اَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ - اپنے باہمی احوال کی اصلاح کرو۔

۲:۸ = وَجِلَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب - وَجِلَتْ مصدر (باب سجع) ڈرجاتے ہیں (ان کے دل) مَوْجِلَتْ نشیبی گڑھا - خوف کی نگہ۔

== تَلَيَّتْ ماضی بھول - واحد مؤنث غائب - تلاوت کیجاتی ہیں - پڑھی جاتی ہیں (آیات اُسکی)

== زَادَ ثَهُمْ - تو وہ زیادہ کر دیتی ہیں ان کو - وہ بڑھادیتی ہیں ان کو - اِيْمَانًا بِحَيِّثِ اِيْمَانِ کے یعنی ان کے ایمان کو اور بڑھادیتی ہیں - ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا ہے۔

۵:۸ = كَمَا - جیسے۔

ان آیات کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے مختصراً ان کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔

شعبان المعظم ۲ھ میں مدینہ کے شمالی جانب ابوسفیان کی قیادت میں ایک تجارتی وفد شام سے مکہ کی جانب لوٹ رہا تھا۔ ان کی گزرگاہ مسلمانان مدینہ کی زد میں تھی۔ ابوسفیان نے حفظ ما تقدم کے طور پر امداد کے لئے مکہ کو اپنا آدمی دوڑایا۔ جس نے حالات کو نہایت مبالغہ کے ساتھ مکہ والوں کے سامنے بیان کیا۔ اس پر مکہ سے ابو جہل کی سرکردگی میں ایک لشکر جزائر جملہ سامان حرب کے لیس ہو کر جنوبی مدینہ کی جانب چڑھ نکلا۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ قافلہ مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکل گیا ہے اس پر ابو جہل کے کئی آدمیوں نے رائے دی کہ اب جب کہ مقصد پورا ہو گیا ہے ہمیں لوٹ جانا چاہئے لیکن ابو جہل اور اس کے لشکر کی اکثریت اس پر رضامند نہ ہوئی ان کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کی اس مختصر جمعیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے جس سے نہ صرف ان کا مذہب بلکہ ان کی یہ تجارتی شاہراہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں سے محفوظ ہو جائے گی۔ لہذا انہوں نے آگے بڑھنے کا عزم کیا۔

ادھر مسلمانوں کو جب ایک طرف سے قافلہ کی آمد اور دوسری طرف کفار کے لشکر کی یلغار کا علم ہوا تو ان کے سامنے دو راستے تھے شمال میں قافلہ پر حملہ کر کے مال حاصل کریں۔ یا جنوب میں کفار کے لشکر کا مقابلہ کر کے دین حق کی سرباندی قائم کریں۔

باہمی مشاورت کے بعد بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر الذکر راستہ اختیار کر لے گا کم

صادر فرمایا۔ چند ایک مسلمان اس فیصلہ پر اتنے خوش نہ تھے ان کے خیال میں وہ سیدھے موت کے منہ میں جا رہے تھے کیونکہ شکر کفار کے جسمِ خفیر اور مسلمانوں کی تعدادِ حقیر میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ مہرِ اُدھر ہر شخص کیل کاٹے سے لیس اور ادھر مسلمانوں میں اکثر نہتے تھے۔ لیکن انجامِ کار حالات نے ثابت کر دیا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب بالکل برحق تھا۔ اور آخر کار حق ہی کی فتح ہوئی اور نتیجہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے خوشگوار نکلا۔

(یہ غزوہ بدر رمضان ۲؎ کا واقعہ ہے)

اب ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ایک فریق بدر کے میدان میں علی الرغم اور مجبوری نکلا تھا اب مالِ غنیمت کی تقسیم پر بھی بعض ناخوش ہیں کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جو مال جس کے ہاتھ آجاتا وہی اس کا مالک بن بیٹھتا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کا حکم آگیا کہ سائے کا سارا مال غنیمت اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے جس طرح چاہیں تقسیم کریں۔ لیکن ان کو علم نہیں کہ گویا ہر یہ طریقہ تقسیم ان پر شاق ہے لیکن اس کے دور رس نتائج نہ صرف اسلام بلکہ ان کے اپنے حق میں بغایت خوشگوار ہوں گے۔

= اخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ اَبْدَانِكَ بِالْحَقِّ - (جس طرح) تیرے رب کا تجھے اپنے گھر سے (کفار کے مقابلہ میں) نکالنا حق بجانب تھا۔ (اسی طرح خداوند تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُولِ حق بجانب ہے)

= وَانَّ - میں واوِ حال یہ ہے حالانکہ یقیناً (مومنوں کا ایک گروہ ناخوش تھا)

۶:۸ = يُجَادِلُوْكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ - اس (تصادم) کو حق بجانب سمجھتے ہوئے بھی وہ آپ سے چوڑا کر رہے تھے (حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی وہ آپ سے مجادلہ کر رہے تھے)

= كَاَنْتُمْ اَيُّسَا قُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ - (وہ یوں محسوس کر رہے تھے) گویا وہ موت کو سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اس کے منہ میں (علی الرغم) ہانکے جا رہے تھے۔

(اس آیت پر انفال کے حکم اور کفار کے خلاف قتال کے حکم کا موازنہ ختم ہوا۔ ازاں بعد جنگ بدر کے واقعات کی تفصیل ہے)

۷:۸ = وَادَّ - جب اس سے قبل اَذْكُرْ محذوف ہے (یاد کرو) یعنی اَذْكُرْ (ذکر)..... یاد کرو جب۔

= يَعِدُكُمْ - وَعَدَ يَعِدُ - (ضرب) وہ وعدہ کرتا ہے۔ مضارع واعد مذکر غائب کُم ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے۔ جب اس نے تم سے

(دو گروہوں میں سے ایک کام وعدہ کیا تھا۔

— اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ۔ دو گروہوں میں سے ایک۔ اِحْدُ کا مفعول ثانی ہے

— اِنَّهَا لَكُمْ۔ کہ وہ تمہارے لئے ہے۔ اِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ کا بدل ہے۔ یہاں طَائِفَتَانِ

(دو گروہ) سے مراد۔ ایک تو وہ قافلہ جو شام سے سامان تجارت لئے جا رہا تھا۔ اور دوسرا وہ مسلح

لشکر جو ابو سفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ ان

دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا (جسے تم منتخب کرو گے)

— تَوَدُّونَ۔ تم چاہتے ہو۔ وُدٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ باب مع۔ مَوَدَّةٌ مصدر

وَدَدٌ صیغہ مبالغہ۔ بہت چاہنے والا۔ بہت کرنے والا۔ ثَوَابٌ دینے والا۔

— الشُّوْكَةُ۔ کانٹا۔ مجازاً ہتھیار اور سختی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

— عَيْرُ ذَاتِ الشُّوْكَةِ جو قافلہ بغیر ہتھیاروں کے تھا۔ (یہاں مراد تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا تھا)

— يُحِقُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ اِحْقَاقُ مصدر۔ سچ کو سچ کر دکھانے

حق کو قائم کر دے۔ حق کو ثابت کر دے۔ (باب انفعال)

— بِكَلِمَتِهِ۔ بِاَيَاتِهِ۔ اور بِاَمْرِهِ۔ اپنی نشانیوں سے یعنی عین لڑائی کے دوران فرشتوں

کا مومنوں کی امداد کے لئے نزول اور کفار کے دلوں میں رعب کا چھا جانا۔ یا اپنے ارشاد و حکم کے

ذریعہ سے۔ کہ لڑنے کا حکم دے کر باد جو کمی اسلحہ و قلت تعداد کے باوجود مسلمانوں کو فتح عطا کرنا

— يَقْطَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ قَطَعَ مصدر۔ تاکہ کاٹ دے

تاکہ ہلاک کر دے۔ (باب فتح)

— دَابِرَ۔ جڑ۔ بیج۔ بنیاد۔ بچھاڑی۔ پیچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھرنے کے

ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

۹:۸ = تَسْتَغِيثُوكَ۔ تم فریاد کرتے ہو۔ تم فریاد چاہتے ہو اِسْتِعَاثَةً (استفعال)

سے کسی کو مدد کے لئے پکارنا۔ فَاسْتَعَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي

مِنْ عَدُوِّهِ (۱۵:۲۸) تو جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلہ میں

جو موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا۔ موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔

عَيْثُ۔ مدد مانگنا اور پانی مانگنا بھی ہو سکتا ہے۔ عَيْثُ بمعنی بارش۔ جیسے کَمَثَلِ

عَيْثُ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ (۱۰:۵۷) جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں

کو بھلی لگتی ہے۔

اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتَجَابَةً (استفعال) سے مصدر جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔ صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔
 = مُؤَدَّ كُمْ۔ مضاف مضاف الیه۔ مُؤَدَّ اسم فاعل واحد مذکر اِمْدَادُ (افعال) مصدر۔ مدد
 کیے والا۔

= مُرْدِفَيْنِ ۙ اَلَّذِي تَبَاعَ یعنی ہر وہ چیز جو دوسرے کے پیچھے ہو۔ لگاتار۔ پے درپے۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔

۸: ۱۰ = دَمَا جَعَلَهُ۔ میں مَآ نافیہ ہے اور ۶ ضمیر قول کریم اِنِّی مُؤَدَّ كُمْ کی طرف راجع ہے ای امداد من اللہ۔ بعض کے نزدیک اس کا مرجع نزول المثلثہ ہے جو امداد کی عملی صورت ہے۔
 ۸: ۱۱ = يُغَشِّبُكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَغَشَّيْتُ بر وزن تفعلة باب تفعیل سے مصدر ہے جیسے تَصَدِیْقَةٌ۔ تاہم بجانا۔ (۲۵: ۸) اور تَصْلِیْقَةٌ (۹۴: ۵۶) نماز پڑھنا۔ یا ایندھن کا آگ میں جلنا۔ یہاں باب تفعیل سے متعدی بدو مفعول آیا ہے مفعول اذل کُم اور مفعول ثانی النَّعَاسِ اس نے غنوگی سے تم کو ڈھانپ دیا۔ وہ غنودگی سے تم کو ڈھانک رہا تھا۔
 = النَّعَاسِ۔ اسم معرفہ۔ اونگھ (مقالوی) خفیف سی نیند (راغب)۔

= اَمْنَةً۔ مفعول لہ۔ امن و چین سے۔ یا مصدر ہے۔

= مِنْهُ۔ ای من اللہ۔ اَمْنَةً کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھی
 = یہ میں ضمیر ۶ کا مرجع مَاد ہے

= رِجْزٌ۔ عقوبت۔ بلا، عذاب۔ کپکپا اور لرزرائینے والا عذاب۔ پلیدی۔ دوسرا شیطانی۔
 شیطان کا مومنین کو پیاس سے ڈرانا۔

= لِيُرْبِطَ۔ تاکہ مضبوط کرے (تمہارے دلوں کو) رَبِطٌ مصدر (باب ضرب) مضارع منصوب
 بوجہ لام تعلیل محذوف۔

= یہ۔ ای بالمد یا ۶ ضمیر ربط کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

۸: ۱۲ = اِنِّی مَعَكُمْ۔ یُوْحٰی کا مفعول ہے۔ اور کُم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ملائکہ کے لئے ہے۔
 بعض کے نزدیک یہ ضمیر المؤمنین کے لئے ہے۔

= فَخَبِّرُوا۔ تم ثابت قدم رکھو۔ تم استوار کرو۔ تم قائم رکھو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ (خطاب ملائکہ کے لئے)
 سَالِقِی۔ اِنْقَاءُ سے۔ مضارع واحد متکلم۔ میں ڈال دوں گا۔

= حَوْقِ الْاَعْنَاقِ۔ گردنوں پر۔ گردنوں کے اوپر کے حصوں پر۔

== بَنَان - بَنَانَةُ کی جمع ہے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے پورے اور بدن کے جوڑوں کو بھی بنان کہتے ہیں۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ :- قیل المراد ببنان ههنا اطراف الاصابع من الميديين و الرجلين - وقال الضحاك البنات كل مفصل - یعنی بنان سے یہاں مراد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے پورے ہیں۔ اور حضرت ضحاك کہتے ہیں - تمام جوڑوں کو بنان کہتے ہیں۔ یہاں فوق الاعناق اور بنان خاص طور پر کیوں مذکور فرمائے۔ اس کے متعلق متعدد توضیحات ہیں۔

منجملہ یہ کہ فوق الاعناق سر ہوتا ہے جو سب اہم حصہ جسم ہے۔ اور بنان - انگلیوں کے پورے۔ سب سے چھوٹے حصہ جسم ہیں۔ ان دونوں کو بیان کر کے تمام حصص جسم کو مراد لیا ہے یعنی جسم کے کسی حصہ کو نہ چھوڑو۔ (مارو۔ مارو، خوب مارو۔ کسی حصہ جسم کو نہ چھوڑو۔ اور اپنی محکم کے تحت بیان ہوا کہ کم کی ضمیر جمع مذکر ہائے المؤمنین کی طرف راجع ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ انی معکم کے متعلق دو قول ہیں۔

اولیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔ یعنی فرشتوں کے ساتھ ہے کہ اس نے ان کو مسلمین کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔

دوم۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہے پس تم (یعنی فرشتے) ان کی (مسلمانوں کی) مدد کرو اور ان کو ثابت قدم رکھو۔ یہی سب بہتر ہے کیونکہ اس کلام سے (یعنی انی معکم سے) مقصود خوف و روع کا ازالہ کرنا تھا اور کفار سے خوف و خطر مسلمانوں کو تھا نہ کہ فرشتوں کو۔

اسی طرح فاضلوا فوق الاعناق و اضربوا منهم کل بنان میں بھی حکم مومنوں سے ہے کیونکہ ملائکہ مقاتلہ و محاربہ کے لئے نازل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ یہ کام مومن مجاہدین کے ہاتھوں ہونا تھا۔ ملائکہ مومنین کی امداد اور تثبیت الاقدام کے لئے بھیجے گئے تھے۔

یعنی حیلہ موجبات فستح و ظفر عطا ہو چکے۔ یعنی النعاس۔ المار من السماء۔ تطہیر الاجسام و الارواح۔ اذہاب رجز الشیطان۔ ربط القلوب۔ تثبیت الاقدام۔ معیت خداوندی۔ القاء الرعب فی قلوب الکافرین۔ تو حکم ہوا کہ فاضلوا فوق الاعناق و اضربوا منهم کل بنان۔ تو اب ہمت کرو اور کافروں کی گردنیں اڑا دو اور کاٹ کاٹ کر رکھ دو۔

۱۳: ۸ = ذٰلِكَ - یعنی یہ کافروں کا قتل اور ان کو قیدی بنانا وغیرہ۔

= بَاثِمٌ - ای بسبب

= شَاتُوًا - انہوں نے مخالفت کی - شَاتَاۃٌ اور شِشَاتٌ سے ماضی جمع مذکر غائب - شاق کے معنی ہیں ضد - مخالفت - مقابلہ - اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا - شق طرف کو کہتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف کو چھوڑ کر مخالف طرف اختیار کر لی - ذٰلِكَ مَتَدَاہِے اور باثِمٌ شَاتُوا اللہ ورسولہ اس کی خبر ہے -

= مَن تَشَاتٰی - مصارع مجزوم مکسور بالوصل - واحد مذکر غائب - باب مفاعلہ - جو مخالفت کرتا ہے -

۱۴:۷ = ذٰلِکُمْ - کافروں سے خطاب ہے - اے کافرو! یہ سزا ہے تمہاری - فَذُوُّوْا - پس چکھو اسے - ہ ضمیر واحد مذکر غائب - اس سزا کی طرف راجع ہے جس طرف ذٰلِکُمْ میں اشارہ ہے - یعنی یہ موجودہ سزا تو اب چکھو -

= دَاۡتَ لِلْکَافِرِیۡنَ عَذَابَ النَّارِ وَاَدْعَاطِفَہِی ہوسکتی ہے اور دَاۡدَ بمعنی مع بھی - یعنی یہ عذاب عاجلہ تو اب چکھو - اور اس کے ساتھ عذاب آجلہ آخرت میں ملیگا جو جہنم کا عذاب ہے - ۱۵:۷ - زَحَفًا - زَحَفَ یَزْحَفُ (فتح) کا مصدر ہے زحفاً حال ہے من الذین کفروا کا - یعنی درآں مالیکہ کفار کثیر التعداد ہوں -

زمخشری لکھتے ہیں - زحف وہ ابنوہ در ابنوہ لشکر ہے جو اپنی کثرت کی بنا پر ایسا معلوم ہونے لگے کہ گویا گھسٹ رہا ہے یہ زَحَفَ الصَّبِیّ سے ہے جس کا استعمال بچہ کے سر میں کے بل ذرا ذرا گھسٹنے کے لئے آتا ہے مصدری اسم ہو کر مستعمل ہے - اس کی جمع زُفُوۡت ہے = فَلَا تَوَلَّوْهُمُ الْاَدْبَارَ - تو ان کی طرف اپنی پیٹھیں مت پھیر - ادبار جمع دُبُر کی = ۱۶:۸ = مُتَحَرِّفًا - اسم فاعل منصوب - مفرد - تَحَرَّفَ مصدر - (باب تَفَعَّلَ) مڑنے والا - پھرنے والا - دشمن کو فریب دینے کے لئے پیٹھ پھیرنے والا - تاکہ پلٹ کر حملہ کرے یا لوٹ کر مسلمانوں کی صف میں آکر مل جائے تاکہ مدد حاصل کر سکے - پتیرا بدلنے والا - اصل مادہ حَرَفَ ہے -

= مُتَحَرِّزًا - اسم فاعل منصوب مفرد مذکر - تَحَرَّزَ مصدر باب تَفَعَّلَ - مڑ کر سمٹ کر اپنی جماعت کی طرف آنے والا تاکہ ساتھیوں کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کر سکے -

اصل مادہ حَوَّذَ اُجُوۡف وادی ہے - مُتَحَرِّزٌ - چھپیدہ - چوڑی بار سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سمٹا ہوا مڑا ہوا ہوتا ہے - اَحْوَزَ ثَوْبَہُ (افعال) اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا -

جمع کر لیا

== بَاء۔ اس نے کمایا۔ وہ پھرا۔ وہ لوٹا۔ (باب نصر) بَوَاء سے جس کے معنی ٹھکانہ درست کرنا اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجاڑا کمانے اور لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آتے ہیں۔
 = مَادُوں۔ مَادُوں مضاف۔ ہضمیہ واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا ٹھکانہ اس کی جگہ اَدُوں یا اَدُوں (ضرب) سے مصدر اور اسم طرف۔

قرآن میں جہاں مَادُوں بصورت اضافت استعمال ہوا ہے وہاں اسم طرف کے معنی میں آیا ہے۔ اور جہاں بغیر اضافت کے استعمال ہوا ہے وہاں مصدری معنی مراد ہیں مثلاً عِنْدَ هَاجَتِ الْمَادُوں (۱۵: ۵۳) میں مَادُوں مصدر۔ مضاف الیہ ہے۔
 = الْمَصِيْرُ۔ اسم طرف مکان۔ نیز مصدر۔ صَادَ يَصِيْرُ (ضرب) سے۔ صَبْرُ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرار گاہ۔

۸: ۱۷۔ رَمِيَتْ۔ تو نے پھینکا۔ رَمَى يَرْمِي (ضرب) سے ماضی واحد مذکر حاضر ناقص بانی
 = لِيُبْلِي۔ لام تعلیل۔ مضارع واحد مذکر غائب أَبْلَى يُبْلِي (باب افعال) اِبْلَاءٌ مصدر بِلَوٍّ وِبَلِيٍّ مادہ۔ بَلَى وِبَلَاءٌ کے معنی کپڑے کا پرانا اور بوسیدہ ہونے کے ہیں۔ اسی سے بَلَاءُ الشَّقَرِ اسی اِبْلَاءُ کا محاورہ ہے۔ یعنی سفر نے اسے لاغر کر دیا اور بِلَوْتُهُ کے معنی ہیں میں نے اسے آزمایا۔ گویا کثرت آزمائش سے میں نے اسے کہنہ کر دیا اور اسی آزمائش کے معنی میں اس کا اکثر استعمال ہوتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ (۲: ۱۵۵) اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک سے تمہاری آزمائش کریں گے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اَلْهٰؤُلَاءِ بَلَوٌّ اَلْمُبِيْنُ (۱۰۶: ۳۷) بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔ تکلیف کو بھی بَلَاءٌ کہا گیا ہے کیونکہ تکلیف بھی ایک طرح کی آزمائش ہی ہے۔ جیسے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰی نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَنَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ (۲۴: ۳۱) ہم تم کو ضرور آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تم میں سے مجاہدین اور ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کریں (یعنی جہاد کی تکلیف میں مبتلا کر کے)۔

اللہ تعالیٰ کبھی بندوں کا تنگی کے ذریعہ امتحان لیتے ہیں کہ ان کے صبر کو جانچیں اور کبھی خوش حالی سے آزماتے ہیں کہ اس کے بندے شکر گزار بنتے ہیں یا نہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کما حقہ صبر کرنا آسان ہے بہ نسبت کما حقہ شکر کرنے کے۔ کیونکہ آرام و آسائش میں انسان زیادہ نفسانی خواہشات میں محو ہو جاتا ہے اور اپنے منعم کو اور اس کا شکر بجالانے کو بھول جاتا ہے۔ اسی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَنْ دُشِعَ

عَلَيْهِ دُنْيَاهُ فَلَمْ يَعْلَمْ إِنَّهُ قَدْ مُكِرَ بِهِ فَهُوَ مَخْدُوعٌ عَنْ عَقْلِهِ۔ جس پر دنیا فراخ کی گئی اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ آزمائش کی گرفت میں ہے تو وہ فریب خوردہ اور عقل و فکر سے محروم ہے۔

اور حضرت عمرؓ کا قول ہے بَلَيْنَا بِالضَّرَّاءِ فَصَبِرْنَا وَبَلَيْنَا بِالسَّرَّاءِ فَلَمْ نَصْبِر۔ تکلیف سے ہمیں آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا اور قراخ حالی سے ہمیں آزمایا گیا تو صابر نہ نکلے ان ہی معانی کی روشنی میں بعض نے لیبلی المؤمنین مند بلاءً حسناً کا ترجمہ کیا ہے۔ تو یہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گزار دے۔ (تفہیم القرآن) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو اپنی جانب سے ایک باوقار آزمائش سے آزمائے۔ (عید اللہ یوسف علی) لیکن جمہور مفسرین نے بلاء کا معنی احسان۔ عطا اور نعمت لیا ہے۔ اور یبلی کا مطلب عطا کرنا یا نعمت کے نوازا۔ الخازن لکھتے ہیں :-

فَقَدْ أَجْمَعَ الْمَفْسُورُونَ عَلَى أَنَّ الْبِلَاءَ هُنَا بِمَعْنَى النِّعْمَةِ۔ مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہاں بلاء سے مراد نعمت ہے۔

صاحب کشف رقمطراز ہیں :-

وَلِيَبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بِلَاءٌ حَسَنًا۔ اِیْ لِعَطِيهِمْ عَطَاءً جَمِيلًا۔ تاکہ مومنین کو عطا جمیل نوازے۔

برضاوی لکھتے ہیں :-

وَلِيَنْعَمَ عَلَيْهِمْ نِعْمَةٌ عَظِيمَةٌ بِالنَّصْرِ الْعَظِيمَةِ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح اور مال غنیمت کی نعمت عظیم عطا فرمائے۔

صاحب منتهی الادب نے منجملہ دیگر معانی کے اَنْبِلَاہُ بِلَاءٌ کا معنی نعمت داد اور ا۔ کیا ہے یعنی کفار کا مومنوں کے مومنوں کے باحقوں قتل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے الٹھکی کا معجزہ اس واسطے عمل میں لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فتح اور مال غنیمت کی نعمتوں سے نوازے۔

۱۸: ۸ = ذَلِكُمْ۔ یہی۔ کُمْ ضمیر جمع مخاطب۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ تھا (اشارہ ہے بلا حسن کی طرف) معطوف علیہ

= د - عطف کے لئے ہے۔ اور (جہاں تک کافروں کا تعلق ہے ان کے ساتھ معاملہ یہ ہے)
= اِنَّ اللّٰهَ مُؤْتِيْ كَيْدِ الْكَافِرِيْنَ - معطوف ہے ذلکُم پر۔

= مُؤْتِيْ اسم فاعل - واحد مذکر - مضاف - دَهْنُ مادہ - کمزور کرنے والا۔

= كَيْدِ الْكَافِرِيْنَ - مضاف مضاف الیہ - دونوں مل کر مؤہن کے مضاف الیہ۔

کافروں کی چال - کافروں کا مکر فریب - اس کی جمع کیاؤ ہے

۸: ۱۹ = تَسْتَفْتِحُوْا - تم فتح پاتے ہو - تم فیصلہ چاہتے ہو - (باب استفعال) اسْتَفْتَحَ سے

جمع مذکر ماضی - اِنَّ شَرْطِيْہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا ہے - اصل میں تَسْتَفْتِحُوْنَ تھا۔

فتح الحاکم بَيْنَ النَّاسِ - حاکم - لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا - الْفَتْاحُ صیغہ مبالغہ

قاضی - فیصلہ کرنے والا - یہاں خطاب کافروں سے ہے - انہوں نے انصاف مانگا تھا

کہ جب کفار مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی اَللّٰهُمَّ

اِنْ كَانَ مُحَمَّدٌ عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْهُ وَاِنْ كُنَا عَلَى الْحَقِّ فَانصُرْنَا اے اللہ اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حق پر ہیں تو ان کو فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں فتح دے۔

سوار شاد ہو رہا ہے کہ اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے فقد جاء کہ الفتح تو لو فیصلہ تمہارے

پاس آ پہنچا۔

= اِنَّ تَشْتَهُوْا - اگر تم باز آ جاؤ - اِنْتِهَاءُ (اِفْتَعَالُ) مصدر سے مضارع - جمع مذکر ماضی - اِنَّ

شرطیہ کی رو سے نون اعرابی گر گیا۔

= اِنَّ نَعُوْذُوْا - اگر تم پھر کرو گے (شرارت) عُوْذُ سے مضارع جمع مذکر حاضر - نون اعرابی

بوجہ اِنَّ شرطیہ ساقط ہو گیا۔

= نَعُوْذُ - مضارع جمع متکلم - عُوْذُ مصدر (باب نصر) ہم بھی دوبارہ کریا گے - (یعنی ہم بھی پھر

تمہیں سزا دیں گے)

= تَغْنِيْ - وہ کام آئے گی - وہ کفایت کرے گی - اِغْنَاءُ سے مضارع واحد مؤنث ناسب۔

= فَنَسَكُمُ - تمہارا گردہ - تمہاری جمعیت۔

۸: ۲۰ = لَا تَوَلَّوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر - مت پھرو - تَوَلَّى سے بمعنی منہ پھیرنا - اصل میں

تَوَلَّوْا تھا - ایک تار حذف ہو گئی۔

= عَنْهُ - میں ۴ ضمیر واحد مذکر حاضر - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے - کیونکہ

موجب ارشاد باری تعالیٰ مَنْ يُّطِيعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اطَاعَ اللّٰهَ (۴: ۸۰) جس نے رسول

رصلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گو یا رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

یا یہ ضمیر اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
وَاللَّهُ دَرَسُؤْلُهُ اَحَقُّ اَنْ تُرْضُوْهُ۔ (۶۲:۹) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے راضی کریں۔

یا یہ ضمیر امر بالطاعت کی طرف راجع ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔

۲۲:۸ = شَرَّ الدَّوَابِّ۔ الدَّوَابُّ کی جمع ہے۔ جانور۔ چارپائے۔ پاؤں دھرنے والے۔ رینگنے والے جانور۔ تمام جانوروں میں سب سے بدتر۔ شَرُّ اصل میں اَشْرُّ تھا۔ کثرت استعمال سے سہزہ ساقط ہو گیا۔ اسی طرح خیر بھی اصل میں اَخْيَر تھا۔
= الصُّمُّ الْبُكْمُ۔ بہرے اور گونگے۔

ان لوگوں کو جو سنتے ہیں مگر کان نہیں دھرتے تصدیق حق نہیں کرتے۔ ان کو زمرہ حیوانات میں شامل کیا۔ پھر ان کو سب سے بدتر زمرہ میں رکھ دیا کہ حیوان بھی ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ بہرے اور گونگے ہیں کہ سمجھتے ہی کچھ نہیں۔

۲۳:۸ = لَا سَمْعَهُمْ۔ وہ ان کو ضرور سنا دیتا۔ اِسْمَعُ (افعال) سے بمعنی سنا دینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لام برائے تاکید۔
= دَهُمَ مُعْرِضُونَ۔ واو حالہ۔ اور هُمْ مُعْرِضُونَ حال ہے۔ در آنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوں گے۔

۲۴:۸ = اِسْتَجِیْبُوْا۔ تم حکم مانو۔ تم قبول کرو۔ استجابة (استفعال) سے امر جمع مذکر حاضر = دَعَاكُمْ۔ دَعَا۔ ماضی واحد مذکر غائب یہاں بھی ضمیر واحد آئی ہے جس طرح ۲۰:۸ میں عَنْهُ میں آئی ہے۔

= لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ ای الی شئ الذی یحییٰکم۔ ایسے امر کی طرف جو تمہارے مردہ دلوں کو اور روحوں کو حیاتِ نو بخشتی ہے۔

= یَحْوِلُ۔ حَوْلٌ سے باب نصر مضارع واحد مذکر غائب۔ اللہ اڑ بن جاتا ہے۔ اللہ حائل ہو جاتا ہے۔

= قَلْبِهِ۔ ای اھواند۔ اس کے ارادے۔ اس کی خواہشات۔ یعنی اس کے دلی ارادوں اور

خواہشات کی تکمیل اس کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ یہ خداوند تعالیٰ کے فضلہ تدبیر میں
 ۲۵:۸ = خَاصَّةً - خاص کر۔ چن کر۔ خَصَّ سے جس کے معنی مخصوص کرنے کے ہیں۔ یہ یا
 تو الذین ظلموا منکم کو مخصوص کرنے کے لئے ہے یعنی ڈرو اس فتنہ سے جس کی شامت
 اعمال مخصوص طور پر ان ہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے ظلم کا ارتکاب
 کیا ہو (بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں) مراد اس سے اجتہادی فتنے ہیں مثلاً
 امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہو جانا۔ ترک جہاد۔ میدان جہاد سے فرار وغیرہ
 ۲۶:۸ = مُسْتَضْعَفُونَ - اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ (باب استفعال) اِسْتَضْعَفْتُ سے
 ناتواں اور کمزور سمجھے گئے۔ عاجز پائے جانے والے لوگ۔ یعنی تمہیں حقیر اور ناتواں خیال کیا
 جاتا تھا۔

= يَتَخَطَّفُكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب۔ کم ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ تَخَطَّفُ (تَفْعِلُ)
 مصدر۔ کہ تم کو اچک لیں۔ تم کو جھپٹ لیں۔

خَطَفَ يَخْطِفُ (ضرب) و اِخْتَطَفَ يَخْتَطِفُ اِخْطَافًا (افتعال) کسی چیز
 کو سرعت سے اچک لینا۔ یکاد البرق یخطف البصار ہم (۲۰:۲) قریب ہے کہ بجلی کی
 چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچک لے۔

و يَتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ (۲۹:۲۶) اور لوگ ان کے گرد و نواح سے اچک
 لئے جاتے ہیں۔

= اُولَئِكَم - اس نے تم کو ٹھکانہ دیا۔ اس نے جگہ دی۔ اِیْوَاءُ سے ماضی واحد مذکر
 غائب۔ کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ادی۔ مادہ

= اَیَّدَکُمْ - تم کو قوت دی۔ تمہاری مدد کی۔ تَامَّدُ (تَفْعِلُ) سے جس کے معنی
 مدد کرنے اور قوت دینے کے ہیں۔

۲۷:۸ = لَا تَخُونُوا - تم خیانت نہ کرو۔ خِيَانَةٌ سے (باب نصر)

= تَخُونُوا اَمَلْتُمْ - تَخُونُوا مضارع مجزوم ہے اور لَا تَخُونُوا پر عطف ہے

تقدیر کلام یوں ہے وَلَا تَخُونُوا اَمَلْتُمْ۔ اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو

= وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - اور تم اس خیانت کے قبیح اور مذموم ہونے کو جانتے ہو۔

۲۸:۸ - فِتْنَةٌ = آزمائش۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معانی

میں استعمال ہوئے ہیں۔

۲۹:۸ = يَجْعَلُ لَّكُمْ يَجْعَلُ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ پیدا کرے گا تمہارے لئے۔ مہیا کرے گا تمہیں۔

= فَرْقَانَا فرقان کے لفظی معنی فرق کرنے والی چیز کے ہیں۔ مفسرین نے اس جگہ متعدد معانی لئے ہیں اور توفیق۔ جو حق کو باطل کو الگ الگ کرتا ہے۔

۲۔ فتح۔ جو حق کو باطل سے اور کفر کو اسلام سے۔ یقین کو شبہات سے نتیجہً الگ الگ کر دیتی ہے
۳۔ وہ چیز جو تمہارا تمام ڈر دور کر دے گی۔ مایفوق بلیک و بین ماتخافون۔ جو تمہارے اور جس سے تم ڈرتے ہو اس کے درمیان فرق کرے

۴۔ ایسے معجزات کہ جن سے تمہیں دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگا۔ اور تمہاری شہرت ہوگی۔
= يَكْفُرُوْا مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ دور کر دیگا۔ زائل کر دیگا۔

۲۹:۸ = لِيُثْبِتُوْكَ لام تعلیل کے لئے۔ يَثْبِتُوْا اثبات (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب تاکہ تم کو قید کر لیں۔ گرفتار کر لیں۔ باندھ لیں۔

= يَمْكُرُوْا مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے۔ یا کر رہا تھا (ملاحظہ ہو ۲۹:۴)
۳۱:۸ - اَسَاطِيرُ۔ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ اَسْطُوْرَةُ کی جمع

۳۳:۸ = وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ دَآءَتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهٗ يَسْتَغْفِرُوْنَ اور جب تک تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان (مشرکین مکہ) میں موجود تھا۔ تو اللہ ان کو عذاب دینے کا نہ ہوا۔ اور نہ ہی وہ ان کو عذاب دینے والا ہوا جب تک وہ استغفار کر سکتے تھے یعنی ان میں یہ صلاحیت موجود تھی۔

وَهٗ يَسْتَغْفِرُوْنَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض کے نزدیک یہ کہ جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو یہ پڑھتے تھے۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ الا شَرِيْكَ اَھْوَاكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَتْ غَفْرَانُكَ۔ اسی طلبِ غفران کی وجہ سے وہ عذاب سے مامون رہے۔ لیکن یہ صورت حال تو فتح مکہ تک بدستور رہی اور اس کی موجودگی میں ہی فتح مکہ کی صورت میں وہ معتوب ہو گئے۔

بعض نے کہا ہے کہ دن کو وہ یہ کہتے ان کاں ہذا ہوا الحق من عندك فامطر علینا حجارة من السماء۔ لیکن رات کو اپنی ندامت کا اظہار کرتے اور دعا کرتے غفرانک اللہم لہذا ان پر عذاب نہ آیا۔ لیکن اس میں بھی وہی مذکورہ بالا اعتراض ہو سکتا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں۔ سب سے زیادہ قابل فہم وہی ترجمہ ہے جو اوپر کیا گیا ہے یہ ترجمہ عبد اللہ یوسف

عملی نے کیا ہے اور تفہیم القرآن میں بھی اس مفہوم کو اختیار کیا گیا ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

وَفِيهِمْ مَنْ سَبَقَ لَهُ مِنَ الْعَنَاءِ أَنَّهُ يُؤْمِنُ وَيَسْتَغْفِرُ مِثْلَ ابْنِ سَفِيَانَ بْنِ

حَرْبٍ - صفوان بن امیہ - عکرمہ بن ابی جہل و سہیل بن عمرو -

اور ان مشرکین میں بعض ایسے تھے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی عنایت کر رکھی تھی کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور اپنی سابقہ غلط روی کی معافی مانگ لیں گے۔

۸: ۳۴ = وَمَا لَهُمْ - اور کیا عذر ہے ان کے لئے - کیا وجہ - کیا امر مانع رہ گیا ہے ان کے لئے

= يَصُدُّونَ - صَدَّ يَصُدُّ (نصر) سے مضارع جمع مذکر غائب - وہ باز رکھتے ہیں، وہ روکتے ہیں

= اَدْلِيَاءُ - میں ہُوَ ضمیر واحد مذکر غائب المسجد الحرام کی طرف راجع ہے - اَدْلِيَاءُ

اس کے متولی - اس کی ولایت کے مستحق - مضاف - اَدْلِيَاءُ الیہ - اَدْلِيَاءُ جمع ہے اس کا واحد دلی ہے

۸: ۳۵ = مُكَا۟ءٌ - منہ سے سیٹی بجانا - اور انگلیوں سے چٹکی بجانا - مُكَا۟ءٌ (نصر) مُكَا۟ءٌ

کے معنی پرند کے سیٹی بجانے کے ہیں -

(مشرکین و کفار کی نماز بے روح ہونے کے اعتبار سے پرندوں کی سیٹی کے بمنزلہ ہے -

مُكَا۟ءٌ مُكُو۟ءٌ - دونوں مصدر ہیں - مکومادہ -

= تَصَدِي۟ةٌ - صَدَّ يَصُدُّ (تفعل) بِسَدِّ يَدٍ - دونوں ہاتھوں سے

تالی بجانا - الصَّدَّ يَصُدُّ صدائے بازگشت کو کہتے ہیں -

مشرکین کی نماز کو مکار و تصدیہ اس کے بے روح ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے جیسا کہ

بحوالہ بالا - راغب نے تحریر کیا ہے - یا جیسا کہ امام قرطبیؒ نے لکھا ہے -

كَانَتْ قَوْلُشْ تَطُوفُ بِالْبَيْتِ عَرَاةً يَصْفَقُونَ وَيَصْفَرُونَ فَكَانَ ذَلِكَ عِبَادَةً

فِي ظَنِّهِمْ - قریش ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور

ان کے خیال میں یہ عبادت تھی -

حضرت ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ کفار طوافِ کعبہ بالکل ننگے ہو کر کیا

کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجانا ان کی نماز تھی -

= فَذُقُوا الْعَذَابَ - پس چکھو عذاب - العذاب سے مراد جنگ بدر میں ان کی

ہزیمت اور ان کا قتل اور اسیر ہونا مراد ہے -

۳۶:۸ = فَيَنْفِقُونَهَا - سَیْ مستقبل کے لئے آیا ہے۔ یُنْفِقُونَ - انفاق سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اَمْوَال کی طرف راجع ہے ا یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔

= ثُمَّ تَكُونُ عَاقِبَةُ انْفَاقِهَا - پھر ان کا یہ مال خرچ کرنا ان کے لئے باعثِ حسرت (و ندامت) بن جائے گا۔

= جَهَنَّمَ - اگر مجبور ہے لیکن م بالفتح آیا ہے بوجہ غیر منفرد ہونے کے۔ غیر منفرد بوجہ عجبہ اور تانیث کے ہے

= يُحْشَرُونَ - يُسَاقُونَ - ہانک کر لیجائے جائیں گے۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب ۳۷:۸ = فَيَرْكُمَهُ دَكُومٌ - مصدر سے مضارع واحد مذکر غائب - ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب باب نصر - ۴ ضمیر الخبیث کی طرف راجع ہے۔ الخبیث یہاں اسم جنس ہے۔ یعنی خبیثوں کا گروہ۔ خبیث لوگ۔

= فَيَجْعَلُهُ - پھر ڈال دے اس جنس خبیث کو۔

= اُولَئِكَ - الفریق الخبیث۔

۳۸:۸ - يُخَفَّرُ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ معاف کر دیا جائے گا۔

= يَعْوَدُونَ - جمع مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ عَوْدٌ مصدر۔ باب نصر، اگر وہ لوٹے۔ اگر انہوں نے دوبارہ لڑائی کی۔ اگر انہوں نے پہلی کرتوتیں دہرائیں۔

= فَقَدْ مَضَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلَیْنَ - تو پہلے (افرمائوں) کے ساتھ ہمارا طریقہ عمل گزر چکا ہے یعنی ماضی میں جب بھی نبیوں کی امتوں نے ان کی نافرمانی کی تو جو سلوک ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ تاریخ میں موجود ہے اور یہ جانتے ہی ہیں۔ مکافات عمل کا وہی قانون ان پر بھی لاگو کیا جائے گا۔

۳۹:۸ = فِتْنَةً - ای فساد فی الارض (منظہری) شرک (بیضاوی)

= الْاَذِیْنُ - دین الاسلام - الخازن - مدارک التنزیل - بیضاوی - الکشاف۔

الذین - بمعنی القهر - الغلبة - الاستعلاء - والسلطان - یعنی غلبہ - بالادستی۔

قُوَّت و اقتدار - (منظہری)

= مَوْلَاكُمْ - ناصرکم و معینکم - تمہارا حامی و مددگار =

يَا رَهْ
وَاَعْلَمُوا

(۱۰)
الْاَنْفَالُ وَالتَّوْبَةُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاَعْلَمُوا اَنْمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ

۸: ۴۱ = اَنْمَا = اَنْ اور مَا سے مرکب ہے اَنْ حرف مشبہ بالفعل بمعنی بیشک تحقیق۔ سبجز اس کے نہیں۔ مَا۔ موصولہ ہے بمعنی الَّذِی۔ جو چیز۔ جو مال۔
 = غَنِمْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ (باب سمع) غَنَمٌ اور غَنِيْمَةٌ۔ مصدر۔ الْغَنَمُ۔ بکریاں۔ وَ مِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ (۶: ۶) اور گائیوں اور بکریوں میں سے۔ الْخ۔ الْغَنَمُ کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا۔ ان کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو۔ خاص طور پر فتح کے بعد دشمن سے چھینا ہوا مال۔
 غَنِمْتُمْ تم نے دشمن سے پایا۔ یا چھینا۔ لیکن غیر دشمن سے حاصل شدہ مال بھی غنیمت میں شمار ہے۔ قرآن میں ہے فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (۴: ۹۴) سوائے کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔

= مِنْ شَيْءٍ۔ مِنْ بیانہ ہے۔ اَنْمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ۔ جو کوئی چیز بھی تم مال غنیمت میں حاصل کرو۔

= ذِي الْقُرْبَىٰ۔ الْقُرْبَىٰ۔ اسم مصدر ہے بمعنی قرابت۔ رشتہ داری۔ ذِي بمعنی دُو۔ بحالت جر ہے۔ والا۔ صاحب۔ ذِي الْقُرْبَىٰ۔ قرابت رکھنے والا۔ رشتہ دار۔ قرابت دار۔
 = ابْنِ السَّبِيلِ۔ مسافر۔ راہ نور۔

= وَمَا اَنْزَلْنَا۔ بِاللّٰهِ پر معطوف ہے۔ اور مَا اَنْزَلْنَا سے مراد وہ آیات جو جنگ بدر کے دوران نازل ہوئیں۔ الْمَلَائِكَةُ جو مسلمانوں کی امداد کو بحکم انیزدی اتر کر شامل ہوئے اور فتح جو نتیجہ حاصل ہوئی

= يَوْمَ الْفُرْقَانِ۔ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے والا دن۔ مراد یہاں یوم بدر ہے۔
 = التَّقَىٰ۔ آمنے سامنے ہوئے۔ بالمقابل ہوئے۔ ان کی مڈ بھڑ ہوئی۔ ماضی واحد مذکر غائب

الْبَقَاءُ مُصَدَّرُ افْتَعَالٍ لَقِيَ مَادَّةَ

= الْجَمْعَيْنِ - دو گروہ - دو فوجیں - جَمْعٌ کا تثنیہ ہے مراد یہاں مسلمانوں کی فوج اور کفار کی فوج ہے۔

۸: ۴۲ = اِذْ يَأْتِيَنَّكَ الْفُرْقَانِ سے بدل ہے یا اس کی تقدیر یوں ہے اُذْکُرُوا اِذْ اَنْتُمْ -

= اَلْعُدُوَّةُ - جانبِ وادی - کنارہ - اس کی جمع عُدَّی ہے اس کو عین کی کسر کے ساتھ عِدَّةٌ بھی پڑھا جاتا ہے اس صورت میں اس کی جمع عِدَّی ہوگی۔

بدر کے اطراف و جوانب میں جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصے مختلف ناموں سے موسوم ہیں ان میں سے دو پہاڑیاں جو دور سے ریت کے دو سفید تودوں کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں۔ اب بھی ان میں سے جو پہاڑی مدینہ منورہ کی جانب ہے اس کا نام العُدَّة الدنیا ہے اور دوسری جو مکہ کی طرف ہے العُدَّة القصوی سے موسوم ہے اور جو بہت اونچا سا پہاڑ ان دونوں کے درمیان ہے وہ آجکل جبل اسفل کہلاتا ہے کیونکہ اس کے نیچے نیچے ابوسفیان اپنے تجارتی قافلہ کا راستہ کاٹ کر سمندر کے کنارے کنائے گذر گیا تھا جو بدر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بایں الفاظ آیا ہے وَالرَّكِبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ۔ (اور کارواں تم سے نیچے تھا)

= الدُّنْيَا - اَدْنٰی کی مونث ہے جو دُنٰی بِدَاوُ (قریب ہونا) سے افعَل التفضیل کا صیغہ ہے مراد وادی بدر کی وہ سمت جو مدینہ منورہ سے قریب تر تھی۔

= اَلْقُصْوٰی - اَفْصٰی سے مونث ہے جو قُصٰی یَقْصُو سے اسم تفضیل ہے اور یہاں العُدَّة القصوی سے مراد بدر کی وادی کی وہ جانب جو مدینہ منورہ سے دور والی جانب واقع تھی۔

= اَلرَّكِبُ - کارواں - قافلہ سوار - رَاكِبٌ کی جمع جس کے معنی سوار کے ہیں۔

= تَوَاعَدُتُمْ - تم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تَوَاعَدٌ (تفاعل) سے ماضی جمع مذکر ماضی ہے۔

= لَاخْتَلَفْتُمْ - اِخْتِلَافٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ لام تاکید کے لئے۔ تم ضرور آپس میں اختلاف کرتے۔

= اَلْمِيعَادُ - طرفِ زمان - وعدہ کا وقت۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيعَادِ - اور اگر تم ہر دو فریق یعنی مسلمان ایک طرف اور کفار دوسری طرف ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا وعدہ کرتے تو تم دونوں وقتِ وعدہ کی خلاف ورزی

کرتے اور تقدیم و تاخیر سے کام لیتے۔ یعنی تم اس واسطے باز رہتے کہ تمہارے مقابلہ میں ان کی تعداد کثیر تھی اور وہ باقاعدہ مسلح تھے اور وہ اس واسطے کتر جاتے کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہیبت تھی۔ اس طرح تم ایک دوسرے کے آمنے سامنے نہ آتے۔

== وَ لَکِنْ اِی وَ لَکِنْ اللّٰهُ جَمَعَهُمْ عَلٰی غَیْرِ مِیْعَادٍ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم ہر دو فریق کو کسی مقررہ وقت کے بغیر ہی آپس میں ٹکرا دیا۔ (کیونکہ مسلمان مدینہ سے قافلہ کے لئے نکلے تھے اور کفار مکہ سے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ لیکن بعد میں حالات نے مشیت ایزدی کے تحت ان کو جنگ بدر میں باہم ٹکرا دیا۔

== لَیْقِضِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَضَاءُ مصدر۔ (باب ضرب) قَضٰی لَیْقِضِیْ کر وہ پورا کر دے۔

== لَیْقِضِیْ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ط تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو پورا کر دے جس نے ہونا ہی تھا۔ (یعنی جس کے ظہور میں آجانے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر چکا تھا)

== لَیْهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ۔ جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو۔ یعنی دلیل روشن ظاہر ہو گئی۔ حق و باطل کی تمیز کھلم کھلا سامنے آ گئی۔ حق کی فتح اور باطل کی شکست نے ہر دو کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ اچھا اور بُرا راستہ معلوم ہو گیا۔ اب اگر کوئی جان بوجھ کر باطل اختیار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دینا چاہتا ہے تو ڈال دے (کیونکہ کفر ہلاکت ہے)

== وَ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ۔ اور جسے زندہ رہنا ہے تو وہ اب حق کی فتح کو دیکھ کر یقین محکم سے حق پر زندہ ہے (حق زندگی ہے)

۸: ۴۳ = اِذْ یُرِیْکَہُمْ اللّٰهُ۔ اِی و اذ کر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ علیک اذ یریکہم۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو (خواب میں دشمنان قلیل تعداد میں) دکھائے تھے۔

== اَرٰیْکَہُمْ۔ اِی و اَرٰی کر۔ اِی و اَرٰی کر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو (خواب میں دشمنان قلیل تعداد میں) دکھائے تھے۔ اِی و اَرٰی کر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو (خواب میں دشمنان قلیل تعداد میں) دکھائے تھے۔

رَأٰی مَادَہ

== لَفَشِلْتُمْ۔ لام تاکید۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ فَشِلُّ (باب سمع) سے مصدر۔ فَشِلُّ کے معنی ہیں کم ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ تم لپٹ ہمت ہو گئے یا ہو جاؤ گے۔

تم ہمت ہار دیتے۔

= لَتَنَازَعْتُمْ۔ تم ضرور ایک دوسرے کے ساتھ تنازعہ کرتے۔ جھگڑتے۔ تنازع (تفاعل) سے باہم کشاکشی اور جھگڑا کرنا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔

= سَلَّمَ۔ (باب تفعیل) تَسَلَّمَ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بچا لیا۔

۴۴: ۸ = يُرِيكُمُوهُمْ۔ اس نے تمہاری نظروں میں ان کو دکھایا۔

کُمُو اصل میں کُم ہے۔ واداشباع کا ہے اور دو ضمیروں کے درمیان فرق کرنے کو لایا گیا ہے۔

= اَلْتَقَيْتُمْ۔ تم ملے۔ تمہارا آنا سامنا ہوا۔ اَلْتِقَاءُ (افعال) سے ماضی جمع مذکر حاضر

= يُقَلِّلُكُمْ فِيْ اَعْيُنِهِمْ۔ وہ ان کی نظروں میں تمہیں کم کر کے دکھا رہا تھا۔ یا کم محسوس کر رہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُم منمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تیر ملاحظہ ہو ۱۳: ۲۔

۱۔ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۚ اوپر ملاحظہ ہو ۴۲: ۸

۴۵: ۸ = فَا ثَبَتُوْا۔ ثَبَاتٌ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ تم ثابت قدم رہو۔

۴۶: ۸ = فَتَفَسَّلُوْا۔ ورنہ تم ہمت ہار دو گے۔

= دَنَذَ هَبْ رِيْحُكُمْ۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

۴۷: ۸ = بَطَرًا۔ مصدر۔ اترانا۔ اشارہ ہے لشکر کفار کی طرف جو قافد کی حمایت میں مکہ سے بڑے طعرات سے نکلا تھا۔

بَطَرًا (سمع) بطور زیادہ نعمت میں پڑ کر اترانا یا بہک جانا۔ بَطَرًا الْحَقُّ۔ تکبر سے حق کے قبول کرنے سے انکار کرنا۔

= مُحِيْطٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر قیاسی۔ اِحَاطَةٌ مصدر (باب افعال) حوط مادہ۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ یہاں بمعنی عالم کل ہے۔

۴۸: ۸ = جَاؤْ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ مجازاً حمایتی۔ مددگار۔ رفیق۔

= تَرَاءَتْ۔ وہ سامنے ہوئی۔ وہ روبرو ہوئی۔ وہ دیکھنے لگی۔ تراءت (تفاعل) سے ماضی واحد مؤنث غائب۔

تَرَاءَتْ۔ ایک دوسرے کے باہم اس طرح مقابل اور قریب ہونا کہ یہ اس کو اور وہ اس کو دیکھ سکے۔ رَأَى۔ مادہ۔ مہموز العین و ناقص یائی۔ رَأَى یَرَى رَأْيًا رُؤْيَةً۔ اس کا امر رَأَ ہے۔ تَرَاءَتْ الْفِئَتَانِ ای تلاقی الفریقان۔ جب دونوں فریق بالمقابل ہوئے۔

= نَكَصَ - نَكَصَ وَتَكَوَصَّ مصدر - (باب ضرب ونصر) اٹے پاؤں بھاگنا۔ بد دل ہونا۔ نَكَصَ - وہ اٹے پاؤں بھاگا۔ نَكَصَ کے اصل معنی ہیں جس کام کے درپے ہو اس سے لوٹ جانا۔ پلٹ جانا۔

= مَقْبِلِهِ - اس کی دونوں اڑیاں - عَقِبَتْ - واحد - اَعْقَابُ جمع -

= شَدِيدُ الْعِقَابِ - سخت سزا دینے والا - وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ یہ جملہ شیطان کا کلام بھی ہو سکتا ہے جو کہ قَالَ اِنِّي بَرِيٌّ مِّنْكَذِّبُ شَرُوعِ ہوا تھا۔ یا یہ جملہ مستانف ہے

۸: ۴۹ = غَرَّ - ماضی واحد مذکر غَاب - اس نے فریب دیا - دھوکہ دیا - غُرُورُ مصدر باب (نصر)

= هُوَلَاءِ - ای المسلمین -

۸: ۵۰ = لَوْ تَرَى - اگر تو دیکھے - کاش تو دیکھتا یا دیکھ سکتا۔

= يَتَوَفَّيْ - مضارع واحد مذکر غَاب تَوَفَّى (تَفَعَّلَ) مصدر - وہ جان نکالتا ہے - یہاں الْمَلٰٓئِكَةُ (جمع) کے لئے استعمال ہوا۔ وہ جان نکالتے ہیں۔

تَوَفَّى کے اصل معنی کسی چیز کو پورا لینا اور اس پر پورے طور پر قبضہ کر لینے کے ہیں۔ موت کے وقت بھی روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔

= ذُوقُوا - ای دیکھو لون ذُوقُوا - تم چکھو - ذُوقُ سے امر - جمع مذکر حاضر - (باب نصر) ذُقْ - تو چکھ -

= عَذَابُ الْحَرِيقِ - جلا دینے والا عذاب - آگ کا عذاب - حَرَقُ سے بروزن فَعِيلُ صفت مشبہ کا صیغہ۔

۸: ۵۲ = كَذٰبٍ - ک حرف تشبیہ ذٰب کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں جیسے ذٰبِ بْنِ الشَّيْطَانِ - وہ مسلسل چلا - اور قرآن حکیم میں ہے - وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ (۱۴: ۳۳) اور سورج اور چاند کو تہائے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ دونوں دن رات ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

ذٰبٌ - عادت مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے - جیسا کہ آیت نہا - وَنِزَارٍ (۱۱: ۳) یعنی آلِ نَزْعُونِ کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں - كَذٰبٍ اِلٰی فِرْعَوْنَ - ای دابِ هُوَلَاءِ مثل دابِ آلِ فِرْعَوْنَ - ان کی عادت مستمرہ بھی وہی ہے جو آلِ فِرْعَوْنَ کی تھی - وروہ عادت مستمرہ کیا تھی - كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ - اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار۔

۵۳:۸ = ذٰلِكَ - اِیْ ذٰلِكَ الْعَذَابُ -

= لَمْ یَكْ - مضارع مجزوم نفی جہد بلم۔ کَوْنٌ سے اصل میں كَانَ سے مضارع یَكُوْنُ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ن پر جزم آئی ن اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ واؤ حرف علت ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی۔ لَمْ یَكْ رہ گیا۔ یہاں بمعنی فعل استمراری ہے۔ یعنی نہیں ہے نہیں تھا۔ نہیں ہوگا۔

= مُغَيِّرًا - اسم فاعل واحد مذکر۔ تَغْيِیْرٌ (باب تفعیل) بدلنے والا۔

لَمْ یَكْ مُغَيِّرًا - وہ (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں ہوا بدلنے والا۔ اور نہ ہی ہوگا۔

= یُغَيِّرُوا - مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَغْيِیْرٌ مصدر (یہاں تک) کہ وہ بدل ڈالیں۔

(بھلائی کو برائی سے۔ خوشحالی کو بدحالی سے)

= مَا بِأَنْفُسِهِمْ - اِیْ مَا بِهِمْ - یعنی یہاں تک کہ وہ خود بدل ڈالیں ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے

ان پر نازل کی ہوئی تھیں۔

۵۴:۸ = كَذٰبٌ قَبْلِهِمْ - یہ تکرر تاکید کے لئے ہے۔

۵۵:۸ = سَرَّالْدِّیْنَ - بدترین جانور۔ (ملاحظہ ہو ۸:۲۲)

= الَّذِیْنَ كَفَرُوا قُلُوبُهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ہ اِیْ اَصْرَدَ اَعْلٰی الْكُفْرِ وَلِجَوا فِیْهِ فَلَا یَتَوَقَّع

منہم الا یمات۔ وہ لوگ جو کفر پر مصر ہے ان سے ایمان کی توقع نہیں کی جاسکتی (یہ بنو

قریطہ تھے)

۵۶:۸ = الَّذِیْنَ عٰہَدْتَ مِنْهُمْ - بدل ہے الَّذِیْنَ كَفَرُوا کا یہ وہ لوگ ہیں جن سے

(جب بھی) آپ نے معاہدہ کیا

= یَنْقُضُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب نَقَضَ مصدر (باب نصر) وہ توڑتے ہیں۔

= فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ - ہر بار

۵۷:۸ = اِمَّا - اگر۔

= تَتَّقَفُّهُمْ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ (باب سمع) تو ان کو پلے۔ هُمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر غائب۔ اصل میں ثَقَّفُ کے معنی کسی چیز کے ادراک کرنے اور اس کے سرانجام

دینے میں حذاقت (کام کو اچھی طرح کرنا) اور مہارت کے ہیں۔ لیکن بعد میں صرف ادراک کرنے اور

پانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اگرچہ حذاقت نہ ہو۔ قرآن میں ہے وَافْتَلَوْهُمْ حِیْثُ

تَقَفُّوْهُمْ (۱۹۱:۲) اور قتل کر ڈالو انہیں جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ

= فَشَرَّدَ بِهِمْ - شَرَّدَ الْبَعِيْرُ - کے معنی ہیں اونٹ بدک کر بھاگ نکلا اور شَرَّدَتْ بِه میں نے اس سے ایسا برتاؤ کیا کہ اُسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس جیسا کام نہ کریں۔ جیسے نَكَهْتُ بِه کا مطلب ہے کہ میں نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔

فَشَرَّدَ بِهِمْ - تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین کفروا (آیت ۵۵) کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ خَلَفَهُمْ - جو ان کے پیچھے ہیں۔ یعنی تو ان کو ایسی سخت سزا دے کہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ یہ دیکھ منتشر ہو جائیں۔

= لَعَلَّهُمْ يَدَّ كُرُوْنَ - شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور اپنی بد اعمالیوں باز آجائیں۔ ۵۸: ۸ = تَخَافَنَّ - خَوْفٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ تو ڈرے۔ تجھ کو ڈر ہو۔

= فَأَكْبَدُ إِلَيْهِمْ - اے طرح الیہم العہد۔ تو تو اس عہد کو (جو تو نے ان کے ساتھ کیا ہے) ان کی طرف پھینک مار۔ یعنی منسوخ کر دو۔

= عَلَى سَوَاءٍ - واضح طور پر۔ یعنی ان کو اس منسوخی کا علم ہو جائے اور وہ نتائج کی ذمہ داری کا احساس کرنے لگیں (یعنی دونوں فریقوں کو مساوی طور پر معلوم ہو جائے کہ اب عہد منسوخ ہو چکا ہے۔

۵۹: ۸ = لَا يَحْسَبَنَّ - نہی غائب واحد مذکر غائب۔ بانون ثقیلہ۔ (یاب مع) وہ ہرگز خیال نہ کرے۔

= سَبَقُوا - انہوں نے سبقت کی۔ وہ آگے نکل گئے۔ سَبَقُوا سے ماضی جمع مذکر غائب وہ بازی لے گئے۔

= لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا - جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ خیال نہ کریں کہ وہ بازی لے گئے۔

= اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ - یقیناً وہ (پیر و ان حق کو) در ماندہ نہیں کر سکتے۔ یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ہر انہیں کر سکتے۔

۶۰: ۸ = اَعِدُّوا - تم تیار کر رکھو۔ اَعِدَّادٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔

اَلْاَعْدَادُ بمعنی تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ یہ اَعْدَادٌ سے ہے جیسے سَقَى سے اِسْقَاءٌ اور اَعْدَدْتُ هَذَا لَكَ کے معنی ہیں کہ یہ چیز میں نے تمہارے لئے تیار کر دی ہے تم اسے شمار کر سکتے ہو اور

جس قدر چاہو اس سے حسب ضرورت لے سکتے ہو۔

= رِبَاطٌ - باندھنا۔ سرحد پر جو کی دینا۔ باب مفاعلة سے مصدر ہے تلاتی مجر دیں رِبَاطٌ کا بھی مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں مضبوط اور مستحکم باندھنا۔ نیز اسم بھی آتا ہے۔ جس چیز کے ساتھ گھوڑے باندھے جائیں اس کو بھی رباط کہتے ہیں اور جس جگہ دشمن کے دفاع کے لئے گھوڑے باندھے جائیں مثلاً پڑاؤ۔ چھاؤنی اس کو بھی رباط کہتے ہیں۔ یہاں بطور مصدر ہی استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گھوڑے باندھنا۔ یعنی گھوڑوں کو دشمن سے دفاع کی خاطر چاک و چونبہ باندھے رکھنا کہ جب ضرورت پڑے استعمال میں لائے جاسکیں۔

= تَوَهْبُونَ - تم ڈراؤ۔ تم ڈرا سکو۔ تم ڈراتے رہو۔ تم ڈراؤ گے۔ إِدْهَابٌ (إِفْعَالٌ) سے جس کا معنی خوف زدہ کرنے کے ہیں۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

= يَهْ - ضمیر ہ کا مرجع مَا سَلَطْتُمْ ہے۔

= وَالْآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ - اور دوسرے (دشمن) جو ان (کھلے دشمنوں) کے علاوہ ہیں۔ یعنی جن کا مسلمانوں کو علم نہیں ہے لیکن ان کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔

يُوفً - مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ تَوَفَّيْتَهُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ پورا پورا تمہیں واپس دیا جائے گا۔

= ۶۱: ۸ اِنْ جَنَحُوا - اگر وہ مچکیں جُنُوحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (باب ضرب - نصر - فتح)

= لِلْسَّلَامِ - صلح کے لئے۔ صلح کی طرف۔ سَلَّمَ مذکر و مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ لَهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب سَلَّمَ کی طرف راجع ہے۔

= ۶۲: ۸ يَخْدَعُونَكَ - وہ تجھے دھوکہ دیں۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ صيغة جمع مذکر غائب لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= حَبْنِكَ - حَبً اسم فعل ہے بمعنی کافی منصوب بوجہ عمل اِنْ۔ مضاف لَكَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔

ترے لئے کافی ہے۔ حَبَبٌ يَحْسُبُ (باب نصر) کا مصدر بھی ہے۔

= ۶۳: ۸ دَالَفَ - اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَأَلَّفَ (باب تَفْعِيلٌ) سے جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔

= قُلُوْا بِهِمْ - میں ہمدِ ضمیر جمع مذکر غائب مومنین کی طرف راجع ہے۔

عرب کے سائے جزیرہ میں ہر طرف عداوت و نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی مزاج اتنے آوارہ اور جذبات اتنے مشتعل تھے کہ ذرا سی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی۔ اور برسوں جاری رہتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نقشہ ہی بدل گیا۔ خدا نے ایسی تالیف القلوب کی کہ اسلام کے دائرہ میں آتے ہی وہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ اوس اور خزرج کے قبائل ایک بین مثال تھے۔

۶۵: ۸ = حَرَضَ - تَحَرَّضَ (باب تفعیل) سے امر۔ واحد مذکر حاضراً۔ تو رغبت دلا۔ تو ابھار۔ تو تاکید کر۔ تو آمادہ کر۔

الحرَضَ - اس چیز کو کہتے ہیں جو نکمٹی ہو جائے اور درخور اعتناء نہ ہے۔ اس لئے جو چیز قریب بہ ہلاکت ہو جائے اس کے متعلق حَرَضَ کہا جاتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتَّى تَكُونَ حَرَضًا (۱۲: ۸۵) یا تو قریب بہ ہلاکت ہو جاؤ گے۔

التَّحَرُّضُ (باب تفعیل سے) کے معنی ازالہِ حَرَضِ کے ہیں۔ یعنی کسی چیز سے بگاڑ اور خرابی دور کر دینا۔ جیسے مَرَضَتُهُ میں نے اس کے مرض کو دور کر دیا۔

تَحَرَّضَ کے معنی کسی کو مزین کر کے اور اسے آسان صورت میں پیش کر کے اس پر براہِ تلخی نہ کرنے کے ہیں۔ حَرَضَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ۔ مومنوں کو جہاد پر براہِ تلخی نہ کرنے کے ۶۶: ۸ = الْكُنُفِ۔ اب۔ ظرفِ زمان ہے اور مہینی برفسج۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= خَفَّفَ۔ اس نے تخفیف کی۔ اس نے ہلکا کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعیل) ضَعُفًا۔ سستی۔ کمزوری۔ ضَعُفَ يَضْعُفُ (باب کرم) کا مصدر ہے سست ہونا

۶۷: ۸ = اسْرَى۔ قیدی۔ اسِيرٌ کی جمع ہے اسْرَى بھی جمع ہے۔ الا سُرَّ کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں۔ اسْرَى پاؤں کی بیڑی۔

= يَتَخَوْنَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِتَّخَذَ مصدر (باب افعال) کثرتِ خون بہاؤ تَخَنَ (باب کرم)۔ تَخَنَ الشَّيْءُ کے معنی ہیں کسی چیز کا گاڑھا ہونا اس طرح کہ بہنے سے رک جائے۔ ویسے اس کا استعمال کثرتِ قتل اور غلبہ و تسلط جو کثرتِ قتل کا نتیجہ ہے کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

= مَا كَانَ لِبَنِي..... الْأَرَضِيِّ۔ بنی کے لئے زیبا نہیں کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہو جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو کھیل نہ دے۔ یعنی جب تک جنگ میں دشمنوں

کو تہ تیغ کر کے ان کا قلع قمع کر کے ان کی طاقت کو کچل کر پورا غلبہ تسلط حاصل نہ کر لیا جائے
جنگی قیدی بنانا جائز نہیں ہے

= عَرَضَ - مال و متاع - اسباب و سامان - سریع الزوال مال و متاع

۶۸:۸ = كِتَبَ مِنَ اللَّهِ - اللہ کا فرمان - اشارہ ہے ارشاد الہی کی طرف فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ
كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَذْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوُثَاقَ فَمَا مَسَّ الْبَعْدُ وَإِمَّا
فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَدَارَهَا (۴:۴۷) پس جب ان کافروں سے تمہاری ٹھہری ہو
جائے تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ تم خوب ان کو تہ تیغ کر کے کچل دو۔ تب قیدیوں
کو مضبوط باندھو۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرو تا آنکہ لڑائی
اپنے ہتھیار ڈال دے

= سَبَقَ - وہ پہلے گزر چکا۔ وہ پہلے ہو چکا۔ اس نے سبقت کی۔

= لَمَسَّكُمْ - تم کو ضرور پہنچتا۔ (عذاب عظیم) لام تاکید کا ہے - مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب
کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - مَسَّ (باب نَصَرَ) کا معنی ہے چھو دینا۔ دکھ پہنچانا۔ لاحق ہونا
لگ جانا۔ (باب نصر اور سمع) سے یہ بمعنی جماع بھی آتا ہے۔ اِنِّیْ یَکُونُ لِیْ ذَلْدُؤَکَ
یَبْسَنِیْ بَشَرًا (۲:۲۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ لگایا
نہیں۔ اور اِنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمْسُوهُنَّ (۲:۲۳) اور اگر تم غورتوں کو
ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔

مَجَازًا مَسَّ کا اطلاق جنوں پر بھی ہوتا ہے مثلاً کَالَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطَانُ مِنَ
الْمَسِّ (۲:۲۷) جیسا کہ کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔

تکلیف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً مَسَّنِیَ الشَّیْطَانُ (۳۸:۴۱) شیطان
نے مجھ کو اذیت دے رکھی ہے

= فِیْمَا أَخَذْتُمُ - اس باغے میں جو تم نے لیا۔ بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے یعنی جو مال
غنیمت تم نے لیا ہے اس میں قیدیوں کا فدیہ لینا بھی شامل ہے، بعض نے اس سے قیدی
مراد لئے ہیں۔

= کَوْلًا عَذَابٌ عَظِيمٌ - یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ
نہ دیا ہوتا۔ کہ مال غنیمت تمہارے لئے حلال ہے اور اگر اس کا یہ دستور نہ ہوتا کہ جب تک وہ بیان
کھول کر نہ کرے تب تک وہ عذاب کسی کو نہیں دیا کرتا۔ تو جو مال غنیمت اور جو مال فدیہ تم نے

لیا ہے اس پر بھاری عذاب ہوتا۔ (یہ حکم جو لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی نازل نہیں ہوا تھا سورۃ محمد میں آیت ۴ میں نازل ہوا۔ اور ملاحظہ ہو کِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ کے محاذ)

الحازن۔ بیضادی۔ زرخشری نے اس آیت کا مطلب ان ہی معنوں میں لیا ہے۔

لیکن مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں آیہ ۴: ۴ سورۃ محمد کا نزول

سورۃ انفال کی آیت ہذا کے نزول سے قبل کا تصور کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:-

اس عبارت (یعنی سورۃ انفال کی آیہ ہذا) پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی

ہے کہ اس موقع پر عتاب جس بات پر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ جنگ بدر میں دشمنوں کو اچھی طرح

کچل دینے سے پہلے مسلمان دشمن کے آدمیوں کو قید کرنے میں لگ گئے تھے۔ حالانکہ

جنگ سے پہلے جو ہدایت سورۃ محمد میں ان کو دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ:-

”جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو“

تاہم سورۃ محمد میں مسلمانوں کو قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت فی الجملہ دی جا چکی

تھی اس لئے جنگ بدر کے قیدیوں سے جو مال لیا گیا اسے اللہ نے حلال قرار دیا اور مسلمانوں

کو اس کے لینے پر سزا نہ دی۔

د اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا ”لَوْ اَنَّ كِتَابَ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ“ کے الفاظ

اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے فدیہ لینے کی اجازت کا فرمان

قرآن میں آچکا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن کے اندر سورۃ محمد کی اس آیت کے سوا کوئی دوسری

آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ فرمان پایا جاتا ہو۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت (سورۃ

محمد آیت ۴) سورۃ انفال کی آیت (آیت ہذا) سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

مگر یہ یاد رہے کہ ترتیب نزول کے مطابق سورۃ انفال ۸۸ نمبر پر ہے اور سورۃ محمد

نمبر شمار ۹۵ پر ہے۔

اس میں دیگر اقوال یہ بھی ہیں کہ:-

۱:- خدا پہلے سے طے کر چکا ہے کہ بدری صحابی کو عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت

تخیر ہو چکی ہے (الحسن۔ مجاہد۔ سعید بن جبیر۔)

۲:- اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کے بعد کسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا۔ تاآنکہ واضح نہ کر دے اُن پر کہ کس

چیز سے بچنا لازمی ہے اور یہ کہ بھول اور غفلت کی وجہ سے کسی فعل کا ارتکاب موجب سزا نش

نہ ہوگا۔ (ابن جریر)

۶۹:۸ = فَكُلُوا۔ میں و ت سبب کی ہے اس سے قبل سبب محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے قد أَبَحْتُ لَكُمْ الْغَنَائِمَ فَكُلُوا۔ (میں نے تمہارے لئے مال غنیمت حلال کر دیا پس اسے کھاؤ استعمال کرو)

= حَلَالٌ طَيِّبٌ۔ یہ یا تو مصدر محذوف اَكْلًا کی صفت ہے یعنی حلال اور طیب کے طور پر استعمال میں لاؤ۔ یا یہ مِمَّا غَنِمْتُمْ کا حال ہے کہ مال غنیمت سے حلال اور طیب مال کھاؤ۔ استعمال کرو ۷۰:۸ = مَنْ فِي آيِدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ۔ قیدی جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔

= مِمَّا اخَذَ مِنْكُمْ۔ ای الفدية۔

۷۱:۸ = اَمْكَنَ مِنْهُمْ۔ اس نے قابو کر دیا۔ اس نے پکڑ دیا۔ متغدی بدو مفعول۔ اَمْكَنَ (افعال) سے واحد مذکر غائب اَمْكَنْتُ فَلَدًا مِّنْ خِلَاطٍ۔ میں نے فلاں کو فلاں پر قدرت دی اصل میں اَمْكَنَكَ مِنْهُمْ (اس نے تم کو ان پر قدرت دی۔ اس میں كَ ضمیر مفعول اول اور هُمْ ضمیر مفعول ثانی ہے۔

۷۲:۸ = اَوْدُوا۔ اِيْوَاءُ (افعال) سے۔ ماضی۔ جمع مذکر غائب۔ انہوں نے جگہ دی۔ انہوں نے پناہ دی۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے اِذَا دَوَّى الْفَقِيَّةُ إِلَى الْكَهْفِ (۱۰:۱۸) جب چند نوجوانوں نے غار میں پناہ لی۔ اور دَوَّى اِلَيْكَ مَن تَشَاءُ (۵۱:۲۳) اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو۔ یا ٹھکانا دو۔

= مَا لَكُمْ مِّنْ دَلَالَةٍ يَتَّبِعُهُمُ شَيْءٌ۔ تو تمہارا ان سے ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے تم کو ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں۔ ولایت وسیع المعانی لفظ ہے اور عربی میں حمایت نصرت۔ مددگاری۔ پشتیبانی۔ دوستی۔ قرابت۔ سرپرستی۔ اور اس سے ملتے جلتے مفہومات کے لئے بولا جاتا ہے۔

بعض نے ولایت سے وراثت مفہوم لیا ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان کی وراثت سے کوئی چیز نہیں ہے۔

= اِسْتَنْصَرُوْكُمْ۔ وہ تم سے مدد چاہیں۔ اِسْتَنْصَارٌ (استفعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ کُم ضمیر جمع مذکر حاضر۔

= فَعَلَيْكُمْ۔ تم پر فرض ہے۔ تمہارے ذمہ ہے۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن میں ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (۲۶:۸۸) بیشک پھر ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا۔

= عَلٰی قَوْمٍ۔ کسی قوم کے خلاف۔ قرآن میں آیا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(۲۸۶:۲) ہر نفس جو نیکی کماتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کماتا ہے وہاں اسی کے خلاف ہے۔ اسی پر ہے۔

= مِيثَاقٌ - معاہدہ - عہد و پیمان -

۸:۷۳ = إِلَّا تَفْعَلُوهُ - إِلَّا - اِنْ اور لَا سے مرکب ہے کُصْمِيرٌ واحد مذکر غائب - ای الا تفعلوا مَا اَمَرْتُكُمْ مِنْ تَوَاصَلِ الْمُسْلِمِينَ وَتَوَلَّى بَعْضُهُمْ بَعْضًا حَتَّىٰ فِي التَّوَارِثِ تَفْضِيلًا لِنِسْبَةِ الْإِسْلَامِ عَلَىٰ نِسْبَةِ الْفِرَاقَةِ وَلَمْ تَقْطَعُوا الْعِلَاقَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الْكُفَّارِ - اے مسلمانو! اگر تم باہمی تقارب و مواصلت نہ رکھو گے اور ایک دوسرے کی مددگاری نہیں کرو گے اور دین اسلام کی نسبت کو رشتہ داری کی نسبت پر فضیلت نہ دو گے۔ اور اپنے اور کفار کے درمیان تعلقات کو منقطع نہیں کرو گے تو..... الخ

= تَكُنْ اصل میں تَكُونُ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے حرف آخرت پر جزم آگئی وَاَوْاجْتِمَاعِ سَاكِنِينَ کی وجہ سے گر گئی۔ تَكُنْ ہو گیا۔ مضارع مجزوم واحد منوша غائب - كُنْ مصدر۔ (فتنہ برپا) ہو جائیگا۔

۸:۷۵ = اُولَٰئِكَ اِلَٰهُكُمْ - اہل قرابت رشتہ دار۔ ارحام جمع رحمہ کی ہے شکی رشتہ دار وہ رشتہ جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ متعلق ہوں۔

(۹)، سُورَةُ التَّوْبَةِ ۝ (۱۱۳)

۹: ۱ = بَرَاءَةٌ - بیزاری - بیزار ہونا - خلاصی - چھٹکارا پانا - بری ہونا - قطع تعلقی - مصدر ہے - الْبُرُءُ - الْبُرَاءُ - التَّبَرُّؤُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں - اس لئے کہا جاتا ہے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ - میں نے مرض سے نجات پائی اور مَبْرَأْتُ مِنَ فُلَانٍ میں فلاں سے بیزار ہوں -

اور قرآن میں ہے اِنَّ اللّٰهَ بَرِئٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُولُهُ (۹: ۳) اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی -

اور اَنْتُمْ بَرِئُوْنَ مِمَّا عَمَلْتُمْ وَاَنَا بَرِئٌ مِّمَّا كَفَرْتُمْ (۱۰: ۴۱) تم میرے عملوں سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے عملوں سے بری الذمہ ہوں -

بَرَاءَةٌ خبر ہے جس کا مبتدا ہِذِهِ محذوف ہے - یعنی هِذِهِ بَرَاءَةٌ - یہ (اعلانِ برأت) (قطع تعلقی) ہے - مِنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اللّٰهُ اور اللّٰہ کے رسول کی طرف سے اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف جن سے تم نے (مسلمانوں نے) معاہدہ کر رکھا ہے (جیسا کہ کہتے ہیں هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ فُلَانٍ اِلَى فُلَانٍ یہ تحریر ہے فلاں کی جانب سے فلاں کی طرف) -

اس کا پس منظر مختصر ایہ ہے کہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج مقرر فرما کر مکہ روانہ کیا - ان کے جانے کے بعد آیات سُورَةِ بَرَاءَةِ اتا، ۳ نازل ہوئیں - جن میں صاف صاف حکم دیا گیا تھا کہ اب کفر کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ ہیں - رسالتِ نبوی علیہ التحیۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیچھے بھیجا کہ حج کے دن ان احکام خداوندی کا اعلان عام کر دیں -

چنانچہ دسویں ذوالحجہ کو حجرۃ العقیقہ کے پاس کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ آیات

تلاوت فرمائیں۔

اس سورۃ کے ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں ہے۔ علماء نے اس کی متعدد وجوہات لکھی ہیں لیکن صحیح بات وہی ہے جو حضرت امام رازیؒ نے تحریر فرمائی ہے۔
کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس سورۃ کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی نہیں لکھی۔ اور بعد کے لوگ بھی اس کی پیروی کرتے پلے آئے!

۹:۲ = فَيَسْجُدْ سَاحَ لَيْسِيْجُ (باب ضرب) سَيِّجُ سے امر، جمع مذکر حاضر۔ تم پھرلو۔
سیاحت کرلو۔ گھوم پھرلو۔ چل پھرلو۔

السَّاحَةُ کے معنی فراخ جگہ کے ہیں۔ اسی اعتبار سے مکان کے صحن کو سَاحَةُ الدَّارِ کہا جاتا ہے۔ وسیع مکان میں ہمیشہ جاری رہنے والے پانی کو سَائِحُ کہا جاتا ہے۔ سَاحُ فَلَانٌ فِي الدَّرَاحِ کے معنی پانی کی طرح زمین میں چکر کاٹنے کے ہیں۔ اسی سے ہمیشہ سفر کرنے والے کو سَائِحٌ یا سَيَّاحُ کہا جاتا ہے۔ اور آیت ۹:۱۱۲ میں السَّائِحُونَ سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔

فَيَسْجُدْ ا میں خطاب مشرکین سے ہے۔

= اَتَاَكُمُ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ۔ تم اللہ کو عاجز کر سکنے والے نہیں ہو۔ یعنی نہ تو تم اس کے قبضہ سے بچ کر نکل سکتے ہو اور نہ اس کے پلان کو فیصل کر سکتے ہو۔

= وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكَافِرِيْنَ۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے یعنی اس دنیا میں قتل و شکست کی ذلت اور آخرت میں عذاب کی ذلت۔

۹:۳ = اِذَا نُنَّ مِنَ اللّٰهِ..... اِلَى النَّاسِ۔ تمام لوگوں کے لئے اطلاع عام

برأت صرف ان مشرکین سے تھی جن کے ساتھ معاہدات تھے اور اِذَا نُنَّ تمام لوگوں کے لئے اس برأت کی اطلاع عام۔

= يَوْمَ الْحُجَّ الْكَبْرِ۔ بڑے حج کا دن یعنی یوم عسرافات ۹ ذوالحجہ کا دن۔ جس دن حجاج میدان عرفات میں قیام کرتے ہیں۔ اور غروب آفتاب سے قبل مزدلفہ کی طرف جانے کے لئے نکل آتے ہیں۔

۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ذوالحجہ حج کے ایام ہیں۔ مناسک حج میں میدان عرفات میں قیام سب سے اہم ہے۔ یا اس سے یوم النحر بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی دسویں ذوالحجہ کیونکہ اس دن مناسک

حج پوری ہو جاتی ہیں۔ یعنی حجاج طواف اور قربانی سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ یا جملہ ایام حج مراد ہیں کہ عرب میں عمرہ کو حج اسفر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں جو حج ہوتا ہے اسے حج اکبر کہا جاتا ہے۔ لیکن یہاں چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارذو الحج کو اعلان سنایا تھا لہذا یہاں مراد یوم النحر ہی ہو سکتا ہے یعنی آج حج اکبر کے دن اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے یہ اعلان عام کیا جاتا ہے۔

= بَرِيٍّ - بَرِيٍّ - بَرِيٍّ الذمہ - بَرِيٍّ - ملاحظہ ہو (۱:۹)

= دَرَسُوْهُ - وَاَوْحَرَفْ عَطْفَ رَسُوْلُهُ - مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف - اس کا معطوف علیہ اللہ ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق معطوف اور معطوف الیہ کا اعراب ایک ہی ہونا چاہئے تھا۔ یعنی اللہ کی طرح رسول بھی منصوب ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ہے اور اس کی خبر بَرِيٍّ محذوف ہے اور یہ جملہ ورسولہ بَرِيٍّ بصورت جملہ پہلے جملہ ان اللہ بَرِيٍّ کا معطوف ہے۔

= اِنْ تَبَيَّنْتُمْ - اگر تم تائب ہو جاؤ یہاں خطاب مشرکین سے ہے کہ اگر تم شرک و کفر سے باز آ جاؤ
= اِنْ تَوَلَّيْتُمْ - اگر تم پھر گئے۔ تَوَلَّيْتُ (تَفَعَّلْتُ) سے ماضی جمع مذکر حاضر۔
= بَشِّرْ - تو خوشخبری دے۔ تو بشارت دے۔ تو خبر دے۔ تَبَشِّرْ (تَفَعَّلْتُ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بشارت کا استعمال استہزاء کے طور پر ہوا ہے

۹:۴ = لَمْ يَنْقُصْكُمْ - نَقَصَ يَنْقُصُ (باب نصر) نَقَصًا نَقْصَانًا - کم ہونا۔ گھٹنا۔ کم کرنا۔ گھٹانا نَقَصْتُ زَيْدًا اَحَقَّهُ میں نے زید کے حق میں کمی کر دی اس کے حق کو گھٹا دیا۔
لَمْ يَنْقُصُوا - مضارع نفی جہد بلم - کم ضمیر جمع مذکر حاضر۔ انہوں نے تمہارے حق میں کمی نہیں کی۔ یعنی تمہاری حق تلفی نہیں کی۔ تمہارا نقصان نہیں کیا۔ انہوں نے تمہارا قصور نہیں کیا۔ (انہوں نے تکمیل عہد میں کمی نہیں کی)

= لَمْ يُظَاهِرْكُمْ - ظَاهَرَ يُظَاهِرُ مَظَاهِرَةً (باب مفاعلة) ایک دوسرے کی امداد کرنا۔ عَلَيْكُمْ - تمہارے خلاف۔ مضارع نفی جہد بلم - جمع مذکر غائب انہوں نے تمہارے خلاف کسی دوسرے کی مدد نہیں کی۔

۹:۵ = اِنْسَلَخَ - وہ گذر گیا۔ (یعنی جب حرمت والے مہینے گزر جائیں) نیز ملاحظہ ہو (۵:۱۷)
= اُحْصِرُوْهُمْ (باب نصر - باب ضرب) ان کو محصور رکھو۔ ان کو قید رکھو۔ ان کو روکے رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب حَصَرٌ سے۔
= مَرَصِدٍ - واحد مَرَاوِدٍ - جمع - طرف مکان - گھات کی جگہ۔ رَصَدَ يَرَصُدُ (نصر)

نگاہ رکھنا۔ گھات لگانا۔

وَاقْعُدُوا لِلَّهِ كُلَّ مَوْصِدٍ - ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔

= فَخَلَوْا سَبِيلَهُمْ - تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر ماضی۔ تَخْلِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) سے مصدر چھوڑ دینا۔

۶:۹ = اسْتَجَارَكَ - اس کا مادہ جَوَّز ہے الْجَارُ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ اسْتَجَارَ - اس نے پناہ طلب کی۔ اسْتَجَارَكَ - اس نے تجھ سے پناہ طلب کی۔ اسْتِجَارَةٌ (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب لکضمیر واحد مذکر ماضی۔ جَارٌ پناہ دینے والا۔ مددگار۔ وَ إِنِّي جَارٌ لَّكُمْ (۸: ۴۸) اور میں تمہارا حامی مددگار ہوں۔ اور وَهُوَ يُجِيرُكَ يُجَارُ عَلَيْكَ (۲۳: ۸۸) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا

اور معنی قرب کے اعتبار سے جَارَ عَنِ الطَّرِيقِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں راستہ سے ایک طرف مائل ہونے کے۔ پھر مطلقاً حق سے عدول کرنے کے لئے اس کو اصل قرار دے کر اس سے الْجَوْرُ بمعنی ظلم بنایا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمِنْهَا جَائِرٌ (۹: ۱۶) اور بعض راستے سیدھی راہ سے ایک جانب مائل ہو رہے ہیں۔ جو روستم۔ ظلم و ستم کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے فَاجِرٌ۔ پس اس کو پناہ دے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر ماضی۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب = وَ إِنِّ احَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَاجِرٌ۔ یہاں پناہ طلب کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک چار ماہ کی مدت گزرنے کے بعد بھی اس مطلب کے لئے پناہ مانگے کہ وہ قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھنے اور اپنی غلط فہمیاں۔ شک و شبہات دور کرنے کے لئے موقعہ چاہتا ہے تو اسے یہ موقعہ فراہم کرنا چاہئے۔ (اگلا جملہ حتیٰ یَسْمَعَ كَلِمَةَ اللَّهِ اس معنی کی طرف اشارہ ہے) = مَا مَنَّهُ - مَا مَنَ - جائے امن۔ طرف مکان۔ مَا مَنَّهُ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی جائے امن ۱۔ اس کی قوم کی بستی ہو یا کوئی اور جگہ جہاں وہ امن پاسکے) اَمْنٌ - اَمَانَةٌ - اَمَانٌ مصدر۔

۷: ۹ = كَيْفَ - کیسا۔ کیسے۔ کیونکر۔ یہاں بطور استفہام انکاری استعمال ہوا ہے۔ كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ - ان (عہد شکن) مشرکین کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیونکر ہو سکتا ہے (یعنی نہیں ہو سکتا)

یعنی اگر یہ مشرکین اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کتے کتے معاہدوں کو بار بار توڑنے کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ اور اللہ کا رسول ان کے ساتھ عہد کا پاس کیسے کر سکتے ہیں۔

= فَمَا - مَا مصدر یہ ظرفیہ یا جزائیہ ہے (مثال مصدر یہ وصَافَتْ عَلَيْهِمُ الدَّرُصُ بِمَا

رَحُبَتْ (۱۰: ۲۵) اور باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہو گئی۔

مثال مصدریہ ظرفیہ۔ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (۱۹: ۳۱) اور اس نے مجھے تاکید کی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں زندہ رہوں۔

مثال جزائیہ۔ مَا يَفْعَلُ أَفْعَلُ (جو کچھ وہ کرے گا میں کروں گا)۔

یہاں اس آیت میں معنی مصدریہ ظرفیہ ہے۔ یعنی جب تک وہ تمہارے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی ان کے لئے قائم رہو۔

۸: ۹ = كَيْفٌ۔ یہاں بھی استفہام انکاری یا اظہار حیرت و تعجب کے لئے ہے اس کی تکرار مشرکین کی متواتر عہد شکنی اور عدم ثبات کے لئے ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے :-

كَيْفَ يَكُونُ لَهُمْ عَهْدٌ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ ۚ اَدْرَا كَيْسَ رَهِ سَكْتًا هِيَ مَعَاهِدَهُ اِنْ كَسَا تَهْ

== لَا يَرْقُبُوا۔ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) رَقِبْتُ مصدر۔ (باب نصر) پاس یا لحاظ نہیں کریں گے۔ رعایت نہیں کریں گے۔

رَقِبَ يَرْقُبُ رَقَابَةً رَقَبَاتٌ۔ نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا۔ ڈرانا۔ الرِّقَبَةُ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر عرف عام میں غلام کے معنوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے :-

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَدَحْرِيُّ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ (۴: ۹۲) کہ جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے بھی مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرائے۔

نگران کو رقیب کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ اس شخص کی گردن پر نظر رکھتا ہے جس کی نگرانی منظور ہوتی ہے یا اس لئے کہ وہ نگرانی کے لئے اپنی گردن بار بار الٹا کر دیکھتا ہے۔

انتظار کرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے وَارْتَقِبُوا إِنِّي مَعَكُمْ رَقِيبٌ (۱۱: ۹۳) تم بھی منتظر ہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ تَرَقَّبُ (تَفَعَّلُ) انتظار کرتے ہوئے کسی چیز سے

بچنا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ (۲۸: ۲۱) موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکل بھاگے اور دوڑتے باتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

لَهَذَا لَا يَرْقُبُوا۔ وہ (اپنے عہد کا) پاس نہیں کریں گے۔ (اپنے عہد کی) نگہبانی (پاسبانی) نہیں کریں گے۔

= فَرِيكُمْ۔ تمہارے بارے میں۔

== اَللّٰہ کے معنی قرابت ۔ عہد ۔ حلف اور اللہ کے ہیں ۔ قرابت کے معنوں میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے ۔

لعمرك ان ائتلك من قریش

كأل السقب من رأل النعام

تیری جان کی قسم تیری قرابت قریش سے ایسی ہے جیسی کہ اونٹنی کے بچے کی قرابت شتر مرغ کے بچے سے ہے ۔
اور عہد کے معنوں میں :-

وجدناهموكاذبا لهم

وذوالال والعهد لا يكذب

ہم نے ان کو عہد کا جھوٹا پایا ۔ حالانکہ عہد کرنے والا جھوٹ نہیں بولتا
اور حلف کے معنوں میں :-

لولا بنو مالک والال مرقبة

ومالک فیہم الالاء والشرف

(اوس بن حجر)
اگر بنو مالک نہ ہوتے اور قسم کہ جس کی پابندی کی گئی ۔ اور بنو مالک ہی میں بخشش ہیں
اور شرافت ہے ۔

اور اللہ کے معنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول :-

ان هذا الكلام لم يخرج من الی

یہ کلام اللہ تعالیٰ سے سرزد نہیں ہوا ۔

لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَٰهًا وَلَا ذِمَّةً ۔ تمہارے بارے میں نہ قرابت کا لحاظ رکھیں گے اور نہ عہد کا
اور نہ حلف کا اور نہ اللہ تعالیٰ کا ۔

== ذِمَّة ۔ عہد ۔ اس کی جمع ذَمَمٌ ہے ۔

يُؤْخَذُوكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۔ اِدْضَاءُ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب ۔ كُمْ ضمیر مفعول
جمع مذکر حاضر وہ تم کو راضی کرتے ہیں ۔ وہ تم کو خوش کرتے ہیں ۔ رِضًیٰ مادہ ہے اور ثلاثی
مجرد سے مصدر بھی ۔

۔ آفُوا هِهِمْ ۔ آفُوا مضاف الیہ ۔ آفُوا ۔ فُؤَاہ کی جمع بمعنی مُنہ

بِأَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے یعنی زبانی کلامی ۔

== تَابَى۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہاں قُلُوبٌ جمع مکسر کے لئے مَوْنٌ کا صیغہ استعمال ہوا ہے
 بمعنی ان کے دل انکار کرتے ہیں۔ اِبَاءٌ مصدر مضارع واحد مَوْنٌ غَائِبٌ اَبَى يَأْبَى (فتح) انکار
 کرنا۔ ناپسند کرنا۔ مکروہ جاننا۔ ناخوش ہونا۔ باب ضرب سے بھی آتا ہے۔

== فَاسْقُوتٌ۔ راستی سے نکل جانے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانے
 والے۔ اللہ کی اطاعت سے نکل جانے والے۔

۹: ۹ = اِشْتَرَوْا۔ انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا۔ اِشْتَرَى اِشْتَرَا (افتعال)
 سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں آتے ہیں۔

اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول
 کر لی۔ (یعنی ہوئے نفس کے تابع ہو گئے اور اللہ کی آیات پر یقین نہ کیا)

== صَدُّوْا عَنّ۔ وہ پھر گئے۔ انہوں نے ترک کر دیا۔ انہوں نے (دوسروں) کو روکا۔ باز رکھا
 = سَاءَ۔ يَسُوْءٌ۔ (نصر) ماضی واحد مذکر غَائِبٌ سَوَّءٌ سے۔ بُرا ہے۔

== مُعْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مرفوع۔ اَلْمُعْتَدِيّ واحد۔ حق سے تجاوز کرنے والے۔
 اِعْتَدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ یہ لفظ زیادتی کے ہر پہلو کو جامع ہے۔ یہاں مراد عہد شکنی ہے

۱۲: ۹ = نَكَثُوا۔ ماضی جمع مذکر غَائِبٌ نَكَثٌ مصدر۔ (باب ضرب و نصر) انہوں نے عہد کو توڑا
 نكثية۔ عہد شکنی۔ جھوٹ۔ ایسا دشوار کام جس میں لوگ عہد و پیمان کو توڑ ڈالیں۔

== طَعَنُوا۔ انہوں نے طعن کیا۔ انہوں نے عیب نکالا۔ طَعْنٌ سے جس کا اصل معنی نیزہ مارنا
 (باب ضرب۔ نصر۔ فتح) ہر وہ چیز جو دل کو دکھ پہنچانے والی ہو اس کو بھی طعن کہتے ہیں۔ مثلاً
 عیب جوئی۔ طعنہ زنی۔

طَعْنٌ۔ بمعنی نیزہ زنی اکثر باب نصر سے آتا ہے۔ اور جب اس کا تعلق طعن یا القول سے ہو
 تو باب فتح سے۔ یہاں مراد عیب جوئی۔ نقص بینی۔ کے ہیں۔

== اٰثِمَةُ الْكُفْرِ۔ دُوسُ الْمُشْرِكِيْنَ۔ کفر کے پیشوا۔ کافروں کے لیڈر۔ حضرت ابن عباس رضی
 کے قول کے مطابق اس سے مراد ابوسفیان بن حرب۔ الحرث بن ہشام، سہیل بن عمرو۔ ابو جہل

وغیرہ ہیں۔ ائمة۔ امام کی جمع ہے۔ لیڈر۔ سردار۔ قائد۔ پیشوا۔ سرکردہ۔
 == يَذْتَهُرُونَ۔ وہ باز رہتے ہیں۔ (شاید وہ باز آجائیں وہ باز آجائیں۔ مضارع جمع مذکر غَائِبٌ۔

اِنْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سَخَّيْ۔ مادہ۔
 ۱۳: ۹ = اَلَا تَقَاتِلُوْنَ۔ کیا تم جنگ نہیں کرو گے۔ کیا تم نہیں لڑو گے۔

== بَدَّ ذُكْمَ - انہوں نے پہلے تم سے شروع کیا۔ (یعنی زیادتی میں پہل انہوں نے کی) بَدَّ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۹: ۱۴ یَشْفِ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَشْفِ تھا۔ بوجہ جواب شرطی محذوف ہو گئی۔ شَفَاءُ مصدر باب ضرب، شفا دے گا۔ (یعنی مشرکین و کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں کے دکھ سے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا)

۹: ۱۵ وَ يَذْهَبَ غِظَ قُلُوبِهِمْ - ان کے دلوں کا غصہ دور کر دے گا۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مؤمنین کی طرف راجع ہے۔

۹: ۱۶ حَسِبْتُمْ - تم نے گمان کیا۔ تم نے خیال کیا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ تم گمان کر رہے ہو۔ تم خیال کر رہے ہو۔ حَسِبَانُ مصدر۔ صغیر ماضی جمع مذکر حاضر۔

== تَتْرَكُوا - تم چھوڑ دیے جاؤ گے۔ تَرَكْتُ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

== لَمَّا - حرف جازم ہے مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ مثال کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴ اور ۴۹: ۲۱۴)۔ لَمَّا پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

== يَعْلَمَ - مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمَّا۔ اس نے نہیں جانا۔ اس نے معلوم نہیں کیا۔ لَمَّا يَعْلَمِ اللہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی امر کے وقوع ہونے پر موقوف نہیں وہ ہر اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے یا ہونیوالی ہے خواہ مستقبل قریب میں ہو یا مستقبل بعید میں۔ لہذا یہاں اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد جانتا نہیں ہے بلکہ جتنا پہچان کر دانا دوسروں کے علم میں لانا اور امر معلوم کو ممیز و ممتاز کرنا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابھی تک دوسروں کے سامنے اس امر کو نتھارا ہی نہیں۔ اس کی پہچان ہی نہیں کروائی۔ آیت نہ اکا ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ ابھی تک تم میں سے مجاہدین کو اور اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی دوست یا ہمارا نہ بنانے والے اشخاص کی (امتحان لے کر) اس نے پہچان ہی نہیں کرائی۔ عہ ابھی عاشقی کے امتحان اور بھی ہیں۔

== وَلِيَجْزِيَ - دُجُجْ بمعنی دُخُولٌ سے بنایا گیا ہے۔ گہرے دوست، اندرونی دوست، علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ: فَوَلِيَجْزِيَ التَّوْحُلُ من يختص بدخلة امرة دون الناس

آیا ہے وہاں اس کا تعلق انسان کے ساتھ ہے نہ کہ اللہ کے ساتھ۔ لہذا آیتِ کریمہ عَلٰی رَبِّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَذُّوْكُمْ (۱۲۹:۷) کے معنی یہ ہیں، تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھو کہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔

یہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ غمگین ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

فَعَلَىٰ اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْهٰٓتِدِيْنَ ۝ پس یہی لوگ ہیں جن سے توقع ہے کہ راہِ ہدایت پائیں گے۔

۱۹: ۹ = سِقَايَةَ - پانی پلانا۔ عِمَارَةَ - آباد کرنا۔ صاحبِ نیا، القرآن۔ مظہری۔ قرطبی و بیضاوی لکھتے ہیں کہ الفاظِ آیت سقاية و عمارة مصدر ہیں۔ اگر یہ اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوں تو کلام میں کسی لفظ کو مصدر ماننے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی معنی ہوگا کہ حاجیوں کو پانی پلانے والا اور مسجد کو آباد کرنے والا اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور جہاد کرے۔

اور اگر مصدری معنی ہی میں مستعمل ہو تو پھر کلام میں حذف ماننا پڑیگا۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مشبہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اجعلتم اهل السقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام ... اور یا مشبہ بہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام ہوگی۔ اجعلتم سقاية الحاج و عمارة المسجد الحرام کا ایمان من امن بالله واليوم الآخر و جهاد من جاهد في سبيل الله۔

= لَا يَسْتَوُونَ = مضارع منفی جمع مذکر غائبِ اسْتَوَاءٌ اِفْعَالٌ مصدر۔ وہ برابر نہیں ہیں ۲۰: ۹ = اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ - ای اعظم درجہ من اهل السقاية والعمارة عند الله۔ یعنی اللہ کے نزدیک ایمان والوں، ہجرت کرنے والوں اور اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اہل سقاہ و اہل عمارت سے بہت بڑا ہے۔

= اَلْفَاشِرُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ فَاَشَرُ واحد۔ کامیاب، انتہائی مقصود پانے والے۔ = يَكْتُمُوْهُمْ - وہ ان کو خوشخبری دیتا ہے تَكْتُمُ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= رِضْوَانٍ - رضا مندی۔ خوشنودی۔ مرضی۔ رضا۔ رَضِيَ يَرْضِيْ کا مصدر ہے رِضْوَانٍ اور رِضْوَانٌ۔ بوجہ حرف جر کے محسوس ہیں۔

= فِيهَا مِثْرًا وَاحِدًا مَوْثِدًا جَنَّتِ كِي طَرَف رَاجِعْ هِ
= نَعِيمٌ اسْمُ مَكْرَه - نَعْمَت - رَاحَت - نَعْمَت كَثِيرَه -

= فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ (۱۲:۵۶) نَعْمَتوں كِي بَهشت ميں اَدْرَجَّتِ النَّعِيمِ (۸:۲۱) نَعْمَتوں كے باغ ميں
= مُقِيمٌ - اسْم فاعِل وَاَحَد مَذَكْر - دَوَامِي - لَازِدَال - اِقَامَةُ هُ - نَعِيمٌ مُقِيمٌ لَازِدَال دَائِمِي نَعْمَتِيں
۲۳:۹ = لَا تَتَّخِذْ ذُوَاوَلِيَاءَ - تَم دُوسْت مَت بَنَاو - فَعْل نَهِي جَمْع مَذَكْر حَاضِر - اِثَّخَاذُ (اِفْتَعَالُ) هُ
= اِسْتَجَبُوا - مَاضِي جَمْع مَذَكْر غَائِب - اِسْتَجَابُ (اِسْتَفْعَالُ) هُ سَ (اَكْر) وَه عَزِيْز رَكِيں -
= يَتَوَلَّوْهُم - مَضَارِع مَجْزُوم وَاَحَد مَذَكْر غَائِب هُم نَمِيْر مَفْعُول جَمْع مَذَكْر غَائِب تَوَلَّى هُ سَ جَوَان
دُوسْتِي رَكھے گا -

۲۴:۹ = عَشِيرَتُكُمْ - تَهَارِي بَرَادَرِي - تَهَارَا كَبْنَه - تَهَارَا قَبِيلَه -

= اِقْتَرَفْتُمُوْهَا - اَصْل ميں اِقْتَرَفْتُمْ - هُ وَاوَا شَبَاخ كَا هُ -

اِقْتَرَفَ اِقْتَرَفَ (اِفْتَعَالُ) كَمَا نَا - هَا نَمِيْر وَاَحَد مَوْثِد غَائِب اَمْوَالُ كِي
طَرَف رَاجِعْ هُ - مَوَال تَم نَے كَمَا ئے هِيں -

= كَسَادَها - مَضَاف مَضَاف اِلَيْه كَسَادُ مَصْدَر - تَجَارَت تَه چَلْنَا - سُوْدَانَه كَبْنَا - خَرِيْدَارَنَه مَلْنَا - (بَاب
نَصْر وَاَكْرَم) سُوْقُ كَاسِدٌ - وَه بَاَزَارْ جِس ميں خَرِيْدَار كَم هُوں - اَرْدُو ميں كَسَاد بَاَزَارِي اِس وَقْت
بُوْلَتے هِيں حَب بَاَزَار ميں خَرِيْد وَفَرُوخت مَدْهَم پُر جَا ئے -

= فَتَرَبَّصُوا - پَس تَم اِنْتَظَار كَرُو - تَم مَنظَر هُو - تَم رَاه دَكِيْهُو - تَرَبَّصُ (تَفَعُّلُ) هُ سَ اَمْر كَا صِيغَه
جَمْع مَذَكْر حَاضِر -

= فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرٍ تَهْدِيْد وَتَخْوِيف كَے لَئے هُ اِيْعْنِي تُو پَهْرَاب عَذَابِ اللّٰهِ كَا
اِنْتَظَار كَرُو پَس اِنْتَظَار كَرُو يِهَاں تَك كِه اللّٰهُ تَعَالٰى اِيْنا فَيَصِلَه تَهَا ئے سَا مَنے لَے آ ئے -

۲۵:۹ = مَوَاطِنَ - مَوَاقِعْ جَنگ - لَوگوں كَے رَهْنے كِي جِگَه - مَوْطِنٌ وَاَحَد دَوْطِنٌ مَصْدَر
(بَاب ضَرْب) جِگَه كُڑ نَا - مَقِيْم هُو نَا - اِطْطَانُ (بَاب اَفْعَال) تَوَطَّنُ (تَفْعِيلُ) اِسْتِطْطَانُ
رَاِسْتِفْعَالُ تَيْنُوں اَبْوَاب سَ مَعْنِي رَهْنے كِي جِگَه اِنْتِيَار كَرْنَا - تَوَطَّنُ (تَفَعُّلُ) هُ جِگَه كُڑ لِيْنَا - كَسِي
حِيْز بِر دَل لَبْتَه هُو بَا نَا -

مَوَاطِنَ - طَرَف مَكَان فِي حَرْف جَار كِي وَجْه سَ نَ مَكْسُوْر هُو نَا چَاهئے تَهَا - لَكِيْن اِيْسِي جَمْع جُو
مَنْتَهِي الْجَمْعُ كَے وَزْن پَر هُو اِيْعْنِي اِيْسِي جَمْع جِس كَے پَهْلے دُو حَرْف مَفْتُوح اَدْر تِيْسِي جِگَه اَلْف هُو جِيْسے
مَسَاجِدُ - مَصَاحِفُ - يِه جَمْع قَائِم مَقَام دُوسَبُوں كَے هُ لَهْذا مَوَاطِن غِيْر مَنْصَرَفْ هُ اَوْر اَوْسُ

سے ن کے نیچے کسرہ نہیں آیا۔

مَوَاطِنَ کَثِيرَةٍ سے مراد یہاں وہ جنگیں ہیں جن میں باوجود دشمن کے مقابلہ میں قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ مثلاً بدر۔ بنو قریظہ اور بنو نظیر کے خلاف جنگیں۔ مدینہ۔ خیبر۔ مکہ وغیرہ۔

= دَيَوْمَ حُنَيْنٍ کیا اس کا عطف مَوَاطِنَ کَثِيرَةٍ پر ہے تو اس صورت میں يَوْمَ مفتوح کیوں آیا ہے اس کی متعدد توضیحات دی گئی ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ نیا جملہ ہے اور اس سے پہلے اذکروا مضمحل ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَاذْكُرُوا يَوْمَ حُنَيْنٍ۔ اور یاد کرو جنگ حنین کا واقعہ۔

= لَمْ تُغْنِ۔ تَغْنِ اصل میں تَغْنِي تھا۔ لَمْ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔ وہ کام نہ آئی (یعنی کثرت)۔
= بِمَا۔ میں مامصدر یہ ہے بِ بمعنی مَعَ کے ہے
رَحْبَتٌ۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی (باب کرم) رَحْبٌ سے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہے
ماضی واحد مؤنث غائب۔

بِمَا رَحْبَتٌ۔ باوجود کشادہ اور فراخ ہونے کے۔ باوجود اپنی وسعت کے اور کشادگی کے۔

(نیز ملاحظہ ہو ۹: ۷۰)

= دَلَّيْتُمْ۔ تم پیٹھ دے کر بھاگے نکلے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تولى سے
= مُدْبِرِينَ۔ پیٹھ دکھانے والے۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والے۔ دُبُو ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں
۲۶: ۹ = سَكِنَتْهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سکینہ وہ اطمینان، چین و قرار اللہ سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی یقین میں قوت اور استقلال پیدا کر دیتا ہے۔

= لَمْ تَرَوْهَا۔ اصل میں تَرَوْنَ (مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَمْ کی وجہ سے ن اعرابی گر گیا جن کو تم نے نہ دیکھا۔

۲۷: ۹ = يَتُوبُ اللّٰهُ۔ اللہ اپنے طرف لوٹنے کی توفیق دے گا۔ (یعنی کافروں میں سے جسے چاہیگا اپنی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کو اسلام سے مشرف فرمائے گا۔ تَابَ يَتُوبُ (نصر) بمعنی لوٹنا۔ رجوع کرنا حیب اللہ کی طرف اس کی نسبت ہو تو بمعنی لوٹنے یا رجوع کرنے کی توفیق بخشنا۔ توبہ قبول کرنا۔ رحمت سے توبہ فرمانا)

۲۸:۹ = نَجَسٌ - نَجَسٌ وَ نَجَاسَةٌ - مصدر (باب سمع - نصر) ناپاک، پلید۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی۔ یہاں مصدر استعمال ہوا ہے۔ مذکر۔ مؤنث تثنیہ جمع سب کا اطلاق ہوتا ہے !
 = عَيْلَةً - فقر۔ مفلسی۔ عَالَ يَعْيلُ (ضرب) سے مصدر ہے (یعنی اگر مشرکین کے داخلہ پر بندش سے تمہیں تجارتی کاروبار میں کساد بازاری یا آمدنی میں کمی کا اندیشہ ہو تو فسوف يُغْنِيكَ اللهُ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کر دے گا۔

۲۹:۹ = لَا يَحْرَمُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب تَحْرِمُ (تَفْعِيلُ) مصدر وہ حرام قرار نہیں دیتے۔

= لَا يَدِينُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب ضرب) وہ مذہب اختیار نہیں کرتے وہ دین اختیار نہیں کرتے۔ دَانَ دَتَاتٍ ب۔ مذہب اختیار کرنا۔

= دِينَ الْحَقِّ - سچا دین یعنی اسلام

= عَنْ يَدٍ - (اپنے) ہاتھ سے۔ دلی اطاعت کے طور پر

= وَهُمْ صَاغِرُونَ - اوروہ اپنے صغیر (حقیر اور مغلوب) ہونے کا دلی احساس رکھتے ہوں اپنے آپ کو حقیر و صغیر جانتے ہوئے۔

۳۰:۹ = يُضَاهِيُونَ - مُضَاهَاةٌ (مفاعلة) وہ مشابہت پیدا کر رہے ہیں۔ وہ نقل اتار رہے ہیں۔ ایسی باتیں کر رہے ہیں جیسے قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا - ضَهِيٌّ - مثل۔ مانند شبیہ۔ ضَهِيٌّ - مصدر ناقص یائی (باب سمع) عورت کا مرد کی طرح ہو جانا کہ نہ حیض ہو۔ نہ حمل نہ پستان۔ ضَهِيَاءُ - مرد نما عورت۔ مضاهات مشابہت، ضہی مادہ۔ بعض کے نزدیک یہ مہموذ اللام (ضهَاءُ) اور اس کی قرأت يُضَاهِيُونَ ہے ناقص یائی کی صورت میں قرأت يُضَاهِيُونَ ہوگی۔

= قَاتَلَهُمُ اللَّهُ - بد دعا کا کلمہ ہے: خدا ان کو غارت کرے۔ یا ان کے قول کہ «عزیر اللہ

کا بیٹا ہے» اور یہ کہ «مسح اللہ کا بیٹا ہے» کی قباحت پر کلمہ تعجب ہے۔

= اَكُنَّ يُؤْفَكُونَ - اَكُنَّ بمعنی کَیْفَ کہاں۔ کیسے۔ کیونکر۔ کتنے۔

يُؤْفَكُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر غائب اَفَكَ (ضرب) سے۔ کسی شے کا اصلی جانب سے

منہ پھرنے کا نام افک ہے۔ جھوٹ۔ بہتان۔ ان ہر دو میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے۔ کیسے

جھٹکائے جائے ہیں۔ یا اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے۔ کہ ہر جھٹکے چلے جائے ہیں۔ اور

فعل مجہول محض ان کی ہرٹ دھرمی کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی

بیرونی طاقت ان کو جبراً بھگا رہی ہے۔ ایسی دیگر مثالیں ۱۱: ۷ اور ۷: ۱۲ میں ملاحظہ فرمادیں۔
افک الف کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے۔ بمعنی جھوٹ بولنا۔

۳۱: ۹ = أَجْبَادَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اجبار جمع خبر کی۔ اہل تفسیر اسے حَبْر (بالفتح) اور اہل لغت حَبْر (بالجزم) پڑھتے ہیں۔ فرار کے نزدیک دونوں طرح صحیح ہے اس کا معنی ہے جبرِ عالم جو بڑی عمدگی اور سلیقہ سے بات کر سکے۔

= دُخِبَا نَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دُخِبَانٌ رَاہِبٌ کی جمع ہے جو رَهْبَةً بمعنی خوف سے
مانع ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنی ساری زندگی اللہ کے خوف سے اس کی عبادت کے لئے وقف
کردیں۔

= أَرْبَابٌ۔ جمع ہے رَبٌّ کی۔ معبودان۔

= الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ فعل ۱ تَخَذُوا کا مفعول ثالث۔ پہلے دو مفعول أَخْبَارَهُمْ
اور دُخِبَا نَهُمْ ہیں۔

یہاں رب (ارباباً) ماننے سے مراد یہ ہے کہ معاصی میں ان کا حکم مانتا۔ ان کے حرام
کو حلال کہنے کو حلال مانتا۔ اور حلال کو حرام کہنے کو حرام مانتا۔

۳۲: ۹ = يُطْفِئُونَ۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب اِطْفَاءٌ (افْعَالٌ) سے مصدر۔ اصل میں
يُطْفِئُونَ تھا۔ اُن کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ کہ وہ بجھا دیں۔

= نُورُ اللَّهِ۔ یہاں مراد اسلام ہے۔ دین اللہ۔

= اَفْوَاحِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مُنہ۔ اس کا ترجمہ اپنی پھونکوں سے بھی ہو سکتا ہے

= اَفْوَاحُهُمْ کی جمع ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔ فَمُّ کی اصل فَوَّحٌ تھی۔ کہ گوگرد اور دود کو میم
سے بدل دیا گیا۔

قرآن مجید میں جہاں صرف منہ سے کہنے پر بات رکھی گئی ہے وہاں دروغ بیانی کی طرف
اشارہ ہے اور اس طرف تنبیہ ہے کہ اعتقاد واقع کے مطابق نہیں۔

= يَابِئِی۔ مضارع واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدر (باب فتم) وہ انکار کرتا ہے وہ نہیں مانتا۔
= لَوْ۔ اگرچہ۔

= كَرِهَ۔ ناپسند کریں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب سمع) یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے

۲۳: ۹ = لِيُظْهِرَهُ۔ کہ اس کو غالب کرے۔ کہ کی ضمیر دین کی طرف راجع ہے۔

= عَلَى الدِّينِ حَقَّهُ۔ تمام دینوں پر۔

اگر لُیْظِہْرَہ کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو عَلٰی الدِّیْنِ حَلَّہ بمعنی علی اہل
الادیان کلم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دینوں کے پیروؤں پر غالب کر لگا
۹: ۳۴ = بَصَدُوْنَ - اِیْ یَمْنَعُوْنَ النَّاسَ رَعْنُ الْاِیْمَانِ وَعَنْ الْاِسْلَامِ لَوْ کُوْنُوْا سَلَامًا سے
روکتے تھے۔

= وَالَّذِیْنَ یُکْنِزُوْنَ - میں اشارہ کثیراً مِنَ الْاَنْجَارِ وَالزُّهْبَانِ کی طرف ہے۔ یُکْنِزُوْنَ
مضارع جمع مذکر غائب۔ کَنْزٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ جمع کر کے رکھ بھپوڑتے ہیں۔

= الْاَکْثَرُ وَالْفِضَّةَ - سونا اور چاندی - بمعنی مال و دولت۔

= فَبَشِّرْهُمْ - بَشِّرٌ - تو خوشخبری دے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بَشِّرٌ (تَفْعِلُ) سے

بشارت کا لفظ طناً استعمال ہوا ہے۔ هُمْ ضمیر الذین یکنزون کی طرف راجع ہے

۳۵: ۹ = یُحْمَلُ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِحْمَاءٌ (اَفْعَالٌ) مصدر خوب گرم کیا

جائے گا۔ پتایا جائے گا۔ حَمَّی سے۔ اس مادہ سے متعدد الفاظ متعدد معانی میں استعمال ہوئے

ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے فِیْ عَیْنِ حَامِیَّةٍ (۱۸-۸۶) گرم چشمے میں۔ یا جیسا ایک دوسری

قرأت میں ہے۔ فِیْ عَیْنِ حَمِیَّةٍ - سیاہ بد بودار کچڑ والے چشمے میں۔ حَمِیَّةُ الْجَاهِلِیَّةِ۔

(۲۶: ۱۳۸) جابلانہ حمیت (ضد - کد - نفرت) مِنْ حَمٍّ مَسْلُوْنٍ - سڑے ہوئے گائے سے

اسی طرح عربی میں بولتے ہیں حَمِیْتُ الْغَیْ مَحْمِیَّةٌ - میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی۔

اسی سے حامی - مددگار - حمایت کرنے والا - وغیرہ وغیرہ۔

= یُحْمَلُ عَلَیْهَا - اصل میں (یَوْمَ) تُحْمَلُ النَّارُ عَلَیْهَا تھا۔ اس صورت میں تُحْمَلُ مسند

اور النَّارُ مسند الیہ ہے النَّارُ کو حذف کر دیا گیا۔ تو عَلَیْهَا جار مجرور ہو کر مسند الیہ ہوا۔ اس انتقال

اسناد کی وجہ سے تُحْمَلُ (صیغہ واحد مونث غائب کی بجائے یُحْمَلُ) (صیغہ واحد مذکر غائب) لایا

گیا۔ جیسے کہتے ہیں رُفِعَتِ الْقِصَّةُ اِلَی الْاَمِیْرِ - اور حبیب القعدہ کو حذف کیا جائیگا تو رُفِعَ اِلَی

الْاَمِیْرِ کہیں گے۔

عَلِیْهَا میں ضمیر ہا اور اس طرح آیت سابقہ میں یَنْفِقُوْنَ نہا میں اور آیت نہا میں تُکَلِّوْا

بہا میں ضمیر واحد مونث غائب لائی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا اشارہ الْاَکْثَرُ وَالْفِضَّةَ کی طرف

ہے جو تثنیہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الْاَکْثَرُ وَالْفِضَّةَ سے مراد کثرت و نانیہ (دینار کی جمع)

اور کثرت دراہم (درہم کی جمع) ہے اور بوجہ جمع مذکر غیر سالم کے ان کی ضمیر واحد مونث لائی گئی

یَوْمَ یُحْمَلُ عَلَیْهَا فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ - جس دن پتایا جائے گا اس سونے اور چاندی کو یا ان سے

بنائے ہوئے سکوں کو دوزخ کی آگ میں

== فَتَكُونُ - مضارع مجہول واحد مؤنث غائبہ کی سے (باب ضرب) کوئی یکنوی - کونیت الدَّائِبَةُ بالنَّارِ کیا - میں نے جانور کو گرم لوہے سے داغ دیا - فَتَكُونُ پس داغ دیئے جائیں گے (ان سونے چاندی یا ان کے سکوں سے)

== جَبَاهُم - مضاف مضاف الیہ - جَبَاهُ جَبَهَةٌ کی جمع ان کی پیشانیاں -

== جُنُوبُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - جُنُوبٌ جُنُبٌ کی جمع ان کے پہلو

== ظُهُورُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - ظُهُورٌ ظَهْرٌ کی جمع ان کی پیٹھیں - ان کی پشتیں

== هَذَا مَا كُنْتُمْ - ای يقول لهم هذا ما كنتم

۹: ۳۶ = عِدَّةٌ كُنْتُمْ - عدت یعنی وہ گنتی کے دن جن کے گذر جانے پر مطلقہ یا بیوہ

نکاح حلال ہو جاتا ہے -

== حُرْمٌ - ادب ولے - عزت ولے حُرَامٌ کی جمع - بمعنی حرمت والا - حرام، ممنوع - جس

چیز سے منع کر دیا جائے وہ حرام ہے - حرمت کے ماہ کو بھی شہر حرام اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ایسے

ماہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو دوسرے اوقات میں حلال ہیں -

ارْبَعَةُ حُرُمٍ - چار حرمت والے مہینے یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ - المحرم - الرجب -

== الْقِيَمُ - صیغہ صفت - مفرد - مذکر - درست - ٹھیک - سیدھا -

الدين القيم (موصوف و صفت) الیادین جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست

کرنے والا ہے

== فِيهِنَّ - میں ہیں ضمیر جمع مؤنث غائبہ کا مرجع اَرْبَعَةُ حُرُمٍ ہے یا اس کا مرجع اِثْنَا

عَشَرَ شَهْرًا بھی ہو سکتا ہے - یعنی بارہ مہینے (ہمیشہ) اپنے نفسوں پر ظلم کرنے سے بچو

== كَافَّةً - اسم فاعل - مفرد - مؤنث - كَافٌ مذکر كَافَاتٌ جمع كَافٌ مَادَہ (مضاعف

ثلاثی) و نیز مصدر - یا یہ اسم فاعل مفرد مذکر بھی ہو سکتا ہے - اس صورت میں تاء علامت مبالغہ

ہوگی - استعمال میں یہ ہمیشہ حال - منصوب اور نکرہ ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب

پورے کے پورے - جَمَاعَةً - قرآن میں ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ (۲۸: ۲۴)

اور (اے محمد) ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے (البشر و تذریر بنا کر) بھیجا ہے - امام راغب نے

اس کا ترجمہ کیا ہے - ہم نے تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے -

۹: ۳۷ = الشَّيْءِ - الشَّيْءُ کے معنی کسی چیز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دینے کے ہیں اسی سے محاورہ

نُسِبَتِ الْمَرْأَةُ۔ عورت کے حیض کا مقرر وقت ٹل گیا۔ حیض آنے میں تاخیر ہو گئی۔ نُسَاءُ نُسِيٍّ و نُسَيْتَةٌ۔ تاخیر۔ اسی سے ہے وَنُسَاءٌ۔ لاشعری یا ڈنڈا کہ اس سے کسی چیز کو پیچھے ہٹایا جاتا ہے۔ اور اسی سے نَسَاءُ اللّٰهُ فِيْ اَجَلِكَ۔ اللہ تمہاری اجل میں تاخیر کر دے۔ یعنی تمہاری عمر دراز کرے۔

عرب کا قدیم دستور تھا کہ ذوالقعدہ ذوالحجہ۔ محرم اور رجب المرجب کے مہینوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کا جنگ و جدال جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ان کا بگاڑ عروج کو پہنچا تو ان میں سے بعض زور آور قبائل اپنے مفاد کی خاطر بعض دفعہ اعلان کر دیتے کہ اس سال ہم نے فلاں مہینے کو اشہر حرم سے خارج کر دیا ہے اور اس کی بجائے فلاں مہینے کو اشہر حرم میں داخل کر لیا ہے۔ اس طرح وہ چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے لیکن اپنی مرضی سے ان کے تعین میں رد و بدل کر لیتے۔ اس قسم کا رد و بدل النّسبی کہلاتا تھا۔

= زِيَادَةٌ۔ نَادِيَةٌ (ضَرْبٌ) کا مصدر ہے زیادتی۔ زیادہ ہونا۔ زیادہ کرنا۔ النّسبی کفر میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔

= يُضَلُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب (إِفْعَالٌ) سے گمراہ کئے جاتے ہیں۔
= يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ یعنی کافر لوگ اس النّسبی کے ذریعہ مزید گمراہ کئے جاتے ہیں۔ ان کے سردار نسبی کے ذریعہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔

اس جگہ فعل (يُضَلُّ) مسند اور الذین کفروا (مفعول مالم لیس فاعل) مسند الیہ ہے۔ فعل کا اسناد مفعول کی طرف کرنے کی قرآن میں متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی آیت میں آگے آیا ہے زَيْنَ لَهْمُ سُوءٍ اَعْمَالِهِمْ۔

= يَحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ عَامًا۔ حلال قرار دے لیتے ہیں اس کو کسی سال اور حرام قرار دے دیتے ہیں اسے کسی سال۔ یعنی کسی سال حرمت کے مہینے کو ماہ حرام کہتے ہیں اور کسی سال اس کو حلال قرار دے دیتے ہیں۔ یعنی کسی سال اس میں قتل و غارت کو جائز قرار دے لیتے ہیں۔

يُحَرِّمُونَهُ اور يَحِلُّونَهُ ہر دو میں ضمیر واحد مذکر غائب النّسبی کی طرف راجع ہے۔ جس سے وہ ماہ حرام کو بدل دیا کرتے تھے۔

= لِيُوَاطِّئُوا۔ مضارع جمع مذکر غائب مَوْاطَّأَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر تاکہ موافقت پیدا کر لیں درست کر لیں۔ برابر کر لیں۔ لِيُوَاطِّئُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ تاکہ جس تعداد کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کے ساتھ موافقت پیدا کر لیں۔ مہینوں کی گنتی کو برابر کر لیں۔

= فَيَحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ۔ پس اس طرح جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو اپنی مطلب برّی

کے لئے حلال کر لیں۔

= ذُبْنَ - مزین کر کے دکھایا گیا۔ خوشنما کر کے دکھایا گیا۔ تَزْيِينٌ (تَفْعِيلٌ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔

= سَوْءُ أَعْمَالِهِمْ - ان کے اعمال کی بُرائی۔ قباحت۔ گناہ۔ بُرَاکَام - عیب۔ سَاءَ لَيْسُوهُ سَوْءٌ۔ (باب نصر) سے اسم ہے۔ ان کے بُرے اعمال۔ ان کے اعمال میں سے بُرے عمل ۳۸:۹ = مَا لَكُمْ - تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اور جگہ ہے وَقَالَ الْإِنْسَانُ مَا لَهَا (۳۸:۹) اور انسان کہیگا اس کو (یعنی زمین کو) کیا ہو گیا ہے۔

= اِنْفَرَوْا - نَفَرَ يَنْفِرُ (ضَرْبٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم نکلو۔ نَفَرَ کے اصل معنی ہیں منتشر ہونا۔ لیکن مختلف حروف کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے مثلاً نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ إِلَى کسی چیز کی طرف دوڑ کر جانا۔ نَفَرَ مِنْ کسی چیز سے کترانا۔

یہاں آیت میں نَفَرَ سے نکلنا۔ کوچ کرنا کے معانی لئے گئے ہیں۔ اِنْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ تم خدا کے راستہ میں نکلو۔ (یہ آیت جنگ تبوک کے موقع پر نازل ہوئی)

= اِثْنَا قَلْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر اصل میں اِثْنَا قَلْتُمْ (باب تفاعل) تھات کوٹ میں مدغم کیا گیا۔ حرف مدغم بمقام دو حروف کے ہے جن میں کا پہلا حرف ساکن ہے چونکہ حرف ساکن سے ابتدا نہیں کی جاسکتی۔ لہذا حرف مدغم سے پہلے ہمزه وصل لایا گیا۔ اِثْنَا قَلْتُمْ ہو گیا۔

جس کا مطلب ہے کہ تم بوجھ کے سبب جھک گئے۔

اِثْنَا قَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ - تم بوجھل ہو کر زمین ہی سے لگ گئے۔ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کی بجائے تمہارے پاؤں زمین سے جم کر رہ گئے۔

قرآن حکیم میں اور بھی ایسی مثالیں ہیں مثلاً

(۱) قَدْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادْرَأَتْكُمْ فِيهَا (۲:۲۱) اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا پھر تم اس کے بارہ میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے تھے۔ اصل میں تَدَا دَرَأَتْكُمْ تَدَا۔ تاکو دال میں مدغم کیا چونکہ مدغم سے ابتداء نہیں ہو سکتی بوجہ سکون کے لہذا ہمزه وصل زیادہ کیا گیا

(۲) حَتَّىٰ إِذَا دَاكُورَافِيهَا جَمِيعًا (۳۸:۱۷)

(۳) حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَادَّيْنَتْ (۲۴:۱۰) کہ اصل میں تَدَا رَكُورَافِي تَزَيَّنَتْ تھا۔

۳۹:۹ = اِنْ لَآ - اِنْ لَآ تَنْفِرُوا - اگر تم نہیں نکلو گے (اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے)

= یَعِدُّ بِكُمْ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب - مجزوم بوجہ جواب شرط کے کہ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= یَسْتَبْدِلُ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - صیغہ واحد مذکر حاضر - وہ بدل کر لے آئیگا۔

= وَ لَا تَصْرُوْهُ - میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے - جو کہ محذوف ہے

۹: ۴۰ = اِلَّا تَنْصُرُوْهُ - میں کہ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ - ای ان لم تنصروه فسينصره الله کما النصره (اِذْ

اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِي اَثْنَيْنِ) اگر تم نے (یہ خطاب ہے تباہ کرنے والوں سے جو

جنگ تبوک کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ نکلے تھے) رسول کی مدد نہیں کی (تو

کیا ہوا) اللہ تعالیٰ خود اس کو مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ اس نے مدد فرمائی تھی جب کافروں نے

ان کو (مکہ سے) نکالا تھا۔ جب کہ دو میں سے دوسرا وہ تھا (یعنی وہ محض دو افراد تھے۔ ایک اور

اور دوسرا وہ خود۔ قلت تعداد پر زور دینے کے لئے یہ محاورہ استعمال ہوا ہے) ثَانِي اَثْنَيْنِ

منسوب ہے بوجہ نصرۃ اللہ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب پر حال ہونے کے۔

= اِذَا هُمَا بَدَلُ هَا - اِذَا اَخْرَجَهُ - اِذَا يَقُوْلُ بَدَلُ ثَانِي هَا -

= لِصَاحِبِهِ - صاحب دسا تھی اسے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور کہ

ضمیر کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

= فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَیْهِ - میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں کیونکہ اس کے فوراً بعد کا جملہ آيْدَا۟ يَّجُوْدُ لَمْ تَرَوْهَا جو کہ صریحاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے متعلق ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَیْهِ - پر عطف ہے اور معطوف و معطوف علیہ میں شرکت

احوال لازم ہے۔

بعض کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع حضرت ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ خوف کی حالت ان پر

طاری تھی۔ اور انہیں سکینہ کی ضرورت تھی۔

= لَمْ تَرَوْهَا - مضارع نفی جہد بلم - جمع مذکر حاضر - تَرَوْا اصل میں تَرَوْنَ تھا لَمْ کی وجہ سے

نون اعرابی گر گیا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جُنُوْدُ ہے۔

= حَصِيْلَتُهُ - بات -

= السُّفْلَى - اسم تفضیل ہے۔ سُّفُوْلٌ صیغہ واحد مؤنث - سُّفْلَى - جب ال کے ساتھ آئے

جیسا کہ موجودہ شکل میں ہے تو تفضیل کل کے معنی دیتا ہے السُّفْلَى - سب سے نیچی - سرنگون -

عُلْيَا کی ضد ہے اَلْعُلْيَا سے بند۔

۴۱:۹ = خِفَافًا۔ سبک بار۔ ہلکے۔ خَفِيفٌ کی جمع بروزن فَعِيلٌ صفت مشیہ کا صیغہ ہے۔

= ثِقَالًا۔ بوجھل ثَقِيلٌ کی جمع ہے۔ ہر دو خِفَافًا وَثِقَالًا۔ اِنْفِرَادًا سے حال ہیں۔

خِفَافًا وَثِقَالًا۔ یعنی ہر حال میں خواہ تم جوان ہو یا بوڑھے۔ فقیر ہو یا امیر۔ سوار ہو یا پیادے۔ تندرست ہو یا بیمار۔ تنہا ہو یا عیالدار (روح البیان) جنگ کے سامان کے ساتھ یا بغیر سامان جنگ کے۔

۴۳:۹ = عَرَضًا۔ رد برو لانا۔ پیش کرنا۔ پیش افتادہ سامان۔ سامنے رکھا ہوا مال و متاع

یہاں عَرَضًا قَرِيبًا۔ بمعنی سہل الحصول مال ہے۔

= سَفَرًا قَاصِدًا۔ قریبی سفر۔ قَصْدٌ سے جس کا معنی ہے وسطی راستہ پر چلنا۔ القصد بمعنی الاعتدال

= لَا تَبْعُوكَ۔ لام تاکید۔ ماننی جمع مذکر غائب۔ وہ ضرورتی اتباع کرتے۔ تیرے پیچھے چلتے۔

= شُقَّةٌ۔ مسافت۔ بقول ماغب وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے۔ بَعْدَتْ

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ مسافت ان کو دور دما نظر آئی۔ کٹھن سفر ان کو بہت دور کا سفر نظر آیا۔

سَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ۔ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے

= لَوْ اسْتَطَعْنَا۔ اگر ہمیں استطاعت ہوتی۔ اگر ہمیں طاقت ہوتی۔

۴۳:۹ = عَفَا اللَّهُ عَنْكَ۔ (اے محمد) تجھے اللہ بخشنے۔ اللہ تجھے معاف فرمائے۔ خدا تیرا عیب اکرے

عفو کے اصل معنی مٹانا ہیں جیسے عَفَتِ الرَّيْحُ الدَّارَ (ہوانے گھر کے نشانات مٹائے) اور

عَفَوْتُ عَنْهُ کے معنی ہیں قصدت ازالة ذنبہ صارفًا عنہ میں نے اس سے درگزر کرتے

ہوئے اس کے گناہ مٹانے کا ارادہ کر لیا۔

لیکن شیخ محمد بن طیب فارسی شارح قاموس سے منقول ہے کہ:-

عفو کا بغیر گناہ کے نہ ہونا گو عرف میں مشہور ہو گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ عفو بمعنی عدم لزوم

(لازم نہ ہونا) بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے اصل معنی ترک کے ہیں اور اسی پر اس کے سارے معانی گھومتے

بہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے واحدی رقم سے نقل کیا ہے کہ عفو کے اصل معنی زیادہ ہونے کے

ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلِ الْعَفْوُ (۲۱۹:۲) کہہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اور حتی عَفَوْا

(۹۵:۷) یعنی جو ان کی تعداد تھی اس سے زیادہ ہو گئے۔

ان اقوال کی روشنی میں عربی محاورہ عفا اللہ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا بل بقول

شیخ محمد بن طیب مذکورہ بالا حافظ کا شعر ہے:-

عَفَا اللَّهُ عَنْ شَرِّ النَّوَائِبِ - جَزَاكَ اللَّهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔

(اللہ تمہیں زمانہ کی گردشوں کے شر سے بچائے۔ اور دارین میں نیک اجر دے۔

اور واحدی کے مطابق اس کا ترجمہ ”اللہ تیرا مہلا کرے“ بھی ہو سکتا ہے۔

شانِ نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جنگِ تبوک کے موقع پر موسم کی شدت اور مسافت کی مشقت کی وجہ سے بہت سوں نے شرکت سے معذرت پیش کی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ہر ایک منظور فرمائی۔ اس کی متعدد معقول وجوہات تھیں۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی کریم النفسی

(۲) معقول وجوہات کی بناء پر استثناء سے انکار قرین النفاذ تھا۔

(۳) عسکری پالیسی کے لحاظ سے بھی ایسے استثنائے کو جبراً ساتھ لیجانا خلاف مصلحت تھا جو دلی جذبہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے متمنی نہ تھے۔

لہذا خداوند تعالیٰ کا قول لَمَّا أَذِنَتْ لَهُمْ حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَّ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا وَوَعَقَدَ الْكُفْرُ بَيْنَ رَسُولِ مَقْبُولِ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سزائش نہ تھی بلکہ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو سچے اور جھوٹوں میں تمیز ہو جاتی۔ اسی وجہ سے اس استفسار سے پہلے عَفَا اللَّهُ عَنْكَ کے الفاظ ارشاد فرما دیئے۔

بعض کے نزدیک تو یہ کلمات اظہارِ تکریم و تعظیم کے لئے ہیں۔ اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات (عفاً اللہ عنہ) سے کیا کرتے تھے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ إِنَّ ذَٰلِكَ يَدُلُّ عَلَىٰ مِبَالِغَةِ اللَّهِ فِي تَعْظِيمِهِ وَتَوْقِيرِهِ یعنی ان کلمات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔

= حَتَّىٰ يَتَّبِعَنَّ سے قبل وَهَلَا تَوَقَّفْتَ محذوف ہے۔ اور کیوں نہ تو نے توقف کیا (ان کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے میں)

يَتَّبِعَنَّ - مضارع واحد مذکر غائب تَبَتُّنٌ (تَفَعَّلٌ) مصدر۔ تجھ پر ظاہر ہو جاتے۔ کھل کر سامنے آ جاتے۔

۹: ۴۴ = لَا يَسْتَأْذِنُكَ - مضارع منفی واحد مذکر غائب لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اسْتِئْذَانٌ مصدر۔ تجھ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔

لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ - اگر اُنَّ يُجَاهِدُوا۔ یعنی فی اُنَّ يُجَاهِدُوا لیا جائے تو معنی ہوگا۔ وہ لوگ جو اللہ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرنے سے بچنے کی خاطر تم سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگیں گے۔ یا یہ اس طرح ہے ان یَسْتَأْذِنُوكَ فِي التَّخَلُّفِ كِرَامَةً اِنْ يَجَا مَدَدًا۔ کہ وہ تجھ سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کریں کیونکہ وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنا نہیں چاہتے۔

۲۵: ۹ = اِرْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ۔ ان کے دل شک میں پڑ گئے اِرْتَابَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِرْتَابَ (افعال) مصدر۔ ریبُ مادہ۔ شک۔
= يَتَرَدَّدُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تَرَدَّدُ تَفَعُّلٌ) مصدر۔ ڈانواں ڈول ہیں۔ تردد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۲۶: ۹ = لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ۔ اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا۔
خُرُوج کے لفظی معنی نکلنا کے ہیں (خَرَجَ يَخْرُجُ سے مصدر ہے) خواہ اپنی قرار گاہ سے نکلے یا اپنی حالت سے نکلے۔ اور قرار گاہ خواہ گھر ہو یا شہر یا خیمہ اور حالت خواہ اندرون میں ہو یا اسبابِ خارجی میں ہو۔ سب کے لئے خروج استعمال ہوتا ہے
= لَا عُدَّةَ وَالْاَ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَعَدُّوا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تیار کیا اَعْدَادُ سے جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عِدَّةُ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اَعْدَادُ کے معنی کسی چیز کا اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے۔

= عُدَّةٌ۔ ساز و سامان۔ اسباب، ہتھیار وغیرہ اس کی جمع عُدَدٌ آتی ہے جیسے عُرْفَةٌ کی جمع عُورَفٌ آتی ہے۔ لَا عُدَّةَ وَالْاَ عُدَّةٌ۔ تو وہ ضرور جنگ کا سامان تیار کرتے۔
= كِرَّةٌ (باب سجع) اس نے ناپسند کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
= اِنْبَعَاثُهُمْ۔ ان کا اٹھنا۔ (ان کا لڑائی کے لئے نکلنا) اِنْبِعَاثُ (الْفِعَالُ) مصدر اٹھ کھڑا ہونا۔

= فَتَبَطَّطَ۔ پس اس نے ان کو باز رکھا۔ ان کو روک دیا۔
تَبَطَّطَ يَتَبَطَّطُ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
۲۷: ۹ = خَرَجُوا فِيكُمْ۔ اِیْ خَرَجُوا مَعَكُمْ۔

= خَبَالٌ۔ فساد۔ تباہی۔ خَبَلٌ يَخْبِلُ (نَصْر) سے مصدر ہے، وہ خرابی یا فساد کہ جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔ مثلاً جُنُونٌ۔

یا ایسا مرض جو عقل اور فکر پر اثر انداز ہوا سے خیال کہتے ہیں۔

== لَا أَوْضَعُوا۔ لام تاکید الف لام زائدہ۔ اَوْضَعُوا ۱۔ اَوْضَعَ يَوْضَعُ (افعال) آرام سے یا تیز چلنا۔ آرام سے یا تیزی سے اونٹ چلانا۔ ماضی جمع مذکر غائب وضع مادہ یہ لفظ مختلف المعانی ہے وَضَعَ بِنِجْ رَکھنا۔ مَوْضِعٌ رَکھنے کی جگہ۔ وَضَعَ کرنا۔ کم کرنا۔ تَوَضَّعَ۔ انکساری وغیرہ
== خِلَلَكُمْ تمہارے درمیان۔ مضاف مضاف الیہ۔ خلال بمعنی درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خَلَّلَ کی جمع۔ جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔

== يَبْغُوا سَكْمًا۔ اَوْضَعُوا کا حال ہے۔ یعنی وہ تمہارے درمیان بھاگیں دوڑیں گے تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہوئے۔ يَبْغُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ چاہتے ہیں تمہارے لئے۔ اِیْ يَبْغُونَ لَكُمْ۔

== سَتَعُونَ۔ سَتَعٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سَتَعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننے والے۔ جاسوس۔ کان لگا کر سننا۔ کبھی تو جاسوسی کے لئے ہو گا۔ اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کیلئے آئینہ میں اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

۴۸:۹ = اِبْتَغُوا۔ اِبْتَغَى يَبْتَغِي اِبْتَغَاءً (افعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تلاش کیا۔ انہوں نے چاہا۔

لَقَدْ اِبْتَغُوا الْفِتْنَةَ۔ انہوں نے فتنہ انگیزی میں کوشش کی۔ انہوں نے فتنہ بپا کرنا چاہا۔

== مِنْ قَبْلُ۔ اس سے قبل یعنی جنگ احد کے موقع پر جب عبد اللہ بن ابی راستہ میں تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا تھا۔

== قَلَبُوا لَكَ الْاُمُورَ۔ قَلَبَ يَقْلِبُ۔ قَلْبٌ۔ پَلْبُنَا۔ الثَّنَا۔ موڑ دینا۔ پھیر دینا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے۔ نیچے کے حصہ کو اوپر۔ اندر کے حصہ کو باہر اور باہر کے حصہ کو اندر کرنا۔ قَلَبَ الْاَرْضَ فَتَلْذَّرَاعَتِ۔ زراعت کے لئے ہل بچالے سے زمین کو الٹ پلٹ کرنا۔

قَلَبُ الْاُمُورِ۔ معاملہ کو الٹ پلٹ کر دیکھنا اور جانچنا کہ اس کا ہر پہلو صاف ظاہر ہو جائے۔ قَلَبَ (باب تفعیل) سے مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ معاملہ کو خوب الٹ پلٹ کر پرکھنا اور جانچنا قَلَبُوا لَكَ الْاُمُورَ۔ تیرے لئے بہت سی باتوں کو خوب الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے مگر تیرے خلاف ان کو کس طرح استعمال کیا جائے؟

== حَتَّىٰ جَاءَ الْحَقُّ۔ یہاں تک کہ حق وقوع پذیر ہو گیا اور ان کی سازشیں اور مکاریاں ناکام ہو گئیں

= ظَهَرَ - ا ظاہر ہوا - آشکارا ہوا - غالب آگیا -

= أَمَرَ اللَّهُ - اللہ کا حکم - اللہ کا دین -

= وَهُمْ كَارِهُونَ - باوجودیکہ وہ ناخوش ہی ہے -

۴۹:۹ = إِذْ ذَنْ لِي - تو رخصت دے - تو اجازت دے -

إِذْ يَأْذَنُ (سَيِّح) سے اس کا صیغہ واحد مذکر حاضر - إِذْ يُؤْذَنُ مصدر جس کے معنی ہیں اجازت دینا -

= لَا تَفْتِنِي - فعل نہی - تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال - تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال - تو مجھے گمراہی میں

نہ ڈال - فَتَنَ يَفْتِنُ (ضرب) فتنوں سے - اصل میں لَا تَفْتِنُ تھا - یہ ضمیر واحد متکلم

اور اس سے قبل نون وقایہ جس میں لَا تَفْتِنُ کا نون مدغم ہوا - تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال یعنی

میری مجبوری ایسی ہے کہ اگر آپ اجازت نہ دیں گے تو میں مجبوراً تعمیل سے قاصر رہوں گا - اس لئے

آپ جہاد میں جانے کے لئے حکم ہی نہ دیں تاکہ میں نافرمانی کی آزمائش سے بچ جاؤں

= اَذَّ - حرف تنبیہ اور استفاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے ہے) یہاں بطور استفاح

کے استعمال ہوا ہے - کیونکہ جب یہ شروع کلام میں آتا ہے تو اپنے مابعد کے مضمون پر زور دیتا ہے

اور اس کے تحقق کو ثابت کرتا ہے جیسے اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُونَ (۱۳:۲) خبردار ہو کہ یہی بیوقوف ہیں

آیت ہذا میں ہے اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا - خبردار ہو کہ فتنہ میں تو وہ پہلے ہی گر چکے

= سَقَطُوا - وہ گر پڑے - سَقُوطٌ سے ماضی - جمع مذکر غائب -

= لَمُحِيطَةٌ - اسم فاعل مؤنث - احاطة مصدر احاطَ يَحِيطُ احاطَةً (باب افعال)

حَوْطٌ مادہ - چاروں طرف سے گھیر لینے والی -

۵۰:۹ = تَصِيبُكُمْ - اَصَابَ يُصِيبُ اَصَابَةً (افعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث

غائب ہے - اصل میں تُصِيبُ تھا - اِنْ شرطیہ کی وجہ سے یہ حرف علت گر گیا - کُمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر حاضر - اگر پہنچے تم کو -

= تَسُوهُمُ - سَاءَ يَسُوؤُ سَوَاءٌ (نَصَرَ) مضارع واحد مؤنث غائب - هُمْ ضمیر جمع

مذکر غائب - ان کو بری لگتی ہے - ان کو غمگین کرتی ہے -

= فَذَ أَخَذْنَا أَمْرَنَا - ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کر لیا تھا - ہم نے پہلے ہی احتیاطی

تدبیریں اختیار کر لی تھیں - (اس لئے ہمیں یہ تکلیف نہیں پہنچی)

= يَتَوَكَّؤْا - پھر جاتے ہیں - لوٹ جاتے ہیں - تَوَكَّؤُ سے مضارع مجزوم جمع مذکر غائب -

= فَرِحُونَ - خوش - اترانے والے - صفت مشبہ - جمع - فَرِحَ واحد -

۵۲:۹ = تَرَبَّصُونَ - تم انتظار کرتے ہو - تم راہ دیکھتے ہو - تَرَبَّصَ يَتَرَبَّصُ تَرَبَّصٌ (تفعل سے - مضارع جمع مذکر حاضر -

هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا - تم ہمارے بارہ میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو - تمہیں ہمارے بارے میں کس بات کی امید ہو سکتی ہے - تم ہمارے بارے میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ہمیں پیش آئے گی -

= إِلَّا أَحَدَى الْحُسَيْنَيْنِ - سوائے اس کے کہ یہ دو اچھی باتوں میں ایک ہوگی - یعنی ہمارے بارے میں تم جس نتیجہ کے منتظر ہو یا امید رکھتے ہو وہ دو محلاتوں میں سے ایک تو ضرور ہوگی یعنی اگر کامیاب ہو گئے تو فتح ہماری اور اگر شہید ہو گئے تو آخرت سنو گئی -

۵۳:۹ = انْفِقُوا - تم خرچ کرو انْفَاقٌ (افعال) سے امر کا صیغہ - جمع مذکر حاضر - یہاں خبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے - یعنی تم خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے (تمہاری طرف سے یہ خرچ قبول نہیں کیا جائے گا) اس کی مثال قرآن میں ہے اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (۸۰:۹) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں

= لَنْ يُتَقَبَّلَ - مضارع مجہول نفی تاکید ملن - ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا - اِی لَنْ يُتَقَبَّلَ مِنْكُمْ لَنْفَقَاتُكُمْ انْفَقْتُمْ طَوْعًا اَوْ كَرْهًا - یعنی بخوشی جو مال بھی خرچ کرو گے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا = طَوْعًا - فرماں برداری - اطاعت - مصدر ہے اَدَّ كَرْهًا کی ضد ہے اس کا فعل نَصَرَ اور سَمِعَ دونوں الوابی آتا ہے -

= كَرْهًا - مصدر ہے - ناگوار ہونا - ناخوشی - مجبوری -

۵۴:۹ = كُسَالَى - كَسَلَانٌ کی جمع - سست - کاہل - جیسے سُكَارَى سَكْوَانٌ کے جمع ہے -

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دیئے ہوئے مال کی عدم قبولیت کی یہ وجوہات ہیں -
۱) اِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (۲) لَا يَأْتُونَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰی (۳) لَا يَنْفِقُونَ اِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ

۵۵:۹ = بِهَآ یٰۤاَیُّهَا ضَمِیْر وَاحِد مَوْنُثْ غَائِبْ کا مرجع ان کے اموال و اولاد -

= تَزْهُقْ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ نکلے - وہ نکلے گی - زَهَقَ يَزْهُقُ (فتح) زَهْوَقٌ بمعنی غم سے جان نکلنا - مٹ جانا - قرآن مجید میں ہے - وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ

الْبَاطِلُ - إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (۱۷: ۸۱) اور کہہ دے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل ل۔ لام تعلیل ہے ای لتزهد تَزَهُقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ حَافِرُونَ۔ اور ان کا دم نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔ (تاکہ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت میں بھی عذاب پائیں)

۵۶: ۹ = يَفْرَقُونَ - مضارع جمع مذکر غائب فَرَّقَ مصدر (سمع) وہ ڈرپوک ہیں

۵۷: ۹ = لَوْ يَجِدُونَ - اگر وہ پائیں - وَجَدَ يَجِدُ (ضرب) وَجَدٌ۔

= مَلَجًا - اسم ظرف مکان - پناہ کی جگہ - لَجَأٌ مصدر - (باب ضرب - فتح - سمع) مَلَجًا بھی مصدر ہے۔

= مَخَارِطٍ - مَخَارِطُ اور مَخَارِطُ کی جمع مَخَارِطُ بھی اس کی جمع ہے مَخَارِطُ وَمَخَارِطُ لوٹ - غَار - الْمَخَارِطُ لوٹ کی جگہ - بچاؤ کی جگہ - زمین کے اندر گھسنے کی جگہ الْغَسَدُ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔

= مَدْخَلًا - اسم ظرف مکان - داخل ہونے کی جگہ - باب افتعال سے مَفْعَلٌ کے وزن پر۔

= لَوْ لَوْ ۱ - وہ ضرور منہ پھیر لیں گے - لام تاکید کے لئے ہے۔

= يَجْمَعُونَ ۱ - جَمَعَ يَجْمَعُ (باب فتم) جَمْعٌ - جَمُوعٌ - جَمَاعٌ مصدر - گھوڑے کا سرکشی کرنا - جَمُوعٌ منہ زور گھوڑا - جَمَعَتِ الْمَرْأَةُ زَوْجَهَا - شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اس کے گھر سے نکل کر چلی گئی - جَمَعَ الرَّجُلُ - وہ آدمی خود رائے ہو گیا - وہ اپنی قوت کے ساتھ سرپٹ دوڑا - وَهُمْ يَجْمَعُونَ - وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ سرپٹ (اس طرف) دوڑیں گے۔

۵۸: ۹ = يَلْمِزُكَ - مضارع واحد مذکر غائب - لَمَزَ يَلْمِزُ مصدر لَمَزَ - عیب چین کرتا ہے - وہ عیب لگاتا ہے - تم پر (باب ضرب) لَمَزَ مصدر لَمَزَ - عیب چین پیٹ پیچھے برائی کرنے والا - صیغہ مبالغہ - لَمَّاذُ کے بھی یہی معنی ہیں قرآن مجید میں ہے - وَ نِلَّ كُلُّهُمْ لَمَزَةً لَمَزَةً (۱۰۴: ۱) ہلاکت ہو ہر عیب گو، غیبت کرنے والے اور عیب چین پر - هُمَزَةٌ اور لَمَزَةٌ دونوں ہم معنی ہیں۔

= فِي الصَّدَقَاتِ - صدقات کی تقسیم کے بارے میں۔

= أَعْطُوا - أَعْطَى يُعْطَى إِعْطَاءً سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب - ان کو دیا گیا

ان کو دیا جائے۔

== يَسْخَطُونَ - سَخَطَ يَسْخَطُ (سبح) سَخَطٌ سے مفارغ جمع مذکر غائب، وہ ناراض ہو جائے ہیں
 ۵۹: ۹ = وَكُنتُمْ رِضْوَانًا لِّمَنْ أَشْهَدَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ - جواب لَوْ محذوف ہے
 تقدیر کلام یوں ہے وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا أَشْهَدَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ
 = نَاعِبُونَ - رَاعَبٌ کی جمع رغبت کرنے والے۔ رَغَبَ فِيهِ وَرَغَبَ إِلَيْهِ کے معنی ہیں
 کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنا۔ اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کرنا اور انحراف کرنا کے
 معنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِثْلَةِ إِبْرَاهِيمَ (۱۳۰: ۲) اور کون ہے جو ملت
 ابراہیم سے انحراف کرے۔

== سَيُؤْتِينَا اللَّهُ دَرَسُولَهُ - اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے گا (اور اس کا رسول بھی
 ۶۰: ۹ = وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا - یعنی صدقہ اور زکوٰۃ کا مال وصول کرنے والا عملہ۔ اہل کار
 ہا ضمیر کا مرجع الصَّدَقَاتِ ہے۔

== وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ - جن کی تالیف قلوب مقصود ہو۔ اَلْفَ يَأْلِفُ (ضَوْبَ)
 ہم آہنگی کے ساتھ جمع ہونا۔ محاورہ ہے اَلْفَتْ بَيْنَهُمْ - میں نے ان میں ہم آہنگی
 پیدا کر دی۔ اسی سے الفت (محبت) ہے۔ اسی سے مُؤَلِّفُ ہے جو مختلف اجزاء
 کو یکجا جمع کرے۔

یہاں اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت
 و محبت و رغبت پیدا کرنا مقصود ہو۔ ان کی تین صورتیں تھیں۔

(۱) کفار کے رئیسوں کو اس غرض سے دینا کہ وہ خود بھی غریب مسلمانوں کو اذیت نہ دیں
 اور دوسروں کو بھی اذیت دینے سے روکیں۔

(۲) کفار کو اسلام کی رغبت دلانے کے لئے دینا۔

(۳) نو مسلموں کی ان کی خاطر داری کے لئے اعانت کرنا۔

اَلْمُؤَلَّفَةِ اسم مفعول واحد مؤنث تالیف (تفعیل) مصدر ملائے گئے۔ جوڑے

گئے۔ اَلْمُؤَلَّفَةُ قُلُوبُهُمْ - وہ جن کے دل جوڑے گئے۔

= اَلرِّقَابِ - گردنیں رِقَبَةٌ کی جمع - رِقَبَةٌ بمعنی گردن۔ جان۔ غلام۔ رِقَبَہ اصل میں
 گردن کا نام ہے پھر جبلہ بدن انسانی کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ اور عرف میں یہ غلام
 کا نام پڑ گیا۔ جس طرح کہ رَأْس (سر) اور ظہر (پشت) کا استعمال سوار یوں کے لئے کیا جانے لگا۔

فِي الرِّقَابِ - اى فى فك الرقاب - غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے -

= اَلْغَارِمِیْنَ - غَارِمٌ کی جمع ہے - اسم فاعل جمع مذکر - قرضدار - غَارِمٌ کا مادہ غَرَمٌ ہے جس کا معنی قرض - تاوان - اور ہر وہ چیز جس کا ادا کرنا لازم ہو - غَرِیْمٌ - قرضدار اور قرضخواہ دونوں کے لئے مستعمل ہے -

= اِبْنُ السَّبِيلِ - مسافر -

= فَرِيضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ - یہ سب مَدَّاتِ زَكَاةٍ کے خرچ کے لئے اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں -

۹: ۶۱ = يُؤْذُنُ - مضارع جمع مذکر غائب - اِیْذَاۤءُ (اِفْعَالٌ) مصدر - ایذا دیتے ہیں دکھ دیتے ہیں -

= اُذُنٌ - اُذُنٌ - کان - مجازاً اس شخص کو کہتے ہیں جو کان لگا کر سُننے اور سُن کر مانے کانوں کا کچا - هُوَاۤ اُذُنٌ - مبالغہ کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے تمام وجود کو جسم کا ایک حصہ کا نام دیدیا گیا ہے - گویا کہ وہ اتنا سنا ہے کہ صرف کان ہی کان ہے - جیسے جاسوس کے لئے عَيْنٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں - انگریزی میں محاورہ ہے

یعنی وہ اس قدر انہماک سے سُن رہا تھا گویا اس کے جسم کا ایک ایک حصہ کان کا کام دے رہا ہے = اُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ - اس کی تقدیر یوں بھی ہو سکتی ہے اذن ذی خیر لکم تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والے کا کان -

یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے هُوَاۤ اذن فى الخیر و لیس باذن فى غیر ذلک - وہ صرف تمہاری بھلائی کے لئے سنتا ہے کسی اور غرض کے لئے نہیں سنتا - یا اس کا یہ مطلب ہے - اس کا تمہاری بات سُن لینا اور تم سے اعراض نہ کرنا تمہارے لئے ہی اچھا ہے - یعنی تمہاری باتوں کو سُن لیتا ہے اور پُن چھین نہیں کرتا اور نہ تمہاری منافعت آشکارا ہو جاتے -

= یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ - یعنی (صرف) اللہ کی باتوں پر یقین و ایمان رکھتا ہے - یا یُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ - مومنوں کی باتوں پر اعتبار کرتا ہے (تمہاری باتیں تو محض سن ہی لیتا ہے یہت خیال کرو کہ وہ ان کو سچی بھی سمجھتا ہے)

۹: ۶۲ = لِيَرْضَوْكُمْ - يَرْضَوْا - اَرْضٰی يَرْضٰی (اِفْعَالٌ) سے مضارع جمع مذکر غائب - اصل میں يَرْضٰیوْنَ تھا - محی پر ضمہ ثقیل ہونے کی بناء پر ماقبل کو دیا - پھری

اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ نون اعرابی بوجہ عمل لام گر گیا یُؤْخِذُوا رَہ گیا۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تمہیں وہ راضی کر لیں۔

وَاللّٰهُ دَرَسُوْلُهُ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ۔ یُرْضُوْہ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب لائی گئی ہے حالانکہ اس کے مرجع دو ہیں اللہ اور اس کا رسول۔ اور قاعدہ کے مطابق ضمیر تثنیہ کی ہونی چاہئے تھی۔ واحد کی ضمیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا ایک ہی ہے۔

یا کلام تقدیریوں ہے وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ دَرَسُوْلُهُ کَذٰلِکَ۔ یعنی اللہ زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے راضی کرے اور اسی طرح اس کا رسول بھی زیادہ مقدار ہے کہ وہ اسے راضی کرے ۶۳:۹ = یُحَادِدِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اصل میں یُحَادِدُ تھا۔ بوجہ عمل مَنْ مجزوم ہوا۔ اور وصل کی وجہ سے مکسور کر دیا گیا۔

مَحَادِدَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ مخالفت کرتا ہے حَدٌّ۔ ہر چیز کی انتہاء۔ حدِ فاصل تیزی۔ بہادری۔ کبھی حد بمعنی گناہ۔ اور سزائے گناہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے اِنْ اَصَبْتُ حَدًّا اَفَاَقِمْتُهُ سَلٰی میں نے ایک حد کو پالیا ہے تو اب وہ حد مجھ پر قائم کیجئے۔ یعنی مجھ سے گناہ ہو گیا ہے اس کی سزا دیدیجئے۔

۶۴:۹ = یَحْذَرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حَذَرٌ مصدر (باب سماع) وہ ڈرتا ہے۔ آیہ ہذا میں جمع مذکر غائب کے لئے آیا ہے: وہ ڈرتے ہیں۔

= تَنْبِیْہُہُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اس کا فاعل سُورَةٌ ہے وہ ان کو آگاہ کر دے وہ ان کو مطلع کر دے۔ نَبَّیْ یَنْبِیْ تَنْبِیْہُ (باب تفعیل) سے۔ مَبْنًأً مادۃ۔

= عَلَیْہِہُمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب ھِم۔ تَنْبِیْہُہُمْ میں ضمیر ھُم کا مرجع الْمُؤْمِنِیْنَ محذوف ہے اور فِیْ فُکُوْہِہُمْ میں ضمیر ھِم المنفقین کے لئے ہے۔ یعنی منافقوں کو گویا کہ کہیں مومنین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہو جائے کہ ان کے دل کی حالت (منافقت) مومنین پر ظاہر ہو جائے۔

یا ان ہر شے ضمیر کا مرجع منافقین ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

منافق خوف کھاتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جائے جو ان کے

مافی الضمیر کو ظاہر کر دے۔ (اس صورت میں علیٰ بمعنی فی ہوگا۔ ان کے بارہ میں)

= اِسْتَفْزِزُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتَفْزِزُوْا (استفعال) سے امر کا صیغہ تہدید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی تم نہیں اڑاؤ جیسا تم چاہتے ہو۔ جو چاہو کرو (آخر کار) اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجُ مَا

تَحَذَرُونَ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ نکال باہر لائے گا ہی۔ (یعنی تمہاری منافقت کو ظاہر کر دے گا)

۶۵:۹ = نَخَوْضُ۔ مضارع جمع متکلم خَوْضٌ مصدر۔ (باب نصر) ہم تو شغلا کہہ رہے تھے۔ خوض کے اصل معنی ہیں گھسنا۔ قرآن میں اس کا استعمال قابل ذمہ کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

اسی سے ہے غور و خوض۔ یعنی کسی معاملہ کی تہ تک پہنچنے اور اس کے اندر گھس کر تحقیق معلوم کرنا۔

= نَلْعَبُ۔ مضارع جمع متکلم لَعَبٌ مصدر۔ (باب سمع) ہم خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے۔

= كُنْتُمْ تَسْتَهْزِؤْنَ۔ تم ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔ ۶۶:۹ = لَا تَعْتَذِرُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

اَعْتَذَرَ (اِفْتَعَلَ)۔ مصدر۔ تم بہانے مت بناؤ۔ تم عذر نہ کرو۔

= طَائِفَةٌ۔ یہاں طائفہ سے ہر دو جگہ گروہ مراد ہو سکتا ہے۔ یعنی تم میں سے ایک گروہ کو ہم معاف بھی کر دیں۔ تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے۔

اس صورت میں پہلے گروہ سے مراد وہ طبقہ لیا جاسکتا ہے جو اپنے قول کی اہمیت اور گہرائی کو سمجھے بغیر کم فہم و کم عقل انسانوں کی طرح جو ہر بات کو سطحی طور پر ہی لیتے ہیں اور سنجیدگی سے نہیں لیتے۔ اگر ایسا گروہ استہزار کا مرتکب ہو تو توبہ کرنے پر ایسے گروہ کو معاف کیا جاسکتا ہے، لیکن جو جان بوجھ کر اور اپنے قول کے نتائج سے باخبر ہوتے ہوئے بھی ایسا کرتے ہیں اور پھر توبہ بھی نہیں کرتے تو ایسے گروہ کو توبہ گز معاف نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ وہ محض مسخرے ہی نہیں بلکہ وہ تو صحیح معنوں میں مجرم ہیں۔

اور اگر پہلے لفظ طائفہ (لفظ جمع) سے مراد شخص واحد لیا جائے جیسا کہ اہل عرب بعض دفعہ ایسا کر لیتے ہیں تو اس طائفہ سے مراد مناشن بن حمیر الاشجعی ہے جو بلا سمجھے کافروں کے ساتھ ہنسی مٹھٹھائی شامل ہو جاتا تھا۔ اگرچہ وہ ان کے دھڑے میں سے تھا لیکن بعض باتوں میں وہ ان کے ساتھ شامل نہ ہوتا تھا۔ لہذا مقابلۃً اس کا گناہ حقیف تھا۔ اس نے توبہ کر لی خداوند تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر کے اسے معاف فرمادیا۔ وہ حقیقی معنوں میں اسلام لے آیا اور جنگ یمامہ شہید ہوا۔

= مُجْرِمِينَ - مجرم۔ اسم فاعل بمعنی اسم صفت استعمال ہوا ہے۔

۶۷:۹ = بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ - ای متشابہۃ فی النفاق کا لبا حش الشئ الواحد۔
یعنی نفاق میں ایک دوسرے کے اس طرح متشابہ ہیں گویا ایک ہی شے کے حصے ہیں گویا
ایک ہی کل کے پرزے ہیں۔

= يَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ - اپنے ہاتھوں کو بھینچ رکھتے ہیں۔ یعنی صدقات اور خرچ فی سبیل اللہ
میں بخیلی سے کام لیتے ہیں۔

= نَسُوا اللَّهَ - انہوں نے اللہ کو بھلا دیا۔ یعنی اس کے ذکر سے غفلت برتی اور اس کے
احکام پر عمل نہ کیا۔

= فَتَسِيَهُمْ - پس اس نے ان کو بھلا دیا۔ یعنی اپنی رحمت اور فضل و کرم سے محروم کر دیا
۶۸:۹ = هِيَ حَسْبُهُمْ - ان کے لئے یہی کافی ہوگا۔ یعنی عذاب اتنا سخت اور عظیم ہوگا
کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

= عَذَابٌ مُّقِيمٌ - قائم رہنے والا عذاب۔ یعنی دائمی عذاب۔

۶۹:۹ = كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ - میں لک محل رفع میں ہے بمعنی تم بھی اپنے سے پہلے
آدمیوں کی طرح ہو۔ یا لک محل نصب میں ہے بمعنی تم نے بھی وہی کام کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تھا
ای انتم كالذین من قبلکم۔ تم بھی اپنے سے پہلوں کی طرح ہو۔

= كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ - أَشَدَّ شِدَّةً سے افعول التفضیل کا صیغہ ہے۔ کائنوا کے
عمل سے منصوب ہے۔ (اسی وجہ سے اکثر منصوب ہے) تم سے زیادہ طاقت ور تھے اور مال
و اولاد کی کثرت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے۔

= فَاسْتَمْتَعُوا - انہوں نے فائدہ اٹھایا۔ استمتع (استفعال) سے۔ مال و متاع سے
فائدہ اٹھانا۔ کام میں لانا۔ برتنا۔ متع مادہ۔

= خَلَا قِيَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حصہ۔

= فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ -
تم نے بھی اپنے (دنیاوی) حصہ کا ویسے ہی فائدہ اور لطف اٹھایا جیسا تم سے پہلوں نے اپنے
(دنیاوی) حصہ سے فائدہ اور لطف اٹھایا تھا۔

= خُصُّهُمْ - تم نے بخت و تخصیص۔ خَاضَ يَخُوضُ (نصر) خَوْضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع
نکر حاضر۔ خَوْضٌ کے معنی ہیں فضول بخت۔ یہودہ گوئی۔ باتیں بنانا۔ اس کے اصل معنی پانی

میں گھسنے کے ہیں بطور استعارہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔
۹: ۷۰ = بَنَاءٌ - خَبَرَ - اِطْلَاعٌ -

= تَمَوَّدَ - بوجہ معارفہ و عجبہ غیر منصرف ہے اور اسی طرح ابراہیم بھی غیر منصرف ہے۔

= اصْحَابِ مَدْيَنَ - اہل مدین - حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم۔

= وَالْمُؤْتَفِكَةُ - اسم فاعل جمع مؤنث مجرور المؤتفكة وَاَمَدَ اِيْتِفَاكٌ (افتعال) مصدر

اِفْلَکٌ مادہ - الٹی ہوئی - منقلب - مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں ہیں جو بحیرہ مردار کے

ساحل پر آباد تھیں - اور جن کی تخت گاہ سندوم شہر یا سدوم تھی - حضرت لوط علیہ السلام کا

حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور

اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کر دی۔

= اَنْتَهُهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ کے بعد فَكَذَّبُوهُمْ فَأَهْلِكُوا محذوف ہے - ان سب کے

پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے لیکن انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہلاک

ہو گئے - یا ہلاک کر دیئے گئے۔

۹: ۷۱ = سَيُوحِیْهِمُ اللّٰهُ - میں سے تاکید اور مبالغہ کے لئے آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان پر

اپنی رحمت فرمائے گا۔

۹: ۷۲ = جَنَّتٍ عَدْنٍ - عَدْنٌ مصدر اس کا فعل البواب نُصِرَ ضَرْبَ سے آتا ہے ۷۱: ۷۲ کے

معنی ہیں رہنا - بسنا - کسی جگہ مقیم ہونا - جَنَّتٍ عَدْنٍ کے معنی ہوئے رہنے بسنے کے باغات

یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں اور بعض صفت - جو لوگ علم کہتے ہیں وہ اس کو

جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں اور اس آیہ شریفہ کو پیش کرتے ہیں - جَنَّتٍ عَدْنٍ

وَالَّتِي وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهُ بِالْغَيْبِ (۱۹: ۷۱) ہمیشگی کی جنتیں جن کا وعدہ رحمن نے اپنے

بندوں سے درپردہ کر رکھا ہے - کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔

اور جو لوگ عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن

کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں - چنانچہ محاورہ ہے عدن بالمكان اس نے اس جگہ

قیام کیا - اور عدن سے مراد اقامۃ علیٰ وجہ الخلود - یعنی دائمی طور پر رہنا - اسی وجہ سے

تمام جنتیں جنتِ عدن ہیں۔

علامہ قرطبی کے نزدیک عدن جنت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے جو وسط میں ہے

اور دوسرے جنت۔ اس کے ارد گرد ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنتیں سات ہیں۔ دارالخلد۔ دارالجلال۔ دارالسلام۔ جنت عدن۔ جنت المادی۔ جنت نعیم۔ جنت الفردوس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عدن دار اللہ لہ تراہا عین ولم تخطر علی قلب بشر لا یسکنہا غیر ثلثة النبیون۔ والصدیقون والشہداء۔ یعنی عدن اللہ کا وہ گھر ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی انسان کے دل نے تصور نہیں کیا۔ اس میں صرف تین قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ نبی۔ صدیق اور شہید۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے طوبیٰ لِمَنْ دَخَلَهَا۔ خوش بخت ہے وہ جو اس میں داخل ہوا۔

== رِضْوَانٌ۔ خوشنودی۔ رضا۔ مرضی۔ رضامندی۔ رِضْوَانٌ کا مصدر ہے (باب سیم) بہت بڑی رضامندی۔ اور نہایت خوشنودی کو رضوان کہتے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس لئے قرآن عظیم میں رضوان کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے رضا الہی کے لئے مخصوص ہے۔

۹: ۳۰۔ جَاهِدْ۔ توجہا دکر۔ تو لڑائی کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔

مجاہدۃ (مفاعلة) سے۔ مجاہدہ ہاتھ اور زبان دونوں سے ہوتا ہے (اس آیت سے لے کر وہ تقریر شروع ہوتی ہے جو غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھی۔

== اَغْلَظْ عَلَيْنَا۔ ان پر سختی کر۔ غِلَظَ سے (باب نصر کرم) بمعنی گاڑھا پن۔ موٹاپا۔ رِقَّةٌ کی ضد ہے۔ ویجدوا فیکم غلظة۔ (۱۲۳: ۹) چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ سختی بمعنی سخت مزاجی۔ اور فاستغلظنا ستویا علی سؤقہ (۲۹: ۲۸) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۹: ۳۱۔ مَا قَالُوا میں ما نافیہ ہے انہوں نے نہیں کہا۔

== هَمُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ انہوں نے ارادہ کر لیا۔ انہوں نے قصد کیا۔

== لَمْ يَتَّخِذُوا۔ نفی عید بکرم۔ يَتَّخِذُوا نِيلٌ سے۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ باب سیم۔ انہوں نے نہ پایا۔ وہ نہ پاسکے۔

هَمُّوا بِمَا لَمْ يَتَّخِذُوا۔ انہوں نے ایسی باتوں کا ارادہ کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

(اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے)

آیہ نذا میں وہ کیا بات تھی جو انہوں نے کہی۔ لیکن پھر قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے نہیں کہی

یا وہ کونسا ارادہ تھا جو انہوں نے کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس میں صرف معلومات مبسر نہیں۔ مگر مناققوں کے متعلق ایک نہیں متعدد ایسی باتیں منسوب تھیں جو کہ وہ مسلمانوں کی عدم موجودگی میں اسلام کو گزند پہنچانے کے لئے یا استہزاء وہ کئی بے سرو پا باتیں بکتے تھے لیکن جب ان کو ان باتوں کی تصدیق کے لئے آئے سانسے لایا جاتا تو نہ صرف انکار کر دیتے بلکہ قسمیں کھا کھا کر اپنی برأت ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔

اسی طرح اسلام کو گزند پہنچانے کی خاطر وہ کئی منصوبے بناتے لیکن جب ان میں کامیابی نہ ہوتی اور ان کے مذموم عزائم کا انکشاف ہو جاتا تو قسمیں کھا کر کہتے کہ انہوں نے ہرگز ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا لَعْنًا سَلَامًا مَّهِلًا وَهُمْ أَهْلُ مَالٍ يَتَّبِعُونَ ۚ هَلَا نَكَهْتُنَا إِنَّهُمْ لَكُفْرًا كَلِمَةً بُولًا تَحَا اور اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا اور انہوں نے ایسا ارادہ بھی کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

مَا نَقَمُوا ۚ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے بُرا نہ مانا۔ انہوں نے قابلِ عیب نہ سمجھا۔ نَقَمْتُ الشَّيْءَ دَلَقَمْتُهُ۔ کسی چیز کو برا سمجھنا۔ یہ بھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینے) پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ (۸:۸۵) ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

وَأَيُّ نَذْرٍ ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ اور انہوں نے مسلمانوں میں عیب ہی کونسا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کو دولت مند کر دیا۔

نیز آیا ہے۔ هَلَّا تَنْقِمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللَّهِ (۵۹:۵) تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو۔ سوائے اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور.... اسی نِقْمَةٍ سے بمعنی عذاب و انتقام لیا گیا ہے۔

مِنْ فَضْلِهِ میں ۛ ضمیر واحد مذکر غائب کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۶۲:۹) = يَتُوبُونَ ۚ اصل میں يَتُوبُونَ مِمَّا انْ حُرِفَ شَرْطُ كَ أَنْ سَ نُونِ اَعْرَابِيٍّ گریا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

يَكُونُ ۚ اصل میں يَكُونُ مِمَّا ۚ قبل جملہ شرط کی جزاء کی وجہ سے مجزوم ہوا۔ اور نون بوجہ اجتماع ساکنین کے گریا۔ اور واو حرفِ علت بوجہ حالتِ جزم گر گئی۔

= فَإِنْ يَتُوبُوا ۚ اگر وہ توبہ کر لیں۔ اپنے کفر و نفاق سے باز آجائیں۔

== دَانُ تَتَوَلَّوْا۟۔ اور اگر وہ ایمان اور توبہ سے روگردانی کریں۔ اور کفر و نفاق پر مہمتر رہیں۔

۹: ۷۵ = عٰهَدَ اللّٰہ۔ اس نے اللہ سے وعدہ کیا۔

== لَنَصَدَّقَنَّ۔ مضارع جمع مستکمل۔ باللام تاکید و نون ثقیلہ۔ یا لام تعلیل کا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے۔ تو ہم ضرور ہی خیرات دیدیں گے۔ صدقہ ادا کر دیں گے۔

اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ تھا۔ ت کو صاد میں مدغم کیا گیا۔

۹: ۷۶ = مُعْرِضُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رُخ گردانی کر نیوالے۔ منہ موڑنے والے۔

اجتناب کرنے والے۔ اگر اَعْرَضَ کے بعد عَنْ آئے تو رُخ پھیر لینے اور منہ موڑنے کے۔ اور اجتناب کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ وَعِظَهُمُ (۶۳: ۴) تم ان سے اعراض برتو۔ اور نصیحت کرتے رہو۔ يَاۤوَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ (۱۲۴: ۲۰) اور جو میری نصیحت منہ پھیرے گا۔ اور بغیر عَنْ بھی کثرت استعمال کی وجہ سے منہ موڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً فَاَعْرَضُوا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ (۱۶: ۳۴) تو انہوں نے شکر گزاری سے منہ موڑ لیا پس ہم نے چھوڑ دیا ان پر۔۔۔۔۔ اور اگر اعرض کے بعد عَلَى آئے تو سامنے رکھنا۔ پیش کرنا کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ (۳۱: ۲) پھر اس نے ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔

اور اگر اعرض کے بعد لام آئے تو سامنے آنے کے معنی ہوتے ہیں مثلاً اَعْرَضَ لِيْ وہ میرے سامنے آیا۔

۹: ۷۷ = فَاَعْقَبَهُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَعْقَبَ يُعْقِبُ اِعْقَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ہیں اثر چھوڑنا۔ وارث بنانا۔ اَعْقَبَهُمْ۔ اس نے ان کو وارث بنا دیا۔ اس نے ان میں یہ اثر چھوڑا۔

فَاَعْقَبَهُمْ میں ضمیر فاعل البخل کے لئے ہے۔ یعنی ان کے بخل نے ان میں ہمیشہ کے لئے نفاق پیدا کر دیا۔ اور وہ منافق ہو گئے۔ یا ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل (بخل) کی عاقبت نفاق کی شکل میں ان کے دلوں میں راسخ کر دی اور وہ ہمیشہ کے لئے منافق بن گئے۔

== يَلْقَوْنَہُ۔ وہ اس سے ملاقات کریں گے۔ وہ اس کی پیشی میں جائیں گے۔ اِلٰی يَوْمٍ يَلْقَوْنَہُ۔ یعنی قیامت کے دن تک۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

بِمَا أَخْلَقُوا ۝۱۰ اللَّهُ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝

یعنی سبیل نے یا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے نفاق کو کیوں بھردیا اس کی یہ دو وجوہ بیان ہوئی ہیں۔

(۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔
(۲) کہ وہ اس دوران کذب بیانی کرتے رہے۔

۹: ۸۷ = سِرَّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا بھید۔ ان کا راز۔

= نَجْوَاهُمْ۔ ان کی سرگوشیاں۔ اصل میں نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں۔ اور اَنْجَيْتُهُ وَنَجَيْتُهُ کے معنی (الگ کر دینے) نجات دینے کے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ ربّانی ہے فَانْجَيْنَا الَّذِينَ اٰمَنُوا (۵۳: ۲۷) اور جو لوگ ایمان لا۔ ہم نے ان کو نجات دی۔ النَجْوَةُ کے معنی بلند جگہ کے ہیں جو بلند سی کی وجہ سے اب ماحول سے الگ معلوم ہو۔ نَجَيْتُهُ میں نے اس سے سرگوشی میں کہا۔ یعنی اپنے محبوب کو دوسروں سے الگ رکھنے (چھپانے کے لئے) اور اسے افشاء ہونے سے بچانے کے لئے۔ قرآن میں آیا ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَةِ الرَّسُولِ (۹: ۵۸) اے مومنو! جب تم سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا۔

یا پھر إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِ مُوا بَيِّنَ يَدَي نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ (۱۲: ۵۸) جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے مساکین کو کچھ دیا کرو۔

نَجْوَى وہ سرگوشی جو کہ برائی پر مبنی ہو اور اس کو مشورہ سے طے کیا جاوے۔

۹: ۸۹ = يَلْمِزُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ طعن کرتے ہیں۔ وہ عیب نکالتے ہیں (نیز ملاحظہ ہو ۹: ۵۸)

= الْمُطَوِّعِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ الْمُطَوِّعُ۔ واحد۔ تَطَوُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ اصل میں الْمُتَطَوِّعِينَ تھا۔ تاء کو ط میں مدغم کیا۔

تَطَوُّعٌ کا اصل معنی ہے اطاعت میں بناوٹ کرنا۔ اور عرفِ شرع میں ایسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو بطورِ نفل اپنی طرف سے کی جائے لیکن تَطَوُّعٌ اپنے اندر استطا

استطاعت کا مفہوم رکھتا ہے اس لئے الْمُطَوِّعِينَ کا ترجمہ ہوا۔ خیرات کرنے والے صاحب استطاعت۔

الَّذِينَ يَكْمِزُونَ الْمُطَوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي السِّنَدَاتِ۔ جو لوگ مومنوں سے ان لوگوں کو جو صاحب استطاعت ہیں اور خوشی خوشی خیرات کرتے ہیں ریاکار کا الزام لگاتے ہیں۔

= وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جَهْدَهُمْ۔ کا عطف الْمُطَوِّعِينَ پر ہے یعنی یہ لوگ ان کی بھی عیب چینی کرتے ہیں جن کے پاس سوائے اپنی محنت و مشقت کے اور کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے۔

= فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ مٹھہ کرتے ہیں۔ ان پر ہنستے ہیں۔ سَخِرَ لَيْسَخَرُ (سَمِعَ) بِهِ وَمِنْهُ۔ مٹھا کرنا۔ اسی سے ہے الْمَسْخَرَةُ۔ وہ جس سے مٹھا کیا جائے۔

۹ : ۸۰ = اسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ اسْتَغْفِرْ فعل امر بمعنی خبر ہے تقدیر کلام یوں ہے اسْتَغْفِرْتَ لَهُمْ یا محمد اُولَئِكَ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَلَئِنَّ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا = سَبْعِينَ مَرَّةً۔ ستر بار۔ ستر کا عدد مقررہ حد یا غایت کے لئے نہیں بلکہ کثرت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۹ : ۸۱ = الْمَخْلُقُونَ۔ وہ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ اسم مفعول جمع ہے اس کا فاعل بیان نہیں کیا گیا پیچھے چھوڑ دینے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے یا شیطان یا ان کی سستی یا مومنین ہو سکتے ہیں۔

= بِمَقْعَدِ هَدً۔ مَقْعَدُ اسم ظرف مکان۔ مفرد۔ مَقَاعِدُ جمع۔ قَعْدَةٌ۔ قُعُودٌ مصدر۔ باب نصر بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر (خوش ہیں)

= خِلَافَ۔ اس کے معنی پیچھے۔ مخالفت دونوں ہو سکتے ہیں۔ خلاف کے معنی ۱) الٹا، بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے اَوْ لَقُطْعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ (۵ : ۳۳) یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹی طرف سے۔ یعنی دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں یا بائیں ہاتھ اور دایاں پاؤں۔

= لَا تَنْفِرُوا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت نکلو۔ تم مت کوچ کرو۔ نَفَادٌ اور نَفُودٌ سے۔ نَفَرَ إِلَى الْحَرْبِ۔ وہ لڑائی کے لئے نکلا۔ اِلَّا تَنْفِرُوا لَعَلَّكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۹ : ۳۹) اگر نہ

نکلو گے تو خدا تم کو دردناک عذاب دیگا۔

نُفُورٌ۔ بمعنی نفرت اور بدکنا بھی ہے جیسے مَا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا (۳۵: ۳۴) تو اس سے ان کی نفرت ہی بڑھی۔ يَا كَاثِبُهُمْ جَعَلُوا نُفُورًا (۴۰: ۵۰) گویا وہ گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں۔

= اَلْحَرَّ۔ گرمی۔ یعنی اتنی شدید گرمی میں گھر سے نہ نکلو۔

= يَفْقَهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سمجھ جاتے۔ جان لیتے۔ فَقَهُ مُصَدَّرٌ (باب سبع) سمجھنا۔

۸۲: ۹ = فَلْيَضْحَكُوا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ ہنسیں۔

وَلْيَبْكُوا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ روئیں۔ دونوں فعل امر بمعنی خبر آئے ہیں یعنی سَيَضْحَكُونَ قَلِيلًا وَيَبْكُونَ كَثِيرًا۔ وہ تھوڑا ہنسیں گے (اس چند روزہ زندگی میں) اور زیادہ روئیں گے (ابدی زندگی آخرت میں) امر کا صیغہ اس کے حتمی اور واجب ہونے کے بیان کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ ان کا مال حتمی ہے ضرور ہو کر رہیگا۔

= بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ ان کے روئے اور ہنسنے کا سبب بیان کیا ہے۔

= رَجَعَكَ اللَّهُ۔ اللہ تجھے واپس لیجائے۔

امام رازی کے قول کے مطابق الرجع مصير الشئ الى المكان الذى كان فيه الرجع کسی شے کا اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے جہاں وہ پہلے تھی۔

اس صورت میں جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدا تمہیں واپس مدینہ لیجائے۔

رَجَعَ متعدی ہے اور رَجُوعٌ لازم ہے گردان ہر دو کی باب ضرب سے آتی ہے۔

= اِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مخلفون ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ طَائِفَةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ ان مخلفون کے دو گروہ بنا دیئے۔ ایک وہ جس کا ذکر فَاسْتَأْذَنُوكَ سے شروع ہونے والا ہے اور دوسرا جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مؤخر الذکر گروہ میں وہ شامل ہیں جنہوں نے معقول وجوہات کی بنا پر جہاد میں شرکت نہ کی لیکن پھر بھی جہاد میں اپنی عدم شمولیت پر نادم ہوئے اور توبہ کی جو بارگاہِ الہی میں قبول کر لی گئی۔

= فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ اِیْ فَاِنْ دَدَكَ اللّٰهُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ وَفِيْهَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُتَخَلِّفِيْنَ۔ (بیضاوی) اللہ تعالیٰ اگر تجھے مدینہ واپس لے آئے اور وہاں

تو پیچھے رہنے والوں کے ایک گروہ سے ملے۔

= فَاسْتَاذَنُوْكَ - پھر وہ اجازت طلب کریں تجھ سے۔

= يَخْرُوْجُ - جہاد پر نکلنے کے لئے۔ خَرَجَ يَخْرُجُ (نصر) نکلنا۔

= لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا - تم میرے ساتھ (جہاد کے لئے) ہرگز نہ نکلو گے۔

= خَالِفِيْنَ - جمع خَالِفٌ کی۔ خَالِفٌ کا ایک معنی تو ہے پیچھے رہ جانے والا۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خَلَفَ بمعنی فُتِدَ ہے جس طرح کہتے ہیں خَلَفَ اللَّبَنُ - دودھ خراب ہو گیا۔ یا اہل عرب کہتے ہیں کہ فلان خالفة اہل بیتہ۔ فلاں شخص اپنے سارے کنبے سے زیادہ فسادی ہے۔ تو آیہ کا مطلب یہ ہوگا۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْفَاسِدِيْنَ - یعنی فساد کرنے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو۔ لیکن اکثریت نے ”پیچھے رہ جانے والے“ ہی ترجمہ کیا ہے۔

۸۴:۹ = مِنْهُمْ - اَحَدٌ کی صفت ہے۔

= مَاتَ - یہ اَحَدٌ کی دوسری صفت ہے۔ مَاتَ فعل ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے

یعنی ان مخالفین و خالفین میں سے آئندہ اگر کوئی مر جائے (تو تو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا)

= اَبَدًا - طرف متعلق نہیں۔ کبھی بھی۔ یعنی یہ نہیں ہمیشہ کے لئے نافذ العمل ہوگی۔

= وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ - اسی ولا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اَبَدًا

= اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَاسُوْلِہٖ - جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہے۔ یعنی یہ لوگ جن کی طرف مِنْهُمْ

میں اشارہ کیا گیا ہے ساری عمر اللہ اور اللہ کے رسول کے منکر ہے اور اسی حالت فسق و کفر میں

مر گئے۔

۸۵:۹ = يُعَذِّبُهُمْ بِہَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب اموال و اولاد کے لئے ہے۔

= تَزْهَقَ - وہ نکلے یا نکلیگی (باب فتح) زَهْوَقٌ سے جس کے معنی غم سے جان نکلنے اور

کسی شے کے مٹ جانے کے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۵:۹۔

تَزْهَقَ الْفُسُّمُ - ان کے دم نکلیں۔ ان کی جانیں نکلیں

= وَہُمْ كَافِرُوْنَ - میں وَاَوْعَالِیہ ہے در آنخالیکہ۔

۸۶:۹ = اُولُو الطَّوْلِ - صاحب دولت و ثروت۔ طَوْلٌ - مال۔ تو نگری۔ دولت، انعام

وسعت۔ مقدرت۔ قدرت۔ طَالَ يَطُوْلُ (باب نصر) کا مصدر۔

= ذَرْنَا - ذَرَا - فعل امر واحد مذکر حاضر۔ (باب سَمِعَ، فَتَحَ) سے دُذِرْنَا مصدر اس سے ماضی

نہیں آتی۔ نَا ضمیر مفعول جمع مشکم۔ تو ہمیں چھوڑ دے۔

= نَكُنْ - مضارع جمع مکمل فعل ناقص - اصل میں نَكُونُ تھا

= الْقَعْدَتَيْنِ - جہاد میں شریک نہ ہونے والے - اور گھروں پر رہ جانے والے - بیمار - عورتیں اور بچے - ایسے پیچھے رہ جانے والے جن کے پاس فی الواقع کوئی معقول اور حقیقی عذر موجود تھا - بیماری وغیرہ -

۸۷: ۹ = لَا يَنْفَعُهُنَّ مَضَارِعُ مَنْفَى جَمْع مَذْكَر غَائِبٍ فِقْدَهُ سَعَى وَهُ سَمَّجَہ نہیں رکھتے - وہ سمجھتے نہیں ہیں -

۸۸: ۹ = لَكِنَّ الرَّسُولَ - لَكِنْ کی دو صورتیں ہیں -

۱) لَكِنَّ (مشدد) سے مخفف بنایا ہوا ہے اس صورت میں یہ حرف ابتداء ہے اور غیر عامل ہوتا ہے اسی لئے اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں لَكِنَّ الرَّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ اور فعل پر بھی جیسے مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا (۳: ۶۷) اس صورت میں یہ استدراک کا فائدہ دیتا ہے -

۲) حروف عطفہ کا کام بھی دیتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے مثلاً لَكِنَّ اللَّهَ لَشَهِيدٌ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ (۱۶۶: ۴) لیکن یہ بھی استدراک کے لئے آیا ہے -

(استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل کے حکم کے خلاف مابعد کی طرف کسی حکم کی نسبت کی جاتے اسی لئے ضروری ہے کہ لَكِنْ (یا اسی طور لَكِنَّ) سے پہلے کوئی ایسا حکم ہو جو پیچھے آنیوالے حکم کی نقیض یا ضد ہو - جیسے مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا حَنِيفًا مُسْلِمًا (مذکورہ بالا) ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھا نہ عیسائی وہ تو تمام علاقوں سے کٹا ہوا ایک پکا مسلم تھا) = الْخَيْرَاتِ - مہلایاں - خیر کی جمع - مَنَافِعِ الدَّارَيْنِ

۸۹: ۹ = أَعَدَّ - إِعْدَادٌ سے ماضی - واحد مذکر غائب - اس نے تیار کر رکھا ہے -

۹۰: ۹ = الْمُعَذِّرُونَ - اسم فاعل جمع مذکر - تَعَذَّرُوا (تفعیل) مصدر جھوٹا عذر پیش کرنے

والے - مُعَذِّرٌ وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو - اور پھر بھی وہ عذر پیش

کرے - بعض علماء کے نزدیک مُعَذِّرُونَ دراصل مُعْتَذِرُونَ (باب افتعال) سے ت

کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں مدغم کیا اور مُعَذِّرُونَ ہو گیا - اس باب سے اس کے

معنی ہوں گے - صحیح عذر والے -

ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے لکھتے ہیں :-

یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے !

مدینہ کے ارد گرد کے یہ لوگ آ کر اپنی کمزوری ضعیفی بے طاقتی بیان کر کے اللہ کے رسول سے اجازت لینے آتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انہیں معذور خیال فرمادیں تو اجازت دیدہ یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملہ کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ بیٹھے رہے اور نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رک جانے کی اجازت چاہی۔

= اَلْاَعْرَابُ - گنوار - بدو - اعراب بادہ نشین کو کہتے ہیں۔ یہاں پر خاص کردہ قبائل مراد ہیں جو مدینہ کے ارد گرد آباد تھے۔

= لِيُؤْذَنَ لَهُمْ - کہ ان کو اجازت مل جائے۔

= وَتَعَدَّ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ - یہ دوسرا گروہ تھا جو گھر بیٹھے رہے۔ اور یہ بھی مناس نہ سمجھا کہ چلو محض ظاہر داری کے لئے ہی کوئی عذر لنگ پیش کر دیں۔

۹۱:۹ = اِذَا انْصَحُوا - ماضی جمع مذکر غائب نَصَحَ مصدر۔ (باب فتح) جب وہ خلوص رکھیں جب وہ مخلص ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر مطیع و فرمانبردار ہوں۔

= مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ (ایسے نیکو کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں۔

۹۲:۹ = اَتَوَكَّ - ماضی جمع مذکر غائب اَتَى ضمیر واحد مذکر حاضر۔ وہ تیرے پاس آئے۔

= لِيَحْمِلَهُمْ کہ تو ان کو سواری مہیا کرے۔ حَمَلٌ سے جمع مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر

= لَفَيْضٌ - وہ بہتی ہے وہ جاری ہے۔ فَيْضٌ سے باب ضرب۔ اس کا استعمال اگر انسوار

پانی کے لئے ہو تو اس کا معنی جاری ہونے اور بہنے کے آتے ہیں۔

= الدَّمَعِ - آنسو۔ اشک - دُمُوعٌ جمع۔

۹۳:۹ = السَّبِيلُ - راہ۔ راستہ۔ کھلی سڑک۔ سَبِيلٌ جمع۔ سَبِيلُ اللہ - جہاد۔ طلب

علم۔ حج۔ یا ہر امر خیر جس کا حکم باری تعالیٰ سے ملا ہو۔ لَيْسَ لَكَ عَلَى سَبِيلٍ - تم مجھ سے

باز پرس نہیں کر سکتے۔ یعنی تمہارے لئے مجھ پر کوئی حجت نہیں ہے۔

اِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى - راہ باز پرس صرف ان کے خلاف پائی جاتی ہے۔

= الْخَوَالِفِ - خَالِفٌ اور خَالِفَةٌ کی جمع ہے۔ خَالِفَةٌ کے معنی ہیں پیچھے رہ جانے

والی عورت۔

پَارَةُ
لَعْنَتِ زُرُونِ
التَّوْبَةِ وَيُولَسُّ وَهُودِ

بسم الله الرحمن الرحيم

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ

۹: ۹۴ = يَعْتَذِرُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْتَذَارٌ (افْتَعَالٌ) مصدر۔ وہ معذرت کریں گے۔ وہ بہانے بنائیں گے۔
 ۹: ۹۵ = اِذَا انْقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ۔ تم ان کی طرف پھر دگے۔ تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے
 (ماضی بمعنی مضارع)

= لِيُعْرِضُوا عَنْهُمْ۔ اَعْرَضَ يُعْرِضُ اِعْرَاضٌ (افْعَالٌ) عَنْ مِنْهُ موڑنا۔ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ درگزر کرنا۔ معاف کرنا۔
 یہاں یعنی۔ تاکہ تم ان کو معاف کر دو۔ ان سے درگزر کرو۔ صرف نظر کرو۔ تعرض نہ کرو
 اسی معنی میں ہے۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ (۶۳: ۴) تم ان سے اعراض برتو (درگزر کرو) اور نصیحت کرتے رہو۔

منہ پھرنے۔ روگردانی کرنے۔ کنارہ کشی کرنے کے معنی میں آیت ہدایں ہی ہے۔
 فَاَعْرِضُوا عَنْهُمْ۔ پس تم ان سے منہ پھیر لو۔ کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور جگہ قرار مجید میں آیا ہے۔ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ (۱۹۹: ۴) اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرو۔ نیز ملاحظہ ہو (۷۶: ۹)

= رِجْسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔

= مَاؤُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَاؤِی۔ اسم ظرف اور مصدر۔ اَوَّی یُوَوِّعُ اِیَّوَاءً۔ (افْعَالٌ) اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اَوَّی یَاوِی (ضَوْبٌ) وہ بیٹھا۔ وہ اتر۔ بصورت اسم ظرف۔ اس کے معنی ہیں ٹھکانہ۔ قیام کا مقام۔ پناہ گاہ۔ یہاں بطور اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔

۹: ۹ = اَلَّذَعْرَابُ - بدو لوگ - بادیہ نشین - اعرابی - نیز ملاحظہ ہو ۹: ۹
 = اَشَدُّ - اَفْعَلُ التَّفْضِيلُ کا صیغہ بروزن اَفْعَلُ - زیادہ - شدید - زیادہ سخت - زیادہ طاقت ور -

= اَجْدَرُ - زیادہ لائق - زیادہ سزاوار - زیادہ مقدار - زیادہ مستحق - مَا اَجْدَرُكَ وَاَجْدَرُ بِهِ - صیغہ تعجب - وہ اس کے لئے کس قدر زیادہ ہے - جَدَرَةٌ سے اَفْعَلُ التَّفْضِيلُ کا صیغہ ہے
 = مَغْرَمًا - اسم مصدر - منصوب - تاوان - اَلْغَرَمُ - مفت کا تاوان - یا جرمانہ - وہ مالی نقصان جو انسان کو کسی قسم کی خیانت یا جرم کا ارتکاب کئے بغیر اٹھانا پڑے - غَرِمَ كَذَا غَرَمًا وَاغْرَمًا - فلاں نے نقصان اٹھایا - اُغْرِمَ فُلَانٌ غَرَامَةً اس پر تاوان پڑ گیا -
 قرآن مجید میں ہے اِنَّا لَمَغْرُمُونَ (۶۶: ۵۶) (کہ ہائے) ہم مفت تاوان میں پھنس گئے جو مصیبت یا تکلیف انسان کو پہنچتی ہے اسے غرام کہا جاتا ہے - جیسے قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (۶۵: ۲۵) کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے -
 يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا - (آیہ ہذا) کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں -
 = يَتَرَبَّصُّ - مضارع واحد مذکر غائب - تَرَبَّصٌ (تَفَعَّلٌ) مصدر - وہ انتظار کرتا ہے - وہ راہ دیکھتا ہے -

= الدَّوَائِرُ - دَائِرَةٌ کی جمع - مصائب - گردشیں - (یعنی وہ يَتَرَبَّصُّ بِكُمُ الدَّوَائِرُ اس انتظار میں ہیں کہ تم گردشِ ایام کے حکم میں پھنس جاؤ -
 = عَلَيْهِمُ الدَّوَائِرُ السَّوَاءُ - گردشِ ایام (یا مصائب و آلام) ان ہی کے نصیب میں ہوں (بددعا یہ جملہ ہے) دعا یہ جملہ پر جب علی استعمال ہو تو وہ بددعا میں تبدیل ہو جاتا ہے -
 ۹: ۹۹ = قُرْبَبٌ - قُرْبَةٌ کی جمع ہے - مرتبہ کا قرب - خوشنودی - رضا - یعنی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ -

= صَلَوَاتٍ - صَلَوةٌ کی جمع - دعائیں - یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا ذریعہ -

= اَلَا اِنَّهَا يَہ اللہ کی طرف سے ان کے اعتقاد کی صحت کی تصدیق کی شہادت ہے - اور اِنَّهَا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب -
 لَفَقَتَهُمْ - (ان کا راہ خدا میں خرچ) کے لئے ہے اَلَا اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ بے شک ان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے لئے قرب الہی کا موجب ہے -

= سَيِّدُ خَلْمٍ میں سے تحقیق اور تاکید کے لئے ہے۔

۹: ۱۰ = السَّابِقُونَ - آگے پہنچنے والے۔ آگے بڑھنے والے۔ سَبَقُ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ سَابِقُ کی جمع۔

= اَلَاؤُكُونَ - اَوَّلُ کی جمع۔

السَّابِقُونَ اَلَاؤُكُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَ اَلَا نَصَارٍ - (مہاجرین و انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایمان و اطاعت میں سبقت اور پہل کی) سے کون حضرات مراد ہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ شعبی کہتے ہیں ان سے مراد وہ مہاجرین و انصار ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا۔

۲۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری۔ سعید بن المسیب۔ حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ وہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی۔

۳۔ وہ لوگ جو جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ اور اگر انصار کو مہاجرین سے الگ ایک طائفہ لیا جائے تو اس سے مراد وہ انصار ہوں جو (۱) بیعت عقبہ ادلی اور عقبہ الثانیہ سے مشرف ہوئے تھے۔

(۲) جنہوں نے حضرت ابوذر راہ۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی تبلیغ و تعلیم پر حبیب وہ مدینہ شریف آئے تھے ایمان و اسلام قبول کیا۔

بعض نے الانصار کو رآر کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو السَّابِقُونَ پر عطف قرار دیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا (ہے وہ لوگ) جو مہاجرین میں سے سابقون اَدَلُونَ ہیں اور انصار۔ اور وہ جنہوں نے احسن طریقہ سے ان کی پیروی کی۔ تو راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ تعالیٰ سے۔ لیکن پہلی قرأت جہور کے نزدیک اصح ہے

= بِاِحْسَانٍ۔ عمدگی کے ساتھ۔ احسن طریقہ سے، احسان کے معنی غیر کے ساتھ مہلائی کرنے اور کسی اچھی بات کے ۹: ۱۰ = وَ مِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنْفِقُونَ - اِیْ دَمْنٍ مِّنْ حَوْلِكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنْفِقُونَ۔ اور ان اعراب میں سے جو تمہارے ارد گرد بستے ہیں کچھ منافق ہیں وَ مِمَّنْ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ۔ یہ وقف معانقہ کی صورت ہے۔

اگر علامت اول: پر وصل کیا جائے اور علامت ثانی پر وقف کیا جائے تو اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُم پر ہوگا۔ اور مَرْدُوذًا عَلٰی التَّفَاقِ صفت ہوگی منافقون کی اور تقدیر کلام یوں

ہوگی وَمِمَّنْ حَزَلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَنَافِقُونَ مَرَدُّوْا عَلَى النِّفَاقِ (اور تمہارے ارگرد یعنی مدینہ کے ارگرد بسنے والے بدوؤں میں سے اور اہل مدینہ میں سے کچھ منافق ہیں جو پکے ہو گئے ہیں نفاق میں)

اور اگر علامت :۱ اول پر وقف کیا جائے اور علامت :۲ ثانی پر وصل کیا جائے تو یہ جملہ مستانفہ (نیاصبلہ) ہوگا۔ اور تفسیر کلام یوں ہوگی ! وَمِنَ أَهْلِ الْمَدِينَةِ (قَوْمٌ) مَرَدُّوْا عَلَى النِّفَاقِ (اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں) اور اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے ارگرد یعنی مدینہ کے ارگرد بسنے والے بدوؤں میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں۔

= مَرَدُّوْا - نافرمان و سرکش ہونا۔ مَرَدَّ عَلَى النِّفَاقِ - نفاق پر جھڑپ رہنا۔ الْمَارِدُ وَالْمَرِيدُ جنوں اور انسانوں سے اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔

یہ شَجَرُ امْرُؤٍ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جو سب پتے جھڑ جانے سے بالکل تنکا ہو گیا ہو۔ اسی طرح غُلَامٌ امْرُؤٌ - وہ لڑکا جس کی دالھی موچھ نہ نکلی ہو اس کا منہ سبزہ سے عاری ہو۔ الرَّمْلَةُ الْمَرْدَاؤُ وہ ریت کا ٹیلہ جو ہر قسم کے سبزہ سے عاری ہو۔

قرطبیؒ نے لکھا ہے اصل المرء الملاسۃ ومنہ صَرَحَ مُمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيرَ۔ (۲۷: ۲۷) یعنی المرء - اصل میں چکنا اور ہموار ہونا ہے۔ جیسے شیٹے جوڑ کر صاف و ہموار کیا ہوا محل (الملاسۃ ہموار اور چکنا ہونا)

صاحب کشاف نے مَرَدُّوْا عَلَى النِّفَاقِ کا مطلب تَمَقَّرُوْا فِيْهِ - لکھا ہے یعنی نفاق میں ماہر ہو گئے ہیں۔

۹: ۱۰۲ = الْخُرُوجُ - دوسرے لوگ۔ اور لوگ - الْخُرُوجُ جمع ہے۔ یعنی منافقوں کے علاوہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا اور اپنے کئے پر نادم ہوئے کہ وہ کیوں جہاد کے لئے جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے

۹: ۱۰۳ = تَطَهَّرُوْهُمْ وَثَرَكِيْهِمْ بِهَا - مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع الْخُرُوجُ ہے۔ اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع صَدَقَہ ہے یعنی ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے کہ اس طرح آپ ان کو پاک و صاف کر دیں گے۔ = صَلِّ عَلَيْهِمْ - ان کے لئے دعا کیجئے۔ امر واحد مذکر حاضر۔

= سَكَنٌ - سکین۔ آرام۔ راحت۔ رحمت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔

۹: ۱۰۵ = سَتُودُّونَ - تم پھیرے جاؤ گے۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ رُدُّ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔

= اَعْمَلُوا ۱۱ اِیْ اَعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ - جو جی چاہے تم کرو۔

۹: ۱۰۶ = مُرْجُونَ - (مرج و - رَج ی مادہ) رجاء کنارہ - جیسے رَجَا الْبُیْرُ - کنویں کا کنارہ - اس کی جمع اَرْجَاءُ ہے قرآن مجید میں ہے وَالْمَلٰٓئِکَةُ عَلٰی اَرْجَائِهَا - (۶۹: ۱۷۷) اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے۔ رَجَاءُ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔ قرآن میں ہے مَا لَکُمْ لَا تَرْجُونَ لِلّٰہِ وَقَارًا (۷۱: ۱۲۷) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے خدا کا وقار دل سے مہلادیا ہے۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا تَخَافُونَ کیا ہے یعنی تم کیوں نہیں ڈرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف ورجاء باہم لازم و ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو ساتھ ہی اس کا ہاتھ سے چلے جانے کا اندیشہ بھی ہوگا۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ ہمیشہ امید پائی جاتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ وَتَرْجُونَ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا یَرْجُونَ (۱۰۴: ۴) اور تم کو خدا سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں۔

مُرْجُونَ - مُرْجَی - یعنی مُرْجَوٌ کی جمع ہے۔ اسم مفعول - امید و بیم کے درمیان کشاکش ہوا مُعَلَّقٌ جو نتائج کے متعلق خوف ورجاء کے درمیان معلق ہیں۔ کہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہ یعنی جن کا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا۔ اور اللہ کے حکم کے انتظار میں تاخیر میں پڑا ہوا ہے۔
وَالْآخِرُونَ مُرْجُونَ لِاٰمْرِ اللّٰہِ - کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ان کا معاملہ ملتوی ہے۔

یہ اشارہ ہے کعب بن مالک - مرارہ بن الرزیح - ہلال بن امیہ کی طرف۔ کسی شرعی عذر کے بغیر یہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان سے ہر ایک نے قطع تعلقی کر لی۔ آخر پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (دیکھو آیات ۱۱۴ - ۱۱۵ - سورۃ ہذا)
= اِمَّا - بطور حرف تفصیل آیا ہے۔ جیسے اِنَّا هَدٰیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَاِمَّا کَفُوْرًا ۱ - (۷۶: ۲) ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا اس کے بعد وہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکرا بن کر رہے۔

۹: ۱۰۷ = وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ۱ - اس کا عطف بِالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ۱ اور ان منافقوں میں وہ لوگ بھی اور تقدیر کلام یوں ہے وَمِنْهُمْ مَّا لَیْسَ بِاٰمِنٍ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ۱ اور ان منافقوں میں وہ لوگ بھی

ہیں جنہوں نے ایک مسجد تیار کی۔

= ضَرَارًا - كُفْرًا - تَقْرِيقًا - اِرْصَادًا - تمام مفعول لہ ہیں۔ یعنی اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضائے خداوندی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ (۱) مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔

(۲) اس میں بیٹھ کر کفر کو فروغ دینے کی تجویزیں سوچی جائیں۔

(۳) مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے

(۴) وہ شخص جواب تک خدا اور رسول کا دشمن چلا آرہا ہے اسے بطور کمین گاہ استعمال کیا جائے یا یہ مصدر ہیں اور حال کی جگہ استعمال ہوئے ہیں۔

= ضَرَارًا - ضرر سے مشتق ہے۔ ایذا دینا۔ نقصان پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ضَارٌّ يَضَارُّ (باب مفاعلة) سے مصدر۔ اِرْصَادًا گھات لگانا۔ مِرْصَادٌ مِرْصَدٌ گھات لگانے کی جگہ۔ کمین گاہ۔ رصد مادہ۔

= مِنْ قَبْلُ - قَبْلُ - لَعَنَ - اکثر اضافت کے ساتھ آتے ہیں۔ جب بغیر اضافت کے ہوں تو ضمہ پر بنی ہوں گے۔ جیسے آیہ ہذا میں۔ بمعنی پہلے سے۔

= وَلِيخْلِفَنَّ - مضارع بلام تاکید و لون ثقیلہ جمع مذکر غائب (باب ضرب) اور وہ ضرور ہی قسمیں کھائیں گے۔ (یعنی جب ان سے کوئی پوچھے کہ یہ شرارت تم نے کیوں کی تو اپنی صفائی میں قسمیں کھانے لگیں گے۔

= يَشْهَدُ - شَهَادَةٌ - مصدر۔ جس کے معنی ہیں کھول کر بیان کرنا۔ موجود ہوتا۔ گواہی دینا۔

بیان کرنا۔ جانتا۔ ان سب کا یاب ایک ہی ہے۔ سَمِعَ يَسْمَعُ - مصادر جَدُّ اَصْدَاءِ ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ - قَضَى اللّٰهُ - قَالَ اللّٰهُ - بَيَّنَّ اللّٰهُ - وَيَشْهَدُ اللّٰهُ - اللّٰهُ یہ فیصلہ دیتا ہے۔ یا کہتا ہے۔ بیان کرتا ہے۔

اس آیت میں اس مسجد کا ذکر ہے جو اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر ابو عامر کے ساتھیوں نے اس کے ایما پر مسجد قبا کے مضافات میں تیار کی تھی۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا تھا۔ چونکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے پر رکھی گئی تھی۔ اس لئے اس کا نام ہی تاریخ میں مسجد ضرار پڑ گیا۔

۹: ۱۰۸ = لَا تَقُمْ فِيْهِ - فعل مہنی واحد مذکر حاضر۔ تو اس میں مت کھڑا ہو یعنی لَا تَصْلُ فِيْهِ اس میں نماز مت پڑھ۔

قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں قیام کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کہیں رکوع کا اور کہیں سجدہ کا۔ اسے تسمیۃ الشیء باسم جزئہ (کسی چیز کو اس کے جز کے نام سے پکارنا) کہتے ہیں۔
 فیہ کی ضمیر واحد مذکر مسجد (ضار) کے لئے ہے۔

= مَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ - وہ مسجد جس کی اساس (بنیاد) پہلے دن سے ہی تقویٰ پر درست کی گئی ہو۔

= اَنْ يَتَطَهَّرُوا - مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَطَهَّرُوا (تَفَعَّلَ) مصدر۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہو گیا۔ یعنی پاک ہونے کو (پسند کرتے ہیں)۔

= اَلْمُطَهَّرِينَ - اسم فاعل جمع مذکر تَطَهَّرُوا مصدر۔ اصل میں المتطهرین تھا۔ تاکو طار میں مدغم کیا گیا۔ پاک ہونے والے۔ پاکیزہ ہونے والے۔

۱۰۹:۹ = اُسِّسَ بُنْيَانَهُ - اُسِّسَ (باب تفعیل) تَأْسِيسٌ بنیاد رکھنا۔ اس نے بنیاد رکھی۔ بُنْيَانَهُ - بُنْيَانٌ - یعنی مَبْنِيَّةٌ - غُفْرَاتٌ کی طرح مصدر ہے بمعنی مفعول استعمال ہوا ہے کا ضمیر واحد مذکر دین کے لئے یعنی مَنْ اُسِّسَ بُنْيَانِ دِينِهِ جس نے اپنے دین کی بنیاد رکھی۔ یا مَنْ وَضَعَ اَسَاسَ مَا يَبْنِيهِ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی
 = شَفَاءَ - شفاء کنارہ۔ کنویں وغیرہ کے کنارے کو کہتے ہیں۔ جمع اَشْفَاءُ (شَفَوُ ماده) اس کا تثنیہ

شَفَوَاتٌ آتا ہے۔ شفا قرب ہلاکت کے لئے ضرب المثل ہے۔ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ (۱۰۳:۳) آگ کے گڑھے کے کنارے تک۔ اور اَشْفَى فُلَانٌ عَلَى الْهَلَاكِ - فلاں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا

= جُرُفٍ - ندی یا نالے کا وہ کنارہ جس کا پخلا حصہ پانی بہا کر لے گیا ہو اور اوپر کا حصہ موجود ہو۔ اسے جُرُفَةٌ کہتے ہیں۔ جُرُفٍ اس کی جمع ہے۔ اسی سے یہ قول ہے فُلَانٌ يَلْبِسُ عَلَى جُرُفٍ هَارٍ - لا یدری مالیل من ہارٍ - فلاں شخص دریا کے گرنے والے کنارہ پر مکان بناتا ہے۔ اس کو دن رات میں تمیز نہیں۔

جُرُفَ الشَّيْءِ (نصر) پوری چیز یا اس کا بیشتر حصہ لیجانا۔ یا جُرُفَ الطِّينِ - پھاڑا یا بیلچہ سے مٹی کھودنا یا کھرچنا۔

= هَارٍ - اسم فاعل مجرور۔ هَوَّ - ماده۔ قَرِيبَ السُّقُوطِ - گرنے کے قریب۔
 هَارٍ کی اصل هَادِرٌ یا هَائِرٌ تھی۔ اول هَادِرٌ کے واؤ کو یا هَائِرٌ کے ہمزہ کو نقل مکانی کر کے راء سے آخر میں کر دیا۔ یعنی راء کو مقدم کر دیا اور واؤ یا ہمزہ کو مؤخر کر دیا۔ هَادِرٌ اور هَارٍ ہو گیا پھر واؤ اور ہمزہ کو یاد سے بدل کر هَارِیُّ کر دیا اور حالت جر کی وجہ سے ی کو ساقط کر دیا اس طرح

ہٹا دیا ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہٹا دے کے داؤ یا ہٹاؤ کے ہمزہ کو بغیر نقل مکانی کے تخفیفاً حذف کر دیا۔ اس صورت میں راو پر مختلف حالات میں تینوں اعراب آسکتے ہیں۔

بعض اہل لغت کے نزدیک ہٹا اسم فاعل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اس کی اصل ہود یا ہیر ہتی واؤ۔ اور یا کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا ہٹا ہو گیا اس صورت میں پھر اس پر تینوں اعراب آئیں گے۔

جَوِّیَّ ہٹا موصوف و صفت مل کر مضاف شفا مضاف الیہ۔

= اِنْهَادٌ - وہ گر پڑا۔ اِنْهِيَاؤُ (الفعال)، مصدر۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بانی عمارت کے لئے ہے۔ اِی من اسَّسْ بُنْيَانَهُ - اِنْهَادُ الْبِنَاءِ - عمارت کا منہدم ہونا۔ گرنا۔

= ظَالِمِيْنَ - ظلم کرنے والے۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹا کر غلط جگہ پر رکھنا (ان لوگوں نے اپنی عمارت کی بنیاد ہی غلط موقع اور غلط محل پر رکھی تھی)

۹: ۱۱ = لَا يَزَالُ - مضارع متنی۔ واحد مذکر غائب۔ زَوَّالٌ مصدر۔ فعل ناقص ہے۔ دوام اور تسلسل کا معنی دیتا ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔

= بُنْيَانُهُمْ - ان کی عمارت۔ بَنَوْا - انہوں نے بنائی۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ بِنَاءٌ مصدر۔ بنی مادہ۔

= رِيْبَةٌ - رِيْبٌ سے اسم ہے۔ رَابَ يُرِيْبُ (باب ضَوْب) شبہ و گمان میں ڈالنا کسی سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھنا۔ رِيْبَةٌ - شک و شبہ۔ تہمت۔ بے چینی۔ بے یقینی۔ رِيْبٌ - جمع۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس کا معنی شک و نفاق کیا ہے۔ کبلی کے نزدیک حسرت و ندامت السدی اور المبرّد نے اس کا مطلب غم و غصہ لیا ہے۔ یعنی یہ کیفیات ان کے منصوبہ کے ناکام ہونے اور جس عمارت پر انہوں نے اتنی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اس کے منہدم ہو جانے کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھیں گی۔

= اِلَّا اَنْ - بجز اس کے کہ۔ مگر یہ کہ۔

= تَقَطَّعَ - پارہ پارہ ہو جائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ تَقَطَّعَ (تَفَعَّلَ) سے مضارع۔ واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَقَطَّعَ تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی۔

اِلَّا اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُكُمْ - اِی تجعل قلوبهم قطعاً و تفوق اجزاء اما بالسيف و اما بالموء والمعنى ان هذه الريبة باقية في قلوبهم الى ان يموتوا عليها۔ یہاں تک کہ ان کے دل

ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اور ان کے اجزاء بکھر جائیں۔ خواہ تلوار سے یا موت سے۔

مطلب یہ کہ یہ بے چینی۔ بے یقینی۔ اضطراب و حسرت و ندامت کی کیفیت ان کے دلوں پر طاری رہے گی۔ حتیٰ کہ وہ اسی حالت میں مر جائیں گے۔

== حَكِيمٌ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کو حکیم کہہ کر مسجد ضار کے انہدام کے حکم کی حکمت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

۹ : ۱۱ = اِشْتَرَى۔ اس نے خرید لیا۔ اس نے خریدا۔ اِشْتَرَى يَشْتَرِي اِشْتَرَاءً (افتعال) سے ماضی و احد مذکر غائب۔ اِشْتَرَاءٌ کے معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے آتے ہیں۔
= وَعْدًا۔ اسم مصدر۔

وَعْدًا اَعْلَيْهِ حَقًّا۔ حَقًّا وَعْدًا کی صفت ہے۔ اور وَعْدًا بوجہ فعل محذوف منصوب گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَعْدَهُمْ عَلَيْهِ (عَلَى ذَٰلِكَ الْاَمْرِ وَعْدًا حَقًّا۔ اس بات پر اس نے ان کے ساتھ سچا وعدہ کر رکھا ہے۔

عَلَيْهِ کے معنی لَا اَنْزِمُ عَلَيْهِ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی :-
وَعْدَهُمْ وَعْدًا حَقًّا لَا اَنْزِمُ عَلَيْهِ۔ اس نے ان سے ایک سچا وعدہ کر رکھا ہے جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔

= فِي التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِيلِ وَالْفُرْاٰنِ۔ یعنی اس وعدہ کا ذکر تورات۔ انجیل اور قرآن میں ہے۔
= اَوْفَىٰ۔ زیادہ وعدہ پورا کرنے والا۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟
اَفْعَلِ التَّفْضِيلِ کا صیغہ ہے۔

= فَاسْتَبَشِّرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ۔ فَاسْتَبَشِّرُوا۔ خوشیاں مناؤ۔ بشارت پاؤ۔
اِسْتَبَشَّرْتُ اِسْتَفْعَالٌ سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں۔

بَيْعِكُمُ۔ اپنے سودے پر۔ الَّذِي بَايَعْتُمْ اللّٰهَ بِهِ۔ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے۔
۵ ضمیر واحد مذکر۔ سودا کی طرف راجع ہے۔

= ذَٰلِكَ۔ اِی ذَٰلِكَ الْبَيْعِ۔ اور یہی سودا۔

۹ : ۱۱۲ = التَّائِبُونَ۔ الْعَابِدُونَ۔ الْحَامِدُونَ۔ السَّائِحُونَ۔ الرََّّاكِعُونَ۔ السَّاجِدُونَ۔ الَّاٰمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللّٰهِ۔ سب اسم صفت کے صیغے ہیں اور مؤنثین کی صفت ہیں۔

التَّائِبُونَ سے لے کر النَّاهُونَ تک متعدد صفات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں حرف

عطف استعمال نہیں ہوا۔ لیکن وَالْتَّاهُوتَ سے پہلے حرف عطف لایا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

۱، ایسے مواقع پر حرف عطف کا ذکر کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے یہاں مزید کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ التَّاهُوتَ کا اَلَا مُرُوتَ پر عطف ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک مکمل صفت بنتے ہیں۔
۳۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ قریش کی لغت یہ ہے کہ سات کے عدد تک حرف عطف ذکر نہیں کرتے اور جب آٹھواں ذکر کرتے ہیں تو پھر حرف عطف کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ التَّاهُوتَ چونکہ آٹھویں صفت ہے اس لئے وَاوُ کا اضافہ کر دیا۔

= السَّارِحُونَ۔ سِيَّاحَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ سَاحٌ يَسِيحُ (ضَوْبٌ) سِيَّاحَةٌ زمین پر گھومنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ سَاحٌ واحد۔

السَّارِحُونَ کے مفسرین نے متعدد معانی لئے ہیں۔ سیاحت کرنے والے۔ یعنی اقامت دین کے لئے جہاد میں نکلنے والے۔ کفر زدہ علاقوں سے ہجرت کرنے والے۔ دعوت دین۔ اصلاح خلیق۔ طلب علم صالح۔ مشاہدہ آثارِ الہی۔ تلاشِ رزقِ حلال کی خاطر سیاحت کرنے والے۔ ابن کثیر اور اکثر مفسرین سلف۔ صحابہ و تابعین نے السَّارِحُونَ سے مراد روزہ دار لئے ہیں۔
= التَّاهُوتَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ التَّاهُوتُ واحد۔ نَهَى مصدر (باب فتم) روکنے والے منع کرنے والے۔

= اَلْمُنْكَرُ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِنْكَارٌ۔ مصدر۔ وہ قول یا فعل جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔

= بَشَرٌ۔ بَشَرٌ يُبَشِّرُ (تفعیل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری دے۔ تو خبر کر دے۔ یہاں مُبَشِّرٌ اس کی عظمت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایسی چیز ہے جس کی خوشخبری دی جا رہی ہے جسے ہم سمجھ نہیں سکتا اور کلام بیان نہیں کر سکتا۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ۔ اے بشر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم من فعل هذه الافعال التسع یعنی جو مومن ان توصفات سے متصف ہے اس کو خوشخبری دیدیں۔

۱۱۳:۹ = مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ زریا نہیں بنی کے لئے اور نہ ایمان والوں کے لئے۔
= يَسْتَغْفِرُوا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ وہ مغفرت طلب کریں۔ وہ معافی مانگیں۔

= اُولٰٓئِكَ قُرْبٰی۔ اے ذی قرابت لہم قرابت دار۔ رشتہ داری رکھنے والے رشتہ دار۔ قُرْبٰی اسم

مصدر۔ رشتہ داری قرابت۔

= مَوْعِدَةً۔ اسم مصدر۔ وعدہ

= اَيَّاهُ۔ اسی کو۔ اسی سے۔ واحد مذکر غائب کی ضمیر منصوب منفصل۔ اس کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ہے

= تَبَوَّأَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ تَبَوَّأُ سے جس کے معنی بیزار ہونے کے ہیں۔ جیسے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ (۱:۹) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔

= اَذَاةٌ۔ نرم دل۔ بہت آہ کرنے والا۔ اَذَاةٌ سے جس کے معنی آپس میں بھرنے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فَعَالٌ اَا يَلُوْا۔ جیسے قَامَ يَقُوْمُ۔

= حَلِيْمٌ۔ بردبار۔ تحمل مزاج باوقار۔ حِلْمٌ کے معنی ہیں جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسما حسنی میں سے ہے۔

۹: ۱۱۵ = مَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ۔ اللہ کا دستور نہیں۔ اللہ کا طریقہ نہیں کہ وہ گمراہ کر دے

= مَا يَتَّقُونَ۔ جن سے ان کو بچنا چاہئے۔ جن سے وہ بچیں۔ مَا مَوْصُولٌ ہے۔

۹: ۱۱۶ = تَابَ۔ تَابَ يَتُوْبُ۔ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے توبہ کی

وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ اس نے معاف کیا۔ یہاں (رحمت سے) متوجہ ہونے اور معاف کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

یعنی اللہ نے رحمت سے توجہ فرمائی۔ اللہ نے معاف فرمادیا۔ تَوْبٌ اور تَوْبَةٌ سے۔

جب اس کا تعدیہ الٰہی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے (بار بار واپس آنا) کے ہوتے ہیں۔ اور جب علیٰ کے ساتھ ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی

میں آتا ہے۔ مثلاً قرآن میں آتا ہے۔ تَوْبُوا اِلَى اللَّهِ جَمِيعًا (۲۴: ۳۱) سب خدا کے آگے توبہ

کرو۔ اور تَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ (۲: ۱۸۴) سو اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تمہاری حرکات

سے درگزر فرمایا۔

= تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے استغاثہ

رکھنے کے باوجود جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔

اس لغزش کا آپ سے مواخذہ نہ کیا گیا جیسا کہ ۹: ۴۳ میں ارشاد ہوا ہے عَفَا اللَّهُ عَنْكَ۔ لیکن

یہ فعل ترک افضل میں آتا ہے کہ افضل یہ تھا کہ خوب چھان بین کر کے صرف مستحق معذور لوگوں کو

پچھے رہ جانے کی اجازت دی جاتی نہ کہ یہ کوئی ایسا قصور تھا جو قابل مواخذہ تھا (نیز ملاحظہ ہو ۹: ۴۲) بعض کے نزدیک بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معافی میں تبرگ شامل کیا گیا ہے اور مقصود مہاجرین اور انصار کی شان کو ادا نہ کرنا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی کی شان کو بلند کرنے کے لئے قَاتَ لِلّٰہِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ (۸: ۴۱) میں اپنا نام تبرگ شامل کر لیا ہے۔

= مَاعَةِ الْعُسْرَةِ۔ مشکل گھڑی۔ تنگی کا وقت۔ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے جب کہ مسلمان سخت مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر طویل اور کھٹن تھا۔ سوار یوں کی از حد قلت تھی، راشن انتہائی طور پر قلیل اور پینے کا پانی نہایت کمیاب تھا۔ مسلمان قلیل التعداد اور مقابلہ قیصر روم کے لشکر جبار سے تھا۔

= كَادَ۔ ماضی واحد مذکر غائب كَوَدُ مصدر (باب سَمِعَ) افعال مقاربت میں سے ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر كَادَ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع کے ضرور تھا جیسے کہ آئہ ہذا میں ہے كَادَ يَزِيْزُ قُلُوْبَ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ۔ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ گئے تھے لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے ذَا بَجُوْهَا وَ مَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ (۲: ۷۱) انہوں نے اس (گائے) کو ذبح کر دیا لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

= يَزِيْزُ۔ مضارع واحد مذکر غائب يَزِيْزُ سے (باب ضرب) پھرنے لگے تھے۔ پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ كَادَ يَزِيْزُ کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْزُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ چکے تھے اگرچہ فی الواقع ابھی کج نہیں ہوئے تھے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ۔ لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ..... کے بعد اس محکمہ سے مراد تاکید ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلَيْهِمْ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب فَرِیْقٍ کی طرف راجع ہو۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ پھر اس نے ان لوگوں پر رحم کے ساتھ توجہ کی جن کے دل کج ہو چلے تھے (مگر انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی ہی کا ساتھ دیا)۔

= بِهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ کے مطابق یا تو النَّبِیِّ وَاْلْمُهَاجِرِیْنَ وَاْلانصَارَ کی طرف راجع ہے یا فَرِیْقٍ کے لئے ہے

= رَوِّفٌ۔ مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَافَةٌ سے فَعُولٌ کے وزن پر صفت مشبہہ کا صیغہ ہے

۹: ۱۱۸ = وَعَلَى الثَّلَاثَةِ كَا عَطْفِ الثَّانِيَةِ پَر ہے اِی وَتَابَ عَلَى الثَّلَاثَةِ اور اس نے ان تینوں کو بھی معاف کر دیا۔ ان تینوں پر بھی نظر رحمت فرمادی۔

= الَّذِينَ خَلَقُوا۔ جن کا فیصلہ ملتوی کر دیا گیا تھا۔ یعنی کعب بن مالکؓ، ہلال بن امیہؓ۔ مرارة بن الزبج = بِمَا رَجَبْتُ۔ میں مَما مصدر یہ ہے وَصَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَجَبْتُ۔ باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہو گئی۔

= صَاقَتْ۔ ضِيقُ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ تنگ ہو گئی = رَجَبْتُ۔ رُجْبُ سے (باب کرم) ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی۔

= مَلَجَأً۔ اسم طرف مکان۔ پناہ کی جگہ لَجَأُ۔ مصدر۔ پناہ پکڑنا۔ (باب فتح۔ سَمِعَ) مَلَجَأُ بھی مصدر ہے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا۔ اور رحمت سے توبہ کی۔ تاکہ وہ بھی توبہ کریں۔ اور اللہ کی طرف رجوع کریں۔

= التَّوَابُ۔ بار بار توبہ قبول کرنے والہ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور اگر یہ بندہ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے کثرت سے توبہ کرنے والا۔ یعنی وہ شخص جو کہ یکے بعد دیگرے گناہ چھوڑتے چھوڑتے بالکل گناہوں کو ترک کر دے۔

۱۲۰: ۲۹ = مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ۔ زیبا ہتھیں تھا درست نہیں تھا۔ مناسب نہ تھا اہل مدینہ کے لئے۔

= أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ۔ کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر پیچھے ٹھہرے رہتے۔

= لَا يَرْغَبُوا۔ مضارع متفی جمع مذکر غائب (باب سمع) عزیز نہ سمجھیں۔ رَغِبَ فِيْهِ۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ محبت کرنا۔ دلچسپی لینا۔ رَغِبَ عَنْ۔ منہ پھیر لینا۔ چھوڑنا۔ اعراض کرنا۔ رد گردانی کرنا۔ رَغِبَ بِهٖ عَنْ غَيْرِهِ۔ کسی کو کسی پر فضیلت دینا۔ برتری دینا۔

لَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ۔ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان پر فضیلت و برتری نہ دیں۔ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز نہ سمجھیں۔ نَفْسِهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اللہ ہے = ذَلِكَ۔ بمعنی یہ اس لئے۔

= ظَمًا۔ پیاس۔ تشنگی۔ یہ ظَمِيَ لَظْمًا کا مصدر ہے جس کے معنی پیاس لگنے کے ہیں۔ ظَمَانٌ بروزن فَعْلَان صیغہ صفت ہے۔ پیاسا۔ تشنہ۔

= نَصَبٌ - تھکان - مشقت - کوفت - تکلیف
 = مَخْمَصَةٌ - بھوک خَمَصَةُ الْجُوعِ - بھوک کا کسی کو دبلے پیٹ والا کر دینا - خَمِصٌ
 خالی پیٹ والا -

= لَا يَطُوتَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب وَطَأَ مصدر - (باب سَمِعَ) نہیں پامال کریں گے
 نہیں چلیں گے -

= مَوْطِئًا - اسم ظرف (باب سَمِعَ) پاؤں رکھنے کی جگہ - وَطَاءَةٌ - مَوْطِئٌ پاؤں کی
 جگہ - وَطِئَ يَطِئُ (باب سَمِعَ) روندنا -

= يَغِيظُ الْكَفَّارَ - جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث بنے -

= لَا يَتَالَوْنَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - يَتَلَّ سے - وہ نہیں پائیں گے - وہ نہیں
 پاتے ہیں - وہ نہیں حاصل کرتے - وہ نہیں کامیاب ہوتے - لَا يَتَالَوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَيِّدًا
 وہ دشمن سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتے (از قسم قتل - قیدی - مال غنیمت وغیرہ -

= ذَاكَ بِأَنَّهُمْ - عملٌ صَالِحٌ - اللہ کی راہ میں جو پیاس - تکلیف - بھوک وہ
 اٹھاتے ہیں اور ہر قدم جو وہ اٹھاتے ہیں جو کفار کو ناگوار گذرتا ہے اور ان کے غیظ و غضب کو بھڑکاتا
 ہے اور ہر وہ فائدہ جو وہ دشمن پر حاصل کرتے ہیں یا اللہ کی راہ میں وہ دشمن سے جو نقصان اٹھاتے
 ہیں اس ہر فعل کے بدلہ میں ان کے حساب میں نیک عمل لکھا جاتا ہے -

۱۲۱:۹ = وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًا - نہیں طے کرتے وہ کسی وادی کو -

= كُتِبَ لَهُمْ - ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے - ان کے حساب میں لکھ لیا جاتا ہے -

= أَحْسَنَ - افعَل التفضیل کا صیغہ - بہت اچھا - بہترین -

۱۲۲:۹ = لِيَنْفِرُوا - کہ نکل جائیں - نکل کھڑے ہوں - (جہاد کے لئے) یا علم دین کے حصول
 کے لئے - یا تبلیغ کے لئے -

= كَافَّةً - اسم فاعل - مفرد - مؤنث - منصوب - اس صورت میں تاء مبالغہ کے لئے ہوگی -
 استعمال میں كَافَّةً - ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ ہوتا ہے - جس کے معنی ہیں سب کے سب -
 پورے کے پورے -

= لَوْلَا - کیوں نہ - تفصیل کے لئے ۴۳:۶ ملاحظہ ہو -

= نَفَرًا - ماضی واحد مذکر غائب نَفَرَ - نَفَرًا - مصدر - (باب سَمِعَ وَضَرَبَ) کیوں
 نہ نکلے - کیوں نہ نکل کر جائے -

= لِيَتَفَقَّهُوْا - مضارع منصوب - جمع مذکر غائب - تَفَقَّهَ مصدر - تاکہ سمجھ حاصل کرتے رہیں
دین کے مسائل سیکھتے رہیں۔

= لَعَلَّكُمْ يَخْذَرُونَ - تاکہ وہ (نافرمانیوں سے بچیں) - ڈریں۔

الْخُذْرُ - (سَمِعَ) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا - بچنا - محتاط رہنا - يَخْذَرُ الْآخِرَةَ
(۹:۳۹) آخرت سے ڈرتا ہے۔

۱۲۳:۹ = يَلُوكُمُ - مضارع جمع مذکر حاضر کُمُ - ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - وَلِيٌّ مصدر باب
نَصْرَم جو قوم تمہارے نزدیک بستی ہے - جو تمہارے نزدیک ہیں - الْوِلْدَةُ وَالْتَّوَالِيُّ کے اصل
معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح کے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے
جوان میں سے نہ ہو - پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا - خواہ وہ قرب
بمحاط مکان ہو یا نسب یا بلحاظ دین و اعتقاد یا بلحاظ دوستی و نصرت ہو۔

= وَلِيَجِدُوا - اور وہ پائیں - ان کو پانا چاہئے - امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= غِلْظَةً - اسم مصدر سختی - دل کی سختی - قوت - سخت مزاجی - الْغِلْظَةُ - کے معنی موٹاپا
یا گاڑھا پن کے ہیں - وَلِيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً - چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔

قرآن میں ہے فَاسْتَخْلَفَ فَاَسْتَوٰ عَلَى سُوْقِهِ (۲۹:۴۸) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال
پر کھڑی ہو گئی - اور سخت و شدید کے معنی میں بھی آیا ہے

= ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيظٍ (۲۴:۳۱) پھر ہم عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے
انہیں لیجائیں گے۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ جب کفار کے مقابلہ میں لکھو تو اپنی قوت و سطوت کا بھرپور مظاہرہ
کرو اور اس شد و مد سے حملہ کرو کہ دشمن کو دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ پڑے۔
۱۲۴:۹ = اِذَا مَا - جب کبھی۔

= فَمِنْهُمْ - میں ضمیر ہم جمع مذکر غائب - منافقین کی طرف راجع ہے جن میں سے بعض جب کبھی
کوئی سورت نزل ہوتی تو مذاق کے طور پر مسلمانوں سے پوچھتے ”کہو تم میں سے کس کے ایمان
میں اس سے اضافہ ہوا ہے“

= زَادَتْهُ - میں ضمیر واحد مذکر غائب اَيْتَكُمْ کی طرف راجع ہے - یعنی تم میں سے کون ہے
جس کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کر دیا ہے - زَادَتْ كَا فاعل هَذِهِ ہے جس کا اشارہ سورۃ
کی طرف ہے۔

== يَسْتَبْشِرُونَ مضارع جمع مذکر غائب (يَسْتَبْشِرُونَ) مصدر۔ وہ خوش ہوتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں (سورۃ کے نزول پر)

۱۲۵: ۹ = فَرَادَهُمْ جَسًا اِلَى رَجْسِهِمْ۔ یہ سورۃ ان کی نجاست میں مزید نجاست کا اضافہ کرتی ہے۔ شاعر کا یہ شعر کتنا مناسب حال ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

۱۲۶: ۹ = يُفْتَنُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ فَتَنٌ سے۔ وہ مصیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

منافقین جو غفلت اور عناد کا شکار تھے۔ ان کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے سال میں متعدد بار ایسے حالات سے دوچار کر دیا جاتا جو ان کو خواب غفلت سے دوچار کر دیتے۔ اسلام کے خلاف ان کی سادشیں ناکام ہوتیں۔ بے سرو سامانی کے باوجود مسلمان ہر میدان میں اپنے سے طاقتور دشمنوں کو شکست پر شکست دیتے چلے جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ایسے معجزات رونما ہو جن کے دیکھنے کے بعد حضور کی صداقت کا یقین ہو جاتا۔

اس کے علاوہ انہیں طرح طرح کی تکالیف اور مالی خساروں میں مبتلا کیا جاتا تاکہ یہ خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ لیکن انہیں توبہ کی توفیق نہ ہوتی اور نہ نصیحت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوتی۔

۱۲۷: ۹ = اِنْصَرَفُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چل دیتے۔ وہ پلٹ جاتے (حضور کی مجلس) اِنْصِرَافٌ (الفعال) سے صرف مادہ۔

اِنْصَرَفٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا یا کسی اور چیز سے بدل دینا۔ محاورہ ہے کہ صَرَفْتُهُ فَانْصَرَفَ میں نے اسے پھیر دیا وہ پھر گیا۔

= صَرَفَ اللہُ کُلُّوْہُمْ۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے (ایمان سے یا فہم قرآن سے) یہ جملہ منافقین کے لئے بد دعائیہ بھی ہو سکتا ہے۔ خدا ان کے دلوں کو پھیر دے۔

= بِاٰثِمٍ۔ میں باء سببیہ ہے۔ بدی وجہ۔ اس سبب سے کہ اَنْتُمْ قَوْمٌ لَّيْفَقَهُوْنَ۔ یہ لوگ سوء فہم اور عدم تدبیر کا شکار ہیں۔ سوچ بوجھ نہیں رکھتے۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

۱۲۸: ۹ = عَزِيزٌ عَلَیْہِ۔ شاق گذرتی ہے اس پر۔ گراں گذرتی ہے اس پر۔ بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ علی ہو تو شاق اور دشوار کے معنی دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت

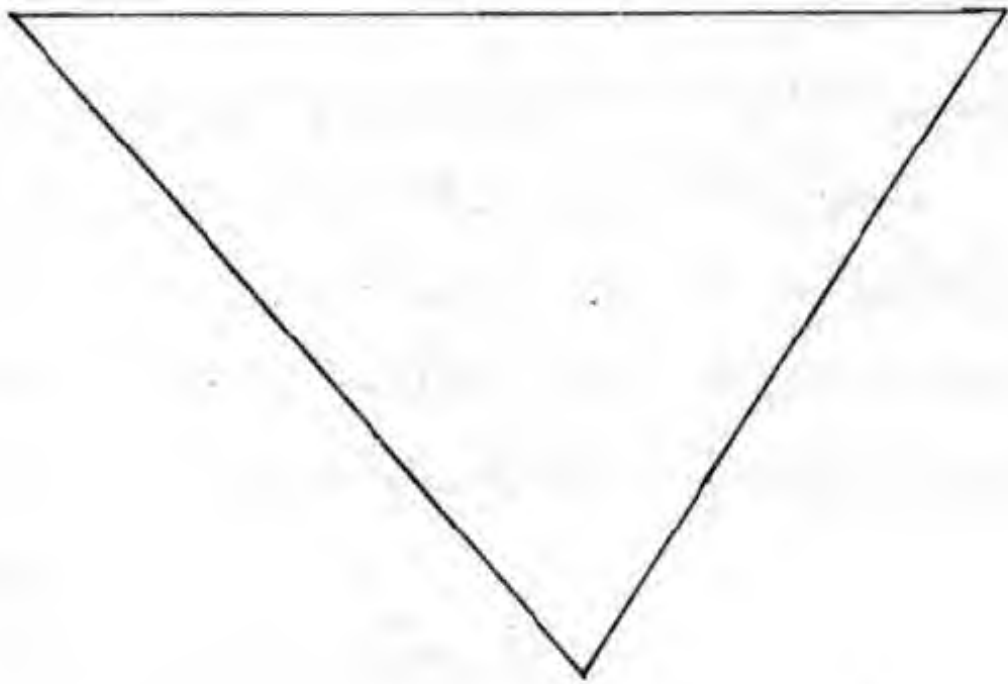
ہو تو جو ہمیشہ غالب ہے کا معنی دیتا ہے اس کا باب نصر ہے۔ اور حبب ضرب ہو تو اس کا معنی گراں ہونے کا ہوتا ہے۔

= مَا عَنِتُّمْ میں ما موصولہ ہے عَنِتُّمْ ماضی جمع مذکر حاضر عَنِتُّ سے۔ عَنِتَّ يَعْنَتُ (سمع) دشواری میں پڑنا۔ مصیبت میں ہلاک ہونا۔ یعنی تمہارا دشواری میں پڑنا یا کسی مشقت یا تکلیف میں مبتلا ہونا اس پر نشان گذرتا ہے۔

= حَرِّصُ عَلَيْكُمْ۔ اے حریص علی ایما نکم والیصال الخیر الیکم۔ یعنی تمہارے لئے ایمان۔ بھلائی اور ہدایت کا نہایت ہی خواہشمند ہے۔

حَرِّصُ بِرُوزْنٍ فَعِيلٌ۔ حرص کرنے والا۔ تلاش رکھنے والا۔ شدت سے خواہش رکھنے والا۔ اس آیت میں خطاب نہ صرف اہل عرب سے ہے بلکہ ساری دنیا کے عوام الناس سے ہے ۱۲۹:۹ = تَوَلَّوْا۔ انہوں نے منہ موڑا۔ انہوں نے پشت پھیری۔ تَوَلَّى سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= حَسْبِيَ۔ حَسْبٌ۔ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ معنای الیہ حَسْبٌ اسم فعل بمعنی کافی۔ مجھ کو کافی ہے۔ مجھ کو بس ہے۔ حَسْبَ یَحْسِبُ کا مصدر بھی ہے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱۰) سُورَةُ يُنُسُ (۵۱)

۱:۱ = اَلرَّا - الف - لام - را - حروف مقطعات ہیں - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

(۱:۲)

= تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ - تِلْكَ - اسم اشارہ بعید - مفرد - مؤنث اٰیٰتِ مضاف
الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ - موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ - مضاف مضاف الیہ مل کر مثنیٰ الیہ -

یہ پُر از حکمت کتاب کی آیاتیں ہیں - آیات سے مراد وہ آیات بھی ہو سکتی ہیں جو اس سورۃ میں ہیں
اس سورۃ میں الکتاب سے مراد السورۃ یعنی سورۃ ہذا ہے - یا آیات سے مراد آیات قرآنی ہیں اور
الکتاب سے مراد القرآن ہے - یعنی یہ آیات قرآن کی آیات ہیں جو حکمت سے پُر ہیں -

اسم اشارہ بعید آیات کی عظمت شان کے لئے استعمال کیا گیا ہے -

= اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا - میں آ استفہام انکاری کے لئے ہے - کیا لوگوں کو یہ بات بہت ہی

عجیب نظر آتی ہے (حالانکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے) الناس سے مراد کفار عرب ہیں

= رَجُلٍ - سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اٰی اِلٰی بَشَرٍ مِّنْ جِنْسِهِمْ - انہیں
کی جنس سے ایک فرد -

= اَنذَرُ - اِنذَرُ سے امر وائد مذکر حاضر - تو ڈرا -

= اَنذَرِ النَّاسِ میں النَّاسِ سے مراد جمیع الناس ہیں

= قَدَمَ صِدْقٍ - مضاف مضاف الیہ اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے - قَدَمٌ بمعنی

پاؤں اور صِدْقٍ کے معنی ہیں سچائی - قوت - خیر - خلوص - شرف - فضیلت

قَدَمَ صِدْقٍ کے مختلف معانی کئے گئے ہیں -

۱ - القَدَم - السَّابِقَةُ - والمعنی انهم قد سبق لهم عند الله خَيْرٌ (رازی) یعنی القَدَم کے معنی

السابقة ہیں اور آیت کے معنی ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور ایسی خیر مقدر ہے جس میں انہیں تزیج دی جائیگی۔

۲ = اِنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ ان کے لئے نیک اجر ہے (مجمع البیان - مظہری)

۳ = اِنَّ لَهُمْ مَنَزِلَةً رَّفِيعَةً۔ ان کے لئے بلند مرتبہ ہے (کشاف، بیضاوی - زجاج - روح المعانی)

۴ = اِنَّ لَهُمْ مَقَامَ صِدْقٍ۔ ان کے لئے فضیلت کا مقام ہے۔ (کشاف)

۵ = قَدَامَ صِدْقٍ۔ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ اور قدم سے کنایہ مراد عمل ہے جو اقدام کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے جس طرح کنایہ نعمت کو یذہ (ہاتھ) کے لفظ سے بیان کر دیتے ہیں اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے: ان کے لئے اللہ کے حضور وہ اعمال صالحہ ہوں گے جو انہوں نے کئے (مدارک)

۶ = قَدَامَ صِدْقٍ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے (ضیاء القرآن بحوالہ مظہری و قرطبی) لیکن آیت کے سیاق و سباق سے مناسبت نہیں رکھتا۔

۱۰: ۳ = اِسْتَوٰی عَلٰی۔ اس نے قرار کپڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ متمکن ہوا۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۲ اور ۵۴: ۵۲ = الْعَرْشِ۔ عرش اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوشٌ ہے قرآن میں ہے وَهِيَ خَادِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (۲۵۹: ۲) اور اس مکانات اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے عَرَّشْتُ الْكَرَمَ وَعَرَّشْتُهُ (باب نصر) کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹیٹیاں بنانا ہے اور ٹیٹوں پر چڑھائی ہوئی بیل کو مَعَرَّشٌ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں آیا ہے مَعْرُوشَتٍ وَغَيْرُ مَعْرُوشَتٍ (۱۴۱: ۶) ٹیٹوں پر چڑھائے ہوئے اور ٹیٹوں پر نہ چڑھائے ہوئے اور وَمَا كَانُوا لِعَرْشُونِ (۱۳۷: ۷) اور جو وہ ٹیٹوں پر چڑھاتے تھے۔

یا بقول حضرت ابن عباس و مجاہد مَا كَانُوا يَلْبَنُونَ مِنَ الْقُصُورِ وَغَيْرِهَا۔ محل وغیرہ جو وہ تعمیر کرتے تھے۔

اس بلندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہا جاتا ہے۔ جیسے وَرَفَعَ

الْبَوِيَّةَ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزت۔ غلبہ۔ سلطنت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ ثَلَّ عَرْشَهُ (یعنی فلاں کی عزت جاتی رہی۔)

عرش الہی سے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں اور اس کی حقیقت ہمارے فہم سے بالاتر ہے وہ عام بادشاہ کے تخت کی مانند نہیں کیونکہ ذات الہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے

بعض کے نزدیک عرش سے مراد فَلَکُ الْاَعْلٰی (فَلَکُ الْاَفْلَکِ) ہے واللہ اعلم بالصواب،
 = یُدَبِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب دَبَّرَ یَدَبِّرُ (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے۔ تدبیر کرتا
 ہے۔ اَلَا مَرَّ۔ ہر کام کی۔

= شَفِیع۔ شفاعت کرنے والا۔ سفارش کرنے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔

= تَدَاكَرُوت۔ ای تفکروت۔ تم کیوں نہیں غور و فکر کرتے۔ تم کیوں نہیں سوچتے۔

۱۰۔ ۴ = وَعَدَ اللّٰهُ۔ وَعَدَ۔ اسم و مصدر منصوب۔ مضاف اللّٰهُ مضاف الیہ (یہ) اللّٰهُ کا وعدہ

(ہے) یہاں وعدہ سے مراد اِلَیْهِ مَوْجِعُكُمْ جَمِیعًا ہے۔ حَقًّا اسم و مصدر۔ وعدہ کی تاکید ہے

وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا۔ ای وعد کہ اللّٰهُ ذَلِکَ وَعْدًا حَقًّا یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اللّٰہ نے تم سے کیا ہے

= اِنَّهُ یَبْدُؤُ الْخَلْقَ۔ مضارع واحد مذکر غائب یَبْدُؤُ۔ مصدر (باب فتح) یہ جملہ متانفہ

رینا، ہے۔ وہ ابتدائی تخلیق کرتا ہے یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے۔ یعنی تخلیق اول اسی نے کی

= یُعِیدُہَا۔ اس کو دہراتا ہے۔ اس کا اعادہ کرتا ہے۔ یعنی دوبارہ پیدا کرے گا۔ لوٹائے گا۔

= بِالْقِسْطِ۔ ای بالعدل۔ عدل و انصاف کے ساتھ۔

= حَمِیم۔ نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کہ اپنے دوست کی حمایت میں

گرم ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ ۵ = ضِیَاءٌ۔ چمک روشنی۔ چمکنا۔ روشن ہونا۔ اجوف داوی ہے۔ اور مہموز اللام۔

اصل میں ضِیَاءٌ تھا۔ چونکہ واؤ کا ماقبل مکسور ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل دیا۔ ضِیَاءٌ یا تو

مصدر ہے۔ جیسے قَامَ سے قِیَامٌ اور صَامَ سے صِیَامٌ۔ یا ضِیَءٌ کی جمع ہے جیسے سَوَطٌ سے سِیَاطٌ اور

حَوْضٌ سے حِیَاضٌ لیکن نُورًا (جو چاند کی صفت میں آیا ہے) سے اس کا مصدر ہونا ہی زیادہ مناسب

مصدر کی صورت میں بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے روشن کنڈہ۔ جَعَلَ الشَّمْسُ ضِیَاءً۔ ای ذات

ضِیَاءٌ۔ روشنی والا۔ روشن۔ درخشاں۔ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو (السان)

= نُورًا۔ ای ذَا النُّورِ (نور والا) مُنِیرًا۔ چمکدار۔ نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالواسطہ ہو۔ (السان العرب)

= قَدَّرَہَا۔ قَدَّرَ یَقْدِرُ (تفعیل) ماضی واحد مذکر غائب۔ قَدَّرَ اللّٰهُ عَلَیْہِ الْاَمْرَ۔ و

قَدَّرَ اللّٰهُ لَہُ الْاَمْرَ۔ اللّٰہ تعالیٰ کا کسی چیز کا فیصلہ کرنا۔ یا اس کا حکم عائد کرنا۔ قَدَّرَ الشَّیْءُ بِالشَّیْءِ کسی

چیز کو کسی دوسری چیز پر قیاس کرنا۔ مقرر کرنا۔ تقدیر میں لکھ دینا۔ مقدر کر دینا۔

آیہ نہ ایں۔ منزلیں مقرر کرنا۔ جیسا کہ قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَقَدَّرَ فِیْہَا السَّیْرَ (۱۸: ۳۳) اور ان

میں سفر کی منزلیں ایک اندازے پر مقرر کر دیں۔ اور وَالْقَمَرَ قَدَّرَہُ مَازِلَ (۳۶: ۳۹) اور ہم

حساب چاند کی منزلیں مقرر کر دیں۔

قَدَّارَةٌ میں ضمیرہ کا مرجع الشمس والقمر دونوں ہیں ایک کا ذکر کر کے دونوں مراد لینا قرآن میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَاللَّهُ دَرَسُوهُ أَحَقُّ أَنْ يُؤْضُوهُ (۶۲:۹) حالانکہ اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کریں۔ اس صورت میں ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا۔ اور ان دونوں کی حساب سے منزلیں مقرر کر دیں۔

بعض کے نزدیک یہ ضمیر واحد مذکر غائب القمر کے لئے ہے اور منازل سے مراد یہاں چاند کی مختلف منزلیں ہیں جو ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ چاند کو اس لئے مختص کیا گیا ہے کہ نسبت سورج کے اس کی گردش عام فہم ہے اور اسی پر مہینے اور سال مرتب کئے جاتے ہیں اور یہی حساب شرع میں رائج ہے۔

= الْحَسَابِ - حساب الاوقات - ساعات - ایام - شہور - وغیرہ کا حساب۔

۱: ۷ = لَا يَرْجُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب رَجَاءٌ - مصدر - وہ امید نہیں رکھتے۔

یقین نہیں رکھتے۔ رَجَاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا يَخَافُونَ وہ نہیں ڈرتے کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف اور رہا۔ باہم لازم ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے ملنے کی توقع ہو تو ساتھ ہی اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی دامن گیر رہتا ہے اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید پائی جاتی ہے۔

= لِقَاءَنَا - مضاف مضاف الیہ - ہماری ملاقات - ہمارے سامنے (ان کی) پیشی - ہم سے (ان

کی) ملاقات - ہمارا دیدار - لِقَى يَلْقَى (سَمِعَ) لِقَاءٌ - ملنا - دیکھنا - ملاقات کرنا - لَا تَقِي يَلْقَى

مُلَاقَاةً (باب مفاعله) آمنے سامنے آنا - ملاقات کرنا۔

= اٰیٰتِنَا - ہماری آیات - ہماری نشانیاں - مراد دلائل توحید - یا بقول حضرت ابن عباس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن۔

= غَفِلُونَ - غفلت برتنے والے - دھیان نہ دینے والے - روگردانی کرنے والے - اعراض کرنے والے

۱۰: ۸ - اُولَٰئِكَ - اسم اشارہ بعید - جمع مذکر - وہ لوگ - یہاں مشار الیہ دو ٹوٹے مذکور ہوتے ہیں۔

۱، اَلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا - اور الَّذِینَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غَفِلُونَ۔

= مَاؤُهُمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کا ٹھکانا۔

۱۰: ۹ = بَحْتِ النَّعِيمِ - موصوف و صفت - نعمت و راحت - عیش و آرام کے باغات۔

۱۰:۱۰ = دَعُوهُمْ - مضاف منضاف الیه - ان کی دعا ان کی پکار - ان کی صدا - ان کا نعرہ
 = قَحِيَّتُهُمْ - ان کی دعائے ملاقات - ان کی دعائے خیر - تَحِيَّةُ کے معنی کسی کو حَيَّاكَ اللہ (اندا
 تمہیں زندہ رکھے) کہنے کے ہیں - اصل میں یہ جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اصل میں
 تجہ حیات سے مشتق ہے پھر دعائے حیات کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔
 تَحِيَّتُهُمْ - ان کا ایک دوسرے کو دعا حیات دینا بھی ہو سکتا ہے اور ملائکہ کی طرف سے بھی ان
 کے لئے دعا حیات ہو سکتا ہے۔

پہلی صورت میں اس کا معنی ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیں گے - اور دوسری صورت
 میں (ملائکہ کی طرف سے) ان کو دعا حیات اور سلامتی کی دعا ہوگی۔
 = وَ اخِرُ دَعْوَاهُمْ اور آخر میں وہ سب پکار اٹھیں گے۔
 اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

۱۰:۱۱ = يُعَجِّلُ - مضارع واحد مذکر غائب (تفعیل) مصدر - وہ جلدی کر دیتا۔
 تعجیل کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا - عجلت سے جلدی کرنا جیسے
 قرآن میں ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ (۱۱۴:۲۰) قرآن کی تلاوت میں جلدی مت کرو - تعجیل بھی
 بمعنی جلدی کرنا ہے مثلاً مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ
 (۱۸:۱۷) جو دنیا کی آسودگی کے خواہشمند ہیں ہم ان میں سے جسے چاہیں اور جتنا چاہیں جلدی دے
 دیتے ہیں (العاجلة بمعنی دنیاوی ساز و سامان) يٰۤاَعِجَلْ لَّنَا قِطْعًا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۱۶: ۳۸)
 ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔

= اسْتَعْجَالُهُمْ استفعال (استفعال) مصدر - مضاف - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیه
 کسی کام میں جلدی کی طلب کرنا - عجلت چاہنا - مثلاً يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ (۲۲:۲۴) وہ لوگ
 تم سے جلدی عذاب لانے کے لئے کہہ رہے ہیں - اسْتَعْجَالُهُمْ ان کا جلدی کے لئے طلبگار ہونا
 وَ تَوَّ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْجَالُهُمْ بِالْخَيْرِ - انسان جس طرح فائدہ کے لئے
 جلد باز ہوتا ہے اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچانے میں جلد باز ہوتا (یعنی اگر اس کا قانون جبراً
 ایسا ہوتا کہ ہر بد عمل کا برا نتیجہ فوراً کام کر جائے) تو اس کا وقت کب کا پورا ہو چکا ہوتا (سیکن قانون جبراً
 نے یہاں ڈھیل دے رکھی ہے) ابوالکلام آزاد

= لَقَضَىٰ إِلَيْهِمْ أَجَلَهُمْ - ان کا وقت ختم ہو گیا ہوتا - اور وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔

= فَتَنَ رُ - مضارع جمع متکلم وَتَنَ (باب سَمِعَ) وَتَنَ مصدر ہم ناقابل پردہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے ای ولیکن لا نجعل فَتَنَ رُ - لیکن ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔

= طَغْيَانِهِمْ - ان کی سرکشی - ان کی گمراہی - ان کی نافرمانی۔

= يَعْهَوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب عَمَّه مصدر (باب فتح - سَمِعَ) وہ سرگردان پھرتے رہیں عَمَّه - سرگردانی - گمراہی میں حیرانی۔

۱۲:۱۰ = الضَّرُّ - تکلیف، بلا، سختی - ضرر - ایذا - اسم ہے - یہ بدر حالی خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہونے کے۔

۲ - یا اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بناء پر

۳ - خواہ حالت ظاہری میں بوجہ مال و جاہ کی قلت کے۔

= لَجَبْنِه - جَنْبٌ - پہلو - یعنی اپنے پہلو کے بل۔

= كَشَفْنَا ماضی جمع متکلم ہم نے دور کر دیا - ہم نے ٹال دیا - (آیہ ہذا) کھولنا اور پردہ ہٹانا کے معنی میں جیسے لَقَدْ كُنْتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ ۝۱۰۲۲ یہ وہ دن ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ ہٹا دیا۔

= مُسْرِفِينَ - اسم فاعل جمع مذکر - مجرور - اسْوَافٌ مصدر - حد اعتدال سے آگے بڑھ جانے والے بے جا و بے ہودہ صرف کرنے والے - حد حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے۔

= ذِينَ الْمُسْرِفِينَ - ۱ - یہ تینوں اللہ کی جانب سے بھی ہو سکتی ہے۔

۲ - شیطان کی جانب سے بھی اور ۳ - انسان کے اپنے نفس و امارہ کی طرف سے بھی۔

۱۳:۱۰ = الْقُرُونِ - قَرْنٌ کی جمع - وہ قومیں جن سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔

قومیں - امتیں -

۱۳:۱۰ = لَمَّا - جب۔

۱۵:۱۰ = اِئْتِ - اَتَى يَأْتِي (ضَرَبَ) اِتْيَانٌ مصدر - بمعنی آنا - جب اس کے صلہ میں

بلو آتی ہے تو یہ متعدی بمعنی لانا ہو جاتا ہے - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر - اَتَى ب ... لانا - اور اَتَى ... ۴ - کسی کو کوئی چیز پیش کرنا۔

۱: = مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي - تِلْقَاءِي - میری طرف سے - اپنی طرف سے۔

تِلْقَاءٌ - طرف - لِقَاءٌ سے جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں - ملاقات کرنے اور آمنے سامنے

ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لِقَاءَ کا اسم ہے۔ جَلَسَ تِلْقَاءَ وہ اس کے مقابل بیٹھا۔ فَعَلَ الْأَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ۔ اس نے اس کام کو خود کیا بغیر اس کے کہ کسی نے اس کو مجبور کیا ہو۔

== اِنْ اَتَّبِعْ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

== يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ بڑا سخت دن۔ یوم قیامت۔ يَوْمَ تَرَوْنها تَذْهَبُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ (۲:۲۲) جس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائیگی۔

عَذَابِ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ یوم عَظِيمٍ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ عَذَابِ مضاف مضاف مضاف الیہ مل کر فعلِ آخِات کا مفعول۔

۱۶:۱۰ = مَا تَكُونُ۔ میں تلاوت نہ کرتا۔ میں نہ پڑھتا اس کو (قرآن کو) تَكُونُ ماضی واحد متکلم = لَا أَذْهَبُ۔ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ وہ خبردار نہ کرتا۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نہ ہی وہ (اللہ تعالیٰ) آگاہ کرتا تمہیں یہ اس (قرآن) سے۔

== كَيْفَ تَكُونُ ماضی واحد متکلم كَيْفَ مصدر۔ میں رہا۔ میں رہتا رہا۔

۱۷:۱۰ = اِفْتَرَىٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اِفْتَرَاۤءٍ سے

۱۸:۱۰ = اَتَذْكُرُونَ۔ الف استفہام کے لئے ہے تَذْكُرُونَ جمع مذکر حاضر۔ تَذْكُرُ اور تَذْكُرْتُمْ سے۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو۔

== اَتَذْكُرُونَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ کیا تم اللہ کو ایسی بات بتا رہے ہو جو زمین و آسمان میں اس کے علم میں نہیں۔ یعنی زمین و آسمان کی ہر بات تو اس کے علم میں ہے پھر تم یہ کیا بات اس کو بتا رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اس بات کا وجود ہی نہیں اور تم محض ایک بے بنیاد من گھڑت بات بنا رہے ہو (اس سے کفار کی بتوں سے شفاعت کی امید کی حقیقت کی نفی قطعی طور پر مقصود ہے)

۱۹:۱۰ = فَاخْتَلَفُوا۔ بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنائے۔ بعد میں مختلف عقیدوں میں بٹ گئے۔

== كَلِمَةً۔ ای القضاء والتقدير۔ ایک بات پہلے سے طے شدہ۔ ازلی حکم۔

== سَبَقَتْ (جو) پہلے سے (طے) ہو چکا ہے۔ واحد مؤنث غائب۔ باب ضرب۔ اسی سے مسابقة

اور اسباق آتے ہیں۔ اس کے اصلی معنی چلنے میں آگے ہونے کے ہیں۔

وَلَوْلَا حِكْمَةُ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقَضَيْتُمْ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝
 اگر تیرے رب کا فیصلہ پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا آپس کا جھگڑا کبھی کاچکا دیا گیا ہوتا
 ۲۰:۱۰ = لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْكَ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ - (کیوں نہ نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب
 کی جانب سے۔ کفار کا ابتداء سے یہ طریق رہا ہے کہ جو نشان نازل ہو چکے ہیں ان کو تو مانتے نہیں۔
 اور ریورٹ لگاتے رہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں نازل ہوا۔ نشان سے اصل مقصد ان کا اپنا مطلوبہ
 نشان ہے۔

۲۱:۱۰ = اَذَقْنَا - ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَهُ - مصدر (افعال) اَذَقُّ (اجوف داوی) اَذَاقَ
 يَذِيقُ اِذَاقَهُ چکھانا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ ہم چکھاتے ہیں۔ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً -
 لوگوں کو رحمت سے نوازتے ہیں۔

= مَسَّنَهُمْ - ماضی واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو پہنچی۔ ان کو
 لاحق ہوئی۔ مَسَّ يَمْسُ (نصرد) چھونا۔ پہنچنا۔ مَسَّ الْمَرْضُ اِدِ الْكِبَرِ فَلَدْنَا - فلاں کو بیمار
 یا بڑھاپا لاحق ہوا۔

= مَكْرًا - الْمَكْرُومُ کے معنی حیلے کسی شخص کو اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اگر اس چال
 سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو یہ محمود ہے ورنہ مذموم۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ہمیشہ اول الذکر معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں
 آیا ہے وَ اِنَّ لِلّٰهِ حَيُّوُ الْمَاكِرِيْنَ (۵۴:۳۱) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے اِذَا الْهَمُّ مَكْرًا فِي
 اٰيَاتِنَا۔ تو فوراً ہماری آیات میں مکر و فریب کرنے لگ پڑتے ہیں یعنی ان کی الٹ تاویلیں کرنی شروع
 کر دیتے ہیں۔

(یعنی بجائے اس کے کہ تکلیف سے خلاصی اور نعمت و رحمت کی نوازش کو اللہ تعالیٰ سے
 منسوب کریں وہ حیلہ بہانہ سے اسے یا تو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں یا ستاروں
 کی گردش پر اسے محمول گردانتے ہیں)

= اَسْرَعُ مَكْرًا - اسی اسرع مکرًا منکم۔ وہ اپنی چال چلنے میں تم سے بہت تیز ہے۔
 یعنی جب وہ تمہاری چالوں پر سزا دینے کو آجائے تو وہ تم سے بہت تیز تر ہے
 = رُسُلَنَا - ہمارے رسول۔ ہمارے فرستادہ۔ یعنی فرشتے۔ کراما کا بتین۔
 = مَا تَمْكُرُونَ۔ جو فریب تم کر رہے ہو۔ جو چالیں تم چل رہے ہو۔

۲۲:۱۰ = يُسَيِّرُكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

وہ تم کو سیر کرتا ہے۔ تم کو لئے پھرتا ہے۔ تَسَيَّرُ (تفعیل) مصدر

= الْفُلُكُ - کشتی۔ جہاز۔ یہ لفظ مَوْنُث۔ مذکر۔ واحد۔ جمع سب کے لئے آتا ہے۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

= جَرَيْنَ۔ ماضی جمع مَوْنُث غائب، جَرَى يَجْرِي (صَرَبَ، جَرَى سے۔ وہ چلیں۔ وہ جاری ہوئیں۔ وہ رواں ہوئیں۔

= بِهْمَ۔ ان کو لے کر۔

= بِرِيحٍ۔ میں ب سببیہ ہے۔ ریح طیبہ کی وجہ سے۔ یعنی موافق ہوا کی وجہ سے۔ رِيحٌ عَاصِفٌ کی ضد ہے۔

= فَرِحُوا بِهَا۔ وہ اس موافق ہوا کی وجہ سے شاداں و فرحاں ہیں۔

= رِيحٌ عَاصِفٌ۔ باد تند۔ آندھی۔ عَاصِفٌ عَصَفَ يَعْصِفُ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ عَصَفَتِ الرِّيحُ۔ ہوا تیز چلی۔ عَصَفَ الرَّجُلُ۔ آدمی تیز دوڑا۔

= أَحْصَتْ بِهِمْ۔ ان کو گھیر لیا گیا ہے۔ أَحْصَتْ۔ أَحْصَا يُحْصِطُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب

= مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔ خَالِصَةً۔ اسی کی اطاعت کرتے ہوئے۔ اطاعت و عبادت میں خَالِصَةً اسی کے بن کر۔ بلا شرکت غیرے اسی کی اطاعت میں ہو کر۔

یہاں پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر وَجَرَيْنَ بِهْمَ سے لے کر اگلی آیت تک غائب کا

صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ خطاب غیبت کی طرف انتقال اظہارِ ناراضگی اور بُعْد کے لئے ہے

= أَنْجَيْنَا۔ تو ہمیں بچالے۔ تو ہمیں نجات بخشے۔ تو ہمیں چھٹکارا دلائے۔ أَنْجَى يَنْجِي أَنْجَاءً۔

دَامَعَالُ رہائی دلانا۔ نجات دلانا۔

= مِنْ هَذِهِ الْاِحْوَالِ۔ مِنْ هَذِهِ الرِّيحِ الْعَاصِفِ۔ ان مصائب

و شدائد سے۔ اس بادِ تند (طوفان) سے۔

۲۳:۱۰ = أَنْجَهُمْ۔ اس نے ان کو نجات دلائی۔ اس نے ان کو بچالیا۔ ماضی واحد مذکر غائب

= إِذَا۔ یہاں اور آیہ (۲۱) اِذَا اللَّهُمَّ مَكْرُؤٌ۔ میں بطور حرفِ مفاجاة استعمال ہوا ہے۔ تو۔ تو۔

اچانک (اچانک اپنا رویہ بدل کر دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں) اس کو اِذَا الفجائیہ بھی کہتے ہیں

خَرَجْتُ فَإِذَا اسْدُ بِالْبَابِ۔ میں نکلا تو اچانک دروازہ پر شیر تھا۔

= يَنْبَغُونَ۔ بَغَى يَبْغِي بَغْيًا (باب صَرَبَ) زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ سرکشی کرنے لگتے ہیں

بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

اصل میں یَبْغِيُونَ تھا۔ ی کی حرکت ماقبل کو دی۔ یہی اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ اسی باب سے چاہنا اور طلب کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔

بَغَى کا تعلق فعل محمود اور فعل مذموم دونوں سے ہے۔

محمود اس طرح کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرنا۔ مثلاً مزدور کو زیادہ مزدوری دینا۔
اور مذموم اس طرح کہ حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ قرآن میں پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ظلم۔ گناہ۔ حد۔ زنا۔ طلب و تلاش

== اِنَّمَا بَغَيْتُمْ عَلٰی اَنْفُسِكُمْ۔ تحقیق تمہاری سرکشی کا (دوبال) تمہیں پر پڑے گا۔ تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف جائے گی۔

== نُبَيِّنْكُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم آگاہ کریں گے۔ ہم تم کو جتلا دیں گے یعنی جتلانے کے بعد سزا دیں گے۔

۱۰: ۲۴۔ اِخْتَلَطَ۔ اختلاط سے (باب افتعال) وہ مل گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

یہ ای بالماء (بارش کے) پانی کے ساتھ۔

== نَبَاتُ الدَّرْعِ۔ زمین کا سبزہ۔ اگنے والی ہر چیز۔ نَبَتٌ يَنْبُتُ (نص) اگنا۔ اگانا۔

== فَاِخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الدَّرْعِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ۔ زمین سے اگنے والا سبزہ جس میں سے بعض کو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں بارش کے پانی سے مل گیا (اور بکثرت اُگایا)۔
== ذُرُوفٌ۔ ملمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ کسی شے کے کمالِ حُسن کو زخرف کہتے ہیں۔

لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے ہو تو جھوٹ سے آراستہ اور ملمع سازی کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ ذُرُوفُ الْقَوْلِ عُرُوفٌ ۱۳ (۱۱۲: ۶) ملمع کی باتیں۔ فریب کی باتیں۔

== اَخَذَتِ الْاَرْضُ ذُرُوفَهَا۔ وَارَ تَلَّتْ زَمِيْنٌ اِبْنُ هَرَّةٍ زَبُورٌ اَرَاْسَتَهُ هَوْنِي

اِذْ تَلَّتْ۔ اصل میں باب تفعّل سے تَزَيَّنَتْ تھا۔ تاکونا میں مدغم کیا۔ زار ساکن ہو گئی اس کے

قبل ہمزہ وصل لایا گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَزَيَّنْتُ زینت پانا۔ آراستہ ہونا۔

اِذْ تَلَّتْ وہ (زمین انواع و اقسام کی نباتات سے) آراستہ و پیراستہ ہو گئی۔ مزین ہو گئی۔

== اَهْلُهَا۔ اہل زمین۔ زمین کے باسی۔

== اَلْهَمَّ قَادِرُوْنَ عَلَيْهَا۔ کہ وہ اس پر قادر ہیں۔ قدرت و قبضہ رکھتے ہیں۔ ہا ضمیر واحد مؤنث

غائب الارض کی طرف راجع ہے۔ مراد اس سے وہ نباتات جو اس پر اگی ہوئی ہے۔ یعنی اہل زمین خیال کرنے لگے کہ یہ زمین اور اس پر ہمہ نوع نباتات ان کے قبضہ قدرت میں ہے۔

= اَنَا هَا آمُرُنَا۔ اِذَا كَا جَوَابُ هِيَ۔ یعنی جب زمین اپنے جوبن پر آگئی۔ اور اہل زمین اس پر اپنا مکمل قبضہ خیال کر کے اترانے لگے تو اچانک ہمارا حکم آپہنچا عذاب کی صورت میں۔

= لَيْلًا اَوْ نَهَارًا۔ رات کے وقت یا دن کے وقت۔ اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہمارے حکم کو وقوع پذیر ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ خواہ دن ہو یا رات اور وہ سب جاگ رہے ہوں یا سب سو رہے ہوں۔

= فَجَعَلْنَا هَا۔ میں ہا ضمیر الارض کی طرف راجع ہے لیکن اس سے مراد زمین پر کی نباتات ہے جو اس کی آرائش و زیبائش کا باعث تھی۔ جَعَلْنَا هَا۔ بنا ڈالا ہم نے اس کو۔

= حَصِيدًا۔ حَصَدَ يَحْصِدُ وَ يَحْصِدُ (باب ضرب و نصر) حَصَادٌ وَ حَصَادٌ فَصْلٌ كَاطَا حَصِيدٌ بَرُوزَن فَعِيلٌ۔ مفعول۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جڑ سے کٹی ہوئی کھیتی۔

= لَمْ تَغْنِ۔ تَغْنِ اصل میں تَغْنِي تھا۔ لَمْ کی وجہ سے آخر سے حرف علت ساقط ہو گیا۔ مَضَاعُ لَفِي بَلَمْ صِيغَةُ وَاحِدٍ مَوْنُثْ غَائِبْ مَضَارِعُ مَنْفِي مَعْنَى مَا ضَعَى مَنْفِي۔

غَنَى يَغْنِي (باب سَمِعَ) غَنَى بِالْمَكَانِ۔ کسی جگہ ٹھہرنا۔ بَسَا۔ رہنا۔ كَانَتْ لَمْ تَغْنِ بِأَلَا مَسْ۔ گویا وہ کل یہاں تھی ہی نہیں۔ اَمْسِ كُلُّ گزشتہ۔

= كَانَتْ۔ جیسے کہ۔ گویا کہ۔

۲۵:۱۰ = دَارِ السَّلَامِ۔ سلامتی کا گھر۔ یعنی جنت۔

۲۶:۱۰ = أَحْسِنُوا۔ انہوں نے بھلائی کی۔ انہوں نے احسان کیا۔

إِحْسَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ یعنی جس کام کے کرنے کا حکم تھا اس کو بجالائے۔ اور جس سے منع کیا گیا اس سے باز رہے۔

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یہ کی ہے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَمَا تَرَكَ تَرَكَ خَانَ لَمْ تَكُنْ تَرَكَ فَإِنَّكَ يَرَاكَ۔ کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے جیسا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو اس طرح کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

= الْحُسْنَى حُسْنٌ سے اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ واحد مؤنث۔ اچھی۔ عمدہ نیک جزا ای الْمَنْزِلَةُ الْحُسْنَى۔ یعنی جنت۔

== وَزِيَادَةً بَلْكَهٗ اس سے بھی زیادہ۔ یعنی دیدار الہی۔

== لَا يَزُهِقُ مَضَارِعُ مَنْفٰی وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ رَهَقُ مُصَدَّر (باب سَمْع) نَہیں چھائیگا۔ رَهَقُ چھاجانا۔ پالینا۔ ایک شے کا دوسری شے پر زبردستی چھاجانا۔

== قَتَرٌ۔ غبار۔ (الفرائد الدرر) قَتَرٌ وَقْتَارٌ کے اصل معنی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں ہے۔ کنجوس آدمی بھی مال دینے کی بجائے گویا دھواں دے کر بہلاتا ہے۔ یہاں مراد سیاہی سے ہے (المفردات) کنجوسی، بخیلی، اسراف کی ضد ہے۔ یہاں غبار ہی زیادہ موزوں ہے (رسوائی و ذلت کا غبار۔

(ضیاء القرآن) وَلَا يَزُهِقُ دُجُوهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ۔ اور ان کے چہروں پر نہ رسوائی کا غبار چھایا ہوگا اور نہ ذلت کا (اثر ہوگا)

۱۰: ۲۴۔ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ۔ اس کا عطف لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا پر ہے اِی وَلِلَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ۔ اور سیئات سے مراد برائیاں از قسم کفر و شرک۔

== جَزَاءٌ۔ یہاں بمعنی سزا کے ہے۔ یا بمعنی بدلہ۔

== بِمِثْلِهَا۔ بآ، زائدہ ہے۔ یا متعلقہ بجزاء ہے۔

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا۔ برائی کی سزا اس برائی جیسی ہی ہوگی۔ یعنی یہ لوگ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے یہاں اللہ تعالیٰ عدل و انصاف کریں گے اور برائی کا بدلہ اس سے زیادہ نہیں بلکہ اس کے برابر ہی دیں گے بخلاف اپنی اس کرم نوازی کے جو احسان کرنے والوں پر فرمائی تھی وہاں نیکی بدلہ الخسائی سے دے کر فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

== عَاصِمٌ۔ بچانے والا۔ حفاظت کرینو والا۔ روکنے والا۔ عِصْمَةٌ سے جس کے معنی حفاظت کرنے اور روکنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مَا لَهُمْ مِنْ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ اِی لَا یَعصِمُ احَدٌ مِنْ عِقَابِهِ۔ کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیگا۔

== كَانَمَا۔ كَانَتْ حرف مشبہ بالفعل مازائدہ۔ ما کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ الْبَرَّكَانِ کا لفظی تصرف باطل ہو جاتا ہے اس وقت یہ اپنے ما بعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔ گویا کہ

== اُغْشِيتْ۔ اِنْشَاء (افعال) سے ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ ڈھانک دی گئی۔ (ان کے چہرے ڈھانک دیئے گئے ہیں)

== قِطْعًا۔ قِطْعَةٌ کی جمع۔ ٹکڑے۔ مِنَ اللَّيْلِ۔ قِطْعًا کا بیان ہے۔

== مُظْلِمًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِظْلَامٌ (افعال) مصدر۔ تاریکی میں پڑا ہوا۔ تاریک۔ ظُلْمَةٌ اندھیرا ظُلُمْتُ جمع۔ مُظْلِمًا۔ اللَّيْلِ سے حال ہے۔

== كَانَمَا اُغْشِيَتْ وُجُوهُهُمْ قِطْعًا مِّنَ اللَّيْلِ مُظْلِمًا۔ ترجمہ ہوگا۔ گویا کہ ان کے چہرے ڈھانپ دیئے گئے ہیں تاریک رات کے ٹکڑوں سے۔

صاحب تفسیر منطہری نے ترجمہ کیا ہے :-

ایسا معلوم ہوگا کہ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

۲۸:۱۰۔ مَكَانَكُمْ۔ اِی الزُّمُوۡا مَكَانَكُمْ وَلَا تَبْرَحُوۡا۔ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ اپنی اپنی جگہ کو مت چھوڑو۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو۔

== زَيَّلْنَا۔ زَيَّلَ يَزِيلُ تَزِيلًا۔ (تفعیل) متفرق اور پراگندہ کرنا۔ زَيَّلْنَا۔ ماضی جمع مستکمل۔ ہم نے جدا کر دیا۔ ہم نے تفریق کر دی۔ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ پھر ہم ان کے باہمی تعلقات منقطع کر دیں گے۔ ماضی بمعنی مضارع زَيَّلَ مادہ۔

== مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُونَ۔ مَا۔ نافیہ ہے۔ تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔

۲۹:۱۰۔ اِنَّ۔ اِنَّ سے مخفف ہے اور لَعَا فِلِیْنِ میں لام اِنْ مخففہ اور نافیہ میں فرق کے لئے آیا ہے۔

۳۰:۱۰۔ هٰذَا لَكَ۔ تب۔ ظرف مکان ہے مجازاً یہاں بطور ظرف زمان استعمال ہوا ہے

بطور ظرف مکان مطلب ہوگا۔ وہاں۔ میدان حشر میں

== تَبَلَّوْا۔ مضارع واحد تَوَتَّ غَائِب۔ بَلَاءٌ سے۔ ہر جان آزما لیگی۔ جان لیگی۔ خبر پالے گی۔ تَبَلَّوْا مادہ۔

== مَا اَسْلَفْتُ۔ یعنی جو اعمال اس نے آگے بھیجے تھے۔ اَسْلَفْتُ ماضی واحد تَوَتَّ غَائِب۔ وہ پہلے کر چکی۔ اس نے آگے بھیجا۔

== رُدُّوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غَائِب۔ ماضی بمعنی مضارع۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔ وہ واپس لائے جائیں گے۔ اس کا عطف زَيَّلْنَا پر ہے۔ اور ضمیر جمع مذکر غَائِب الذین اشرکوا کے لئے ہے۔

== ضَلَّ عَنْ۔ ذَهَبَ عَنْ۔ چھوڑ جائیں گے۔ ان سے کھو جائیں گے۔

== مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ۔ جو انہوں نے من گھڑت خود ساختہ (معبود) بنا رکھے تھے۔ یا جو افتراء وہ باندھتے تھے۔ وہ ان سے گم ہو جائیگا۔ وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔

۳۱:۱۰۔ اَمِّنْ۔ اَمِّنْ۔ یا کون۔ بھلا کون۔

== السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ۔ سمع سے مراد قوت سماعت بھی ہے اور کان بھی اسی طرح البصار سے مراد

بینائی بھی ہے اور آنکھیں بھی۔ اَبْصَارٌ بَصَوُّ کی جمع ہے۔

= يَدَبُ الدَّامِرِ - کارخانہ ہستی کے حملہ امور کا انتظام والصرام کرتا ہے۔

دَبَّ يَدَبُ يَدَبٍ (تفعیل) تدبیر کرنا۔ چلانے کا انتظام کرنا۔

= اَفْلَا تَتَّقُونَ - الهمزة للانكار الواقع - ہمزہ انکار واقع کے لئے ہے۔ ف حرف عطف ہے

اور عبارت محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اذا اعترفتم بربوبيتكم جب تم اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو کیوں نہیں تقویٰ اختیار کرتے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا یا بچنا کے ہیں۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفْلَا تَتَّقُونَ عَذَابَهُ پھر اس کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔

دوسری صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفْلَا تَتَّقُونَ الشِّرْكَ فِي الْعِبَادَةِ۔ تو پھر اس کی عبادت میں شرک کرنے سے کیوں نہیں بچتے۔

۱۰:۳۲ = الْحَقُّ - دَبَّكُمْ کی صفت ہے۔

= مَا ذَا - مَا استفہامیہ ہے اور ذَا بمعنى الذی - یعنی کیا ہے۔ کون ہے۔ نَمَّا ذَا الْبَحْدِ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ - کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے۔

= فَاتَى تُصْرَفُونَ - اَتَى اسم ظرف ہے۔

۱۔ جب ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتَى - جب - جس وقت۔

۲۔ اگر ظرف مکان ہو تو بمعنی اَيْنَ - جہاں - کہاں - ہوتا ہے۔

۳۔ اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی كَيْفَ - کیسے - کیونکر - ہوتا ہے

آیت ہذا میں ۲۔ اور ۳۔ ہر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو۔ یا تم کیسے

بھٹکائے جا رہے ہو۔ تُصْرَفُونَ - مضارع مجہول جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے تم پھیرے جاتے ہو تمہیں

پھیر دیا جا رہا ہے۔ صَرَفَ - سے بمعنی پھرنا۔ اس سے تُصْرِيفٌ پھرنا۔ بدلنا (باب تفعیل سے)

۱۰:۳۳ = كَذَلِكَ - اسی طرح۔

= فَسَقُوا - ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے فسق کیا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ حدود شریعت سے نکل گئے۔

یعنی جس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ حق نہ ہوگا تو نتیجتاً گمراہی ہوگی۔ اسی طرح تیرے رب کا فرمان

اسقوں کے بارہ میں پورا ہو کر رہیگا۔ کہ یہ چونکہ حدود شریعت سے نکل گئے ہیں لہذا اب یہ ایمان لانے

سے ہے۔ یعنی اب یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ - بدل ہے الکلمۃ کا۔

۱:۳۴ - هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ - ہے کوئی تمہارے خود ساختہ معبودوں میں سے؟

= مَنْ يَبْدُو الْخُلُقَ جو ابتدائی تخلیق کرے۔ ثُمَّ يُعِيدُكَا - پھر (فنا کے بعد) اس کا اعادہ

کرے۔ یعنی دوبارہ پیداکرے۔

یہ سوال استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معبودانِ باطل میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کر سکتا۔
= تَوَفَّكُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَفْكَ يَافِكُ (ضَوْبَ) اِفْكَ يَافِكُ (سَمِعَ) جھوٹ
بولنا۔ اَفْكَ عَنْ رَايِهِ۔ کسی کو اپنی رائے سے پھیر دینا۔

اِفْكَ کے اصلی معنی کسی شے کا اس کی اصل جانب سے منہ پھیرنا ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی
صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے
اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔

تَوَفَّكُوْنَ۔ تم کدھر پھیرے جا رہے ہو۔ یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں سستی
سے دروغ گوئی کی طرف۔ اور فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔

۱۰: ۳۵ = لَا يَهْدِيْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اصل میں يَهْتَدِيْ تھا۔ بمعنی وہ ہدایت
نہیں پاتا ہے۔ وہ راہ نہیں پاتا ہے۔

= يُهْدِيْ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کو ہدایت کی جائے۔ اس کی رہنمائی کی جائے
= لَا يَهْدِيْ اِلَّا اَنْ يُّهْدِيْ۔ جو از خود راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی رہنمائی کی جائے۔

امام رازی فرماتے ہیں کہ الہدی سے یہاں مراد نقل و حرکت ہے چنانچہ جب کسی عورت کی ڈول
اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے تو کہتے ہیں اھدیت السوائۃ الی زوجھا ہدی۔

اسی طرح قربانی کو جو حرم کی طرف لے جائی جاتی ہے الہدی کہتے ہیں۔ اور تحفہ کو ہدیہ اسی لئے
کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس منتقل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسرے
دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چلتا ہو۔ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ فلان یھادی بہین
اشنین۔ پس جب ثابت ہو گیا کہ الہدی کے معنی نقل و حرکت کے ہیں۔ تو اس آیت کے معنی یہ ہوتے
کہ جو خود بخود ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جاسکتا سوائے اس کے کہ اسے اٹھا کر وہاں لیجا یا جائے۔
= فَمَا لَكُمْ۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

= کَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۔ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ حُكْمٌ۔ تم حکم کرتے ہو۔ تم
فیصلہ کرتے ہو۔

۱۰: ۳۶ = لَا يُغْنِيْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَغْنَى يَغْنِيْ اِغْنَاءً (اِفْعَالٌ) فَاَنْدَہ نہیں دیگا
بے نیاز نہیں کرے گا۔ اَغْنَى مَنْ۔ کسی چیز سے بے نیاز کرنا۔ اس کا قائم مقام ہو کر اس کی ضرورت پوری کرنا
۱۰: ۳۷ = مَا حَانَ هٰذَا الْقُرْآنُ اَنْ يُّفْتَرٰ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اس کی تقدیر یوں ہے

ماکان هذا القرآن لان يفتري من دون الله - هيسا کہ قرآن میں آیا ہے و ماکان المؤمنون لينفروا كافة (۱۲۲: ۹) ایسا نہیں ہو سکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے۔
اس آیت کا مطلب ہو گا کہ یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔

افتراء بمعنی اختلاف - گھڑنا۔ یعنی کسی اور کا خود ساختہ ہو۔ كَانَ فعل ناقص۔ هَذَا اسم کان۔
القرآن تعریف اسم۔ ان يفتري خبر اول كَانَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ خبر ثانی۔

= وَلَٰكِنْ لَّصَدِيقٌ لِّلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ - تَصْدِيقٌ - کا نصب دو وجہ سے ہو سکتا ہے !
(۱) کہ اس سے قبل كَانَ مقدر ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یا

(۲) اس سے قبل فعل اَنْزَلَهُ محذوف ہے اور یہ فعل محذوف کی علت ہے۔ يَدَايِهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= تَفْصِيلَ الْكِتَابِ - تَفْصِيلٌ کا نصب بھی مثل تَصْدِيقٌ کے ہے۔ الْكِتَابُ سے مراد وہ اصولی تعلیمات - حقائق و شرائع جو تمام کتب آسمانی کالب لباب ہیں۔

= لَا رَيْبَ فِيهِ - یعنی اس کے من رب العلمین ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
۱۰: ۳۸ - آم - کیا۔ استفہام انکاری ہے۔

= قُلْ فَاتَّبِعُوا - اِی قُل ان کان الامر كما تقولون فاتَّبِعُوا الخ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو کہ اگر حقیقت الامر وہی ہے جو تم کہتے ہو تو لے آؤ۔
= وَادْعُوا - للمعاونة - اپنی معاونت کے لئے بلاؤ۔

۱۰: ۳۹ = بَلْ - بلکہ - (ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)۔

آیت ہذا میں اس کا استعمال ماقبل کے البطلال کے لئے ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ کلام من گھڑت اور خود ساختہ ہے (اَمْ يَقُولُونَ افتره) اور مابعد کے اثبات کے لئے کہ (حقیقت یہ ہے) وہ اس کلام کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے اور نہ ہی اس کلام کا انجام (جس کی وہ خبر دیتا ہے) ابھی تک ان کے سامنے آیا ہے۔

= كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُوا بِعِلْمِهِ - كَذَّبُوا - ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے جھٹلایا (باب تفعیل) ب تعدیہ کے لئے ہے اس صورت میں مطلب ہو گا۔ كَذَّبُوا اب انہوں نے جھٹلایا اور اس کا کلام بے مآلہ يَجْحَدُوا بِعِلْمِهِ (مفعول ہو گا۔ انہوں نے جھٹلایا) (اس کلام کو) جس کے علم کو وہ احاطہ ادراک میں نہ لاسکے (ضمیر القرآن کے لئے ہے) مَا موصولہ ہے لَمْ يَجْحَدُوا - مضارع نفی جہد بلم بمعنی ماضی۔ انہوں نے احاطہ نہ کیا۔ وہ حاوی نہ ہوئے۔ انہوں نے پوری طرح نہ جانا۔ عِلْمِهِ مضاف۔

مضاف الیہ۔ اس کے علم کو (یعنی قرآن حکیم کے جملہ علوم کو) یعنی اس چیز (قرآن حکیم) کو جسے وہ پوری طرح نہ جان سکے۔ انہوں نے جھٹلادیا۔ اس کا انکار کر دیا۔ یا انہوں نے تکذیب کی اس چیز کی جس کے معارف پر وہ مکمل آگہی حاصل نہ کر سکے۔

= لَمَّا حَرَفَ نَفِي۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد مسلسل ہوتی ہے (ابھی تک نہیں) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

= تَأْوِيلُهُ۔ تَأْوِيلٌ (تفعیل) اَوَّلٌ سے مشتق ہے جس کا معنی کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مَوَائِلُ کہتے ہیں (یعنی جائے بازگشت) کہا جاتا ہے۔ لوٹ آنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

بَلْ تَحْمَدُ مَوْعِدًا لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْثِقًا۔ (۵۸: ۱۸) بلکہ ان کے لئے ایک مقررہ وقت ہے بدوں جس کے وہ کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔

پس تَأْوِيلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا۔ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ (۶: ۳) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

غایت عمل کے متعلق ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ (۵۳: ۷) کیا اب صرف وہ اس کی تاویل یعنی وعدہ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدہ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی۔

آیت ہذا میں اسی عملی غایت کی طرف اشارہ ہے یعنی ابھی تک وہ اجر و ثواب یا سزا و عذاب جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہوا ہے پر وہ غیب میں مستور ہے اور ابھی تک اس کا وقوع نہیں ہوا۔ اور ترجمہ آیت ہذا کا ہوگا۔ جس کی حقیقت یا انجام کار ابھی تک ان پر ظاہر بھی نہیں ہوا۔

۴۱: ۱۰ = بَرِيئُونَ۔ بَرَار۔ بے تعلق۔ بری الذمہ۔

۴۲: ۱۰ = يَسْتَمِعُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتَمَاعٌ (افتعال) سے وہ سنتے ہیں۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں۔

= تَسْمَعُ۔ اِسْمَاعٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو سناتا ہے۔ تو سنا بیگا۔

= الصَّمَمُ۔ جمع۔ اس کا واحد اصمٌ ہے۔ اس کی مؤنث واحد صماءٌ ہے۔ دونوں کی جمع صمٌ و صماءٌ

ہے صَمَّ يَصْمُ صَمَّاد صَمًّا او پچا سننا۔ بالکل نہ سننا۔ بہرہ ہونا۔

۱۰-۴۳ = عُمَى - اندھے۔ آنکھوں سے اندھے یا دل کے اندھے۔ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اَعْمَى کی جمع۔ عُمَيَّاءُ واحد مَوْنُث۔ ہر دو کی جمع عُمَى ہے۔ عَمَى يَعْمَى (سَمِعَ) عُمَى - اندھا ہونا۔ دل کا اندھا ہونا۔

۱۰:۴۵ = يَوْمَ - اِی اذ کریا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کرو اس دن کو
= يَحْشُرُهُمْ - جب وہ ان کو اکٹھا کرے گا۔

= كَانُ - گویا کہ۔ كَانَ اصل میں كَاتَ ہی تھا۔ اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے
لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور نفلی تصرف ساقط ہو جاتا ہے۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے
اور نہ خبر کو رفع جو كَاتَ کا خصوصی عمل ہے

= لَمْ يَلْبَثُوا - مضارع نفی جہلیم۔ جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں ہے۔ لَبِثُ
(باب سَمِعَ)

= يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ - آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی) لیکن ایک دوسرے کی مدد
نہ کر سکیں گے۔ اس سے اور رنج و صدمہ بڑھے گا کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہو کر رہتی ہے۔
اور جس دن ایسا ہو گا کہ اللہ ان سب کو اپنے حضور جمع کرے گا۔ اس دن انہیں ایسا معلوم ہو گا
گویا (دنیا میں) اس سے زیادہ نہیں ٹھہرے جیسے گھڑی بھر کو لوگ ٹھہر جائیں (ترجمان القرآن)

= قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِلْقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ - اس میں مَا كَانُوا
مُهْتَدِينَ - صفت ہے الَّذِينَ كَذَّبُوا بِإِلْقَاءِ اللَّهِ کی۔ اور ترجمہ یوں ہو گا:-
تحقیق گھاٹے میں ہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور وہ ہرگز ہدایت یافتہ نہ
تھے۔ (راہِ راست پر نہ تھے) (تفہیم القرآن - ضیاء القرآن)
یا: ترجمہ یوں ہو گا۔ جن لوگوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور راہِ ہدایت سے انکار کیا۔ وہ سخت
گھاٹے میں ہے۔ (عبداللہ یوسف علی)

۱۰:۴۶ = اِمَّا - اگر۔ یا۔ خواہ۔

= نُرِيكَ - نُرِيكَ - مضارع۔ جمع معکلم بانون ثقیلہ۔ لَئِ - ضمیر مفعول۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر۔ یا۔ خواہ)

ہم تجھے دکھادیں۔

= نَعِدُكُمْ - مضارع جمع متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - ہم وعدہ عذاب کرتے ہیں وَعْدٌ مصدر (باب ضرب)

= نَتَوَقَّيْتُكَ - مضارع جمع متکلم ہاؤن تاکید ثقیلہ تَوَقَّيْتُ مصدر - (باب تفعّل) ہم تیری زندگی پوری کر دیں - ہم تیری روح قبض کر لیں - ہم تجھے وفات دیدیں۔

= ثُمَّ - واؤ کے معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے بعض نے اسے فتح سے پڑھا ہے۔ ثُمَّ - معنی وہاں۔ ثُمَّ پھر۔

= شَهِيدٌ بمعنی شَهِيدٌ - گواہ - علم رکھنے والا - یا اس سے مراد مقتضائے شہادت ہے یعنی عقاب - یعنی ثُمَّ اللَّهُ يُعَاقِبُ عَلَى مَا يَفْعَلُونَ - پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افعال کا بدلہ دیں گے۔

کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے آتے ہیں جیسے فرمایا وَشَهِدَ شَهِيدٌ مِّنْ أَهْلِهَا (۲۶:۱۲) اس کے قبیلہ میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن برے نتائج یا عذاب سے ہم ان کو ڈرا رہے ہیں ان میں سے بعض نتائج کو بھگتنا - ہم خواہ آپ کو (آپ کی زندگی میں ہی) دکھادیں یا اس سے قبل ہی آپ کو اٹھالیں (اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) بہر صورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کر رہے ہیں (اس لئے وہ نتائج سے بچ نہیں سکیں گے آپ کے جیتے جی نہیں تو آپ کے بعد یہاں نہیں تو آخرت میں اپنے کئے کا بدلہ ضرور پا کر رہیں گے)

۱۰: ۴۷ = قَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ (تو پھر) ان کے درمیان فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ رسول کی بعثت اتمام حجت ہے پھر کوئی امت عذر پیش نہیں کر سکتی کہ ہمارے پاس کوئی راہ ہدایت دکھانے والا آیا ہی نہ تھا۔

یا بَيْنَهُمْ سے مراد بین امتہ در سؤل ہے کہ باوجود لوگوں کے ظلم و تشدد دعوت حق کو روکنے کے - حق فتح مند ہوگا اور باطل نامراد۔

۱۰: ۴۸ = الْوَعْدُ: دھمکی - عذاب کا وعدہ - اکثر جبکہ روز قیامت مُراد ہے - اسم و مصدر مرفوع معرف باللام ہے

۱۰: ۴۹ = أَجَلٌ - مدت مقررہ - وقت مُعَيَّن۔

= لَا يَسْتَأْخِرُونَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - وہ دیر نہیں کر سکتے - وہ تاخیر نہیں کر سکتے۔

اِسْتَاخَرُ لِيَسْتَخِرُ اِسْتِغَاذَ (استفعال) اَخَرُ ماده۔

= لَا يَسْتَقْدِمُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتَقْدَامٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ اول نہیں ہو سکتے۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ تقدیم (تاخیر کی ضد) نہیں کر سکتے۔

۵۰:۱۰ = اَرَاَيْتُمْ۔ اس میں بلفظ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے۔ ماضی جمع مذکر حاضر کیا تم نے دیکھا۔ کیا تم نے سوچا۔ کیا تم نے غور کیا۔ بمعنی اَخْبِرُونِي ہے (بھلا) مجھے بتاؤ تو یہی = بَيِّنَاتٌ۔ رات میں اُڑنا۔ رات میں سوتے دشمن پر حملہ کرنا۔ شیخون مارنا۔ رات کو آنا۔ جیسے فَجَاءَ هَآبَا سَنَابِيَاً اَوْ هُمَّ قَاتِلُونَ (۴:۷۴) پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت (جب کہ وہ سوتے تھے) یا (دن کو) جب وہ قیلولہ (دن کا آرام) کرتے تھے۔

بَيِّنَاتٌ۔ انسان کارات کا ٹھکانہ۔ بعد میں مطلق مسکن کے لئے اور مکان کے لئے اسے بَيِّنَاتٌ دگر کہا جانے لگا۔

= مَا ذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔ اس میں مَا استفہام کے لئے اور ذَا موصولہ ہے گویا یہ مَا اور ذَا سے مرکب ہے۔ بعض اس کو بسیط کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مَا ذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے بمعنی الذی یا پورا استفہام ہے۔ بمعنی کیا۔ کیسے۔ جیسے مَا ذَا تَفْعَلُ۔ تو کیا کرتا ہے = يَسْتَعْجِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب باب استفعال۔ وہ جلدی مانگتا ہے۔ اس میں جلدی چاہتا ہے یہاں جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں۔

= مِنْهُ۔ میں ضمیر کا یا عذاب کے لئے ہے۔ اِی من العذاب۔ اس صورت میں مِنْ تبتعیضہ ہے یعنی عذاب میں سے کچھ۔ یا ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ اِی من اللہ۔ اللہ سے جلدی عذاب کی طلب کر رہے ہیں۔

آیت ہذا میں اِنْ اَشْكُمُ عَذَابُهُ بَيِّنَاتًا اَوْ نَهَارًا شرط ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی اگر اللہ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کے وقت اُڑے (تو تم کیا کر سکتے ہو۔ جب حالت یہ ہے کہ کچھ نہیں کر سکیں گے تو مَا ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ تو کس لئے اللہ سے جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ مجرم لوگ

۵۱:۱۰ = اَتَمَّ اِذَا مَا۔ الف استفہام کے لئے۔ ثُمَّ پھر اِذَا مَا۔ یعنی کب۔ تب

= بِيْہ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ بھی ہو سکتا ہے اور عذاب بھی۔ پھر کیا تم اس (عذاب) کے واقع ہونے پر ہی ایمان لاؤ گے۔ پھر کیا جب آہی جائے گا تو تم ایمان لاؤ گے۔ اصل میں منکرین اسلام کا عذاب پر ایمان ہی نہ تھا تب ہی تو وہ کہتے تھے: وَيَقُولُونَ مَتَى

هَذَا الْوَعْدُ إِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (آیت ۴۸) اور اسی لئے وہ اس کی جلدی مچا رہے ہیں۔
 = اَللُّنَّ - ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے مابین فرض کیا جائے اسے اَللُّنَّ کہتے ہیں جیسے
 اَللُّنَّ اَفْعَلُ كَذَا میں اب کرتا ہوں اَللُّنَّ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے
 اِنَّ اصل میں اَدَانُ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے واو کو الف سے بدلا اس کے ساتھ الف لام تعریف
 کا شامل کر لیا تو اَللُّنَّ ہو گیا۔ ظرف زمان ہے مبنی برفتح۔ بمعنی اب۔

اَللُّنَّ - اَللَّانَ ہے۔ پہلا الف استفہام کے لئے ہے تقدیر کلام یوں ہے و یقال لہم
 اَللُّنَّ تُوْ مَنُونَ اِی حین وقع العذاب۔ اور ان سے کہا جائے گا کیا تم اب ایمان لاتے ہو۔
 جب عذاب وقوع پذیر ہو چکا۔

= وَقَدْ كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب عذاب کے لئے ہے واو حالیہ ہے
 حالانکہ تم اس کی جلدی مچا رہے تھے (اس کے جلدی نازل ہونے کے لئے بیتاب تھے)
 ۵۲:۱۰ = عَذَابَ الْخُلْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لیکن الخلد یہاں مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت
 کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عَذَابَ الْخُلْدِ دائمی عذاب

= هَلْ - استفہام انکاری ہے۔

۵۳:۱۰ = يَسْتَنْبِئُكَ - مضارع جمع مذکر غائب اِسْتَبْنَاءُ (استفعال) مصدر لك ضمیر مفعول
 واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ کے خبر پوچھتے ہیں۔ بِنَاءُ ہے۔

= اَحَقُّ هُوَ۔ میں ہو ضمیر کا مرجع عذاب موعود ہے

= اِیْ۔ ہاں۔ البتہ۔ حرف جواب ہے بمعنی نَعَمْ اور ہمیشہ قسم سے پہلے آتا ہے اور کلام مُقَدِّم
 کی تحقیق اور توثیق کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

= وَرَجِئْ اِی وَاللّٰہِ۔ خدا کی قسم۔ بخدا۔

= مُعْجِزَاتٍ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ہر اپنے دالے۔

(منکرینِ حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ نہ حشر نہ نشر نہ عذاب نہ ثواب۔ لیکن ہو گا یہ
 سب کچھ۔ ان چیزوں کے لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے۔ اس کو عاجز نہیں بنا سکتے۔

۵۴:۱۰ = وَكَوْنًا بِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ سِیءً سے قبل عبارت مخدوف ہے۔ سلسلہ کلام اس طرح ہے
 اور (آنے والا عذاب اس درجہ ہولناک ہے اور اس کا وقوع اس قدر یقینی ہے کہ) اگر ہر اس شخص
 کے پاس جس نے ظلم کیا ہے روئے زمین کی دولت بھی ہو تو ضرور اُسے اس عذاب سے بچنے کے لئے
 فدیہ میں دیدے۔

== اَسْرَوْا - ماضی جمع مذکر غائب اسْتَوَارَ مصدر - اَفْعَالُ سے - یہ اضداد میں سے ہے
 اَسْرَ کے معنی چھپایا اس نے - پوشیدہ رکھا اس نے - یا اس نے ظاہر کیا -
 ابو عبید کہتے ہیں - انہوں نے اپنی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا - (ایسے ہولناک عذاب کو
 دیکھ کر ندامت کو چھپانا ناممکن ہے - اس وقت صبر اور تصنع سے کام لینا ناممکن ہے)
 اور جنہوں نے اس کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے معنوں میں لیا ہے ان کے مطابق :
 شدتِ امر کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے - لیکن دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے -
 = لَنَا - جب -

۱۰:۵۵ = اَلَا - تنبیہ کے لئے ہے - سن لو - جان لو - خبردار ہو جاؤ -
 ۱۰:۵۷ = مَوْعِظَةٌ - اسم مصدر - نصیحت - یعنی قرآن ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر قسم کی نصیحت
 موعظت - ادا - نواہی - توحید وغیرہ مذکور ہے
 ۱۰:۵۸ = قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا - اے قل بفضل اللہ وبرحمته
 ان جاءت هذه الموعظة من ربكم فبذلك فليفرحوا -
 یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرمادیجئے کہ یہ قرآن محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت
 تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے پس چاہئے اس پر خوشیاں منائیں -
 ذَلِكَ کا مشارالیه الموعظة بھی ہو سکتا ہے (الخازن) یا اس کا اشارہ فضل اور رحمت
 کی طرف ہے - امام قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذَلِكَ (واحد) کو واحد - تثنیہ اور جمع سب کے
 لئے استعمال کرتے ہیں - العرب تأتي بذلك الواحد والاثنین والجمع (بجواز ضیاء القرآن
 دوسری صورت میں فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا کا ترجمہ ہو گا -
 پس چاہئے کہ اس فضل و رحمت ربانی پر خوشیاں منائیں -
 هُوَ - ضمیر واحد مذکر غائب کی یا تو قرآن (الموعظة) کے لئے ہے - یا اللہ کی طرف سے فضل
 و رحمت کی عطا کے لئے

= يَجْمَعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - وہ جمع کرتے ہیں - یعنی دنیاوی مال و منال کا حصول -
 ۱۰:۵۹ = قُلْ - اے قل لکفار مکہ (الخازن) (اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ
 سے کہہ دیجئے -

= اَرَأَيْتُمْ - بھلا بتاؤ تو کبھی - (نیز ملاحظہ ہو ۱۰:۵۰)
 = مَا أُنْزِلَ اللَّهُ - میں ماموصولہ ہے یعنی جو رزق اللہ تعالیٰ تمہیں دیتا ہے -

== فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا۔ تم خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال کر دیتے ہو۔ جیسے کہ کفار کا قول تھا۔ وَقَالُوا سَاحِرٌ بَطُولٌ هٰذَا اِلَّا نِعَامٌ خَالِصَةٌ لِّذٰكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰی اَزْوَاجِنَا (۱۳۹:۶) یعنی کافروں نے کہا کہ جو ان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ خالصہ ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔

== تَفْتَرُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جھوٹ باندھتے ہو، جھوٹے طور پر منسوب کرتے ہو۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے فَرَى يَفْرِى فَرَى (ضَرَبَ) فَرَى عَلَيْهِ الْكَذِبَ۔ کسی کے ذمہ جھوٹی بات اور بہتان لگا دینا۔ یعنی باب افتعال سے ہیں۔

۶۰:۱۰ = مَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ۔ میں مآ استفہامیہ تو نسخ اور وغیدہ کے لئے آیا ہے۔ مبتداء ظن مضاف۔ الَّذِينَ اسم موصول۔ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ حملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتداء کی خبر۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف افتراء کا ارتکاب کرتے ہیں کیا خیال ہے اُن کا یوم القیامۃ کے متعلق۔ اِیْ اٰیُّ شَیْءٍ ظَنَّمْ فِیْ ذٰلِكَ الْیَوْمِ اِنِّیْ فَاعِلٌ بِہُمْ۔ کیا خیال ہے ان کا کہ اُس دن میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں (یعنی وہ اپنے کئے کی سزا بھگت کر رہی رہیں گے) ۶۱:۱۰ = شَآءَ (شَاءَ ن مَادہ) کے معنی حالت اور اس اتفاقی معاملہ کے ہیں جو کسی کے مناسب حال ہو۔ اس کا اطلاق صرف اہم امور اور حالات پر ہوتا ہے۔

شان الرأس۔ چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ جس سے انسان کا قوام ہے۔ اس کی جمع شُؤن آتی ہے شَانٌ دھندا۔ فکر۔ حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا۔ شَانٌ کہتے ہیں۔

== وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ۔ مِنْهُ۔ میں ہضمیر واحد مذکر غائب شَانٌ کے لئے ہے۔ ابو البقاء نے اس مِنْ کو اجلیہ کہا ہے یعنی جو اہم کام آپ کر رہے ہیں اور (اس کے ثبوت اور تقویت کے لئے) جو آیات قرآنی آپ پڑھتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ دوسرا مِنْ زائدہ ہے اور قرآن۔ مفعول بہ ہے

== وَمَا تَكُونُ سے لے کر مِنْ قُرْآنٍ تک خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور دَلَّ تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگوں سے ہے یعنی اَنْتُمْ جَمِیْعًا۔ تم سب۔ (مدارک التنزیل)

== شَہُودًا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ حاضرین۔ شَہِیْدٌ کی جمع ہے بحالت نصب۔

= تَفِيضُونَ فِيهِ - تم گھستے ہو - تم لگتے ہو - تم مصروف ہوتے ہو -

اَفَاَضَوْا اِنَاءَهُمَا کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں یہاں تک کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے - اسی سے اَفَاَضُوا فِي الْحَدِيثِ کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی باتوں میں مشغول ہونے اور چرچا کرنے کے ہیں - چنانچہ قرآن میں ہے لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَفَضْتُمْ فِيْهِ (۱۴: ۲۴) تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس کی وجہ سے تم پر نازل ہوتا -

اور جبکہ آیا ہے هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيْهِ (۸: ۴۶) وہ اس گفتگو کو خوب جانتا جو تم اس کے بارہ میں کرتے ہو -

لِهَذَا اِذْ تُفِيضُونَ فِيْهِ - بمعنی جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو

= مَا يَعْزِبُ مَضَارِعَ مَنْفَى وَاحِدٌ مِّنْ غَائِبٍ عَزُوبٌ مصدر - (باب نصر) غائب نہیں ہے - چھپا ہوا نہیں ہے - عَزَبَ مرد بلا بیوی - یا عورت بلا شوہر

= مِّنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ - میں مِّنْ زائد تاکید کے لئے آیا ہے مِثْقَالٌ اسم مفرد - ہموزن - برابر - ثِقْلٌ - بوجھ - وزن - مِثْقَالُ ذَرَّةٍ - ذرہ برابر -

= كِتَابٍ مُّبِينٍ - روشن کھلی کتاب - لوح محفوظ -

۶۳: ۱۰ = الَّذِينَ اٰمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ - یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے -

۶۴: ۱۰ = الْبَشَرِی - خوشخبری -

= لَا تَبْدِلُ یٰلَیْکَ الْکَلِمَاتِ اللّٰہ - جملہ معترضہ ہے - اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی

حَصَلَتْ - اقوال - وعدے -

= ذٰلِكَ سے مراد - دنیوی و اخروی زندگی کے متعلق بشارت ہے -

۶۵: ۱۰ = الْعِزَّة - عزت - سرفرازی - غلبہ - قدرت - بزرگی - اقبال - عَزَّوَجَلَّ کا مصدر ہے بطور اسم بھی مستعمل ہے -

۶۶: ۱۰ = وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَکَآءَ - میں مَا - (را) نافیہ ہے شُرَکَآءَ مفعول ہے یَذْعُبُونَ کا - اور یَتَّبِعُ کا مفعول محذوف ہے - اس طرح اس کا ترجمہ ہوگا ب - وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کے شریک کے طور پر پکارتے ہیں دراصل کسی حقیقت کا اتباع نہیں کر رہے -

(۲) دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مَا استفہامیہ ہے - اور ترجمہ یوں ہوگا -

جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اللہ کا شریک سمجھ کر پکارتے ہیں (آخر) وہ کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں

= اِنْ يَتَّبِعُونَ - میں اِنْ نافیہ ہے اسی طرح اِنْ هُمْ میں بھی اِنْ نافیہ ہے۔

= يَخْرُصُونَ - مضارع جمع مذکر غائب۔ خَرَصَ يَخْرُصُ (باب نصر) وہ اُٹکل درڑا ہے میں وہ قیاسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ اصل میں بروہ بات جو نلن و تخمین سے کہی جائے اسے خَرَصَ کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ اندازہ غلط ہو یا صحیح۔

۶۷: ۱۰ = هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا۔

تَسْكُنُوا - سَكَنَ يَسْكُنُ (نصر) سُكُونٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم سکون پذیر ہو۔ تم چین حاصل کرو۔ اصل میں تَسْكُنُونَ تھا۔ لام کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔

مُبْصِرًا - اسم فاعل واحد مذکر حالت نصب۔ اِبْصَارٌ مصدر (باب افعال) البصار کے معنی دیکھنا۔ جانتا۔ سمجھنا کے بھی آتے ہیں اور دکھانے اور سمجھانے کے بھی۔

اسی بنا پر مُبْصِرٌ کے معنی دیکھنے والا اور دکھانے والا دونوں ہو سکتے ہیں۔ جو خود روشن ہو وہ بھی مُبْصِرٌ ہے اور جو دوسروں کو واضح اور روشن کر دے وہ بھی مُبْصِرٌ ہے

آیت کا ترجمہ ہو گا یہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور (جس نے تمہارے لئے ہر روشن دن بنادیا۔

لیکن جب رات کو دن کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تو تَسْكُنُوا کے مقابلہ میں دن کے وقت کے لئے تنحرکوا متوقع تھا لیکن اس کو وہاں حذف کیا گیا۔ اسی طرح جب دن کے لئے مُبْصِرًا لایا گیا ہے تو اس کے مقابلہ میں رات کے وقت کے لئے مُظْلِمًا کا استعمال چاہئے تھا جو یہاں محذوف ہے۔ یعنی عبارت یوں ہوتی۔ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ مُظْلِمًا لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا لِتَنْحَرَكُوا۔ یعنی وہی ہے جس نے رات کو اندھیر دالی بنایا کہ تم (چونکہ عدم روشنی کی وجہ سے اور کوئی کام نہیں کر سکتے تو) اس میں تم آرام کرو۔ اور دن کو روشن بنایا کہ تم اس کی روشنی میں اپنے کاروبار کے لئے چلو پھرو۔

لیکن متن قرآن کے مطابق تَسْكُنُوا کی رعایت سے تنحرکوا اور مُبْصِرًا کی رعایت سے مُظْلِمًا کو ذہن میں لانا مشکل نہیں۔

مُبْصِرًا - یہاں بمعنی روشن۔ یا دوسروں کو روشن کرنے والا۔ دیکھنے والا۔ یا دکھانے والا دونوں صحیح ہیں۔ دیکھنے والا کے معنی میں یہ ترکیب ایسی ہے جیسے کہتے ہیں نَهَارًا صَائِمًا اس کا دن روزہ رکھتا ہے۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کے طرف کی طرف کر دی۔ جیسا ہم اردو میں بولتے ہیں ندی بہہ رہی ہے۔ حالانکہ

ندی طرف مکان ہے۔ اور اپنی جگہ قائم ہے اس میں جو پانی ہے وہ بہہ رہا ہے اسی طرح مُبْصِرًا سے مراد یہ نہیں کہ دن دیکھ رہا ہے بلکہ لوگ دن کے وقت دیکھ رہے ہوتے ہیں
۶۸:۱۰ = إِنَّ نَافِیْہُ مِنْ زَاوِیَہِ تَکْیِیْدُ نَفْیِ کَ لَے آیا ہے
= سُلْطَان - حجت - دلیل - برہان - سند - زور - قوت - حکومت - یہاں معنی دلیل اور سند کے مشتمل ہے۔

= بِہَذَا - یعنی اس بیہودہ اور باطل قول کی اِتَّخَذَ اللہُ وَلَدًا -
۷۰:۱۰ = مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا - فِی الدُّنْیَا متعلق بہ مَتَاعٌ ہے - اور یہ مبتدا بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی - اگر اسے مبتدا لیا جائے تو خبر محذوف مانی جائے گی اور اس کی تقدیر ہوگی - لَہُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا - ان کے لئے دنیا میں (چند روزہ) ساز و سامان ہے - (اس کے مزے اڑالیں) اور اگر مَتَاعٌ کو خبر لیا جائے تو مبتدا کو محذوف مانا جائے گا اور اس کی تقدیر ہوگی اِفْتِرَاءُہُمْ اَوْ حَیَاتِہُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا - ان کی بہتان بازی اور ان کی (یہ چند روزہ) زندگی دنیا کا (ہی) ساز و سامان ہیں۔

۷۱:۱۰ = اُنْثٰی - امر - واحد مذکر حاضر - تو پڑھ - تو تلاوت کر - تِلَادَةٌ ہے -
= بِنَا - خبر - اطلاع -
= کَبُرَ عَلٰی - گراں گذرنا - کَبُرَ عَلَیْہِ الْاَمْرُ - یہ کام اس کے لئے دشوار ہے - اس کے لئے بھاری ہے - کَبُرَ - ماضی واحد مذکر غائب (باب کوم) ناگوار ہونا -
= تَذْکِیْرٌ - مضاف مضاف الیہ - میرا نصیحت کرنا - میرا سمجھانا - تَذْکِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر
زِکْرٌ مادہ -

= غُمَّۃٌ - تاریک - مشیتہ - مبہم - دشوار - پوشیدہ -

الْغُمَّۃُ کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کو چھپالینا - اسی طرح بادل کو الْغَمَامُ کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے - ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّۃً - پھر تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ نہ ہے - یعنی اس کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہ جائے جو بعد میں تمہارے لئے قلعہ و اضطراب کا باعث ہو۔

= اِقْصُوا اِلَیَّ - تم کر گزرو - تم فیصلہ کر لو - قَضَاءُ سے امر کا صغیہ - جمع مذکر حاضر -
= لَا تُنْظِرُوْنَ - تم مجھے ڈھیل نہ دو - تم مجھے مہلت نہ دو - اِنْظَارٌ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر
ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے -

= مَقَاهِي۔ اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں

۱۔ اس سے کنایہ ”نفس“ مراد ہے۔ جیسے قرآن میں ہے وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ (۲۶:۵۵) ای خاف ربہ۔

۲۔ بمعنی مکئی۔ میرا (تمہارے درمیان) رہنا۔

۳۔ ای قیامی علی الدعوة میرا دعوت دینے کے لئے کھڑا ہونا۔

۴۔ مقام کے معنی عزت کا مقام۔ مذکورہ بالا جملہ وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ یعنی تم پر میرا عزت کا مقام گراں گذرتا ہے۔

اس آیت میں اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَكَذَلِكَ يَأْتِي اللّٰهُ شَرْطَہ اور فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جوابِ شَرْطَہ ہے اور فَاجْمَعُوا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ جوابِ شَرْطَہ پر موقوف یا فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جملہ معترضہ ہو سکتا ہے اور فَاجْمَعُوا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ جوابِ شَرْطَہ ہے۔ اَمْرَكُمْ مضاف مضاف الیہ ہو کر اَجْمَعُوا کا مفعول ہے اور شُرَكَاءَكُمْ کا عطف اَمْرَكُمْ پر ہے اور مفعول مدہ ہے۔

۱۰:۴۲ = فَاِنْ۔ بایں ہمہ اگر۔ اگر بھر بھی۔

= تَوَكَّلْتُمْ۔ تم بھرتے ہو۔ تم منہ موڑتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَوَكَّلْتُ سے۔

۱۰:۴۳ = خَلَّفْتَ۔ خلیفہ کی جمع۔ جانشین۔ قائم مقام۔ نائب (یعنی ہم نے ان لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں بچائے گئے ہلاک ہونے والوں کے بعد زمین پر خلیفہ بنا دیا) = اَلْمُنْذَرِيْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ جن کو نافرمانی اور سرکشی کی سزا سے ڈرایا گیا۔ ڈرائے جانے والے۔

۱۰:۴۴ = فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا بِهٖ مِنْ قَبْلُ۔ پس نہ ہوئے وہ کہ ایمان لادیں اس پر ت پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے (یعنی ان قوموں نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح بیانات (روشن دلائل) کا انکار ہی کیا)

= اَلْمُعْتَدِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب اِعْتَدَاءُ (اِفْتَعَالُ) سے۔ حق سے ہٹنے والے حد سے تجاوز کرنے والے۔ اَلْمُعْتَدِ۔ اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کی تعمیل میں حق و انصاف کی حدود سے تجاوز کر جائے۔

الاعتداء معناه تجاوز حد و الحق والعدل اتباعاً لهوى النفس وشهو

۱۰: ۷۵ = مَلَاةٌ - مضاف مضاف الیه اس کے سرداروں کی جماعت۔

الْمَلَاُ اسم جمع۔ سرداروں کی اور بڑے لوگوں کی جماعت۔ سرداران قوم کی جماعت۔
مَلَاٌ سے مشتق ہے۔ مَلَاً يَمْلُؤُ (نَصَرَ) مَلَاً وَ مِلَاةً۔ بھرنا۔ الْمِلَاُ۔ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ قرآن میں ہے فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ أَحَدِهِمْ مِلْ أَلَدِرٍ ذَهَبًا (۹۱: ۳) سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائیگا۔

الْمَلَاُ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہمیت و جلال سے بھر دے

۱۰: ۷۷ = اَلْقَوْلُونَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَ كُذَّ۔ کیا تم حق کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو جب وہ (یعنی حق) تمہارے سامنے ہے۔

۱۰: ۷۸ = لَتَلْفِتَنَّا۔ کہ تو ہم کو پھیر دے۔ لَفَتَ يَلْفِتُ (ضرب) لَفَتٌ سے واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔
= عَمَّا۔ عَنْ مَّا

= تَكُونُ۔ اِی تَكُونُ۔ یعنی اس لئے کہ اس سرزمین مصر میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے

۱۰: ۷۹ = اِنْتَوْنِي۔ میرے پاس لاؤ۔ اس میں نون وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم کی۔

= سَاحِرٍ عَلِيمٍ۔ ماہر جادوگر۔

۱۰: ۸۰ = اَلْقُوْا۔ تم ڈالو اِلْقَاءُ سے امر جمع مذکر حاضر۔ مُلْقَوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ ڈالنے والے (ہو)

۱۰: ۸۱ = اَلْقُوْا مَا صَنِيَ جَمْعُ مَذْكُرٍ غَائِبٍ۔ انہوں نے ڈالا۔

= مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ۔ یعنی جادو وہ نہیں جو میں لایا ہوں بلکہ جادو وہ ہے جو تم پیش کر رہے ہو

= سَيُطْلَعُ۔ سَيُحَقِّقُ اَوْ سَيُظْهِرُ بَطْلَانَهُ۔ یعنی اس کو مٹا دیگا یا اس کا بطلان (جھوٹ) ظاہر کر دیگا۔

= لَا يُصْلِحُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ وہ نہیں سنوارتا۔ وہ تقویت نہیں دیتا۔ لَا يَقْوِيْهِ

(بیضادی)

۱۰: ۸۲ = بِكَلِمَاتٍ۔ اپنے احکام سے۔ اپنے ارشادات سے۔ اپنے دلائل قطعیہ سے۔

= فَمَا اٰمَنَ۔ مَا نَافِيہ ہے اور اٰمَنَ۔ اٰيْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

= ذَرِيَّةٌ۔ الذَّرِيَّةُ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف عام میں مطلق اولاد پر یہ

لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یہ کس مادہ سے مشتق ہے اس میں علمائے لغت کا اختلاف ہے!
ذُرِّيَّةٌ ذُرِّيَّةٌ ذُرِّيَّةٌ اس کے مصادر بیان کئے گئے ہیں۔

یہاں ذُرِّيَّةٌ سے مراد چھوٹی اولاد (نوجوان) لیا گیا ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔
بالکل چھوٹے بچوں کا ایمان لانا نہ لانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ اتنا شعور ہی نہیں رکھتے۔ نوجوان اس لئے
یہاں مراد لیا گیا ہے کہ ان کے اس فعل سے جو دوسری جانب سے ظلم و ستم و عذاب و عتاب کا طوفان
اٹھ کھڑا ہونے کا ڈر تھا اس کا مقابلہ جوان خون ہی کر سکتا ہے۔ بوڑھے اس کی تاب نہیں لاسکتے۔
اور اس کی مثال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بھی ملتی ہے کہ آپ کی دعوت حق پر
پہلے پہل جو اصحاب ایمان لائے تھے وہ سب نوجوان ہی تھے۔ حضرت علی بن ابیطالب حضرت جعفر طیار
حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت مصعب بن عمیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام حضرات قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔
ابتدائی مسلمانوں میں صرف حضرت عبیدہ بن حارث ہی ایسے تھے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے زیادہ عمر کے تھے۔ اس لئے یہاں ذُرِّيَّةٌ سے مراد نوجوان لینا ہی صحیح ہے۔

= قَوْمِيہ میں ۴ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔

۱) بعض کہتے ہیں کہ اس کا مرجع فرعون ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تو ساری
کی ساری ان پر ایمان لا چکی تھی اور ان کی نبوت در رسالت کو مانتی تھی اس لئے چند نوجوانوں کا ایمان لانا
حضرت موسیٰ کی قوم کی منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ فرعون کی قوم سے چنداں شخص نے حضرت موسیٰ پر ایمان
لایا تھا۔ مثلاً حضرت بی بی آسیہ رضی (فرعون کی بیوی) فرعون کا خزانچی۔ اس کی بیوی اور چند جادو گسر
جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تھے۔

لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان کا یہ استدلال چنداں وزنی نہیں ہے
علماء ادب کی تحقیق کے مطابق اگر اَمَنَ کا صلہ ب ہو تو اس کے معنی کسی پر ایمان لانا اور اس
کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا صلہ ل ہو تو پھر اس کا معنی اطاعت و انقیاد کے ہوتے ہیں
یعنی کسی کی بات ماننا اور اس کے کہے پر چلنا اور عمل کرنا۔ یہاں اَمَنَ کا صلہ ب نہیں ہے کہ بنی اسرائیل
کی اکثریت کا کفر ثابت ہو بلکہ اَمَنَ ل استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت موسیٰ کی
رسالت کو مانتے تھے لیکن اس معرکہ حق و باطل میں آپ کا ساتھ دے کر فرعون اور اس کی قوم کے
ظلم و ستم کا سامنا کرنا نہیں چاہتے تھے

(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کا مرجع موسیٰ ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی

اور دوسری یہ کہ ضمیر ہمیشہ قریب ترک کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر مؤنسی کا لفظ ہے نہ کہ فِرْعَوْنَ کا۔

= مَلَاَ بِهِمْ۔ ان کے سرداران۔ ان کے سرداروں کی جماعت۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس میں ہم ضمیر کا مرجع کون ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ہم کا مرجع ذَرِیَّتُهُ ہے اور یہاں مراد خود بنی اسرائیل کے وہ نوجوان ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیردی میں کھلم کھلا آگے آگئے تھے وہ اپنے سرداران یعنی بڑے بوڑھوں سے ڈرتے تھے کیونکہ اگرچہ ان کے بوڑھے حضرت موسیٰؑ کو ملتے تھے لیکن کھلم کھل کر سامنے آنے سے فرعون کے ظلم و عتاب سے بچنے کے لئے گریز کرتے تھے۔ اور انہیں یہ خدشہ تھا کہ ان کے نوجوانوں کی دیدہ دلیری سے کہیں ساری قوم مورد عتاب نہ ہو جائے اس لئے وہ اپنے نوجوانوں کے اس اقدام پر خوش نہ تھے اور ان کو سختی سے روکتے تھے۔

(۲) اس کا مرجع فرعون ہے اور فرعون کے لئے ضمیر جمع لانے کی دو وجوہات ہیں۔

۱۔ فرعون کے لئے جمع کی ضمیر اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے

۲۔ فرعون سے مراد آل فرعون ہے جیسے ربیعہ اور مضر قبیلے کے افراد اپنے سرداروں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ہم سے مراد آل فرعون ہے۔

= يَفْتِنَهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتَنٌ سے اَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے ہم ضمیر مفعول۔ اَلْفَتَنُ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ (۵۱: ۱۱۳)۔ اس دن جب ان کو آگ میں الٹا سیدھا کیا جائے گا۔ اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے جیسے ذُوقُوا فِتْنَتَكُمْ (۵۱: ۱۱۳) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔

یہ لفظ قرآن میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ آزمائش، مصیبت، فساد، تحقیر، مشق، عیبت وغیرہ۔

اَنْ يَفْتِنَهُمْ۔ میں یَفْتِنُ صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ اس کا فاعل یا تو ۱۔ فرعون ہے اور صیغہ جمع اس لئے نہیں لایا گیا کہ سرداران فرعون بھی اس کے تابع امر تھے (خازن) یا (۲) فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ ہے جیسا کہ عبداللہ یوسف علی نے اپنے ترجمہ میں استعمال کیا ہے کہ وہ انہیں کسی عذاب میں مبتلا نہ کر دیں۔

== عَالٍ - سرکش - متکبر - غالب - عَلُوٌّ سے ضعیف اسم فاعل واحد مذکر - عَالٍ اصل میں عَالُوٌّ تھا۔ داؤ پہلے ہی ہوا بھر گر گیا۔ کیونکہ جو داؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ ی ہو کر گر پڑتا ہے۔

== مَسْرِفِينَ - اسم فاعل جمع مذکر - اِسْرَافٌ مصدر - حد اعتدال سے یا حد مقرر سے بڑھنے والے بیجا صرف کرنے والے۔

۸۴:۱۰ = يَنْقُومِ - اے میری قوم۔ یہاں قوم سے مراد وہ نوجوان ہیں جو آیہ ماقبل میں بالفاظ ذَرْيَةِ مِّنْ قَوْمِهِ - مذکور ہیں۔

۸۵:۱۰ = فِتْنَةً - تختہ مشق - ملاحظہ ہو آیہ ماقبل يَفْتِنَهُمْ۔

۸۶:۱۰ = تَبَوَّأْ - مضارع تثنیہ مذکر حاضر - تم دونوں ٹھہراؤ۔ تم دونوں اتارو۔ تم دونوں جگہ تیار کرو تَبَوَّأُ (تَفَعَّلَ)۔

== قِبْلَةً - کعبہ کا رخ جو نماز میں سامنے ہوتا ہے۔ سامنے کا رخ۔ جیسے اَيْنَ قِبْلَتُكَ - تمہارا رخ کدھر کو ہے۔ جو چیز منہ کے سامنے ہو اسے بھی قبلہ کہتے ہیں۔ نماز پڑھنے والے کے سامنے کعبہ ہوتا ہے اس لئے اسے بھی قبلہ کہتے ہیں۔

اصل لغت میں القبلة بالمقابل آدمی کی حالت کو کہا جاتا ہے جیسے جِلْسَةٌ و قُعْدَةٌ - عرف میں اس جہت کو قبلہ کہا جاتا ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی جاتی ہے۔ یہاں قبلہ سے مراد نماز کا مقام ہے فرعون نے چونکہ نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں ہی کو مقام نماز بنا لو۔ اور وہاں نماز پڑھا کرو۔

اس آیہ میں تثنیہ کی ضمیر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی طرف راجع ہے پھر جمع کی ضمیر ہے جس میں تمام قوم شامل ہے۔ اور پھر بَشَرٍ میں ضمیر واحد ہے جو حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے۔

== لِيُضِلُّوْا - میں لام تعلیل کا ہے۔ یہ اس لئے کہ وہ گمراہ کریں۔

۸۸:۱۰ = اِطْمِسْ - امر واحد مذکر حاضر۔ تو مٹا دے طَمَسٌ سے محو کرنا۔ مٹا دینا۔

اِطْمِسْ عَلَى اَمْوَالِهِمْ - ان کے مال تباہ کر دے۔ ان کے مال غارت کر دے۔ جیسے قرآن میں ہے وَاِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ - جب تارے مٹا دیئے جائیں گے۔ يَا دَلُوشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَى اَعْيُنِهِمْ - (۶۶:۳۶) - اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کی روشنی کو مٹا دیں۔

== اُسْذُرْ - امر واحد مذکر حاضر۔ تو سخت کر دے۔ شَدَّ سے (باب نصر - ضرب) تو ان کے

دلوں پر) مہر لگائے۔

ترجمہ آیت :- اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس دنیوی زندگی میں سامان آرائش اور مال و دولت اڑے رکھے ہیں اے ہمارے پروردگار کیا یہ اس لئے دے رکھے ہیں کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے گمراہ کرتے پھریں۔ (رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ) جبکہ دعائیہ ہے کافروں کے لئے بددعا ہے (اے ہمارے پروردگار ان کے اموال کو تباہ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے) (ان پر مہر لگائے)۔ (فَلَا يُؤْمِنُوا اَلَيْسَ جَوَابَ دَعَائِهِ) تاکہ جب تک وہ عذاب دردناک نہ دیکھ لیں وہ ایمان نہ لائیں۔ (یعنی ایمان کی دولت اب ان کو آسانی سے میر نہ آسکے بلکہ اس سے پیشتر وہ کئے کی خاطر خواہ سزا بصورت عذاب الیم چکھ نہ لیں) ۸۹:۱۰ = اِسْتَقِيْمَا - امر تنبیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں ثابت قدم رہو۔ استقامت سے (باب

استفعال)

لَا تَتَّبِعْتِ - فعل نہی تنبیہ مذکر حاضر۔ بانوں ثقیلہ اتباع مصدر (افتعال) تم دونوں ہرگز پیروی نہ کرنا۔ تم دونوں ہرگز اتباع نہ کرنا۔

۹۰:۱۰ = جَوَزْنَا - ماضی جمع متکلم مُجَادَزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے ہم نے پار کر دیا = اَذْرَكُهُ - اس نے اس کو پالیا۔ اَذْرَاكَ سے جس کے معنی کسی شے کو پوری طرح پالینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب کا ضمیر کا مرجع فرعون ہے = اَلْغَرَقُ - اسم فعل - ڈوبنا۔ غرقابی۔ اَذْرَكُهُ اَلْغَرَقُ - جب غرقابی نے اس کو اچھی طرح آلیا۔ یعنی جب اس کا غرق ہو جانا یقینی ہو گیا۔

۹۱:۱۰ = اَلْثَّنَّ - اصل میں اَلْثَّنَّ تھا۔ اِسْتَقْبَاهُ انکار و توہین کے لئے ہے اسم ظرف زمان ہے۔ اس کا عامل محذوف ہے۔ گویا عبارت کی تقدیر یوں ہے اَتَوُّمِنُ اَلْثَّنَّ (حِينَ يَلْقَاكَ مِنَ الْحَيَاتِ) کیا اب ایمان لاتے ہو جب زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے ہو۔ (اور موت سامنے دکھائی دے رہی ہے)

۹۲:۱۰ = مُنْجِيْكَ بِبَدَنِكَ - ہم تیرے بدن کو بچالیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون مصر میں حکمران تھا۔ وہ رمیس ثانی (Ramess II) تھا جس کی لاش حنوط کی شکل میں مصر کی حنوط شدہ لاشوں میں دریافت ہوئی ہے (انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ زیر عنوان ممی)

۱۰: ۹۳ = بَوَّأْنَا - ہم نے جگہ دی - ہم نے مناسب مقام تیار کیا - ہم نے مٹھرنے کی جگہ تیار کی - (ملاحظہ ہو ۱۰: ۸۷) بَتَّوِيَّةٌ سے ماضی جمع متکلم - مَبَّوَّأً - اسم ظرف - مٹھرنے کی جگہ مسکن - بَوَّأً اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہموار ہو اور اس کے کچھ اجزاء اوپر نیچے نہ ہوں -

= صِدْقٌ - راستی - سچائی - نام نیک - سچی بات - عمدہ - پسندیدہ - صَدَقَ لَيَصْدُقُ کا مصدر ہے اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں - اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب اس لئے مجازاً نیک نام - ثناء اور ذکر خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے -

الصِّدْقُ - الْكِذْبُ کی ضد ہے - اصل میں یہ دونوں قول کے متعلق استعمال ہوتے ہیں - خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہو یا زمانہ مستقبل کے ساتھ - وعدہ کی قبیل سے ہو یا وعدہ کی قبیل سے نہ ہو - الغرض یہ بالذات قول ہی کے متعلق استعمال ہوتے ہیں پھر قول میں بھی صرف خیر کے لئے آتے ہیں دیگر اصناف کلام میں استعمال نہیں ہوتے - اسی لئے ارشاد ہے - وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا - (۱۲۲: ۴) اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے یا إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (۵۴: ۱۹) وہ وعدے کا سچا تھا -

نیز بروہ فعل جو ظاہر و باطن کے اعتبار سے فضیلت کے ساتھ متصف ہوا سے صدق سے تعبیر کیا جاتا ہے - اس بناء پر ایسے فعل کو صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسے

(۱) فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴: ۵۵) یعنی سچے مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں -

(۲) اَنْ لَّهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۱۲: ۱۰) ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے -

(۳) اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ صِدْقٍ (۸۰: ۱۷) مجھے داخل کر اچھا داخل کرنا - یعنی میرا داخلہ اچھی طرح ہو -

(۴) وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَآئِيلَ مَبَّوَّأَصِدْقٍ - ہم نے بنی اسرائیل کو بہترین ٹھکانہ عطا کیا مَبَّوَّأً - مضاف - صِدْقٍ مضاف الیہ - مَبَّوَّأً صَالِحًا - (ایک اچھا ٹھکانہ)

= الْعِلْمُ - سے مراد (۱) تورات ہے - اور اختلاف سے مراد وہ اختلافات ہیں جو تورات کے مندرجات کی تائید میں ان میں پیدا ہو گئے - اور نتیجتاً وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے تفہیم القرآن - مدارک التنزیل

(۲) قرآن ہے - اور اختلاف سے مراد یہاں بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف ہے

بعض توہرات میں مذکور نشانیوں کی بناء پر صحیح تاویل کرتے ہوئے قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض نے بغض و حسد کی بناء پر انکار کر دیا۔ (الخازن)

۹۵:۱۰ = تَكُونَنَّ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ بالنون ثقید۔

لَا تَكُونَنَّ - فعل نہی واحد مذکر حاضر بالنون ثقید۔ تو بہرگز نہ ہو۔

۹۶:۱۰ = حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ - کے لفظی معنی ہیں جن پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہو چکا ہے۔ کلمہ معنی کلام۔ بات۔ حکم۔ اور یہاں کلمہ رب کے کیا مراد ہے۔ مختلف مفسرین نے اس کے مختلف معانی لئے ہیں۔

ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے (ابن کثیر)

جن پر تیرے رب کا قول راست آگیا ہے۔ یعنی یہ قول کہ جو لوگ حق کے طالب نہیں ہوئے وہ اپنے دلوں پر صند۔ تعصب اور بہٹ دھرمی کے قفل چڑھائے رکھتے ہیں (تفہیم القرآن) جن پر تیرے اللہ کا فرمان صادق آگیا (یعنی اس کا یہ قانون کہ جو آنکھیں بند کر لے گا اسے کچھ نظر نہیں آئے گا) (ترجمان القرآن)

تیرے رب کا حکم یعنی خلقت ہو لاء للتار ان پر راست آگیا (الخازن)

اس کا وہ قول جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یا اس کا یہ قول وَلَكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلِكَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝ (۱۳:۳۲) (مدارک التنزیل)

۹۷:۱۰ = لَا يُؤْمِنُونَ بِرُؤُوفٍ - عبارت یوں ہے۔ لَا يُؤْمِنُونَ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ

كُلُّ آيَةٍ - اگرچہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے (حتیٰ کہ وہ دردناک عذاب میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پائیں گے اس وقت ان کا ایمان ان کو نفع بخش نہ ہوگا)

۹۸:۱۰ = فَكَوَلَا كَانَتْ قَرْيَةً ۖ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا ۖ اِلَّا قَوْمٌ يُّنٰسُ -

کَوْلَا کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) کَوْلَا نافیہ ہے اور فَكَوَلَا كَانَتْ قَرْيَةً - بمعنی فَمَا كَانَتْ قَرْيَةً ہے (کوئی بھی بستی ایسی نہ ہوئی) یہ ہر وی کا قول ہے۔

(۲) کَوْلَا استفہامیہ ہے۔ اور بمعنی هَلَّا۔ برائے سرزنش اور توبیخ کے استعمال ہوا ہے۔

یعنی کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی کہ اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ہوتا اور وہ عذاب سے بچ جاتی

إِلَّا حَرْفُ اسْتِثْنَاءٍ ہے قَوْمٌ يُّنٰسُ مستثنیٰ۔ اس میں مستثنیٰ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مستثنیٰ متصل - (۲) مستثنیٰ منقطع۔

مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ إِلَّا زَيْدٌ۔ زید قوم میں داخل تھا۔ لیکن إِلَّا سے قوم سے الگ (مستثنیٰ) ہو گیا۔ پس قوم مستثنیٰ منہ ہے۔

مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ إِلَّا ابْلِيسَ۔ یہاں ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہ تھا۔ بلکہ وہ جنوں میں سے تھا۔

۱۔ قَوْمٌ يُّونُسُ۔ مستثنیٰ متصل اس صورت میں ہے کہ قریہ میں بھی افراد قوم ہی بستے ہیں۔ لہذا قوم یونس اور باشندگان قریہ ایک ہی جنس سے ہیں۔

۲۔ مستثنیٰ منقطع۔ اس لحاظ سے ہے کہ قریہ اور قوم لفظی لحاظ سے ایک جنس نہیں ہیں۔

ابن عطیہ کا قول ہے کہ لفظی لحاظ سے یہ استثناء منقطع ہے لیکن معنوی لحاظ سے مستثنیٰ

متصل ہے کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہے مَا آمَنَ مِنْ أَهْلِ قَرْيَةٍ إِلَّا قَوْمٌ يُّونُسَ۔

(کسی بستی کے بسنے والے ایمان نہ لائے بجز قوم یونس کے)

= كَشَفْنَا عَنْهُمْ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ان سے دور کر دیا۔ ہٹا دیا۔

= عَذَابُ الْخِزْيِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رسوا کن عذاب۔

= مَتَّعْنَاهُمْ ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو مال و متاع دے کر

بہرہ مند کیا۔

۱۰: ۹۹ = اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ۔ ۲۔ استفہامیہ۔ فَ مقرر عبارت پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اللہ

تعالیٰ چاہتے تو روئے زمین پر سب کے سب ایمان لے آتے لیکن مشیت ایزدی یہ نہیں ہے

تو کیا آپ....) تُكْرِهُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ (باب افعال) اِكْرَاهُ سے۔ تو ان کو مجبور کر بیگا

یا تو ان سے زبردستی کرے گا (جب تک وہ مومن بن جاویں)

۱۰: ۱۰۰ = يَجْعَلُ الرِّجْسَ۔ الرِّجْسُ۔ کے اصل معنی ناپاک۔ نجس۔ پلید۔ اور گندہ

کے ہیں۔ جیسے اَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ (۱۶: ۱۴۵) یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بیشک

ناپاک ہیں۔

وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ۔ اور خدا (شرک و کفر کی) نجاست انہیں لوگوں

پر ڈالتا ہے جو (لا ایل و حدانیت میں) عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

۱۰: ۱۰۱ = اَنْظُرُوا۔ نَظَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دیکھو۔ تم غور کرو۔

= مَا ذَا۔ مَا ذَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اسم جنس ہے (۲) موصول ہے اور الَّذِی کا ہم معنی ہے (۳) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا موصولہ ہے (۴) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ ہے (۵) ذَا اسم اشارہ اور مَا زائدہ ہے (۶) مَا استفہامیہ اور ذَا زائدہ ہے۔

مَا ذَا۔ کیا۔ مَا ذَا فَعَلٌ تو کیا کر رہا ہے۔ لِمَا ذَا جِئْتَ تو کیسے آیا۔ کس لئے آیا = یَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْشِئُونَ (۲۱۹:۲) تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ یہاں آیت میں ذَا بمعنی الَّذِی آیا ہے۔

= مَا لَعْنَى۔ مآ نافیہ ہے۔

= النَّذْرُ۔ منذر کی جمع ہے ڈرائیوالے۔ یعنی رسول۔ پیغمبران۔ اور اگر النَّذْرُ بمعنی مصدر ہو تو بمعنی اِنْذَار (ڈرانا۔ تنبیہ کرنا) یعنی جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کو (اللہ کی) آیات اور رسول (یا اس کی تنبیہیں) کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتے۔

۱۰۲:۱۰ = فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ۔ میں ہلکے نافیہ ہے۔

= اَيَّامٌ۔ یَوْم کی جمع ہے۔ دن۔ وقت کے علاوہ یہ لفظ عذاب اور نعمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

والعرب تسمی العذاب اياماً والنعم اياماً۔ لقوله تعالى ذَكَرْهُمْ بِاَيَّامِ اللَّهِ (۵:۱۴) عرب عذاب کو بھی ایام کہتے ہیں۔ اور نعمت کو بھی ایام کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی وَذَكَرْهُمْ بِاَيَّامِ اللَّهِ۔ اور انہیں یاد دلاؤ اللہ کی نعمتیں۔

یا اَيَّامٌ سے مراد وقائع۔ واقعات بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے عرب پہلے واقعات کو اَيَّامُ العرب کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں ايام الذین خلوا من قبلہم سے مراد ان لوگوں کے واقعات و حالات جو ان سے قبل گزر چکے ہیں یعنی جب اتمام حجت اور حق کے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جانے پر بھی وہ نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آئے تو ان پر مختلف طریقوں سے اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

۱۰۳:۱۰ ثُمَّ۔ پھر اس وقت

= نُنْجِی۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) تَنْجِیۃ۔ مصدر۔ ہم بچا لیتے ہیں۔

= كَذٰلِكَ۔ بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہی اللہ کا دستور ہے۔

نُنْجِی۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْجَاءً۔ مصدر (باب افعال) اصل میں نُنْجِی تھا۔ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ہم پر یہ حق ہے کہ ہم مومنوں کو بچالیں۔

۱۰:۱۰۳ = يَتَوَكَّلْكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب تَوَكَّلَ (تَشَكَّلَ) مصدر - (جو) تمہاری جانیں لے لیتا ہے - تمہیں موت دیتا ہے -

۱۰:۱۰۵ = حَنِيفًا بَرَزْنَا فَعِيلٌ - صفت شبہ کا صیغہ ہے - جو کوئی ایک راہ پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے - حنیف کہلاتا ہے -

حَنِيفًا - الْدِّينَ - کا حال بھی ہو سکتا ہے اور الْوَجْهَ کا بھی -

پہلی صورت میں معنی - دوسرے ادیان سے بچ کر اس دین کو اختیار کروں - دوسری صورت میں معنی - تمام ادیان باطلہ سے منہ موڑ کر پوری استقامت کے ساتھ دین اختیار کروں -

۱۰:۱۰۶ = لَا تَدْعُ مُحَمَّدٌ - فعل نہی واحد مذکر حاضر - آخر سے واو حرف علت محذوف ہے - تو مت پکار - تو مت عبادت کر -

۱۰:۱۰۷ = يَمْسَسُكَ - مَسَّ يَمْسُ (باب سَمِعَ) مَسَّ وَمَسَّيْتُ کسی کو ہاتھ سے چھونا کسی کو تکلیف پہنچانا - مَسَّ بِ يَمْسُ (متعدی) لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر - اِنْ يَمْسَسُكَ اللهُ بَصُرًا - اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے -

= لَا كَاشِفَ - اسم فاعل مفرد مذکر - كَاشِفُونَ جمع - کوئی تکلیف کو رفع کرنے والا نہیں - كَشَفَ کھولنا - ظاہر کرنا (باب ضَرَبَ) بِاب سَمِعَ سے لازم ہے - بمعنی شکست کھانا = رَادَّ - رد کرنے والا - پھیرنے والا - دفع کرنے والا - رَوَّكْنَ والا - كَذَّ سے اسم فاعل واحد مذکر -

= يُصِيبُ بِهِ - پہنچاتا ہے - عطا کرتا ہے - فِيهِ میں ضمیر کامر جمع فضل ہے - یعنی جس کو چاہتا ہے فضل عطا کرتا ہے -

۱۰:۱۰۸ = ذَكِيْلٌ - ذمہ دار - ضامن -

۱۰:۱۰۹ = يَحْكُمُ - مضارع واحد مذکر غائب - وہ فیصلہ کرتا ہے - وہ فیصلہ کر دے -

(۱۱) سورہ ہُور مکیہ (۵۲)

۱:۱ = اَلرَّ - حروف مقطعات - ملاحظہ ہو۔

= کِثْبٌ - ا ی ہو کِثْبٌ - کتاب خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے - یہ وہ کتاب ہے
= اُحْکِمَتْ - ماضی مجہول - واحد مؤنث غائب اِحْکَامٌ سے - جس کے معنی مضبوط اور
محکم کرنے کے ہیں - یوں پختہ اور استوار کرنا کہ اس میں کسی خلل اور نقص کا گمان تک
نہ رہے - بمعنی مضبوط اور مستحکم بنادی گئی ہیں۔

= فَصَّلَتْ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْصِيلٌ (تَفْعِيلٌ) سے کھول کر بیان کی
گئی ہیں۔

= لَدُنْ - طرف مکان ہے - بمعنی طرف پاس، عموماً اس سے پہلے مِنْ حرف جار آتا ہے
جیسے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَدُنِّي عُذْرًا (۱۸:۷۶) تم کو میری طرف سے (اپنے ساتھ نہ رکھنے کا)
عذر حاصل ہوگا - رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً - (۱۸:۱۰) اے ہمارے رب ہم پر اپنے
ہاں سے رحمت نازل فرما۔

وَعَلَّمَنَّهُ مِنْ لَدُنَّا عَلِمًا (۱۸:۶۵) ہم نے اسے اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔

مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ - بڑے دانا اور باخبر (خدا) کی طرف سے

۱:۲ = اَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ط یہ مفعول لڑ ہے ہر دو فعل اُحْکِمَتْ وَفَصَّلَتْ کا - بمعنی اس
کی آیات کو محکم اور مضبوط بنایا گیا ہے - اور ان کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے -
کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو - یا یہ کلام ماقبل سے منقطع ہے اور یہاں سے الگ کلام
ہے - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے -

تقدیر کلام یوں ہے قل لهم يا محمد الا تعبدوا الا الله۔

۳:۱ = تَوْبُوا إِلَيْهِ - اس کی طرف لوٹو - ا ی ارجعوا الیه بالطاعة والعبادة - اس کی

اطاعت و عبادت کو حرز جان بنا کر اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ

= يُمَتِّعُكُمْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو بہرہ اندوز کرے گا۔ (باب تفعیل) مَتَاعًا حَسَنًا۔ اچھا مال و متاع۔ خوشگوار نعمتیں۔

= ذِي فَضْلٍ۔ زیادہ نیکی کرنے والا۔ مَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ فِي الْعَمَلِ۔ جو زیادہ عمل (نیک) کرے گا۔ فَضْلُهُ۔ عطاء۔ جزاء۔ یعنی اسی قدر اس کی جزاء اور عطا میں اضافہ ہوگا = يَوْمٍ كَبِيرٍ۔ یوم القیامۃ

۱۱: ۵ = يَتَنَوَّنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ثَنًى يَتَنَوَّنُ (باب ضرب) تَنِيْحٌ الشَّيْءُ۔ موڑنا۔ لپیٹنا۔ تکرنا۔ ثَنًى صَدْرَةً۔ اس نے اپنے دل میں دشمنی چھپائے رکھی جب اس کا صلہ عَنُّ ہو تو معنی موڑنا۔ پھیرنا۔ روکنا ہوتا ہے۔

اور جب اس کا صلہ عَلًی ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو کسی چیز پر لپیٹنا تاکہ وہ چھپ جاتے۔ يَتَنَوَّنَ۔ وہ دوسرا کئے دیتے ہیں (اپنے کفر و عداوت کو چھپانے کے لئے) = يَسْتَخْفُوا۔ مضارع جمع مذکر غائب اسْتَخْفَاءً (اسْتَفْعَالٌ) سے۔ کہ وہ اڑ کر لیں پردہ کر لیں۔ چھپا لیں۔ اصل میں يَسْتَخْفُونَ تھا۔ لام تعلیل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ = مِنْهُ۔ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔

= يَسْتَفْشُونَ ثِيَابَهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب ثِيَابَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ اسْتَفْشَاءً مصدر۔ (باب استفعال) وہ اوڑھتے ہیں۔ يَتَخَطَّوْنَ بِهَا مَبَالِغَةً فِي الْاِسْتِخْفَاءِ۔ کپڑوں کو خوب اوڑھ لیتے ہیں اپنے آپ کو مزید چھپانے کے لئے۔ اَلَا حِينَ يَسْتَفْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ۔

خبردار (یا درکھو) جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی۔

پارہ نمبر ۱۱ الحمد للہ آج مورخہ یکم ذوالحجہ بروز پیر

کو تمام ہوا۔ مطابق یکم مئی ۱۹۹۵ء

پَارَةُ
 وَمَا مِنْ دَابَّةٍ
 (۱۲)
 هُوْدٍ - يُوْسُفُ

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ

۶:۱۱ = دَابَّةٌ - الدَّابَّةُ وَالدَّابِيَةُ - (باب ضَوْبَ) کے معنی 'آہستہ چلنا' اور رینگنا کے ہیں۔ یہ لفظ حشرات الارض کے متعلق زیادہ تر استعمال ہوتا ہے یہ لفظ عربی میں خاص کر کھوڑے پر بولا جاتا ہے مگر لغت میں ہر حیوان ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ دَابَّةٌ - ہر چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا جانور۔ اس کی جمع دَوَابٌّ اور مَادَّةٌ دب ب ہے۔ دَابَّةُ الْأَرْضِ - ایک غیر معروف قسم کا جانور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قیامت کے قریب خروج کرے گا اور نشان لگا کر ایما نثاروں اور منکروں کو ایک دوسرے سے الگ کر دے گا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے وَإِذَا دَقَّ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (۸۲: ۲۷) اور جب ان کے بارے میں وعدہ (عذاب کا) پورا ہوگا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔

= عَلَى اللَّهِ - اللہ کے ذمہ ہے۔

= مُسْتَقَرَّهَا - مضاف مضاف الیہ - مُسْتَقَرٌّ - ظرف مکانِ اسْتَقَرَّارُ (باب استفعال) سے بمعنی قرار۔ مُسْتَقَرٌّ بمعنی قرار گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع دَابَّةٌ ہے۔ مستقر سے مراد بعض کے نزدیک رحم مادر ہے۔ صاحب روح المعانی نے صلب پدر مراد لیا۔

= مُسْتَوْدَعَهَا - اسم ظرف مکان ہے۔ مضاف منصوب۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ امانت رکھنے کی جگہ۔ اِيْدَاعٌ امانت رکھنا خواہ اپنے پاس یا دوسرے کے پاس اِسْتِيْدَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) بطور امانت کسی کے پاس کچھ رکھنا۔ تَوْدِيْعٌ (تَفْعِيلٌ) مسافر کو الوداع کہنا۔ یا چھوڑ دینا۔ جیسے قرآن میں ہے مَا وَدَّ عَلَيْكَ رَبُّكَ (۳: ۹۳) (اے محمد تمہارا پروردگار نے نہ تم کو چھوڑا ہے۔

آیہ ہذا میں امانت رکھنے کی جگہ سے مراد پشت پدر۔ قبر لیا گیا ہے۔ صاحب روح المعانی نے اس سے مراد موضعہا فی الْأَنْحَامِ (رحم مادر) لیا ہے۔

= كُلٌّ - ای کل واحد من الدوابِّ ورزقہا و مستقرہا و مستودعہا (ہر ذی حیث

جانور۔ اس کا رزق۔ اس کی قرار گاہ اور اس کی بطور امانت رکھے جانے کی جگہ۔
 = کِتَابٌ مُبِينٌ۔ لوح محفوظ۔

۱۱: عَرْشُهُ۔ عرش۔ تخت شاہی۔ جیسے دَرَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ يَا أَتِكُمْ يَا بُنَيَّ لِعَرِشِهَا (۳۸: ۳۷) کوئی تم میں ایسا کہ ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے۔

الْعَرْشُ۔ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوشٌ ہے قرآن حکیم پر آیا ہے وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا (۲۵۹: ۲) اور اس کے مکان اپنی چھتوں پر گرے پڑے۔ اسی سے انگور کی بیلوں کے لئے ٹیٹیاں بنانا بھی عرش کہلاتا ہے اور ٹیٹوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں مُعَرَّشٌ کہتے ہیں۔ ان معنوں میں قرآن میں ہے۔ وَمَا كَانُوا لِعَرِشُونَ (۱۲۷: ۷) جو وہ ٹیٹوں پر چڑھاتے تھے۔

عُرُوشٌ بمعنی عزت۔ غلیہ۔ سلطنت بھی مستعمل ہے چنانچہ محاورہ ہے فَلَا تَكُنْ مَثَلًا عُرُوشًا (فلاں کی عزت جاتی رہی)

اور جہاں تک عرش الہی کا تعلق ہے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں۔ اور اس کی حقیقت انسان کے فہم سے بالاتر ہے وہ بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا نہ کہ محمول۔ حالانکہ ذات باری تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے۔

= وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔ یہاں جملہ معترضہ ہے جو غالباً لوگوں کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ اگر آسمان و زمین اگر پہلے نہ تھے اور بعد میں پیدا کئے گئے تو پہلے کیا تھا؟ (تفہیم القرآن) = يَبْسُوكُمْ۔ ل۔ تعلیل کے لئے ہے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ يَبْسُوكُمْ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ بِلَادٍ مصدر (باب نصر) بَلَىٰ مادہ۔ تاکہ وہ آزمائش کرے یعنی اس نے آسمان و زمین اور ان کے مابین جملہ مخلوق، ان کا حیاتی انتظام و انصرام۔ بود و خوراک و پوشاک، وغیرہ اس لئے پیدا کئے کہ تم کو خلیفۃ اللہ بنا کر تم کو اختیارات سونپ کر، پر اخلاقی ذمہ داریاں ڈال کر آزمائش کرے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔ (تفہیم القرآن۔ روح المعانی)

= فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ۔ لفظی معنی ہیں چھ دنوں میں۔ چونکہ جس زمانہ کے متعلق اس کا استعمال ہوا سورج کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ لہذا دنوں کا لفظ عام معنوں میں نہیں لیا جاسکتا۔ عربی زبان

یہ مطلقاً وقت اور زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ زمانہ ایک دن کا ہو یا ایک سال کا۔ ایک صدی کا ہو یا ایک ہزار سال کا۔ خواہ کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو۔ آیت ہذا میں سِتَّةَ آيَاتٍ سے مراد چھ ادوار زمانہ ہیں ہر دور کی مقدار کتنی تھی۔ قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔
 = لَئِنْ۔ میں لام زائدہ ہے اور اِنْ حرف شرط ہے اِنْ شرطیہ پر آنے والا لام ہمیشہ زائد ہوتا ہے
 = مَبْعُوثُونَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قبروں سے اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔

۱۱:۸ = اَخْرَجْنَا۔ ہم روک لیں۔ ہم تاخیر کر دیں۔ ماضی جمع معکلم۔ تَاَخِيُوْا دَتَقْعِلُوْا سے
 = اُمَّةٌ۔ مدت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمت کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی و وحدت کی بناء پر ہو (جیسے امت محمدیہ) یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو (جیسے پچھلی امتیں) امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

جہاں بھی امت کے معنی مدت کے ہوں گے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوگا۔ اور مضاف الیہ قائم مقام مضاف کے سمجھا جائے گا۔ مثلاً آیت موجودہ میں اصل میں یوں تھا۔
 وَلَئِنْ اَخْرَجْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ اِلٰى زَمٰنٍ اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ۔ زَمٰن کو حذف کر کے اُمَّة کو اس کا قائم مقام سمجھا گیا۔

اُمَّتٌ کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی ہیں عربی میں ہے فُلَانٌ لِاُمَّةٍ لَّہ۔ فلاں کا کوئی دین اور مذہب نہیں ہے۔

= يَخْبِسُہُ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۴ ضمیر واحد مذکر غائب۔ حَبَسْتُ سے (باب ضَوْب) (کس چیز نے) اس کو روک رکھا ہے۔

= اَلَّا۔ حرف تنبیہ۔ خبردار ہو جاؤ۔ جان لو۔ دیکھو۔ سُن رکھو۔ کان کھول کر سُن لو۔ حرف بسیط ہے۔ مرکب نہیں ہے۔

= مَصْرُوْفًا عَنْہُمْ۔ ان سے پھیرا نہیں جا سکیگا۔ ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔ ٹالا نہیں جا سکیگا اَلصَّرُوْفُ۔ کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ یا کسی اور چیز سے بدل دینا یعنی جس روز وہ واقع ہوگا پھر ٹلنے کا نہیں۔

= حَاقَّ۔ اَلْحَيٰوَاتُ رباب ضوب کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ ب کے ساتھ آئے تو متعدی ہوتا ہے۔ وَحَاقَّ بِہِم مَّا كَانُوْا بِہِ یَسْتَهْزِءُوْنَ

آیت ہذا و آیت (۲۶: ۴۶) اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اسی نے ان کو گھیر لیا۔

۱۱: ۹ = اَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَهُ سے ذَوُقْ مادہ۔ ہم چکھاتے ہیں۔ ہم نے چکھایا۔
ذَاقَ يَذُوقُ رباب نصر، چکھنا۔

= نَزَعْنَا مِنْهُ۔ ماضی جمع متکلم۔ نَزَعَ مصدر۔ ہم نے اس (رحمت کو) اس سے چھین لیا۔
نَزَعَ۔ چھیننا۔ نکال دینا۔ چھانٹ کر نکال دینا۔

= يَوُسُ۔ صیغہ صفت مشبہ۔ يَاسُ سے۔ ناامید۔

= كَفُورٌ۔ ناشکرا۔ يَوُسُ كَفُورٌ۔ يَاسُ كَافِرٌ سے فَعُولُ کے وزن پر۔ مبالغہ کے صیغہ پر۔
۱۱: ۱۰ = لَعَمَاءُ وہ انعام جس کا اثر پانے والے پر ظاہر ہو۔ مراد راحت و آسائش۔

= فَرِحَ۔ وہ لذت جو مطلوب کے حاصل ہونے پر دل میں پیدا ہوتی ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ
خوش۔ اترانے والا۔ فرحت محسوس کرنے والا۔

= فَخُورٌ۔ مبالغہ کا صیغہ فَخَرٌ مصدر۔ بہت زیادہ فخر کرنے والا۔ شیخی خور۔ یعنی وہ اترانے
لگتا ہے کہ یہ مال و دولت کی فراوانی اور اقبال مندیاں اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہیں۔

۱۲: ۱۱ = لَعَلَّكَ۔ لَعَلَّ اور لَکَ پر مشتمل ہے۔ لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے اور لَعَلَّ حرف
مشابہ بفعل ہے۔ حرف عامل ہے اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔

اِنَّ يَا اَنْتَ۔ كَاَنَّ لَيْتَ لَنْكَ لَعَلَّ۔ ناصب اسم اندرافع در خبر صند ما و لا

امید و خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے۔

۱، امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ (۲۶: ۲۰) فرعون کی
قوم والوں نے کہا، ”ہم کو امید ہے کہ اگر وہ جیت گئے تو ہم جا دو گروں کی پیروی کریں گے“
یہاں امید کا رجوع خود یہ کلام کرنے والوں کی طرف تھا۔

۲، کبھی مخاطب کو امید دلانے اور امید دار کہنے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع
مخاطب کی طرف آتا ہے کیونکہ امید و بیم کی کیفیت مخاطب کے دل سے متعلق ہے مثلاً
لَعَلَّكَ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشَى (۲۰: ۴۲) شاید وہ غور کر لے یا ڈر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اس سے
کہو کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ امید لے کر جاؤ کہ ”شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔ یہاں امید
دلانے کا تعلق حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے ہے۔

۳، کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے اور نہ مخاطب سے بلکہ کسی تیسرے شخص غائب سے ہوتا ہے

جیسے فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ (آیہ ہذا - ۱۲: ۱۱) اگر تمہارے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے - چھوڑ دو۔ یہاں یہ امید کی کیفیت، لوگوں کے دلوں میں ہے لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ہے اور ک۔ ک۔ نَا۔ هُمْ اس کا اسم -

لَعَلَّ کا حرف جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے استعمال کرے تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے۔ اس بناء پر بہت سی آیات میں لفظ کئی سے اس کی تفسیر کی گئی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشے کے معنی لینا صحیح نہیں ہے -

لَعَلَّ طمع اور اشتاق (ڈرتے ہوئے چلنے) امید اور خوف - بیم ورجاء کے معنی ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے - لَعَلَّہ - شاید وہ - لَعَلَّكَ - شاید تو - لَعَلَّنَا - شاید ہم وغیرہ -

= وَضَائِقٌ بِہ - ضَائِقٌ - تنگ ہونے والا - ضَيْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر الضَّيْقُ کے معنی تنگی کے ہیں یہ سَعَةٌ کی ضد ہے وَضَائِقٌ بِہ صَدْرُكَ اس خیال سے تمہارا دل تنگ ہو - اس کا عطف تَارِكٌ پر ہے -

= وَكَيْلٌ - نگہبان - نگران -

۱۳: ۱ = اَمْ - کیا -

= اِفْتَرَاهُ - اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے - ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرَأَ (افتعال) سے -

فَتَرَىٰ يَفْتَرِي - فَرَىٰ مادہ - من گھڑت بات بنانا - عجیب بات - عظیم بات - لَقَدْ جِئْتَ نَيْتًا فَرِيًّا (۱۹: ۳۷) تم ایک عجیب شے لائی ہو - اِفْتَرَاهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ طرف راجع ہے -

۱۳: ۱ = مُفْتَرِيًّا - اسم مفعول جمع مؤنث - خود ساختہ - من گھڑت

۱۴: ۱ = فَاَلَمْ اَنْتَ اَنْتَ فَاِنْ لَمْ -

= لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ - اور اگر وہ تمہاری دعوت (برائے معاونت) قبول نہ کریں - مضارع نفی جحد - لَكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر - مشرکین کی طرف راجع ہے جن کو یہ چیلنج دیا جا رہا ہے اسی طرح سے عَلَّمُوا میں بھی خطاب مشرکین سے ہے -

فَهَلْ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے -

۱۵ = نُوْفٍ - دُخْنٌ يُوْفِي تَوْفِيَةً (باب تفعیل) پورا پورا دینا - نُوْفٍ اصل میں نُوْفٍ تھا ب شرط ہونے کے سبب ہی ساقط ہو گئی -

آیہ میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الذَّنْبُ ہے -

= لَا يُبْخَسُونَ - مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب بَخْسٌ سے اور وہ دنیا میں گھائے میں نہیں رکھے جائیں گے۔ اگر ہا ضمیر کا مرجع اعمال کا بدلہ ہے۔ تو ترجمہ ہوگا ان کے اعمال کے عوض میں کمی نہیں کی جائے گی۔

۱۶:۱۱ = حَبِطَ يَحْبَطُ (رَسَمَ) اکارت گیا۔ ضائع ہو گیا۔ مٹ گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب = فِيهَا۔ اِیٰ فِی الدُّنْیَا

۱۷:۱۱ = بَيِّنَةٌ - کھلی دلیل۔ برہان قاطع۔ واضح دلالت کو بَيِّنَةٌ کہتے ہیں خواہ دلالت عقلیہ ہو یا محسوس۔

بَيِّنَةٌ سے یہاں کیا مراد ہے۔ مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ عقلی دلیل۔ قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دین حق۔

= اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ - پچھلی دو آیات (۱۶:۱۵) میں ان لوگوں کا ذکر ہوا جن کی ساری تنگ و دو۔ دنیاوی زندگی۔ اور اس کے لوازمات کے حصول کی خاطر تھی۔ اور اب آیت ہذا میں وہ لوگ مذکور ہیں جو محض رضائے الہی اور ثواب آخرت کے لئے کوشاں ہیں۔ اس سوالیہ جملہ کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر کلام لولہ ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ كَمَنْ يُّرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزَيِّنٰهَا وَلَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ - کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن اور واضح دین پر چل رہا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو محض دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کا ہی خواہاں ہے اور جس کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے کچھ بھی نہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ سے مراد بعض نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب مراد لئے ہیں اور جواب محذوف کَمَنْ هُوَ فِی ضَلٰلَةٍ وَّكُفْرٍ لِّیَا ہے = يَتْلُوهُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اگر یہ تِلَاوَةٌ مصدر سے ہے تو معنی ہوگا وہ تلاوت کرتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے اور اگر تِلُوْ مصدر سے ہے تو اس کا مطلب: وہ پیچھے چلتا ہے۔ وہ ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہر دو مصدر سے يَتْلُوْ باب نصر سے ہے۔

ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تُو مَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّهِ ہے یا صرف بَيِّنَةٌ ہے۔

= شَهِدٌ - گواہ۔ حاضر ہونے والا۔ بتانے والا۔ شَہَادَةٌ اور شُہود سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ شَہِدٌ سے کون مراد ہے، اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں

ابن عباس۔ ملقمہ۔ ابراہیم نخعی۔ مجاہد۔ عکرمہ۔ ضحاک وغیرہم۔

(۲) اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (حسن بصری۔ قتادہ)

(۳) اس سے مراد قرآن مجید ہے (الحسین بن الفضل)

= مِنْهُ۔ میں ۋہ ضمیر کا مرجع یا تو اللہ ہے۔ یا القرآن۔

= اِمَامًا۔ پیشوا۔ مقتدار۔ رہنما۔ بروزنِ فَعَالٍ۔ اسم ہے بمعنی مَنْ يُوْتِيْكَ بِہ۔ یعنی جس کا قصد کیا جاتے۔ چونکہ راہنما اور مقتدار کا قصد کیا جاتا ہے غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ حق میں پیروی ہو یا نا حق میں۔ اور خواہ جس کی پیروی کی جائے وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدا کریں۔ یا کتاب جس کے ادا و نواہی پر عمل کیا جائے۔ مذکور مَوْنَتِ دونوں کے لئے آتا ہے نیز جمع کے موقع پر بلفظ واحد بھی مستعمل ہے۔

= اُولَٰئِكَ۔ اِی من كان على بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّہ۔ اسم اشارہ جمع۔

مندرجہ بالا آیت کے الفاظ کے متعلق مختلف اقوال کی روشنی میں

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّہُ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِنْہُ وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابٌ مُّوسٰی
اِمَامًا وَرَحْمَةً اُولَٰئِكَ يُؤْتِيْهِمْ مِّنْ رَّبِّہُمْ اَمْ لَا تَعْلَمُ۔

(۱) کیا وہ شخص (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل کی پیروی کر رہا ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (تائید میں) آگیا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب راہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود ہو۔ (وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح انکار کر سکتا ہے) ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے۔

(تفہیم القرآن۔ یہاں اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ یَتْلُوْہُ بمصدر تَلَوٌ ۋہ ضمیر برائے بَيِّنَةٍ شاہد برادر قرآن مجید۔ مِنْہُ کی ضمیر ۋہ برائے پروردگار متصور ہوئی)

(۲) کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی طرف سے ایک بین دلیل پر قائم ہوں۔ اور جن کے پاس خدا کی طرف سے ایک گواہ (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اسے پڑھ کر سناتا ہو (مصدر تِلَادۃ سے) اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب بطور راہنما و رحمت بھی موجود ہو۔ وہ ان کی مانند ہو سکتے ہیں جو اس کے منکر ہیں (اور دنیاوی لالچ میں گرفتار ہیں)

اَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّہِ میں ہر مومن شامل ہے جیسا کہ اُولَٰئِكَ يُؤْتِيْهِمْ مِّنْ رَّبِّہُمْ سے ظاہر ہے۔ اور بَيِّنَةٍ سے مراد قرآن حکیم ہے۔ شاہد سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (مولانا محمد علی)

وقت میں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے رہ جانے کی بولا جاتا ہے قرآن میں آیا ہے وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ (۲۱: ۲۲) اور تم زمین میں خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی جسے وہ چاہے وہ کرنے سے تم اسے قاصر نہیں کر سکتے = يُضَاعَفُ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب مُضَعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر - بڑھا دیا جائے گا۔ دوگنا کر دیا جائے گا۔

= خَسِرُوا - ماضی جمع مذکر غائب - فعل لازم - نقصان اٹھانا - گمراہ ہونا - ہلاک ہونا - رباب سَمِعَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ - انہوں نے خود نقصان اٹھایا۔
= ضَلَّ عَنْهُمْ - ان کو چھوڑ گئے۔ ان سے گم ہو گئے (یعنی وہ جھوٹے بت جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔ اور جو اپنے معبودانِ باطل سے انہوں نے موہوم امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب کہیں بھی نظر نہ آئیں)

۲۲: ۱۱ = لَا جَرَمَ - یقیناً اور حَقّاً کا ہم معنی ہے اور بعض کے نزدیک لَا جَرَمَ کا معنی ہے لَا ضِدَّ وَلَا مَنَعَ - کوئی روکا دٹ نہیں - کوئی ممانعت نہیں - کوئی روک نہیں سکتا۔
لَا جَرَمَ وَلَا جُرْمَ - یعنی ضروری - یقینی - ناگزیر - سبھی قسم کے معنی دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ لَا جَرَمَ لَا فَعْلَتَ - قسم خدا کی میں ایسا ضرور کروں گا۔
بعض کے نزدیک لَا زائدہ ہے جَرَمَ فعل متعدی ہے اور کَسَبَ کے معنی میں ہے بعض نے فعل لازمی بنا کر وَجَبَ کے معنی میں لیا ہے بعض نے لَا جَرَمَ کو مرکب بنایا ہے حَقّاً کے معنی میں

= الْآخَسِرُونَ - افعال التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے زیادہ نقصان پانے والے۔ گھانا پانے والے۔ خَسَارَةٌ وَخُسْرَانٌ مصدر - آخَسِرُ کی جمع ہے۔

۲۳: ۱۱ = اخْبَتُوا - ماضی جمع مذکر غائب - وہ جھکے۔ انہوں نے عاجزی کی۔
اخْبَاتٌ (افعال) سے جس کے معنی تواضع - اور خشوع و خضوع کے ہیں۔ اخْبِتُ اصل میں نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اخْبَتَ الرَّجُلُ اَدَمی نے نشیبی اور نرم زمین کا قصد کیا یا وہاں اتر گیا۔ اس کے بعد لفظ الاخبات (افعال) نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَكَثِيرٍ الْمُجْبِتِينَ (۳۴: ۲۲) اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنادو۔

آیہ ہذا میں وَاخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

اور حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق اس کا معنی خَاخُوْا ہے قتادہؒ نے رجوع کا معنی کیا،
 ۱۶: ۱۱ = عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ۔ یوم کی صفت الیوم مجازاً کی گئی ہے کہ عذاب کا دُورِ
 دن۔ (یعنی دن رات) میں ہی ہوتا ہے یعنی ایسا دن کہ جس میں دردناک عذاب ہی عذاب ہو
 یوم سے مراد یوم قیامت بھی ہو سکتا ہے اور یوم طوفان بھی۔

۲۷: ۱۱ = اَرَادْنَا۔ ہم میں سے بیچ قوم۔ ہمارے رذیل لوگ۔ اَرَدَلُ کی جمع جو رِذَالَةٌ
 سے افعَل التفضیل کا صیغہ ہے۔

بعض کے نزدیک یہ جمع الجمع ہے رذل کی جمع اَرَدَلُ اور اَرَدَلُ کی جمع اَرَادِلُ ہے
 = بَادِيَ السَّوَاءِ۔ بادی النظر میں۔ ظاہراً۔ سرسری نظر میں۔

۲۸: ۱۱ = اَرَعَيْتُمْ۔ اَخْبِرُونِي۔ مجھے بتاؤ تو۔ سہلایہ تو بتاؤ

= فَحُمِيتْ عَلَيْكُمْ۔ پھر وہ پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (یعنی وہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ
 ہو)۔ ماضی مجہول واحد مونث غائب۔ لَعِمِيَّةٌ (تفعیل) سے۔ جس کے معنی اندھا کر دینے
 اور چھپا دینے کے ہیں۔

= اَنْزَلْنَاكُمْ مِّنْهَا۔ ۱ لف استفہامیہ مَنَزَلُ مَضَارِعُ جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول
 اول۔ ہا مفعول دوم۔ ضمیر کا مرجع الرَّحْمَةُ ہے۔ واؤ دو ضمیروں کے درمیان وصل کے
 لئے ہے۔ کیا ہم اس کو تم پر چٹا دیں۔ کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں۔ (محقانوی)
 اسی طرح اَسْقَيْنَاكُمْ مَّاءً (۲۲: ۱۵)

= وَاَنْتُمْ لَهَا كَاِرْهُوْنَ۔ حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو۔ جب کہ تم اس کو ناپسند
 کرتے ہو۔

۲۹: ۱۱ = يَقَوْمِ۔ اے میری قوم قَوْمِ اصل میں قَوْمِي تھا۔

= عَلَيْهِ۔ میں ۵ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تبلیغ رسالت کے لئے ہے۔ یعنی اس تبلیغ پر میں تم
 سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا۔

= طَارِدٍ۔ طَرَدٌ سے اسم فاعل۔ واحد مذکر حاضر۔ ہانکنے والا۔ تُطْرَدُ (باب نصر)
 ہانکنا۔ کسی کو ذیل وحقیر جان کر دور کر دینا۔ ہٹا دینا۔

وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ اٰمَنُوْا۔ یعنی میں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اپنے پاس
 اس واسطے دھتکارنے سے رہا۔ جو تمہاری نظروں میں ذلیل ہیں لیکن وہ درحقیقت خداوند

تعالیٰ کے حضور شرف باریابی پانے والے ہیں۔

ایسا ہی مطالبہ کفار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ
(الایہ ۶: ۵۲) اور ان لوگوں کو نہ نکالے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں۔ خاص اسی کی رضا کا قصد کرتے ہوئے۔

== تَجْهَلُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جہالت کرتے ہو۔ تم نادانی کرتے ہو۔
الْجَهْلُ - جہالت۔ نادانی۔ جہالت تین قسم پر ہے۔

۱، انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ اور یہی اس کے اصل معنی ہیں۔
۲، کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہے یا غلط۔ جیسے قصداً نماز ترک کر دینا۔

جاہل کا لفظ عموماً بطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی بغیر مذمت کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

وَلِكَيْ آرِسَكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کئے جا رہے ہو
== اَفَلَا تَذَكَّرُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ الف استفہامیہ۔ تم کیوں غور نہیں کرتے۔ تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔ تَذَكَّرُ (تَفَعَّلُ) سے دھیان دینا۔ نصیحت پکڑنا۔

۳۱: ۱۱ = تَزِدْرِي - مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِزْدِرَاءُ (اِفْتِعَالُ) سے زِدْرِي مادہ در باب افتعال میں ت کو د سے بدلا گیا ہے) تمہاری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ (جنہیں تمہاری نظریں حقیر اور بے وقعت دیکھتی ہیں۔ یہ اصل میں تَزِدْرِي لَهُمْ اَعْيُنُكُمْ تھا۔ (یعنی مفعول محذوف ہے) بمعنی تم انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ زَرِي عَلٰی - کسی پر عیب لگانا۔

== لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا۔ کہ اللہ ان کو مہلاتی نہیں دیگا۔ اجر نہیں دے گا۔

== اِنِّیْ اِذَا لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ - اِیْ اِنْ قُلْتَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ اِنِّیْ اِذَا لَمِنَ الظَّالِمِيْنَ (اگر میں کوئی ایسی بات کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا)

۳۲: ۱۱ = جَا دَلْنَا (باب مفاعله) تو نے ہم سے جھگڑا کیا۔ جَدَلٌ مادہ۔

== لَقَدْ نَا۔ تو ہمیں ڈراتا ہے۔ تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع مکمل

وعدہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے (تو ہم سے وعدہ کرتا ہے) لیکن یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔

۳۳: ۱۱ = مُعْجِزِينَ - ملاحظہ ہو (۲۰: ۱۱) عاجز کر دینے والے۔

۳۳: ۱۱ = يُغْوِيَكُمْ - مضارع منصوب - واحد مذکر غائب - اِغْوَاءُ (افعال) مصدر - کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - وہ تم کو کج راہ چھوڑ دے - وہ تمہیں گمراہ رکھے۔

۳۵: ۱۱ = اِفْتَرَاهُ - اس نے اس کو گھڑ لیا - اس نے اس کا افتراء کیا - اِفْتَرَى صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب فعل کے فاعل جمہور کے نزدیک حضرت نوح ہیں - لیکن مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں - بصورت اول ہ ضمیر سے مراد وہ کلام ہے جو حضرت نوح پر بذریعہ وحی نازل ہوا - اور دوسری صورت میں اس سے مراد قرآن حکیم ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

= اِجْرَامِي - میرے جرم کا وبال - ای وبال اجرامی۔

= وَاَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ - جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔

۳۶: ۱۱ = لَا تَبْتَئِسْ - تو غم نہ کھا - تو غمگین نہ ہو - اِبْتِئَاسٌ (افعال) غمگین اور رنجیدہ ہونا فعل نہی واحد مذکر حاضر۔

۳۷: ۱۱ = بِأَعْيُنِنَا - ہماری نظروں کے سامنے - ہماری حفاظت اور نگرانی میں - وَوَحِينَا اور ہماری ہدایات کے مطابق۔

= وَاَلَّا تُخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا - اور ظالموں کے بارہ میں مجھ سے درخواست نہ کریں ۳۹: ۱۱ = مَنْ يَأْتِيهِ - ای ایسا من یا تہ نحن اوانتم - یعنی عنقریب ہی تم کو معلوم ہو جائیگا کہ عذاب کس پر آتا ہے ہم پر یا تم پر۔

= يُخْزِيهِ - جو اس کو رسوا کر دے گا جس پر نازل ہوگا (یہ عذاب دنیا ہے)۔

= عَذَابٌ مُّقِيمٌ - ایسا عذاب جو ہمیشہ رہیگا - (اور یہ عذاب آخرت ہے) مُّقِيمٌ اِقَامَةٌ سے اسم فاعل۔

۴۰: ۱۱ = فَارَءَ ماضی واحد مذکر غائب باب نصر - فَوْرٌ اور فَوْرَاتٌ مصادر اس نے جوش مارا - وہ ابل پڑا۔

= ذَوَّجَيْنِ اثْنَيْنِ - دو زوج - یعنی ایک نر اور ایک مادہ - زوج جوڑے کے ہر فرد کو کہتے ہیں - عورت کو بھی زوج کہا جاتا ہے اور مرد کو بھی - اس لئے جب ذوین (ثنیہ) ہوگا تو اس سے جوڑے کے دونوں فرد نر اور مادہ مراد ہوں گے۔

= اَهْلَكَ - تیرے گھر والے - تیرے گھر کے لوگ، اَهْل مضاف لک ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ جب فعل استعمال ہو تو بمعنی اس نے ہلاک کیا۔ اس نے غارت کیا۔ کہے ہوں گے۔

= وَمَنْ اٰمَنَ کا عطف اَهْلَكَ پر ہے اور وہ بھی جو ایمان لائے ہوئے ہیں
الّا حرف استثناء ہے۔

مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنِّي - مُسْتَشْنٰی۔

ماسوائے اُن کے جن پر پہلے ہی حکم (ان کے غارت ہونے کا) جاری ہو چکا ہے

۴۱: ۱۱ = قَالَ - اِی قَالَ نُوْحٌ

= اِرْكَبُوا - تم سوار ہو جاؤ۔ رُكُوْبٌ سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ رُكُوْبٌ کے اصل معنی جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں۔ لیکن یہاں کشتی پر سوار ہونے کے لئے مستعمل ہے

= فِيْهَا - اِی فِي الْفُلْكِ

= مَجْرٰی لَهَا - مَجْرٰی مصدر مہمی مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ جَرٰی

یَجْرِی (باب ضَرْب) سے۔ اس کا پانی کی طرح ہمواری کے ساتھ رواں ہونا۔ یا مَجْرٰی

طرف مکان یا طرف زمان بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی کشتی کے چلنے کی جگہ۔ یا چلنے کا وقت =

مُؤَسَّسًا - مُؤَسَّسٌ مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ۔ مصدر مہمی۔ اس کا ٹھہرنا

اس کا جمانا۔ مادہ رَسَوُ - رَسَا یُرسُو (باب نصر) رَسَوُ کا معنی ٹھہرنا۔ جگہ پر جم جانا۔ اس کے

مصدر مہمی مَرَسًا آتا ہے۔ باب افعال سے مصدر اِرْسَاؤُ اور مصدر مہمی مَرَسًا آتا ہے ٹھہرنا

جمانا۔ کشتی کا لنگر ڈالنا۔ مُؤَسَّسٌ۔ طرف مکان یا طرف زمان بھی ہو سکتا ہے

اِرْكَبُوا میں جو ضمیر فاعل ہے وہ ذوالحال ہے اور یَسْعِدُ اللّٰہُ الخ حال ہے۔

یعنی کشتی میں یہ کہتے ہوئے سوار ہو۔ یَسْعِدُ اللّٰہُ الخ۔ مَجْرٰی و مُؤَسَّسٌ طرف زمان اور

طرف مکان دونوں ہو سکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہوں جہاں وہ چلتی ہے اور جہاں وہ رکتی

بصورت ہر دو کے مصدر مہمی ہونے کے مضاف (وقت) مخدوف ماننا پڑے گا۔

ای وقت جریہا دار ساٹھا۔ جَرٰی یَجْرِی ثلاثی مجرد ہے اور اِرْسٰی یُرسٰی ثلاثی مزید فیہ۔

۴۲: ۱۱ = مَعْزَلٍ - اسم طرف مکان۔ الگ جگہ۔ عَزَلَ مصدر الگ کر دینا۔

۴۳: ۱۱ = سَاوِی - اَدٰی یَاوِی (باب ضرب) اَوِیَّا۔ کسی جگہ نزول کرنا۔ کسی جگہ پناہ حاصل

کرنا۔ اَدٰی اِلٰی کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا۔ اَدَاہُ (باب افعال) اِیْوَاءُ۔ کسی کو جگہ دینا

سَاوِی اِلٰی جَبَلٍ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا۔ اور باب افعال سے وَتَوَوٰی اِلَیْكَ

مَنْ تَشَاءُ (۲۳: ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔

= لَعِصْمِيْ - عَنَّمْ يَعْصِمُ - (باب ضَرَبَ) عِصْمَةٌ مصدر - وہ مجھے بچالے گا۔

۱۱: ۴۴ = اِبْلَعِيْ - بَلَعَ يَبْلَعُ رَفَعَتْ - امر واحد مؤنث حاضر - تو نگل جا۔ بَلَعَ سے جس کے معنی نگلنے کے ہیں۔

= اَقْلَعِيْ - تو تھم جا۔ تورک جا۔ (بارش سے رُک جا) اِقْلَاعٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ امر واحد مؤنث حاضر۔

= غِيْضٌ - غَاضٌ يَغِيْضُ غِيْضٌ - (باب ضَرَبَ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب پانی کو زمین میں جذب کر دیا گیا۔ پانی خشک کر دیا گیا۔ پانی اتر گیا۔

= اِسْتَوَتْ - اِسْتَوَى يَسْتَوِي اِسْتَوَاءً - (اِفْعَالٌ) ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ کشتی ٹھہر گئی۔ جب یہ علی کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی کسی چیز پر چڑھنے۔ قرار پکڑنے اور مستوی ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں اِسْتَوَى فَلَانٌ عَلَى عَمَالَتِهِ فُلَانٌ نے اپنا عہدہ سنبھال لیا۔ قرآن میں ہے فَاسْتَوَى عَلَى سُوْقِهِ (۲۹: ۲۹) اور پھر وہ اپنی نال پر سیدھی ہو گئی۔ یا آیت ہذا میں۔ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ اور وہ جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔

= بُعِدَۥۙ - بُعِدَ - دُورِ - ہلاکت - لعنت۔

اَلْبُعْدُ کے معنی دوری کے ہیں۔ یہ قُرْبُ کی ضد ہے۔ بُعِدَ (سَمِعَ) کے معنی مرنا کے ہیں۔ اور عُمُوًّا اَلْبُعْدُ ہلاک ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا کَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ (۹۵: ۱۱) جیسے ثمود تباہ ہو گئے۔

چونکہ موت و ہلاکت اور لعنت میں بھی دوری ہوتی ہے اس لئے بُعِدَ اور بُعِدَ کے معنی اکثر ہلاکت اور تباہی اور لعنت کے آتے ہیں۔ بُعِدَ اَللِّقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ - ہلاکت اور بربادی ہو ظالموں کے لئے۔

= قُضِيَ اَلْاَمْرُ - قصہ تمام ہوا۔ حکم کی تعمیل ہو چکی۔ کام پورا ہو گیا۔ یعنی جنہوں نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گئے اور جنہوں نے بچایا جانا تھا بچائے گئے۔

۱۱: ۴۶ = اِنَّهٗ عَمَلٌ خَيْرٌ صَالِحٌ - اِیْ اِنَّهٗ ذُوْ عَمَلٍ فَاْسِدٍ - وہ صاحب اعمال فاسد ہے۔ یعنی اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں غیر صالح ہیں ذُوْ - کو مبالغہ کی خاطر حذف کیا گیا ہے = فَلَا تَسْأَلْنِ اَصْلَیْ فَاَنْتَ تَسْأَلْنِیْ تھا۔ لَا تَسْأَلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ اور ی متکلم مفعول کے لئے ہے تو مجھ سے سوال مت کر۔ مجھ سے درخواست نہ کر۔

= اِعْظَمَكَ - دَعَا يَعِظُ وَدَعَا (ضَرْبَ) سے مضارع واحد متکلم لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر میں سنجھ کو نصیحت کرتا ہوں۔

۴۸:۱۱ = اِهْبِطْ - تَوَاتَرَ (یعنی اب کشتی سے اتر جاؤ۔ هَبُوطٌ سے (باب ضَرْبَ) امر واحد مذکر حاضر۔

= عَلَى أُمَّمٍ مِّمَّتْ سَعَكَ ان لوگوں پر جو تیرے ساتھیوں میں سے ہیں۔ یعنی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اُمَمٌ - اُمَّةٌ کی جمع ہے بمعنی جماعت

= وَأُمَمٌ - اُمَمٌ مبتدا۔ خبر محذوف ہے تقدیر کلام: وَمِنْهُمْ أُمَّةٌ سَنَمِتْهُمْ - ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ہم مال و متاع دیں گے۔ اپنی نعمتوں سے ان کو نوازیں گے۔

۴۹:۱۱ = أَنْبَاءٌ - خبریں۔ حقیقتیں نَبَأٌ کی جمع ہے۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَأٌ کہتے ہیں۔ اور جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نَبَأٌ نہیں کہتے۔ کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نَبَأٌ کہلانے کی مستحق نہیں۔ جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ و رسول نے بیان کیا ہو۔ اسی لئے نبی اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے حقیقتیں اور سچی خبریں بیان کرے = نُوحِيهَا - نُوحِيَ - مضارع جمع متکلم۔ ہم وحی کرتے ہیں ہَا۔ ضمیر واحد ذنث غائب جس کا مرجع أَنْبَاءٌ ہے۔

۵۰:۱۱ = وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا - اس کا عطف اَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ (آیت ۲۵) پر ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے وَارْسَلْنَا إِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا۔

اَخَاهُمْ (ان کا بھائی) یعنی انہیں کے نسب سے

= مُفْتَرُونَ - جھوٹے بہتان باندھنے والے۔ اصل میں اِفْتَرَاءٌ سے مُفْتَرٍ یُون تھا۔ اس کا واحد مُفْتَرٍ ہے

۵۲:۱۱ = يُرْسِلِ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط (مکسور بالوصل) واحد مذکر غائب ہے بھیجے گا۔ اَرْسَالَ (اِفْعَال) سے

= السَّمَاءَ - آسمان۔ ابر۔ بارش۔

= مِدْرَارًا - صیغہ مبالغہ۔ بہت برسے والا۔

اصل میں مِدْرَارٌ - دَرٌّ اور دِرٌّ سے ہے جس کے معنی دودھ کے ہیں پھر بطور

استعارہ بارش کے لئے استعمال ہونے لگا۔

يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَهُوَ تَمُّرٌ مُسَالِدٌ صَارَ بِرَشٍّ مَجْجِيًا - يَأْتِمُ بِرَبَارٍ
بار بار بارش برساتے والے بادل بھیجے گا۔ یا آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش بھیجے گا۔
= لَا تَتَوَلَّوْا - (جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں) اس سے روگردانی نہ کرو۔ منہ نہ موڑو
اعراض مت کرو۔

= مُجْرِمِينَ - ای مصوبین علی مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْجَوَامِ - اپنے جرموں پر اصرار کرتے
ہوئے میری دعوت سے روگردانی مت کرو۔
۵۳: ۱۱ = تَارِكِي - تَارِكُ کی جمع بحالت نصب وجر مضاف إِلَيْهِتَا (مضاف مضاف الیہ)
مضاف الیہ۔ تَارِكِي اصل میں تَارِكِينَ تھا۔ ن بوجہ اضافت کے حذف ہو گیا (ہم) اپنے خداؤں
کو چھوڑنے والے (ہیں) یعنی نہیں چھوڑیں گے۔

۵۴: ۱۱ = اِعْتَرَاكَ - اِعْتَرَى - ماضی - واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔
اِعْتَرَى يَعْتَرِي (افتعال) اِعْتَرَاءٌ - کسی شے کی طرف قصد کرنا اور اس پر چھاپنا۔ اِعْتَرَى
(رنج و الم کا) کسی پر چھاپنا۔ اِعْتَرَاكَ - تجھ پر غلبہ کر لیا ہے۔ تجھ پر چھاپ گیا ہے۔ عدو۔ عری مادہ
= اِنْ نَقُولُ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= اِسْوَاءٌ - بآ تقدیر کے لئے لایا گیا ہے۔
اِنْ نَقُولُ اِسْوَاءٌ - ہم (کچھ) نہیں بولتے سوائے اس کے کہ ہمارے کسی خدا نے
تم کو کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے

= اُشْهِدُ - اَشْهَدُ اُشْهِدُ - اَشْهَدُ - گواہ کرنا۔ میں گواہ کرتا ہوں۔ میں گواہ بناتا ہوں
= اَشْهَدُوا - تم گواہ رہو۔ شَهِدَ اَشْهَدُ (سمع) سے امر جمع مذکر حاضر۔ شَهِادَةُ مصدر
= تُشْرِكُونَ مِنْ دُونِهِ (تشرکون پر وقف نہ کیا جائے) تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے (خدا کے)
سوا۔

= اِنِّیْ بَرِيٌّ - میں بیزار ہوں۔ میں بری الذمہ ہوں۔ میرا کوئی سرور کار نہیں۔
۵۵: ۱۱ = فَكَيْدُ ذِي - میرے ساتھ داؤ گھات کرلو۔ میرے خلاف سازش کرلو۔ کَيْدٌ
مکر و فریب۔ چال۔ داؤ۔ اچھی تدبیر۔ بری تدبیر۔

(حب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو یعنی اچھی تدبیر)
= جَمِيعًا - تم سب۔ یا اَنْتُمْ وَاٰلِهَتُكُمْ - تم اور تمہارے (جھوٹے) خدا

= لَا تَنْظُرُونَ - مجھے مہلت نہ دو سی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔
۵۶:۱۱ = هُوَ - ای اللہ۔

= اخِذْ بِنَاصِيَتِهَا - پکڑنے والا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ پکڑے ہوئے ہے اس کو اس کی چوٹی سے۔ یعنی وہ سب پر قدرت رکھتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس پر اپنا تصرف رکھتا ہے۔

۵۷:۱۱ = اِنْ تَوَلَّوْا - اگر تم روگردانی کرو۔ تَوَلَّوْا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تا حذف ہو گئی۔ تَوَلَّوْا سے۔

= فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهِ اِلَيْكُمْ - ای فان تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَا اُرْسِلْتُ بِهِ اِلَيْكُمْ - اگر تم پھر روگردانی کرو تو میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں۔

= يَسْتَخْلِفُ - مضارع واحد مذکر غائب (باب استفعال) وہ جانشین بنادے گا۔
= حَفِظْتُ - نگہبان - نگہداشت کرنے والا۔

۵۹:۱۱ = جَعَدُوا - انہوں نے انکار کیا۔ وہ منکر ہوئے۔

جَعَدُ و جُعُودُ سے (باب فتح) ماضی جمع مذکر غائب

= جَبَّارٌ - سرکش - زبردست - دوسرے کو مجبور کر دینے والا۔ متکبر - خود اختیار۔ جَبَّارٌ ذات باری تعالیٰ کے لئے صفت مدح ہے۔ اور انسان کے لئے صفت ذم۔

= عَنِيدٌ - عناد رکھنے والا۔ مخالف - بروزن فَعِيلٌ بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عُنُدٌ ہے عَنِيدٌ - ضدی جو حق کو پہچانتے جاننے سے انکار کرے۔ جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرے۔ اِذَا ابْنُ اِن يَقْبَلُ الشَّيْءَ دَانَ عَرَفَهُ جانتے ہوئے کسی شے کو مانتے سے انکار کرے۔

۶۰:۱۱ = اَتَّبِعُوا - اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ ان کے پیچھے لگادی گئی۔

= بُعِدَ۱ - دوری - ہلاکت - بربادی۔ (ملاحظہ ہو ۴۴:۱۱)

= قَوْمٌ هُوْدٌ - (ہود کی قوم) عطف بیان - اپنے متبوع عاد کی وضاحت کے لئے آیا ہے یعنی وہ قوم عاد جو لعنت دارین کی مستحق ہوئی۔ قوم عاد دو قبیلوں سے منسوب ہے عادِ اولیٰ جو حضرت ہود کی قوم تھی۔ اور عاد ثانی جو عمالقی تھے۔ یہ دونوں شاخیں عاد بن عوص سے

ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں

۶۱:۱۱ = رَالِیْ ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔ آیت ۵۰:۱۱ کی طرح اس کا عطف بھی اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلٰی قَوْمِہٖ۔ ۲۵:۱۱ پر ہے۔ اِیْ وَاَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اور ہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی (یعنی ان میں سے) صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔

= اَنْشَاَکُمْ۔ اَنْشَاَ یَنْشِیْءُ (اَنْشَاَ) اس نے پیدا کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔

= اِسْتَعْمَرَکُمْ۔ اس نے تم کو آباد کیا۔ اِسْتَعْمَرَ یَسْتَعْمِرُ اِسْتِعْمَارٌ (اِسْتَفْعَالَ) سے ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلْعِمَادَةُ۔ حَرَابٌ کی ضد ہے۔ عَمَرَ اَرْضَهُ لَیْمُرُهَا عِمَارَةً۔ اس نے اپنی زمین آباد کی۔

قرآن مجید میں ہے وَعِمَادَةُ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۱۹:۹) اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا۔ اِدْرِیْ الْبَیْتِ الْمَعْمُوْر۔ (۴۰:۵۲) اور قسم ہے آباد کئے ہوئے گھر کی۔

اَلْعَمْرُ وَالْعُمُرُ۔ اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بدن زندگی کے ساتھ آباد رہتا ہے۔

= مُجِیْبٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ نکرہ اِجَابَةٌ۔ مصدر (باب افعال) جَوِبْتُ مادہ۔ دعا قبول کرنے والا۔

۶۲:۱۱ = مَرْجُوًّا۔ اسم مفعول حالت نصب رَجَوُ ناقص واوی۔ (باب نصر) سے اصل میں مَفْعُوْلٌ کے وزن پر مَرْجُوُّ تھا۔ دواؤ اکٹھے ہوئے ایک کو دوسرے میں مدغم کیا مَرْجُوُّ ہو گیا۔ حالت نصب میں مَرْجُوًّا۔ رَجَا یَرْجُو اِجَاءٌ وَرَجُوُّ۔ امیدوار رہنا۔ امید کرنا۔ خوف کرنا۔ مَرْجُوُّ۔ وہ جس سے امیدیں وابستہ ہوں۔

(حضرت صالح کی شرافت۔ متانت۔ ذہانت و فطانت کو دیکھ کر ان کو امیدیں تھیں کہ وہ سیادت و قیادت و مشاورت میں سرمایہ قوم ثابت ہوگا اور ان کے دین سے موافقت کر کے اس کے عروج کا باعث بنیگا۔ لیکن جب انہوں نے خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا)

= اَتْنَهْنَا۔ اَلْفُ اسْتَفْهَامِيَّةٌ تَنْهَى واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ کیا تو ہم کو منع کرتا ہے ہم کو روکتا ہے تَنْهَى۔ (باب نصر۔ فتح۔ ضَرْبٌ) روکنا۔ منع کرنا

= تَدْعُوْنَا۔ تو ہم کو بلاتا ہے۔ تو ہم کو پکارتا ہے دُعَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ دَعَوٌ مادہ۔

= مُرِيْبٌ۔ اسم فاعل اِرَابَةٌ (باب افعال) رِيْبٌ مادہ۔ متردب بنانے والا۔ ترد میں ڈالنے والا۔ بے چین کر دینے والا۔

یہاں شَكٌّ کی صفت ہے فِي شَكِّ مُرِيْبٍ (ہم) ایک ایسے شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ جو بے چین کر دینے والا ہے

۶۴:۱۱ = اَرَاءَيْتُمْ۔ مہلّا بتاؤ تو یہی۔ مہلّا یہ تو بتاؤ۔

= تَزَيَّدُ ذُنْحًا۔ تم میرے لئے زیادہ کرتے ہو۔ زِيَادَةٌ (باب ضَوْب) سے مضارع جمع مذکر حاضر تَنَ وَتَاہِی ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ۔

= تَخْصِيْرٌ (باب نفعل) مصدر ہے زریاں کاری۔ نقصان پہنچانا۔ ہلاک کرنا (یعنی تم تو میرے نقصان میں اضافہ ہی کر رہے ہو)

= يَقُوْمُ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً۔ یہ کفار ثمود کے مطالبہ فَاَتِ بِآيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۲۶:۱۵۴) کے جواب میں ہے۔ آيَةٌ بوجہ حال کے منصوب ہے۔

= فَذَرُوْهَا۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر ہا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُنْثٰ غَائِبٌ۔

= تَأْكُلُ۔ فعل مجزوم۔ جواب طلب کی وجہ سے ہے۔

= فَيَاْخُذْكُمْ۔ میں ف حرف ناصبہ ہے جو فعل مضارع پر بتقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ جیسے زُرْنِيْ فَاُكْرِمْكَ

۶۵:۱۱ = فَعَقَرُوْهَا۔ انہوں نے اس (اونٹنی) کی کوئیں کاٹ دیں۔

= تَمَتَّعُوا۔ تم لطف اٹھا لو۔ تم (دنیاوی مال و متاع کا) فائدہ اٹھا لو۔

۶۷:۱۱ = الصّٰیْحَةُ۔ چیخ۔ کرک۔ ہولناک آواز۔ چنگھاڑ۔

صَاحٌ يَصِيْحُ (ضَرَب) کا مصدر ہے۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے۔ اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

= جُثَيْبِيْنَ۔ اوندھے بڑنے والے۔ زانوں کے بل گرنے والے۔

جُثُوْمٌ سے جس کے معنی سینہ کے بل اوندھے منہ زمین پر پڑنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ اس کی واحد جَاثِمٌ ہے۔

۶۸:۱۱ = لَمْ يَخْنُوا۔ مضارع نفی جَدَلَمْ۔ جمع مذکر غَائِبٌ۔ غَنَى مصدر۔ (باب سَمِع) انہوں نے

قیام نہیں کیا۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ غَنَى بِالْمَكَانِ۔ وہ مکان میں ٹھہرا۔ مَغْنَى۔ فرود گاہ۔

حَاثٌ لَمْ يَخْنُوا فِيْهَا۔ گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ فِيْهَا۔ میں ہا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُنْثٰ

کا مرجع مِنْ دِيَارِهِمْ ہے۔

= بُعْدًا ۱۔ دوری۔ ہلاکت۔ ملاحظہ ہو ۱۱: ۴۲: ۱۱: ۶۰۔

۱۱: ۶۹ = اِبْرَاهِيمَ۔ اِیْ اِلٰی اِبْرَاهِيمَ۔ منصوب لوجہ غیر منصرف ہونے کے (عجمہ اور صرفہ

ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے)۔

= لَبَشْرٰی۔ خوشخبری۔ ایسی خبر جس کو سُن کر بشرہ (چہرہ) پر مسرت اور خوشی کے آثار نمایاں ^{جائیں}

= قَالُوا سَلَامًا۔ سَلَامًا کے نصب کی حسب ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) یہ بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور اس کا فعل محذوف ہے اِیْ لَسَلِّمْ عَلَیْكَ سَلَامًا ہم تجھ کو سلام کہتے ہیں۔

(۲) سَلَامًا۔ قَالُوا کا مفعول ہے انہوں نے سلام کہا۔

= قَالَ سَلَامٌ۔ سَلَامٌ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف۔ تقدیر یہ ہے سَلَامٌ عَلَیْكُمْ

= لَبِثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (سَمِعَ) وہ رہا۔ وہ ٹھہرا رہا۔ قرآن مجید میں ہے قَالَ كَمْ

لَبِثْتُمْ (۱۱۳: ۲۳) خدا تعالیٰ پوچھیکا۔ تم کتنے برس ہے۔ مَا لَبِثَ اَنْ جَاءَ۔ لفظی ترجمہ ہوگا وہ نہ ٹھہرا کہ آگیا۔ یعنی جلدی ہی آگیا۔

= حَیْثُ۔ بریاں۔ تلا ہوا۔ بھونا ہوا۔ حَیْثُ سے بروزن فعیل بمعنی مَفْعُولٌ صفت

مشبہ ہے۔ جیسے حَیْثُ بمعنی محمود ہے۔

= عِجْلٍ۔ بھڑا۔ گائے کا بچہ۔

۱۱: ۷۰ اِیْنِهٖ مِیْنُ هٗ ضَمِیْرٌ وَاحِدٌ مَذْکُورٌ غَائِبٌ کَامَرْجِعٍ عِجْلٍ

= مَنكَرُهُمْ۔ اَلْاِنْکَارُ۔ عِرْفَانُ کی ضد ہے اس نے نہ پہچانا۔ اس نے اجنبی خیال کیا۔

وہ ان کی طرف سے شبہ میں پڑ گیا۔ انکار عدم معرفت ہے۔ لیکن بعض اوقات، انسان جانتے

ہوتے بھی انکار کر دیتا ہے۔ اسے کذب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے یَعْرِفُونَ نِعْمَةَ اللّٰهِ

ثُمَّ یُنْکِرُوْنَہَا (۸۳: ۱۶) یہ خدا کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر واقف ہو کر انکار کرتے ہیں۔

المنکر۔ ہر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے۔ یا عقل کو اس کے حسن و قبح

میں توقف ہو۔ مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔ قرآن مجید میں ہے وَتَأْتُونَ

فِیْ نَارِ بَیْکُمُ الْمُنْکَرُ (۲۹: ۲۹) اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔

= اَوْجَسَ۔ اس نے محسوس کیا۔ اِیْجَاسٌ سے جس کے معنی دل میں محسوس کرنے اور

قلب میں پوشیدہ آواز پانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وَجَسَیْ مَادَّةٌ۔

اَوْحَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً۔ ان کی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا۔ ایک اور جگہ آیا ہے فَاَوْحَسَ فِيْ نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسٰی (۲۰ : ۶۰) (اس وقت) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہ خوف اس بناء پر تھا کہ جب ان نوواردوں نے کھانے میں تامل کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی نیت پر شبہ ہونے لگا۔ کہ کہیں یہ دشمنی کے ارادے سے تو نہیں آئے۔ کیونکہ عرب میں جب کوئی کسی کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کرتا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مہمان کی حیثیت سے نہیں آیا بلکہ قتل و غارت کی نیت سے آیا ہے۔

لیکن بعد کی تفسیر اس کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ اندازِ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھنے سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تاڑ گئے تھے کہ یہ فرشتے ہیں اور چونکہ فرشتوں کا علائہ انسانی شکل میں آنا غیر معمولی حالات میں ہی ہوا کرتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف جس بات کا ہوا وہ دراصل یہ تھی کہ کہیں آپ کے گھر والوں سے یا آپ کی بستی کے لوگوں سے یا خود آپ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہو گیا جس پر گرفت کے لئے فرشتے اس صورت میں بھیجے گئے ہیں۔ اگر بات وہ ہوتی جو بعض مفسرین نے سمجھی ہے تو فرشتے یوں کہتے کہ ڈرو نہیں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہو فرشتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے آپ کا خوف دور کرنے کے لئے کہا کہ ”ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں“ تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا فرشتہ ہونا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی جان گئے تھے (تفہیم القرآن)

۱۱: ۷۱ = فَضَحِكْتُ فَبَشَّرْنَاهَا بِاسْحَاقَ۔ حضرت سارہ کے ہنسنے کی دو وجوہ تھیں۔

(۱) جب آپ نے محسوس کیا کہ حضرت ابراہیم کی تشویش دور ہو گئی ہے اور آپ مطمئن ہو گئے ہیں تو خوشی سے ہنس پڑیں۔

(۲) عبارت میں تقدیم و تاخیر ہے۔ گویا عبارت یوں ہے فَبَشَّرْنَاهَا بِاسْحَاقَ يَعْقُوبَ فَضَحِكْتُ۔ ہم نے جب اسے اسحاق کی بشارت دی اور اسحاق کے بعد یعقوب (علیہما السلام) کی تو وہ فرط مسرت سے ہنس پڑیں۔

۱۱: ۷۲ = يٰوَيْلَتِيْ اَصْلٌ مِّنْ يَّوْنٰكِيْ تَهٰ۔ افسوس یا حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے مئی کو الف سے بدل دیا گیا۔ وَيْلٌ کا لغوی معنی ہلاکت ہے۔ یہاں اس سے مراد اپنے لئے بد دعا کرنا نہیں محض اظہار حیرت و تعجب مقصود ہے۔ عورتیں اکثر اظہار حیرت و تعجب کے موقع پر ایسے کلمات بولتی ہیں ہاں میں مر گئی۔ ہائے میں مرجاؤں۔ یہ بھی ایسا ہی کلمہ ہے۔ یعنی يٰاَعْجَبًا يٰحَسْرَتًا۔

= عَالِدٌ - ع برائے استفہام - کیا میں جنوں گی

= عَجُوذٌ - بڑھیا - پیرزن

= بَعْلِي میرا خاوند - بَعْل مضاف - ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ -

= شَيْخٌ بوڑھا - شَيْخٌ جمع -

۱۱: ۳ = كَعَجَيْنِ - تو تعجب کرتی ہے

= حَمِيدٌ - بروزن فعل بمعنی مَفْعُول مَحْمُودٌ صفت مشبہ - ستودہ - تعریف کیا ہوا
سر ابا ہوا - حَمْدٌ سے -

= مَجِيدٌ - مجد - یجد مَجِيدٌ کے معنی کرم و ثروت اور بزرگی میں وسعت اور بڑائی کے
ہیں - ذات باری تعالیٰ کا اس صفت کے ساتھ متصف ہونا اس کے وسعت فیض اور کثرت
جود کے سبب ہے مَجِيدٌ وسعت کرم کا مالک - وسیع الفضل - کثیر الخیر - رفیع الشان
سب سے بڑھ کر بزرگ -

۱۱: ۴ = الرِّزْعُ - خوف - ڈر - رَاَعَ يَرْزَعُ کا مصدر

= يُجَادِلُنَا - مضارع واحد مذکر - مُجَادَلَةٌ وَجَدَ اللَّهُ - مصدر - باب مناعلة نا ضمیر مفعول جمع متکلم -
وہ ہم سے (یعنی ہمارے فرشتوں سے) جھگڑا کرنے لگا -

۱۱: ۵ = آذَاهُ بروزن فَعَالٌ - مبالغہ کا صیغہ ہے بہت آہ آہ کرنے والا اپنے گناہوں پر دوسروں
کی غمخواری میں - گڑ گڑا کر کثرت سے دعائیں کرنے والا - رحمدل - کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا
= مُنِيبٌ - اسم فاعل واحد مذکر - اِنَابَةٌ مصدر (باب افعال) تَوْبٌ مادہ - اللہ کی طرف
رجوع کرنے والا - خلوص کے ساتھ توبہ کرنے والا - ہر طرف سے مڑ کر اللہ کی طرف لوٹنے والا -
نَابَ يَنْوُبُ (نَصَرَ) کسی چیز کا بار بار لوٹنا - نَوْبَةٌ کا بھی یہی معنی ہے - نَائِبَةٌ وہ مصیبت
جو بار بار لوٹتی ہے -

۱۱: ۶ = اَتَيْهِمْ - ان پر آئنا والا ہے - اَتَى (آینوا) مضاف - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف
الیہ - اَتَى يَأْتِي سے اسم فاعل -

= غَيْرُ مَرْدُودٍ - مَرْدُودٌ (مَفْعُول) اسم مفعول واحد مذکر - رَدٌّ سے باب نصر - ٹالا جانیوالا

لوٹایا جانیوالا - غَيْرُ مَرْدُودٍ - جو لوٹایا نہیں جائے گا - جو ٹالا جانیوالا نہیں -

رَدِّ کیا گیا - شَيْطَانٌ مَرْدُودٌ

۱۱: ۷ = سَيِّئٌ بِهْمٌ - سَوَّءٌ سے ماضی مجہول - واحد مذکر غائب - وہ دل گیر ہوا - غمگین ہوا -

== ضَاقٌ - ضِيقٌ ہے۔ وسعت کی ضد ہے۔ وہ تنگ ہوا۔

== ذُرْعًا - طاقت۔ گنجائش۔ ہاتھ کی کشادگی۔ الذَّرَاعُ - کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے اخیر تک کا حصہ۔ ہاتھ (لمبائی کی اصطلاح میں) ذِرَاعٌ - جمع۔ ذُرْعَانٌ وَأَذْرُعٌ۔

تفسیر الخازن میں ہے۔ ”ازہری کا بیان ہے کہ: ذُرْعٌ - طاقت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے؛ اور اس کی اصل یوں ہے کہ اونٹ اپنی رفتار میں اگلے قدموں کو پچھلے قدموں کی وسعت کے اعتبار سے بڑھاتا ہے اور جب اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اگلے قدم تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ کمزور ہو کر اپنی گردن لمبی کر دیتا ہے۔ پس ضِيقُ الذَّرْعِ عبارت ہے ضِيقُ التَّوَسُّعِ وَالطَّاقَةِ سے پس ضَاقٌ بِهِمْ ذُرْعًا سے معنی ہوئے کہ معاملہ کی خرابی سے رہائی کی صورت کوئی نہ مل سکی۔

علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ: جب انسان کسی مکروہ امر سے مدافعت میں عاجز ہو جائے تو یہ الفاظ دل گرفتگی اور انقباض کے اظہار کے لئے بطور کنایہ یولے جاتے ہیں۔

عربی میں محاورہ ہے ضَاقَ بِكَذَا إِذْرَاعِي میں اس سے عاجز ہوں۔ پس ضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا کے معنی ہوئے اس نے اپنے آپ کو ان کے سامنے بے بس پایا۔

== يَوْمٌ عَصِيبٌ - عَصِيبٌ - سخت۔ بھاری۔ عَصِيبٌ سے - جس کے معنی سخت کس کر باندھنے اور گھیر لینے کے ہیں۔ بروزن فَعِيلٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ يَوْمٌ عَصِيبٌ سخت دن۔ سخت بھاری دن۔

۷۸: ۱۱ = يَهْرَعُونَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِهْرَاعٌ مصدر اِفْعَالٌ - تیز دوڑا ہوئے مجہول کا صیغہ سرعت اور شدت جذبات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی وہ تیزی اور سرعت سے حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف دوڑے جیسے انہیں کوئی بیرونی طاقت مجبور کر رہی ہے اور وہ اٹھے جا رہے ہیں۔

یہ مجبوری کا مفہوم اس آیت میں بھی ہے فَهْمٌ عَلَى أَثَارِهِمْ يَهْرَعُونَ (۷۸: ۳۷) سو وہ بھی ان کے نقش قدم پر تیزی سے اندھا دھند چل پڑے (یعنی ان کے شوق و رغبت کی یہ شدت تھی کہ انہوں نے دلیل صحیح کی پیروی چھوڑ کر اندھی تقلید شروع کر دی گویا مجبور محض تھے)

نیز ملاحظہ ہو ۷۸: ۱۲ (وَأَلْفَيْتِ السَّحَرَةَ سَاجِدِينَ اور جادو گر بے اختیار سجدہ میں گر گئے) = بَدَنِيٌّ - میری بیٹیاں - یعنی قوم کی عورتیں۔ (جو پیشتر قوم کے افراد سے شادی شدہ تھیں اور باقاعدہ نکاح میں تھیں) اور جو کہ ایک نبی کے لئے بمنزلہ بیٹیاں ہی ہوتی ہیں۔

= هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ - خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لئے وہ زیادہ پاکیزہ اور بہتر ذریعہ ہیں
= وَلَا تُحْزِنُ فِی صَیْفِی - یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔

یہ لفظ خزئی سے بنا ہے بمعنی رسوائی یا خِزائیۃ سے بمعنی حیا۔ مطلب ہوگا مجھے شرمندہ نہ کرو

۱۱: ۷۹ = حَقِّ - حق سے یہاں مراد حاجت - ضرورت - سروکار ہے۔ ای لیس لنا بہن

حاجة دلائل فیہنَّ شہوۃ - یعنی نہ ہمیں ان کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی خواہش۔

۱۱: ۸۰ = اِی - میں بیٹھوں گا۔ میں فروکش ہو جاؤں گا۔ اِی سے باب ضرب اِی الی

الْبَیْتِ - گھر میں اترا۔ ٹھکانہ لیا۔ یا پناہ لی۔ قرآن میں ہے سَاوِیْ اِلٰی جَبَلٍ (۱۱: ۲۳) میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔

= دُکُنَّ - سہارا۔ کسی چیز کی وہ جانب جس کے سہارے وہ قائم ہوتی ہے۔ استعارہ کے طور پر نور اور قوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیتہذا: اے کاش! مجھ کو تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا سراپا بن سکتا۔

۱۱: ۸۱ = لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْكَ یہ (لوگ) تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ای لن یصلوا اِلَیْكَ بضرور ولا مکروہ - یعنی وہ تمہیں کوئی گزند یا تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔

= اَسْرٍ - تورات کو لے کر چل۔ اَسْرَاءُ سے جس کے معنی رات کو لے کر چلنے کے اور رات کو سفر کرنے کے ہیں۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔

قرآن مجید میں ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بَعْدَہٗ لَیْلًا (۱۷: ۱) پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات۔

= بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّیْلِ - القطع فی اخوالیل - رات کے پچھلے حصہ میں وقیل من اَوَّلِ اللَّیْلِ - رات کے پہلے حصہ میں۔

= لَا یَلْتَفِتُ - نہی واحد مذکر غائب۔ اِلْتَفَاتٌ (افتعال) مصدر۔ لَفَتْ مادہ مکرر نہ دیکھے

= اِلَّا اَمْرًا تَکَ - اِلَّا - حرف استثناء اِمْرًا تَکَ مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ ہے

اَهْلِکَ - مستثنیٰ منہ - یعنی رات کو اپنے گھروالوں کو لے کر چل پڑو ماسوائے اپنی بیوی کے (یعنی اس کو نہ لیجانا)

= مُصِیْبُہَا - اسم فاعل واحد مذکر - مضاف - ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔

اس کو پالنے والا۔ اس پر پہنچ جانے والا۔ اَصَابَ یُصِیْبُ سے۔

= مَوْعِدَہُمْ - مَوْعِدُ اسم ظرف زمان - مضاف - ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

ان کے وعدہ کا وقت

۱۱: ۸۲ = سِجِّیل - کنکرہ - فارسی سنگ دگل - جو عربی میں آکر سِجِّیل بن گیا

سِجِّیل کا لفظ سَجَّل سے بنا ہے بمعنی جاری کرنا۔ دے دینا۔ یعنی ہر پتھر دیا ہوا یا بھیجا ہوا تھا۔
یا سِجِّل سے بنا ہے بمعنی لکھا ہوا۔ یعنی اللہ نے پتھروں پر لکھ دیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ سِجِّل اصل میں سَجِن تھا ن کو ل سے بدلا گیا۔ دوزخ کا ایک طبقہ
= مَنُصُودٍ - اسم مفعول - واحد مذکر - تہرتہ۔

نَصَدْتُ الْمَتَاعَ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ کے معنی ہیں سامان کو قرینے سے اوپر نیچے رکھنا۔ قرینے سے رکھے ہوئے سامان کو مَنُصُودٌ یا نَصْدٌ کہتے ہیں۔ جس تخت پر سامان جوڑ کر رکھا جائے اسے بھی نَصْدٌ کہتے ہیں۔ اس سے استعارۃً فرمایا طَلَعَ نَصْدٌ (۵۰: ۱۰) جن کا گاجا تہرتہ ہوتا ہے۔ یا طَلَعَ مَنُصُودٌ (۵۶: ۱۲۹) اور تہرتہ کیلوں۔

۱۱: ۸۳ = مُسَوَّمَةٌ - اسم مفعول واحد مؤنث تَسْوِيْمٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر نشان زدہ حِجَارَةٌ کی صفت ہے۔ سِیمۃٌ - سُوْمَةٌ دَسِیمًا - علامت - نشانی۔

= ھے - ضمیر واحد مؤنث غائب حِجَارَةٌ مُسَوَّمَةٌ کی طرف راجع ہے۔

۱۱: ۸۴ = لَا تَنْقُصُوا - فعل نہی - جمع مذکر حاضر - نَقَصٌ (باب نصر) سے تم مت گھٹاؤ۔ تم مت کم کرو۔

= اَلْمِکْيَالِ - اسم آلہ مفرد - غلہ کو ماپنے کا پیمانہ - کِیْلٌ - مصدر - (باب ضرب) فَاقِفْ لَنَا الْکِیْلَ - (۸۸: ۱۲) آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا ماپ غلہ کا دیجئے۔

= اَلْمِیْزَانِ - اسم آلہ وزن کرنے کا آلہ - ترازو - مصدر - وزن کرنا - (باب ضرب) جَمْعُ مَوَازِينَ

= اِنِّیْۤ اَرٰیْکُمْ بِخَیْرِ - میں دیکھتا ہوں تم بخیر ہو۔

را، یعنی تم صاحب مال و دولت ہو۔ تمہیں ڈنڈی مارنے اور کم ماپنے یا تولنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۲) میں تم کو اچھا بھلا خوشحال پاتا ہوں لہذا تم اپنی مذہب حرکات اور افعال سے یہ خداداد نعمت زائل مت کرو۔

= یَوْمٌ مُّحِیْطٌ - وہ دن جو مجرم کو ہر طرف سے گھیر کر اسے مجبور اور بے بس کر دے گا۔

عَذَابٌ یَّوْمٌ مُّحِیْطٌ - اس دن کا عذاب جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے۔

روح البیان میں ہے وصف الیوم بالاحاطة والمراد العذاب - مُحِیْطٌ لفظاً یوم کی صفت ہے لیکن مراد اس سے عذاب ہے یعنی میں ڈرتا ہوں اس دن سے کہ تم پر عذاب مُحِیْط

آجائے۔

۸۵:۱۱ = اَدُّوْا - اِيفَاءٌ لِاَفْعَالٍ، اَدُّوْا يُوَفِّي اِيْفَاءً وَفِي (لِيفِيفٍ مَفْرُوقٍ) فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم پورا کرو۔

= وَلَا تَبْخَسُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم کم نہ دو۔ بَخْسٌ سے باب فتح۔

= وَلَا تَعْتُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو۔

اَلْعِيْثُ وَالْعِثَّةُ - سخت فساد پیدا کرنا۔ جس فساد کا ادراک حتی ہو عِثَّةٌ وَعُثُوْا کہلاتا ہے اور جس فساد کا ادراک حکمی ہوا ہے عِثَّةٌ کہتے ہیں۔ عِثَّةٌ وَعُثُوْا۔ باب نصر کے مصدر ہیں اور عِثَّةٌ وَعِثَّةٌ (باب سجع) کے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے وَلَا تَعْتُوْا فِي الدُّنْيَا مُفْسِدِيْنَ (۱۶۰:۲) اور ملک میں فساد اور انتشار مت پیدا کرو۔

۸۶:۱۱ = بَقِيْتُ اللّٰهُ - اے اللہ! بقی اللہ لکم مِنَ الْحَلَالِ - حلال کی روزی اللہ جو بچت دیوے۔ (ہو) خیر لکم (مسا ناخذونہ بالتطيف) وہ بہتر ہے تمہارے لئے اس بچت جو تم ڈنڈی مار کر حاصل کرو۔

۸۷:۱۱ = اَصْلُوْتُكَ تَأْمُرُكَ (مخول سے کہتے ہیں کیا) تمہاری نمازیں تمہیں یہی حکم دیتی ہے اَدَانٌ تَفْعَلُ فِيْ اَمُوَالِنَا مَا نَشَاءُ - اے ادا ان نترك فعلنا فی اموالنا ما نَشَاءُ۔

(کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ الکشاف ذیلی نوٹ نمبر ۳) اِنَّكَ لَذَنْتَ الْحَلِيْمَ الرَّشِيْدُ - الْحَلِيْمُ - بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ الْحَلْمُ جس کے

معنی ہیں نفس و طبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ و غضب کے موقع پر بھڑک نہ اٹھے۔ بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اَحْلَمٌ ہے۔ آیت اَدُّوْا مَرْهُمُ اَحْلَا مُمْ (۳۲:۵۲)

میں بعض کے نزدیک عقلیں مراد ہیں۔ اصل میں حلم کے معنی متانت کے ہیں مگر چونکہ متانت بھی عقل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے حلم کا لفظ بول کر عقل مراد لیتے ہیں جیسا کہ مسبب بول

کر سبب مراد لے لیا جاتا ہے۔ آیت ہذا میں اکثر مفسرین نے حَلِيْمٌ کے معنی عقل مند دانا لیا ہے گو بعض نے اس کے اصلی معنوں میں لیا ہے یعنی بردبار۔ تحمل والا۔ جو دوسروں کے گناہ اور غلطیوں کو تحمل کے ساتھ برداشت کرے۔

الرَّشِيْدُ - نیک چال۔ راست باز۔ شائستہ۔ رُشْدٌ سے بروزن فَعِلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ الرَّشْدُ وَالرُّشْدُ - غی کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے باب نصر۔ سَجَعٌ - دونوں سے آتا ہے۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ تحقیق تو بڑا عقلمند اور راست

نصرت۔ سجع۔ دونوں سے آتا ہے۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ تحقیق تو بڑا عقلمند اور راست

دیندار ہے۔ لیکن یہ الفاظ استہزاء کہے گئے ہیں مراد اُن کی ان صفات کی ضد ہے یعنی تم تو بڑے احمق اور کج راہ ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم کسی کنجوس مکھی چوس کو کہیں کہ کیا کہنے تمہاری سخاوت کے اگر حاتم طائی بھی تمہیں دیکھ لے تو تمہارے آگے سجدہ میں گر پڑے۔

یا یہ کہ تم تو اچھے بھلے سمجھ دار اور دیندار آدمی ہو تم سے ایسی باتوں کی امید نہ تھی۔ کہ
طعن و تشنیع کا نشانہ ہمیں ہی بناؤ۔

یہ کہ تم تو ہر بار حلیم الطبع اور راست رو آدمی ہو جو دوسروں کی غلطیاں دیکھ کر تحمل سے کام لیتا ہے لیکن تم ہو کہ ان صفات سے متصف ہوتے ہوئے بھی ہمیں نکتہ چینی کا ہدف بناتے ہو ۱۱:۸۸ = اَرَاَيْتُمْ۔ جب ہمزہ استفہام رَاٰیْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں معنی کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اَرَاٰیْتَ کے معنی ہوتے ہیں اَخْبَرْتَنِي لِهَذَا اَرَاَيْتُمْ معنی اَخْبَرُوْنِي ہے مہلّا مجھے یہ تو بتاؤ = مِّنْ لَّدُنْہِ۔ اپنی خدا کی طرف سے

== رِزْقًا حَسَنًا۔ عمدہ روزی۔ رزقِ حلال۔ خمس اور تلافیف کے مُبْتَرایا اس سے مراد نبوت در سالت ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی

اَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُ عَلَى بَيْتَةٍ مِّن رَّبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا۔ میں جواب شرط
محذوف ہے۔ یعنی اَخْبِرُونِي اِنْ كُنْتُ عَلَى حُجَّةٍ وَاضِحَةٍ وَيَقِينُ مِنْ رَبِّي وَكُنْتُ
نَبِيًّا عَلَى الْحَقِيقَةِ اِلَيْهِ اِنْ لَا اَمْرَكُمْ بِتَرْكِ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ وَالْكَفِّ عَنِ الْمَعَاصِي
مُهْلًا تَبَاؤُ تَوْسَهِي اِذَا مَرَّ بِسَاحِلِ الْبَحْرِ اَوْ مَرَّ بِوَادِيٍّ اَوْ مَرَّ بِوَادِيٍّ اَوْ مَرَّ بِوَادِيٍّ
مِنْ جَانِبِ اللّٰهِ تَوْسَهِي اِذَا مَرَّ بِسَاحِلِ الْبَحْرِ اَوْ مَرَّ بِوَادِيٍّ اَوْ مَرَّ بِوَادِيٍّ اَوْ مَرَّ بِوَادِيٍّ
كَمْ لَنَ لَا نَهِي كَمْ لَنَ لَا نَهِي

= اُخَالِفْكُمْ۔ مخالفت (باب مفاعلة) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے اور کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہاری مخالفت کروں۔ کہا جاتا ہے خَالَفَنِي فُلَانٌ عَنْ كَذَا۔ جب کہ وہ اعراض کر رہا ہو اور تم اس چیز کا قصد کر رہے ہو۔ اور خَالَفَتِي اِلٰی كَذَا۔ جبکہ تم اعراض کرنے والے ہو اور وہ قصد کرنے والا ہو۔

= مَا أَنفَكْتُ عَنْهُ جِسْمِي مِمَّنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ -

مَا أَرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَنْهُ - میرا یہ مقصد نہیں کہ جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں اس کا خود ارتکاب کروں۔ یعنی جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں تمہیں

راہِ راست کی ترغیب دے کر اُلٹ اس بات کی طرف خود جھک جاؤں۔

== تَوْفِيقِي - مضاف مضاف الیہ - میری توفیق - میری قدرت - مجھ سے بن آنا - توفیق کا معنی اچھے مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب کا مہیا کر دینا - یعنی میری کامیابی انحصار محض اللہ کی اعانت و تائید پر ہے۔

== اُنْيَبُ - اَنَابَ يَنْبِي (افعال) اِنَابَةٌ - (نَوْبٌ مَادَّة) سے مضارع واحد متکلم - میں رجوع کرنا ہوں - اَلنَّوْبُ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا - ثلاثی مجرد میں باب نصر سے آتا ہے۔

۸۹:۱۱ = لَا يَخِرُّ مَتَّكُمُ - فعل نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ تاکید جَزَمَ مصدر باب ضَرَبَ - کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - ہرگز تم کو نہ اکسائے۔

== شِقَاقِي - مضاف مضاف الیہ - میری مخالفت - میری عداوت شِقَاقِي - بمعنی ضد - مخالفت - اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔

== اَنْ يُّصِيبَكُمُ - مبادا کہ پہنچے تمہیں - اَنْ بمعنی کہ۔

يُصِيبُ - واحد مذکر غائب مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةً (باب افعال) کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - کہ تم کو مصیبت پہنچے ۹۰:۱۱ = وَدُودٌ - صیغہ مبالغہ - محبت کرنے والا - ثواب دینے والا۔

اَلْوُدُّ کے معنی ہیں کسی چیز سے محبت کرنا اور اس کے ہونے کی تمنا کرنا - دَدَّ يُوَدُّ (سمع) وُدٌّ و مَوَدَّةٌ مصدر۔

۹۱:۱۱ = مَا نَفَقَهُ - مضارع منفی جمع متکلم - ہم نہیں سمجھتے - فِقْهٌ - مصدر - فِقْهٌ يَفْقَهُ (سمع) فِقْهٌ۔

اَلْفِقْهُ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں اور یہ علم سے اخص ہے۔ قرآن میں ہے فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا (۷۸:۴) ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات ہی نہیں سمجھ سکتے - علم الفقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے - فِقْهٌ سمجھ، دانش علم - فِقِيْهٌ - عقل مند - دانشور - عالم دین سمجھ دار۔

== دَهَطُكَ - مضاف مضاف الیہ - تیری برادری - تیرے بھائی بند - دَهَطٌ بمعنی نفر - شخص قبیلہ - برادری - بھائی بند - نفرا در شخص کے معنوں میں آیا ہے تِسْعَةٌ دَهَطٍ يُفْسِدُونَ (۲۷:۱۷۸) نو آدمی تھے جو ملک میں فساد کرتے تھے۔

برادری - قبیلہ - بھائی بند کے معنوں میں آیت ہذا - اور اس سے اگلی آیت (۹۲:۱۱)

لِقَوْمٍ أَرَاهُمْ أَنْ عَزَّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ۔ اے میری قوم! کیا میری برادری کے لوگ تمہیں (اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور آیت ہذا کا ترجمہ۔ اگر تیری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔ رھط خاندان کے ان افراد کو کہتے ہیں جو کسی شخص کی تقویت کا باعث ہوں اور دکھ سکھ میں اس کے شریک ہوں۔

رھط الرجل عشيرته الذی یستند علیہم و یتقوی بہم۔

= وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بَعِزٌّ۔ عزیز کے معنی محبوب۔ غالب۔ عزت والا۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ سبھی ہیں۔ عَزِيزٌ۔ فَعِيزٌ کے وزن پر عِزَّةٌ سے معنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی نہ تو تو ہمارا اتنا لاڈلا ہے کہ ہم تیری زیادتیوں کو محبت کی خاطر برداشت کرتے رہیں۔ نہ تو ہم پر اتنا غالب اور اتنا طاقتور ہے کہ ہم اپنی کمزوری کے پیش نظر چپ رہیں۔ اور نہ تو اتنا معزز اور گرامی قدر ہے کہ ہم تیرا لحاظ کریں۔ ہم تو محض تیری برادری کی وجہ سے تیرا لحاظ کر رہے ہیں۔

۹۲:۱۱ = اَعَزُّ۔ عَزَّ (معنی عزت) سے افعَل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ عزت والا۔ زیادہ طاقت ور۔

= عَلَیْكُمْ۔ اِیْ عِنْدَكُمْ۔

= اِتَّخَذُ تَمُوءَ۔ اصل میں اِتَّخَذُ تَمَّ مَقَا۔ ضمیرہ کے اتصال کی بناء پر واو لایا گیا ہے تم نے اس کو بھیرا یا۔ تم نے اس کو ڈال دیا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

= وَرَاءَكُمْ۔ وَرَاءَ۔ مصدر ہے۔ جس کا معنی آڑ۔ حِدْفَاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ اور سوار کے ہیں۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔ وَیَكْفُرُونَ بِعَادِ رَآءَ۔ (۹۱:۲) اور وہ انکار کرتے ہیں اس سے جو اس کے سوا ہے۔

بَعْدَ فِرْعَوْنَ مِنَ الدِّینِ اَوْ لَوْ اَلْکِتَابِ کِتَابَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ (۱۰۱:۲) اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کتاب اللہ کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا۔ پھینک مارا۔

آیت ہذا میں بھی پس پشت ڈالنے۔ ناقابل لحاظ اور ناقابل اعتنا سمجھنے کے معنی میں آیا ہے اور آگے ہونے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَلِكٌ یَّاخُذُ كُلَّ سَفِیْثَةٍ غَضْبًا۔

(۷۹:۱۸) اور ان کے سامنے کی طرف ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔

اوٹ اور آڑ کے معنوں میں آیا ہے اَوْ مِنْ وَرَآءِ جُدُرٍ۔ (۱۴:۵۹) یاد یواروں کی اوٹ میں۔

= ظَهْرًا۔ بھولا بھرا۔ فراموش شدہ۔ پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا۔

علامہ زمرخشی لکھتے ہیں کہ۔ وَالظَّهْرُ مَنَسُوبٌ اِلَى الظَّهْرِ وَالْکُسر من تغیرات التَّسْبِ

وَنظِيرُهُ فِي تَوَلَّاهُمْ فِي النِّسْبَةِ إِلَى الْأَمْسِ - أَمْسِي - ظَهَرْتُ ظَهْرِي فِي طَرَفٍ مَنُوبٍ بِهِ -
اور کسرہ نسبت کے تغیرات میں سے ہے - جیسے کہ اَمْسِ (کل گذشتہ) کی نسبت کرتے ہیں تو
اَمْسِي بولتے ہیں -

غنی الارب میں ہے اَمْسِي بکسر ہمزہ منسوب است بِأَمْسِي بِخِلَافِ قِيَّاسٍ -

ظَهَرْتُ مَنُوبٌ بِوَجْهِ مَفْعُولٍ بِهَوْنٍ كَيْفَ هُوَ يَفْعُولٌ ثَانِي هُوَ - اِنْتَحَذَ تَمَوُّهُ كَيْفَ هُوَ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ
غائب مفعول اول ہے

= مُجِئْتُ اسم فاعل واحد مذكر اِحَاطَةً بِمَصْدَرِ حَوَظَ مَادَّةِ بَابِ اِفْعَالٍ - ہر طرف سے گھرے
میں لے لینے والا -

۹۳: ۱۱ = اَعْمَلُوا عَلٰی مَا كُنْتُمْ رَاۤءِیْہُمْ طَرِيقَہُ كَيْفَ هُوَ مَطَابِقٌ عَمَلٌ كَرُو (۲) اِنِّیْ جَدَّ اَمَّا كَانَتْ كَشَشْ
کرو (۳) اپنی حالت کے مطابق کام کرو (۴) اپنی جگہ پر کام کرو -
= اِنِّیْ عَمِلْتُ - اِیْ اِنِّیْ عَامِلٌ عَلٰی مَا كُنْتُمْ رَاۤءِیْہُمْ -

= يُخْزِيْہُمْ - (جو) اس کو رسوا کرے گا -

= اِرْتَقِبُوا - امر جمع مذكر حاضر اِرْتَقَبْتُ مصدر باب اِفْعَالٍ - تم انتظار کرو -
= رَقِيبٌ بِرُوزْنٍ فَعِيلٌ بِمَعْنَى فَاعِلٍ - انتظار کرنے والا - منتظر -

۹۴: ۱۱ = اَمْرُنَا - ہمارا حکم - یعنی ہمارا عذاب -

= اَلصَّيْحَةُ - چیخ - کڑک - ہولناک آواز - ملاحظہ ہو ۹۴: ۱۱

= جُنَّيْنٍ - اوندھے پڑے ہوئے - (ملاحظہ ہو - ۹۴: ۱۱)

۹۵: ۱۱ = عَاثَ كَمْ يَخْتَوٰنِہَا - (ملاحظہ ہو ۹۵: ۱۱)

= بُعِدَا - دوری - ہلاکت - نیز ملاحظہ ہو ۹۴: ۱۱ - بَعِدَتْ - وہ تباہ ہوئی - اس پر لعنت ہوئی
وہ دور ہوئی - (باب سَمِعَ) بَعُدْتُ مصدر - ماضی واحد مؤنث غائب -

۹۶: ۱۱ = بِأَيِّتِنَا - دہی آیات الشَّعْمِ (یہ نو نشانیاں تھیں)

(۱) الْعَصَا - (۲) الْيَدُ الْبَيْضَاءُ (۳) الطُّوفَانُ (۴) الْجَوَادُ (مُذِي) (۵) الْقَتْلُ - غلاکو
کھا جانے والا کثیرا چھڑی (۶) الْقَفَادِغُ (مِنْذُك) (۷) الدَّمُ (خُون) (۸) النِّقْصُ مِنَ
الشَّمَرَاتِ - (پھلوں میں کمی) (۹) النِّقْصُ مِنَ النَّفْسِ (جانوں کی تلفی)

= سُلْطَنٍ مُّبِينٍ - بَرْہَانٍ مُّبِينٍ - بَرہان قاطع - حجتہ باہرہ - صریح دلیل - کھلی سند
(یعنی معجزہ) مَادَّةُ سَلَطَ (ثَلَاثُ مَجْرَدٍ) يَا سَلْطَنُ (رباعی مجرود) -

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک جگہ سُلْطٰن سے حُجَّت مراد ہے۔

۹۷:۱۱ — مَلَاۤئِكَةُ — اس کے سرداروں کی جماعت۔ اَلْمَلَاۤئِكَةُ اسم جمع معروف باللام۔ مَلَاۤئِكَةُ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں ریشنی اور دلوں میں ہدیت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَاۤئِكَةُ کہتے ہیں نیز ملاحظہ ہو ۸۷:۱۱

— رَشِيْدٌ ہدایت والی راہ۔ درست۔ اور فرعون کی بات کچھ راہ کی بات تو تھی ہی نہیں

نیز ملاحظہ ہو ۸۷:۱۱۔

۹۸:۱۱ — يَفْقَدُ قَوْمَهُ — مضارع واحد مذکر غائب فَتَدُوْمُ مصدر باب نصر۔ وہ پیشوا کی کریمگا وہ آگے آگے ہو گا۔ اپنی قوم سے۔

— اَدْرَدَهُمْ۔ اَدْرَدَ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پہنچایا۔ وہ لے آیا۔ اس نے لاڈالا۔ اِنْوَادُ کے اصل معنی گھاٹ پر لانے کے ہیں مگر بعد میں اس کا استعمال مطلق حاضر کرنے اور لے آنے کے لئے ہونے لگا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو لاڈالے گا آتش (جہنم) میں۔

— الْوِزْدُ اسم۔ اترنے کی جگہ۔ وارد ہونے کی جگہ۔ پانی کا گھاٹ۔ یا گھاٹ کا پانی۔ پانی کا حصہ اس کا مصدر وُزِدَ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تلاش میں جانا۔ قصد کرنا۔ پھر ہر جگہ کا قصد کرنے پر بولا جاتا ہے اور پانی پر پہنچنے والے کو وَاْدٌ کہتے ہیں اور اس کو بھی کہتے ہیں جو قافلے کے آگے جا کر پانی کی تلاش کرتا ہے اور مہتیا کرتا ہے جیسے قرآن میں ہے فَادْسَلُوا وَاْدَهُمْ (۱۲:۱۹) اور انہوں نے پانی کے لئے اپنا سقہ بھیجا۔

— اَلْمَوْزُوْدُ وِزْدٌ کی صفت ہے مفعول کے وزن پر۔ یعنی وارد ہونے کی جگہ۔ جس جگہ کا پانی کے لئے، قصد کیا گیا ہو۔ وِزْدٌ اَلْمَوْزُوْدِ۔ پانی کا وہ حصہ یا جگہ جسے قصد تلاش کر کے حاصل کیا گیا ہو۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔

فالورد نصيب من الماء والمورد صفة والمخصوص بالذم محذوف وهو النار۔ ورد کا معنی ہے پانی کا حصہ۔ یہ موصوف ہے اور المَوْزُوْدِ اس کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے۔ اور وہ النار (آتش جہنم ہے) وِزْدٌ اور مَوْزُوْدٌ دونوں مل کر بیٹس کے فاعل ہیں

کچھ بچت بھی نہ کر سکے۔

= لَمَّا - جب۔

= تَكْثِيبٌ - خسارہ میں رہنا۔ گھانا میں رہنا۔ تباہ و برباد کرنا۔ ہلاک کرنا۔ خسارہ۔ تباہی و بربادی ہلاکت۔ النَّبُّ وَالنَّبَابُ (ضرب) کے معنی مسلسل خسارہ میں رہنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ يَدَايَايَ لَهَبٍ (۱:۱۱۱) ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں۔ (یعنی وہ ہمیشہ خسارے میں رہے) ۱۱:۱۰۳ = فِي ذَلِكَ میں اشارہ ان امتوں کے قصوں کی طرف ہے۔ جو اپنی نافرمانی اور عصیان کی وجہ سے برباد ہو گئیں اور جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ اور ذَلِكَ يَوْمٌ میں اشارہ یوم القیامۃ کی طرف ہے۔

= لَهُ۔ اس (دن) میں مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ اس دن (روز قیامت) کُل انسان جمع کئے جائیں گے۔

= مَشْهُودٌ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حاضر کیا گیا۔

الْمَشْهُودُ وَالشَّهَادَةُ کے معنی کسی چیز کے مشاہدہ کرنے کے ہیں خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (۱۲:۵۹) پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ مَشْهُودٌ کے معنی صرف حاضر ہونا ہوں اور شَّهَادَةُ میں حاضر ہونے کے ساتھ مشاہدہ کا بھی اعتبار کیا جائے۔ یہاں مَشْهُودٌ بمعنی مَشْهُودٌ فِيهِ ہے (جب کہ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمٌ کے لئے ہے) یعنی وہ دن جب تمام انسان حاضر کئے جائیں گے۔

۱۰۴:۱۱ = وَمَا تُؤَخِّرُونَ۔ ہم نے اس (یوم قیامت) کو ملتوی نہیں کر رکھا إِلَّا (مگر) لَا جَلَّ مَعْدُودٌ۔ ایک وعدہ کے لئے جو مقرر شدہ ہے۔

۱۰۵:۱۱ = يَوْمَ - اِی اُذْکُرُ يَوْمَ۔ یعنی بوجہ اُذْکُرُ منصوب ہے،

= يَأْتِ - مضارع واحد مذکر غائب اِنْتِیَانِ مصدر۔ (باب ضَرْبِ) اصل میں یَا تِی متھا۔ مقام شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا۔ فعل لازم ہے اگر اس کے بعد مفعول پر بآ آئے تو فعل متعدی ہوتا ہے (

یَا تِ کافاعل کون ہے؟ اس کے متعلق صاحب الکشاف لکھتے ہیں :-

فَاِنْ قُلْتَ فَاعِلٌ یَا تِی مَا هُوَ؟ قُلْتُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ۔ اس صورت میں یَوْمَ یَا تِ کا ترجمہ ہوگا۔ (یاد کرو وہ) دن جب اللہ تعالیٰ جملہ افراد پر ہوگا۔

اور مدارک التنزیل میں ہے۔

فَاعِل يَأْتُ ضَمِيرٌ يَرْجِعُ إِلَى قَوْلِهِ يَوْمَ مَجْمُوعٍ لَهُ النَّاسُ - یعنی اس فعل کا فاعل وہ دن ہے جس دن تمام انسان جمع کئے جائیں گے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
(یاد کرو وہ) دن جب حشر کا دن آئے گا۔

== لَا تَكَلَّمُ - مضارع منفی واحد مؤنث غائب "وہ نہیں بولے گی۔ وہ بات نہیں کرے گی۔ تَكَلَّمُ (تَفَعَّلُ) سے۔ اصل میں تَتَكَلَّمُ تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی (کوئی شخص بول نہ سکیگا) = إِلَّا بِإِذْنِهِ - میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ (۳۸: ۷۸) کوئی نہ بول سکیگا بجز اس کے کہ جس کو خدا نے رحمن اجازت دے۔

= فَمِنْهُمْ - مِنْ تَبْعِيضِيہ ہے۔ یعنی ان میں سے بعض۔ مِنْ جَارٍ - هُمْ ضَمِيرٌ جمع مذکر غائب النَّاسُ کے لئے جو مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ میں مذکور ہے۔ یعنی اہل عرش۔ مجرور۔ جار مجرور مل کر خبر مقدم شَقِيٌّ مبتدا فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ - ان میں سے بعض شقی ہوں گے۔

= شَقِيٌّ - شَقَاةٌ سے بردن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع أَشْقِيَاءُ ہے الشَّقَاةُ بدبختی۔ یہ سعادت کی ضد ہے۔ شَقِيٌّ (سَمِعَ) شَقْوَةٌ وَشَقَاةٌ وَشَقَاءٌ کے معنی بدبخت ہونے کے ہیں۔ غَلَبَتْ عَلَيْنَا شَقْوَتُنَا (۱۰۶: ۲۳) ہم پر ہماری بدبختی غالب ہو گئی۔ یہاں آیت ہذا میں شَقِيٌّ سے مراد الذی وجبت له النار لاساءتہ جس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم اس پر واجب ہو گئی۔ اسی طرح السعيد الذی وجبت له الجنة لاحسانہ۔ سعيد وہ جس پر اس کے نیک اعمال کے سبب جنت واجب ہو گئی۔ خوش نصیب۔ خوش بخت۔ نرا دار جنت
۱۰۶: ۱۱ = شَقُّوا - شَقَاةٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ بدبخت ہوئے۔

= فِيهَا - اِی فِي النَّارِ۔

= زَفِيرٌ - چلانا۔ زَفَذَ زَفِيرٌ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ زَفِيرٌ اور شَهِيْقٌ دونوں گدھے کی آوازیں ہیں۔ قَالَ الضحاک والمقاتل والفراء الزفیر اول شهیق الحمار والشهیق اخوة۔ زفیر گدھے کی شروع کی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری آواز ہے۔

الحاذن بغدادی لکھتے ہیں :-

الزفیر تردد النفس فی الصدر حتی تنفتح منه الضلوع والشهیق

رَدَّ النَّفْسَ إِلَى الصَّدْرِ - زفير سانس کا سینہ میں اندر باہر آنا جانا ہے۔ (اس شدت سے کہ پسلیاں اس سے بھولنے لگیں۔ اور شہیق سانس کا سینہ کے اندر لے جانا ہے۔
 وَالزَّفِيرُ مَذْهَبٌ وَأَخْرَاجُهُ مِنَ الصَّدْرِ (اور زفير سانس کو کھینچ کر سینہ سے باہر نکالنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل دوزخ طرح طرح کی دردناک آوازوں میں چیختے چلاتے رہیں گے۔
 = شَهِيْقٌ - دھاڑنا۔ چلانا۔ مصدر ہے۔ شَهَقَ يَشْهُقُ (مضرب) گدھے کا آواز نکالنا۔ نیز باب سَمِعَ اور فَتَحَ سے بھی آتا ہے۔

۱۰۷:۱۱ = فَعَّالٌ - صیغہ مبالغہ فاعل سے۔ زبردست کام کرنے والا۔ خود مختاری سے کرنے والا
 ۱۰۸:۱۱ = سَعِدُوا - سَعَدٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نیک بخت بنائے گئے۔ (باب فَتَحَ) سَعَدٌ (باب فَتَحَ) کے معنی نیک بخت کرنا۔ میں اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آیتِ نذا سے استدلال کرتے ہوئے ان معنوں کو جائز رکھا ہے لیکن محققین اہل لغت نے اس سے انکار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ ان معنی میں عرب کا محاورہ اسْعَدَكَ اللهُ (اللہ اس کو نیک بخت کرے) ہے۔ اور یہ کہ سَعَادَةٌ - شَقَاوَةٌ کی طرح لازم ہے۔

سیبویہ نے کہا ہے کہ یہ لغت قیاس سے خارج ہے۔ یا یہ باب فَعَّلَ فَعَّلَتْهُ سے ہوگی یعنی لازم بھی اور متعدی بھی۔ جیسے کہ غَاضٌ وہ گھٹ گیا۔ اور غَضَّتْهُ میں نے اس کو گھٹا دیا۔ اسی طرح سَعَدَ وہ نیک بخت ہوا۔ اور سَعَدْتُہ میں نے اس کو نیک بخت کیا۔
 لیکن لغت الفرائد الدرر اور لغت المنجد میں سَعَدَ (باب سَمِعَ) اور سَعِدَ کا مصدر سَعَادَةٌ لکھا ہے۔ بمعنی نیک بخت ہونا۔ خوش نصیب ہونا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ وَذَكَرَ الْفَرَاءَ حَكَیْ اَنْ هَذَا يَلَا تَقُولُ : سَعَدَ اللهُ بِمَعْنَى اسْعَدَا - یعنی قبیلہ نہیل کے لوگ سَعَدَ کو بمعنی اسْعَدَ بولتے ہیں یعنی بطور فعل متعدی لیتے ہیں۔

پس سَعِدُوا (بصورت فعل مجہول) کے معنی ہوں گے۔ وہ نیک بخت بنائے گئے۔ بصورت فعل لازم۔ جو نیک بخت ہیں۔

= عَطَاءٌ - عَطَارٌ - عَطَشٌ - عطیہ۔ انعام۔ صلہ۔ اس کی جمع اَعْطِيَةٌ اور اَعْطِيَاتٌ ہے۔
 عَطَاءٌ اَعْطَاءٌ سے اسم ہے اس کی اصل عطاءً تھی (کیونکہ اس کا مادہ عَطْوٌ ہے) مگر اہل عرب کا دستور ہے کہ جب الف کے بعد واو اور یا آتے ہیں تو ان کو ہمزہ بنا لیتے ہیں۔ جیسے رَدَاى سے رَدَاىء۔

عَطَاءٌ یہاں بطور مصدر استعمال ہوا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اَعْطُوا عَطَاءً اور حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= غَيْرَ مَجْدُوذٍ۔ مَجْدُوذٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ جَذُّ مصدر۔ باب نصر۔ منقطع۔ غَيْرَ مَجْدُوذٍ غیر منقطع۔ دوامی۔ لازوال۔

الْجَذُّ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ اور پتھر یا سونے کے ریزوں کو جذاذ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن میں آیا ہے فَجَعَلَهُمْ جُنُودًا (۱۵۸:۲۱) پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

۱۱:۱۰ = فَلَا تَكُ تَوَسِّتُ ہو۔ کَوْنُ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَكُ اصل میں تَكُونُ تھا لا نہی کے عمل سے داؤد حرف علت حذف ہو گیا اور نون کو خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرت استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔

= مَرِيَّةٌ۔ الْمَرِيَّةُ کے معنی کسی معاملہ میں تردد کرنے کے ہیں۔ اور یہ شک سے خاص ہوتا ہے فَلَا تَكُ فِي مَرِيَّةٍ مِمَّا يَخَذُلُوكَ لَأَنْتَ سَوِيٌّ لَّهُمْ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلیجان میں نہ پڑنا۔ یعنی مذہب شرک شک و تذبذب کا مستحق نہیں صاف صاف قطعی انکاء کے قابل ہے

= لَمَوْفُوهُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے مَوْفُوا اسم فاعل جمع مذکر۔ كَوْفِيَّةٌ (تفعیل) مصدر وافی مادہ۔ اصل میں مَوْفِيُونَ تھا۔

= غَيْرَ مَنقُوصٍ۔ منقوص۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ نَقَصُ مصدر۔ (باب نصر) کم کیا ہوا غَيْرَ مَنقُوصٍ۔ پورا پورا۔ بلا کم و کاست۔

نَقَصُ نَقْصًا مصدر۔ باب نصر۔ کم ہونا۔ کم کرنا۔ (لازم و متعدی)

۱۱:۱۰ = وَلَوْ كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ۔ اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی بات طے نہ ہو چکی ہوتی۔ اس میں کلمۃ اللہ سے اس حکم ازلی کی طرف اشارہ ہے جس کی حکمت الہی مقتضی تھی اور یہ کہ کلمات الہیہ کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ان میں تغیر کی گنجائش ہوتی ہے دوسری جگہ آیا ہے۔ وَلَوْ كَلِمَةً سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى لَفُضِّلَ لَكُم بِهَا وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ لَمَنِ بَدَتْ الْأَعْيُنُ لَكُمُ الْبَرْزَخُ الْأَوَّلُ وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ لَمَنِ بَدَتْ الْأَعْيُنُ لَكُمُ الْبَرْزَخُ الْأَوَّلُ وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ لَمَنِ بَدَتْ الْأَعْيُنُ لَكُمُ الْبَرْزَخُ الْأَوَّلُ (۱۴:۴۲) اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی ایک وقت مقررہ تک کے لئے یہ بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

یہاں کلمہ کا اشارہ عذاب الہی کی طرف ہے جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے کہ منکرین کو

آخرت میں دیا جائے گا۔

= لَقَضَىٰ بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو ان کے درمیان معاملہ چکا دیا گیا ہوتا۔

یعنی ان کو اسی دنیا میں عذاب دیدیا گیا ہوتا۔

= شَلَّيْنَا مُرْيَبَ۔ موصوف و صفت۔ ایسا شک کہ جس میں بچپنی اور غلجہاں ہو مُرْيَبَ

اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اِدَابَةٌ (باب افعال) سے ہے رِيْبٌ مادہ۔ بے چین کرنے والا۔

متردب بنا دینے والا۔

۱۱: ۱۱ = كَلَّا۔ تمام۔ سارے۔ ہر ایک۔ كَلَّا کا نصب بوجہ عمل اِنَّ اور تنوین بعوض

مضاف الیہ ہے۔ اِی ان كل المختلفين المؤمنين الكافرين۔

= كَمَّا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ (۱) یہ اصل میں لَمَّا مَّا تھا۔ نون کو میم سے بدلا گیا۔ لَمَّا ہو گیا تین میم جمع ہو گئے

پہلے میم کو حذف کیا گیا۔ لَمَّا ہو گیا۔

(۲) یہ لَمَّا سے لَمَّا يَلَمُّ (باب نصر) لَمَّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا۔ تنوین کے عوض

تخفیف کے لئے الف آگیا۔ لَمَّا ہو گیا۔ اس صورت میں معنی ہوگا۔ اِنَّ كَلَّا جَمِيعًا۔

(ب) لَمَّا میں لام لام قسم ہے۔ مَا زائدہ ہے لَيُؤَقِنَنَّہُمْ۔ جواب قسم۔ اور تقدیر کلام یوں

وَ اِنَّ جَمِيعَهُمْ وَاللّٰهُ لَيُؤَقِنَنَّہُمْ۔ خدا کی قسم ہے وہ ان سب کو ضرور پورا پورا معاوضہ دیگا

پس صدیقین کو ان کی تصدیق و یقین کا بدلہ جنت ملیگا۔ اور مکذبین کو اُن کی تکذیب کے

بدلہ میں جہنم ملیگی۔

ج۔ اکثر قرآن نے لَمَّا کو مخفف پڑھا ہے۔ اِنَّ مخفف پڑھا جائے تو اِنَّ نافیہ اور لَمَّا تشدید

میم کے ساتھ استثنائیہ ہوگا۔ نہیں ہے کوئی مگر تیرا رب اس کے اعمال کا بدلہ ضرور دے گا۔

= لَيُؤَقِنَنَّہُمْ۔ میں لام برائے تاکید۔ یُؤَقِنَنَّ مضارع واحد مذکر غائب میں ن ت ثقیلہ

برائے تاکید۔ وَ قِيَّ یُؤَقِنَنَّ تَوْفِيَّةً (تفعیل) سے وَ قِيَّ مادہ هُم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

وہ ضرور ہی ان کو پورا پورا دے گا۔

۱۱۲: ۱۱ = فَاسْتَقَمَّ۔ ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یوں ہے لَمَّا

بآیت امر المختلفین فاستقمد کما اُمِرَتْ۔ جب ہر دو امر (حق و باطل) بین طور پر واضح ہو گئے

ہیں تو ہمارے حکم کے مطابق (حق پر) قائم ہو جاؤ۔

اِسْتَقَمَّ۔ تو قائم رہ۔ تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتَقَامَةً سے باب افعال سے امر واحد مذکر حاضر

== اُمِرْتُ۔ اُمِرُ سے۔ ماضی مجہول واحد مذکر حاضر۔ کَمَا اُمِرْتُ جیسا تجھے حکم دیا گیا۔

= وَمَنْ تَابَ مَعَكَ - اور جو تائب ہو کر تیرے ہمراہ ہو گئے ہیں۔

وَحَرْفِ عَطْفٍ تَابَ مَعَكَ كَا عَطْفٍ اِسْتَقِمَّ بِهٖ اِی فَاَسْتَقِمَّ اَنْتَ وَلِیَسْتَقِمَّ مِنْ

نَابِ مِنَ الْكَفَرِ وَرَجَعَ إِلَى اللَّهِ مُخْلِصًا - یعنی تُو ثابت قدم رہا اور وہ لوگ بھی ثابت قدم رہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کر کے خالص اللہ کی طرف رجوع کیا (اور آپ کے ہمراہ ہیں)

دوسری شے کا متمنع ہونا۔ اس کی خبر ہمیشہ محذوف ہوتی ہے۔ اور لَوْلَا کا جواب قائم مقام خبر کے ہوتا ہے جیسے لَوْلَا اَمْنُكُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۴: ۳۱) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہو جاتے۔ یہ اکثر هَلَّا کے معنی میں آتا ہے اور اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے مثلاً لَوْلَا اَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا (۲۰: ۱۳۴) تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔ نیز آیت ہذا میں فَلَوْلَا كَانَتْ مِنَ الْقُدُوتِ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تو کیوں نہ ہوئے تمہارے سے قبل کی امتوں میں سے (ایسے زیرک۔ سمجھدار لوگ)۔

= اَدُوُّ الْبَقِيَّةِ۔ اَدُوُّ (ولے) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اَدُوُّ اور بحالت نصب وجر اَدِيٌّ۔ بَقِيَّةٌ بمعنی بچی ہوئی چیز۔ باقیماندہ۔ باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِيْلَةٌ بَقَاءً سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اَدُوُّ الْبَقِيَّةِ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے باقی ہے یا اس مراد ارباب فضل ہیں۔ فضل کو بقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ انسان اپنے میں سے سب سے اچھی چیز کو باقی رکھنے کا خواہشمند ہے۔ اسی لئے عربی میں فَلَانٌ مِّنْ بَقِيَّةِ الْقَوْمِ اس آدمی کے لئے بولتے ہیں جو قوم میں صاحب فضل ہو یا صاحب عقل و رائے ہو۔ سب سے عمدہ ہو۔

= اِلَّا قَلِيْلًا ما سوائے چند آدمیوں کے (جن کو ہم نے نجات دی) یعنی ان قدیم امتوں میں سے چند ایک ہی ایسے تھے جو دوسروں کو فساد فی الارض سے روکتے رہے اور خود بھی بچے رہے اور انہیں ہم نے عذاب کی گرفت سے بچالیا۔ مِنْهُمْ۔ ان قدیم امتوں میں سے۔

= اِتَّبَعَ۔ اس نے اتباع کیا۔ پیروی کی۔ پیچھے پڑے ہے۔ اِتَّبَاعٌ (افتعال) سے تَبَعَ مَاؤُہ = مَا اُتْرِفُوا فِيْہِ۔ یہ جملہ اِتَّبَعَ کا مفعول ہے۔ یعنی وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے ہے۔

اُتْرِفُوا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب وہ آرام دیئے گئے۔ وہ ناز و نعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ سے تَرَفٌ مادہ۔

اَلْاُتْرَفَةُ عِش و عشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اُتْرِفَ فَلَانٌ فَهُوَ مُتْرَفٌ۔ وہ آسودہ حال اور کثرت دولت کی وجہ سے بدمست ہے قرآن مجید میں ہے دَاثَرْتُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۳۳: ۲۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

= يَهْلِكُ۔ میں لام نفی کی تاکید کے لئے ہے

= يَظْلِمُ۔ اگر ظلم کو مفعول کا حال لیا جائے تو معنی ہوں گے آپ کا پروردگار ایسا نہیں کہ لہستوں کو ہلاک کر دے (محض) ان کی زیادتیوں (یا کفر و شرک) کے باعث درآں حالیکہ ان کے رہنے والے

صلح و آشتی میں لگے ہوئے ہوں۔

اور اگر ظلم کو فاعل کا حال لیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ناسحق ہلاک کر دے جب کہ ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔

= دَا هَلْهَا۔ میں داوہا لیا ہے۔ درال حالیکہ۔

۱۱۸: ۱۱ = دَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ۔ لیکن وہ اختلاف کرنے والے ہمیشہ ہی رہیں گے۔

اس سے پہلے عبارت محذوف ہے۔ جو بدی مطلب ہے۔ لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے اس

ایسا دچاہا اب حقیقت یہ ہے کہ وہ لَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ الخ

= دَا لِيْكَ خَلْقُهُمْ اور اسی لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں

”اس جملہ کا تعلق آیت کے کس حصہ کے ساتھ ہے؟ بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس کا تعلق اِلَّا

مَا رَحِمَ رَبُّكَ کے ساتھ ہے یعنی انسان کی آفرینش کی غایت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے

بہرہ ور ہوتا ہے اور ہمیشہ ہدایت کی راہ پر گامزن ہے۔ فقال ابن عباس و مجاهد و قتادة

وضعاك و لرحمته خلقهم۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا تعلق اختلاف سے ہے یعنی انسان کو

اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی راہ اختیار کرے۔ اسے کسی ایک راہ پر چلنے کے لئے

مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ قال الحسن و المقاتل و عطاء۔ ايماء الاشارة للاختلاف اى للاختلاف

خلقهم۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ ذٰلِكَ کا متار الیہ اختلاف اور رحمت دونوں ہیں اور واحد

اسم اشارہ کا متار الیہ دو متضاد چیزیں ہوتی رہتی ہیں، جیسے قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذٰلِكَ

فَلْيَفْرَحُوا۔ (۵۸: ۱۰) آپ فرمادیجئے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور رحمت سے نازل ہوئی ہے

پس چاہئے کہ وہ اس پر خوشی سنائیں۔

علامہ قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذٰلِكَ (واحد) کو واحد ثنیدہ اور جمع سب کے

لئے استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اب آیت کا مطلب ہوگا کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لئے پیدا کیا

اور اہل رحمت کو رحمت کے لئے پیدا کیا گیا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں هٰذَا احسن الاقوال انشاء اللہ

یہ توجیہ سب سے بہتر ہے۔“

۱۱۹: ۱۱ = لَا مَدَنٍ۔ مضارع دامنہ مشکلم لام تاکید اور نون ثقیدہ برائے تاکید۔ میں ضرور ضرور

بھر دوں گا (جہنم کو)

۱۲۰: ۱۱ = كَلَّا۔ اى كل نباء۔ یہ تمام خبریں۔ قصے۔ تنوین مضاف الیہ محذوف کے موصوفے

اور نصب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے ہے نَقْصُ عَلَیْكَ کا۔ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مضاف الیہ

محدوف کی صفت ہے مِنْ تَبْخِضِيہ ہے یا بیا نیہ ہے ۔

= مَا نُنَبِّئُ بِهِ قَوْلًا ذَكَرَ - كَلَّا سَے بدل ہے (الكشاف) عطف بیان ہے (روح المعانی)
= فِي هَذِهِ ۴ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب ان قصوں کے لئے ہے جو اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔

= مَوْعِظَةً - پند و نصیحت - ذِکْرًا - یاد دہانی - دونوں کا الْحَقّ پر عطف ہے۔

۱۲۱:۱۱ = عَلَى مَكَانَتِكُمْ - اپنی حد امکان تک - ملاحظہ ہو (۱۱:۱۳)

= اِنَّا عَامِلُونَ - اے اِنَّا عَامِلُونَ عَلَى مَكَانَتِنَا۔

(۱۲) سُورَةُ يُوسُفَ (۵۳)

۱۲:۱ = اَلرَّا - اَلف لام را - حروف مقطعات ہیں - تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲:۱)
= قِيلَ : اسم اشارہ بعید ہے واحد مؤنث - اصل میں اسم اشارہ قِی ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے اور لَ حرف خطاب ہے - جس کی حسب احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے - یہاں مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں ہیں۔

= اَلْكِتَابِ الْمُبِينِ - موصوف صفت - واضح کتاب -

۱۲:۲ = اَلنَّزْلُ - میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب ہے - بمبراد قرآن

= قَرَأْنَا - مادہ قَرَأَ - اَلْقَرَأُ کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے - اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے مثلاً لفظ مائدہ کہ دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے - لہذا قَرَأْنَا نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے

اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذَاتُ قَرْوٍ نہیں کہا جاتا۔ اور ایسے ہی حالت جسے متواتر خون آرہا ہو اس کو بھی ذَاتُ قَرْوٍ نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ يَتَزَوَّجْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَ قُرُوءٍ (۲۲۸:۲) تین حیض تک اپنے تئیں رو کے رکھیں، میں ثَلَاثَ قُرُوءٍ کے معنی تین مرتبہ حالت طہرے حالت حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہل افت کا قول ہے کہ قَرْوٌ کا لفظ قَرْوٍ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ تو انہوں نے زمانہ طہر اور زمانہ حیض کو جمع کرنے کے معنی کا اعتبار کیا ہے

الْقِرَاءَةُ کے معنی حروف و کلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قِرَاءَت نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ عام ہر چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہذا أَجْمَعُ الْقَوْمَ کی بجائے قَرَأْتُ الْقَوْمَ کہنا صحیح نہیں ہے۔

الْقُرْآنُ اصل میں کُفْرَانٌ اور رُجْحَانٌ کی طرح مصدر ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ کسی نے قَرْوٍ کا معنی جمع کرنا لیا ہے قرآن سابقہ کتب الہیہ کا حاصل اور مجموعہ ہے۔ راغب نے کہا ہے کہ قرآن تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ سورتوں کا مجموعہ ہے۔

بہر حال سب نے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کرنے میں جمع کا مفہوم پیش نظر رکھا ہے

پروفیسر عبدالرؤف نے کہا ہے کہ یہ وجہ تسمیہ غلط ہے۔ قرآن کا نام سب سے پہلے سورۃ مزمل میں آیا ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسری سورۃ ہے اس وقت تک نہ سورتوں کا مجموعہ تھا اور نہ کتب سابقہ کا پخوڑ اور خلاصہ۔ بلکہ قرآن کہنے کی وجہ صرف قرأت و تلاوت ہے آیت اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (۵۱: ۱۷) سے تو ویسے بھی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرأت قرآن الگ چیز ہے۔

اور اگلی آیت فَاِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (۵۱: ۱۸) جب ہم اسے پڑھیں (یعنی جب ہمارا فرشتہ تمہیں وحی سنائے) تو اس کی قرأت کا اتباع کرتے رہئے۔ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن بمعنی قرأت یا پڑھنا ہے۔

اگرچہ قرآن کے لغوی معنی متذکرہ بالا ہیں لیکن عسrf عام میں یہ اللہ کی اس کتاب کا نام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

عَرَبِيًّا۔ عَرَبِيٌّ جو عرب کی طرف منسوب ہو۔ یا یائے نسبتی ہے عَرَبِيٌّ عرب کا باشندہ یا عرب کی زبان۔ الْعَرَبُ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ الْأَعْرَابُ عَرَبِ کی جمع

مگر یہ لفظ بادیہ نشین لوگوں کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَتِ الْأَعْرَابُ لَمَتْنَا
(۱۳: ۴۹) بادیہ نشین نے آکر کہا کہ ہم ایمان لے آئے۔ الْأَعْرَابُ اَعْرَابٌ کا واحد ہے۔
الْأَعْرَابُ۔ کسی بات کو واضح کر دینا۔ اس سے الْعَرَبِيُّ۔ فصیح۔ وضاحت سے بیان کرنے
والا۔ یا واضح اور فصیح کلام۔ اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِهِ اس نے بات کو واضح بیان کر دیا۔ قرآن حکیم
میں آیا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ (۱۹۵: ۲۶) صاف عربی زبان میں۔
لہذا قرآنًا عَرَبِيًّا (یہ ہذا قرآن واضح اور فصیح عربی زبان میں۔ اس کے نصب کی سند
ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) قُرْآنًا بدل ہے اَنْزَلْنَاهُ کی ضمیر کا اور عَرَبِيًّا اس کی صفت ہے (روح المعانی)
(۲) قُرْآنًا حال ہے ضمیر مفعول کے (اَنْزَلْنَاهُ) کا عَرَبِيًّا تمہید و تاکید حال ہے (۱۰۰)
(۳) عَرَبِيًّا ضمیر کا حال ہے اور قُرْآنًا بطور تمہید و تاکید حال ہے (۱) ضیاء القرآن بحوالہ قرطبی
۳: ۱۱ = ہما۔ اس کے ذریعہ سے

= اِنْ كُنْتَ۔ میں اِنْ مُخَفَّفَةً (ثقیلہ) سے ہے۔ اس کو اِنْ نافیہ سے فرق کرنے کے
لئے لام فارقہ لایا گیا ہے۔

= الْغَافِلِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بے خبر۔ لاعلم۔ غافل

۴: ۱۲ = اذْكَالَ يُوسُفُ۔ احسن القصص سے بدل اشتمال ہے

= يُوسُفُ بوجہ معرفہ اور عجز کے غیر منصرف ہے۔ عبرانی لفظ ہے۔

= يَا بَنِي۔ یا حرف نداء۔ اَبَتِ میں تائے تانیث۔ یاے اضافت کے عوض لائے ہیں
یا اِجْنِ سے یا اَبَتِ ہو گیا۔

= رَأَيْتُهُمْ۔ میں نے ان کو دیکھا۔ رَأَيْتُ ماضی واحد متکلم۔

رَأَيْتُ۔ رُؤْيَا سے بھی ہو سکتا ہے اور رُؤْيَا سے بھی۔ لیکن اگلی ہی آیت میں لفظ رُؤْيَاک
صریحاً ظاہر کرتا ہے کہ یہ رُؤْيَا سے ہے۔ جس کے معنی ہیں خواب میں دیکھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع
مذکر غائب ہے۔ رَأَيْتُهُمْ میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔

۵: ۱۲ = يٰلَنِّ۔ یا حرف نداء۔ بُنَيَّ۔ اِبْنُ سے اسم تصغیر ہے۔ مضاف بنی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ
اضافت کے باعث ی کو ی میں مدغم کیا گیا۔ بُنَيَّ میں تصغیر تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شفقت اور
محبت کے لئے ہے اور نحوی اسے تصغیر المحبب کہتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے۔

= فَيَكِيدُهَا۔ ف سببیہ ہے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ يَكِيدُهَا مضارع منصوب

بوجہ فارسیہ یا جواب نہیں میں بوجہ اضمار ان (اضمار مضمّر۔ پوشیدہ محذوف) مثالی لَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا
كَأَنَّهُمْ لَا يَخْلِفُونَ (باب صَوَّب) خفیہ تدبیر کرتا۔ فَيَكِيدُ ذَا لَكَ كَيْدًا۔ ورنہ وہ تیرے خلاف
کوئی پال ضرور چلیں گے۔

۶: ۱۲ = كَذَلِكَ۔ اول کاف حرف تشبیہ ذ اسم اشارہ ل علامت اشارہ بعید۔ آخری کاف حرف
خطاب (واحد مذکر) ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ ای مثل ذلک الاجتباء

= يَجْتَبِيكَ۔ مضارع واحد مذکر غائب اجْتَبَاً افتعال۔ سے مصدر جَتَّىٰ مادہ ك ضمیر مفعول
واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھ کو منتخب کر رہا ہے۔ چن رہا ہے۔ مُجْتَبًى برگزیدہ۔ چنا ہوا۔ منتخب شدہ
= اَلْحَادِيثُ۔ کھانیاں۔ باتیں۔ حَدِيثٌ کی جمع۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے۔ خواہ بذریعہ
سماعت۔ خواہ بذریعہ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بیداری کی حالت میں۔ اس کو حدیث کہتے ہیں۔
= تَأْوِيلٌ۔ اس کا مادہ اذَلُّ ہے یروذن تفعیل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کا اصل
کی طرف رجوع ہونا۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مؤئل (جائے بازگشت)
کہتے ہیں۔ پس تاویل کسی چیز کو اس غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے
مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا يُعَلِّمُهُ تَأْوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ
(۶۰۳) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور غایت عمل کے متعلق ہے هَلْ يَنْظُرُونَ اِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ (۵۲: ۷)
اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدہ خدا کے نتائج سامنے آجائیں گے (یعنی اس دن سے جو غایت
مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہو جائے گی)

تَأْوِيلٌ۔ اصلی غایت۔ اصلی مراد۔ اصل حقیقت۔ ٹھیک ٹھیک مقصود۔

۷: ۱۲ = فِي يُوسُفَ۔ یوسف۔ بوجہ معرّفہ و عجمہ غیر منصرف ہے۔ فِي يُوسُفَ ای فِي
خبر یوسف۔ خبر (مضاف محذوف) يُوسُفَ۔ مضاف الیہ۔

= السَّائِلِينَ۔ پوچھنے والے۔ جو سندگان علم۔ طالبان حق۔ سوال کرنے والے۔

۸: ۱۳ = عَصَبَةٌ عَصَبٌ سے الْعَصَبُ کے معنی بدن کے پٹھے۔ جو جوڑوں کو تھامے ہوئے ہیں
الْأَعْصَابُ۔ پٹھے۔ مضبوطی کے ساتھ باندھنے کو عَصَبٌ کہتے ہیں۔ مثلاً لَا عَصَبَ لَكَ عَصَبُ
السَّلَمَةِ میں تمہیں سلمہ درخت کی طرح باندھ کر چھوڑوں گا۔ فَكَأَنَّمَا شَدَّ بِذِي الْعَصَبِ فُلَاں کے
جوڑے مضبوط ہیں۔ وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ (۷: ۱۱) اور بولے یہ بہت سخت دن ہے۔
عَصِيبٌ بمعنی فاعل اور مفعول دونوں طرح مستعمل ہے۔

== اَلْخُصْبَةُ - وہ جماعت جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔ اور اس طرح طاقت، اور مضبوطی کا سبب بنیں۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے لَتَنُوءَ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ - ایک طاقت در جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتی ہے۔

وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ - (آیت نذا) حالانکہ ہم ایک پوری جماعت کی جماعت ہیں۔
عُصْبَةٌ کی جمع عُصَبٌ ہے جیسے عُرْفَةٌ کی جمع عُرُفٌ ہے۔

علامہ زمر مخری فرماتے ہیں عُصْبَةٌ دَعِصَابَةٌ دس اور دس سے زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں بعض چالیس تک بتاتے ہیں ان کا یہ نام اس واسطے پڑ گیا کہ اتنے اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہو جاتی ہے اور وقت پڑے یہ لوگ کافی سمجھے جاتے ہیں۔

۹:۱۲ = اِطْرَحُوْهُ - اس کو پھینک دو۔ اس کو دور کہیں پھینک آؤ۔ طَرَحَ يَطْرَحُ (فَتَحَ) طَرَحَ جس کے معنی پھینک دینے اور دور ڈال دینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

= يَخْلُ لَكُمْ - خَلَا يَخْلُوْ خَلَاءٌ وَخُلُوْا رباب نصرم خالی ہونا۔ خالی رہ جانا۔
خَلَا الدِّنَارُ - برتن خالی ہو گیا۔ خَلَا الرَّجُلُ - آدمی تنہا رہ گیا۔ يَخْلُ لَكُمْ وَجْهٌ اَبْنُكُمْ تنہا رہنے کے لئے خالی ہو جائے گا تاکہ تمہارے باپ کی توجہ (صرف) تمہاری طرف ہو جائے
= وَ تَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ - اس کے بعد تمہارے سب کام بن جائیں گے یا اس کا معنی یہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد تم بھلے آدمی بن جانا۔ (یعنی توبہ کر کے نیک بن جانا) اکثر مفسرین نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے۔

۱۰:۱۲ = غِيَبَتٍ - اَلْغِيَابَةُ - کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔ اور اسی سے گھنے جنگل کو غِیَابَةٌ کہا جاتا ہے۔ غِيَابَةُ - تاریکی۔ گہرائی مجازاً۔

= اَلْجُبِّ - وہ کنواں جس کی کوٹھی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ یا جو بچتہ اور لپا ہوا نہ ہو۔

غِيَبَتِ الْجُبِّ - کچے کنویں کے اندھیرے میں۔ کسی اندھے کنویں کی گہرائی میں

= يَلْتَقِطُہُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ التَّقَاتُ (اِفْتَعَالٌ) سے لَقَطَ مَادَّةً - وہ نکال لیگا لَقَطَ۔ (باب نصرم) زمین پر پڑی ہوئی چیز کو اٹھا لینا۔

= السَّيَّارَةُ - کارواں - قافلہ - چلنے والے مسافر۔

سَيَّارٌ کا مؤنث ہے جو سَيَّرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی تانیث جمع کے معنی کے لحاظ سے ہے۔

لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ - مضارع منفی واحد مذکر حاضر - تو ہم کو امین نہیں بنانا یوسف پر۔ یعنی یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتا۔

اصل میں تَأْمَنَّا (آمِنَ يَأْمَنُ سَمِعَ) تھا۔ نون نون میں مدغم کر دیا گیا۔

= تَنَاصَحُونَ - تَنَاصَحَ کی جمع - خیر خواہ - خیر خواہی کرنے والے۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

۱۲: ۱۲ = يَزْنِ تَع - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب رَفَعُ رَفَعُ رَفَعُ وَرَفَعُ - مصدر (باب فتح)

جس کے اصل معنی جانوروں کے چرنے کے ہیں پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کر کھانے پینے پر یہ لفظ بولا جائے گا۔ رَفَعَهُ فَرَاخِي - ارزانی - رَافِعٌ چرنے والا - مَزْنٌ تَعٌ چراگاہ - مَزْنٌ تَعٌ فَرَاخِ دِل و سِيع الرزق۔

يَزْنِ تَع - وہ خوب جی بھر کر کھائے پئے۔ يَزْنِ تَعٌ وَيَلْعَبُ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ اس کی دیگر مثالیں۔

(۱) فَاتَّبَعُونِي يُخْبِنُكُمْ اللَّهُ (۲۱: ۳) میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیگا

(۲) فَاذْكُرْنِي اِذْ كُزْتُكُمْ (۱۵۲: ۲) مجھے یاد کرتے رہو میں بھی تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔

= يَلْعَبُ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب لَعَبٌ مصدر (باب سَمِعَ) وہ کھیلے کوئے۔

۱۳: ۱۲ = اِنِّي لَيَحْزُنُنِي - میں لام ابتدائیہ ہے۔ اس سے مضارع کے معنی حال کے لئے مختص

ہو جاتے ہیں۔ جیسے اِنِّي لَاطْلِعُ الْجَبَائِدَ میں اخبار دیکھ رہا ہوں۔ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا تُرِيدُ۔

نتیجہ خوب معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔

اِنِّي لَيَحْزُنُنِي اَنْ تَذْهَبُوا بِه - بیشک مجھے غمزدہ بناتی ہے (یہ بات) کہ تم اسے لیجاؤ

(اور اس طرح اسے مجھ سے جدا کر دو)

= دَاخَاؤُ - اور میں ڈرتا ہوں (یہ حضرت یعقوب کا دوسرا اندیشہ تھا) اَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ

کہ کہیں اسے بھیڑ یا کھا جائے۔

۱۴: ۱۲ = وَنَحْنُ عُصْبَةٌ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۲۸) حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں۔

۱۵: ۱۲ = اجْمَعُوا - وہ سب جمع ہو گئے۔ سب نے باتفاق فیصلہ کر لیا۔ سب نے پختہ

ارادہ کر لیا۔

= جواب لَسَا مَذْدُوفٌ ہے۔ اِیْ يَجْعَلُوهُ فِي غُلْبَتِ الْحَبْتِ وَفَعَلُوا بِهِ مَا فَعَلُوا مِنَ الذِّئْبِ

= اَوْحَيْنَا إِلَيْهِ - اور ہم نے اس پر وحی کی۔ میں ۶ ضمیر واحد مذکر کا مرجع حضرت یوسف ہے

ہیں۔ یہ وحی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ الہام کے معنی میں ہے جو غیر نبی کو یا نبی کو قبل از نبوت پہنچاتا ہے

= لَسِيْنَهُمْ۔ تو ضرور ان کو جلتے گا۔ تو ضرور ان کو بتلائے گا۔ (باب تفعیل) مضارع ہانوں ^{تفعیل}۔
 واحد مذکر حاضر تَنِيْسَةً اور تَنِيْسٌ سے ہُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، (برائے برادران یوسف)
 = وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ درآں حالیکہ وہ جانتے بھی نہ ہوں گے کہ تو یوسف ہے۔
 ۱۲: ۱۷ = نَسِيْبُ۔ مضارع جمع مکمل۔ اِسْتِیْبَاقُ (اِفْتِعَالٌ) سَبِيْقٌ۔ مادہ۔ ہم ایک دوسرے
 سے آگے نکل جانے کی دوڑ دوڑنے لگے۔ اِسْتِیْبَاقٌ اور تَسَابُقٌ (اِفْتِعَالٌ و تَفَاعُلٌ) ایک دوسرے
 سے آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا۔

ذَهَبْنَا نَسِيْبُوْهُ۔ ہم اپنے سامان کو رکھ کر ایک طرف گئے کہ مقابلہ کی دوڑ دوڑیں۔
 یا ہم جا کر دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے۔

= مُؤْمِنٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ایمان رکھنے والا۔ یقین کرنے والا۔ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ
 لَّنَا۔ آپ ہم پر یقین تو نہیں کریں گے۔

۱۲: ۱۸ = وَجَاءُوا عَلٰی قَمِيْصِهٖ بِدِمٍ كَذِبٍ۔ کَذِبٌ ای ذی کَذِبٍ۔ مصدر کو صفت کے
 لئے مبالغہ کی خاطر استعمال کیا ہے۔ دِمٍ کَذِبٍ موصوف و صفت۔ عَلٰی قَمِيْصِهٖ ای فَوْقَ
 قَمِيْصِهٖ والمعنی اتو بدم کذب فَوْقَ قَمِيْصِهٖ۔ وہ لے آئے جھوٹ موٹ کا خون اس کی
 قمیص پر لگایا۔

= سَوَّلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب (باب تفعیل) سے جس کے معنی ہیں
 نفس کا اس چیز کو مزین کر کے دکھانا جس پر وہ حریص ہو۔ (بلکہ تمہارے نفسوں نے یعنی تمہارے
 دلوں نے ایک بات جو جھوٹی ہے) مزین اور معقول شکل میں بنالی ہے۔
 قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ اَلشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهٗمُ (۲۵: ۲۷) شیطان نے یہ کام انہیں
 مزین کر دکھایا۔

= اَلْمُسْتَعٰتِ۔ اسم مفعول واحد مذکر اِسْتِعَاثَةٌ (استفعال) سے مصدر وہ جس سے اعانت
 طلب کی جائے۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ معاونت یا ہی مدد کرنا۔ تعاون ایک دوسرے
 کے ساتھ مددگار ہونا۔

۱۲: ۱۹ = سَيَّارَةٌ۔ قافلہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۰)

= وَاِرْدَهُمْ۔ اسم فاعل۔ مضاف۔ هُمْ مضاف الیہ۔ پانی پر پہنچنے والا۔ قافلہ کے آگے جا کر
 پانی کی تلاش کرنے والا سم۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۹۸) انہوں نے اپنا سقہ بھیجا۔

= اَذَلٰی۔ اس نے لٹکایا۔ اس نے ڈول لٹکایا۔ اِذْلَاعٌ سے جس کے معنی ڈول ڈالنے اور ڈول

کھینچنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= يَلْبَسُ - واہ خوشخبری۔ اے واہ۔ کلمہ تعجب و انبساط۔

= اَسْرَدُهُ - اَسْرَدَا۔ ماضی جمع مذکر غائب ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب انہوں نے اس کو چھپا

سَرَّ سے۔ سَرَّ مادہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہے یا برادرانِ یوسف کے لئے کہ انہوں نے یوسف کی اصلی حقیقت کو چھپایا اور کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے ہم سے خرید لو۔

= بِضَاعَةٌ - منصوب بوجہ حال کے۔ بطور مال تجارت کے۔ بِضَاعَةٌ پونجی۔ سامان تجارت

بِضَاعَةٌ بِضَعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں گوشت کا بڑا ٹکڑا۔ اسی سے ہے الْمَبْذُوعُ

راسم آلہ گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا آلہ۔ نشتر۔ یا کہتے ہیں مُلْدَنٌ بِضْعَةً مِثْلِي۔ فلاں

میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ اَلْبِضْعُ (یا کی کسر کے ساتھ) عدد جو دس سے الگ کئے گئے ہیں۔ یہ لفظ

تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ سے اوپر اور دس سے کم۔

اور علمائے لغت کے نزدیک تین سے نو تک کے لئے ہے۔ اسی سورۃ میں ہے

لِبِضْعِ سِنِينَ - (۲۲:۱۲) چند سال۔

۲۰:۱۲ = شَرَدُهُ انہوں نے اس کو بیچا۔ شَرَاءٌ سے (باب ضوب) جس کے معنی ہیں

خرید و فروخت کرنے کے۔ ماضی جمع مذکر غائب ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب پر اے یوسف

اور اگر اس کو خریدنے کے معنی میں لیا جائے تو ضمیر جمع مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہوگی۔

= ثَمَنٌ بِخَيْسٍ - موصوف۔ صفت۔ حقیر قیمت۔ بِخَيْسٍ ناقص۔ ظلم سے کسی شے کے

گھٹانے یا کم کرنے کو بِخَيْسٍ کہتے ہیں۔

= زَاهِدٌ مِنْ الزَّاهِدِينَ - فِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ حضرت یوسف کے

لئے بھی ہو سکتی ہے اور قیمت کے لئے بھی۔

زَاهِدٌ - الزَّاهِدُ سے ہے جس کے معنی حقیر چیز کے ہیں۔ اس لئے کسی چیز سے

بے رغبتی کر لے والے۔ یا حقیر سی چیز پر راضی ہو جانے والے کو زَاهِدٌ فِي الشَّيْءِ کہا جاتا ہے

پس وَكَانُوا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ وہ اس کے بارہ میں بے رغبت تھے۔

۲۱:۱۲ = اَكْرَمَ - اَكْرَامٌ (اِفْعَالٌ) سے امر واحد مؤنث حاضر۔ تو باعزت کر۔

= مَثْوًى - مَثْوًى مضاف۔ ۴ ضمیر واحد مذکر غائب منافع الیہ۔ اس کی قیام گاہ۔ اس کا

ٹھکانہ۔ اس کی مہمانی۔ مَثْوًى ظرف مکان مَثْوًى جمع۔ ٹھکانہ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے

کا مقام۔ ثَوًى يَثْوِي (ضرب) ثَوًى وہ اقامت پذیر ہوا۔ قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے وَالنَّارُ مَشْوَى لَّهُمْ (۱۲: ۴۷) اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

اَكْرَمِي مَثْوًى۔ اس کے قیام کو باعزت و اکرام بنانا۔ یعنی اسے دوران قیام عزت و توقیر سے رکھنا۔

= كَذَلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ۔ ذَلِكْ اسم اشارہ۔ اس طرح یعنی جس طرح ہم نے اس کو مجاہدوں کے ہاتھوں قتل سے بچا کر۔ کنویں کی گہرائیوں سے نجات دلا کر اس پر احسان کیا۔ اسی طرح ہم نے اس پر اپنی کرم نوازی سے عزیز مصر کے ہاں عزت و اکرام کا ٹھکانہ دلا کر ملک مصر میں اس کے قدم جما دیئے۔

۱۲: ۲۱ = فِي الْأَرْضِ۔ اِیٰ فِی اَرْضِ مِصْرَ۔ مصر کی سرزمین۔

= مَكْنًا۔ ماضی جمع متکلم مَكَنَّ یُمَكِّنُ تَمَكِّنُ (تفعیل) ہم نے اس کو ٹھکانہ عطا کیا ہم نے اس کو جہاد بخشا۔ تمکین دی۔ ہم نے اس کے پاؤں جما دیئے

= وَتُعَلِّمُهُ لَام تَعْلِلُ کے لئے۔ یعنی ہم نے یوسف کے قدم ارض مصر میں جما دیئے اور اس کو جاہ و تمکنت عطا کی کہ (اب) اسے تاویل احادیث کا علم بھی عطا کریں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرما دیں۔

۱۲: ۲۳ = رَادَدَتْهُ۔ اس عورت نے اس کو ٹھسلا دیا۔ اس سے خواہش کی گفت و شنید کی الرَّوْدُ کے اصل معنی نرمی کے ساتھ بار بار کسی چیز کی طلب میں آمد و رفت کے ہیں

رَادَدَ یُرَادِدُ مُرَادَدَةً (مفاعلة) عَنْ نَفْسِهِ وَعَلَى نَفْسِهِ۔ کسی کو گناہ کی رغبت دلانا۔

اَرَادَ یُرِیدُ اِرَادَةً۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ رَغِبَتْ کرنا۔ اَرَادَ یُرِیدُ (افعال) اِرَادَةً۔

وَرَدَدْتُ نَرْمً کرنا..... فِی السَّیْرِ نَرْمً رفتار سے چلنا۔

رَادَدَتْهُ عَنْ نَفْسِهِ۔ وہ عورت اس کو گناہ کی رغبت دلانے لگی۔ اَلَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا وہ عورت جس کے گھر میں وہ تھا۔

= غَلَقَتْ۔ اس عورت نے بند کیا (دروازہ) غَلَقَتْ الدُّیُوبَ اس عورت نے دروازے بند کر دیئے۔

= هَيْتَ لَكَ۔ ادھر آؤ۔ چلے آؤ۔ هَيْتَ لَكَ۔ نَکَمَا۔ نَکُمَا۔ لَکُنَّ۔ چلے آؤ۔ تو ایک۔ تم دونو۔ تم سب وغیرہ۔

هَيْتَ۔ اَقْبِلْ۔ اَسْرِعْ۔ اسم فعل یعنی امر۔ آؤ۔ جلدی کرو۔

== مَعَاذَ اللّٰهِ - مَعَاذَ - مصدر میسی اور اسم ہے - مضاف - اللّٰهُ مضاف الیہ - اللّٰہ کی پناہ
(یعنی یہ گناہ کا کام ہے میں اس کے کرنے سے اللّٰہ کی پناہ چاہتا ہوں)
عَوِذٌ اور مَعَاذٌ - کسی کی پناہ پکڑنی اور کسی سے وابستہ ہو جانا - جیسے اَعُوذُ بِاللّٰهِ میں (ہر گناہ سے)
اللّٰہ کی پناہ چاہتا ہوں

== اِنَّكَ رَبِّيْ د میں ک ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عزیز مصر بھی ہو سکتا ہے اور اللّٰہ تعالیٰ بھی - لہذا
پہلی صورت میں رَبِّيْ (میرا رب) سے مراد (میرا آقا) عزیز مصر ہوگا - اور دوسری صورت میں میرا
رب یعنی میرا خدا ہوگا - اِنَّكَ رَبِّيْ وہ میرا ربی ہے -

== اَحْسَنَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے اچھا کیا - اس نے اچھا بنایا -
== مَثْوَاىَ - میرا ٹھکانہ - میری قیام گاہ - میری مہمانی - مضاف - مضاف الیہ
اَحْسَنَ مَثْوَاىَ - اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا ہے - اس نے میرے قیام کا نہایت اچھے طریق
پر بندوبست کیا ہے -

== اِنَّكَ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ - بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے -
۱۲: ۱۴ = هَمَّتْ بِہ - اس عورت نے اس مرد کا ارادہ کر لیا -
الْهَمَّ کا معنی گھبرا دینے والے غم کے ہیں اور یہ هَمَّتْ الشَّخَدَ فَالْهَمَّ کے محاورہ سے
ماخوذ ہے - جس کے معنی ہیں - میں نے چربی کو گھیلایا چنانچہ وہ پگھل گئی -

اصل میں هَمَّ کے معنی ارادہ کے ہیں جو ابھی دل ہی میں ہو - (راعب)
هَمَّ بِالْمُرَادِ اقْصَدَكَ وَعَزَمَ عَلَيْهِ - هَمَّ کا معنی ہے کسی چیز کا قصد کرنا اور عزم کرنا -
(الکشاف) الهم هو المقاربة من الفعل من غير دخول فيہ - هَمَّ کے معنی ہیں
کسی فعل سے مقاربت بغیر وہ فعل کئے کے - (الحازن)

هَمَّتْ بِہ وَهَمَّ بِہَا - اس عورت نے اس مرد کا قصد کر لیا تھا - اور وہ آدمی بھی اس
عورت کا قصد کر لیتا کَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّہ - اگر اس نے اپنے رب کی روشنی دلیل
کو نہ دیکھ لیا ہوتا -

متذکرہ معنی کے لحاظ سے کلام میں تقدیم و تاخیر ہے - عام قاعدہ کے مطابق شرط
پہلے اور جزا بعد میں آنا چاہئے تھی - اور کلام یوں چاہئے تھا - کَوْلَا اَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّہ
هَمَّ بِہَا - لیکن یہاں جزا کو مقدم لایا گیا ہے اور شرط کو بعد میں لایا گیا ہے - یہ طرز کلام شاذ
نہیں ہے قرآن مجید میں اور جگہ بھی ایسا کیا گیا ہے - مثلاً دَا صَبَحَ فَوَا دَا اُمُّ مُوسٰی

فَرِغًا۔ اِنَّ كَادَتْ لَتُبْدِيَ بِہِمْ كَوْلًا اَنْ تَلْبِطُنَا عَلٰی قَلْبِہَا (۱۰:۲۸) اور اُمّ موسیٰ کا دل ایسا بے قرار ہوا کہ قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط و مربوط نہ کر دیا ہوتا۔ یہاں بھی جزا مقدم ہے اور شرط مؤخر۔

تو گویا اس صورت میں آیت کا مطلب ہوا۔ اس عورت نے اس کا عزم بالجزم کر لیا تھا اور اگر حضرت یوسفؑ نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتے۔ (لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو دیکھ لیا اس لئے ان کے ارادہ کی نوبت ہی نہ آئی)۔

بعض کے خیال میں هَمَّتْ بِہِ وَهَمَتْ بِہَا۔ ایک مستقل جملہ ہے اور لَوْلَا اَنْ تَرَا بُرْہَانَ رَبِّہِ نیا جملہ ہے جس کی خزا محذوف ہے (تو ضرور اس کے دام تزویر میں پھنس جاتا)۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے اپنی خواہش رانی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خیال بھی ہو چلا تھا۔ لیکن یہ خیال جس کی پشت پر کوئی عزم نہ تھا کوئی عیب نہیں ہے کہ یہ ایک امر طبعی ہے خلوت کی یکجائی میں جو ان تندرست مرد کا محض خیال اگر جوان حسین عورت کی طرف جائے خصوصاً جبکہ پیش قدمی اور تشویق (شوق دلانا) عورت کی طرف سے ہو رہی ہو تو یہ عیب نہیں ہے بلکہ دلیل ہے مرد کے صحیح اور تندرست ہونے کی (رضی اللہ عنہما)۔

مال الی مخالطہا بمقتضی الطبیعة البشریة کمل الصائم فی الیوم الحار الی الماء البارد۔ ومثل ذلک۔ لایکاد یدخل تحت التکلیف (روح المعانی)

وہ مائل ہوئے بمقتضائے طبیعت بشریہ جیسا کہ روزہ دار شدید گرمی کے دن کو ٹھنڈے پانی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن نہ تو اس کی نیت پانی پینے کی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی پینے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھاتا ہے، اس قسم کا میلان قابل مواخذہ نہیں ہے۔

والمواد بہمد علیہ السلام میل الطبع ومنازعة الشهوة لا القصد الاختیاری (بیضاوی) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد سے مراد فطری میلانِ طبیعت ہے اور تقاضائے شہوت ہے قصد اختیاری مراد نہیں ہے۔

ہاں اگر وہ اپنے رب کی بُرہان واضح نہ دیکھ لیتے تو (ہو سکتا ہے کہ) وہ بھی اس کے دام میں پھنس جاتے۔

الکشاف میں ہے (لولا ان تَرَا بُرْہَانَ رَبِّہِ) جوابہ محذوف تقدیرہ لَوْلَا اَنْ تَرَا بُرْہَانَ رَبِّہِ لمخالطہا۔ اس کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا۔ (خالط جماع کرنا۔ الفرائد الدنّیة)

= بُؤْهَاتَ رَيْبٍ - اپنے رب کی برہان - اَلْبُؤْهَاتُ کے معنی دلیل اور حجت کے ہیں۔
رُجْحَانُ کی طرح مُعْلَانُ کے وزن پر ہے۔

بعض کے نزدیک، یہ بَرَاءَ يَنْبَرُہ کا مصدر ہے جس کے معنی سفید اور چمکنے کے ہیں
بُؤْهَاتُ دلیل قاطع کو کہتے ہیں جو تمام دلائل سے زور دار ہو اور ہر حال میں ہمیشہ سچی ہو۔
روشن دلیل

یہ برہان حالیہ سلسلہ میں کیا تھی اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں

(۱) بعض کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کو اس وقت اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نظر
آئے جو اسے اس فعل قلیح سے منع کر رہے تھے۔

(۲) بعض کے نزدیک انہیں عزیز مصر سامنے نظر آیا جس کے دیکھنے پر اس کے احسانات و شفقت
یاد آ گئی۔ اور وہ اس فعل سے باز رہے۔

(۳) بعض کے نزدیک ان کو آیات قرآنی لکھی ہوئی نظر آئیں لَا تَقْرُبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً
وَسَاءَ سَبِيلًا (۳۲: ۱۷) زنا کے پاس بھی مت جاؤ یقیناً وہ بُری بے حیائی اور بُری راہ ہے
= كَذَلِكَ - ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ (یعنی جس طرح ہم نے اس وقت ایک دلیل دکھا کر برائی
سے بچالیا۔ اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے۔

= لِنَصْرِفَ - تاکہ ہم دُور کر دیں۔ نَصَرَفَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام۔ جمع متکلم۔ الصَّرَفُ
کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ صَرَفَ عَنْهُ اس کی
طرف سے پھیر دینا۔

= السُّوءَ - برائی۔ برا فعل۔ گناہ۔ عیب

= الْفَحْشَاءُ - أَفْحَشُ فَحْشَاءُ فُحْشٌ سے اسم تفضیل واحد مَوْثُ فُحْشٌ مادہ۔ وہ قول یا فعل
جس کی بُرائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا برا لگے۔ بیحیائی کی بات۔

= مُخْلِصِينَ - برگزیدہ۔ چُنے ہوئے۔ خالص۔

۲۵: ۱۲ = دَا سَبَقَا - اِسْتَبَقَ اِسْتَبَاقًا (افعال) سَبَقُ مادہ سے ماضی تثنیہ
مذکر غائب۔ وہ دونوں دوڑے۔ ان دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی۔ اِسْتَبَاقُ
کے معنی ہیں ایک کا دوسرے پر سبقت لیجانا۔

= قَدَّتْ - ماضی داند مَوْثُ غائب۔ اس عورت نے پھاڑ دیا۔

= قَمِيصَهُ - اس مرد کی قمیض کو۔ یعنی زلیخانے یوسف علیہ السلام کی قمیض پھاڑ دی۔ قَدَّتْ مادہ

= مِنْ دُبُرٍ - پیچھے سے - دُبُرٍ - پیٹھ - پشت -

= الْغَيَا - ماضی - تثنیہ مذکر غائب - انہوں نے پایا - الْغَاءُ (أَفْعَالٌ) سے - لَفَى مَادَّة - الْغَيْثُ وَجَدْتُ - کسی چیز کو پالینا - بَلَى نَتَبَعُ مَا الْغَيْثُ عَلَيْهِ الْبَاءُ نَا - (۱۷۰:۲) ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا -

۱۲:۲۶ = رَاوَدَ ثَنَى - اس عورت نے مجھ کو مہسلا یا - ماضی واحد مؤنث غائب ملاحظہ ہو - ۱۲:۲۳

= شَهِدَ - ماضی واحد مذکر غائب الشَّهَادَةُ - کسی چیز کا مشاہدہ کرنا - خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے -

شہادت جب اپنی ذات کے متعلق ہو تو اس کے معنی اقرار کے ہوتے ہیں - مثلاً قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا - (۱۷۲:۷) انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں -

اور کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے ہوتے ہیں مثلاً آیت ہذا - شَهِدَ شَاهِدٌ مِنَ أَهْلِهَا - اس کے خاندان کے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ دیا - (یہاں یہ آدمی موجود تو تھا نہیں - لہذا اس کا وقوعہ کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)

۱۲:۲۸ = كَيْدٍ كُتِّ - تم عورتوں کی چال کید مصدر - اسم مصدر - اچھی تدبیر - بُری تدبیر - مکر و فریب - داؤ -

۱۲:۳۰ = تَزَادُ - مضارع واحد مؤنث غائب - وہ بھلاتی ہے - وہ مہسلاتی ہے - خواہش رکھتی ہے - ملاحظہ ہو - ۱۲:۲۳ - اور ۱۲:۲۶ -

= فَتًى - اس کا غلام - مضاف مضاف الیہ -

الْفَتَى - نوجوان - فَتَاةٌ - نوجوان عورت فَتَاءٌ مصدر -

بعد ہر دو فتی و فتاة غلام اور لونڈی کے معنی میں استعمال ہونے لگے -

= شَغَفَهَا - شَغَفَ واحد مذکر غائب - ماضی - شَغَفَ يَشْغَفُ (فَتَحَمَّ) شَغَفٌ سے -

جس کے معنی محبت کا دل کے پردوں میں اتر جانے کے ہیں - ہَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ وہ (آدمی) اس عورت کے دل میں اتر گیا - اس نے اس کو فریفتہ کر لیا -

شَغَاكَ کے معنی پردہ دل کے ہیں قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے - حُبًّا - بوجہ تمیز کے منصوب ہے

۱۲:۳۱ = مَكْرِهِيْنَ - مضاف مضاف الیہ - ان عورتوں کا مکر - چال - مکارانہ باتیں -

(ملاحظہ ہو ۵۴:۳) الکشاف - بیضاوی - مدارک التنزیل میں مکر کو لفظ اغتیاب کا ہم معنی لکھا ہے۔
(اغتیاب بمعنی عیب گیری کرنا - خدبت کرنا) کیونکہ مکر بھی خفیہ ہوتا ہے اور غیبت بھی پیٹھ پیچے
کی جاتی ہے۔ لہذا مکر بمعنی لعن و طعن طنز و تشنیع

= اَرْسَلْتُ اِلَيْهِنَّ - اسی دعوتہن - اس عورت نے ان عورتوں کو دعوت دی۔

= اَعْتَدْتُ - ماضی واحد مؤنث غائب اس نے تیار کی - اعتاد (اِفعال) سے - عَتَدَ
وَاَعْتَدَ الشَّيْءُ - تیار کرنا - عَتَدَ يَعْتُدُ الشَّيْءُ - تیار ہونا - آمادہ ہونا - اَلْعَتِيدُ - تیار - مَا يَلْفِظُ
مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (۱۸:۵۰) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر یہ
اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا ہونے والا تیار ہے۔

= مُتَّكَأٌ - اسم ظرف مکان - سہارا لگانے کی جگہ - جس پر ٹیک لگائی جائے - گھاؤ تکیہ
مسند وغیرہ - اِثْكَأُ يَثْكُأُ اِثْكَاءً (اِفعال) عَلَى السَّرِيرِ - تخت پر سہارا لے کر بیٹھا - تَوَكَّأَ
عَلَى عَصَاٍ - سہارا لگانا - ٹیک لگانا - مجازاً مراد کھانا ہے - یعنی طعام یا ضیافت جس میں لوگ تکیہ لگا کر
بیٹھے ہوں - امام رازی کا قول ہے مُتَّكَأٌ سے مراد کھانے کی وہ چیز جس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت
= اُخْرُجْ - امر - واحد مذکر حاضر - خَرَجَ يَخْرُجُ (نص) خُرُوجٌ سے (اے یوسف) باہر تو نکل
= اَكْبَرْتُ - ماضی جمع مؤنث غائب - ضمیر واحد مذکر غائب - اِكْبَرْتُ (اِفعال) سے ان عورتوں
نے اس کو بڑا سمجھا - اِى اعظمته - اس کو انہوں نے عظیم پایا - مراد یہ کہ اس کے حُسنِ بيمثال کو دیکھ کر
دنگ رہ گئیں - دم بخود ہو گئیں۔

= قَطَعْنَ - انہوں نے (ہاتھ) کاٹ ڈالے - قَطِيعٌ (تَفْعِيلٌ) سے ماضی جمع مؤنث غائب
مراد یہ کہ انہوں نے ہاتھ زخمی کر لئے۔

= حَاشَ لِلّٰہِ - کلمہ تعجب - اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ ہے الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا۔

= مَا هَذَا بَشَرًا - میں مَآ نافیہ ہے اور عالمہ ہے اور لَیْسَ (فعل ناقص) کا عمل کرتا ہے یعنی
خبر منصوب ہوگی - قرآن حکیم میں اس کی اور مثال یہ ہے - مَا هُوَ اُمَّهَاتِیْمَ (۲:۵۸) وہ عورتیں
(یعنی ان کی بیویاں) ان کی مائیں نہیں ہیں۔

مَا مِثَابَ بِلَیْسَ کی اور مثال مَا زَیْدٌ قَائِمًا - (زید کھڑا نہیں ہے) اِى لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا۔
= اِنْ هَذَا - میں اِنْ نافیہ ہے۔

۱۲:۳۳ - لَمُتْنِیْ - لَمُتْنِیْ - ماضی جمع مؤنث حاضر - فِیْ مفعول لَوُْمٌ سے (باب نصر) تم
عورتوں نے مجھے ملامت کی، لَوْمَةٌ مَلامت - لَأَلَمْتُ ملامت کرینو والا - لَوْمَةٌ لَأَلَمْتُ۔

(۵۴:۵) ملامت گر کی ملامت۔

= فینہ جس کے بارہ میں

= ذَلِکَ ذَا۔ اسم اشارہ۔ یہ۔ یہی۔ کُنْ ضمیر جمع مونث غائب خطاب کے لئے ہے۔

ذَلِکَ الَّذِی۔ لے عورتو یہی ہے وہ شخص

= اسْتَعَصَم۔ اس نے بچا لیا۔ اس نے تمام لیا۔ اس نے روک لیا۔ اسْتَعَصَمَ (استفعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب۔

= لَنْ لَمْ یَفْعَلْ۔ لام غیر عاملہ ہے۔ اِنْ لَمْ یَفْعَلْ۔ اگر اس نے نہ کیا۔

= مَا اَمْرٌ۔ ما موصولہ ہے۔ اور ضمیرہ کا مرجع ہے۔ اِی مَا اَمْرٌ یہ جس کا میں حکم دوں

یا ما مصدریہ ہے۔ اور ضمیر یوسف کی طرف راجع ہے۔ اِی وَلَنْ لَمْ یَفْعَلْ امری اِیَاکَ۔ اگر اس نے میرا حکم نہ مانا۔

= لَیْسَ جَنَّ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تو وہ ضرور قید میں ڈالا جائے گا۔

= لَیْکُمْ نَا۔ لام تاکید بانون خفیفہ۔ جو بولنے میں آگیا ہے لیکن لکھا نہیں گیا۔ وہ یقیناً ہوگا

= صَاعِرٍ۔ ذیل و خوار۔ صَعَادٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت جر۔ صَاعِرٌ واحد

صَعُرَ کَرُمٌ صَعِرٌ۔ صَعُرٌ۔ ذیل و خوار ہونا۔ اور صَعِرٌ۔ صَعُرٌ۔ صَعَارَةٌ۔ چھوٹا ہونا۔ صَعِیرٌ۔ چھوٹا۔

۱۲:۳۳ = رِبِّ۔ اِی یَا رَبِّیُّ لے میرے رب۔

= اَحَبُّ۔ افعَل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ پیارا۔ زیادہ عزیز۔

= یَدْعُو نَحْنُ۔ یَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مونث غائب دَعْوَةٌ سے (باب نصر) نَحْنُ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ وہ مجھے بلا تی ہیں۔

= اِلَّا تَصْرِفُ عَنِّی۔ اِلَّا۔ اِنْ لَّا۔ صَوَفَ عَنْ۔ کسی کو کسی چیز سے پھیر دینا۔ ہٹا دینا۔ لَّا

تَصْرِفُ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ اِلَّا تَصْرِفُ عَنِّی۔ اگر تو ان کے چہرے کو مجھ سے پھیر نہ دیگا ہٹانہ دے گا۔ یا دور نہ کرے گا۔

= اَصْبَ۔ صَبَا یَصْبُوْا (باب نصر) صَبُوْهُ و صَبُوْا۔ کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ اَصْبَ

مضارع واحد متکلم۔ میں مائل ہو جاؤں گا۔ اَصْبَ اصل میں اَصْبُوْا تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے واو حذف ہو گیا۔

= اَكُنْ اصل میں اَكُنْتُ تھا۔ مضارع واحد متکلم جواب شرط کی وجہ مجزوم ہو کر داؤد بوجہ اجتماع ساکنین گر گیا۔ میں ہو جاؤں۔

۱۲: ۳۴ = اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتَجَابَهُ (افتعال) سے جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔

۱۲: ۳۵ = بَدَا۔ يَبْدُوْا رنصہ بَدُوْ و بَدَاءُ سے جس کے معنی نمایاں اور ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ ظاہر ہو گیا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَبَدَا لَهُمْ سَيِّئَاتٍ مَا كَسَبُوا (۳۹: ۴۴) اور ان اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔

اَلْبَدُوْ - حَضَرُ کی ضد ہے۔ اور آیہ کریمہ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدُوِّ (۱۲: ۱۰۰) اور تمہیں (صحرا) سے یہاں لے آیا۔

یہاں بَدُوْ بمعنی بَادِيَّةٌ صحرا ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں ظاہر نظر آتی ہوں۔ اسے بَدُوْ بَادِيَّةٌ صحرا کہا جاتا ہے۔

= لَهُمْ میں ضمیر عزیز مصر اور اس کے اہل و اقرباء وغیرہ کے لئے ہے۔ بَدَا لَهُمْ ان پر ظاہر ہو گیا انہوں نے یہی مناسب سمجھا۔ ان کو یہی مصلحت نظر آئی۔

= مِنْ بَعْدِ مَا دَاوُ الْاٰلِيَّتِ بعد اس کے کہ وہ (حضرت یوسف کی پاکبازی کی) نشانیاں دیکھ چکے تھے۔

= لَيَسْجُذَنَّ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ جمع مذکر غائب ۛ ضمیر مفعول حضرت یوسف کی طرف راجع ہے کہ وہ اسے ضرور قید ہی کر دیں۔ یعنی حالات کے تحت مناسب یہی سمجھا کہ حضرت یوسف کو قید کر دیا جائے۔

۱۲: ۳۶ = اَرْنِيْ۔ میں اپنے آپ کو دیکھنا ہوں۔ اَرْنِيْ دُوِّيَّةً سے مضارع واحد متکلم نون و قایہ ی واحد متکلم کی ضمیر۔

= اَعْصِرُ۔ میں پنچوڑتا ہوں عَصَرَ يَعْصِرُ (رنصب) عَصْرُ سے جس کے معنی پنچوڑنے کے ہیں۔

= يَنْبَنُّا۔ ہمیں آگاہ کر۔ يَنْبَنُّ (تفعیل) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم اَمْر واحد مذکر حاضر

۱۲: ۳۷ = لَا يَأْتِيْكُمَا۔ مضارع منفی مجزوم بوجہ عمل لا۔ نہی صیغہ واحد مذکر غائب کُما۔

ضمیر ثنیہ مفعول۔ وہ نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس

= تَرَدَدْتُمْ۔ تم دونوں کو وہ یعنی کھانا کھلایا جاتا ہے۔ مضارع مجہول ثنیہ مذکر حاضر ضمیر واحد مذکر غائب طعام کی طرف راجع ہے۔

= بَنَاتُكُمَا۔ میں تم دونوں کو آگاہ کر دوں گا۔ ماضی رباعی مضارع واحد متکلم۔ کُما ضمیر ثنیہ مذکر حاضر۔

= يَا تَيْكُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب کُما ضمیر مفعول ینہ مذکر حاضر منصوب بوجہ ثمن اَنْ۔ (پیشتر اس کے کہ) تمہارے پاس (طعام) آئے۔

= ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي۔ یہ (تعبیر) منجملہ اس علم کے ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا، (یہ کہانت اور قیادہ شناسی نہیں ہے)

= تَرَكْتُ۔ میں نے ترک کر دیا۔ چھوڑ دیا۔ تَرَكْتُ سے مضارع واحد متکلم۔ اس کے یہی نہیں کہ آپ کبھی اس دین پر قائم تھے بلکہ یہ کہ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تَرَكْتُ بمعنی کسی چیز سے اعراض کرنا۔ اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔

= مِلَّةَ دِينِ مَذْهَبِ

۱۲: ۳۸ = مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک ٹھہرائیں۔

۱۲: ۳۹ = يَصْحَبِي السَّيْحَتِ۔ صَاحِبِي۔ دوسا تھی۔ دورفق۔

صَاحِبِي اصل میں صَاحِبِيْنِي (میرے دوسا تھی) تھا۔ مُنَادِي۔ (صَاحِبِيْنِي) سی (ضمیر واحد متکلم) کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ی گر گئی۔ اور یہ مضاف مضاف الیہ بل کر السَّيْحَتِ (مضاف الیہ) کا مضاف ہوا۔ يَصْحَبِي السَّيْحَتِ اے قید خانہ کے میرے دوسا تھیو!

= اَرْبَابٌ۔ رَبٌّ کی جمع۔ ءَ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا جُدا جُدا بہت سے رب بہتر ہیں یا کہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہو۔ یعنی جُدا جُدا بہت سے رب بہتر نہیں ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہو۔

۱۲: ۴۰ = مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَسْمَاءٌ۔ یعنی اس کے سوا تم جن چیزوں کے پرستش کرتے ہو وہ محض چند نام ہیں (جن کو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے من گھڑت نام دے رکھے ہیں)

= بِهَمَّ - میں ضمیر ہا و احد مؤنث غائب کا مرجع وہ معبودانِ باطل ہیں جن کو مشرکین نے از خود نامزد کر رکھا ہے

= سُلْطَانٍ - حجت - سند

= الدِّینُ الْقَیِّمُ - موصوف و صفت وہ دین جو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہو۔ درست ٹھیک رسیدہا۔

۱۲: ۴۱ = یَسْقِیْ - مضارع واحد مذکر غائب - وہ پلا نیگا۔ سَقَى مصدر (باب ضو ب) = دَبَّهٗ - اپنے مالک کو۔

= یُضْلِبُ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب ضَلَبَ مصدر (ضو ب) وہ سولی دیا جائیگا = قَضَى الْأَمْرُ - بات فیصلہ ہو چکی ہے - یہ امر (اسی طرح) مقدر ہو چکا ہے۔

= تَسْتَفْتِیْنِ - تم دونوں پوچھتے ہو - تم دونوں فتویٰ طلب کرتے ہو۔

اِسْتِفْتَاؤُ (اِسْتَفْعَالٌ) سے مضارع تشبیہ مذکر حاضر - فَتَى مَادَّہ - قرآن مجید میں آیا ہے یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی الشَّأْنِ (۴: ۱۲۷) اور وہ تم سے یتیم عورتوں کے بارہ میں فتویٰ مانگتے ہیں۔

۱۲: ۴۲ نَاجٍ - اسم فاعل واحد مذکر - اصل میں نَاجِی تھا۔ نَجَاۃً مصدر (نصو ب) نَجَا یُنَجِّی نَجَاۃً وَ نَجَاءً وَ نَجَایۃً خلاصی پانا - نجات پانا - نَجِی مَادَّہ -

= فَالْسُّ الشَّیْطَانُ - شیطان نے اس کو (ذکر کرنا) بھلا دیا

= بِضْعَ سِنِیْنَ - بَضْع - چند - کئی - بعض کے نزدیک ۳ - سے ۹ تک بعض کے خیال میں ۵ سے ۹ تک کے عدد بضع میں داخل ہیں - بِضْعَ سِنِیْنَ - کئی سال -

۱۲: ۴۳ = سِمَانٍ - موٹی - سَیِّئٌ کی جمع جو بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

السَّیِّئُ کے معنی موٹاپا کے ہیں - اور یہ هُذَالٌ کی ضد ہے - قرآن مجید میں ہے لَا یُسْمِنُ وَلَا یُعْنِی مِنْ جُوعٍ (۸۸: ۷) جو نہ فرہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

= عِجَافٌ - لاغر - دُبلی - اَعْجَفَ کے معنی انتہائی لاغر اور دُبلا کے ہیں اس کی مؤنث اَعْجَفَۃً ہے اور جمع عِجَافٌ - یہ جمع خلافِ قیاس ہے کیونکہ اَفْعَلُ فَعْلًا فَعْلٌ کے وزن پر اس کی جمع اَعْجَفٌ چاہئے تھی۔

در اصل یہ نَضْلٌ اَعْجَفٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پتلے اور باریک تیر کے ہیں اَعْجَفَ الرَّجُلُ اس کے مولیشی دیلے ہو گئے

= سُبُلَاتٍ - بالیں - خوشے - سُبُلَّةٌ کی جمع

= خَضِر - سبز - ہرے - اَخْضَرَ خَضْرَاءُ خَضْرُو کے وزن پر جمع کا صیغہ ہے

= يَلِسَتْ - اسم فاعل جمع مَوْنَتْ يَالِسَةً کی جمع يَلِسَتْ مصدر (باب سَمِعَ) سوکھی ہوئی - جو سبز اور تروتازہ نہ ہو۔

= اَخْتُوْنِي - مجھے جواب دو - مجھ کو بتاؤ - اَخْتُوْا - اِفْتَاوْا سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - ن وقایہ

ی ضمیر واحد متکلم (ملاحظہ ہو ۱۲: ۴۱)

= نَعْبُوْنَكَ - اگر تم تعبیر بیان کرتے ہو - عِبَادَةٌ سے جس کے معنی تعبیر بیان کرنے کے ہیں - مضاف جمع مذکر حاضر - (باب نصر)

۱۲: ۴۴ = اصْغَاتُ اَحْلَامٍ - خیالی خواب - پریشان خواب - اصْغَاتُ ضُغْتٍ کی جمع ہے رُجَان - خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائے - قرآن میں ہے خُذْ بِسِدِّكَ ضِغْتًا (۲۴: ۳۸) اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر گھاس لو - اَحْلَامٌ حُلْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں - چونکہ گھاس یا شاخوں کے گٹھے میں گھاس یا لکڑیاں ملی جلی ہوتی ہیں اس لئے خواب ہائے پریشان کو اصْغَاتُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں (خیالی خوابوں کا مٹھا - مضاف مضاف الیہ۔

اَحْلَامٌ - حِلْمٌ کی بھی جمع ہے حِلْمٌ بمعنی بردباری - عقل -

= اَلْاَحْلَامُ - المنامات الباطلہ - خواب ہائے پریشان -

۱۲: ۴۵ = نَجَا - اس نے نجات پائی - ماضی واحد مذکر غائب -

= اِذْ كَرَّ - اس کو یاد آیا - اِذْ كَاثُرٌ (افتعال) سے جس کے معنی یاد کرنے کے ہیں اصل میں اِذْ تَكَرَّرَتْ کو دال میں بدلا - اور ذال کو دال میں مدغم کر دیا -

= اُمَّةٌ - مدت - قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے - وَلَكِنْ اَخْرَجْنَا عَنْهُمْ الْعَذَابَ اِلَى اُمَّةٍ

مَعْدُوْدَةٍ (۸: ۱۱) اور اگر ہم ان پر سے عذاب کچھ مدت تک ملتوی کر دیں -

= اُمَّةٌ کے معنی اُمت - جماعت - طریقہ - دین بھی ہیں

= اَنْبِئْكُمْ - میں تم کو بتاتا ہوں - خبر دیتا ہوں - بتائے دیتا ہوں -

۱۲: ۴۶ = اَفْتِنَا - ہمیں بتا - امر واحد مذکر حاضر - فَا ضَمِيرُ جمع متکلم -

۱۲: ۴۷ = تَوَدَّعُونَ - تم کاشت کرو گے - مضارع جمع مذکر حاضر - ذَرْعٌ (باب فتح) سے

معنی کھیتی کرنا - اگانا -

= دَابَّا - دَابَّ يَدَّابُّ (نصر فتح) کا مصدر ہے جس کے معنی لگاتار کسی کام میں لگنے اور

مشقت برداشت کرنے کے ہیں اور اسی سبب سے اس کا استعمال عادت اور طریقے کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہاں ذِابَاً بمعنی حسب طریقہ سابق۔ حسب عادت۔ حسب دستور کاشت کئے جاؤ۔ قرآن مجید میں ہے کہ: كَذَابِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ (۵۴: ۸) آل فرعون اور ان سے قبل کے لوگوں کی طرح (یعنی ان کے طریقہ کے مانند) انہوں نے (کفار مکہ نے) بھی اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا۔

= مَا حَصَدْتُكُمْ۔ جو کچھ بھی تم کاٹو۔ (جو فصل تم برداشت کر دو حصاد سے (باب نصر) جس کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔

= فَذَرُوهُ۔ اس کو چھوڑ رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

۴۸: ۱۲ = سَبْعَ شِدَادٍ۔ سات، سال بہت سخت

= يَأْكُلْنَ۔ مضارع جمع مَوْنَتِ غَائِبِ اَكْلٌ سے وہ کھا جائیں گی۔ یعنی یہ سات سال قحط کے کھا جائیں گے (جو ان سالوں میں استعمال کے لئے تم نے ذخیرہ کر رکھا ہوگا۔

= مَا قَدْ مَتَّمْتُمْ۔ جو تم نے پہلے سے رکھ چھوڑا ہوگا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔

نَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی پہلے سے کرنا۔ پہلے سے بھیجنا۔ پہلے زمانہ میں کر چکنے کے = مَا تُحْصِنُونَ۔ جو تم بچا رکھو گے۔ جو تم محفوظ رکھو گے۔ اِحْصَانٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

= اِلَّا قَلِيْلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ۔ صرف وہی سھوڑا سا رہ جائے گا۔ جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو حِصْنٌ مادہ۔ اس کے تمام مشتقات میں حفاظت۔ بچاؤ۔ احتیاط کا پہلو ہوتا ہے۔

۴۹: ۱۲ = يُغَاثُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غَائِبِ اس کا مادہ غَوَّثُ وَغِيثٌ ہے الغیث کے معنی بارش کے ہیں۔ اور الغوث کے معنی مدد کے ہیں۔ باب استفعال سے مدد مانگنا کے طلب کے معنی میں مستعمل ہے جیسے بِرَحْمَتِكَ اَسْلَعِيْتُ۔ میں تیری رحمت کا طلب گار ہوں۔ یا اِذْ لَسْتَغِيْثُوْا رَبَّكُمْ (۹: ۸) جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگتے تھے۔ اسی باب سے يَسْتَغِيْثُوْنَ (غِيْثٌ) سے پانی مانگنا بھی آتا ہے۔

يُغَاثُّ (فعل مجہول) بھی دونوں معنی میں آتا ہے۔ مدد مانگنے کی صورت میں باب افعال سے اَعَاثَ يُغِيْثُ۔ اور دوسری صورت میں (پانی مانگنا) غَاثٌ يَغِيْثُ سے (باب ضرب) آیت نہ ایں يُغَاثُّ (مضارع مجہول) غِيْثٌ مصدر سے ہے (باب ضرب) مینہ برسایا جائے گا۔ يُغَاثُّ النَّاسُ لوگوں کے لئے مینہ برسیا جائے گا۔

= فِیْهِ مِیْنِ ۵ ضَمِیرِ عَامِّ (سال) کے لئے ہے۔

= یَعْصِرُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب عَصَرَ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ رس پخوڑیں گے۔

(یعنی کھیتی اور پھلوں کی فراوانی ہوگی)

۱۲: ۵۰ = بَالٌ - حال - خبر - جس حال کی پرواہ کی جائے وہ بال کہلاتا ہے اور کبھی جس حالت میں

دل جمنے لگے اس کو بھی بال کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے مجازاً اس کے معنی دل اور جی کے بھی آتے ہیں

مَا بَالُ النِّسْوَةِ (ان) عورتوں کی حقیقت حال کیا تھی؟

۱۲: ۵۱ = قَالَ - بادشاہ نے عورتوں کو بلا کر پوچھا!

= مَا خَطَبُكُنَّ - تم عورتوں کا کیا معاملہ تھا۔

الْخَطْبُ وَالْمُخَاطَبَةُ وَالْمُخَاطَبُ باہم گفتگو کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا اسی

خُطْبَةٌ اور خُطْبَةٌ کا لفظ ہے لیکن خُطْبَةٌ وِعْظٌ و نصیحت کے معنی میں آتا ہے اور خُطْبَةٌ کے

معنی ہیں نکاح کا پیغام۔

الْخَطْبُ - اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرتِ مخاطب ہو جیسے آیہ ہذا - يٰ اَمَّا خَطْبُكَ

یٰ سَامِرِیُّ - (۹۵: ۲۰) (پھر سامری سے کہنے لگے) کہ سامری تیرا کیا معاملہ ہے۔

= رَاوَدَتْہَا - تم (عورتوں) نے پھسلایا۔ تم نے بہلایا۔ مُرَاوَدَتْہَا سے جس کے معنی دوسرے

کو کسی کام پر پھسلانا۔ یا آمادہ کرنا جس کے کرنے کا وہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔ ماضی جمع مؤنث حاضر۔

رود مادہ۔

= حَاشَ لِلّٰہِ - کلمہ تعجب۔ اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ تھا۔ الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا

ملاحظہ ہو ۱۲: ۳۱۔

= مَا عَلِمْنَا عَلَیْہِ مِنْ سُوْءٍ - ہم نہیں جانتیں اس کے خلاف کوئی برائی۔

= اَلْاُنَّ - اب - ظرفِ زمان ہے۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور

بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= حَصَّحَصَ الْحَقُّ - کے معنی ہیں کہ حق بات جو کبھی دباؤ کی وجہ سے چھپی ہوئی تھی اب اس

دباؤ کے دور ہونے کی وجہ سے واضح ہو کر سامنے آگئی ہے۔ حَصَّ وَحَصَّحَصَ (ثلاثی درجہ)

دونوں طرح آتا ہے جیسے کَفَّ وَكَفَّلَفَ عَنْ - دور رکھنا۔ دور کرنا۔ کسی کو پہچانا۔ اور کَتَبَ وَ

کَتَبَ الرَّجُلُ عَلٰی وَجْہِہٖ - پچھاڑ دینا۔

۱۲: ۵۲ = ذٰلِكَ - (یہاں سے حضرت یوسف کا کلام شروع ہوتا ہے) میں نے اس لئے

اس الزام کی تحقیق کرانا چاہی تھی تاکہ عزیز مصر کو المینان ہو جائے کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔

= لَمْ أَخْنُ - لَمْ أَخْنُ - مضارع مجزوم نفی جَدَّ بَلَمَ - واحد متکلم ۱ ضمیر واحد مذکر غائب عزیز مصر کے لئے ہے۔ میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔

= بِالْغَيْبِ - اس کی غیر حاضری میں۔ اس کی پیٹھ پیچھے۔

= لَا يَهْدِي - کامیاب نہیں کرتا۔ چال کو سیدھی راہ پر (کامیابی کی راہ پر) نہیں چلنے دیتا

= الْخَائِنِينَ - خیانت کرنے والے۔ دغا باز۔ خِيَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

مُؤَزَّافُ قَافِ قُرْآنِ مَجِیدُ

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہرتے ہیں کہیں نہیں ٹھہرتے کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اور اس ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموز اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کے تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

جہاں بات پوری ہو جاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصورت لا لکھی جاتی ہے اور یہ وقف تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہئے۔ اب لا تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔ یہ علامت وقف لازم کی ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہئے اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے اس کی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہئے کہ مثلاً کسی کو کہنا ہو کہ اٹھو۔ مت بیٹھو، جس میں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو مگر ٹھہرنا لازم ہے اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہو جائے گا۔ جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا؛ ط

وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہئے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے ج

وقف جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے سن

علامت وقف مجوز کی ہے یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔ ص

علامت وقف مرخص کی ہے یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم ہے کہ حق پر ملا کر پڑھنا من کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے!

صلے : الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔
ق : قیل علیہ الوقت کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔
صل : قد یوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کبھی نہیں۔
 لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف : یہ لفظ قِف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔
س یا سکتہ : سکتہ کی علامت ہے یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔
وقفہ : لمبے سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفہ میں زیادہ
لا : لا کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت آیت کے اوپر کہیں استعمال ہوتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف بعض کے نزدیک ٹھہرنا چاہئے بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اُسی جگہ نہیں چاہئے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ل : كذلك کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے !

ترتیب قرآن مجید منازل القرآن کے مطابق

- ۱، المنزل الاول : سورة الفاتحة (شمار سورة نمبر ۱) کی آیت نمبر ۱ سے لے کر سورة النساء (شمار سورة نمبر ۴) کی آخر آیت تک۔
- ۲، المنزل الثاني : سورة المائدة (شمار سورة نمبر ۵) کی اول آیت سے لے کر سورة توبہ (شمار سورة نمبر ۹) کی آخر آیت تک۔
- ۳، المنزل الثالث : سورة يونس (شمار سورة نمبر ۱۰) کی اول آیت سے لے کر سورة النحل (شمار سورة نمبر ۱۶) کی آخر آیت تک
- ۴، المنزل الرابع : سورة بني اسرائيل (شمار سورة نمبر ۱۷) کی اول آیت سے لے کر الفرقان (شمار سورة نمبر ۲۵) کی آخر آیت تک
- ۵، المنزل الخامس : سورة الشعراء (شمار سورة نمبر ۲۶) کی اول آیت سے لے کر سورة يسين (شمار سورة نمبر ۳۶) کی آخر آیت تک
- ۶، المنزل السادس : سورة صافات (شمار سورة نمبر ۳۷) کی آیت اول سے لے کر سورة الحجرات (شمار سورة نمبر ۴۹) کی آخر آیت تک
- ۷، المنزل السابع : سورة ق (شمار سورة نمبر ۵۰) آیت اول سے لے کر سورة الناس (شمار سورة نمبر ۱۱۴) کی آخر آیت تک

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

بلحاظ پارہ

شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ	شمار سورت	نام سورت	نمبر صفحہ	شمار پارہ
۱	سورة فاتحہ	۱	۱	۲۳	سورة مومنون	۱۸	۱۸
۲	سورة بقرہ	۲-۱-۳	۲۴	۲۴	سورة النور	۱۸	۱۸
۳	سورة آل عمران	۳-۴-۲	۲۵	۲۵	سورة فرقان	۱۹-۱۸	۱۹-۱۸
۴	سورة نساء	۴-۵-۶	۲۶	۲۶	سورة شعراء	۱۹-	۱۹-
۵	سورة مائدہ	۵-۶-۷	۲۷	۲۷	سورة نمل	۲۰-۱۹	۲۰-۱۹
۶	سورة انعام	۶-۷-۸	۲۸	۲۸	سورة قصص	۲۰	۲۰
۷	سورة اعراف	۷-۸-۹	۲۹	۲۹	سورة غنکبوت	۲۱-۲۰	۲۱-۲۰
۸	سورة انفال	۸-۹-۱۰	۳۰	۳۰	سورة روم	۲۱	۲۱
۹	سورة توبہ	۹-۱۰-۱۱	۳۱	۳۱	سورة لقمان	۲۱	۲۱
۱۰	سورة یونس	۱۰	۳۲	۳۲	سورة سجده	۲۱	۲۱
۱۱	سورة ہود	۱۱-۱۲	۳۳	۳۳	سورة احزاب	۲۲-۲۱	۲۲-۲۱
۱۲	سورة یوسف	۱۲-۱۳	۳۴	۳۴	سورة سبا	۲۲	۲۲
۱۳	سورة الرعد	۱۳	۳۵	۳۵	سورة طہ	۲۲	۲۲
۱۴	سورة ابراہیم	۱۴	۳۶	۳۶	سورة النہج	۲۲	۲۲
۱۵	سورة حجر	۱۴-۱۵	۳۷	۳۷	سورة صافات	۲۳	۲۳
۱۶	سورة نحل	۱۵	۳۸	۳۸	سورة ص	۲۳	۲۳
۱۷	سورة بنی اسرائیل	۱۵	۳۹	۳۹	سورة زمر	۲۴-۲۳	۲۴-۲۳
۱۸	سورة کہف	۱۵-۱۶	۴۰	۴۰	سورة مؤمن	۲۴	۲۴
۱۹	سورة مریم	۱۶	۴۱	۴۱	سورة نجم سجده	۲۵: ۲۴	۲۵: ۲۴
۲۰	سورة طہ	۱۶	۴۲	۴۲	سورة شورى	۲۵	۲۵
۲۱	سورة انبیاء	۱۶	۴۳	۴۳	سورة زخرف	۲۵	۲۵
۲۲	سورة الحج	۱۶	۴۴	۴۴	سورة دخان	۲۵	۲۵

شماره	نام سورت	نمبر صفحه	شماره	نام سورت	نمبر صفحه	شماره
٢٥	سورة جاثية	٢٥	٤٠	سورة معارج	٢٩	٢٩
٢٦	سورة احقاف	٢٦	٤١	سورة نوح	٢٩	٢٩
٢٧	سورة محمد	٢٦	٤٢	سورة جن	٢٩	٢٩
٢٨	سورة فتح	٢٦	٤٣	سورة مزمل	٢٩	٢٩
٢٩	سورة حجرات	٢٦	٤٤	سورة مدثر	٢٩	٢٩
٥٠	سورة قمر	٢٦	٤٥	سورة قيامه	٢٩	٢٩
٥١	سورة ذاريات	٢٦ - ٢٧	٤٦	سورة دهر	٢٩	٢٩
٥٢	سورة طور	٢٦	٤٧	سورة مرسلات	٢٩	٢٩
٥٣	سورة النجم	٢٦	٤٨	سورة نباء	٣٠	٣٠
٥٤	سورة قمر	٢٦	٤٩	سورة نازعات	٣٠	٣٠
٥٥	سورة رحمان	٢٦	٥٠	سورة عبس	٣٠	٣٠
٥٦	سورة واقعه	٢٦	٥١	سورة التكويد	٣٠	٣٠
٥٧	سورة حديد	٢٦	٥٢	سورة انفطار	٣٠	٣٠
٥٨	سورة مجادلہ	٢٨	٥٣	سورة مطففين	٣٠	٣٠
٥٩	سورة حشر	٢٨	٥٤	سورة انشقاق	٣٠	٣٠
٦٠	سورة ممتحنة	٢٨	٥٥	سورة بروج	٣٠	٣٠
٦١	سورة صف	٢٨	٥٦	سورة طارق	٣٠	٣٠
٦٢	سورة جمعة	٢٨	٥٧	سورة الاعلى	٣٠	٣٠
٦٣	سورة منافقون	٢٨	٥٨	سورة غاشية	٣٠	٣٠
٦٤	سورة تغابن	٢٨	٥٩	سورة الفجر	٣٠	٣٠
٦٥	سورة طلاق	٢٨	٦٠	سورة بلد	٣٠	٣٠
٦٦	سورة تحریم	٢٨	٦١	سورة شمس	٣٠	٣٠
٦٧	سورة ملك	٢٩	٦٢	سورة لیل	٣٠	٣٠
٦٨	سورة قلم	٢٩	٦٣	سورة ضحی	٣٠	٣٠
٦٩	سورة حاقه	٢٩	٦٤	سورة الشرح	٣٠	٣٠

ترتیب قرآن مجید بلحاظ پارہ

حصہ اول

نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ	نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ
۱	الْحَمْدُ	۱	۷	وَإِذَا سَمِعُوا	۴۰۶
۲	سَيَقُولُ	۱۱۵	۸	وَلَوْ أَنَّنَا	۴۵۵
۳	تِلْكَ الرُّسُلُ	۲۱۳	۹	قَالَ الْمَلَأُ	۵۰۱
۴	لَنْ تَنَالُوا	۲۸۵	۱۰	وَأَعْلَمُوا	۵۵۳
۵	وَالْمُحْصَنَاتُ	۳۲۹	۱۱	يَعْتَذِرُونَ	۶۰۹
۶	لَا يُحِبُّ اللَّهُ	۳۷۱	۱۲	وَمَا مِنْ دَابَّةٍ	۶۶۷

حصہ دوم

نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ	نمبر شمار	نام پارہ	صفحہ
۱۳	وَمَا ابْرَأِي	۱	۱۸	قَدْ أَفْلَحَ	۳۷۶
۱۴	رَبِّمَا	۶۱	۱۹	وَقَالَ الَّذِينَ	۴۵۱
۱۵	سُبْحَانَ الَّذِي	۱۲۷	۲۰	أَمَّنْ خَلَقَ	۵۴۷
۱۶	قَالَ أَلَمْ	۲۰۸	۲۱	أَتْلُ مَا أُوحِيَ	۶۲۸
۱۷	اقْتَرَبَ	۲۹۸	---	---	---

ترتیب قرآن مجید سورتوں کے مطابق

حصہ اول

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع، مکی	مدنی
۱	الفاتحہ	۵	۲	۱	۷	۱	مکی
۲	البقرہ	۱۱	۱۱	۱-۲-۳	۸۶	۴۵	مدنی
۳	آل عمران	۸۹	۲۶۱	۴-۳	۲۰۰	۲۵	"
۴	النساء	۹۲	۳۱۷	۴-۵-۶	۱۷۶	۲۴	"
۵	المائدہ	۱۱۲	۳۸۵	۶-۷-۸	۱۲۰	۱۶	"
۶	الانعام	۵۵	۴۲۴	۸-۷	۱۶۵	۲۵	مکی
۷	الاعراف	۳۹	۴۷۸	۸-۹	۲۰۶	۲۴	مکی
۸	الانفال	۸۸	۵۳۷	۹-۱۰	۷۵	۱۰	مدنی
۹	التوبة	۱۱۳	۵۶۸	۱۰-۱۱	۱۲۹	۱۶	"
۱۰	یونس	۵۱	۶۲۸	۱۱	۱۰۹	۱۱	مکی
۱۱	ہود	۵۲	۶۶۵	۱۱-۱۲	۱۲۳	۱۰	"
۱۲	یوسف	۵۳	۷۰۹	۱۲-۱۳	۱۱۱	۱۲	"

حصہ دوم

۱۳	الرعد	۹۶	۱۸	۱۳	۴۳	۶	مکی
۱۴	ابراہیم	۷۲	۴۱	۱۳	۵۲	۷	"
۱۵	الحجر	۵۴	۶۰	۱۳-۱۴	۹۹	۶	"
۱۶	نحل	۷۰	۸۴	۱۴	۱۲۸	۱۶	"
۱۷	بنی اسرائیل	۵۰	۱۲۷	۱۵	۱۱۱	۱۲	"
۱۸	الکہف	۶۹	۱۷۳	۱۵-۱۶	۱۱۰	۱۲	"
۱۹	مریم	۴۴	۲۲۰	۱۶	۹۸	۶	"

شماره سورت	نام سورت	نزول نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع	مکی	مدنی
۲۰	طہ	۴۵	۲۵۱	۱۴۰	۱۳۵	۸	مکی	
۲۱	الانبیاء	۷۳	۲۹۸	۱۷	۱۱۲	۷	"	
۲۲	الحج	۵۲	۲۳۲	۱۷	۷۸	۱۵		مدنی
۲۳	المؤمنون	۷۴	۲۷۶	۱۸	۱۱۸	۶	مکی	
۲۴	النور	۱۰۲	۴۰۹	۱۸	۶۴	۹	"	
۲۵	الفرقان	۴۲	۴۳۹	۱۸-۱۹	۷۷	۶	"	
۲۶	الشعراء	۴۰	۴۸۱	۱۹	۲۲۷	۱۱	"	
۲۷	النمل	۴۸	۵۲۲	۱۹-۲۰	۹۳	۷	"	
۲۸	القصص	۴۹	۵۶۶	۲۰	۸۸	۹	"	
۲۹	العنکبوت	۸۵	۶۱۳	۲۰-۲۱	۶۹	۷	"	
۳۰	الروم	۸۴	۶۴۰	۲۱	۶۰	۶	"	
۳۱	لقمان	۵۷	۶۶۸	۲۱	۳۴	۵	"	
۳۲	السجدة	۷۵	۶۸۹	۲۱	۳۰	۳	"	
۳۳	الاحزاب	۹۰	۷۰۷	۲۱-۲۲	۷۳	۹		مدنی

ترتیب نزول

مُرتَبَّہٗ عَلَمَاءِ اَزْهَرِ

مَکِّی

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تیسرے	تفصیل
۱	الْعَلَقُ	۹۶	۱۹	آیات ۱۷ تا ۳۲ اور ۴۸ تا ۵۰ مدنی ہیں آیات ۱۰، ۱۱، ۲۰ مدنی ہیں۔
۲	الْقَلَمُ	۹۸	۵۲	
۳	الْمُرْسِلُ	۹۳	۲۰	
۴	الْمُدَّثِّرُ	۹۴	۸۶	
۵	الْفَاتِحَةُ	۱	۷	
۶	الْبُرُجُ	۱۱۱	۵	
۷	التَّكْوِيْنُ	۸۱	۲۹	
۸	الْاَعْلٰی	۸۷	۱۹	
۹	النَّازِعَاتُ	۹۲	۲۱	
۱۰	الْفَجْرِ	۸۹	۳۰	
۱۱	الضُّحٰی	۹۳	۱۱	
۱۲	الشُّعَرٰۤی	۹۴	۸	
۱۳	الْعَصْرِ	۱۰۳	۳	
۱۴	الْعَدٰیۃ	۱۰۰	۱۱	
۱۵	الْكَوۤثَرُ	۱۰۸	۳	
۱۶	التَّكْوِيْنُ	۱۰۲	۸	
۱۷	الْمَاعُونُ	۱۰۷	۷	پہلی تین آیات مدنی ہیں
۱۸	الْكَافِرُونَ	۱۰۹	۶	

نمبر شمار	تمام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات	تفصیل
۱۹	الفیل	۱۰۵	۵	
۲۰	الفلق	۱۱۳	۵	
۲۱	الناس	۱۱۴	۶	
۲۲	الخلاص	۱۱۳	۴	
۲۳	النجم	۵۳	۶۲	آیت ۳۲ مدنی ہے
۲۴	عبس	۸۰	۴۲	
۲۵	القدر	۹۴	۵	
۲۶	الشمس	۹۱	۱۵	
۲۷	البروج	۸۵	۲۲	
۲۸	الحن	۹۵	۸	
۲۹	قریش	۱۰۶	۴	
۳۰	القارعة	۱۰۱	۱۱	
۳۱	القيمة	۷۵	۴۰	
۳۲	الهمزة	۱۰۴	۹	
۳۳	المرسلات	۷۷	۵۰	آیت ۴۸ مدنی ہے
۳۴	ق	۵۰	۴۵	آیت ۳۸ مدنی ہے
۳۵	البلد	۹۰	۲۰	
۳۶	الطارق	۸۶	۱۷	
۳۷	القمر	۵۴	۵۵	۴۴ تا ۴۶ مدنی ہیں
۳۸	ص	۳۸	۸۸	
۳۹	الأعراف	۷	۲۰۶	آیات ۱۶۳ تا ۱۷۰ مدنی ہیں
۴۰	الجنت	۷۲	۲۸	
۴۱	نيس	۳۶	۸۳	آیت ۴۵ مدنی ہے
۴۲	الفرقان	۲۵	۷۷	آیات ۹۸ تا ۱۰۷ مدنی ہے
۴۳	فاطر	۳۵	۴۵	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تفسیر کے	تفصیل
۶۷	الذَّارِیَّت	۵۱	۶۰	
۶۸	الْعَاشِیَّة	۸۸	۲۶	
۶۹	الْكَهْف	۱۸	۱۱۰	آیات ۳۸، ۸۳ تا ۱۰۱ مدنی ہیں
۷۰	النَّحْل	۱۶	۱۲۸	آخری ۳ آیات مدنی ہیں
۷۱	نُوح	۷۱	۲۸	
۷۲	إِبْرَاهِیْم	۱۳	۵۲	آیات ۱۸، ۲۹ مدنی ہیں
۷۳	آلِ اَنْبِیَاء	۲۱	۱۱۲	
۷۴	الْمُؤْمِنُونَ	۲۳	۱۱۸	
۷۵	السَّجْدَة	۳۲	۳۰	آیات ۱۶ تا ۲ مدنی ہیں۔
۷۶	الطُّور	۵۲	۴۹	
۷۷	الْمُلْك	۶۷	۳۰	
۷۸	الْحَاقَّةُ	۶۹	۵۲	
۷۹	الْمَعَارِج	۷۰	۴۴	
۸۰	النَّبَا	۷۸	۴۰	
۸۱	الْتَّرَعَات	۷۹	۴۶	
۸۲	الْاِنْشِقَاط	۸۲	۱۹	
۸۳	الْاِنْشِقَاق	۸۴	۲۵	
۸۴	الرُّوم	۳۰	۶۰	آیت ۷ مدنی ہے
۸۵	الْعَنْكَبُوت	۲۹	۶۹	آیات ۱ تا ۱۱ مدنی ہے
۸۶	الْمُطَفِّفِينَ	۸۳	۲۶	

مَدَنِي

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات (تسمیہ کے بغیر)	تفصیل
۱	البَقَرَة	۲	۲۸۶	آیت ۲۸۱ حجة الوداع میں نازل ہوئی
۲	الْاَنْفَال	۸	۷۵	آیات ۳۰ تا ۳۶ مکی ہیں۔
۳	الْعِمْرَانُ	۳	۲۰۰	
۴	الْاَحْزَابُ	۳۳	۷۳	
۵	الْمُتَحَنَّة	۶۰	۱۳	
۶	النِّسَاءُ	۴	۱۷۶	
۷	الزُّلْزَال	۹	۸	
۸	الْحَدِيدُ	۵۷	۲۹	
۹	مُحَمَّدٌ	۴۷	۳۸	آیت ۱۳ ہجرت کے موقع پر راستہ میں نازل ہوئی
۱۰	الرَّعْدُ	۱۳	۴۳	
۱۱	الرَّحْمٰنُ	۵۵	۷۸	
۱۲	الدَّهْرُ	۷۶	۳۱	
۱۳	الطَّلَاقُ	۶۵	۱۲	
۱۴	الْبَيِّنَاتُ	۹۸	۸	
۱۵	الْحَشْرِ	۵۹	۲۴	
۱۶	الشُّوْر	۲۴	۶۴	
۱۷	الْحَجَّج	۲۲	۷۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی
۱۸	الْمُنٰفِقُوْنَ	۶۳	۱۱	
۱۹	الْمُجَادَلَةُ	۵۸	۲۲	
۲۰	الْحُجُّرَاتُ	۴۹	۱۸	
۲۱	التَّحْرِیْمُ	۶۶	۱۲	
۲۲	التَّغَابُنُ	۶۴	۱۸	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تشریح کے
۲۳	الصَّف	۶۱	۱۴
۲۴	الْجُمُعَة	۶۲	۱۱
۲۵	الْفَتْح	۴۸	۲۹
۲۶	الْمَائِدَة	۵	۱۲۰
۲۷	التَّوْبَة	۹	۱۲۹
۲۸	النَّصْر	۱۱۰	۳

حد ہیئہ سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی !
 آیت ۳ حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں نازل ہوئی
 آخری دو آیات مکی ہیں
 حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی ۔

ماخذ کتاب

لغات

- (۱) المعجم الوسیط (عربی سے عربی)، مؤلف ابراہیم مصطفیٰ - حامد عبد القادر وغیرہ
- (۲) المنجد (عربی سے اردو ترجمہ)
- (۳) فیروز اللغات (عربی - اردو)
- (۴) الفرائد الدریہ - از جے - جی ہاؤہ (عربی - انگریزی)
- (۵) مفتی الارب فی لغات العرب - از عبد الرحیم بن عبد الکریم صفی پوری
- (۶) کلمات القرآن تفسیر و بیان - از حسنین محمد مخلوف، مفتی دیار المصریہ
- (۷) مفردات القرآن - از امام راغب اصفہانی - اردو ترجمہ محمد عیدہ فیروز پوری
- (۸) لغات القرآن از مولانا عبد الرشید نعمانی و مولانا سید عبد الدائم الجلالی،
ندوة المصنفین - ۶ جلد
- (۹) قاموس القرآن از قاضی زین العابدین -
- (۱۰) روح المعانی - از علامہ ابو الفضل شہاب الدین السید محمود، آلوسی بغدادی
- (۱۱) تفسیر بیضاوی - از ناصر الدین ابوسعید عبد اللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاوی
- (۱۲) الکشاف - از ابوالقاسم جبار اللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمی
- (۱۳) تفسیر الخازن - از علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازن
- (۱۴) مدارک التنزیل و حقائق التأویل - از ابوالبرکات عبد اللہ بن محمود النسفی
- (۱۵) اضواء القرآن - تفسیر القرآن بالقرآن - از محمد الامین بن محمد المختار الجکنتی و الشنقطنی
- (۱۶) تفسیر جلالین از جلال الدین محمد بن احمد المحلی و جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی
- (۱۷) تفسیر مظہری - از علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی فارسی سے ترجمہ - از مولانا سید عبد الدائم الجلالی -
- (۱۸) تفسیر ابن کثیر - از اسماعیل بن عمر بن کثیر البصری ثم الدمشقی (لقب عماد الدین)
- (۱۹) قرآن حکیم - ترجمہ و تفسیر (انگریزی) عبد اللہ یوسف علی -

- ۲۰۔ تفسیر حقانی۔ از مولانا ابو محمد عبد الحق دہلوی رح
 ۲۱۔ بیان القرآن۔ از مولانا اشرف علی تھانوی رح
 ۲۲۔ ترجمان القرآن۔ از مولانا ابوالکلام احمد آزاد رح
 ۲۳۔ تفسیر ماجدی۔ از مولانا عبد الماجد دریابادی رح
 ۲۴۔ ضیاء القرآن۔ از پیر کرم شاہ ایم لے (الانہر، بمبیرہ)
 ۲۵۔ تفہیم القرآن۔ از ابوالاعلیٰ مودودی

- ترجمہ: ۲۶۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از محمد علی لاہوری
 ۲۷۔ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از مارماڈلوک پکٹھال
 ۲۸۔ قرآن مجید اردو ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندہری رح
 ۲۹۔ قرآن مجید۔ اردو ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی رح
 ۳۰۔ صرف و نحو۔ کتاب الصرف و کتاب النحو۔ از مولانا عبد الرحمن امرتسری رح
 ۳۱۔ علم الصرف و علم النحو۔ از مولوی مشتاق احمد چرٹھاولی رح
 ۳۲۔ علم الصرف از مولانا عبد اللہ محمد بن یوسف السورتی
 ۳۳۔ تمرین النحو از مولانا محمد مصطفیٰ ندوی
 ۳۴۔ شرح مائتہ عامل۔ مصنف عبدالقادر جرجانی۔ شارح الشیخ عبد الرحمن جامی
 ۳۵۔ ایضاح المطالب (شرح کافیہ از علامہ جمال الدین بن حاجب) از مولانا مشیت اللہ دیوبندی
 ۳۶۔ اساس عربی از محمد نعیم الرحمن۔ ایم لے۔ بکچر الہ آباد یونیورسٹی
 ۳۷۔ ترکیب القرآن۔ قدرت اللہ۔ جامعہ محمدیہ۔ اوکاڑہ۔ (صرف پارہ اول)
 ۳۸۔ اصطلاحات نحو عربی (انگریزی۔ عربی)
 ۳۹۔ عربی زبان کی گرامر (انگریزی) از ڈبلیو راسٹ۔ ایل۔ ایل ڈی۔
 متفرق: ۴۰۔ الاتقان فی علوم القرآن دو جلد از علامہ جلال الدین سیوطی رح۔ اردو ترجمہ مولانا عبد الحلیم انصاری
 ۴۱۔ معجم المفہر س لا لفاظ القرآن الحکیم۔ از محمد فواد عبد الباقی۔